سلسلۂ نصابات تعلیم جامعۂ عثمانیہ

تاریخ انگلستان

از ایلابی بکلے (مسز فشر) کی کتاب ”ہسٹری آف انگلنڈ فار بگنرز“

کا اردو ترجمہ

میٹری کیولیشن کے لئے

مترجمہ

مولوی ظفر علی خاں صاحب بی۔ اے و مولوی سید علی رضا صاحب بی۔ اے بیرسٹر ایٹ لا

ارکان سررشتۂ تالیف و ترجمہ جامعۂ عثمانیہ

بعد ترمیم و نظر ثانی

سنہ ۱۳۴۱ھ سنہ ۱۳۳۲ف سنہ ۱۹۲۳ع

مطبوعہ مطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

طبع دوم

تعداد (۱۰۰۰)

دیباچہ

تاریخ انگلستان مؤلفۂ ہنٹر کا ترجمہ مولوی ظفر علی خاں صاحب بی۔اے۔ کے تفویض تھا اور صاحب موصوف نے چھبیسویں باب کے نصف تک اس کا ترجمہ کیا اور وہ طبع بھی ہو گیا تھا بعدازاں اس کی تکمیل بجانب محکمہ راقم کے سپرد فرمائی گئی۔

اس بنا پر میں نے ولیم چہارم کی عہد فرماں روائی سے خاتمۂ کتاب تک ترجمہ کیا ہے۔ علاوہ ترجمہ فہرست مضامین، صحت نامہ، فہرست اصطلاحات، تختۂ تلفظ الفاظ جغرافیہ و اسمائے معرفہ اور شجرۂ سلاطین جو کتاب کے شروع میں لگا دیا گیا ہے میرے لکھے ہوئے ہیں نیز برطانیہ عظمیٰ و آئرستان کے جغرافیے کے متعلق جو (۸) عدد نقشے کتاب میں شامل کئے گئے ہیں محکمے نے ان کو بھی میری ہی نگرانی میں تیار کرایا ہے۔

کتاب کے ابتدائی ایک ثلث حصے تک اصطلاحات مندرجۂ فہرست کی پابندی نہیں کی گئی ہے اور چونکہ یہ اصطلاحات کمیٹی اصطلاحات کی منظور شدہ ہیں اور محکمے کی جانب سے تاریخ ہندوستان، انگلستان اور دوسری انگریزی کتابیں جو نصاب تعلیم جامعۂ عثمانیہ کے لئے ترجمہ ہو کر شائع ہوئی ہیں ان ہی اصطلاحات کا استعمال ہوا ہے لہذا طلبائے میٹرکیولیشن یا مدارس اساتذہ اصطلاحات مندرجۂ فہرست کی پابندی کریں تو نہ صرف سلسلۂ نصاب مذکور میں مطابقت ہوگی بلکہ طالب علموں کو انٹرمیڈیٹ اور بی۔اے کی کتب تواریخ پر جو اس نصاب کے لئے تیار کی گئی ہیں جلد عبور ہو سکے گا۔

معلوم ہوتا ہے کہ ترجمے میں تیسرے باب کا آخری پیراگراف نظر انداز ہو گیا تھا صحت نامے کی تیاری کے وقت میری نظر اس پر پڑی اور تکمیل باب کی ضرورت سے میں نے اس کا ترجمہ علیحدہ ورق پر کر دیا ہے۔ بوقت مطالعہ صفحہ (۵۷) کے ختم پر سلسلۂ مضمون قائم رکھنے کی غرض سے ورق مذکور چسپاں کر لیا جائے تو مناسب ہے۔

خاکسار

سید علی رضا

دیباچہ

طبع ثانی

طبع اول میں تیسرے باب کا آخری فقرہ نظر انداز ہو گیا تھا۔ نظر ثانی کے وقت یہ نقص رفع کر دیا گیا ہے۔ عبارت جہاں پیچیدہ اور مشکل تھی اُس میں بھی سہولت پیدا کی گئی ہے تاکہ مضمون آسانی سے سمجھ میں آئے۔ بہر کیف نظر ثانی میں سید ہاشمی صاحب رکن سررشتۂ تالیف و ترجمہ نے تا امکان احتیاط سے کام لیا ہے۔

محمد عنایت اللہ

ناظم دار الترجمہ

فہرست مضامین

تاریخی سلسلہ اور سنین کیساتھ مرتب ہوئی ہے

(طلبہ کی یاد تازہ کرنے کی غرض سے ذیل کے خلاصہ کے ہر صفحہ پر واقعات کے لحاظ سے سنین درج کیئے گئے ہیں لہٰذا اس جدول کے حوالہ سے جب کسی مضمون کو متن کتاب میں مطالعہ کرنے کی ضرورت ہو تو سنین مندرجہ سے مدد لیجا سکتی ہے)

حصہ اول

برطانیہ اور انگلستان کا عہد قدیم

پہلا باب

برطانیہ کا عہد قدیم

تعریف انگلستان۔ برطانیہ کی حالت انگلستان سے پہلے۔ زمانۂ حجریۂ قدیم کے انسان۔ زمانہ حجریہ جدید کے انسان۔ [illegible] سے قوم سلٹ [illegible] کے تجارتی تعلقات [illegible] قبل مسیح۔ جولیس سیزر کی آمد ۵۵ء [illegible] قبل مسیح۔ کیرکٹیکس [illegible]۔ بوڈیسیا ۶۱ء۔ رومیوں کی سہ صد سالہ حکومت رومی رخصت ہوئے [illegible] پکٹ اور اسکاٹ۔ رومی برطانیہ کو چھوڑ کر چلے گئے ۴۱۰ء۔

از صفحہ ۱ تا صفحہ ۱۱

دوسرا باب

انگریز انگلستان میں کس طرح آئے

چوتھی صدی کے سیکسن بحری قزاقوں کی حالت۔ قوم جوٹ کا برطانیہ میں

وارد ہونا ۴۴۹ء۔ ریاست کینٹ کی بنا ۴۴۹ء۔ سیکسنوں کی آمد ۴۷۷ء۔ بادشاہ آرتھر کا سیکسنوں کو شکست دینا ۵۲۰ء۔ سیکسن نوآبادیاں، الیسیکس، ویسیکس وغیرہ۔ قوم انگل کی نوآبادیاں۔ نارتھمبریا ۶۰۳ء۔ ایسٹ انگلیا اور مرسیا ویلش اور انگلش اصطلاحات کا مفہوم۔ قدیم زمانہ کے انگریزی گاؤں۔ الی آرلز (رئیس) اور کی آرلز (رعیت) خوش باش اور غلام۔ گاؤں کی پنچایت۔ حلفی ضمانت اور غیبی آزمائش۔ سینکڑے۔ مجلس قبائل مجلس دانشمنداں۔ بت پرستی مسیحیت۔ کینٹ میں دین عیسوی کی اشاعت ۵۹۷ء۔ نارتھمبریا میں دین عیسوی کی تبلیغ ۶۲۷ء۔ پنڈا کے ساتھ جنگ ۶۳۳-۶۵۵ء۔ آئرلینڈ میں دین عیسوی کی منادی ۶۳۴-۶۶۴ء کلیسائے انگلستان کی تاسیس ۶۶۴ء شہروں کی ابتدا۔ پنڈا ۶۴۳-۶۷۳ء تمام انگریزوں پر اگبرٹ کی حکومت ۸۰۲-۸۳۹ء

.... از صفحہ ۱۲ تا صفحہ ۲۵

تیسرا باب

قوم ڈین کے ساتھ انگریزوں کی جدوجہد

ڈین قوم یا اہل شمال کی ابتدا۔ اہل شمال کے حملے ۷۸۹-۸۴۰ء ایتھل ولف شاہ ویسکس ۸۳۹-۸۵۸ء ایتھلبیلڈ۔ ایتھلبرٹ اور ایتھلریڈ اول شاہان ویسکس ۸۵۸-۸۷۱ء الفریڈ اعظم شاہ ویسکس ۸۷۱-۹۰۱ء۔ الفریڈ کا بچپن۔ الفریڈ کی خانہ بدوشی، ۸۷۸ء۔ عہدنامہ ویڈمور ۸۷۹ء۔ الفریڈ کا نظام حکومت۔ خراج پطرس۔ الفریڈ کے خاندان کے زیر سایہ انگلستان کا نشو و نما۔ ایڈورڈ (کلاں) ۹۰۱-۹۲۵ء۔ ایتھلسٹن ۹۲۵ء۔ قوم کی حالت۔ شاہی عامل جمعیت رکاب کی اہمیت میں اضافہ۔ انجمن ہائے امن۔ زمیندار حیثیت میں گھٹ کر کاشتکار رہ گئے۔ شمالی علاقہ کے سفید پوش امرا اور اساقفہ انگریزوں اور ڈینوں کی ملی جلی آبادی۔ ڈنسٹن کی حکومت۔ ایڈمنڈ ۹۴۰ء، ایڈورڈ ۹۴۶ء، ایڈوی ۹۵۵ء۔ ایڈگر الملقب بہ صلح دوست ۹۵۹-۹۷۵ء۔ لوتھین کا علاقہ اسکاٹلینڈ والوں کو دیدیا گیا۔ ترقی تجارت ایڈورڈ الملقب بہ شہید ۹۷۵-۹۷۹ء ایتھلریڈ الملقب بہ مجہول ۹۷۹-۱۰۱۶ء ڈین قوم کا دوسرا حملہ۔ سلطنت کے لیے جدوجہد

ایڈمنڈ الملقب بہ فولادرخ صرف سات مہینے حکومت کرنے پایا ۱۰۱۶ء۔ نوٹ، ۱۰۱۶-۱۰۴۲ء۔ امن وامان کے اٹھارہ سال .... از صفحہ ۲۶ تا صفحہ ۴۲

چوتھا باب

انگلستان میں نارمن قوم کے اثر کا اٹھان

نارمن قوم فرانس میں ۹۰۰ء ریاست نارمنڈی، ۹۱۳ء۔ نارمن فرانسیسی ہوگئے۔ ایڈورڈ آدھا نارمن تھا۔ ایڈورڈ الملقب بہ امین معاصی، ۱۰۴۲-۱۰۶۶ء۔ گاڈون باغی قرار دیا گیا ۱۰۵۱ء۔ ولیم ایڈورڈ سے ملنے آتا ہے ۱۰۵۱ء۔ گاڈون کی واپسی ۱۰۵۲ء۔ ہیرلڈ کی حکومت ویلز کی تسخیر۔ نارتھمبرلینڈ کی بغاوت اور ٹاسٹگ کا باغی قرار دیا جانا۔ تاج انگلستان کے دعویدار۔ ہیرلڈ کی قسم۔ ایڈورڈ کی وفات۔ ہیرلڈ ثانی، ۵ جنوری لغایت ۱۴ اکتوبر ۱۰۶۶ء اسٹمفرڈ برج کی لڑائی ہیسٹنگز کی لڑائی، ۱۴ اکتوبر ۱۰۶۶ء ہیرلڈ کی موت۔ ولیم کی تاج پوشی۔ انگریز اور نارمن۔ ...... از صفحہ ۴۲ تا صفحہ ۵۳

حصہ دوم

نارمن فتح سے لیکر صدی پانزدہم تک کے حالات

پانچواں باب

انگلستان میں نارمن حکومت

ولیم اول ۱۰۶۶-۱۰۸۷ء۔ تاج پوشی کی تقریب پر آتش زنی۔ اراضی کی ضبطی۔ اراضی شاملات خالصہ ہوگئی۔ نظام جاگیری۔ نارمن انگریزوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ قلعوں کی تعمیر۔ انگریزی محبان وطن کے ساتھ معرکہ آرائیاں ۱۰۶۷ء لغایت ۱۰۷۱ء۔ شمالی علاقہ کی بربادی محب وطن سرداروں کا خاتمہ ۱۰۷۱ء امن وامان کے سولہ سال۔

حلف اطاعت۔ صدر اسقف لینفرانک ۱۰۷۰ء۔ بیاجگل۔ کتاب الخراج ۱۰۸۶ء۔ ولیم کی مشکلات اور وفات ۹۔ ستمبر ۱۰۸۷ء۔ ولیم روفس المعروف بہ شاہ سرخ رنگ ۱۰۸۷ء لغایت ۱۱۰۰ء شکل وشباہت اور سیرت۔ اُمرا کی بغاوت ۱۰۸۸ء۔ انگریزی قوم بادشاہ کا ساتھ دیتی ہے۔ نارمن معرکہ اور انگریزی رویہ۔ رالف فلامبرڈ میر عدل۔ مردم آزاری۔ تسخیر ویلز۔ کمبرلینڈ کا الحاق انگلستان کے ساتھ۔ انسلم اسقف اعظم رابرٹ پہلی صلیبی مہم پر جاتا ہے ۱۰۹۶ء۔ ولیم سرخ رنگ کی وفات ۱۱۰۰ء۔ ہنری اول المخاطب بہ "بو کلارک" (با کمال ادیب) ۱۱۰۰ء لغایت ۱۱۳۵ء۔ ہنری اول کی سیرت۔ اُسکا اقبال۔ ایک انگریزی شاہزادی کے ساتھ اُسکی شادی۔ ٹنچبرائی کی لڑائی ۱۱۰۶ء۔ رابرٹ قید کر دیا گیا۔ نئے اُمرا نے انگریزی قومیت اختیار کر لی۔ انگریزی زبان میں فرانسیسی الفاظ۔ اسقف راجر میر عدل مقرر ہوا۔ محکمہ خزانہ۔ شہر و دیہہ۔ فلیمنگ پارچہ باف اور سسٹرشین راہب۔ اساقف کا امتحان اور پاپائے روما کا سفیر۔ ہنری کا اکلوتا بیٹا ڈوب گیا ۱۱۲۰ء۔ ہنری اُمرا کو مجبور کرتا ہے کہ میٹلڈا اور اُسکے بیٹے کو اپنا فرمانروا تسلیم کریں .... از صفحہ ۵۴ تا صفحہ ۷۵

چھٹا باب

اسٹیفن کا عہد حکومت

فساد اور شورش سے بھرا ہوا انیس سال کا زمانہ

۱۱۳۵ء لغایت ۱۱۵۴ء

اسٹیفن کے دعاوی جھنڈے کی لڑائی ۱۱۳۸ء۔ میر عدل اور وزیر خزانہ کی گرفتاری۔ میٹلڈا کی انگلستان میں لنگر اندازی ۱۱۳۹ء میٹلڈا انگلستان سے رخصت ہوتی ہے ۱۱۴۷ء رعایا کے مصائب۔ مذہبی احیا۔ عہدنامہ ویلنگفرڈ ۱۱۵۳ء۔ .... از صفحہ ۷۶ تا صفحہ ۸۰

ساتواں باب

ہنری پلنٹیجنیٹ اور اس کے بیٹے

۱۱۵۴ء — ہنری ثانی ۱۱۵۴ء لغایت ۱۱۸۹ء۔ ہنری کے مقبوضات اور اُس کا عقد۔
۱۱۶۳ء — شکل و شباہت اور سیرت و شمائل۔ ٹامس بکٹ وزیر خزانہ مقرر ہوا۔ محصول جنگ۔
۱۱۶۶ء — عدالتی حلقے اور جوریاں (پنچائتیں) کلیرنڈن کی عدالت سیشن ۱۱۶۶ء دارالعلوم
آکسفرڈ کے اولین طالب علم۔ بکٹ کا تقرر صدر اسقفی کی خدمت پر۔ پادریوں کے
۱۱۷۰ء — مقدمات کی سماعت۔ شہزادہ ہنری کی تاج پوشی۔ بکٹ کا قتل ۲۹۔ دسمبر ۱۱۷۰ء۔
لینسٹر کی تسخیر۔ ہنری ثانی فرماں روائے آئرلینڈ ۱۱۷۱ء۔ ہنری کے بیٹوں کی
۱۱۸۱ء — بغاوت ہنری کا کفارہ اور اپنے حریفوں پر غلبہ۔ فوج ردیف کا قیام ۱۱۸۱ء۔
۱۱۸۹ء — ہنری کی وفات ۱۱۸۹ء۔
رچرڈ الملقب بہ شیر دل ۱۱۸۹ء لغایت ۱۱۹۶ء۔ رچرڈ حقیقی معنوں میں
انگلستان کا بادشاہ نہ تھا۔ رچرڈ عہدے اور منصب فروخت کرتا ہے۔ لانگ شانی کا عزل
۱۱۹۱ء — ۱۱۹۱ء۔ لندن کا پہلا رئیس ۱۱۹۱ء۔ رچرڈ کا فدیہ ۱۱۹۴ء۔ رچرڈ کی دوسری آمد ۱۱۹۴ء۔
۱۱۹۴ء / ۱۱۹۹ء — غیر ملکی لڑائیوں کے لئے روپیہ دینے سے اساقف کا انکار۔ رچرڈ کی وفات ۱۱۹۹ء۔
۱۱۹۹ء — جان الملقب بہ منحوس ۱۱۹۹ء لغایت ۱۲۱۶ء۔ جان کی سیرت۔ آرتھر اور
شاہ فرانس کے ساتھ جنگ۔ آرتھر کا قتل ۱۲۰۳ء۔ نارمنڈی اور انجو کے علاقے
جان کے قبضے سے نکل گئے۔ اسٹیفن لینگٹن کا انتخاب۔ انگلستان کے لئے
مذہبی بندش ۱۲۰۸ء حلقۂ کلیسا سے جان کا اخراج ۱۲۰۹ء جان پاپا کی اطاعت
۱۲۰۶ء — قبول کرتا ہے۔ قوم کی بڑھتی طاقت۔ اُمرا کی طرف سے قبالۂ آزادی کا مطالبہ۔
۱۲۱۳ء / ۱۲۱۵ء — جان منشور اعظم پر دستخط کرتا ہے ۱۲۱۵ء منشور اعظم کے
فوائد۔ جان اور اس کے اُمرا کی جنگ۔ لوئی فوج لیکر آتا ہے۔
۱۲۱۶ء — جان کی وفات .... از صفحہ ۸۱ تا صفحہ ۱۰۱

حصۂ سوم

انگریزی پارلیمنٹ کی اٹھان

آٹھواں باب

امرا کی جنگ

ہنری سوم ۱۲۱۶ء لغایت ۱۲۷۲ء

۱۲۱۶ء نو عمر ہنری کی تخت نشینی ۲۸ - اکتوبر ۱۲۱۶ء شہزادہ لوئی کی فرانس کو
۱۲۱۷ء مراجعت ۱۲۱۷ء - بادشاہ کا عہد طفولیت ۱۲۱۶ء لغایت ۱۲۲۷ء رعایا کی حالت -
۱۲۲۸ء میلے - پاپا انگلستان سے روپیہ وصول کرتا ہے - طبقہ برادران کلیسا - ہنری مطلق العنان
ہوکر حکومت کرتا ہے ۱۲۳۲ء لغایت ۱۲۵۸ء - بدیسیوں کا اکھاڑ - پارلیمنٹ کا آغاز -
۱۲۳۲ء سائمن ڈی مانٹ فرٹ - بدنظمی کے انیس سال - پاپا کسفورصقلیہ کا تاج ایڈمنڈ کے
۱۲۵۸ء سر پر رکھنا چاہتا ہے - مجنون پارلیمنٹ ۱۲۵۸ء - ضوابط آکسفرڈ - محاکمۂ عامیان
۱۲۶۴ء ۱۲۶۴ء - امرا کی جنگ ۱۲۶۴ء - جنگ لیویز ۱۲۶۴ء - بادشاہ اور ولی عہد
۱۲۶۵ء قید میں ۱۲۶۴-۶۵ء خاص اور عوام کی شرکت پارلیمنٹ ۲۰ - جنوری ۱۲۶۵ء -
شہزادہ ایڈورڈ کا فرار ۲۸ - مئی ۱۲۶۵ء - جنگ ایوشام ۴ - اگسٹ ۱۲۶۵ء -
صلحنامہ کینلورتھ ۱۲۶۶ء .... از صفحہ ۱۰۲ تا صفحہ ۱۱۱

نواں باب

ویلز اور اسکاٹ لینڈ کے ساتھ کشمکش

۱۲۷۲ء ایڈورڈ اول (منسوب بہ ویسٹ منسٹر) ۱۲۷۲ء لغایت ۱۳۰۷ء
۱۲۷۲ء ایڈورڈ دوم (بہ کیرناروان) ۱۳۰۷ء لغایت ۱۳۲۷ء - شاہی کونسل کی نیابت
۱۲۷۲ء لغایت ۱۲۷۴ء - ایڈورڈ اول کی شکل و شمائل پہلا ناموری زیر ال ۱۲۷۴ء -

نصف پنی اور فارذنگ کے سکوں کی تسکیک ۔ ویلز ۔ لیولن اطاعت سے
۱۲۷۷ء انکار کرتا ہے ۔ تسخیر ویلز ۱۲۸۲ء پہلا انگریزی شہزادہ ویلز ۱۳۰۱ء قانون
دست شل ۱۲۷۹ء ۔ عدالتوں کی تنظیم ۔ محافظان امن ۱۲۸۵ء ۔ انگلستان سے
۱۲۹۰ء یہودیوں کا اخراج ۱۲۹۰ء ۔ پارلیمنٹ کا پہلا اجلاس کامل ۱۲۹۵ء ۔ ارکان پارلیمنٹ
۱۲۹۵ء کو معاوضہ ۔ تخت اسکاٹ لینڈ خالی رہ گیا ۱۲۹۰ء ۔ جان بلیئیل کا انتخاب ۱۲۹۲ء
۱۲۹۶ء اسکاٹ لینڈ میں پہلی جنگ ۱۲۹۶ء ولیم والس ۱۲۹۷ء ایڈورڈ بھاری محصول
۱۲۹۷ء لگاتا ہے ۱۲۹۷ء ۔ پارلیمنٹ بادشاہ سے آزادی کے قبالے حاصل کرتی ہے
۱۲۹۷ء ۔ جنگ فالکرک ۱۲۹۸ء ۔ والس سولی پر لٹکا دیا جاتا ہے ۲۳ اگست ۱۳۰۵ء
۱۳۰۶ء بروس کے ہاتھوں کامن کا قتل ۱۰ فروری ۱۳۰۶ء ۔ رابرٹ بروس بادشاہ اسکاٹلینڈ
۱۳۰۷ء بنایا جاتا ہے ۲۵ مارچ ۱۳۰۶ء ایڈورڈ کا آخری سفر ۱۳۰۷ء ۔

ایڈورڈ دوم

۱۳۰۷ء لغایت ۱۳۲۷ء

۱۳۰۹ء گیوسٹن جلس فران فرایاں ۱۳۱۱-۱۳۱۰ء ۔ گیوسٹن کا قتل ۱۳۱۲ء ۔ جنگ بینک برن
۲۴ جون ۱۳۱۴ء اسکاٹلینڈ کی آزادی قحط اور شورش ۔ نیا مصاحب ہیوڈیپنسر ۱۳۲۰-۱۳۲۶ء
۱۳۲۲ء لینکسٹر کا قتل ۱۳۲۲ء ۔ وضع قوانین میں عوام کا حصہ ۱۳۲۲ء ایڈورڈ دوم تخت سے اتار کر
قتل کر دیا گیا ۱۳۲۷ء ...... از صفحہ ۱۱۲ تا صفحہ ۱۳۱

دسواں باب

جنگ صد سالہ کسانوں کی بغاوت

۱۳۳۰ء ایڈورڈ سوم ۱۳۲۷ء لغایت ۱۳۷۷ء بادشاہ کا عہد طفولیت ۱۳۲۶-۱۳۲۷ء
مارٹیمر کا انجام ۔ فرانس کے ساتھ نزاع کے اسباب ۔ ایڈورڈ سے اہل فلینڈرز کی
۱۳۳۹ء استمداد ۔ ایڈورڈ تخت فرانس کا دعویٰ کرتا ہے دو مروٹ ۔ جنگ صد سالہ

سنہ ۱۳۵۵ء
پہلا معرکہ ۱۳۳۸ء-۱۳۴۷ء۔ محاصرہ کے لئے طبقہ گارٹر ۱۳۴۸ء دوسرا معرکہ ۱۳۵۵ء-۱۳۶۰ء۔ تیسرا معرکہ ۱۳۶۷ء-۱۳۷۴ء۔ نشو و نما ئے قوم ۱۳۲۷ء-۱۳۴۹ء اراضیات کے پٹے اور کاشتکار علاقوں کو آزادی۔ حرفت اور تجارت کی ترقی۔ اُمرا اور عوام وزیر خزانہ کی حمایت کرتے ہیں۔ طاعون۔ سرمایہ اور محنت کی آویزش۔
سنہ ۱۳۶۲ء
قانون مزدوراں۔ چاسر اور لینگلینڈ کی تصانیف۔ جان وکلف۔ اصلاحات پارلیمنٹ۔
سنہ ۱۳۶۶ء
قانون امتناع مداخلت پاپا۔ آئین کلکنی ۱۳۶۷ء۔ نیک پارلیمنٹ ۱۳۷۶ء۔ شہزادہ سیاہ پوش
سنہ ۱۳۷۰ء
کی وفات ۱۳۷۶ء۔ پہلا فیکسانہ ۱۳۷۷ء۔
سنہ ۱۳۷۷ء
رچرڈ دوم ۱۳۷۷ء لغایت ۱۳۹۹ء۔ فیکسانہ سے نفرت۔ کسانوں کا مفسدہ ۱۳۸۱ء
سنہ ۱۳۸۱ء
سنہ ۱۳۸۷ء
رچرڈ اپنی رعایا سے دوچار ہوتا ہے۔ غلامی بتدریج مٹ جاتی ہے۔ پارلیمنٹ کا اقتدار۔ گیارہ اراکین کی مجلس ۱۳۸۶ء۔ بیرحم پارلیمنٹ ۱۳۸۸ء۔ رچرڈ عنان حکومت خود اپنے
سنہ ۱۳۸۹ء
ہاتھ میں لیتا ہے ۱۳۸۹ء۔ دوسرا قانون امتناع مداخلت پاپا ۱۳۸۹ء رچرڈ کا انتظام
سنہ ۱۳۹۰ء
۱۳۹۷ء۔ رچرڈ کی خودمختاری۔ ہنری امیر ہیرفرڈ کی جلاوطنی ۱۳۹۸ء۔ رچرڈ کا زوال
سنہ ۱۳۹۹ء
۱۳۹۹ء۔ رچرڈ کی مفقود الخبری۔ ۱۲۱۶ء سے لیکر ۱۳۹۹ء تک کے واقعات کا خلاصہ .... از صفحہ ۱۳۲ تا صفحہ ۱۵۳

حصہ چہارم

جنگ گلاب

گیارھواں باب

خاندان لینکسٹر

سنہ ۱۳۹۹ء
ہنری چہارم ۱۳۹۹ء لغایت ۱۴۱۳ء۔ ہشتاد سالہ نزاعی دور۔ ہنری کے
سنہ ۱۴۰۲ء
خلاف بغاوتیں ۱۴۰۱ء-۱۴۰۹ء جنگ ہالڈن ہل ۱۴۰۲ء امرائے خاندان پرسی
سنہ ۱۴۰۰ء
اور گلینڈ ڈوور کی بغاوت ۱۴۰۳ء۔ مووبرے اور اسکروپ کی بغاوت ۱۴۰۵ء
امن کا زمانہ ۱۴۰۵ء-۱۴۱۳ء۔ دارالعوام کو روپیہ کی منظوری دینے کا حق حاصل ہوتا ہے ۱۴۰۷ء

۱۴۰۶ء — قانون الانسداد الحاد سنہ ۱۴۰۱ء۔ ٹامس بوفرٹ وزیر خزانہ سنہ ۱۴۱۰ء۔

۱۴۱۳ء — ہنری پنجم سنہ ۱۴۱۳ء لغایت سنہ ۱۴۲۲ء۔ مسودات قانون کی بابت ترمیم منظوری سنہ ۱۴۱۴ء۔

۱۴۱۴ء — باشندگان ممالک غیر کی موقوفہ املاک پر بادشاہ کا قبضہ سنہ ۱۴۱۴ء۔ ہنری پنجم کی طاقت اور ہر دلعزیزی۔ قوم کی حالت دار العوام میں فرقہ لولارڈ کی بغاوت سنہ ۱۴۱۴ء۔

۱۴۱۵ء — جنگ فرانس کی تجدید کے اسباب۔ محاصرۂ ہارفلیو اگست سنہ ۱۴۱۵ء جنگ آژن کور اکتوبر سنہ ۱۴۱۵ء۔ محاصرۂ روان سنہ ۱۴۱۸ء۔ ہنری نائب السلطنت فرانس مقرر ہوا سنہ ۱۴۲۰ء۔

۱۴۲۰ء — شاہان انگلستان و فرانس کی وفات سنہ ۱۴۲۲ء۔

۱۴۲۲ء — ہنری ششم سنہ ۱۴۲۲ء لغایت سنہ ۱۴۶۱ء شہزادہ کے عہد طفولیت میں حکومت کا انتظام محاصرہ ارلینس سنہ ۱۴۲۸۔۱۴۲۹ء۔ جین ڈارک کی داستان سنہ ۱۴۲۹ء لغایت سنہ ۱۴۳۱ء جین ڈارک

۱۴۵۳ء — کی موت سنہ ۱۴۳۱ء۔ جنگ صد سالہ کا خاتمہ سنہ ۱۴۵۳ء۔ گلاسٹر اور بوفرٹ کے

۱۴۵۰ء — جھگڑے۔ پارلیمنٹ کا انحطاط۔ لنکسٹریہ پارلیمنٹ۔ ہنری ششم کی سیرت۔ گلاسٹر اور سفک

۱۴۵۵ء — کا قتل سنہ ۱۴۴۷ء سنہ ۱۴۵۰ء۔ جیک کیڈ کی بغاوت۔ رچرڈ امیر یارک محافظ سلطنت قرار پایا سنہ ۱۴۵۵ء۔ جنگ سنٹ البنز ۲۲ مئی سنہ ۱۴۵۵ء جنگ گلاب سنہ ۱۴۵۵ء لغایت سنہ ۱۴۸۵ء۔

۱۴۶۰ء — مسودۂ قانون خلاف ورزی یا سرکار جنگ نارتھیمپٹن جولائی سنہ ۱۴۶۰ء۔ جنگ ویکفیلڈ ۳۰ دسمبر سنہ ۱۴۶۰ء جنگ مارٹیمرس کراس سنہ ۱۴۶۱ء۔ ایڈورڈ کی

۱۴۶۱ء — بادشاہی کا اعلان سنہ ۱۴۶۱ء۔ جنگ ٹاؤٹن ۲۹ مارچ سنہ ۱۴۶۱ء ...... از صفحہ ۱۵۴ تا صفحہ ۱۷۶

بارھواں باب

خاندان یارک

۱۴۶۱ء — ایڈورڈ چہارم سنہ ۱۴۶۱ء لغایت سنہ ۱۴۸۳ء۔ ہنری ششم کی نظر بندی

۱۴۶۹ء — قلعہ لندن میں۔ شاہی عناد۔ جنگ اجکوٹ سنہ ۱۴۶۹ء۔ وارک مارگرٹ سے جا ملتا ہے۔ ایڈورڈ کا فرار۔ ہنری ششم چھ مہینے پھر بادشاہی کرتا ہے ایڈورڈ

۱۴۷۱ء — واپس ہوتا ہے سنہ ۱۴۷۱ء۔ جنگ ٹیوکسبری ۴ مئی سنہ ۱۴۷۱ء طبقۂ متوسط کی خوشحالی

۱۴۷۶ء — بڑھایا۔ امیر کلارنس کا قتل سنہ ۱۴۷۸ء کیکسٹن اور اس کا مطبع سنہ ۱۴۷۶ء۔

[۱۴۸۳ء] ایڈورڈ پنجم اپریل لغایت جون ۱۴۸۳ء۔ ریورس اور گرے کی گرفتاری۔
[۴ مئی لغایت ۲۶ جون] رچرڈ کا تقرر بحیثیت نائب السلطنت ۴ مئی ۱۴۸۳ء رچرڈ کی سیرت۔ لارڈ ہیسٹنگز کا قتل ۱۳ جون ۱۴۸۳ء۔ شہزادے غیر صحیح النسب قرار دیئے گئے۔
[۱۴۸۳ء] رچرڈ سوم ۱۴۸۳ء لغایت ۱۴۸۵ء۔ شہزادوں کے قتل کے چرچے رچرڈ کے عہد کے اصلاحات۔ ہنری ٹیوڈر کو انگلستان آنے کی دعوت۔ ہنری امیر رچمنڈ کی
[۱۴۸۵] لنگر اندازی ۷ اگست ۱۴۸۵ء۔ میدان باسورتھ کی لڑائی ۲۲ اگست ۱۴۸۵ء۔ جنگ گلاب کا خاتمہ۔ قرون وسطیٰ میں انگلستان اور برّ اعظم یورپ کے گہرے تعلقات۔ قدیم طبقۂ امرا کی بربادی۔ سربراہی کا دستور۔ قرون وسطیٰ کی تحویل از منۂ جدیدہ میں
...... ازصفحہ ۱۷۷ تا صفحہ ۱۹۱

حصہ پنجم

بادشاہان ٹیوڈر

تیرھواں باب

دوراصلاح مذہب

[۱۴۸۵] ہنری ہفتم ۱۴۸۵ء لغایت ۱۵۰۹ء۔ ہنری ہفتم کی صورت اور سیرت۔ فریق وارک کی بغاوتیں لیمبرٹ سمنل
[۱۴۸۷] ۱۴۸۷ء۔ آئرلینڈ کی حالت۔ پائننگز کا قانون۔ اسٹار چیمبر کی عدالت۔ پرکن واربیک
[۱۴۹۲] ۱۴۹۲-۱۴۹۷ء پرکن کا قلعۂ لندن میں قید ہونا ۱۴۹۹ء۔
[۱۵۰۱] ہنری کا استحصال بالجبر اور خود مختارانہ حکومت۔ کیتھرائن شہزادی امیر اراگان کے ساتھ آرتھر کا عقد۔
[۱۵۰۲] مارگرٹ اور جیمز چہارم شاہ اسکاٹلینڈ کا عقد۔ ہنری شہزادہ ویلز کا نکاح اپنی بیوہ بھاوج کے ساتھ۔
[۱۴۹۸] کولمبس کے اکتشافات ۱۴۹۲ء واسکوڈی گاما اور کیبٹ۔ علوم جدیدہ ۱۴۹۶ء۔
[۱۵۰۹] ہنری ہشتم ۱۵۰۹ء لغایت ۱۵۴۷ء۔ ہنری ہشتم کی سیرت۔ موجودہ برطانوی بیڑے کا

۱۵۱۳ء — بانی ہنری ہشتم تھا۔ جنگ جھمیز ۱۶۔ اگست ۱۵۱۳ء۔ فرانسیس اول شاہ فرانس
۱۵۱۵ء — ۱۵۱۵ء۔ جنگ فلاڈن ۹۔ ستمبر ۱۵۱۳ء۔ جنگ سالو وے پاس ۱۵۴۲ء۔
۱۵۲۰ء — ولزی کی وزارت ۱۵۱۵ء لغایت ۱۵۲۹ء سیاسیات یورپ میدان فرش
۱۵۲۹ء — زرتار ۱۵۲۰ء۔ فرانس کے ساتھ اتحاد ہنری کیتھرائن کو طلاق دینا چاہتا ہے۔
ولزی کا عزل ۱۵۲۹ء-۱۵۳۰ء۔ ہفت سالہ پارلیمنٹ ۱۵۲۹ء لغایت ۱۵۳۶ء۔
ٹامس کرامویل کی وزارت ۱۵۳۰ء لغایت ۱۵۴۰ء۔ ہنری کلیسا کا پیشوائے اعلیٰ
۱۵۳۳ء — کرلیا جاتا ہے ۱۵۳۵ء کیتھرائن کو طلاق اور این بولین سے عقد ۱۵۳۳ء۔
۱۵۳۵ء — ویلز میں قانون انگلستان کا نفاذ ۱۵۳۶ء۔ قانون بغاوت۔ سر ٹامس مور۔
رعایا کی حالت لوتھر اور ٹنڈل۔ انگلستان میں مذہبی تبدیلیاں۔ خانقاہوں کی
۱۵۳۶ء — تباہی ۱۵۳۶ء-۱۵۳۹ء۔ این بولین کا قتل اور جین سی مور کے ساتھ عقد ۱۵۳۶ء۔
۱۵۳۷ء — ملک کے شمال و مغرب میں بغاوتیں۔ شہزادہ ایڈورڈ کی ولادت
۱۵۴۰ء — ۱۲۔ اکتوبر ۱۵۳۷ء۔ این شیوز کلیفو کے ساتھ نکاح اور پھر علیحدگی
۱۵۴۰ء۔ کرامویل کا قتل ۲۸۔ جولائی ۱۵۴۰ء۔ کیتھرائن ہاورڈ کے ساتھ
۱۵۴۲ء — عقد ۱۵۴۰ء۔ کیتھرائن ہاورڈ کا قتل ۱۵۴۲ء۔ عبادت کے انگریزی دستور العمل
کا رواج۔ قانون جانشینی .... از صفحہ ۱۹۲ تا صفحہ ۲۱۵

چودھواں باب

مسیحیت کی دونوں شاخوں کی آویزش

۱۵۴۷ء — ایڈورڈ ششم ۱۵۴۷ء لغایت ۱۵۵۳ء۔ ایڈورڈ ششم ایک پکا پروٹسٹنٹ
تھا۔ امیر کبیر سامرسیٹ کا تقرر محافظ سلطنت کے منصب پر۔ اسکاٹلینڈ پر بے سود حملہ
۱۵۴۷ء — ۱۵۴۷ء۔ پروٹسٹنٹ اصلاحات۔ مغربی اضلاع کی بغاوت۔ نارفک میں بغاوت
۱۵۴۹ء — ۱۵۴۹ء۔ سکۂ رائج الوقت میں کھوٹ کی ملاوٹ سامرسیٹ کا قتل ۱۵۵۲ء۔
۱۵۵۲ء — امیر وارک محافظ سلطنت مقرر ہوتا ہے۔ دوسرا قانون وحدت عمل ۱۵۵۲ء۔
ایڈورڈ ششم کے ابتدائی مدارس۔ جانشینی کے لیے لیڈی جین گرے کی نامزدگی۔

۱۵۵۳ء میری ۱۵۵۳ء لغایت ۱۵۵۸ء ۔ لیڈی جین گرے کی فرمانروائی کا اعلان
لندن میں ۱۰ جولائی ۱۵۵۳ء ۔ میری کی فرمانروائی اعلان لندن میں ۱۹ جولائی ۱۵۵۳ء
کیتھولک مذہب کی تجدید ۔ میری کی سیرت ۔ ملکہ کے عقد کی تجویز ۔ وایٹ کی بغاوت
۱۵۵۴ء ماہ فروری ۱۵۵۴ء ۔ لیڈی جین گرے اور دیگر اشخاص کا قتل ۔ ملکہ کا عقد ماہ جولائی ۱۵۵۴ء
۱۵۵۶ء پاپا کے وکیل مطلق کی آمد ۔ امرا کی طرف سے کلیسا کی جائداد کی بحالی کا انکار ۔ فرقہ پروٹسٹنٹ
پر سختیاں ۱۵۵۵ء لغایت ۱۵۵۶ء ۔ لیٹیمر، رڈلی اور کرانمر کا زندہ جلایا جانا ۔ کیلے کا
۱۵۵۸ء انگریزی قبضہ سے نکل جانا ۱۵۵۸ء ...... از صفحہ ۲۱۶ تا صفحہ ۲۲۴

پندرھواں باب

دور ترقی و فراخی

۱۵۵۸ء الیزبتھ ۱۵۵۸ء لغایت ۱۶۰۳ء ۔ الیزبتھ کی سیرت ۔ انگلستان کی حالت
۱۵۵۹ء بر اعظم یورپ میں مذہبی کشمکش ۔ مذہب انگلستان کا تصفیہ ۔ حلف سیادت ۔ اسکاٹ لینڈ
۱۵۶۰ء کی حالت ۔ اسکاٹ لینڈ کے امرا سے معاہدہ ۱۵۶۰ء ۔ معاہدہ ایڈنبرا جولائی ۱۵۶۰ء
میری ملکہ اسکاٹ لینڈ کی معاودت اگست ۱۵۶۱ء ۔ انگلستان کی خوشحالی بزمانہ ایام
۱۵۶۲ء ۱۵۶۲-۱۶۰۱ء ۔ ترقی زراعت، تجارت اور صنعت و حرفت ۔ جنگ فرانس ۱۵۶۲ء
۱۵۶۳ء لغایت ۱۵۶۳ء ۔ توفیر اسامی حلف اطاعت ۱۵۶۳ء ۔ الیزبتھ کا مناکحت سے
انکار ۔ میری ملکہ اسکاٹ لینڈ کا عقد لارڈ ڈارن لی کے ساتھ ۱۵۶۵ء
۱۵۶۶ء ریٹ سی او کا قتل ۹ ۔ مارچ ۱۵۶۶ء ۔ ڈارن لی کا قتل ۹ ۔ فروری ۱۵۶۷ء ۔
۱۵۶۸ء میری فرار ہو کر انگلستان چلی جاتی ہے مئی ۱۵۶۸ء ۔ انگریزی پارلیمنٹ کی
روز افزوں طاقت ۔ شان اونیل کی بغاوت ۱۵۶۵ء لغایت ۱۵۶۷ء ۔
میری کا انگلستان میں مقید ہونا ۱۵۶۸ء لغایت ۱۵۸۷ء ۔ میری اور الیزبتھ
اہل نیدرلینڈ کی بغاوت ۱۵۶۸ء ۔ شمال انگلستان میں بغاوت نومبر ۱۵۶۹ء ۔
۱۵۷۱ء دائرہ کلیسا سے الیزبتھ کا اخراج اور رڈالفی کی سازش ۱۵۷۰ء لغایت ۱۵۷۱ء ۔
واقعہ سینٹ بارتھالومیو ۲۴ ۔ اگست ۱۵۷۲ء ۔ نیدرلینڈ والوں کو انگریزی کمک ۔

۱۵۷۰ء　کیتھلک مذہب کا تبلیغی وفد انگلستان میں ۱۵۸۰ء مجلس حفاظت ملکۂ الزبتھ ۱۵۸۴ء میری ملکۂ اسکاٹلینڈ

۱۵۸۴ء ۱۵۸۷ء　کا قتل ۸ فروری ۱۵۸۷ء ہسپانیہ کے جنگی بیڑے کی روانگی ۱۲ جولائی ۱۵۸۸ء ہسپانوی جنگی بیڑے کی

شکست ۱۵۸۸ء انگلستان میں وحدت قومی کا ظہور اور امن و امان کا قیام۔

۱۵۹۸ء　فرمان نانٹیز ۱۳ اپریل ۱۵۹۸ء ایسٹ انڈیا کمپنی ۳۱ دسمبر ۱۵۹۹ء کوپرنیکس

۱۶۰۱ء　اور گلیلیو۔ عہد الزبتھ کے مصنفین شیکسپیر ۱۵۶۴ء برلے کی وفات ۱۵۹۸ء۔

ہیو اونیل امیر ٹائرون کی بغاوت ۱۵۹۵ء تا ۱۶۰۱ء ایسکس کی سرکشی

اور قتل ۱۶۰۱ء آئرلینڈ پر ۱۶۰۲ء سے انگلستان کی حکومت تنسیخ مراعات

۱۶۰۳ء　اکتوبر ۱۶۰۱ء الزبتھ کا انتقال ۲۴ مارچ ۱۶۰۳ء۔ خاندان ٹیوڈر کے عہد کے

واقعات کا خلاصہ . . . . . . از صفحہ ۲۳۸ تا صفحہ ۲۴۹

حصہ ششم

خود مختارانہ حکومت کے خلاف قوم کی جدوجہد

سولہواں باب

شاہانہ استبداد اور جمہوریت کا تصادم

۱۶۰۳ء　جیمز اول ۱۶۰۳ء تا ۱۶۲۵ء جیمز کی سیرت۔ مسئلہ حق آسمانی قوم کی حالت

۱۶۰۴ء　متقشفین۔ مجلس شوریٰ منعقدہ ہیمپٹن کورٹ جنوری ۱۶۰۴ء متقشفین پر سختیاں

متقشفین کا نقل وطن امریکہ کو ۱۶۲۰ء۔ پہلی پارلیمنٹ کے ساتھ جھگڑا ۱۶۰۴ء

تا ۱۶۱۱ء۔ بارود والی سازش ۵ نومبر ۱۶۰۵ء۔ انگلستان اور اسکاٹلینڈ

کا مجوزہ اتحاد ۱۶۰۴ء۔ اعلانات اور محصولات۔ پیمان اعظم اور برطرفی پارلیمنٹ ۱۶۱۱ء

۱۶۱۴ء　بانجھ پارلیمنٹ ۱۶۱۴ء۔ دور مصاحبین ۱۶۱۲ء تا ۱۶۲۱ء ہسپانیہ کی

شہزادی کے ساتھ ولیعہد کے عقد کی تجویز ۱۶۱۱ء تا ۱۶۲۳ء۔

سر والٹر رالے کی تباہی اور قتل ۱۶۱۶ء تا ۱۶۱۸ء جرمنی میں جنگ سی سالہ کا

سنہ ۱۶۲۱ء آغاز ۱۶۱۹ء تا جائز طلب منفعت۔ تیسری پارلیمنٹ ۱۶۲۱ - ۱۶۲۲ء بیکن کا زوال
سنہ ۱۶۲۲ء ۱۶۲۱ء۔ تیسری پارلیمنٹ کی برطرفی ۱۶۲۲ء۔ پہلا ہفتہ وار اخبار ۱۶۲۲ء چوتھی پارلیمنٹ
سنہ ۱۶۲۵ء ۱۶۲۴ء۔ پالینیٹ کی تباہ کن مہم ۱۶۲۴ء۔ جیمز کی وفات ۲۷۔ مارچ ۱۶۲۵ء۔
...... از صفحہ ۲۵۰ تا صفحہ ۲۶۴

سترھواں باب

شاہ و رعایا

سنہ ۱۶۲۵ء چارلس اول ۱۶۲۵ء لغایت ۱۶۴۹ء۔ چارلس اول کے عادات اور خصائل۔ چارلس کی پہلی پارلیمنٹ کا اجلاس ۱۸ جون ۱۶۲۵ء منازعات اور پارلیمنٹ کی برطرفی ۱۶۲۵ء۔ مہم کیڈز کی ناکامی اکتوبر ۱۶۲۵ء۔ دوسری پارلیمنٹ
سنہ ۱۶۲۶ء بکنگھم سے مواخذہ ۱۶۲۶ء۔ پارلیمنٹ کی برطرفی بادشاہ لوگوں سے جبراً روپیہ قرض لیتا ہے ۱۶۲۷ء۔ رعایا کی سخت بددلی۔ لاروشل کو کمک پہنچانے میں
سنہ ۱۶۲۷ء بکنگھم کی ناکامی ۱۶۲۷ء۔ تیسری ہونے پر پانچ شرفا کا مرافعہ محضر حقوق رعایا
سنہ ۱۶۲۸ء ۷ جنوری ۱۶۲۸ء۔ بکنگھم کا قتل ۲۳ اگست ۱۶۲۸ء۔ لاڈ اسقف لنڈن مقرر
سنہ ۱۶۲۹ء ہوتا ہے ۱۶۲۸ء۔ پارلیمنٹ کا اظہار تمرد ۱۶۲۹ء۔ افراتفری اور ... سر جان الیٹ کی وفات ۱۶۳۲ء۔ وینٹورتھ اور لاڈ۔ اندرونی ڈاک ۱۶۳۵ء۔
سنہ ۱۶۳۰ء ہاروی، جارج ہربرٹ اور ملٹن۔ پیوریٹن لوگوں کا امریکہ کو نقل وطن۔ آئرلینڈ میں وینٹورتھ کی حکومت ۱۶۳۳ء لغایت ۱۶۳۹ء منتشفین کے ساتھ لاڈ کی
سنہ ۱۶۳۴ء نزاع پرن، بیسٹ وک اور برٹن کی سزا ۱۶۳۷ء بادشاہ زر سفینہ وصول کرتا ہے ۱۶۳۴ء لغایت ۱۶۳۸ء۔ ہیمپڈن کا مرافعہ۔ چارلس اہل اسکاٹ لینڈ کو کتاب عبادت کے استعمال پر مجبور کرنا چاہتا ہے۔ متعاہدین ۱۶۳۸ء۔ لارڈ اسٹرافرڈ
سنہ ۱۶۴۰ء کی واپسی انگلستان چند روزہ پارلیمنٹ ۱۶۴۰ء۔ طویل پارلیمنٹ ۱۶۴۰ء لغایت ۱۶۵۳ء۔
سنہ ۱۶۴۱ء و از ۱۶۵۹ء لغایت ۱۶۶۰ء۔ اسٹرافرڈ کا ماخوذ اور قتل ہونا ۱۶۴۱ء۔ نفاذ قانون سہ سالہ اور دوسری اصلاحات ۱۶۴۱ء۔ آئرلینڈ کے پروٹسٹنٹوں کا قتل عام ۱۶۴۱ء

۱۶۴۱ء احتجاج عظیم۔ پانچ مبعوثین کی گرفتاری کا اقدام۔ اہل لندن بادشاہ آنکھ دکھاتے
۱۶۴۲ء ہیں۔ خانہ جنگی کا آغاز ۲۲۔ اگست ۱۶۴۲ء۔ شہسوار سرگھٹے۔ یاوک برج اور
ایج ہل کے معرکے ۱۶۴۲ء۔ شاہ پسندوں کی کامیابیاں ۱۶۴۳ء۔ پارلیمنٹ کی
کامیابیاں، فاکلینڈ کی موت ۲۰۔ ستمبر ۱۶۴۳ء۔ اہل اسکاٹ لینڈ کے ساتھ
۱۶۴۳ء حلیفانہ مفاہمت، ۲۵۔ ستمبر ۱۶۴۳ء۔ آلیور کرامویل۔ کرامویل کے فولاد رخ
۱۶۴۴ء جنگ مارسٹن مور ۲۔ جولائی ۱۶۴۴ء۔ قانون انتبار ۱۶۴۵ء۔ جنگ نیسبی
۱۶۴۵ء ۱۴ جون ۱۶۴۵ء۔ بادشاہ قید میں ۱۶۴۷ء۔ بادشاہ کو فوج گرفتار کر لیتی ہے۔
۱۶۴۷ء چارلس اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ والوں کے ساتھ سازو باز کرتا ہے۔
دوسری خانہ جنگی ۱۶۴۸ء۔ خروج پرائیڈ ۵۔ دسمبر ۱۶۴۸ء بادشاہ بعد تحقیقات
۱۶۴۹ء قتل کیا جاتا ہے ۳۰ جنوری ۱۶۴۹ء ...... از صفحہ ۲۶۵ تا صفحہ ۲۹۰

اٹھارواں باب

انگلستان میں جمہوری نظام حکومت کے قیام کی کوشش

حکومت جمہوری

۱۶۴۹ء حکومت جمہوری کا اعلان ۱۹ مئی ۱۶۴۹ء۔ حکومت جمہوری کی مشکلات
شمشیر پسندی۔ اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ کی وفاداری۔ شہزادہ روپرٹ ابنائے انگلستان
۱۶۵۰ء میں۔ کرامویل آئرلینڈ میں ۱۶۴۹ء۔ ڈروگیڈا اور ویکسفرڈ کے محاصرے ۱۶۴۹ء۔
حکومت انگلستان۔ چارلس ثانی کا ورود اسکاٹلینڈ میں ۲۴۔ جون ۱۶۵۰ء
کرامویل اسکاٹلینڈ میں ۱۶۵۰ء-۱۶۵۱ء جنگ ڈنبار ۳۔ ستمبر ۱۶۵۰ء جنگ ورسٹر
۱۶۵۱ء ۳۔ ستمبر ۱۶۵۱ء۔ چارلس ثانی کا فرار ۱۶۵۱ء۔ قانون جہازرانی اور جنگ ہالینڈ
۱۶۵۳ء ۱۶۵۱ء-۱۶۵۴ء۔ ولندیزیوں کو شکست فاش فروری ۱۶۵۳ء۔ حکومت کے مقاصد
اراکین کا ایک نئی پارلیمنٹ کے انتخاب کی اجازت دینے سے انکار۔ کرامویل اراکین کو
ایوان پارلیمنٹ سے باہر نکال دیتا ہے ۳۰۔ اپریل ۱۶۵۳ء۔ فوج کی حکومت۔

چھوٹی پارلیمنٹ ۴ جولائی سے ۱۲ دسمبر تک۔ کرامویل بحیثیت محافظ اعلیٰ ۱۶ دسمبر ۱۶۵۳ء۔
کرامویل کے ضوابط۔ کرامویل کی پہلی پارلیمنٹ۔ جرنیلی حکومت ۱۶۵۵ء۔ تسخیر جمیکا ۱۶۵۵ء۔
کرامویل کی دوسری پارلیمنٹ ۱۷ ستمبر ۱۶۵۶ء۔ بادشاہ کا لقب قبول کرنے سے کرامویل کا انکار۔
ملک کی حالت۔ کرامویل کی وفات ۳ ستمبر ۱۶۵۸ء۔ رچرڈ بحیثیت محافظ اعلیٰ ستمبر ۱۶۵۸ء لغایت
جولائی ۱۶۵۹ء۔ لنڈوری پارلیمنٹ ۷ مئی ۱۶۵۹ء بدنظمی۔ منک کا داخلہ لندن میں۔
طویل پارلیمنٹ کا خاتمہ ۱۶ مارچ ۱۶۶۰ء۔ چارلس ثانی کی مراجعت مئی ۱۶۶۰ء۔
.... از صفحہ ۲۹۴ تا صفحہ ۳۰۴

انیسواں باب

حکومت شاہی کی بحالی

چارلس ثانی

۱۶۶۰ء لغایت ۱۶۸۵ء

چارلس کے خصائل ذاتی اور مقاصد دلی۔ کلیرنڈن کی وزارت ۱۶۶۰ء لغایت ۱۶۶۷ء
قانون عفو ۱۶۶۰ء۔ رسوم جاگیرداری کی موقوفی ۱۶۶۰ء۔ پہلی فوج مستقل ۱۶۶۱ء۔ وضعدار پارلیمنٹ
۱۶۶۱ء لغایت ۱۶۷۸ء۔ شاہی دربار کی سیہ مستیاں۔ قوم کی حالت۔ اسکاٹ لینڈ اور
آئرلینڈ کی تکالیف۔ قانون جماعت ۱۶۶۱ء اور قانون یک رنگی ۱۶۶۲ء لغایت ۱۶۶۵ء
معترضین کے خلاف قوانین کا نفاذ ۱۶۶۲ء ۱۶۶۴ء ۱۶۶۵ء۔ بنیئن اور ملٹن
پنسلوینیا کی نوآبادی ۱۶۸۲ء۔ رائل سوسائٹی کا قیام ۱۶۶۲ء۔ چارلس کا عقد مئی ۱۶۶۲ء
وین کا قتل ۱۴ جون ۱۶۶۲ء۔ فروخت ڈنکرک نومبر ۱۶۶۲ء۔ ہالینڈ کے ساتھ جنگ
مارچ ۱۶۶۵ء۔ لندن میں وبا ۱۶۶۵ء۔ جنگ میدان ۱۶۶۶ء۔ لندن میں آتش زدگی
۲ ستمبر ۱۶۶۶ء۔ نئی نہر کی آب رسانی ۱۶۶۶ء۔ صلحنامہ بریڈا ۱۶۶۷ء۔ ولندیزی بیڑا
انگریزی جہازوں کو دریائے میڈوے میں آگ لگا دیتا ہے۔ کلیرنڈن کا جلاوطن ۱۶۶۷ء
وزارت کیبل ۱۶۶۷ء لغایت ۱۶۷۳ء۔ اتحاد ثلاثہ جنوری ۱۶۶۸ء۔ ڈوور کا خفیہ معاہدہ

۱۶۷۰ء - قونی دیوالہ ۱۶۷۲ء - فرمان مسامحت ۱۶۷۲ء - ہالینڈ کے ساتھ دوسری جنگ
۱۶۷۲ء - قانون آزمایش ۱۶۷۳ء - وزارت کیبل کا خاتمہ - وزارت اور فریق مخالف -
ڈینبی کی وزارت ۱۶۷۳ء لغایت ۱۶۷۹ء - ولیم اور میری کا عقد ۱۶۷۷ء - چارلس لوئی
سے وظیفہ لیتا ہے - پاپائی سازش ۱۶۷۸ء - عہدنامہ نیمگوں ۱۶۷۸ء - ڈینبی کا عزل
۱۶۷۹ء - مسودہ قانون محرومی کی منظوری کے لئے جدوجہد ۱۶۷۹ء لغایت ۱۶۸۱ء -
قانون شہادت حضوری ۱۶۷۹ء - امیر مانمتھ - پارلیمنٹ کی برطرفی جنوری ۱۶۸۱ء -
وگ اور ٹوری - آکسفرڈ پارلیمنٹ ۱۶۸۱ء - شیفٹسبری کا زوال ۱۶۸۲ء - سازش
رائی ہوس جون ۱۶۸۳ء - رسل اور سڈنی کا قتل - مسئلہ اطاعت انفعالی چارلس دوم
کی وفات ۶ - فروری ۱۶۸۵ء ...... از صفحہ ۳۰۳ تا صفحہ ۳۲۷

بیسواں باب

دور انقلاب

جیمز ثانی ۱۶۸۵ء لغایت ۱۶۸۹ء جیمز ثانی کی سیرت اور اس کے اغراض
ومقاصد - جیمز ثانی کی خود مختارانہ کارروائیاں - مانمتھ کی بغاوت ۱۱ - جون ۱۶۸۵ء -
آرگائل کی ناکامی اور بدانجامی ۱۶۸۵ء - مانمتھ کی بادشاہی کا اعلان ۲۰ - جون
جنگ سج مور ۵ و ۶ - جولائی ۱۶۸۵ء - کرک کی بھیڑیں - خونی عدالت ستمبر ۱۶۸۵ء
کیتھولک افسروں کا تقرر - تنسیخ عہدنامہ نانٹیز اکتوبر ۱۶۸۵ء - قانون آزمایش کی
خلاف ورزی پر پارلیمنٹ کا [illegible] ۱۶۸۵ء - لندن کے قہوہ خانے - اختیارات
استثنا - سرکاری خدمتوں پر کیتھولک لوگوں کا تقرر - عدالت العالیہ کلیسیہ ۱۶۸۶ء -
ہونسلو کی چھاونی - فرمان مراعات ۴ - اپریل ۱۶۸۷ء - جیمز کی تنبیہ در گوشی -
مگڈالن کالج کا اخراج ۱۶۸۷ء - ولیم امیر آرینج سے نامہ وپیام مئی ۱۶۸۸ء -
جیمز کے بیٹے کا تولد ۱۰ - جون ۱۶۸۸ء - سات اسقف کا حضر - سات اساقفہ کے
مقدمہ کی سماعت ۲۹ و ۳۰ - جون ۱۶۸۸ء - امیر آرینج کو بلاوا ۳۰ - جون ۱۶۸۸ء -
ولیم کی لنگر اندازی ۵ - نومبر ۱۶۸۸ء - جیمز کا فرار ۲۳ - دسمبر ۱۶۸۸ء - قاضی جفریز کا

۱۶۸۸ء انجام۔ خلوئے تخت سلطنت ۲۳۔ دسمبر ۱۶۸۸ء لغایت ۱۳۔ فروری ۱۶۸۹ء۔
مسودۂ قانون حقوق رعایا ۱۶۸۹ء۔

۱۶۸۹ء ولیم ثالث ۱۶۸۹ء لغایت ۱۷۰۲ء۔ جیمز کا خیر مقدم آئرلینڈ میں اہل انحراف ۱۶۸۹–۱۸۰۵ء
جیمز سیئے کلیسائے انگلستان کے پادریوں کے ساتھ متعاہدین کی بےسلوکی۔ جنگ
۱۶۸۹ء کلی کرانکی ۲۷۔ جولائی ۱۶۸۹ء۔ گلنکو کا قتل عام ۱۶۹۲ء آئرلینڈ میں خانہ جنگی ۱۶۸۹ء۔
محاصرہ لنڈنڈری ۲۰۔ اپریل ۱۶۸۹ء۔ لنڈنڈری کے محاصرہ کا خاتمہ یکم اگست ۱۶۸۹ء۔
ڈبلن میں جیمز کی بادشاہی۔ قانون رواداری ۱۶۸۹ء۔ خراج کی سالانہ منظوری۔ مسودۂ
۱۶۹۲ء قانون غدر ۱۶۸۹ء۔ دریائے بائن کی جنگ یکم جولائی ۱۶۹۰ء۔ عہد نامہ لمرک
۱۶۹۲ء ۱۶۹۱ء۔ گلنکو کا قتل عام ۱۶۹۲ء۔ اتحاد عظیم ۱۶۹۰ء۔ بیچی ہیڈ کی لڑائی ۳۰۔ جون ۱۶۹۰ء۔
ولیم کی غیر ہردلعزیزی جیمز یوں کی سازشیں۔ جنگ لاہوگ مئی ۱۶۹۲ء۔ خستہ خانہ
گرینج۔ قومی قرضہ ۱۶۹۳ء۔ بینک انگلستان ۱۶۹۴ء۔ جماعتی طرز کی حکومت کا اٹھان
۱۶۹۳ء قانون انتخاب سہ سالہ ۱۶۹۴ء۔ قانون بغاوت ۱۶۹۶ء۔ آزادئ حکام عدالت۔
کلدار سکے۔ رسوم غرفہ ۱۶۹۶ء لغایت ۱۸۵۱ء۔ ملکہ میری کی وفات ۱۶۹۴ء۔
۱۶۹۴ء ۱۶۹۵ء ۱۶۹۷ء آزادئ مطابع ۱۶۹۵ء۔ نیا سکہ ۱۶۹۶ء۔ ولیم کے قتل کی سازش ۱۶۹۶ء عہد نامہ رزوک
۱۱۔ ستمبر ۱۶۹۷ء۔ فوج کی تخفیف ہسپانی وراثت کا مسئلہ تقسیم سلطنت کے بارے میں
۱۶۹۷ء دو عہد نامے۔ امیر انجو کا جلوس تخت ہسپانیہ پر قانون تخت و تاج ۱۷۰۱ء۔
۱۷۰۱ء ۱۷۰۲ء ہالینڈ کے بعض قلعوں پر لوئی کا قبضہ۔ اتحاد ثلاثہ۔ ولیم کی وفات ۸۔ مارچ ۱۷۰۲ء۔
.... از صفحہ ۳۲۸ تا صفحہ ۳۶۶

اکیسواں باب

آخری تاجدار سلسلۂ اسٹوارٹ

۱۷۰۲ء ملکہ این ۱۷۰۲ء لغایت ۱۷۱۴ء۔ این کی تخت نشینی۔ ملکہ این کی سیرت۔
مارلبرو اور گاڈلفن کی وزارت۔ اعضائے اتحاد کبیر اور فرانس کی جنگ
۱۷۰۴ء مارلبرو کی سیرت۔ قانون موافقت موقوت ۱۷۰۲–۱۷۱۱ء۔ ملکہ این کا عطیہ ۱۷۰۴ء۔

۱۷۰۶ء — جنگ بلنہیم ۱۳ اگست ۱۷۰۴ء۔ تسخیر قلعہ جبرالٹر ۱۳ اگست ۱۷۰۴ء جنگ ریمی لیز
مئی ۱۷۰۶ء۔ لوئی کا مصالحانہ اقدام ۱۷۰۶ء قومی قرضہ کا فائدہ۔ وہگ کا جارحانہ اقدام
۱۷۰۸ء۔ ساکھ کی استواری۔ شہروں اور قریوں کی حالت۔ سفید پوشوں کا انحطاط۔
۱۷۰۷ء — قانون اتحاد اسکاٹلینڈ بماہ جنوری ۱۷۰۷ء اور انگلستان میں بماہ مارچ ۱۷۰۷ء۔
۱۷۰۹ء — نافذ ہوا سلطنت برطانیہ عظمیٰ۔ آئرلینڈ تعزیری قوانین جنگ اوڈینارڈ ۱۷۰۸ء۔
۱۷۱۰ء — جنگ لِل ۱۷۰۸ء۔ اور جنگ میلپلیکوے ۱۷۰۹ء۔ ڈاکٹر سیشورل کا چالان۔
مارلبرو اور فرقہ وگ کا عزل ۱۷۱۰ء۔ آکسفرڈ اور بالنگ بروک کی وزارت
۱۷۱۳ء — ۱۷۱۰-۱۷۱۴ء۔ عہدنامہ یوٹریکٹ ۱۷۱۳ء۔ ملکہ این کی وفات ۱۷۱۴ء۔
۱۷۱۴ء — جارج اول کی بادشاہی کا اعلان۔ دستوری حکومت کا آغاز۔ سترھویں صدی کا ادب۔
.... از صفحہ ۳۶۷ تا صفحہ ۳۸۱

حصہ ہفتم

برطانیہ عظمیٰ کی فراخی

بائیسواں باب

اندرونی امن اور بیرونی فتوحات سے برطانیہ عظمیٰ کا پنپنا

۱۷۱۴ء — جارج اول ۱۷۱۴ء لغایت ۱۷۲۷ء۔ خاندان ہینور۔ جارج اول کی سیرت۔
۱۷۱۵ء — آکسفرڈ و بالنگ بروک اور آرمنڈ پر مقدمات۔ قانون ہنگامہ ۱۷۱۵ء۔
۱۷۱۶ء — جیمزیوں کی بغاوت ۱۷۱۵ء۔ ہفت سالہ پارلیمنٹیں ۱۷۱۶ء۔ اتحاد ثلاثہ ۱۷۱۷ء۔
۱۷۲۱ء — جنگ راس پسارو ۱۷۱۸ء۔ برطانوی تجارت کی توسیع۔ شرکت بحر جنوبی ۱۷۱۱-۱۷۲۱ء۔
والپول اپریل ۱۷۲۱ء — رابرٹ والپول کا اختلاج ۱۷۲۰ء۔ شرکت بحر جنوبی کے ڈھول کا پول ۱۷۲۰ء۔ والپول
کی وزارت ۱۷۲۱ء لغایت ۱۷۴۲ء۔ دور امن و سکون۔ جارج اول کی وفات
۱۰۔ جون ۱۷۲۷ء۔

جارج ثانی ۱۷۲۷ء لغایت ۱۷۶۰ء۔ جارج ثانی کی سیرت۔ والپول کا مالی انتظام۔ مسودۂ قانون جنگی کا استرداد ۱۷۳۳ء۔ یگانوں کی بیگانگی۔ جماعت محبان وطن ۱۷۳۳ء۔ خاندانی قرار داد ۱۷۳۳ء۔ جنگ گوش برید گی جنکنس ۱۷۳۹ء۔ والپول کے اقتدار کا خاتمہ ۱۷۴۲ء۔ جنگ جانشینی آسٹریا ۱۷۴۱ء لغایت ۱۷۴۸ء۔ جنگ ڈیٹن جن ۱۷۴۳ء۔ جنگ فانٹنائے ۱۷۴۵ء۔ سجیلا شہزادہ شارلی ۱۷۴۵ء۔ جنگ فالکرک اور جنگ کلوڈن ۱۷۴۶ء۔ کوہستانیوں سے ہتیاروں کا چھین لیا جانا ۱۷۴۶ء۔ وایٹ فیلڈ اور ویسلی کی منادی ۱۷۳۹ء۔ صلحنامہ اسے لا شاپل ۱۷۴۸ء۔ اصلاح تقویم ۱۷۵۱ء۔ ہارڈوک کا قانون نکاح ۱۷۵۳ء۔ انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی۔ فرانسیسی ایسٹ انڈیا کمپنی۔ جنوبی ہندوستان میں ڈوپلے کا اقتدار ۱۷۴۹ء۔ کلایو کی بروقت امداد ۱۷۵۱ء۔ ہندوستان کا امن وسکون ۱۷۵۴ء۔ فرانسیسی اور انگریز امریکہ میں ۱۷۵۴ء۔ قلعہ ڈوکوئین ۱۷۵۴ء۔ انگریزوں کو شکست ۱۷۵۵ء۔ جنگ ہفت سالہ ۱۷۵۶ء۔ انگلستان پر پے در پے تباہیاں ۱۷۵۶ء۔ منارکا پر فرانسیسیوں کا قبضہ ۱۷۵۶ء۔ امیر البحر بنگ کا قتل ۱۷۵۷ء۔ کال کوٹھری کا واقعہ کلکتہ میں جون ۱۷۵۶ء۔ انگریزوں کو یورپ میں شکست ۱۷۵۷ء۔ ولیم پٹ۔ پٹ کا انتظام حکومت ۱۷۵۷ء لغایت ۱۷۶۱ء۔ اسبیک اور لیوتھن کی لڑائیاں ۱۷۵۷ء۔ کنیڈا میں جنگ ۱۷۵۷ء تا ۱۷۶۰ء قلعہ ڈوکوئین کی تسخیر ۱۷۵۸ء۔ تسخیر کوئبک ماہ ستمبر ۱۷۵۹ء۔ ولف اور مانٹ کام کی موت۔ مانٹریل کی حوالگی ۱۷۶۰ء۔ یورپ میں برطانوی فتوحات ۱۷۵۹ء۔ تسخیر کلکتہ ۱۷۵۷ء۔ جنگ پلاسی ۲۳ جون ۱۷۵۷ء۔ ہندوستان میں برطانوی فتوحات کا غلبہ۔ پٹ کی وزارت سے علٰحدگی ۱۷۶۱ء۔ ہسپانیہ کے ساتھ جنگ ۱۷۶۲ء۔ صلحنامہ ہیوبٹسبرگ فروری ۱۷۶۳ء۔ عہدنامہ پیرس فروری ۱۷۶۳ء .... از صفحہ ۳۸۲ تا صفحہ ۴۱۱

تیئسواں باب

نوآبادی ہائے امریکہ کی آزادی

جارج ثالث ۱۷۶۰ء لغایت ۱۸۲۰ء۔ دولت برطانیہ کی عظمت۔ ٹکلیں اور

۱۷۲۷ء ۱۷۳۳ء واشنگٹن ۱۷۳۲ء پیدائش ۲۲ فروری ۱۷۳۲ء ۱۷۴۶ء ۱۷۴۸ء ۱۷۵۴ء ڈیوکن کی... ۱۷۵۵ء ... جون ۱۷۵۵ء ۱۷۶۰ء ۱۷۵۷ء ۱۷۶۰ء

روحانی طاقت۔ نہروں کا احداث ۱۷۵۸ء-۱۷۶۰ء۔ حد بندی اراضی افتادہ
۱۷۶۰ء لغایت ۱۸۴۰ء۔ افلاس اور قلاشی کا اضافہ۔ طبقۂ متوسط کی روز افزوں
اہمیت۔ جارج ثالث کی سیرت۔ بیوٹ کے عہد وزارت میں فرقہ ٹوری کا احیاء۔
ارتشا و بیداد، بیوٹ کا استعفا۔ گرینول کی وزارت ۱۷۶۳ء۔ ولکس کی گرفتاری
حکمنامہ جات گرفتاری عمومی۔ نوآبادیہائے امریکہ کے ساتھ جھگڑے کی ابتدا۔
قانون کاغذ ممہور ۱۷۶۵ء۔ مسودۂ قانون نیابت ۱۷۶۵ء۔ محصول اور نیابت۔ تنسیخ قانون کاغذ ممہور ۱۷۶۶ء۔
ٹاؤن شینڈ کا قانون مالگزاری ۱۷۶۷ء۔ ولکس کا انتخاب حلقۂ مڈل سیکس کی طرف سے ۱۷۶۹ء۔ انتخاب کنندوں
کے حقوق میں پارلیمنٹ کی دست اندازی۔ پارلیمنٹ کی روئداد کی اشاعت ۱۷۷۱ء۔ اہل شہر اور
پارلیمنٹ میں جھڑپ۔ صحافت دور جدید۔ نوآبادیہائے امریکہ میں [illegible] چنگی ۱۷۷۰ء۔
چاء کا بوسٹن کی بندرگاہ میں پھینک دیا جانا ۱۷۷۳ء۔ امریکہ میں پہلا جمہوری اجتماع
۱۷۷۴ء۔ آغاز جنگ ۱۹۔ اپریل ۱۷۷۵ء۔ جارج واشنگٹن۔ جنگ بنکر ہل [illegible] ۱۷۷۵ء۔
اعلان آزادی ۴۔ جولائی ۱۷۷۶ء۔ برگائین کی فوج ساراٹوگا میں ہتھیار ڈال دیتی
ہے ۱۷۔ اکتوبر ۱۷۷۷ء۔ چیتھم کی وفات ۱۷۷۸ء۔ محاصرہ جبرالٹر ۱۷۷۹ء لغایت ۱۷۸۲ء
آئرلینڈ کو مال تجارت کی آزادانہ برآمد کا حق ۱۷۸۰ء۔ ہنگامہ گورڈن ۱۷۸۰ء۔
یارک ٹاؤن میں انگریزی فوج کی سپر اندازی ۱۸۔ اکتوبر ۱۷۸۱ء۔ تنسیخ قانون پائننگ
۱۷۸۲ء۔ راڈنی کی بحری فتوحات ۱۷۸۲ء۔ عہد نامہ ورسیلز جنوری ۱۷۸۳ء۔
برطانیہ کی طرف سے امریکہ کی خودمختاری کا اعتراف ۱۷۸۳ء۔ کک کے بحری سفر
۱۷۶۸ء لغایت ۱۷۷۹ء۔ آسٹریلیا میں کالا پانی ۱۷۸۸ء۔ وارن ہیسٹنگز کا
تقرر ہندوستان کے گورنر جنرل کی حیثیت سے ۱۷۷۳ء۔ مرہٹوں کی پہلی لڑائی ۱۷۷۹ء
لغایت ۱۷۸۳ء۔ تحفظ مدراس ۱۷۸۳ء۔ وارن ہیسٹنگز پر مقدمہ ۱۷۸۶ء لغایت ۱۷۹۵ء
پٹ اور فاکس۔ مسودۂ قانون ہند کا نفاذ ... از صفحہ ۴۱۲ تا صفحہ ۴۳۵

چوبیسواں باب

انقلاب فرانس، نپولین اور برطانیہ عظمیٰ

چھوٹے پٹ کی وزارت ۱۷۸۳ء لغایت ۱۸۰۱ء۔ آدم اسمتھ کی کتاب۔

دولت اقوام "۔ قرضہ قومی میں پٹ تخفیف کرتا ہے آئرلینڈ کو آزاد تجارت
بخشتا ہے ۱۷۸۵ء۔ پٹ کے مسودۂ قانون اصلاح کی نامنظوری ۱۷۸۵ء۔ بادشاہ کو
جنون کا دورہ دوسری مرتبہ اٹھا ۱۷۸۸ء۔ دوسرا مسودۂ قانون نیابت سلطنت
۱۷۸۸ء۔ بادشاہ کو صحت ہوتی ہے ۱۷۸۹ء۔ **انقلاب فرانس کا آغاز**
۵۔ مئی ۱۷۸۹ء۔ فرانس میں ادانی و اقاصی پر ظلم۔ انعقاد مجلس عالیہ ۵۔ مئی ۱۷۸۹ء۔
صدر مجلس "بسٹیل" کو بلوائیوں کا حکومت سے چھین لینا ۱۴۔ جولائی۔
لوئی شانزدہم کی اسیری و قتل ۱۷۸۹ء لغایت ۱۷۹۳ء۔ برک کا اثر۔ فرانسیسی بیڑے
کو لارڈ ہو کے ہاتھوں شکست یکم جون ۱۷۹۴ء۔ المسٹرڈم اور ولندیزی بیڑے پر
فرانسیسیوں کا قبضہ ۱۷۹۵ء۔ راس امید اور ملاکا اور سیلون پر انگریزوں کا قبضہ ۱۷۹۵ء۔ برطانیہ پر جنگ کا
اثر۔ پٹ کی مطلق العنانی۔ آئرلینڈ میں فساد۔ آئرلینڈ پر فرانسیسیوں کی فوج کشی کی ناکامی ۱۷۹۶ء۔ صلح کی بابت پٹ کی
بے سود کوشش ۱۷۹۶ء۔ جنگ سینٹ ونسینٹ ۱۴۔ فروری ۱۷۹۷ء۔ مفسدہ نوری ۱۷۹۷ء۔
جنگ کیمرڈون ۱۱۔ اکتوبر ۱۷۹۷ء۔ نپولین کے منصوبے۔ جنگ نیل یکم اگست ۱۷۹۸ء۔
بغاوت آئرلینڈ ۱۷۹۸ء۔ اتحاد آئرلینڈ و انگلستان ۱۸۰۰ء۔ پٹ کا وزارت سے
استعفا جنوری ۱۸۰۱ء۔ جنگ اسکندریہ اور جنگ کوپن ہیگن ۱۸۰۱ء۔ عہد نامہ امیان
مارچ ۱۸۰۲ء۔ برطانیہ کے ساتھ شہنشاہانہ حیثیت سے نپولین کی جنگ
۱۸۰۳ء لغایت ۱۸۱۵ء۔ انگلستان پر نپولین کے حملہ آور ہونے کی تیاریاں
۱۸۰۵ء۔ جنگ ٹریفالگر اکتوبر ۱۸۰۵ء۔ جنگ آسٹرلٹز اور پٹ کی وفات۔
وزارت جامع کمالات ۱۸۰۶ء۔ اصلاح مجالس۔ بردہ فروشی کی موقوفی ۱۸۰۷ء۔
فاکس کا انتقال ۱۸۰۶ء۔ فرمان برلن ۲۱۔ نومبر ۱۸۰۶ء۔ ہسپانیہ کے تاج و تخت پر
نپولین کا قبضہ اور پرتگال پر چڑھائی ۱۸۰۸ء۔ آغاز جنگ جزیرہ نما ۱۸۰۸ء۔
انگریزی فوج کی پسپائی اور جنگ کارونا ۱۸۰۹ء۔ ولنگٹن اور نپولین ہسپانیہ میں۔
ولنگٹن کی فتوحات ۱۸۰۹ء لغایت ۱۸۱۳ء۔ ماسکو کی آتشزدگی اور فرانسیسیوں کی
پسپائی ۱۸۱۲ء۔ نپولین کی تخت سے علیحدگی۔ نپولین کی واپسی ۷۔ مارچ ۱۸۱۵ء۔
جنگ واٹرلو ۱۸۔ جون ۱۸۱۵ء۔ نپولین کی وفات ۱۸۲۱ء۔ صلحنامہ پیرس ۱۸۱۵ء۔
شہزادہ ویلز بحیثیت نائب السلطنۃ ۱۸۱۱ء لغایت ۱۸۲۰ء۔ قانون غلہ کی سختیاں ۱۸۱۵ء۔

۱۷۸۵ء
۱۷۸۸ء
۱۷۸۹ء
۱۷۹۰ء ۱۷۹۳ء
۱۷۹۵ء
۱۷۹۶ء
۱۷۹۸ء
۱۸۰۰ء ایڈنگٹن
مئی ۱۸۰۱ء
۱۸۰۴ء
پٹ مئی ۱۸۰۴ء
لارڈ گرینول فروری ۱۸۰۶ء
ڈیوک آف پورٹ لینڈ مارچ ۱۸۰۷ء
۱۸۰۹ء
پرسیول دسمبر ۱۸۰۹ء
لارڈ لورپول جون ۱۸۱۲ء
۱۸۱۵ء

۱۸۱۷ء / ۱۸۱۹ء / ۱۸۲۰ء

شہزادی شارلٹ اور اُس کے طفل کی وفات ۱۸۱۷ء۔ بنیچسٹر کا قتل عام ۱۸۱۹ء۔ چھ قوانین کا اجرا ۱۸۱۹ء۔ ریڈیکل (انتہاپسند مصلحین) اصلاح صفحہ (۳۴۳) کا رائج ہونا۔ جارج سوم کی وفات ۲۹ جنوری ۱۸۲۰ء ..... از صفحہ ۴۳۶ تا صفحہ ۴۶۴

پچیسواں باب

زمانۂ حاضرہ کی تاریخ

۱۸۲۰ء / ۱۸۲۲ء / ۱۸۲۴ء / ۱۸۲۶ء / کیننگ اپریل ۱۸۲۷ء / گاڈرچ ستمبر ۱۸۲۷ء / ویلنگٹن جنوری ۱۸۲۸ء / ۱۸۳۰ء

جارج چہارم فرزند جارج سوم۔ ملکہ کیرولین پر مقدمہ۔ کیٹو سٹریٹ کی سازش ۲۳۔ فروری۔ لارڈ لنڈنڈری (کیسل ریگ) کی خودکشی ۱۸۲۲ء کیننگ کی وزارت خارجہ اور برطانیہ کا ممالک غیر سے بہ صلح پیش آنا۔ انجمن کیتھلک ۱۸۲۳ء۔ کاریگر اور مزدوروں کی پہلی انجمن ۱۸۲۳ء صفحہ (۴۸۸) پیل کی اصلاحات متعلق قوانین تعزیری ۱۸۲۴ء۔ اصلاح قوانین تجارت ۱۸۲۴ء۔ تجارتی منصوبہ بازیاں ۱۸۲۴ء۔ خوراک کی قلت ۱۸۲۵ء تا ۱۸۲۶ء محصول غلہ کا اُتار چڑھاؤ ۱۸۲۸ء نقل وطن ۱۸۲۶ء۔ نوآبادیہائے آسٹریلیا کا قیام ۱۸۰۳ء لغایت ۱۸۲۳ء کیننگ کی وفات ۱۸۲۷ء ولنگٹن کی وزارت ۱۸۲۸ء لغایت ۱۸۳۰ء۔ اوکانل کا انتخاب ۱۸۲۸ء۔ آزادی کیتھلک کے قانون کا اجرا ۱۸۲۹ء نزویج کو توالی جدید ۱۸۲۹ء۔ جارج چہارم کی وفات جون ۱۸۳۰ء

۱۸۳۰ء / لارڈ گرے نومبر ۱۸۳۰ء / میل بورن جولائی ۱۸۳۴ء / سر رابرٹ پیل دسمبر ۱۸۳۴ء

ولیم چہارم دوسرا فرزند جارج سوم کا ظریف الطبع سادہ مزاج ملاح تھا۔ دوسرے انقلاب فرانس سے اہل انگلستان کی بےچینی و پریشانی ۱۸۳۰ء۔ افتتاح منچسٹر ریلوے کے وقت ہسکی سن کی ہلاکت ۱۸۳۰ء۔ ولنگٹن کا استعفا نومبر ۱۸۳۰ء مسودات قانون اصلاح پہلے مسودہ کا مارچ میں دوسرے کا ستمبر میں تیسرے کا ۱۸۔ دسمبر ۱۸۳۱ء میں منظور ہونا۔ کنزرویٹف (قدامت پسند) اور لبرل (حریت پسند) اصطلاحات کا رواج و سبب۔ قانون منسوخی بردہ فروشی کی منظوری ۲۸۔ اگست ۱۸۳۳ء۔ قوانین کارخانہ جات وتعلیم ۱۸۳۳ء۔ جدید قانون مفلسین ۱۸۳۴ء اصلاح بلدیات ۱۸۳۵ء۔ اندراج ولادت و اموات ۱۸۳۶ء۔ تبدیل حالات سے ملک میں

افلاس و پریشانی کا پھیلنا۔ کینیڈا کی شورش ۱۸۳۷ء (دیکھو صفحہ ۴۸۶)
ولیم چہارم کی وفات ۲۰ جون ۱۸۳۷ء ...... از صفحہ ۴۶۴ تا صفحہ ۴۸۴

چھبیسواں باب

برطانیہ عظمیٰ اور برطانیہ کی نو آبادیاں

وکٹوریہ دختر ڈیوک آف کینٹ کا فرمانروائے برطانیہ قرار پانا ۲۰ جون ۱۸۳۷ء۔ تاج پوشی ۲۸ جون ۱۸۳۸ء۔ شہزادہ البرٹ سے عقد نکاح ۱۰ فروری ۱۸۴۰ء۔ علاقہ ہانوور کا ڈیوک آف کمبرلینڈ کو ملنا۔ تار برقی کی ایجاد۔ لارڈ ڈرہم کا بحیثیت گورنر جنرل کینیڈا کو بھیجا جانا ۱۸۳۸ء۔ چارٹسٹ (طالبان منشور) کا خروج۔ اتحاد خلاف قانون غلہ ۱۸۳۸ء۔ ایک پنی محصول خط ۱۸۳۹ء۔ افیون کے متعلق چین سے لڑائی ۱۸۳۹ء۔ کینیڈا کو دستور کا عطا ہونا ۱۸۴۰ء۔ درۂ کابل اور افغانستان میں قتل عام ۱۸۴۲ء۔ پیل محصول آمدنی مقرر کرتا ہے ۱۸۴۲ء۔ اسکاٹ لینڈ میں فری چرچ کا قایم ہونا ۱۸۴۳ء۔ آئرلینڈ میں بیماری سے فصل آلو کا تلف ہونا ۱۸۴۵ء۔ پیل آزادی تجارت کی حمایت کرتا ہے ۱۸۴۵ء۔ قوانین غلہ کی منسوخی ۱۸۴۶ء۔ حمایت پسند فرقہ پیل کو وزارت سے علیحدہ کر دیتا ہے ۱۸۴۶ء۔ ۱۸۴۸ء کا انقلاب فرانس طالبان منشور کی سرگرمی کو بڑھاتا ہے۔ طالبان منشور کے مجمع کثیر کی ناکامی ۱۰ اپریل ۱۸۴۸ء۔ الحاق پنجاب ۱۸۴۹ء کتب خانہ جات بلا فیس ۱۸۵۰ء۔

نو آبادی راس کو دستور دیا جاتا ہے ۱۸۵۰ء۔ آسٹریلیا کی نو آبادیوں کا مسودہ قانون ۱۸۵۰ء۔ نیوزیلینڈ کا عروج ۱۸۳۹ء لغایت ۱۸۵۰ء۔ کیلیفورنیا اور آسٹریلیا میں سونے کا اکتشاف ۱۸۴۹ء لغایت ۱۸۵۱ء۔ عطائے دستور نیوزیلینڈ ۱۸۵۲ء۔ دوریوں کی لڑائیاں ۱۸۶۱ء لغایت ۱۸۶۸ء۔

ہائیڈ پارک میں نمائش عظیم ۱۸۵۱ء۔ لوئی نپولین کا واقعہ فاجعہ ۲ دسمبر ۱۸۵۱ء۔

انگریزوں کا پہلے پہل فوجی رضا کار بننا ۱۸۵۲ء۔ مسئلہ مشرق تکلیف و مصیبت کا سبب ہوتا ہے ۱۸۵۳ء۔ کریمیا کی لڑائیاں ۱۸۵۴ء۔ آلما کی جنگ ۲۰ ستمبر

حاشیہ: میلبورن وزارت ۱۸۳۵ء — میلبورن ۱۸۳۷ء — ۱۸۳۸ء — ۱۸۳۹ء — ۱۸۴۰ء — سر رابرٹ پیل ستمبر ۱۸۴۱ء — ۱۸۴۵ء — لارڈ جان رسل جولائی ۱۸۴۶ء — ۱۸۴۸ء — ۱۸۵۰ء — ۱۸۵۱ء لارڈ ڈاربی فروری ۱۸۵۲ء — لارڈ ابرڈین دسمبر ۱۸۵۲ء

جنگ بلیکلاوا ۲۵ - اکتوبر ۔ جنگ انکرمان ۵ - نومبر ۱۸۵۴ء ۔ پریشانی و بدانتظامی ۔ فلارینس نائٹ انگل صاحبہ کی امداد ۔ سیباسٹپول کی فتح ۸ - ستمبر ۱۸۵۵ء ۔ صلحنامہ پیرس جنگ کو ختم کرتا ہے ۔ ۳۰ - مارچ ۱۸۵۶ء ۔

ہندی سپاہیوں کی شکایتیں ۔ ہند کا غدر ۱۸۵۷ء ۔ کانپور کا قتل عام ۱۵ - جولائی ۔ کیننگ کا انصاف اور اس کی گورنر جنرلی ۔ لکھنؤ سے محاصرہ کا ہٹنا ۲۳ - ستمبر ۔ سر ہیو روز کا میدان کارزار ۱۸۵۸ء ۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی موقوفی ۱۸۵۸ء ۔ ملکہ کے فرمانروائے ہند بننے کی نسبت اعلان کیا جاتا ہے ۔ یکم نومبر ۔ اسکا قیصرۂ ہند کا خطاب قبول کرنا ۱۸۷۷ء

آسٹینی کی فرانس سے جھڑپ ۔ رضا کاروں کی تنظیم ہو کر انکا برطانوی فوج کا ایک جزو قرار پانا ۱۸۵۹ء ۔ ریاستہائے متحدہ کی خانہ جنگی کا آغاز ۱۸۶۱ء ۔ اس کے سبب سے لنکاشائر میں روئی کا قحط ۱۸۶۱ء ۔ جہاز الاباما کے متعلق دعاوی ۔ شہزادہ عقد التاج کی موت ۱۴ - دسمبر ۱۸۶۱ء ۔ ولیعہد کی شادی ۱۸۶۳ء ۔ قانون صحت عامہ ۱۸۶۶ء ۔ افغانستان اور افریقہ میں لڑائیاں ۱۸۷۹-۱۸۸۱ء ۔ قوانین اصلاح ۱۸۶۷-۱۸۸۵ء ۔ فینی این لوگوں اور مزدوروں کی اتحادی انجمنوں کی شورشیں ۱۸۶۷ء ۔ آئرلینڈ کے سرکاری مذہب کی موقوفی ۱۸۶۹ء ۔ جنگ فرانس و پرشیا ۱۸۷۰ء ۔ قانون اراضی آئرستان ۱۸۷۰ء ۔ قانون تعلیم ۱۸۷۰ء ۔ برطانوی تعلیمگاہوں سے آزمایشات مذہبی کی منسوخی ۱۸۷۱ء ۔ عہدہ ہائے فوجی کے فروخت کی موقوفی ۱۸۷۱ء ۔ ڈزریلی کو لارڈ بیکنز فیلڈ خطاب ملتا ہے ۱۸۷۶ء ۔ آئرستانیوں کی مخالفت کا آغاز ۱۸۷۷ء ۔ آئرستانی کیونڈش اور برک کو قتل کرتے ہیں ۱۸۸۲ء ۔ قانون اصلاح کے سبب سے ملک میں ۶۶۷ ۸۵ ۴ ۲ جدید رائے دینے والوں کا اضافہ ہوتا ہے ۔ (دیکھو صفحہ ۸۳۴) گلیڈسٹن اور پارنل کے پیش کردہ ہوم رول کی شکست ۱۸۸۶ء ۔ انیسویں صدی کا علم و ادب اور ملک کی عام ترقی ۔ پہلا جشن جوبلی ۱۸۸۷ء ۔ مجالس اضلاع ۱۸۸۸ء ۔ پارنل کا زوال ۱۸۹۰ء ۔ اسکی موت ۱۸۹۱ء ۔ دار العوام میں گلیڈاسٹن ہوم رول کو منظور کرا لیتا ہے لیکن امرا اسکو مسترد کرتے ہیں ۱۸۹۳ء ۔ گلیڈاسٹن صاحب قومی زندگی سے

لارڈ پالمرسٹن فروری ۱۸۵۵ء
۱۸۵۶
۱۸۵۷ء
لارڈ ڈاربی فروری ۱۸۵۸ء
لارڈ پالمرسٹن جون ۱۸۵۹ء
لارڈ رسل نومبر ۱۸۶۵ء
لارڈ ڈاربی جولائی ۱۸۶۶ء
ڈزریلی فروری ۱۸۶۸ء
گلیڈسٹن دسمبر ۱۸۶۸ء
ڈزریلی فروری ۱۸۷۴ء
گلیڈسٹن اپریل ۱۸۸۰ء
لارڈ سالسبری جون ۱۸۸۵ء
گلیڈسٹن فروری ۱۸۸۶ء
سالسبری اگست ۱۸۸۶ء
گلیڈسٹن اگست ۱۸۹۲ء
روزبری مارچ ۱۸۹۴ء

کنارہ کش ہوتے ہیں ۱۸۹۴ء۔ وفات گلیڈسٹن ۱۸۹۸ء۔ انتخاب عام اور اتحادیوں کے نمایندوں کی کثرت پارلیمنٹ میں ۱۸۹۵ء۔ بڑی بڑی ہڑتالیں ۱۸۹۲ء لغایت ۱۸۹۵ء۔ ڈیوک آف کلیرنس کی وفات ۱۴ جنوری ۱۸۹۲ء۔ لبرٹر کمپنی کی فریب دہی اور جالبازی ۱۸۹۲ء۔ ڈیوک آف یارک کی شادی جولائی ۱۸۹۳ء۔ دوسرا جشن جوبلی ۱۸۹۷ء۔ تمام قلمرو برطانیہ میں خط کا محصول ایک پینی مقرر ہونا ۲۵ دسمبر ۱۸۹۸ء۔ نوآبادی ٹرانسوال کا نشو و نما ۱۸۷۷-۱۸۹۵ء۔ افریقہ کی سند یافتہ کمپنیاں ۱۸۹۱ء۔ جیمسن کی یورش ۱۸۹۵ء۔ ٹیٹلینڈر لوگوں کا ملکہ کی خدمت میں استغاثہ ۱۸۹۹ء۔ کروگر کا جواب آخری ۹۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء۔ گلینکو کی لڑائی ۲۰۔ اکتوبر بلینٹ کی لڑائی ۲۳۔ نومبر گریسپن کی لڑائی ۲۴۔ نومبر۔ دریائے ماڈر کا محاربہ ۲۸۔ نومبر۔ اسٹارم برگ ۹۔ دسمبر میگرس فانٹین ۱۱۔ دسمبر۔ کالنزو ۱۵۔ دسمبر۔ نوآبادیاں فوجیں روانہ کرتی ہیں لارڈ رابرٹس فوج کی سپہ سالاری اختیار کرتا ہے ۱۰ جنوری ۱۹۰۰ء۔ اسپی ان کاپ کا ۲۳ جنوری اور کمبرلی کا ۱۵۔ فروری کو محاصرہ اٹھتا ہے۔ کرانجی ہتھیار ڈالدیتا ہے ۲۷۔ فروری۔ لیڈی سمتھ کی تسخیر ۲۸۔ فروری۔ بلوم فانٹین پر انگریزوں کا قبضہ ۱۳۔ مارچ میفکنگ کا محاصرہ ہٹا دیا جاتا ہے ۱۷۔ مئی۔ جوہانسبرگ پر قبضہ ۳۰۔ مئی۔ پریٹوریا کی فتح ۵۔ جون الحاق نوآبادی آرنج ۱۷۔ مئی۔ الحاق ٹرانسوال یکم ستمبر۔ کروگر کی افریقہ سے روانگی اکتوبر ۱۹۰۰ء۔ چین میں خونریزیاں جون ۱۹۰۰ء۔ پیکن کی تسخیر ۱۵۔ اگست۔ اشانٹی کی جنگ اپریل لغایت جولائی۔ آسٹریلیا کی جمہوری حکومت کا قیام یکم جنوری ۱۹۰۱ء۔ ملکہ وکٹوریہ کی وفات ۲۲ جنوری ۱۹۰۱ء ...... از صفحہ ۴۸۵ تا صفحہ ۵۲۵

سالسبری جون ۱۸۹۵ء لغایت آخر حکومت ملکہ وکٹوریہ

ستائیسواں باب

جمہوریت کی ترقی

ایڈورڈ ہفتم کی تاج پوشی ۹۔ اگست ۱۹۰۲ء۔ صلحنامہ ورے بری نج انگ ۳۱۔ مئی ۱۹۰۲ء۔ جاپان سے صلح ۳۰ جنوری ۱۹۰۲ء۔ نوآبادیوں کے وزرا کی مجلس لندن میں ۱۹۰۲ء۔ قانون تعلیم ۱۹۰۲ء۔ ایڈورڈ ہفتم کا سفر پیرس ۱۹۰۳ء۔

بلفر ۱۲ جولائی ۱۹۰۲ء

اتحاد ثلاثہ۔ چیمبرلین صاحب اصلاح طرفین کی تحریک کرتے ہیں ۱۹۰۳ء۔ اتحاد پسندوں
کے رہنماؤں میں پھوٹ ۱۹۰۳ء۔ تبت کی مہم ۱۹۰۳ء لغایت ۱۹۰۴ء۔ ونڈہم کا قانون
اراضی آئرستان ۱۹۰۳ء۔ اصلاحات فوج و بحریہ ۱۹۰۴ء۔ جنگ روس و جاپان
۱۹۰۴ء۔ تقسیم بنگال ۱۹۰۵ء۔ بلفر مستعفی ہوتا ہے نومبر ۱۹۰۵ء۔ پارلیمنٹ کا
انتخاب عام جنوری ۱۹۰۶ء۔ اتحاد پسندوں کی شکست۔ بلفر لندن کی جانب سے
نمایندہ مقرر ہوکر پارلیمنٹ میں واپس آتا ہے۔ جنوبی افریقہ کا انتخاب ۱۹۰۶ء۔ قانون
اجازت ۱۹۰۶ء۔ قانون مرافعہ مقدمات فوجداری ۱۹۰۷ء۔ قانون اسرار سرکاری
۱۹۰۶ء۔ انگلستان کی خفیف مالگزاری اراضی کا قانون ۱۹۰۷ء۔
قانون معاوضہ مزدوران ۱۹۰۶ء۔ التوائے مسودۂ قانون تعلیم ۱۹۰۶ء۔
قانون رائے دہی اناث ۱۹۰۷ء۔ لارڈ ہالڈین کا مسودۂ قانون فوج ۱۹۰۷ء۔
قلمرو نیوزیلینڈ یکم مئی ۱۹۰۷ء۔ قانون وظائف پیرانہ سالی ۱۹۰۸ء۔ کان کنوں کا
آٹھ گھنٹے کا قانون ۱۹۰۸ء۔ بائے اسکوٹ ۱۹۰۸ء۔ روئی کے کلوں کو
چلانے والوں کی ہڑتال ۱۹۰۸ء۔ جنگجو طالبان حق رائے ۱۹۰۸ء۔ دارالامراء میں
مسودۂ قانون اجازت نامہ کی نامنظوری ۱۹۰۸ء۔ سنڈی کیلزم (ہمدردانہ ہڑتال)
مطالبات مزدوران۔ نو آبادیوں کے بیڑے ۱۹۰۹ء۔ مرافعہ جات محنت ۱۹۰۹ء۔
لائیڈ جارج کا موازنہ اپریل ۱۹۰۹ء جس کو دارالامراء نے نومبر ۱۹۰۹ء میں
نامنظور کیا۔ ہند میں فتنہ و فساد ۱۹۰۷ء تا ۱۹۱۰ء۔ ہندی ارکان کا منتخب ہونا ۱۹۰۹ء۔
اتحاد جنوبی افریقہ کی پارلیمنٹ ۴۔ نومبر ۱۹۱۰ء۔ بوتھا کی وزارت عظمیٰ۔ انتخاب عام
جنوری ۱۹۱۰ء۔ تحریکات متعلق اختیار نامنظوری ۲۸۔ فروری ۱۹۱۰ء۔ امرا اپنی مجلس کی
تنظیم ثانی کے متعلق تجویز کرتے ہیں۔ ایڈورڈ ہفتم کی وفات ۶۔ مئی ۱۹۱۰ء۔
انتخاب عام دسمبر ۱۹۱۰ء۔ چند اہم ہڑتالیں ۱۹۱۱ء۔ بیمہ کے قوانین ۱۹۱۱ء۔
پارلیمنٹ کے ارکین کے لیے معاوضہ کی تجویز ۱۹۱۱ء۔ مسٹر بونر لا بحیثیت ممبر
فرقۂ مقابل مسٹر بلفر کا جانشین بنایا جاتا ہے ۱۸۔ نومبر ۱۹۱۱ء۔ جارج پنجم کی
تاج پوشی ۲۲۔ جون ۱۹۱۱ء۔ شہنشاہ ہند دربار اور دہلی کا پایۂ تخت مقرر ہونا
۱۹۱۱ء۔ دارالامراء کا مسودۂ قانون تنظیم پارلیمنٹ کو منظور کرنا ۱۰۔ اگست ۱۹۱۱ء۔

کیمبل بینرمین ۵ دسمبر ۱۹۰۵ء

اسکوٹ ۱۹۰۸ء

مذہب بعینہ ویلز کی موقوفی اور آئرستان کی حکومت خود اختیاری کی بابت مسودات قانون کا پیش ہونا ۱۹۱۲ء۔ عہدنامہ السٹر پر آئرستانیوں کا دستخط ثبت کرنا ۲۸۔ستمبر ۱۹۱۲ء۔

یورپ کی جنگ عظیم کا آغاز۔ جرمنی کا روس کے خلاف اعلان جنگ کرنا یکم اگست ۱۹۱۴ء۔ جرمن افواج کا بلجیم پر حملہ شروع ہوتا ہے ۳۔ اگست۔ جرمنی فرانس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہے ۴۔ اگست۔ برطانیہ جرمنی کے خلاف جنگ کا اعلان کرتا ہے ۷۔ اگست۔ فرانس میں برطانیہ افواج کا پہلا ورود ۸۔ اگست ... ۱۰۔ اگست۔ برطانیہ کا آسٹریا ہنگری کے خلاف اعلان جنگ کرنا ۱۲۔ اگست۔ آغاز مراجعت مانس ۲۳۔ اگست۔ لوویان یونیورسٹی کی جرمنوں کا جلا کر برباد کرنا ۲۵۔ اگست۔ ہیلی گولینڈ میں برطانوی بیڑے کی فتح ۲۸۔ اگست۔ معارکہ مارن کا آغاز ۶۔ ستمبر۔ این کی لڑائی شروع ہوتی ہے ۱۰۔ ستمبر ... جرمن توپ کے گولوں سے حملہ شروع کرتے ہیں ۲۰۔ ستمبر۔ ہندی فوجوں کا فرانس میں ورود ۲۰۔ ستمبر۔ انگلستان میں کینیڈا فوجوں کا ورود ۱۰۔ اکتوبر جرمنوں کے کروزر جہازات یارمتھ پر گولہ اندازی کرتے ہیں ۳۔ نومبر۔ برطانیہ ترکی کے خلاف جنگ کا اعلان کرتا ہے ۵۔ نومبر۔ جرمن کینیڈ کی طرف بڑھنا ترک کر دیتے ہیں ۲۰۔ نومبر۔ جزائر فاک لینڈ کے قریب برطانوی بیڑے کی فتح ۸۔ دسمبر۔ ڈاگر بنک کے مقابل بحری لڑائی ۲۴۔ جنوری ۱۹۱۵ء۔ جرمن یوکشتیاں برطانوی ساحلوں پر حملہ کرتی ہیں ۱۸۔ فروری۔ درۂ دانیال کی گولہ باری کا آغاز ۱۹ فروری متحدین جرمنوں کی بحری تجارت کی موقوفی کا اعلان دیتے ہیں ۱۴۔ مارچ۔ انگلستان پر زپلین (ہوائی جہاز) کا پہلا حملہ ۱۴۔ اپریل۔ جرمنوں کا پہلے پہل مقام آئی پر دم بند کرنے والے گیس کا استعمال کرنا ۲۲۔ اپریل۔ لوسی ٹانیا کی غرقابی ۷۔ مئی۔ اطالیہ اس جنگ میں شریک ہوتا ہے ۲۳۔ مئی۔ زپلین کی پہلی یورش لندن پر ۳۱۔ مئی۔ سالونیکا میں برطانوی افواج کا ورود ۵۔ اکتوبر۔ وردن پر جرمنوں کا حملہ شروع ہوتا ہے ۲۱۔ مئی ۱۹۱۶ء۔ جٹ لینڈ کے ساحل کے قریب بحری لڑائی ۳۱۔ مئی۔ لارڈ کچنر کی غرقابی ۵۔ جون۔ سوم کی لڑائی شروع ہوتی ہے یکم جولائی۔ دریائے سوم پر پہلے پہل ٹینک کا استعمال ۱۵۔ ستمبر۔ پیٹروگراد میں روسی انقلاب سلطنت اور زار کی حکومت سے دست برداری ۱۵۔ مارچ ۱۹۱۷ء۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ جرمنی کے خلاف جنگ کا اعلان کرتی ہیں اپریل ۱۹۱۷ء۔ آسٹریا اور جرمنی کی فوجیں شمالی اطالیہ پر حملہ کرتی ہیں ۲۴۔ اکتوبر۔ مغرب میں جرمنوں کی جارحانہ کارروائی اپریل ۱۹۱۸ء۔ فرانسیسیوں اور انگریزوں کی سامنے سنر کے قریب فتوحات جولائی ۱۹۱۸ء ... ازصفحہ ۵۳۶ تا صفحہ ۵۷۱

لائیڈ جارج ۱۹۱۶ء

قدیم برطانیہ

اقوام زمانۂ حجریہ قدیم

ان کے بعد

اقوام زمانۂ حجریہ جدید

(نسل باسک یا آئی بیرین)

قوم برطانوی

(کلٹی نسل کے لوگ)

---

۵۵ و ۵۴ ق م

جولیس سیزر کی آمد برطانیہ میں

۴۳ء

رومیوں کی فتح برطانیہ

۴۱۰ء

رومیوں کا برطانیہ سے رخصت ہو جانا

اس کے بعد

اینگلو سیکسن اقوام

(یا ٹیوٹانی نسل کے انگریزوں کا دور)

۴۴۹ء

جوٹ قوم کا ساحل کینٹ پر اترنا

۴۷۷ء

سیکسنوں کا ایلا کے ماتحت برطانیہ پہنچنا

۵۴۷ء

اینگل قوم کا برطانیہ میں بس جانا

(بعد کے حالات کے لئے دیکھو نقشہ صفحہ ۲۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ انگلستان

مبتدیوں کے لئے

پہلا باب

برطانیہ کا عہد قدیم

انگلستان کی وجہ تسمیہ۔

انگلستان کی تاریخ کا مطالعہ شروع کرنے سے پہلے یہ بات تحقیق کرلینی ضروری ہے کہ لفظ انگلستان کے معنی کیا ہیں؟ اکثر لوگ اس سوال کو چنداں مشکل نہیں خیال کرتے لیکن حقیقت میں اس کا جواب دینا کچھ آسان نہیں ہے۔ چنانچہ برطانیہ کے فرمانروا شاہ جارج پنجم کو سلطنت متحدہ برطانیہ عظمیٰ و آئرلینڈ کا فرماں روا کہا جاتا ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آئرلینڈ برطانیہ عظمیٰ سے گویا ایک علیحدہ ملک ہے۔ اور یہ علیحدگی کچھ محض اس لئے نہیں ہے کہ آئرلینڈ ایک جزیرہ ہے بلکہ اس علیحدگی کا باعث یہ

آئرلینڈ اور انگلینڈ۔

بھی ہے کہ آئرلینڈ میں ایک ایسی قوم بستی ہے جو نسل میں انگریزوں سے مختلف ہے اور جس کی بول چال بھی انگریزوں سے جدا ہے۔ چنانچہ اہل آئرلینڈ کی قومی زبان کا نام "گیلک" ہے اور جب وہ آپس میں بات چیت کرتے ہیں تو یہی بولی بولتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کچھ

برطانیۂ عظمیٰ سے انگلستان ہی انگلستان مراد ہے؟ اس سوال کا جواب بھی یقیناً نفی میں ہے۔ اس لیے کہ برطانیۂ عظمیٰ کا آدھا شمالی حصہ اسکاٹلینڈ ہے۔ جس میں کوئی تین سو سال قبل تک ایک علیحدہ سلطنت قائم تھی۔ اور اگرچہ اسکاٹلینڈ کی میدانی آبادی کی نسل وہی ہے جو انگریزوں کی ہے لیکن کوہستانی آبادی جو شمالی علاقے میں بود و باش رکھتی ہے گیلک زبان بولتی ہے۔ اور اس کی اور آیرلینڈ والوں کی نسل ایک ہے۔ اب صرف برطانیۂ عظمیٰ کا جنوبی حصہ رہ گیا جو نارتھمبرلینڈ

ویلز — سے لیکر آبنائے انگلستان تک پھیلا ہوا پایا گیا ہے۔ تم کہو گے کہ کم از کم اس علاقے پر تو "انگلستان" کی تعریف صادق آنی چاہیئے ہاں! لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں ویلز کے پہاڑی علاقے کو بھی شریک نہ کریں کیونکہ اس وسیع خطۂ زمین میں بھی ایسے لوگ آباد ہیں۔ جو اپنی علیحدہ زبان بولتے ہیں۔ اس زبان کا نام "سیمرک" ہے۔ اور آیرلینڈ اور کوہستان اسکاٹلینڈ کی زبان سے یہ کچھ ایسی ملتی جلتی واقع ہوئی ہے۔ کہ ہم ویلز۔ آیرلینڈ اور کوہستان اسکاٹلینڈ کے باشندوں کو ایک ہی نسل کی مختلف شاخیں کہہ سکتے ہیں۔ اور یہ نسل آج کے دن بھی بڑی حد تک انگریزوں سے الگ ہے۔

انگلستان کا رقبہ — پس اصل میں انگلستان جزیرۂ برطانیۂ عظمیٰ کا صرف جنوبی حصہ ہے۔ اور اس کا رقبہ پچاس ہزار نو سو بائیس مربع میل ہے جو انتظامی اغراض کے لیے باون اضلاع میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اس میں صوبۂ ویلز کے بارہ اضلاع بھی شریک ہیں جن کا مجموعی رقبہ سات ہزار تین سو اٹھانوے مربع میل ہے اور یہ صوبہ انگلستان کا مغربی گوشہ ہے۔ اس ملک کے جنوبی کنارے سے اگر ریل میں سوار ہو کر چلیں تو اٹھارہ گھنٹے کی مسافت طے کرنے کے بعد ملک کی شمالی سرحد پر پہنچ جائیں گے۔ جو دریائے ٹوئیڈ پر واقع ہے۔ اور وہاں سے ریل ہمیں ایڈنبرا لے جائے گی۔ جو اسکاٹلینڈ کے میدانی علاقے کا صدر مقام ہے شرقاً و غرباً ہم انگلستان کے سب سے زیادہ چوڑے حصے کو آٹھ گھنٹے کے سفر میں طے کر سکتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ رقبے میں یہ ملک کچھ بہت بڑا نہیں۔ لیکن یہی مختصر سا ملک ان کروڑوں انگریزوں کا وطن ہے۔ جو آج روئے زمین

پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اور انگلستان کی تاریخ ان تمام اولوالعزم انگریزوں کی تاریخ ہے جس سے معلوم ہو سکے گا کہ اس قوم نے ترقی کی کٹھن منزل میں کیسی کیسی کڑیاں جھیلیں کیا کیا غلطیاں کیں۔ جہالت اور گمراہی کے باعث کیسی کیسی مصیبتیں اٹھائیں۔ اور شجاعت اور استقلال اور زحمت کشی کی بدولت اپنی محنت کے کیسے کیسے اجر پائے۔

برطانیہ کی حالت انگلستان سے پہلے۔

اگر انگریز اس ملک میں ابتدا ہی سے آباد چلے آئے ہوتے تو ممکن تھا کہ ہم کسی تمہید کے بغیر اُن کی تاریخ لکھنی شروع کر دیتے لیکن یونانیوں اور دوسرے مورخوں کی جستہ جستہ تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن نسلوں کو جنھیں آج ہم اہل ویلز۔ اہل آئرلینڈ۔ اہل کوہستان اور اہل کورنوال کے ناموں سے موسوم کرتے ہیں ان جزائر میں بستے ہوئے کم سے کم دو ہزار سال کا زمانہ گذر چکا ہے۔ اور ان میں سے بعض نسلیں تو اس زمانے سے بھی بہت پہلے جبکہ اُن کے تاریخی حالات سپرد قلم ہونے شروع ہوئے۔ یہاں بود و باش رکھتی تھیں۔ برخلاف اس کے ڈیڑھ ہزار سال کا بھی زمانہ نہیں گذرنے پایا کہ قوم "انگل" یا "انگل" سمندر کو عبور کرکے اوّل اوّل علاقہ "انگلن" سے یہاں آئی جو بحیرۂ بالٹک کے ساحل پر واقع تھا۔ اور قوم "جوٹ" اور قوم "سیکسن" کے ساتھ مل کر جو خود بھی اس ترک وطن میں اس کی شریک تھیں، برطانیہ کے آدھے جنوبی حصے پر قابض ہو گئی۔ اور اس سرزمین کو اپنے نام سے موسوم کیا۔ ایسی حالت میں انگلستان کے ذکر سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم انگریزوں کی آمد سے قبل برطانیہ کے مختصر تاریخی حالات کا ایک خاکہ پیش کریں۔

زمانۂ حجریہ قدیم کے انسان

بہت زمانہ گزرا اور اس کی درازی کا حال کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ سرزمین جس میں ہم اب آباد ہیں ایک سنسان ویرانہ تھی۔ اس کے بھائیں بھائیں کرتے ہوئے جنگلوں اور میدانوں میں شیر۔ چیتے۔ ریچھ۔ لکڑ بگھے۔ ہاتھی دریائی گھوڑے۔ بارہ سنگے۔ اور سانبھر پھرا کرتے تھے۔ اور خدا کی بن جتی زمین کے قبضے کے لیے وحشی انسانوں سے اُن کا مقابلہ ہوا کرتا تھا۔ جو کھردرے پتھروں کے ادھ گھڑے ہوئے نکیلے اوزاروں سے جس طرح بن پڑتا اُن کا مقابلہ کیا کرتے تھے۔ ان

حالات کا علم ہم کو کہیں اگر ہوا ہے تو اس بنا پر کہ انگلستان کے مختلف حصوں میں یہ
اوزار ہمیں قدیم غاروں اور دریاؤں کی کنکریلی تہوں میں اُن جنگلی جانوروں کی ہڈیوں کے
ساتھ دبے ہوئے ملے ہیں جن کا شکار کیا گیا تھا۔ اسی طرح غاروں کے دہانے پر
لکڑی کے کوئلے کا موجود ہونا بتا رہا ہے کہ یہاں الاؤ جلائے جایا کرتے تھے
ان وحشیوں کو ہم زمانۂ حجریۂ قدیم کے انسان کہتے ہیں اور ان یادگاروں کے سوا ان کا
اور کچھ حال ہم نہیں جانتے؛

زمانۂ حجریۂ جدید کے انسان

ان کے بعد اُن انسانوں کا زمانہ آیا جو عمدہ تر اوزار استعمال کرتے تھے
یہ اوزار تھے تو اب بھی پتھر کے لیکن اُن کی تراش اور صفائی پہلے سے
بہت بہتر تھی۔ یہ انسان "زمانۂ حجریۂ جدید" کے انسان کہلاتے ہیں۔ اُن کی ہڈیاں
اور ڈھانچے ہمیں انگلستان ویلز اور آئرلینڈ کے اکثر مقامات میں لمبے لمبے حجروں یا گڑھوں
کے اندر دبے ہوئے ملتے ہیں۔ اور جہاں یہ استخوانی آثار دفن ہیں۔ اُن کے ساتھ
ہی ترشے اور جلا دیئے ہوئے پتھر کے تیروں کے سرے۔ کلہاڑے اور کلہاڑیاں
اور ہڈی کی سوئیاں اور کیلیں بھی پڑی پائی جاتی ہیں۔ کتوں خنزیروں بھیڑوں بیلوں اور بکریوں
کی ہڈیوں سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ زمانۂ حجریۂ جدید یعنی نئے پتھر کے دور کے
یہ انسان اہلی (پالو) جانور بھی پالتے تھے۔ اور کھردرے مٹی کے برتنوں کے ٹکڑوں
اور بُنی ہوئی سن اور پیال سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ وہ کوزہ گری اور پارچہ بافی کا ہنر
بھی سیکھ چلے تھے۔

ان انسانوں کی کھوپریاں لمبی اور چھوٹی ہوتی تھیں۔ اور اس لحاظ سے انہیں اُس
چھوٹے قد سانولے رنگ اور گھونگریالے بالوں والی قوم کے مشابہ قرار دیا جا سکتا ہے
جس کا نام "باسک" یا "آئبیرین" ہے۔ اور جو اب بھی اسپین کے بعض ویران کوہستانی
علاقوں میں آباد ہے۔ اور نیز قوم "فن" کے جو یورپ کے بعید ترین شمالی حصے میں
بستی ہے۔ اس کی زبان دنیا کی تمام دوسری اقوام کی زبانوں سے الگ ہے۔ اس
سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ زمانۂ حجریۂ جدید کے انسان ایک دور دور تک پھیلی
ہوئی انسانی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ اور آئبیرین قوم کا نکاس بھی اسی نسل سے ہوا۔
اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے ہمارے پاس خصوصیت سے یہ دلیل بھی موجود ہے کہ

ایبیرین قوم کے باپ دادوں کی ہڈیاں صاف ترشے ہوئے پتھر کے اوزاروں کے
ساتھ اسپین میں بھی لمبے لمبے گڑھوں کے اندر اسی طرح گڑی ہوئی ملتی ہیں جس طرح
برطانیہ میں دیکھی گئی ہیں۔ اور تو اور اہل آئرلینڈ اور اہل ویلز کی ادنیٰ طبقے کی آبادی میں
آج کے دن بھی ایک جماعت ایسے لوگوں کی موجود ہے جن کا قد چھوٹا ہے۔ اور
رنگ سانولا ہے۔ ہو نہ ہو یہ لوگ بھی زمانۂ حجریۂ جدید کی اسی پرانی نسل کی یادگار ہیں۔

مقبرے۔

اپنے تصور کے پردے پر جب ہم زمانۂ حجریۂ جدید کے ان
انسانوں کی زندگی کی تصویر کھینچتے ہیں تو ہمیں نظر آسکتا ہے کہ وہ
مواشی پالتے تھے۔ پتھر کے اوزار بناتے تھے اپنی ضرورت کے لائق مٹی کے
بے ڈھنگے باسن طیار کرتے تھے۔ اپنی بی بی بچوں سمیت کھوہوں میں رہتے تھے۔
اور اپنے مردوں کو لمبے لمبے حجروں میں دفن کرتے تھے۔ جن کے بنانے کی ترکیب
یہ تھی کہ بڑے بڑے ان گھڑ پتھروں کو جوڑ کر اوپر سے مٹی دے دی جاتی تھی۔ جب
اس مٹی کو کھود کر ہٹایا جاتا ہے تو پتھر باقی رہ جاتے ہیں۔ جن کی مجموعی ہیئت پر کسی
ناتراشیدہ میز کا گمان ہوتا ہے۔ اس گول پتھریلے ڈھیر کو "کراملک" کہا جاتا ہے۔
اہل ویلز کی زبان میں "کرام" سے مراد گول ہے۔ اور "لک" سے پتھر۔ مدتوں ان
مقبروں پر غلطی سے قربان گاہوں کا شبہ ہوتا رہا۔ یہ بات بھی قرین قیاس ہے کہ ضلع
ولٹ شائر میں بمقام اسٹون ہنج واقع میدان سالسبری اور نیز بعض دوسرے مقامات
میں پتھر کی بڑی بڑی چٹانوں کے جو انوکھے کنڈل موجود ہیں۔ وہ زمانۂ حجریۂ جدید کے
انہیں انسانوں نے بنائے ہوں۔ رہی یہ بات کہ کس طرح بنائے اور کیوں بنائے
سو یہ ایک راز ہے جو کھل نہیں سکتا۔

کیلٹی قوم۔

زمانے نے ایک اور پلٹا کھایا۔ اور بنی نوع انسان کی ایک
دوسری نسل جس کی کھوپریوں میں کسی قدر زیادہ گولائی تھی لمبی
کھوپریوں والی نسل کے ساتھ ملنی شروع ہوئی۔ اس دوسری نسل کے انسانوں کے
ڈھانچے ہم کو گول گڑھوں کے اندر جو بالکل مٹی کے بنے ہوئے ہیں۔ دبے ہوئے
ملتے ہیں۔ اور ساتھ ہی کانسی اور پتھر کے اوزار بھی ان گڑھوں سے نکلتے ہیں۔
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ دھات کو کام میں لانا سیکھ چلے تھے۔ بعد کے

زمانے کے بعض گڑھوں سے لوہے کے آلات بھی برآمد ہوتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ
تانبے کی بہ نسبت لوہے کا ڈھالنا بہت مشکل ہے۔ یہ واقعہ اس بات کو ثابت
کرتا ہے کہ اب ایک اور قوم برطانیہ میں آکر آباد ہوگئی تھی۔ جو اپنے ساتھ ایک اعلیٰ تر
تہذیب لائی تھی۔ یہ امر بظاہر عجیب تو معلوم ہوگا۔ لیکن اس قوم کا سراغ لگانے
کے لیے جو "قلطی" کے نام سے پکاری جاتی ہے ہمیں مشرق کا رخ کرنا چاہیے
جہاں غالباً سرزمین ایران کے آس پاس کسی خطے میں ہمیں ان کا کھوج ملے گا۔ اور ہم
کو معلوم ہوگا کہ اس قوم کا ایک حصہ مدتوں خانہ بدوش رہ کر ترک وطن کرتا ہوا مغرب
کی طرف بڑھا۔ اور ہمارے جزیرے میں آکر آباد ہوگیا۔ اہل علم ہمیں بتاتے ہیں
کہ آریہ نسل کی ایک قوم زمانۂ تاریخ سے بہت پہلے مشرق میں نمودار ہوئی۔ اور
اس نے دو گروہوں میں منقسم ہوکر دو سمتوں میں بڑھنا شروع کیا۔ ایک گروہ ایران
اور ہندوستان پر چھا گیا۔ اور دوسرا یورپ میں پھیل گیا "آریا" بمعنی "شریف"
نہایت ہی پرانا لفظ ہے۔ اور زمانۂ قدیم میں ایران کا ایک حصہ اسی نام سے
موسوم تھا۔ اور یہی لفظ قوم آریہ کی بھی وجہ تسمیہ ہے۔ آریوں نے اول اول اپنی آبادیاں
کسی قدر بجانب مغرب بسائیں۔ رفتہ رفتہ جب اُن کی تعداد بہت بڑھ گئی تو سلسلۂ
نقل مکان اور زیادہ وسیع ہوتا چلا۔ اور ان کی کچھ جماعتیں مغرب کے بعید تر مقامات
میں جا جا کر آباد ہوتی گئیں۔ یہاں تک کہ ایک جماعت سمندر کو عبور کرکے برطانیہ
میں جا پہنچی جس کے باشندوں کو بزور شمشیر فتح کرکے وہ یہاں مستقل طور پر آباد ہوگئی۔
برطانیہ کے یہ نئے فاتح قوی ہیکل اور بھورے بالوں والے تھے۔ اور جس
نسل کو انھوں نے اپنا مطیع بنایا تھا وہ پست قامت اور اُن کی بہ نسبت
ذرا سانولی تھی۔

فنیقیوں کے تجارتی تعلقات سنہ ۶۰۰ قبل مسیح۔

جناب مسیحؑ کی ولادت سے کوئی چھ سو سال قبل فنیقی جہازراں
آبنائے جبل الطارق کو جو اُن دنوں "ہرقلس کے مینارے"
کہلاتی تھی۔ عبور کرتے ہوئے قلطی کی تجارت کے لیے
جزائر سیلی تک آیا کرتے تھے۔ یہ جزیرے کورنوال کے قریب واقع ہیں۔ اور
یونانی مصنفین نے انھیں اپنی کتابوں میں "کیسٹرائیڈیز" یعنی "قلطی کے

جزیرے" لکھا ہے۔ تاریخ کی روشنی قلطی قوم پر اول اول اسی زمانے میں پڑتی ہے۔ اس کے قریباً سو سال بعد یونانی براہ خشکی مسیلیا سے آئے جو مارسیلز کا دوسرا نام ہے۔ اور اسی وقت سے ہمارے جزیرے کا نام "البیان" پڑ گیا۔ آئرلینڈ "آیرن" کہلانے لگا۔ اور پورا مجمع الجزایر برطانیہ کے نام سے موسوم ہوگیا۔

جولیس سیزر کی آمد ۵۵ قبل مسیح۔

برطانیہ کی حیثیت اب مستقل طور پر قائم ہوگئی۔ اور رفتہ رفتہ دوسری قوموں کو اس کے حالات معلوم ہوتے گئے جب کم و بیش ساڑھے تین سو سال کا زمانہ اور گزر چکا تو مشہور رومی سپہ سالار جولیس سیزر نے ۵۵ اور ۵۴ قبل مسیح میں برطانیہ پر چڑھائی کی۔ برطانویوں کے سردار کیسولائنس نے مقابلے کے بعد شکست کھائی اور روما کو خراج ادا کرتے رہنے کا اقرار کیا۔ اسی سال جولیس سیزر واپس چلا گیا اور کوئی سو سال تک برطانوی ہی اس ملک پر قابض رہے۔ لیکن اس کے بعد برطانیہ کی اس قدیم قوم کی حکومت کا دوبارہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا۔

برطانویوں کا تمدن۔

برطانیہ کے جنوبی علاقے کے باشندے اب اچھے خاصے شائستہ ہوگئے تھے۔ وہ رتھوں پر سوار ہو کر لڑتے۔ اور برچھیوں نیزوں اور گنڈاسوں سے دشمن کا مقابلہ کرتے جس کا وار چمڑے اور بنی ہوئی پتلی پتلی ٹہنیوں کی ڈھال پر روکا جاتا تھا۔ وہ کپڑے کے لبادے اور قبائیں پہنتے۔ سونے چاندی کے کنگن استعمال کرتے۔ اور لکڑی اور سرکنڈوں کے جھونپڑوں میں رہتے تھے۔ یہ جھونپڑے ایک دوسرے سے الگ تھلگ واقع ہوتے تھے۔ اور ان کی بنیادیں پتھر کی ہوتی تھیں۔ ہر قبیلہ ایک "ڈن" یعنی گڑھی بناتا تھا۔ جس کے گرداگرد ایک دیوار یا اونچا پشتہ کھنچا ہوا ہوتا تھا تاکہ جنگ کے وقت وہ اس کے اندر پناہ لے سکے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے بڑے شہر لندن کی ابتدا بھی انھیں قدیم گڑھیوں میں سے ایک سے ہوئی جس کا نام کتابت میں "لن ڈن" اور تلفظ میں "لن ڈن" تھا۔ "لن" جھیل کو کہتے ہیں۔ اور "ڈن" سے مراد جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں۔ گڑھی یا قلعہ سے

اِن دونوں کے ملانے سے لنڈن ہوگیا ۔

یہ لوگ اناج بھی بوتے تھے ۔ اور چٹانوں کی کھوہوں میں اناج کے ذخیرے جمع کرکے رکھتے تھے ۔ کشتیاں بنانے کا فن بھی انھیں آتا تھا ۔ اُن کی کشتیاں یا گُتھی ہوئی پتلی پتلی ٹہنیوں سے طیار کی جاتی تھیں یا درختوں کے تنوں کو کھوکھلا کرکے بنائی جاتی تھیں ۔

اندرون ملک کے باشندے اس قدر شایستہ نہ تھے ۔ وہ جنگلی جانوروں کی کھالیں پہنتے دودھ اور گوشت پر اوقات بسر کرتے اور بالکل بے باک بے رحم اور کینہ ور وحشی تھے ۔

مذہب ۔

برطانویوں کے مذہب پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذہب اگرچہ شاندار تھا لیکن ساتھ ہی ڈراؤنا بھی تھا ۔ اُن کے کاہن جن کا لقب "ڈروئیڈ" تھا ۔ بعض پوشیدہ عقاید رکھتے تھے جن کی حقیقت بجز اُن کے اور کوئی نہ جانتا تھا ۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ وہ مردوں اور عورتوں کی بھینٹ بھی دیا کرتے تھے ۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ عام طور پر اہل برطانیہ فطرت کی پرستش کرتے تھے اور ندیوں جنگلوں اور پہاڑوں کی روحوں کو پوجتے تھے ۔ شاہ بلوط کا درخت "مسلٹو" کی اُس بیل کے ساتھ جو اس درخت پر چڑھی ہوئی نظر آتی ہے ان کے نزدیک خدا کی علامت تھا ۔ عبادت کرنے کے لیئے وہ غاروں کے اندر اور گھنے جنگلوں کے بیچوں بیچ جمع ہوا کرتے تھے ۔

اہل روما کا برطانیہ پر تسلط ۴۳ء ۔

برطانوی قوم اس حالت میں زندگی بسر کر رہی تھی کہ رومیوں نے دوسری مرتبہ ۴۳ء میں اپنے بادشاہ کلودیوس کے زیر کمان جزیرۂ برطانیہ پر حملہ کرکے اس کے جنوبی حصے پر قبضہ کرلیا ۔ برطانویوں نے کئی سال تک حملہ آوروں کا جم کر مقابلہ کیا اور رومیوں کو جنگلوں اور دلدلوں میں رگیدتے پھرے سات سال تک اس کشمکش کا سلسلہ یونہی جاری رہا ۔ اور فتح کا پلہ کسی فریق کی طرف جھکتا نظر نہ آیا ۔ آخر مشہور برطانوی سردار کے رک ٹےکس نے شکست کھائی ۔ اور قیدی بناکر روما بھیج دیا گیا ۔

[illegible]

جب رومیوں کے قدم ایک مرتبہ جم چکے تو وہ برابر آگے بڑھتے ہوئے چلے گئے۔ یہاں تک کہ چند سال میں ان کی فاتحانہ پیش قدمی جزیرۂ اینگلسی تک پہنچ گئی جو اُس زمانے میں "مونا" کے نام سے موسوم تھا۔ یہاں ڈرُوئیڈوں کی بہت بڑی قوت تھی۔ جسے رومیوں نے تباہ کر دیا۔ اور ڈرُوئیڈوں کا قتلِ عام وقوع میں آیا۔ لیکن اس معرکے میں قریب تھا۔ کہ سارا ملک ہی رومیوں کے ہاتھ سے نکل جائے۔ اس لیئے کہ ایک برطانوی سردار کی بیوی بوڈیسیا نے انگلستان کے مشرقی علاقے کی آبادی میں رومیوں کے خلاف ایک آگ سی لگا دی اور اُن کا نہایت سختی سے مقابلہ کیا گیا۔ لنڈن جو اس وقت ایک کُھلا ہوا بے پناہ شہر تھا۔ جلا کر راکھ کا ڈھیر کر دیا گیا رومیوں کے دانت کھٹے ہو ہو گئے۔ اور بڑی مشکلوں میں پالا اُنکے ہاتھ رہا۔ ملکہ بوڈیسیا نے اسیری کی ذلت پر موت کو ترجیح دی۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس ذلت سے بچنے کے لیئے وہ زہر کھا کر مر گئی۔

بوڈیسیا ۶۱ء

رومیوں کی سہ صد سالہ حکومت

اس کے بعد رومیوں نے برطانویوں پر کوئی تین صدی تک حکومت کی۔ اور اُن کا اندازِ حکمرانی ویسا ہی تھا جیسا ہندوستان میں آج کل انگریزوں کا ہے۔ انھوں نے عمدہ قوانین بنائے اور پختہ سڑکیں طیار کیں جو آج کے دن تک موجود ہیں۔ اُن میں سے ایک سڑک جو "واٹلنگ اسٹریٹ" کہلاتی تھی۔ (دیکھو نقشہ نمبر ۲) لنڈن میں سے گزرتی ہوئی ڈوور کو چسٹر سے ملاتی تھی۔ رومیوں نے اپنے عہد میں مکانات، کوٹھیاں، حمام اور تھیٹر بھی بنوائے اور ملک کے مختلف حصّوں میں بڑے بڑے شہر مثلاً یارک۔ لنکن اور چسٹر تعمیر کیئے۔ آج کے دن بھی ان میں سے کئی شہر ایسے موجود ہیں جن کے نام کا آخری حصّہ ان کی اصلیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ مثلاً ڈان کیسٹر۔ لی سسٹر (جس کا تلفظ لیسٹر ہے) اور مانچسٹر ہی کو دیکھو۔ ان کے آخر میں جو لفظ کیسٹر یا سسٹر آتا ہے یہ دراصل لاطینی لفظ کیسٹرا ہے۔ جس کے معنی پڑاو یا مستحکم مقام کے ہیں۔ رومیوں نے جنگل کٹوا کر صاف کرائے اور لوگوں کو اناج کی کاشت کی ترغیب دلائی۔ اور اس طور پر برطانیہ

نے زراعت میں اس قدر ترقی کی کہ اس کا نام "شمال کا خرمن" پڑ گیا۔ انھوں نے بہت سے نئے میووں کے درخت بھی یہاں دوسری سرزمینوں سے لا کر لگائے۔ کانوں میں سے دھاتیں نکالنے کا فن رائج کیا اور برطانویوں کو تہذیب و تمدن کی بہت سی باتیں سکھائیں۔ یہی زمانہ ہے جب کہ دین مسیحی کے داعی پہلی مرتبہ اس جزیرے میں پہنچے اور رومیوں اور برطانویوں نے دین عیسوی قبول کیا۔

رومی کا رخصت ہونا ۴۱۰ء

رومیوں کی سڑکیں رومی کوٹھیوں کے پختہ فرش اور رومی دیواریں اگرچہ آج کے دن تک باقی ہیں۔ لیکن برطانویوں پر رومیوں کا اثر کچھ زیادہ دیرپا ثابت نہ ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ برطانیہ کی حیثیت روما کے مفتوح صوبے سے زیادہ نہ تھی۔ باشندگان برطانیہ اگرچہ اپنے فاتحوں کے زیر سایہ آرام سے زندگی گزارتے تھے۔ عادات و اطوار میں اُن کی تقلید کرتے تھے لاطینی زبان جو حکومت کی زبان تھی بولتے تھے۔ اور بیرونی دشمنوں کے مقابلے میں رومیوں کی جماعت پر بھروسہ کرتے تھے۔ لیکن یہ سب دکھاوے کی باتیں تھیں دل میں اگر انھیں محبت تھی تو اپنے قومی قوانین سے اور اگر حقیقت میں انھیں لگاؤ تھا تو خود اپنے ہی ملکی سرداروں سے۔ اسی لیے جب ۴۱۰ء میں خود سلطنت روما دشمنوں سے گھر گئی۔ اور رومیوں نے اپنی خانگی پریشانیوں سے مجبور ہو کر برطانیہ کے جنوبی علاقے سے فوجیں رفتہ رفتہ ہٹانی شروع کیں تو برطانویوں کو حق تھا کہ رومیوں کی اس جدائی پر خوش ہوں۔ لیکن مشکل یہ آن پڑی تھی کہ رومیوں کی مدد کے بغیر وہ اپنے وحشی قلطی نسل کے ہمسایوں سے جو برطانیہ کے شمال میں بستے تھے۔ اپنی حفاظت کرنے کے قابل نہ تھے۔

پکٹ اور اسکاٹ

یہ ہمسائے "پکٹ" اور "اسکاٹ" تھے۔ پکٹ دراصل کیلیڈونیا کے رہنے والے تھے۔ اور اسکاٹ اوّل اوّل آیرلینڈ سے آئے تھے۔ اور اسکاٹلینڈ آگے چل کر انہیں کے نام سے موسوم ہو گیا۔ دونوں قومیں وحشی اور جنگجو تھیں۔ خود رومی بھی محض اپنی مضبوط اور سنگین دیواروں کی بدولت اُن کے حملوں اور غارت گری سے بچ سکے۔ اس قسم کی سب سے زیادہ مشہور دیوار شاہ ہادریان کی فصیل ہے۔ جو سالوے کی کھاڑی سے دریائے ٹین

کے زمانے تک چلی گئی ہے۔ اور آج بھی اس کے بعض حصّے جوں کے توں کھڑے ہیں رومی برطانیہ سے رخصت ہوئے ہی تھے۔ کہ پکٹ اور اسکاٹ دیواروں کے اندر گھس آئے۔ اور جنوبی علاقے کے برطانویوں پر ٹوٹ پڑے جنھیں اپنی جان بچانی مشکل ہوگئی۔ اس لیئے کہ کوئی برطانوی فوجی جمعیت ایسی موجود نہ تھی جو شمالی حملہ آوروں کا مقابلہ کرسکے۔ جو جمعیت تھی بھی اسے رومیوں نے معمول کے موافق رومی سپاہ میں شریک کرکے بیرونی دشمنوں کے مقابلے کے لیئے ملک سے باہر بھیج رکھا تھا۔ اس مصیبت کیوقت میں برطانویوں نے روما سے امداد طلب کی۔ اور ایک رومی فوج نے آکر پکٹ اور اسکاٹ حملہ آوروں کو مار بھگایا۔ لیکن اس کے بعد ۴۱۰ء میں رومی برطانیہ سے بالکل ہی چلے گئے اور برطانویوں کو اُن کے حال پر چھوڑتے گئے۔

رومی برطانیہ کو چھوڑ کر چلے گئے ۴۱۰ء۔

یہاں سے انگلستان کی تاریخ شروع ہوتی ہے۔ برطانویوں نے ہر طرف سے مایوس ہوکر اپنی مدد کے لیئے ایک ایسی قوم کو بلا بھیجا جو اُن کے ساحلوں کے گرد منڈلاتی پھرتی تھی۔ لیکن یہ قوم اُن کے حق میں اور بھی زیادہ خوفناک دشمن ثابت ہوئی۔ یہی قوم موجودہ انگریزوں کی مورث اعلیٰ ہے جس نے انگریزی قوم کی بنیاد رکھی۔ اور اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ اس قوم کے لوگ کہاں سے آئے اور کس طرح آئے۔

دوسرا باب

انگریز انگلستان میں کس طرح آئے

سیکسن بحری قزاق جو تھی صدی

برطانیہ میں رومی حکومت کا آخری سو سوا سو سال کا زمانہ بحری قزاقوں کی آئے دن کی دست برد کے باعث بڑی پریشانی سے کٹا۔ سمندر کے یہ ڈاکو جو دریائے البے کے ساحلی علاقے میں بود و باش رکھتے تھے۔ بڑی بڑی چوڑے پیندے والی کشتیوں میں سوار ہو کر سمندر میں سے ہوتے ہوئے آتے تھے۔ اور فرانس کے شمالی اور برطانیہ کے جنوبی و شرقی ساحلوں پر چھاپے مار کر مردوں۔ عورتوں اور بچوں کو گرفتار کرنے کے علاوہ اور جو کچھ لوٹ کا مال ملتا تھا ہتیا لے جاتے تھے۔ سیکسن نسل کے یہ من چلے لیٹرے ایسے تند خو اور ظالم تھے کہ ان کی مار دھاڑ سے بچنے کے لیے رومیوں کو دریائے ہمبر سے لے کر وکٹس یعنی جزیرۂ وائٹ تک ساحل کے گرداگرد مضبوط قلعے تعمیر کرنے پڑے۔ اور ایک افسر جس کا لقب "سیکسن ساحل کا سردار" تھا خاص طور پر ساحل کی حفاظت کی نگرانی کے لیے مقرر کیا گیا۔

ٹیوٹن نسل کی اصل۔

ان حملہ آوروں کا تعلق ٹیوٹن یا تیوتانی نسل سے تھا جو قلطی نسل سے بالکل مختلف تھی۔ گو کہ دونوں نسلیں ابتداءً مشرق ہی کی طرف سے آئی تھیں۔ اور ان دونوں کی اصل ایک تھی۔ اوّل اوّل جب تاریخ میں ہم اُن کا نام سنتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح صدہا سال پہلے قلطی مشرق سے مغرب کی طرف آئے تھے اسی طرح یہ بھی بتدریج مغربی سمت میں بڑھتے ہوئے یورپ میں پھیل گئے۔ اور جس طرح قلطیوں نے یورپ میں پہنچ کر اس نسل کو جو پیشتر سے یہاں آباد تھی اس کے جنم بھوم سے نکال باہر کیا تھا۔ اسی طرح ان تیوتنوں نے اب قلطیوں کو جرمنی کے میدانوں سے جنوبی سمت میں اُس حد تک دھکیل دیا۔ جس سے آگے رومن مداخلت مزید پیش قدمی کی مانع تھی۔

انگریزی قوموں کی ریاستیں
پیمانہ میل
۰ ۲۰ ۴۰ ۶۰ ۸۰
قوم جوٹ
قوم اینگل
قوم سیکسن
قوم برٹن
قوم اسکاٹ
قوم پکٹ
ایڈنبرا
نارفک
مشرقی اینگل
سفک
ایسیکس
لندن
کینٹ
مشرقی
سسیکس
ویسیکس
جزیرہ وائٹ
مغرب گرینوچ
۵۵
۵۰

اس کے بعد انھوں نے شمال کی طرف اس علاقے میں بڑھنا شروع کیا۔ جو دریائے ٹیمز اور دریائے الب کے درمیان واقع ہے یہاں تک کہ جٹلینڈ۔ سویڈن اور ناروے میں اُن کا عمل دخل ہو گیا۔ اب اُن کی ایک طرف تو بحیرۂ بالٹک تھا۔ اور دوسری طرف بحر شمالی۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بے باک بحری قزاق ہو گئے۔ جٹلینڈ اور جرمنی کے ساحلوں سے اپنے چوڑے پیندے والے جہازوں میں سوار ہو کر جن کے کھینے میں کم از کم پچاس پچاس آدمی کام میں لائے جاتے تھے۔ وہ فرانس کے بارونق ساحلوں اور نیز برطانیہ کے ساحلوں پر جو کچھ کم شاداب نہ تھے لوٹ مار مچایا کرتے تھے۔

قوم جوٹ کی انگلستان میں آمد ۴۴۹ء

جب تک رومی حکومت جزیرۂ برطانیہ میں قائم رہی۔ اسکے لیے جزیرے میں قدم جمانا مشکل تھا۔ اور رومی افواج کے رخصت ہو جانے کے بعد بھی اہل برطانیہ کم و بیش چالیس سال تک انکا مقابلہ کامیابی کے ساتھ کرتے رہے۔ لیکن یہ لوگ برطانویوں کے بس کا نہ تھا شمال کی طرف سے پکٹ اور اسکاٹ ان پر دم بدم حملہ آور ہوتے تھے۔ اور تری کی جانب سے ان سیکسن لٹیروں نے اُن کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ ایسی حالت میں برطانویوں نے اپنی خیریت اسی میں دیکھی کہ ایک دشمن کو دوسرے سے لڑا دیا جائے۔ چنانچہ ۴۴۹ء میں ایک برطانوی سردار ورٹیجرن نامی نے بحری لٹیروں کے دو سرداروں کو جن کا نام ہینجسٹ اور ہارسا تھا۔ بلا بھیجا کہ آکر کینٹ کی شمالی جانب جزیرۂ تھینٹ میں آباد ہو جائیں۔ اور اُس کی طرف سے پکٹ غارت گروں کا مقابلہ کریں۔ جوٹ قوم کے ان سرداروں نے یہ دعوت قبول کر لی۔ لیکن برطانویوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ ان کے یہ حلیف انہیں کے حریف بن جائیں گے۔ پکٹوں کو نیچا دکھانے کی دیر تھی کہ جوٹوں نے خود برطانویوں پر دھاوا بول دیا۔ پہلی لڑائی میں ہارسا تو مارا گیا۔ لیکن ہینجسٹ کی سرکردگی میں جوٹ برابر مقابلے پر ڈٹے رہے۔ اور تیس سال تک سلسلۂ جنگ قائم رکھنے کے بعد اس کے بیٹے ایک نے مشرقی کینٹ اور مغربی کینٹ کے نام سے دو چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم کر لیں (دیکھو نقشہ نمبرا)۔ اُن حکومتوں میں سب سے بڑا شہر کنٹربری یا کنٹ نمبرا

تھا۔ یہ وہی شہر ہے جسے ہم آج کنٹربری کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے گویا جوٹ انگریزوں کے پہلے آباؤ اجداد تھے۔ جو اس ملک میں آکر آباد ہوئے۔ اس

سیکسنوں کی آمد ۴۴۹ء

اثناء میں دوسرے بحری ڈاکوؤں کے جہاز جو اپنا سینے انگلستان میں چکر لگایا کرتے تھے۔ ہر سال واپسی پر اپنے اہل وطن کو یہ خبریں جا جا کر سناتے رہتے۔ کہ ایک بڑا اچھا ملک موجود ہے جو بزور شمشیر فتح کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ۴۷۷ء میں سیکسن کہ وہ بھی مقابل والے ساحلی علاقے میں دریائے ایلب اور دریائے ویسر کے درمیان آباد تھے۔ اپنے دو سرداروں ایل اور سیسا کی سرکردگی میں ایک بحری مہم لیئے ہوئے برطانیہ پر چڑھ دوڑے اور برطانیہ کے جنوبی ساحل پر رومن شہر ریگنم کے قریب لنگر انداز ہوئے۔ یہ شہر سیسا کے نام سے منسوب ہو کر سیسن سیاسٹر کہلایا۔ اور بعد میں چچسٹر کے نام سے مشہور ہوا۔ بدیسی مددگاروں کو بلانے کا تلخ تجربہ برطانویوں کو بہت پہلے سے ہو چکا تھا۔

برطانویوں کے ساتھ جد و جہد

اور وہ سخت پچھتاتے تھے کہ کیوں انھوں نے اس غیر ملکی بلا کو خود بلا کر گلے لگایا۔ مگر اب پچھتانے سے کیا ہوتا تھا۔ ان نئے حملہ آوروں کے سامنے جو آتا تھا اسے یا تو وہ خاک و خون میں ملا دیتے تھے۔ یا مار بھگاتے تھے۔ چنانچہ جب سیسا نے شہر انڈریڈا پر قبضہ کیا۔ جو اُس مقام پر واقع تھا۔ جہاں آج کل پیونسی کی بستی ہے تو اُس نے ایک برطانوی کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔ سیکسن نہایت آہستہ آہستہ پیش قدمی کرتے تھے۔ اس لیئے کہ اوّل تو تمام علاقے میں گھنے جنگل چھائے ہوئے تھے۔ اور جا بجا دلدلیں تھیں۔ دوسرے برطانوی جان توڑ کر انکا مقابلہ کرتے تھے ۵۲۰ء میں برطانوی بادشاہ آرتھر نے جسکی نسبت گول میز کے سورماؤں کے افسانے مشہور ہیں۔ مغربی سیکسنوں کو ایسی فاش شکست دی کہ کئی سال کیلیئے اُنکی پیش قدمی رک گئی۔

سیکسن نو آبادیاں۔

لیکن برطانویوں کی آزادی صرف چند دنوں کی مہمان تھی اُن میں باہمی اتفاق نہ تھا۔ وہ آپس ہی میں کٹے مرتے تھے ایسی حالت میں کس طرح ممکن تھا کہ وہ اُن تازہ دم دستوں سے بازی لے جا سکیں جو ہر سال حملہ آوروں کو کمک پہنچانے کے لیئے سمندروں کی طرف سے اپنے بال بچوں اور مویشیوں سمیت آتے تھے۔ اور جہاں کہیں زمین کا کوئی نیا ٹکڑا پاتے تھے اس میں

نئی بستیاں بسا کر مضبوطی سے پاؤں جما لیتے تھے۔ یہ سچ ہے کہ برطانیہ کے جنوبی حصّہ پر قبضہ کرنے میں انھیں ساٹھ سال کی طویل مدّت صرف کرنی پڑی۔ لیکن اس میں بھی کلام نہیں کہ اس مدّت کے ختم ہونے پر اُنھوں نے ساوتھ سیکسنس (سیکسنوں کی جنوبی ریاست) یا سسکس۔ ویسٹ سیکسنس (سیکسنوں کی مغربی ریاست) یا ویسکس ایسٹ سکسنس (سکسنوں کی شرقی ریاست) یا ایسکس اور مڈل سیکسنس (سیکسنوں کی وسطی ریاست) یا مڈل سیکس کی چار حکومتیں قائم کرلیں۔ اور برطانوی اس سرزمین سے بجانبِ مغرب اُس علاقے کی طرف دھکیل دیئے گئے۔ جو اب سامرسٹ ڈیوں اور کورنوال کے نام سے مشہور ہے۔

قوم اینگل کی نوآبادیاں۔ اسی کے ساتھ ساتھ ایک اور قوم جو "اینگل" کہلاتی تھی کثیر تعداد میں آکر برطانیہ کے شمال و مشرق میں آباد ہوتی جاتی تھی یہ لوگ علاقۂ اینگلن کے رہنے والے تھے۔ جو دریائے ایڈر کے شمال کی طرف ملک سلیسوگ (جرمنی) میں واقع تھا۔ ان کے حالات ہمارے لیئے خاص طور پر دلچسپ ہیں۔ اول تو اس لیئے کہ یہ ساری قوم اپنا بوریا بدھنا اُٹھا کر اپنے ملک سے رخصت ہوگئی۔ اور برطانیہ میں آبسی۔ دوسرے اس لیئے کہ اسی قوم نے انگریزوں کو اینگل یا انگل کا نام دیا۔ اور یہ ملک انگلینڈ کہلایا۔

نارتھمبریا ۶۰۳ء۔ ہمیں صحیح طور پر اس بات کا تو علم نہیں کہ یہ لوگ اوّل اوّل کب آکر برطانیہ کے ساحلوں پر اترے لیکن اتنا ہم جانتے ہیں کہ اُن کی ایک جماعت اپنی کشتیوں میں سوار دریائے ہمبر کی موجوں کو قطع کرتی ہوئی اندرون ملک میں چلی آئی۔ اور اس نے ایک حکومت کی بنیاد ڈالی۔ جس کا نام ڈیرا تھا۔ پھر ۵۴۷ء میں ایک اور جمعیت پچاس کشتیوں میں سوار ہوکر اپنے ایک سردار کے ماتحت جس کا نام آیڈا اور لقب "شعلہ بردار" تھا۔ اینگلن سے روانہ ہوئی اور شمال کی طرف اور آگے بڑھ کر اس نے برنیشیا کی حکومت قائم کی پچاس سال یا اس سے زاید مدّت کی کشمکش کے بعد برنیشیا اور ڈیرا کی حکومتیں ۶۰۳ء میں متحد ہوگئیں اور نئی متحدہ حکومت نارتھمبرلینڈ کے نام سے موسوم ہوئی۔ یہ حکومت دریائے ہمبر سے لے کر فرتھ آف فورتھ (فورتھ کی کھاڑی) تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس واقعے سے

اس بات کا پتہ چل سکتا ہے کہ کیوں اسکاٹلینڈ کے میدانی علاقے کے باشندے ٹیوٹن ہیں۔ اور کوہستانی علاقے کے بسنے والے کیلٹی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اینگلوں نے کلٹیوں کو کوہستانی علاقے میں مار بھگایا۔ اور میدانی علاقے پر خود قابض ہو گئے۔ شہر ایڈنبرا کا نام بھی جو اس زمانے میں ایڈونیبرا تھا۔ بعد کے ایک اینگل بادشاہ ایڈون یا ایڈون کا رکھا ہوا ہے۔

ایسٹ اینگلیا اور مرشیا۔ اس اثنا میں اینگل قوم کی کچھ اور جماعتیں دریائے ہمبر کے جنوب میں اپنی نوآبادیاں قائم کر رہی تھیں چنانچہ نارتھ فوک "(اہل شمال) اور "ساوتھ فوک" (اہل جنوب) ان اضلاع میں آباد ہو گئے جو ابھی تک ان کے نام سے موسوم ہیں انھوں نے ایسٹ اینگلیا کی حکومت قائم کر لی۔ (دیکھو نقشہ نمبر ا)۔ کچھ اینگل انگلستان کے وسطی علاقے میں بڑھتے ہوئے ان اضلاع تک پہنچ گئے جنھیں آج کل "مڈلینڈ کاونٹیز" (اضلاع متوسط) کہا جاتا ہے بیچ والے علاقے کے یہ اینگل "مارچ مین" یعنی سرحدی قبائل کہلاتے تھے۔ اس لیئے کہ وہ اس علاقے کی سرحد پر آباد تھے جو ابھی تک برطانویوں کے قبضے میں تھا۔ اسی مناسبت سے انکا علاقہ "مارچ لینڈ" (سرحدی علاقہ) یا "مرشیا" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

ویلش اور انگلش۔ غرض چھٹی صدی کے خاتمے پر رومیوں کے چلے جانے کے دو سو سال بعد صورت حالات یہ تھی کہ برطانویوں کو تازہ وارد اقوام کی دست برد نے انگلستان کے مغرب کی طرف مار ہٹایا تھا۔ اور اب وہ جنوب کی طرف ڈیون شایر۔ اور کورنوال (یا مغربی ویلز) میں۔ مغرب کی طرف شمالی ویلز کے پہاڑوں میں اور شمال کی طرف کمبرلینڈ۔ ویسٹ مورلینڈ۔ اور لنکا شایر میں جو ان دنوں "اسٹرتھ کلائیڈ" کہلاتا تھا سر چھپانے پر مجبور تھے۔ اسی زمانے میں وہ "ویلش" کے نام سے بھی پکارے جانے لگے۔ کیونکہ اینگل اس نام سے ان اجنبیوں اور پردیسیوں کو پکارتے تھے جنکی بولی ان کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ ملک کے باقی تمام حصے پر جوٹ اینگل اور سیکسن قابض تھے۔ جنھیں ویلش تو سیکسن ہی کے عام نام سے پکارتے تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ ایک متحد قوم ہو جانے کے بعد وہ بعض دفعہ تو انگلو سیکسن کہلاتے تھے۔ اور عام طور پر اپنے آپ کو

آپس میں "انگلش" کہتے تھے۔ ابنائے انگلستان سے لیکر خلیج فورتھ تک جزیرے کے

ریاست ہائے ہفت گانہ اس ترکیب کے مفہوم کی غلطی۔

تمام مشرقی حصے میں ان کا عمل دخل تھا۔ جو ذیل کی سات بڑی حکومتوں میں منقسم تھا۔ کینٹ پر جوٹ قابض تھے سیسکس ویسکس اور ایسکس کے مالک سیکسن تھے۔ نارتھمبریا۔ اینگلیا اور مرشیا پر اینگل حکمراں تھے۔ یہ سات حکومتیں بعض دفعہ ہپٹارکی "ریاستہائے ہفت گانہ" کے نام سے موسوم کی جاتی ہیں۔ لیکن ہمیں یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ حکومتوں کے موجودہ مفہوم کے لحاظ سے یہ علاقے کسی مقررہ ضابطے کے پابند تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ انگلو سیکسن قوم ایک آزاد قوم تھی۔ جو علیحدہ علیحدہ دستوں میں اپنے اپنے پسند کے سرداروں کے ہمراہ آئی تھی۔ اور ہر گروہ کی یہی خواہش تھی کہ جو علاقہ جس کے ہاتھ آجائے اس پر قبضہ جما بیٹھے۔ جب تک برطانویوں سے مقابلہ رہا اُن کے جتھوں میں اتحاد رہا۔ لیکن جب اُدھر سے یکسوئی ہوتی تو یہ جماعتیں آپس میں لڑنے لگتی تھیں۔ اور ہر ایک فریق کی یہی غرض و غایت ہوتی تھی کہ وہی سب پر بھاری رہے۔ چنانچہ انگریزوں کے ایک قوم ہونے سے پہلے یہ مختلف حکومتیں بار بار بگڑتی اور نئے سرے سے بنتی رہیں۔

قدیم زمانے کے انگریزی گاؤں

اس زمانے کے تاریخی حالات سمجھنے کے لیئے ہمیں اپنے پردۂ نگاہ پر ایک اجاڑ ملک کا نقشہ کھینچنا چاہیئے۔ جس میں گھنے جنگل کھڑے ہوں۔ بڑی بڑی دلدلیں پھیلی ہوئی ہوں۔ اور میدانوں میں زمین ویران و غیر آباد پڑی ہو۔ زیادہ تر آباد حصوں میں رومیوں کے عہد کی سڑکیں ابھی تک موجود تھیں۔ لیکن مغربی علاقے میں سڑکوں کے قائم مقام صرف وہ تنگ اور دشوار گزار درے تھے۔ جو پہاڑوں میں سے گذرتے تھے کہ برطانویوں نے بھاگ کر یہیں پناہ لی تھی۔ ملک کے مشرقی حصے میں سپاٹ میدانوں پر یا نشیب و فراز والی زمین پر کہیں کہیں کسی انگریزی قبیلے کے گاؤں بسے ہوئے نظر آجاتے تھے۔ جن کے گرداگرد کچھ کھیتی باڑی ہوتی تھی۔ شہروں میں جنھیں رومیوں نے آباد کیا تھا بہت کم لوگ بود و باش رکھتے تھے۔ اور وہ اُجڑتے جاتے تھے۔

رئیس اور رعیت۔

گاؤں کے باشندے اکثر اور قوی ہیکل آزاد لوگ تھے۔ جنھوں نے سمندر کی زندگی چھوڑ کر دیہاتی زندگی نئی نئی اختیار کی تھی۔ سب سے بڑا مکان "ایتھلنگ" یا "آرل" (رئیس) کا ہوتا تھا جو کسی شریف تر گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ اور دوسروں کی بہ نسبت زیادہ اثاثہ والا ہوتا تھا۔ لیکن "کارل" یا زمیندار بھی ایک خاص حیثیت رکھتے تھے۔ یہ طبقہ کمتر درجے کے آزاد اشخاص کا تھا۔ جن میں سے ہر ایک صاحب جائداد ہوتا تھا۔ یعنی اپنے مکان کا مالک آپ ہوتا تھا۔ جسے وہ اپنی مملوکہ زمین پر جو کاشت کے لیئے اسے بحصّہ رسدی دی جاتی تھی۔ تعمیر کرتا تھا۔ ایک طبقہ ایسے لوگوں کا بھی تھا جو مالکان اراضی تو نہ تھے۔ لیکن باقی ہر حیثیت سے آزاد تھے۔ "لیٹ"

خوش باش اور غلام۔

(خوش باش) کہلاتے تھے۔ ان کے علاوہ ایک بہت بڑا گروہ غلاموں کا بھی تھا۔ یہ غلام یا تو مفتوح برطانوی تھے یا وہ اشخاص تھے جو اپنی آزادی بیچ یا کھو بیٹھے تھے۔ ان غلاموں کے آقاؤں کو حق تھا کہ انھیں یا تو خود ملک کے اندر یا غیر ملک میں کسی کے ہاتھ فروخت کر ڈالیں۔ لیکن بحالت مجموعی آبادی کا بیشتر حصّہ آزاد اشخاص سے مرکب تھا۔ جو اپنے مکانوں اور زمینوں کے مالک تھے۔ اور گاؤں کی "موٹ" یعنی

گاؤں کی پنچایت

پنچایت میں رائے دینے کا حق رکھتے تھے۔ پنچایت کا اجلاس ایک مقدس درخت کے نیچے منعقد ہوتا تھا۔ اور اسکے سائے میں لوگوں کے جھگڑے چکائے جاتے تھے۔ اور زمین تقسیم کی جاتی تھی۔ جس شخص سے کوئی جرم سرزد ہوتا تھا اس کے مقدمے کی سماعت اُس کے برابر والے کرتے تھے۔ اور اگر کچھ

حلفی ضمانت اور غیبی آزمائش

معتبر لوگ قسم کھاتے تھے کہ وہ بے خطا ہے تو وہ بری کر دیا جاتا تھا۔ یہ طریقہ حلفی ضمانت کہلاتا تھا۔ اگر اس طور سے اُس کی برأت ممکن نہ ہوتی تو اس کے لیئے غیبی آزمائش کا چارۂ کار موجود تھا۔ جس کی شکل یہ تھی کہ وہ آنکھوں پر پٹی باندھ کر جلتے ہوئے سرخ لوہے پر ننگے پاؤں چلتا تھا۔ یا کھولتے ہوئے پانی میں ہاتھ ڈبو دیتا تھا۔ اگر اسے کوئی گزند نہ پہنچتا تو اعلان کر دیا جاتا تھا کہ وہ بے گناہ ہے۔

سینگ ٹے — ہر گاؤں یا بستی کے گرداگرد ایک بے ڈھنگی سی باڑھ ہوتی تھی جسے "ٹن" کہتے تھے۔ اور اس کے اور دوسری باڑھ کے درمیان غیر آباد زمین کا ایک سرحدی ٹکڑا حائل ہوتا تھا جس پر کسی کو ملکیت کا حق حاصل نہ تھا۔ اگر کوئی اجنبی اس سرحد سے گذرتا تھا تو ایک سنکھ بجا دیا جاتا تھا۔ ورنہ ہر شخص مجاز تھا کہ اسے جان سے مار ڈالے۔ سو سو بستیوں کو ملا کر متعدد حلقے قائم کئے گئے تھے۔ اور یہ حلقے "سینگ ٹے" کہلاتے تھے۔ لوگوں کو جب جنگ کے لیئے یا کسی اہم مسئلے کے تصفیے کی غرض سے جمع ہونے کی ضرورت پیش آتی تھی تو ہر گاؤں کے کچھ آزاد اشخاص مل کر "فوک موٹ" یا قبیلے کی بڑی مجلس منعقد کرتے تھے

مجلس قبائل اور مجلس دانش مندان — جس میں قوم کا سرپنچ منتخب ہوتا تھا۔ سرپنچ کا انتخاب رؤسا میں سے ہوتا تھا۔ اور اس کا کام یہ تھا کہ اپنی قوم کو جنگ کے لیئے طیار کرے۔ دشمن کے مقابلے میں لیجائے یا "وٹن جماسٹ" (دانش مندوں کی مجلس) میں اس کی نمائندگی کرے۔ جہاں قانون بنائے جاتے تھے۔ اور صلح یا جنگ کے فیصلے کیئے جاتے تھے۔ برطانیہ میں انگریزوں کے آنے سے پہلے ہر گروہ اپنے اپنے قبیلے کے سرپنچ کا محکوم ہوتا تھا۔ لیکن اب انھیں ایک غیر قوم کے مقابلے میں باہمی اتحاد پر مجبور ہونا پڑا۔ اس لیئے انھیں ایک بڑے سردار کے انتخاب کی ضرورت پیش آئی جو بمنزلہ بادشاہ کے تھا۔ اور تمام دوسرے گروہوں کے سرداروں سے رتبے میں بڑا تھا۔ لیکن اگرچہ بادشاہ کے پاس چیدہ چیدہ جنگ آزما بہادروں کا ایک دستہ موجود تھا جسے "تھین" (جمعیت رکاب) کہتے تھے۔ پھر بھی مجلس دانشمندان کی منظوری اور تمام قوم کی رضامندی کے بغیر وہ کچھ نہ کرسکتا تھا یہاں تک کہ اسے اپنے ولی عہد کے نامزد کرنے کا بھی اختیار حاصل نہ تھا۔ ہر بادشاہ بذریعۂ انتخاب مقرر ہوتا تھا۔ اگرچہ عام دستور یہی تھا کہ بادشاہ ایک ہی خاندان سے منتخب کئے جائیں۔ اس لیئے کہ لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ خاص خاص خاندان اُن کے لڑائی کے دیوتا "ووڈن" کی نسل سے ہیں۔

بت پرستی — حقیقت یہ ہے کہ اینگل قوم جس کا ہم ذکر کرتے چلے آرہے ہیں

ابھی تک بت پرست تھی۔ اور اگرچہ برطانوی جنھیں اس نے بزور شمشیر مطیع کرلیا تھا۔ مسیحی مذہب رکھتے تھے۔ پھر بھی اُن سے اس نے کچھ نہ سیکھا۔ ہمارے دنوں کے نام ابھی تک ہمارے دلوں میں ہمارے آبا و اجداد کے دیوتاؤں کی یاد تازہ کرتے ہیں "ویڈنسڈے" (چہارشنبہ) اصل میں "ووڈنس ڈے" (دوڈن کا دن) ہے "تھرسڈے" (پنجشنبہ) تھارکا دن ہے۔ جو گرج کا دیوتا تھا۔ فرائڈے" (جمعہ) فریا کا دن ہے۔ جو امن وصلح اور پھلنے پھولنے کی دیوی ہے۔ ایاسٹر موسم بہار کی دیوی ہے۔ اور ہمارا جشن ایسٹر اسی کے نام سے موسوم ہے۔ ان خاص خاص دیوتاؤں اور دیویوں کے علاوہ یہ لوگ پانی پرستیوں۔ جنگل کے بھوتوں۔ زمین اور ہوا میں بسنے والی روحوں۔ دیوتاؤں کے درجے تک پہنچے ہوئے قومی بہادروں اور جادوگرنیوں کو بھی مانتے تھے۔ لیکن قدیم زمانہ کے ان انگریزوں کا اصلی و حقیقی مذہب ان اوہام کی پرستش نہ تھا۔ بلکہ حق انصاف اور آزادی کے جذبات اور موت و زندگی کے اسرار ان کے عقیدے کی جان تھے۔ اور اُن کے خلوص ہی کا نتیجہ تھا کہ جب مسیحی مذہب کی ان میں اشاعت ہوئی تو اس نے انکے دلوں میں گھر کرلیا۔

مسیحیت مسیحی مذہب کی اشاعت انگلستان میں بہت ہی آہستہ آہستہ اور بڑی جد و جہد کے بعد ہوئی۔ پاپائے گریگوری نے جو تاریخ میں اعظم کے لقب سے مشہور ہے اپنی جوانی کے ایام میں ایک مرتبہ چند نوخیز سنہرے بالوں والے لڑکوں کو دیکھا تھا۔ جو روما کے بازار میں غلام بنا کر بیچے جارہے تھے۔ اُن کے حسن و جمال سے متاثر ہوکر اس نے پوچھا کہ یہ کہاں سے آئے ہیں اور جب اسے بتایا گیا کہ یہ اینگل ہیں تو اس کے منہ سے بے اختیار نکلا کہ اینگل نہیں یہ تو "اینجل" (فرشتے) ہیں کہ ان کی شکل و صورت فرشتوں کی سی ہے۔ آگے چل کر جب گریگوری پاپائے روما ہوا تو ان حسین و جمیل بت پرست لڑکوں کی یاد اُس کے دل میں تازہ ہوگئی۔ اور اُس نے ۵۹۶ء میں ایک رومی پادری آگسٹائن نامی کو چالیس مسیحی راہبوں کے ساتھ انگریزوں میں دین عیسوی کی منادی کے لیئے روانہ کیا۔ آگسٹائن کینٹ میں لنگر انداز ہوا۔ جہاں ایک

بادشاہ ایتھلبرٹ حکمراں تھا۔ اور اُس کی شادی ایک فرنگی بادشاہ کی بیٹی برتھا سے ہوئی تھی جو دین عیسوی کی پیرو تھی۔ ایتھلبرٹ اگسٹائن سے جزیرہ تھینٹ میں ملا۔ لیکن اس ڈر سے کہ کہیں یہ پادری اس پر جادو نہ کردے۔ اُس نے ملاقات کے لیئے کھلا میدان تجویز کیا۔ اگسٹائن کی باتوں کو وہ صبر و تحمل سے ٹھنڈے دل

کینٹ میں دین عیسوی کی اشاعت ۵۹۷ء

کے ساتھ سنتا رہا۔ اور آخر دوسری جون ۵۹۷ء کو اپنی قوم کے ایک بڑے حصّہ سمیت کنٹربری کے بڑے پھاٹک کے باہر جہاں اب سینٹ مارٹن کا چھوٹا سا گرجا موجود ہے۔ بپتسمہ لے کر عیسائی ہوگیا۔ اس وقت سے کینٹ کی حکومت مسیحی ہوگئی۔ اور اگسٹائن کنٹربری کا پہلا لاٹ پادری مقرر ہوا۔

نارتھمبریا میں دین عیسوی کی تبلیغ

کینٹ سے یہ نیا مذہب پھیلتا ہوا نارتھمبریا میں پہنچا۔ جہاں کے بادشاہ ایڈون نے ایتھلبرٹ کی بیٹی سے عقد کرلیا۔ اور وہ ایک مسیحی راہب پالاسنس کو اپنے ساتھ اس شمالی سرزمین میں لیتی گئی۔ ایڈون نے اپنی مجلس دانش مندان کا ایک بڑا اجلاس منعقد کیا۔ اور بھری مجلس میں سب نے اس نئے دین کی حقیقت سنی۔ جس نے انھیں بتایا کہ موت کے بعد ایک نئی زندگی بھی آنے والی ہے چنانچہ انھوں نے دین عیسوی قبول کرلیا۔ ایڈون ایک بڑا طاقتور بادشاہ تھا کینٹ کے بادشاہ کے علاوہ باقی تمام بادشاہ اُسے اپنا سرتاج تسلیم کرتے تھے۔ اور اسی لحاظ سے وہ "بریٹوالڈا" یعنی سرداروں کا سردار کہلاتا تھا۔ اُس کی حکومت کا انتظام ایسا اچھا تھا کہ اُس کے زمانے میں ایک معمولی عورت اپنے بچے کو گود میں لیئے ہوئے سمندر کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک بے کھٹکے پوری سلامتی کے ساتھ سفر کرسکتی تھی۔ اور ایسی فسادوں بھری سرزمین میں یہ ایک بڑی بات تھی۔

پنڈا کے ساتھ جنگ ۶۳۳-۶۵۵ء

ایڈون کی عملداری میں ایک بادشاہ البتہ ایسا تھا جو شورش پسند واقع ہوا تھا۔ یہ بادشاہ مرشیا کا حکمراں پنڈا تھا۔ پنڈا کی رعایا ابھی تک بت پرست تھی۔ اور اپنے قدیم دیوتاؤں کو پوجتی تھی

چنانچہ مسیحیت کے خلاف اپنی تمام قوم کو بھڑکا کر اور ایک ویلش بادشاہ کڈوالن کو اپنے ساتھ ملا کر پنڈا نے ایڈون پر چڑھائی کی ہیتھفیلڈ کے مقام پر جو شمالی علاقے میں واقع ہے فریقین کے درمیان ۶۳۳ء میں لڑائی ہوئی۔ اور ایڈون مارا گیا۔ اس کے بعد نارتھمبریا اور مرشیا کی حکومتوں کے درمیان ایک طویل سلسلۂ جنگ شروع ہوا اور جب تک پنڈا زندہ رہا یہ کشمکش جاری رہی۔ آئے دن کی لڑائیوں اور جھڑپوں نے اہل ملک کو پریشان کئے رکھا یہاں تک کہ پنڈا ۶۵۵ء میں مارا گیا اور اہل مرشیا رفتہ رفتہ مسیحی ہو گئے۔ پالائینس اور اس کے ساتھی ایڈون کے مارے جانے پر نارتھمبریا سے بھاگ گئے تھے۔ لیکن نئے مذہب کو قائم اور برقرار رکھنے کے لئے کچھ اور پادری اُن کی جگہ آ گئے تھے۔ اہل آئرلینڈ سو سال پیشتر سینٹ پٹرک کی کوششوں سے مسیحیت کے حلقہ بگوش ہو چکے تھے۔ آئرلینڈ ہی کے ایک راہب نے جس کا نام کولمبا تھا ایک چھوٹے سے پہاڑی جزیرے پر جو اسکاٹلینڈ کے مغربی ساحل پر واقع ہے۔ اور ایونا کے نام سے مشہور ہے تبلیغ دین عیسوی کا ایک مرکز قائم کیا۔ اور یہاں سے اس دین کی منادی کرنے والے انگلستان کے تمام شمالی علاقے میں جانے لگے۔ مانٹروز کے راہب کتھبرٹ نے جو نارتھمبریا والوں میں تبلیغ کرنے کے لئے پاپیادہ پھرا کرتا تھا۔ اور دھٹبی کے چرواہ کیڈمان نے جو انگریزی نسل کا پہلا شاعر ہے۔ آئرلینڈ کے انھیں نیکوکار مسیحی راہبوں کے دبستان میں تربیت پائی تھی۔ لیکن ۶۶۴ء میں کلیسائے مسیحی کے بعض مسائل کے متعلق ان راہبوں اور رومی پادریوں کے درمیان کچھ نزاع پیدا ہو گئی۔ جھگڑے نے طول کھینچا۔ اور معاملہ نارتھمبریا کے بادشاہ آسوی تک پہنچا۔ جس نے رومی پادریوں کے حق میں فیصلہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آئرلینڈ کے اکثر راہب اپنے وطن کو لوٹ گئے۔ اور دین عیسوی کی اشاعت اور تلقین کا کام روما کے پادریوں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ پاپائے روما نے طرسوس کے پادری تھیوڈور کو کنٹربری کا لاٹ پادری بنا کر بھیجا۔ اور اُس نے بشپوں (اسقفوں) کی انتظامی حدود معین کر کے ہر گاؤں یا مجموعہ دیہات کے لیے "پریسٹ" (قسیس)

آئرلینڈ میں دین عیسوی کی منادی ۶۳۴-۶۶۴ء

کلیسائے انگلستان کی تاسیس ۶۶۹ء

مقرر کیے غالباً اسی زمانے میں اوّل اوّل دیہات کے اس دینی مجموعے کو وہ پیرش کلیسائی حلقہ کا نام دیا گیا۔ بعد میں شمالی انگلستان کے لیے یارک کا ایک آرچ بشپ "استقف اعظم یالاٹ پادری) مقرر کیا گیا۔ اور استقف اعظم۔ استقف اور قسیس پنچایتوں میں شریک ہوکر حکومت میں حصّہ لینے لگے۔

شہروں کی ابتداء

اب مسیحی خانقاہیں جلد جلد جا بجا نمودار ہونے لگیں۔ اور راہبوں نے ملک کی اکثر آزاد آبادی کے درمیان سکونت اختیار کر کے انھیں امن اور خاموشی کے ساتھ محنت کرنے اور علم کی عزت کرنے کے آداب سکھانے شروع کیے بڑھئی اور دوسرے پیشہ ور اور اہل حرفہ خانقاہوں اور صومعوں کے نواح میں آباد ہو گئے۔ صومعوں کے پھاٹکوں کے سامنے بازار لگنے شروع ہوئے اور اس طور پر چھوٹے چھوٹے شہروں کا اٹھان ہونے لگا جیرد کی خانقاہ میں جو ڈرہم کے ساحل پر واقع ہے۔ بیڈ نے جو تاریخ انگلستان کا سب سے پہلا راقم ہے۔ اپنی ساری عمر بسر کی اور پردیسیوں کو تعلیم دینے کے علاوہ خاص طور پر اُس نے چھ سو شاگردوں کو عالم بنایا۔ اس

بیڈ ۶۷۳ء–۷۳۵ء

نے پینتالیس کتابیں لکھی ہیں۔ جو سب کی سب لاطینی زبان میں ہیں۔ کچھ کتابیں تو اُس نے اپنے شاگردوں کو پڑھانے کے لیے تصنیف کیں۔ کچھ رسائل انجیل پر تحریر کیے اور ایک مشہور و معروف تاریخ قلمبند کی جو "انگریزی قوم کی کلیسائی تاریخ" کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے مطالعے سے وہ تمام واقعات معلوم ہوتے ہیں۔ جو کینٹ میں اگسٹائن کی لنگر اندازی کے ڈیڑھ سو سال بعد تک پیش آتے رہے۔ بیڈ بڑا نیک طینت اور بردبار واقع ہوا تھا۔ اور اُس زمانے میں جبکہ مختلف چھوٹے چھوٹے حکمراں ایک دوسرے پر غلبہ پانے کے لیے آپس میں کٹے مرتے تھے۔ اور قوم ویلش کے علاقے پر علاقے فتح کرتے چلے جاتے تھے۔ انگریزوں کو بتدریج مہذب اور شائستہ بنانا بیڈ ہی جیسے نیک نفسوں کا کام تھا۔

تمام انگریزوں پر اگبرٹ کی حکومت ۸۰۲ء–۸۳۹ء

جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں اوّل اوّل نارتھمبریا کی حکومت سب سے زیادہ زبردست تھی۔ اس کے بعد شاہ آفا کے

عہد فرمانروائی میں جسے اس کی عظمت و شوکت کے لحاظ سے تاریخ نے "قہرمان" کا لقب دیا ہے۔ اور جس نے ۷۵۷ء سے لے کر ۷۹۵ء تک کا زمانہ پایا ہے مرشیا کا اقتدار غالب ہوگیا۔ آفا نے قوم ویلش کے حملوں کی روک تھام کے لیئے چسٹر سے لے کر چیپسٹو تک ایک عظیم الشان خندق تعمیر کی تھی۔ اور انگریزی پادریوں کی امداد کے لیئے روپیہ بھیجا تھا۔ بالآخر ۸۲۷ء میں اگبرٹ شاہ ویسکس (جو اُس مشہور سردار سرڈک کی نسل سے تھا۔ جس کی سرکردگی میں مغربی سیکسن ۴۹۵ء میں وارد برطانیہ ہوئے) مرشیا اور نارتھمبریا کو فتح کرکے دریائے ٹیمز کے جنوب میں تمام انگریزوں کا بادشاہ اور فرتھ آف فورتھ تک "بریٹوالڈا" (سرداروں کا سردار) ہوگیا۔ کینٹ سسکس اور ایسکس کی ہستی جداگانہ حکومتوں کی حیثیت سے بالکل مٹ چکی تھی۔ اس طور پر تاریخ میں پہلی مرتبہ تمام انگریزی قوم پر ایک بادشاہ کی حکومت قائم ہوگئی۔ آگے چل کر ہمیں معلوم ہوگا کہ آیندہ دو سال تک انگریزی قوم پر سب سے زیادہ اقتدار ویسکس کے بادشاہوں ہی کو حاصل رہا۔

قدیم انگریزی قوم کے بڑے بڑے بادشاہ

کینٹ میں قوم جوٹ لنگر انداز ہوئی (۴۴۹ء) — سسکس میں سکسن آئے (۴۷۷ء) — قوم اینگل نے اکثر اپنی آبادیاں قائم کیں (۵۴۷ء)

چھوٹے چھوٹے بادشاہوں کی حکومتوں کا ایک سلسلہ قائم ہوا جن میں سے خاص خاص حسب ذیل تھے

- **کینٹ** — ۵۹۷ء — ایتھلبرٹ، پہلا مسیحی بادشاہ
- **سسکس - ویسکس - ایسکس** — جانشینان سرڈک یعنی مغربی سکسن بادشاہ — ۸۰۲-۸۳۹ء
  - اگبرٹ (تمام انگریزوں کا بادشاہ)
- **نارتھمبریا** — [illegible] — آئیڈا
  - ۶۸۸-۷۲۶ء — ایڈون، مسیحی حکمران اعلیٰ
- **ایسٹ انگلیا**
- **مرشیا**
  - ۶۲۶-۶۵۵ء — پنڈا — بت پرست
  - ۷۵۷-۷۹۶ء — آفا

اگبرٹ (تمام انگریزوں کا بادشاہ)

۸۳۹-۸۵۸ء — ایتھلولف

- ۸۵۸-۸۶۰ء — ایتھلبالڈ
- ۸۶۰-۸۶۶ء — ایتھلبرٹ
- ۸۶۶-۸۷۱ء — ایتھلرڈ اوّل
- ۸۷۱-۹۰۱ء — الفریڈ اعظم
  - ایتھلفلڈ — مرشیا کی رئیسہ

۹۰۱-۹۲۵ء — ایڈورڈ الملقب بہ ایلڈر (کلاں)

- ۹۲۵-۹۴۰ء — ایتھلسٹن
- ۹۴۰-۹۴۶ء — ایڈمنڈ اوّل
- ۹۴۶-۹۵۵ء — ایڈرڈ

(ایڈمنڈ اوّل کی اولاد)

- ۹۵۵-۹۵۹ء — ایڈوی
- ۹۵۹-۹۷۵ء — ایڈگر الملقب بہ صلح دوست

(ایڈگر کی اولاد)

- ۹۷۵-۹۷۸ء — ایڈورڈ الملقب بہ شہید
- ۹۷۸-۱۰۱۶ء — ایتھلرڈ الملقب بہ مجہول

(ایتھلرڈ کی اولاد)

- ۱۰۱۶ء — ایڈمنڈ الملقب بہ آئرن سائڈ (فولادی پہلو) (صرف سات مہینے بر سر حکومت رہا)
  - ایڈورڈ (جلا وطن رہا)
    - ایڈگر ایتھلنگ
    - مارگریٹ (ملکم ثالث شاہ اسکاٹلینڈ کی ملکہ)
      - ایڈتھ جس کا دوسرا نام مٹلڈا بھی تھا (ہنری اوّل شاہ انگلستان کی ملکہ)
- ۱۰۴۲-۱۰۶۶ء — ایڈورڈ الملقب بہ کنفسر (تائب)

ڈین نسل کے بادشاہ

۱۰۱۷-۱۰۳۵ء — کنوٹ

- ۱۰۳۵-۱۰۴۰ء — ہیرلڈ اوّل
- ۱۰۴۰-۱۰۴۲ء — ہارتھا کنوٹ

۱۰۶۶ء — ہیرلڈ ثانی ارل گاڈون کا بیٹا (جنوری کو مجلس دانشمندان نے اسے بادشاہ منتخب کیا ۱۴ اکتوبر کو ہیسٹنگز کی لڑائی میں مارا گیا)

تیسرا باب

قوم ڈین کے ساتھ انگریزوں کی جد وجہد

انگریز اپنے اندرونی جھگڑوں سے فارغ ہو کر بمشکل امن وامان کی زندگی شروع کرنے پائے تھے کہ اُنھیں ایک نئے خطرے نے آگھیرا۔ جس سے ان کی ترقی ایک طویل عرصے کے لیئے رک گئی گو کہ آخر کار اسی نئے خطرے نے اُن کو متحد کر دیا۔ اور اُن کی مختلف حکومتیں مل کر ایک ہو گئیں۔ تم اُوپر پڑھ آئے ہو کہ جب ٹیوٹن قوم یورپ میں پھیل گئی (دیکھو صفحہ ۱۶) تو اس قوم کے کچھ لوگ شمال کی طرف بڑھتے ہوئے اُن ملکوں میں چلے گئے جو آج ڈنمارک سویڈن اور ناروے کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ لوگ بدستور وحشی اور بت پرست چلے آتے تھے۔ وو ڈن دیوتا کی پرستش کرتے تھے۔ اور شمالی ملکوں کی برفانی اور بنجر سرزمینوں میں بود و باش رکھنے کے باعث انھیں گذر اوقات کے لیئے بڑی سخت جد وجہد کرنی پڑتی تھی۔ جس طرح اُن سے پہلے اُن کے ہم وطن سیکسنوں نے بحری قزاقی کا پیشہ اختیار کر لیا تھا۔ اسی طرح اُنھوں نے بھی کھلے سمندروں میں لوٹ مار مچانی شروع کر دی۔ عرف عام میں وہ اہلِ شمال یا "ڈین" یا "وایکنگ" کے نام سے مشہور تھے۔ اور اس آخری لفظ سے مراد وہ لوگ ہیں جو کھاڑیوں میں رہتے ہوں۔ جزائر آرکنیز اور جزیرۂ مین میں وہ پہلے ہی سے آباد ہو چکے تھے اور ایک طویل کشمکش کے بعد اُنھوں نے آئرلینڈ کے ساحل پر قدم جما لیئے تھے جہاں ڈبلن لمرک اور واٹرفرڈ اُن کے صدر مقام تھے۔ اب اُنھوں نے انگریزوں کو تنگ کرنا شروع کیا کبھی تو مغرب کی طرف وہ قوم ویلش کے ساتھ مل جاتے تھے۔ کبھی مشرقی ساحل پر آ چھاپے مارتے تھے۔ اور کشتیوں پر سوار ہو کر دریاؤں کی راہ سے ملک کے اندر

ڈین قوم یا اہلِ شمال کی ابتدا

اہلِ شمال کے حملے ۷۸۷ء سے ۸۰۲ء تک

سے چلے آتے تھے۔ جہاں اپنا ایک صدر مقام قرار دے کر وہ اس کے گرداگرد مٹی کے
بڑے بڑے دمدمے بنا لیتے تھے۔ ان دمدموں میں سے نکل کر وہ چاروں طرف
قتل و غارت کا بازار گرم کر دیتے تھے۔ شہروں اور خانقاہوں کو آگ لگا دیتے تھے
مردوں اور بچوں کو مار ڈالتے تھے۔ اور عورتوں کو لونڈیاں بنا کر پکڑ لیجاتے تھے ۷۹۴ء
میں اُن کی غارتگرانہ دست برد کی یہ کیفیت تھی کہ جیرو کی خانقاہ پر چھاپہ مار کر اس کا
سب مال و متاع لوٹ لے گئے۔ اور اگبرٹ اگر نارتھمبریا کو زیر کر سکا تو اس کی وجہ
ایک حد تک یہ بھی تھی کہ یہ حکومت اُن کے پے در پے حملوں سے کمزور ہو چکی تھی۔
اوّل اوّل اُن کی چڑھائیاں صرف گرمی کے موسم میں ہوتی تھیں۔ کہ آئے اور لوٹ کا
مال لے کر رخصت ہو گئے۔ لیکن اگبرٹ کی وفات کے بعد جو ۸۳۹ء میں واقع ہوئی
وہ اور زیادہ دراز دست ہو گئے۔ چنانچہ ۸۵۵ء میں جب اگبرٹ کا بیٹا ایتھلولف
برسرِ حکومت تھا۔ وہ جاڑوں بھر جزیرہ شپی میں جو دریائے ٹیمز کے دہانے پر واقع ہے
مقیم رہے۔ ۸۶۶ء میں ایک بہت بڑی ڈین فوج نے مشرقی اینگلیا پر حملہ کیا۔ اور

ایتھلولف شاہ ویلیکس ۸۳۹-۸۵۵ء

دریائے ہمبر کے پار اتر کر یارک پر قبضہ کرنے کے بعد نارتھمبریا
کا تمام جنوبی علاقہ تاراج کر ڈالا۔ یہاں سے جنوب کی طرف بڑھ
کر حملہ آور فوج مرشیا میں ناٹنگھم تک گھستی ہوئی چلی گئی۔ اور تمام علاقہ
پر پوری طرح سے قابض ہو جانے کے بعد تھٹفرڈ واقع نارفاک میں اس نے موسم
سرما بسر کیا۔ اور مشرقی اینگلیا کے بادشاہ ایڈمنڈ کو اس خطا پر ایک درخت سے
باندھ کر تیروں سے چھلنی کر دیا کہ اس نے مسیحی مذہب چھوڑنے سے انکار
کر دیا تھا۔

ایتھلبالڈ۔ ایتھلبرٹ اور ایتھلبرڈ اول شاہان ویلیکس ۸۵۸-۸۷۱ء

نارتھمبریا۔ مرشیا اور مشرقی اینگلیا کے ایک بڑے حصّے کو
فتح کرنے اور ہر جگہ تباہی اور مصیبت پھیلانے کے بعد انہوں
نے ۸۷۱ء میں ویسکس پر چڑھائی کی۔ لیکن ویسکس کچھ منہ کا
نوالہ نہیں تھا۔ یہاں اُن کا مقابلہ برابر کی ٹکر سے ہوا۔ گذشتہ
تیرہ سال کی مدت میں ایتھلولف کے چار بیٹے یکے بعد دیگرے یہاں حکمراں ہوئے
تھے۔ منجھلے بھائی ایتھلبرڈ اول نے اپنے چھوٹے بھائی الفریڈ کی مدد سے دشمن کا

مقابلہ بڑی جواں مردی کے ساتھ کیا۔ ساتھ ہی اُس نے کورنوال اور ویلز میں اپنے ویلشی حریفوں کو نیچا دکھایا۔ اور جزیرہ مونا تک فاتحانہ پیش قدمی کی جس کا نام اڈون شاہ نارتھمبریا نے انگلسی رکھا تھا۔ انگلسی اینگل اور ای سے مرکب ہے۔ ای جزیرہ کو کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے انگلسی کے معنی اینگلوں کا جزیرہ ہوئے۔ لیکن ایتھلرڈ کی ان تمام کوششوں کے باوجود ڈین حملہ آوروں کا پلہ بھاری ہی ہوتا گیا۔ اور جب ۸۷۱ء میں اُسکی وفات پر حکومت کے لیے الفریڈ کا انتخاب عمل میں آیا تو حالت بہت ہی نازک ہو چکی تھی۔

الفریڈ اعظم شاہ ویسکس ۸۷۱ء تا ۹۰۱ء

الفریڈ کی زندگی کے حالات پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ایک نیک دل اور دانشمند شخص مشکلات پر کس طرح غالب آیا کرتا ہے۔ الفریڈ مقام وانیج واقع برکشائر میں پیدا ہوا۔ بچپن ہی میں اُس نے بہت سی پرانی سیکسن نظمیں حفظ کر لی تھیں۔ جو وہ اپنی ماں آسبرگا کو سنایا کرتا تھا۔ ایک دن ماں نے اپنے بچوں کو ایک کتاب دکھا کر کہا کہ اس کتاب کو جو بچہ سب سے پہلے ازبر کر کے فر فر سنا دے گا اُسی کو یہ کتاب بطور انعام کے دی جائے گی روایت لکھی ہے کہ کم سن الفریڈ کتاب لیکر سیدھا اپنے اُستاد کے پاس چلا گیا۔ اور شروع سے لے کر آخر تک کتاب کو حفظ کر ڈالا۔ اور پھر ماں کو سنا کر انعام حاصل کیا۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو ضرور ہے کہ اس وقت الفریڈ کی عمر چار سال سے بھی کم ہو۔ اسلیئے کہ چار سال کی عمر میں باپ نے اُسے روما بھیج دیا تھا۔ اور اس کے بعد پھر اُسے اپنی ماں کی صورت دیکھنی نصیب نہ ہوئی۔ الفریڈ کو روما جانے کا دوسری مرتبہ بھی اتفاق ہوا اور اس دفعہ اس کا باپ اُس کے ساتھ تھا۔ غالباً زمانۂ قیام روما ہی میں اُسے بہت سی وہ مفید معلومات حاصل ہوئیں جو آگے چل کر اُس کے بڑے کام آئیں۔ بیس سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے اُس کی شادی ہو گئی۔ اور بی بی ایسی ملی جس نے اُسے ہمیشہ خوش رکھا۔ لیکن صحت کی خرابی اور مرگی کے دوروں نے اُس کا عیش تلخ کر دیا۔ جب اس ملک کی حکومت کی باگ اُس کے ہاتھ میں آئی جسے ڈین حملہ آوروں کی یورشوں نے ویران کر رکھا تھا تو اُس کی عمر صرف اکیس سال تھی۔

الفریڈ کا بچپن۔

الفریڈ کی خانہ بدوشی ۸۷۸ء

بھائی کو مٹی دیئے ہوئے پورا ایک مہینہ بھی نہ گذرنے پایا تھا

انگلستان
اور
ڈینستان (ڈین لا)

پیمانہ میل

۰ ۲۰ ۴۰ ۶۰ ۸۰

قوم برٹین
قوم ڈین
قوم انگریز
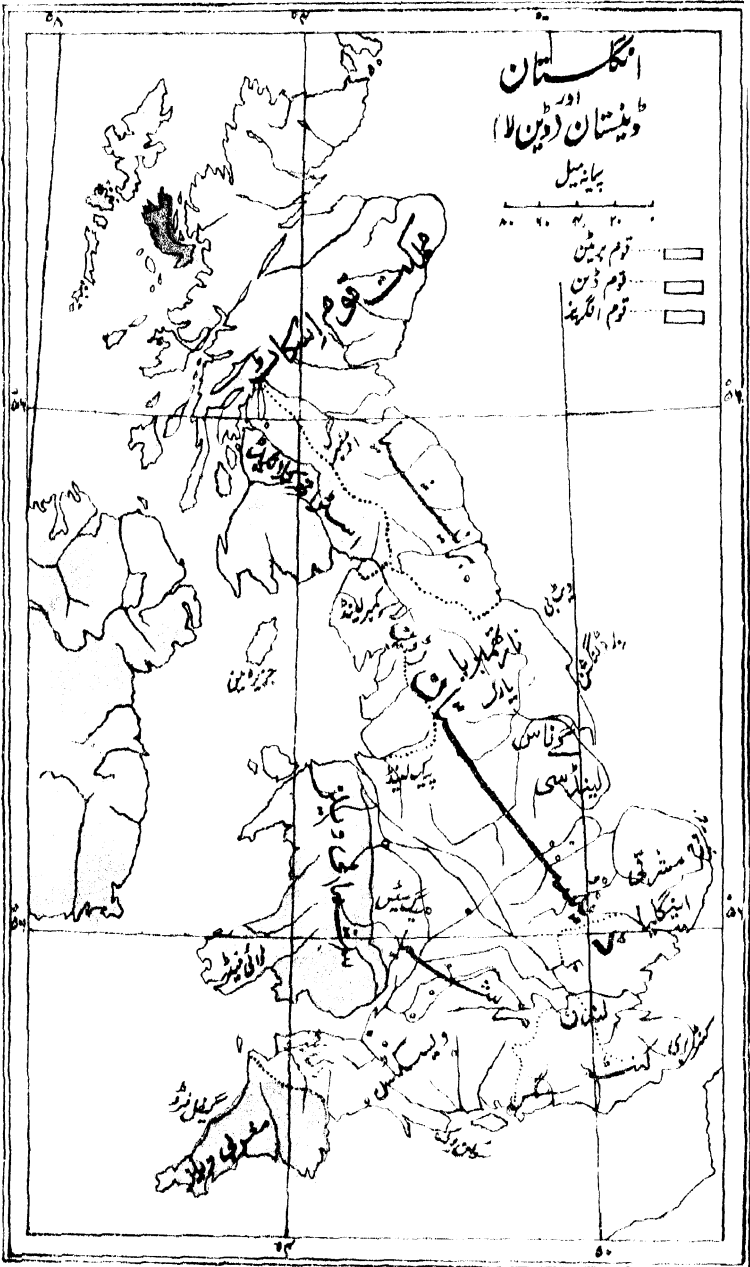
کر اسے ان حملہ آوروں سے جنگ کرنی پڑی جس میں اُس نے شکست کھائی۔ اس کے بعد اُس نے سبھی طرح کے جتن کیے کہ کسی طرح ڈینوں کو نیچا دکھا دے۔ لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ کبھی وہ روپیہ دے کر اُن کو ٹالنے کی کوشش کرتا تھا۔ کبھی اُن سے لڑتا تھا۔ لیکن اُن کے حملے کسی طرح موقوف نہ ہوتے تھے۔ وہ روپیہ لے کر بھی ان گنت تعداد میں سمندروں سے آ آ کر اس کے ملک کو تاخت و تاراج کرتے رہتے تھے۔ ملک کی مصیبتیں اور پریشانیاں ان غارت گروں کے ہاتھوں روز بروز بڑھ رہی تھیں۔ راہب اور قسیس بے خانماں ہو کر جنگلوں میں مارے مارے پھرتے تھے۔ یا اپنا مال و اسباب لے کر برّاعظم یورپ کے ملکوں کی طرف ہجرت کر جاتے تھے۔ رعایا خستہ حال تھی اور ٹکڑے ٹکڑے تک کو محتاج ہو گئی تھی۔ ملک ایک سرے سے دوسرے سرے تک ویران اور برباد ہو گیا تھا۔ اور ویلش قوم کے لوگ جو ابھی تک ایک اچھی خاصی تعداد ویسکس میں آباد تھے۔ ڈینوں سے مل جانے اور اُن کا ساتھ دینے پر تلے ہوئے نظر آتے تھے۔ آخر ۸۷۸ء میں سات سال کی لگاتار لڑائیوں کے بعد چپنہم کے مقام پر جو ولٹ شائر میں واقع ہے۔ الفریڈ کو ایسی کامل شکست ہوئی کہ اُسے بھیس بدل کر سامرسٹ شائر کے جنگلوں اور دلدلوں میں بھاگ جانے پر مجبور ہونا پڑا۔ لیکن اُس کی مردانہ غیرت نے گوارا نہ کیا کہ وہ مرشیا کے بادشاہ کی طرح اپنا ملک چھوڑ کر نکل جائے۔ اور روما میں غریب الوطنی کے دن کاٹ کر اس دنیا سے رخصت ہو جائے۔ اُس کی قوم اس وقت مبتلائے مصیبت تھی۔ اُس کا فرض یہی تھا کہ اس آڑے وقت میں قوم کے کام آئے۔

عہد نامۂ ویڈمور ۸۷۸ء　بیان کیا جاتا ہے کہ اسی بیابان نوردی کے دوران میں الفریڈ نے ایک سور چرانے والے کی جھونپڑی میں پناہ لی تھی۔ اور ایک دن جب وہ چرواہے کی بی بی کے لیے چولھے کے سامنے بیٹھا ہوا روٹیاں پکا رہا تھا۔ تو اس فکر میں کہ اس کا ملک دشمن سے کس طرح نجات پا سکتا ہے۔ ایسا مستغرق ہوا کہ روٹیاں جل کر کوئلہ ہو گئیں۔ روٹیاں تو اکارت گئیں۔ اور گھر والی نے اس پر اُسے ڈانٹ ڈپٹ بھی بہت کی لیکن اُس کی سوچ بچار بیکار نہ گئی چنانچہ اتھلنی میں جو سامرسٹ شائر کی دلدلوں کا ایک جزیرہ ہے۔ اُس نے رفتہ رفتہ چند وفادار رفیقوں کی ایک

جمعیت فراہم کرلی۔ اور موسم بہار میں اپنے ملک کو نئے سرے سے فتح کرنے کے لیئے روانہ ہوا۔ رستے میں لوگ ادھر اودھر سے جوق جوق آ آکر اُس کے جھنڈے تلے جمع ہوتے گئے۔ اور ایک زبردست فوج طیار ہوگئی۔ ادھر سے ڈین اپنا لشکر لے کر بڑھے۔ اور ایڈنگٹن کے مقام پر جو چپنہم کے قریب واقع ہے گھمسان کا رن پڑا۔ ڈین بری طرح سے ہارے۔ اور الفریڈ نے فاتحانہ حیثیت سے ڈین سردار گتھرم کو عہدنامہ ویڈمور پر باقرار صالح دستخط کرنے کے لیئے مجبور کیا۔ اس عہدنامے کی رو سے ڈین پابند ہوئے کہ وہ دریائے ٹیمز سے لے کر ہڈ فرڈ اور ہڈ فرڈ سے چل کر دریائے اَوز کے کنارے کنارے قدیم رومن سڑک واٹلنگ اسٹریٹ اور واٹلنگ اسٹریٹ سے بڑھکر چیسٹر تک کے درمیانی خطوط کو ہرگز عبور نہ کریں گے۔ لیکن اتنا بہت سا علاقہ نکل جانے پر بھی سارے کا سارا نارتھمبریا تمام مشرقی اینگلیا اور مرشیا کا ایک حصہ جو ڈینوں کے پانچ اضلاع کے نام سے مشہور تھا۔ ڈینوں کے پاس رہ گیا۔ اور اس تمام علاقے کو "ڈین لا" کا نام دیا گیا (دیکھو نقشہ نمبر ۲)۔ الفریڈ کے قبضے میں صرف ویسکس اور مرشیا کا ایک حصہ آیا۔ لیکن اُس کی جانبازانہ کوششوں سے یہ نتیجہ ضرور نکلا کہ فساد اور غارت گری کی جگہ امن وامان قائم ہوگیا۔ اور چونکہ گتھرم نے اصطباغ لے کر دین عیسوی اختیار کرلیا تھا۔ اور اُس کے بہت سے سردار بھی اس کے ساتھ بت پرستی چھوڑ کر مسیحی ہوگئے تھے۔ اس لیئے ڈین اور انگریز ملک میں پہلے کی بہ نسبت زیادہ صلح وآشتی کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے۔

الفریڈ کا نظام حکومت	اب الفریڈ کو موقع ملا کہ ویسکس کا انتظام دانائی اور سلیقہ سے کرے۔ اور اپنی حکومت کو مضبوط اور طاقتور بنائے۔

اُس نے انگریزوں کے پرانے قوانین جمع کیئے اور اُن میں دس احکام ربانی اور شریعت موسوی کے بعض ضوابط شامل کر کے مجلس دانش منداں کو آمادہ کیا کہ یہی مجموعۂ قوانین ملک کا قانون قرار دیا جائے۔ اُس کو اس بات کا بڑا خیال رہتا تھا کہ اعلیٰ وادنیٰ امیر وغریب سب کے ساتھ یکساں انصاف کا سلوک کیا جائے۔ جو مسیحی خانقاہیں اور مدرسے بند پڑے تھے۔ اس کے حکم سے ازسرِ نو

کھولے گئے۔ اور متعدد نئے مدارس اور خانقاہیں تعمیر ہوئیں۔ جن میں طالبان علم کو تعلیم دینے کے لیئے اُس نے اطراف واکناف ملک کے اہل علم کو دعوت دی۔ ویلش نسل کا مشہور عالم ایسر اسی گروہ خاص میں شریک ہے۔ جسے الفریڈ کی قدردانی کھینچ لائی تھی۔ ایک مدرسہ محل شاہی میں قائم کیا گیا تھا۔ جس میں امراء کے بچے پڑھتے تھے۔ اس مدرسے کی نگرانی الفریڈ خود کرتا تھا۔ اور ہر آزاد لڑکے کو جسے تحصیل علم کی توفیق تھی اُس کی طرف سے تاکید ہوتی تھی کہ جب تک انگریزی زبان اچھی طرح سیکھ نہ لے کتاب کا مطالعہ برابر جاری رکھے۔ الفریڈ نے بیڈ کی تاریخ اور بعض دوسری تصانیف کا ترجمہ خود انگریزی زبان میں کیا۔ اور طلبہ کے لیئے نصاب تعلیم کا انتخاب بھی خود ہی ترتیب دیا۔ اس کے علاوہ اُس کی نگرانی میں سیکسن قوم کی تاریخ مرتب ہونی شروع ہوئی۔ اور یہ کام سرگرمی سے انجام دیا جانے لگا۔ اس لحاظ سے الفریڈ انگریزی فن ادب کا بانی ہے۔ اس لئے کہ اُس کے وقت تک بجز قدیم سیکسن نظموں اور کیڈمان کے ایک گیت کے باقی تمام کتابیں لاطینی زبان میں تھیں۔

خراج پطرس الفریڈ کی سرگرمیاں تعلیمی امور تک ہی محدود نہ تھیں بلکہ اُنکا دائرہ بہت زیادہ وسیع تھا۔ ملکی اغراض کے لیئے اُس نے اپنی رعایا کو دو گروہوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ جو باری باری سے جنگی خدمات انجام دیتے تھے۔ اور گھر بار کی حفاظت کرتے تھے۔ ایک فوج قلعوں کی حفاظت کے لیئے ہر وقت ہتھیار باندھے طیار رہتی تھی۔ الفریڈ نے متعدد جہاز بھی بنوائے تھے جن سے اس نے ڈینوں کے ایک زبردست بحری حملے کو پسپا کیا اور انھیں جہازوں سے ہمارے انگریزی بیڑے کی ابتدا ہوئی۔ لنڈن کو جو کچھ تو آگ سے جل گیا تھا۔ اور رہا سہا لوٹ مار سے اجڑ چکا تھا۔ اُس نے از سرِ نو بنوایا۔ سیاح اور مسافر اُس کی حوصلہ افزائی سے ناروے یوروشلیم بلکہ ہندوستان تک کا سفر کرتے تھے "پیٹرس پنس" (خراج پطرس)، کی ابتدا اول اول آفا کے زمانے میں ہوئی تھی (دیکھو صفحہ ۲۴) جبکہ اُس نے زائرین روما کے لیئے کچھ رقم امداداً بھیجی تھی۔ الفریڈ کے عہد حکومت میں یہ رقم لوگوں سے سالانہ وصول کر کے پاپائے روما کو بطور خراج بھیجی جانے لگی

چند ہی سال ہوتے ہیں (یعنی ۱۸۶۳ء) کہ سیکسن قوم کے نقرئی سکوں کا ایک دفینہ روما میں برآمد ہوا تھا جن پر الفریڈ کے پوتوں اتھلسٹن اور ایڈمنڈ کا فشان منقوش تھا۔ اپنی رعایا کے لیئے الفریڈ نے اپنی ذات سے جاں فشانی۔ ایثار نفس۔ صبر و تحمل اور زحمت کشی کی مثال قائم کرکے اُن کے دلوں میں ایسا گھر کرلیا تھا کہ اس سے پہلے کسی بادشاہ کو یہ بات نصیب نہ ہوئی تھی۔ اپنے دن رات کے اوقات کو اُس نے فرائض کی بجاآوری کے لیئے تقسیم کر رکھا تھا۔ موٹی شمعیں جو دو گھنٹے میں جل کر ختم ہو جاتی تھیں۔ وقت کا اندازہ بتاتی تھیں کہ فلاں وقت عبادت کرنی چاہیئے۔ فلاں وقت علمی مشاغل میں گذارنا چاہیئے۔ فلاں وقت دوسرے کام کاج میں بسر کرنا چاہیئے۔ الفریڈ کی طبیعت پر مذہب کا رنگ غالب تھا۔ اور اُس نے اپنی اولاد کی تربیت اس طرح کی تھی۔ کہ اُن میں فرائض شناسی کا گہرا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ خدا نے اسے اولاد کثرت سے دی تھی۔ اُن میں سے تاریخ میں دو کا نام مشہور ہے۔ ایک تو اُس کی بیٹی ایتھلفلڈ جس کی شادی ایک امیر کبیر سے ہوئی اور بیوہ ہو کر وہ مرشیا پر حکومت کرتی رہی۔ اور ایک اُس کا بیٹا ایڈورڈ جو ۹۰۱ء میں باپ کے مرنے پر وارث تخت و تاج ہوا۔

الفریڈ کے خاندان کے زیر سایہ انگلستان کا نشو و نما۔

اب ایک نیا دور شروع ہوا۔ اسی سال تک انگریزی قوم اہل شمال کے حملوں سے گویا بالکل ہی محفوظ رہی۔ لیکن پھر بھی ملک میں بہت سی مختلف حکومتیں موجود تھیں جنھیں ایک دوسرے کا اقتدار ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ اس کے علاوہ قوم ویلش جسے انگریز نیچا دکھا چکے تھے مغرب میں اُن کے لیئے خار پہلو بنی ہوئی تھی۔ اور مشرق میں قوم ڈین کا دور دورہ تھا جس کے آگے خود اُن کی حیثیت نیم مفتوحانہ تھی۔ ایسی حالت میں کس طرح ممکن تھا کہ ملک میں امن و امان قائم رہے۔ چنانچہ مرشیا کی رئیسہ ایتھلفلڈ نے اپنے باپ کی وفات کے بعد ہی مردانہ وار تلوار نیام سے نکالی اور ڈینوں کے پانچوں اضلاع ڈاربی لنکن لیسٹر۔ اسٹیمفرڈ اور ناٹنگھم یکے بعد دیگرے فتح کر لیئے۔ اُس کے انتقال پر ایڈورڈ نے "ڈین لا" کا باقی تمام علاقہ تسخیر کیا۔ اور نارتھمبریا کی کل آبادی نے جس میں ڈین اور انگریز دونوں شریک تھے۔ اور

ایڈورڈ (کالان) ۹۲۵ء
ویلز۔ اسٹرتیھکلائیڈ اور اسکاٹلینڈ کے حکمرانوں نے اسے اپنا متحدہ آقا اور فرمانروا تسلیم کرلیا۔

ایتھلسٹن ۹۲۵ء۔
اس سے معلوم ہوگا کہ حقیقت میں سارے ملک کی باگ ایڈورڈ کے ہاتھ میں تھی۔ اُس کا بیٹا ایتھلسٹن جو اس کے بعد تخت پر بیٹھا۔ اکثر اپنے آپ کو شہنشاہ برطانیہ کہا کرتا تھا۔ پھر بھی ایتھلسٹن کو قوم اسکاٹ اور اسٹرتیھ کلائیڈ کے ویلش باشندوں کے مقابلے میں جو ڈینوں کے ساتھ مل کر اُس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ سخت وقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن دریائے ہمبر کے شمال کی جانب برونن برا کی مشہور لڑائی میں اُس کے ان حریفوں کو شکست ہوئی۔ ایڈمنڈ ایڈرڈ اور ایڈدی کی عمر بھی جو ایتھلسٹن کے بعد مسند حکومت پر بیٹھے۔ اور رشتے میں ایڈورڈ کے بیٹے اور پوتے ہوتے تھے اپنے مختصر عہد میں چاروں طرف سے شورشوں اور بغاوتوں کا مقابلہ کرتے گذری۔ آخر کار جب ۹۵۹ء میں ایڈدی کا بھائی اور الفریڈ کا پرپوتا ایڈگر تخت نشین ہوا۔ تو ملک کو بیس سال کے لیئے امن نصیب ہوا۔

قوم کی حالت۔
اس امن و امان کی بڑی وجہ ایک نہایت ہی بیدار مغز شخص کی قابلیت تھی۔ جس کا نام ڈنسٹن تھا۔ ڈنسٹن ۹۲۵ء میں بمقام گلیسٹن بری پیدا ہوا تھا۔ اور ایڈگر کی سلطنت کے انتظام میں اسی کے دانشمندانہ مشورے دخیل تھے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ایڈگر جس قوم پر حکمراں تھا اُس کی نوعیت اور حیثیت کیا تھی۔ اس لیئے کہ اس مدت میں رفتہ رفتہ نظام مملکت کے اندر بہت سی تبدیلیاں پیدا ہوگئی تھیں۔ بادشاہ کی قوت زمانۂ سابق کے بہ نسبت بہت کچھ بڑھ گئی تھی۔ گاؤں کے سینکڑے اب حلقے بن گئے تھے۔ ہر حلقہ "شائر" کہلاتا تھا۔ جو بادشاہ کے ایک خاص افسر کے سپرد ہوتا تھا۔ جسے "شائرریو" کہتے تھے۔ موجودہ انگریزی لفظ "شیرف" جس کے معنی عامل کے ہیں۔ اسی سے نکلا ہے۔ اس

شاہی عامل۔
عامل کا کام یہ ہوتا تھا کہ شاہی محصولات وصول کرے اور سرپنچ اور اسقف کے ساتھ کہ اس کا تقرر بھی ہمیشہ بادشاہ کی طرف سے عمل میں

آتا تھا۔ حلقے کی پنچایت میں شریک ہو۔ رکاب کی فوجی جمعیت کی تعداد میں بھی اضافہ ہوگیا تھا۔ اور چونکہ بادشاہ اُنھیں علاقۂ صرف خاص سے جاگیریں دیتا تھا۔ اس لیئے جنگی خدمت کے لیئے وہ اُنھیں ہر وقت طلب کرسکتا تھا۔ رکاب کے انھی سرداروں سے امرا کا ایک نیا طبقہ پیدا ہوگیا جنھیں درجۂ امارت قدیم روسا کی طرح کچھ اس وجہ سے حاصل نہ تھا کہ وہ قدیم خاندانی روسا کی نسل سے تھے۔ بلکہ اس لیئے کہ بادشاہ نے اُنھیں امیر بنادیا تھا۔ زمینداروں کی حیثیت میں بھی ایک نمایاں تغیر واقع ہوگیا تھا جن دنوں ملک میں شورش برپا تھی۔ زمینداروں کو اپنے گھر بار کی حفاظت میں بڑی مشکل پیش آیا کرتی تھی۔ اس لیئے اُنھوں نے اپنی بھلائی اسی میں سمجھی۔ کہ کسی ایسے شخص کی حمایت میں آجائیں جو ان سے زیادہ دولت مند اور طاقتور ہو۔ شہروں میں اس قرارداد کی چنداں ضرورت پیش نہ آنے پائی۔ اس لیئے کہ شہروں نے قیام امن کے لیئے انجمنیں قائم کرلی تھیں۔ اور خطرے کے وقت ان انجمنوں کے ارکین دشمن کا مقابلہ دوش بدوش ہوکر کرتے تھے۔ لیکن دیہات میں اکثر درجے کے آزاد اشخاص ایک نہ ایک امیر کی پناہ میں آکر اُس کی رعایا بنتے گئے۔ امیر اس پناہ دہی کا معاوضہ اُن سے خاص خاص خدمات کی شکل میں لیتا تھا۔ اور انھیں "ولین" کہا جاتا تھا۔ "ولین" لاطینی لفظ "ویلنس" سے مشتق ہے۔ جس کے معنی کاشتکار کے ہیں۔ اُن کا آقا "ہلافورڈ" یا لارڈ کہلاتا تھا جس سے مراد اُن داتا ہے۔ لیکن بحیثیت مجموعی اُن کی حالت کچھ ایسی بری نہ تھی وہ اپنے مکانوں کے آپ مالک تھے۔ ان کے دسترخوان پر کھانے کو جو کی روٹی۔ شہد۔ مچھلی ترکاری اور میوہ اور پینے کو چھاچھ ہوتی تھی۔ اُن کی حیثیت میں فرق صرف اسقدر آیا تھا کہ سابق میں اُنھیں گاؤں کی پنچایت کی طرف سے زمین استحقاقاً ملتی تھی۔ ہر شخص پنچایت میں پوری آزادی کے ساتھ رائے دے سکتا تھا۔ اور کسی کے آگے سر نہ جھکاتا تھا۔ برخلاف اس کے اب اُنھیں زمین اپنے "ان داتا"

جمعیت رکاب کی اہمیت میں اضافہ۔

انجمن ہائے امن

زمیندار حیثیت میں گھٹ کر کاشتکار رہ گئے۔

کی طرف سے ملتی تھی۔ اپنی زمین چھوڑ کر وہ کسی دوسری جگہ سکونت اختیار نہ کر سکتے تھے۔ اور ملک کی حکومت میں اس کی وساطت کے بغیر انھیں بہت ہی کم دخل تھا۔ بلکہ بالکل نہ تھا۔

شمالی علاقہ کے سفید پوش

پھر بھی ابھی تک بہت سے ایسے زمیندار باقی تھے جو اپنی اپنی زمینداریوں کے اندر آزادانہ حیثیت سے رہتے تھے۔ اُن کے مرد سوتی قمیص نیلا کار چوبی کوٹ اور چمڑے کے جوتے پہنے ٹانگوں پر سوتی پٹیاں باندھے کھیتوں میں اپنے مزدوروں اور غلاموں سے کام لیتے اور گھر کی مالکہ بوٹیدار گون میں ملبوس باریک پارچہ کا نقاب منھ پر ڈالے اپنی اصیلوں سے کام لیتی تھی۔ جو یا تو زنانے میں بیٹھی ہوئی چرخہ کاتا کرتی تھیں یا باورچی خانے کے کام کاج کے علاوہ خانہ داری کے دوسرے فرائض بجالاتی تھیں۔ متوسط طبقے کے یہ زمیندار اب بھی ویسے ہی آزاد تھے جیسے قدیم زمانے میں۔ اور آگے چل کر جفاکش محنتی زمینداروں کا جو طبقہ یئومین (سفید پوش) کے نام سے مشہور ہوا۔ وہ انھیں کی نسل سے تھا۔ اُن کے گھروں میں بسا اوقات وہی ٹھاٹھ نظر آتا جو خود امرا کے گھروں میں پایا جاتا تھا۔ آقا اور نوکر دیوان خانہ کی لمبی میز پر ایک ساتھ مل کر کھانا کھاتے تھے اور اس میں گاے اور دنبے کا گوشت اور جو کی میٹھی اور کڑوی شرابیں ہوتی تھیں کسی شخص کو یہ حق حاصل نہ تھا کہ اُن سے کوئی خدمت لے یا اُن کی آزادی کو محدود کرے۔ یہ آزاد سفید پوش زمیندار زیادہ تر انگلستان کے شمالی علاقے میں بودوباش رکھتے تھے۔ اور اپنے مذہبی پیشواؤں کی سرکردگی میں اکثر ان کی جھڑپ جنوبی علاقے کے بڑے بڑے امرا سے ہوا کرتی تھی۔ جو کاشتکاروں کی ایک بڑی تعداد کے مالک ہو جانے سے رفتہ رفتہ بہت زبردست ہو چلے تھے۔

امرا اور اساقف۔

امرا کا وقت اپنی اپنی جاگیروں میں بے کاری اور بسا اوقات آوارگی میں کٹتا تھا۔ اُن کی کاشتکار رعایا اُن کے سبھی طرح کے کام آتی تھی۔ وہ زمین جوتتی تھی۔ بڑھئی اور لوہار اور موچی کا کام کرتی تھی۔ یا غلاموں کی حیثیت سے پرورش پا کر بیچ ڈالی جاتی تھی۔ اُن کے دسترخوان پر

پلے ہوئے جانوروں اور شکار کا گوشت بافراط موجود ہوتا تھا۔ پینے کو عمدہ قسم کی شراب بکثرت ہوتی تھی امن کے زمانے میں کتے کا شکار۔ باز کا شکار۔ کشتی اور گھوڑ دوڑ اُن کے خاص خاص دل بہلاؤ کے سامان تھے۔ امیرزادیاں چرخہ کاتتی یا کشیدہ کاڑھتی تھیں۔ اور امرا کے آبائی دیوان خانوں میں مطرب گانا سنا کر یا خانہ بدوش مداری اور نٹ اپنے کرتب دکھا کر اہل محفل کا دل بہلاتے تھے۔ جنگ کے ایام میں امرا بادشاہ کا حکم پا کر جمع ہو جاتے تھے۔ اور اس وقت مجلس دانشمنداں میں ان کی اور اساقفہ کی آواز سب پر غالب ہوتی تھی اُنھیں اختیار حاصل تھا کہ بادشاہ کو منتخب کریں۔ یا تخت سے اتار دیں۔ دادرسی کریں۔ عہدناموں کی تکمیل۔ اراضی کی تقسیم اور سلطنت کا انتظام کریں۔ اس طور پر رعایا اور بادشاہ کے درمیان حاجب ہونے کی حیثیت سے امرا اور اساقفہ کا رسوخ بہت بڑھ گیا۔ اور صرف لندن اور ونچسٹر کے بڑے شہر (جہاں دانش مندوں کی مجلسیں منعقد ہوتی تھیں اور لوگوں کو شرکت کا موقع ملتا تھا۔) ایسے رہ گئے جن میں عام آزاد اشخاص کی آواز ابھی تک سنی جاتی تھی۔ تمام مشرقی ساحل کے کنارے کنارے ڈینوں اور انگریزوں کی آبادی کے مخلوط ہو جانے کے باعث الفریڈ کے زمانے کے بعد ملک کی حالت میں ایک اور بہت بڑی تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ ڈین فاتحانہ حیثیت سے آکر آباد ہوئے تھے۔ اس لیئے وہ ہرگز اس بات کے روادار نہ ہو سکتے تھے کہ اُنکے حقوق میں کسی قسم کی دست اندازی کی جائے۔ چنانچہ بجز بادشاہ کے وہ اور کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ اور جب کوئی بات اُن کی مرضی کے خلاف ہوتی تھی تو خود بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنے سے بھی نہ رکتے تھے اس طور پر شمال کی آزاد آبادی کی طرح ان کا طبقہ بھی الگ تھلگ اور آزاد واقع ہوا تھا۔

انگریزوں اور ڈینوں کی مخلوط آبادی۔

ڈنسٹن کی حکومت

ملک کی حالت کا یہ عام نقشہ تھا کہ ڈنسٹن جس کی ابھی مسیں ہی بھیگنے پائی تھیں۔ ایتھلسٹن کے دربار میں آیا۔ لیکن تنگ چشم امراء دربار نے جو اُس کے علم اور قابلیت کے باعث اُس کے حاسد ہو گئے تھے۔ اُسے وہاں ٹکنے نہ دیا۔ ایک شدید مرض میں مبتلا ہونے کے بعد ڈنسٹن

نے دنیا چھوڑ دی۔ اور رہبانیت اختیار کر لی۔ ایڈمنڈ نے اسے گلیسٹن بری کی خانقاہ کا راہب اعظم مقرر کیا۔ اور جب وہ آگے چل کر بادشاہ کا وزیر ہو گیا۔ تو ملک کے انتظام میں اُسنے اپنی لیاقت کے جوہر دکھائے پہلے اُس نے قوم اسکاٹ کے بادشاہ میلکام کو کمبرلینڈ کا علاقہ دے کر اپنا دوست بنا لیا۔ اور اس دوستی کا یہ نتیجہ ہوا کہ ڈینوں کو میلکم کی طرف سے کوئی کمک نہ ملنے پائی۔

ایڈمنڈ ۹۴۰ء
ایڈرڈ ۹۴۶ء
ایڈوی ۹۵۵ء

اس کے بعد اُس نے ڈینوں کو بھی اس بات کی اجازت دے کر خوش کر دیا کہ وہ اپنے قومی رسم و رواج اور قوانین اختیار کر سکتے ہیں۔ امیروں اور غریبوں کے ساتھ وہ بلا رو رعایت ایک سا سلوک کرتا تھا۔ اور اُس کے اس ناطرفدارانہ طرزِ عمل سے پریشان حال ملک میں تھوڑا بہت انصاف قائم ہو گیا تھا۔ ایڈمنڈ کو ۹۴۶ء میں ایک باغی نے جس کا نام لیاف تھا قتل کر دیا۔ اور اس کے بعد ایڈرڈ تخت پر بیٹھا۔ ڈنسٹن اس کے عہد میں بھی برابر منصب وزارت پر فائز رہا اور اگرچہ ایڈرڈ کے جانشین ایڈوی نے اس بات پر ناراض ہو کر کہ ڈنسٹن نے بادشاہ کو رشتہ کی ایک عورت کے ساتھ نکاح کرنے سے روکا تھا جلاوطن کر دیا۔ لیکن جب ۹۵۹ء میں ایڈگر جس کی عمر اس وقت صرف چودہ سال تھی۔ تخت پر بیٹھا تو ویسکس کی مجلس دانش منداں کے فیصلے سے قلمدان وزارت پھر ڈنسٹن کے سپرد ہوا۔

ایڈگر الملقب بہ صلح دوست
۹۵۹ء-۹۷۵ء

کنٹربری کے استقف اعظم ہونے کی حیثیت سے ڈنسٹن کا زمانۂ حکومت وہ زمانہ ہے جس میں اہل ملک رفتہ رفتہ ترقی کر کے ایک قوم بن گئے۔ ایڈگر "صلح دوست" کے لقب سے ملقب ہوا۔ اور جہاں ایڈگر کے قوانین کی دانش مندانہ اور منصفانہ یاد کئی نسلوں تک قائم رہی۔ وہاں اس کے عہد فرمانروائی میں ملک سب سے پہلی مرتبہ انگلالینڈ کے نام سے موسوم ہوا یعنی وہ سرزمین جس میں انگل یا انگریز بستے ہیں۔ نارتھمبریا کا شمالی حصّہ جو لوتھین کہلاتا ہے۔ کینتھ شاہ اسکاٹلینڈ کو دے دیا گیا جو اس پر ایڈگر کی طرف سے حکمراں ہوا اور اس طور پر شمال کی

سنو رہ پشت آبادی رام کرلی گئی۔ اسکاٹلینڈ کے بادشاہ بھی اب زیادہ تر میدانی علاقوں میں رہنے لگے اور ایڈنبرا اسکاٹلینڈ کا پائے تخت ہوگیا۔ ویلز کے سرکش بادشاہ اڈوال کو سر اطاعت خم کرنا پڑا۔ اور اُس کی طرف سے تین سو بھیڑیوں کے سر ہر سال بطور خراج کے وصول ہونے لگے دوسری قوموں کے ساتھ تجارت کا سلسلہ اب ترقی کر چلا رہزنوں اور غارت گروں کی دست برد سے مال تجارت کو بچانیکے قوانین نہایت سخت تھے۔ اور ایڈگر نے جہازوں کے تین بیڑے خاص اس کام پر لگا رکھے تھے کہ ساحل کو شب و روز ڈین قوم کے بحری قزاقوں کی دست درازی سے بچاتے رہیں تاکہ فرانس اور جرمنی کے سوداگر اپنا مال لے کر صحیح و سلامت لندن پہنچ سکیں۔ لندن میں اہل حرفہ نے اپنی مخصوص انجمنیں قائم کرنی شروع کیں۔ کلیسائی حلقے متحد ہو کر "وارڈ" (صدر حلقے) بن گئے۔ ہر صدر حلقے کا انتظام ایک سرپنچ سے متعلق ہوگیا۔ اور ہر "برا" یعنی قصبہ کے مکان داروں کی طرف سے یہ مطالبہ ہونے لگا کہ انھیں اپنے اوپر آپ حکومت کرنے کا حق حاصل ہے۔

لوتھیئن کا علاقہ اسکاٹلینڈ والوں کو دیدیا گیا۔

ترقی تجارت۔

ڈنسٹن نے تعلیم میں نئے سرے سے جان ڈالی۔ اور کوشش کی کہ خانقاہوں اور مدرسوں میں راہب زیادہ تر پاکبازانہ زندگی بسر کریں۔ اور شاگردوں کو زیادہ محنت اور شوق سے درس دیں۔ لیکن کلیسا کی حمایت میں اس کی یہ سرگرمی انجام کار حکومت سے اس کی برطرفی کا باعث ہوئی۔ اگرچہ متاہل پادریوں کو اُس نے اپنے اپنے منصبوں پر برقرار رہنے دیا تھا۔ پھر بھی اُس کی کوشش یہی تھی کہ قانون تجرد کو اُن میں از سر نو رواج دیا جائے چنانچہ ویران شدہ خانقاہوں کو جو رہبانیت کی کمیں گاہیں تھیں نئے سرے سے بنوا کر اُس نے راہبوں کے ساتھ خاص رعائتیں کیں اور ایڈگر کو اس بات پر آمادہ کیا کہ جو زمینیں ان سے لے لی گئی تھیں۔ بحال کر دی جائیں۔ اس سے عام طور پر بڑی بددلی پھیل گئی۔ اور جب ایڈگر کی وفات پر اُس کا کم سن بیٹا ایڈورڈ چار سال کے قلیل عہد حکومت کے بعد اپنی سوتیلی ماں ایلفرتھ کے حکم سے

ایڈورڈ الملقب بہ شہید سنہ ۹۷۵-۹۷۹ء۔

مارڈالا گیا تو فوج رکاب کے سرداروں نے ایلفرتھ کے خردسال بیٹے ایتھلرڈ کو تخت پر بٹھایا۔ اور سلطنت کی باگ ایلفرتھ اور اُس کے منھ لگے سردار ایتھلوائین کے ہاتھ آگئی۔ ڈنسٹن کنٹربری میں جاکر گوشہ نشین ہو گیا۔ اور نو سال بعد وہیں اُس نے وفات پائی۔

ایتھلرڈ الملقب بہ مجہول ۱۰۱۶-۹۷۹ء

بدنصیب انگلستان پر پھر مصیبتوں اور پریشانیوں کا دل بادل چھا گیا۔ ایتھلرڈ کو تاریخ نے "مجہول" کا خطاب دیا ہے۔ اور "خود رائے" بھی کہا ہے۔ کیونکہ وہ دوسروں کے مشورے پر کبھی عمل نہ کرتا تھا۔ اور اپنی ہی رائے پر چلتا تھا۔ جب وہ بڑا ہو کر فرمانروائی کے قابل ہوا تو اپنے کلیسائی مشیروں سے جھگڑ کر اُس نے من مانی حکومت کا ڈول ڈالا اور اس فکر میں ہوا کہ فوج رکاب کے سرداروں کی طاقت کو کچل ڈالے۔ لیکن اُن کی طاقت بہت بڑھی ہوئی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں پھر متعدد چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم ہو گئیں۔ جو بڑی آسانی سے ڈین حملہ آوروں کا لقمہ بن سکتی تھیں۔ چنانچہ ڈنمارک اور ناروے کے بادشاہ سوین (یا سویجن) اور اولف ایک ٹڈی دل لیے ہوئے آئے اور ملک اِن غارت گروں کے حملوں کا پھر تختۂ مشق بن گیا۔ اس میں شک نہیں کہ اگر انگریزوں پر اس وقت کوئی اچھا بادشاہ حکمراں ہوتا تو وہ دشمن کی مدافعت ضرور پوری کامیابی کیساتھ کرلیتے۔ اسلیئے کہ ہم مشرقی سیکسنوں کے سردار برتھ ناتھ

ڈین قوم کا دوسرا حملہ

الملقب بہ "پیر مرد" کی جانبازی کا افسانہ نہیں بھولے جس نے ڈینوں کا مقابلہ کیا اور ۹۹۱ء میں مالڈن کی مشہور جنگ میں لڑتے لڑتے مارا گیا۔ لیکن ایتھلرڈ نے کیا تو یہ کیا کہ "ڈین گلڈ" (ڈینوں کا خراج) کے نام سے زمین پر ایک محصول لگا دیا اور پہلے تو سولہ ہزار پونڈ کے برابر رقم دے کر انھیں ٹالا۔ پھر چند سال بعد چوبیس ہزار پاؤنڈ کا مزید نذرانہ پیش کر کے کچھ عرصے کے لیئے اُن کی پیشقدمی کو روکا۔ اس کے بعد اُس نے نارمنڈی کے ڈیوک (امیر الامرا) رچرڈ کی بیٹی ایما سے اس اُمید پہ شادی کی کہ قوم نارمن اُس کی دستگیری کرے گی۔ جب یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی تو اُس نے بدرجۂ اخیر یہ حیلہ سوچا کہ مجلس دانش منداں کو ڈینوں کے قتل عام پر آمادہ کرے مجلس پہلے ہی ان سے خار کھائے بیٹھی تھی۔ ایتھلرڈ کا اشارہ جلتی آگ پر تیل ہو گیا

اور مجلس کے خفیہ احکام کی بنا پر سینٹ برائس والے دن ۱۳ نومبر ۱۰۰۲ء کو کثیر التعداد ڈین تلوار کے گھاٹ اتار دیے گئے۔

سلطنت کے لیے جدوجہد

جو لوگ قتل ہوئے تھے ان میں سوین کی بہن گن ہلڈ اور گن ہلڈ کا خاوند اور بیٹا بھی شامل تھا۔ سوین کو جب اس واقعے کی خبر ملی تو اُس نے قسم کھائی کہ ان کا انتقام لے کر رہوں گا۔ چنانچہ ایک بہت بڑی فوج لیکر وہ انگلستان پر حملہ آور ہوا۔ اور اُس کے پیچھے ہی پیچھے ارل تھرکل ڈینوں کا ایک زبردست جتھا لیئے ہوئے آپہنچا۔ دونوں نے ملکر ملک بھر میں لوٹ مار مچادی اور کنٹربری کا اسقف اعظم الفیج بڑی بیدردی سے ڈینوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ ایتھلرڈ نے دو مرتبہ اور اپنے دشمنوں کو روپیہ دے دلاکر ٹالا۔ لیکن انگریز اُس کے ظلم وستم سے تنگ آ گئے تھے۔ نارتھمبریا اور مرشیا کی حکومتیں سوین کے ساتھ مل گئیں اور ویسکس کے فوجی سردار بھی اُس کے مطیع ہو گئے۔ ایتھلرڈ اب اپنے اہل وعیال سمیت بھاگ کر نارمنڈی چلا گیا۔ اور سوین ملک کا بادشاہ ہوگیا۔ یہ سچ ہے کہ ایک مہینے بعد جب سوین نے وفات پائی تو ایتھلرڈ پھر واپس آگیا لیکن اب سوین کا بیٹا نوٹ اُسکے مقابلے کے لیئے موجود تھا۔ دو سال دونوں میں کشمکش ہوتی رہی۔ آخر ۱۰۱۶ء میں ایتھلرڈ کا انتقال ہوگیا۔ لندن کے باشندوں نے ایتھلرڈ کی وفات پر اُسکے بیٹے ایڈمنڈ کو جسکا

ایڈمنڈ الملقب بہ فولاد پہلو صرف سات مہینے حکومت کرنے پایا ۱۰۱۶ء۔

لقب فولاد پہلو ہے اپنا بادشاہ منتخب کیا لیکن انگلستان کی باقی تمام آبادی کی طرف سے نوٹ بادشاہی کے لیئے تجویز ہوا۔ ایڈمنڈ بڑی بہادری سے لڑا اور چند فیصلہ کن لڑائیوں کے بعد سلطنت اُس کے اور نوٹ کے درمیان تقسیم ہوگئی لیکن سات مہینے کی حکومت کے بعد اُسکا رشتۂ حیات منقطع ہوگیا۔ اور ڈینوں اور انگریزوں نے بالاتفاق نوٹ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا۔

نوٹ ۱۰۱۷ء سے ۱۰۳۵ء۔

چھتیس سال کی پریشان کن جدوجہد کے بعد رعایا کو اب پھر ایک زبردست حکمران نصیب ہوا۔ اور اٹھارہ سال تک ملک میں امن وامان کا دور دورہ رہا۔ نوٹ نے جی میں ٹھان لی تھی کہ ملک پر اس انداز سے حکومت کریگا جس سے لوگوں کو معلوم ہو کہ انکا بادشاہ گویا ایک انگریز ہے۔ اگرچہ اپنے عہد

فرماں روائی کے شروع میں جبکہ اُس کا تخت محفوظ نہ تھا۔ وہ بہت سختی اور بے رحمی کرتا رہا لیکن آگے چل کر اُس نے اپنے انصاف اور دانش مندی سے لوگوں کے دل میں گھر کر لیا۔ جس طرح تمام انگریزی نسل کے بادشاہوں کا قاعدہ تھا کہ تخت و تاج انھیں اپنی قوم کی مجلس دانش مندان کی طرف سے ملا کرتا تھا۔ اسی طرح اُس نے بھی یہ امانت مجلس ہی سے حاصل کی۔ ملک میں اُس نے ایڈگر ہی کے قوانین قائم رکھے اور ایتھلرڈ کی بیوہ ایما کے ساتھ نکاح کر کے رعایا کو اور زیادہ اپنا گرویدہ کر لیا۔ ادھر ڈین بھی خوش تھے کہ اُن کا بادشاہ انھیں کی نسل سے ہے۔ نوٹ نے انگلستان کو چار صوبوں میں تقسیم کر دیا جن کے حاکم "اَرل" یا "جارل" کہلاتے تھے۔ ڈین زبان میں یہ منصب

امن و امان کے اٹھارہ سال

انگریزی کا منصب "ایلڈرمین" (رئیس یا سردار) کا ہم معنی ہے۔ مرشیا نارتھمبرلینڈ ویسکس اور مشرقی اینگلیا کے ان چاروں علاقوں پر انگریز حاکم مامور ہوئے تھے جن میں سب سے زیادہ طاقتور دو امرا تھے۔ ایک تو مرشیا کا امیر لیافرک اور ایک ویسکس کا امیر گاڈون جو نوٹ کا وزیر تھا اور بادشاہ کی بھتیجی بیاہا بھی گیا تھا۔ نوٹ نے اپنی ڈین فوج برطرف کر دی اور جنگی ضرورت کے لیے صرف خاص کی ایک جمعیت رہنے دی۔ انگریزوں کی وفاداری پر اُسے اس درجہ بھروسا تھا کہ جب اُس نے ڈنمارک پر چڑھائی کی تو انگریزی سپاہ اپنے ہمراہ لیتا گیا۔ ملک میں اب امن قائم تھا۔ لوگ فراغت اور اطمینان سے دلدلوں کی صفائی اور جنگلوں کی کاٹ چھانٹ میں مصروف ہو گئے۔ زمینوں میں کاشت کرنے لگے۔ اور تجارت اور صنعت و حرفت کو ترقی دینے لگے۔ ویلش اور انگریز غلاموں کی خرید و فروخت کا جو شرمناک سلسلہ جاری تھا۔ اُس کی روک تھام کے لئے بھی ایلڈرڈ کی طرح نوٹ نے بہت کوششیں کیں۔ لیکن اس میں وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ باوجودیکہ بردہ فروشی کی قانوناً ممانعت تھی۔ اور پادری بھی لوگوں کو وعظ و نصیحت کے ذریعے سے سمجھاتے تھے کہ انسان کا لونڈی غلام بنا کر بیچا جانا بُری بات ہے۔ لیکن پھر بھی نوعمر مردوں اور عورتوں کے کھیپ کے کھیپ برسٹل سے جہازوں میں بھر کر روانہ کئے جاتے تھے اور آئرلینڈ میں ڈینوں کے ہاتھ فروخت کر دیے جاتے تھے۔

اگر نوٹ کے دونوں فرزند ہیرلڈ اور ہارتھا نوٹ عاقل و دانا ہوتے تو ان کا

ہمیں سلطنت اس قدر جلد ڈین بادشاہوں سے خالی نہ ہو جاتا لیکن ان دونوں نے اپنے قلیل زمانۂ حکومت میں رعایا پر وہ ستم ڈھائے کہ چند ہی روز میں ملک میں خاک اڑنے لگی

ہیرلڈ اول ۱۰۳۵ تا ۱۰۴۰ء
ہارتا نوٹ ۱۰۴۰ تا ۱۰۴۲ء

اور اہل برطانیہ کو جو ڈین بادشاہوں سے نفرت تھی اس کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب ہارتا نوٹ ۱۰۴۲ء میں ایک تقریب ولیمہ کے موقع پر دفعتہً گر کر فوت ہوا تو اُس کے سوتیلے بھائی ایڈورڈ کی بادشاہی سے انگریز بہت خوش ہوئے کیونکہ وہ ایتھلرڈ اور ایما کا بیٹا اور اُن کے قدیم سلسلۂ سلاطین سے تھا۔ اُس زمانے سے جس قدر ڈین انگلستان میں بس گئے تھے اُن سب نے انگریزوں سے شیر و شکر ہونا شروع کر دیا اور ان دونوں قوموں میں اتنی جلد میل جول ہوا کہ لوگوں کو چند ہی قرنوں کے بعد انگریزوں اور ڈینوں میں فرق کرنا مشکل ہو گیا۔ بریں ہم اس زمانے میں بھی ڈینی خون کا پتہ لگانا مشکل نہیں ہے یارک اور لنکن کے اضلاع میں جو مضبوط سے اور زیادہ بھورے بالوں والے کسان و زمیندار دکھائی دیتے ہیں وہ اُن ہی ڈینوں کی یادگار ہیں۔ اُس قوم نے جن شہروں کو آباد کیا تھا وہ ابھی تک باقی رہ گئے ہیں اور اُنکے نام لفظ "بی" (By) پر ختم ہوتے ہیں اور اسی علامت سے اُن کی شناخت کیجاتی ہے "بی" کے وہی معنی ہیں جو انگلو سیکسن ٹون (Tun) اور ہیم (Ham) کے ہیں اور جن کا مفہوم شہر و قریہ اور میز (موضع جاگیر) وغیرہ کا ہے چنانچہ ڈاربی۔ وِٹ بی اور رگ بی ایسے شہر ہیں جن کو ڈینوں نے بسایا تھا مگر اس کے برخلاف ناٹنگھم۔ ڈرھم اور بریڈلنگٹن کے ناموں سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کو نو وارد انگریزوں نے آباد کیا تھا۔

چوتھا باب

انگلستان میں نارمن قوم کے اثر کا آغاز

لوگ اگرچہ خوش تھے کہ الفریڈ کی اولاد پھر وارث تاج و تخت ہوئی ہے۔ اور انھیں پھر ایک ایسا بادشاہ نصیب ہوا ہے جو انھیں میں سے ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایڈورڈ نوٹ سے بھی زیادہ بدیسی ہو گیا تھا۔ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے ہمیں ڈیڑھ سو سال پہلے کے واقعات پر نظر ڈال کر دیکھنا چاہیے کہ فرانس کے شمالی ساحل پر کیا واقعات پیش آ رہے تھے۔ جس زمانے میں قوم ڈین نے الفریڈ اعظم کا انگلستان میں قافیہ تنگ کر رکھا تھا تو انھیں بحری قزاقوں کے غول کے غول کشتیوں پر سوار فرانس کے اس علاقے میں لوٹ مار مچا رہے تھے جو دریائے سین کے نواح میں واقع ہے۔ اور جس طرح ان کے بھائی بند انگلستان میں قتل و غارت کا بازار گرم کر رہے تھے اسی طرح انھوں نے فرانس میں تاخت و تاراج کا ہنگامہ بپا کر رکھا تھا۔ ان لٹیروں کی ایک جماعت نے رالف یا رولو نام ایک مشہور سردار کی سرکردگی میں دریائے سین کے اندر اپنا بیڑا لا کر شہر روئن پر قبضہ کر لیا۔ رالف کی غارتگرانہ دست برد نے چاروں طرف تباہیاں پھیلائیں۔ ان کے حالات متعدد روایات کے ذریعہ سے ہم تک پہنچے ہیں مگر یقینی طور پر صرف اس قدر معلوم ہے کہ سنہ ۹۱۲ء میں یعنی اس وقت جبکہ ایتھلفلڈ اور ایڈورڈ انگلستان میں علاقہ ڈین لا یعنی قوم ڈین کی حکومتوں کو فتح کر رہے تھے۔ (دیکھو صفحہ ۵۴) چارلس الملقب "سمپل" (سادہ لوح) شاہ فرانس نے رالف کے ساتھ ایک معاہدہ کیا۔ جس کی رو سے دریائے سین کے دونوں کناروں کا علاقہ رالف کو مل گیا۔ اور شہر روئن اس علاقے کا دار الحکومت قرار پایا۔ اس کے بعد رالف نے بادشاہ فرانس کی بیٹی سے شادی کر کے مسیحی مذہب اختیار کر لیا جس علاقے پر وہ ڈیوک (امیر الامرا) کی حیثیت سے

نارمن قوم فرانس میں سنہ ۹۰۰ء

ریاست نارمنڈی سنہ ۹۱۲ء

حکمران تھا نارمنڈی یعنی اہل شمال کی سرزمین کے نام سے موسوم ہوا۔ اور اس کے بعد اسکی اولاد اس پر حکومت کرتی رہی تو

نارمن فرانسیسی ہوگئے

غرض فرانس کے نارمن اور انگلستان کے ڈین ایک ہی نسل سے تھے۔ البتہ فرانسیسی قوم جس کے ملک میں نارمن آکر آباد ہوئے تھے۔ اور جس کے ساتھ انھوں نے شادی بیاہ کے تعلقات بھی قائم کر لیے تھے انگریزوں سے بالکل مختلف تھی۔ جفاکشی اور استقلال میں اگرچہ فرانسیسی انگریزوں کی ٹکر کے نہ تھے لیکن تہذیب و شائستگی میں ان سے کہیں بڑھے ہوئے تھے۔ اس لیے کہ دنیا کا نشیب و فراز انھوں نے بہت زیادہ دیکھا تھا۔ اور یورپ کی مہذب آبادی سے انھیں بہت زیادہ سابقہ پڑا تھا۔ وہ ہر مہذب فن میں دسترس رکھتے تھے۔ فن تعمیر میں انھیں خاص مہارت تھی جستی و چالاکی ذہانت و طباعی اور خوش طبعی و شگفتہ مزاجی ان کے نمایاں اوصاف تھے یکس طرح ممکن تھا کہ یہ اوصاف اپنا اثر نہ دکھاتے۔ زیادہ عرصہ گزرنے پایا تھا کہ بجز ایک چھوٹے سے علاقہ کے جو بیئو کے نواح میں واقع ہے باقی تمام علاقے کے نارمن فرانسیسی رنگ میں رنگے گئے۔ زبان بھی فرانسیسی اختیار کر لی۔ عادات و اطوار میں بھی فرانسیسی ہوگئے۔ اور انکی سپاہیانہ اور جفاکش طبیعتیں فرانسیسیوں کی زیادہ لطیف طبیعتوں کے ساتھ گھل مل کر یک ذات ہوگئیں۔ اس سے تمھیں معلوم ہوگیا ہوگا کہ سو سال کی

ایڈورڈ آدھا نارمن تھا

مدت گزر جانے کے بعد جب ایتھلرڈ الملقب بجہول کی شادی نارمنڈی کے امیر رچرڈ کی بیٹی یعنی بحری قزاقوں کے سردار رالف کی پوتی سے ہوئی تو نارمن قوم اہل فرانس کی خو بو اختیار کر کے فرانسیسی بن چکی تھی اور اس لحاظ سے ایتھلرڈ کا بیٹا ایڈورڈ جو ایما کے بطن سے تھا انگلستان میں پیدا ہونے کے باوجود آدھا فرانسیسی تھا۔ اس کے علاوہ اسکی عمر ابھی نو ہی سال کی تھی کہ وہ اپنے بھائی الفریڈ سمیت اپنے والدین کے ساتھ انگلستان سے فرار ہو کر نارمنڈی چلا گیا تھا۔ اس کی ماں ایما تو کچھ مدت بعد انگلستان واپس آگئی جہاں ایتھلرڈ کی وفات کے بعد اس نے نوٹ سے نکاح کیا۔ اور اس کا بھائی الفریڈ بھی ہیرلڈ کے زمانہ حکومت میں انگلستان چلا آیا۔ مگر ہیرلڈ کے آدمیوں نے ظلم و فریب سے اس بیچارے کی آنکھیں نکال لیں۔ اور اسکا انتقال بمقام ایلی

ہوگیا۔ لیکن خود ایڈورڈ نے یہ تمام زمانہ نارمن دربار ہی میں گزارا۔ وہ نارمنڈی ہی میں تھا کہ اُس کے چچا کا بیٹا ولیم جسکی عمر صرف سات سال تھی۔ نارمنڈی کا رئیس ہوگیا اور دونوں چچیرے بھائیوں کے تعلقات نہایت ہی دوستانہ ہوگئے۔

ایڈورڈ الملقب بہ تائب ۱۰۴۲ء

چھ سال بعد ایڈورڈ کو اُس کے سوتیلے بھائی ہارتھا نوٹ نے انگلستان بلا بھیجا۔ جہاں وہ بہت جلد بادشاہ منتخب ہوکر تخت پر بٹھا دیا گیا۔ اُس کے ہمراہ بہت سے نارمن امرا اور پیشوایان دین بھی آئے تھے۔ جنھیں بڑے بڑے منصب اور خدمتیں دی گئیں اور ایسا ہونا ایک بالکل قدرتی بات تھی۔ ایڈورڈ طبیعت کا نرم بہت مسکین اور پرہیزگار بادشاہ تھا۔ تخت پر بیٹھے ہوئے اسے زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ ایک نارمن راہب رابرٹ ساکن جمیجے کو اُس نے لندن کا اسقف اور ایک نارمن راہب الف کو ڈورچسٹر کا اسقف مقرر کیا۔ پادری رابرٹ بادشاہ کے مزاج میں یہانتک دخیل ہوگیا تھا کہ چند سال بعد بادشاہ نے اسے کنٹربری کے صدر اسقف کی خدمت سونپ دی۔ لیکن اس شخص کا اثر ملک کے حق میں بہت مضر ثابت ہوا۔ ملک میں صرف ایک ہی شخص ایسا موجود تھا جو بادشاہ کے اِن منہ لگے حواشی کی بڑھتی ہوئی بے عنوانیوں کی روک تھام کرتا رہتا تھا۔ یہ جلیل القدر شخص ویسکس کا ارل گاڈون تھا۔ جسکی بیٹی ایڈتھ سے ایڈورڈ نے عقد کیا تھا۔ ملک کے انتظام کی باگ فی الحقیقت گاڈون ہی کے ہاتھ میں تھی۔ اور اسکا طریقہ حکومت خوب تھا۔ لیکن شومی قسمت سے اُس کا سب سے بڑا بیٹا سوئن ایک ناہموار و بے مہار شخص واقع ہوا تھا۔ جسکی غلط کاریوں نے کیا بادشاہ اور کیا رعایا دونوں کو ناراض کردیا گاڈون کے دشمن تو تاک میں لگے ہی بیٹھے تھے۔ اس سے بہتر موقع اُس سے بدلہ لینے کا انھیں اور کیا ہاتھ آسکتا تھا۔ سوئن کی خطائیں گاڈون کو نیچا دکھانے کا بہانہ بن گئیں۔

گاڈون باغی قرار دیا گیا ۱۰۵۱ء

اسی زمانہ میں ایڈورڈ کے بہنوئی یوسٹس امیر بولون کی ڈوور والوں کے ساتھ جھڑپ ہوگئی اور کشت و خون تک نوبت پہنچی جسمیں بہت سے آدمی مارے گئے۔ یوسٹس کو اصرار تھا کہ اہل ڈوور کو اُن کے

تمرد کی پاداش میں سزا دی جائے۔ ادھر گاڈون کہتا تھا کہ کاؤنٹ کے متعلقات کے بغیر ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے گی۔ اور اگرچہ اس طرز عمل کے لحاظ سے وہ حق بجانب تھا لیکن نارمن امرا اور خود انگریزی امرا بھی جن کے دل میں اُس کا بڑھا ہوا رسوخ کانٹا بن کر کھٹک رہا تھا اس کی مخالفت میں بادشاہ کے طرفدار ہوگئے چنانچہ گاڈون اپنے بیٹوں سمیت باغی قرار دیا گیا۔ وہ اگر چاہتا تو حکومت کا مقابلہ کرتا۔ اور ملک میں خانہ جنگی بپا ہو جاتی۔ لیکن اس کے حب وطن نے یہ بات گوارا نہ کی۔ اور اسی لیئے وہ وطن چھوڑ کر فلینڈرس چلا گیا جہاں وہ کوئی سال بھر رہا۔ انگلستان کی تاریخ میں یہ سال یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اس لیئے کہ گاڈون کی غیبت میں جب کہ نارمن فوجی سردار اور پادری حکومت کے سیاہ سفید کے مالک

ولیم ایڈورڈ سے ملنے آتا ہے سنہ ۱۰۵۱ء

بنے ہوئے تھے۔ نارمنڈی کا فرمانروا ولیم جو ایک بلند بالا اور جمیل و شکیل نوجوان تھا۔ ایڈورڈ سے ملنے انگلستان آیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسی ملاقات کے دوران میں ایڈورڈ نے جو لاولد تھا۔ ولیم سے وعدہ کیا کہ اپنے بعد انگلستان کے تخت و تاج کا وارث میں تمھیں قرار دیتا ہوں۔ اپنے چچا زاد بھائی سے ایڈورڈ کو جو محبت تھی وہ ایسے ہی وعدہ کی مقتضی تھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تاج انگلستان کچھ اسکی ملکیت نہ تھا جسے وہ اپنی مرضی سے کسی دوسرے کے حوالے کرسکتا۔ یہ اختیار صرف مجلس دانشمندان کو حاصل تھا۔ اور چونکہ ولیم کی رگوں میں انگریزی خون کا ایک قطرہ بھی نہ تھا۔ اسلیئے تاج انگلستان پر اُسے مطلق کوئی حق نہ تھا۔

گاڈون کی واپسی سنہ ۱۰۵۲ء

ملک کی حالت گاڈون کے بغیر بد سے بدتر ہوگئی اور جب وہ دوسرے سال اپنے چھوٹے بیٹوں کے ہمراہ انگلستان واپس آیا تو اُس کی پیشوائی کے لیئے لوگوں کا ایک انبوہ کثیر جمع ہوگیا۔ جو اسکے ایک اشارے پر لڑنے مرنے کے لیئے آمادہ تھے۔ وہ اس بات کا روادار تو نہ ہوا کہ لوگ بادشاہ کی فوج سے مقابلہ کریں۔ البتہ اس حق کا اُس نے ضرور مطالبہ کیا کہ اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع دیا جائے۔ اور اگرچہ بادشاہ اسکی بحالی پر کسی طرح رضامند نہ ہوتا تھا لیکن مجلس دانشمندان نے نہایت خوشی سے

اسکی جاگیر اور اقتدار کو بحال کر دیا جب اُن نارمن امرا کو جو بادشاہ کی ناک کے بال تھے معلوم ہوا کہ گاڈون کا رسوخ شاہی دربار میں پھر قائم ہوگیا ہے۔ تو وہ بھاگ کر فرانس چلے گئے۔ البتہ ایک بڑی تعداد ان امرا کی جو زیادہ سربرآوردہ نہ تھے انگلستان ہی میں مقیم رہی۔

ہیرلڈ کی حکومت اب ۱۰۵۲ء سے لیکر ۱۰۶۶ء تک چودہ سال کا وہ دور شروع ہوا جس میں انگلستان کی حکومت کی باگ خود فرزندان انگلستان ہی کے ہاتھ میں رہی۔ اور جس طرح شمع کا شعلہ بجھنے سے پہلے دفعتہً بھڑک اٹھا کرتا ہے۔ یا بیمار مرنے سے پہلے سنبھالا لیتا ہے اسی طرح یہ زمانہ بھی قوم کے لیے فرخی و فراخی کا آخری دور تھا۔ دوسرے سال گاڈون کا ضیافت کے ایک جشن میں یک بیک انتقال ہوگیا۔ اور اسکا دوسرا بیٹا ہیرلڈ جو ایک من چلا سپاہی ہونے کے ساتھ ایک بیدار مغز اور حوصلہ مند مدبر بھی تھا۔ اسکا قائم مقام ہوا۔ ایڈورڈ اپنا تمام وقت یا تو سیر و شکار میں گزارتا تھا۔ یا سینٹ پیٹر کے اُس بڑے گرجا کی عمارت کو بنتے دیکھتا رہتا تھا جو ویسٹ منسٹر میں اسی مقام پر تعمیر کی جا رہی تھی۔ جہاں اب ویسٹ منسٹر ایبے (خانقاہ) کی عمارت کھڑی ہے۔ عنان انتظام ہیرلڈ کے ہاتھ میں تھی۔ جو مرشیا کے امیر لیافرک اور یارک کے صدر اسقف ایلڈرڈ کی مدد سے انگلستان پر حکومت کر رہا تھا۔ لیافرک کا گھرانا گاڈون کے خاندان کا رقیب تھا۔ اور اسکے بیٹے آئے دن ہیرلڈ کو پریشان کرتے رہتے تھے۔ لیکن ان کا دیرینہ سال باپ، یعنی لیافرک اپنے ملک کا سچا خیر خواہ تھا اور اس لیے ہیرلڈ جیسے لائق بادشاہ کی ہمیشہ حمایت کرتا رہا۔

ویلز کی تسخیر مجموعی حیثیت سے رعایا ایسی خوش حال تھی کہ بجز چند شورشوں کے جو ویلز اور نارتھمبرلینڈ میں وقوع پذیر ہوئیں۔ اس زمانے کا اور کوئی واقعہ قابل ذکر نہیں۔ گاڈون کی جلا وطنی کے زمانے سے ویلز کا بادشاہ گروفد انگلستان کے مغربی علاقے کو تاخت و تاراج کر رہا تھا لیکن ہیرلڈ نے برسر اقتدار ہوتے ہی اپنے بھائی ٹاسٹگ کی مدد سے اسکو بزور شمشیر مطیع کر لیا اور ایڈورڈ کی شہنشاہی اُس سے منوا کر چھوڑی۔ لیکن نارتھمبرلینڈ کی حالت ایسی قابل اطمینان نہ تھی۔ اس علاقے کا مشہور امیر سیورڈ جس نے اسکاٹلینڈ کے نوعمر بادشاہ میلکم کو میکبتھ کی غاصبانہ دست برد سے نجات دلانے اور اس کے زیر کرنے میں مدد دی تھی ۱۰۵۵ء

میں وفات پاگیا۔ اور ٹاسٹگ اس کی جگہ نارتھمبرلینڈ کا امیر مقرر ہوا۔ ٹاسٹگ
ایڈورڈ کا بہت منہ لگا تھا۔ اور اپنے علاقے کے انتظام پر توجہ کرنے کے بجائے ہر وقت

نارتھمبرلینڈ کی بغاوت اور ٹاسٹگ کا باغی قرار دیا جانا

بادشاہ کی دربارداری کیا کرتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نارتھمبرلینڈ میں
بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی۔ لوگوں نے جمع ہو کر لیافرک
کے پوتے مارکیر کو اپنا امیر منتخب کیا۔ اور ایک جم غفیر نے جنوب
کی طرف بڑھ کر مطالبہ کیا کہ ٹاسٹگ کو جلاوطن کر دیا جائے۔ ہیرلڈ نے اتنی قوت
اپنے آپ میں نہ پائی کہ بھائی کی حمایت میں سینہ سپر ہو سکے۔ چنانچہ ٹاسٹگ باغی قرار
دیا گیا۔ اور اپنے اہل و عیال کو ساتھ لیکر فلینڈرس چلا گیا۔ اسی وقت سے وہ اپنے
بھائی کا دشمن ہو گیا۔ اور یہی دشمنی آگے چل کر ہیرلڈ کے زوال کا ایک بڑا باعث بن گئی۔

تاج انگلستان کے دعویدار

ہیرلڈ اس وقت انگلستان کا حقیقی حاکم اعلیٰ تھا۔ لوگ اسکی
زبردست حکومت کے سایہ میں خوش و خرم تھے۔ اور چونکہ
ایڈورڈ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لیئے وہ ہیرلڈ ہی کو اپنا آیندہ بادشاہ سمجھنے
لگے تھے۔ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ ایڈورڈ نے فی الحقیقت ولیم سے یہ وعدہ کیا تھا کہ
میرے بعد وارث تخت و تاج تم ہو گے لیکن اگر ایسا کوئی وعدہ ہوا بھی تھا تو ایڈورڈ
نے دیکھ لیا کہ بحالت موجودہ اس کا ایفا محال ہے چنانچہ اس نے ایڈمنڈ فولادپہلو
کے بیٹے ایڈورڈ کو ہنگری سے اپنی جانشینی کے لیئے بلا بھیجا۔ لیکن انگلستان پہنچنے
کے کچھ ہی دن بعد بادشاہ سے ملے بغیر اسکا انتقال ہو گیا۔ اس کی یادگار
صرف ایک کم سن لڑکا ایڈگر باقی رہ گیا۔ جس کے حالات پھر ہمارے سامنے
آئیں گے۔

ہیرلڈ کی قسم

ادھر ولیم فرمانروائے نارمنڈی کو ابھی تک یہ امید بندھی
ہوئی تھی کہ ایڈورڈ کا وعدہ پورا ہوگا۔ ایک مرتبہ جب ہیرلڈ کا
جہاز طوفان میں گھر کر نارمنڈی کے ساحل پر غرق ہو گیا۔ اور پانتھیو کے حاکم نے
اسے گرفتار کر کے روئن بھیجدیا۔ تو بیان کیا جاتا ہے کہ ولیم نے اس سے
قسم لی کہ ولیم کے مقصد کی تائید کرے۔ اور اس عہد کو زیادہ وثیق بنانے کی
غرض سے اس قربانگاہ کے نیچے جس پر حلف اٹھایا گیا تھا ہیرلڈ کے علم کے بغیر

مسیحی اولیا کے کچھ تبرکات بھی چھپا دیئے۔ ان واقعات کی اصلیت خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ایڈورڈ یا ہیرلڈ کسی کو بھی تاج انگلستان کے وعدے کا اختیار نہ تھا۔

ایڈورڈ کی وفات

۵ جنوری ۱۰۶۶ء کو ایڈورڈ نے وفات پائی کلیسائے ویسٹ منسٹر کے افتتاح کی رسم کو صرف ایک ہی ہفتہ گزرا تھا۔ ایڈورڈ کو کیا معلوم تھا کہ اسی عمارت میں جو اُسے اس درجہ عزیز تھی۔ اس کا جسم عنقریب حوالۂ خاک ہونے والا ہے۔ ایڈورڈ اگرچہ طبیعت کا کمزور تھا لیکن اُسکے اتقا اور پرہیزگاری میں کلام نہیں۔ چنانچہ اُسکی وفات کے کوئی سو سال بعد ۱۱۶۳ء میں پاپائے الگزینڈر ثالث نے مسیحی اولیا کی فہرست میں اُسکا نام شامل کرتے وقت اُسے امین معاصی کے لقب سے ملقب کیا۔ مرنے سے پہلے ایڈورڈ نے ہیرلڈ کو اپنی جانشینی کے لیئے نامزد کیا۔ اور مجلس دانشمنداں نے جس کے اراکین اس وقت لندن میں جمع تھے۔ اسی دن جلسہ کر کے اس نامزدگی کی اپنے انتخاب سے تصدیق کر دی۔ اور ہیرلڈ کی تاج پوشی کی رسم صدر اسقف ایلڈرڈ کے ہاتھوں بہ مقام ویسٹ منسٹر عمل میں آئی۔

ہیرلڈ ثانی

۵ جنوری لغایت ۱۴ اکتوبر ۱۰۶۶ء

گاڈون کا بیٹا ہیرلڈ اب قوم کی عام رضامندی سے انگلستان کے تخت پر بیٹھا۔ حالانکہ شاہی خون اُس کی رگوں میں صرف اس قدر تھا کہ اُس کی ماں ایک ڈین شہزادی تھی۔ لیکن یہ نئی عزت بہت تھوڑے دن کے لیئے نصیب ہوئی تھی کیونکہ نارمنڈی کے امیر ولیم کو جب ان تمام واقعات کا علم ہوا تو اُس نے قسم کھا کر کہا کہ ہیرلڈ کو میں ایفائے عہد پر مجبور کروں گا اور تخت انگلستان اُس سے لیکر رہوں گا۔ چنانچہ اس نے بلا درنگ جہازوں کا ایک بیڑا بنوانا اور فرانس کے اطراف و جوانب سے ایک لشکر جرار جمع کرنا شروع کر دیا۔ اسی کے ساتھ اُس نے پاپائے الگزینڈر کو عریضہ لکھ بھیجا کہ جس شخص نے اولیا کے تبرکات کی موجودگی میں اپنا عہد توڑا ہے اُس پر فوج کشی کرنے کی مجھے اجازت دی جائے۔ اور میری کامیابی کے لیئے دعا فرمائی جائے۔ شومی قسمت ہیرلڈ کی مشکلات بڑھانے کے لیئے خود اُسکے بھائی کو لیتی آئی۔ ٹاسٹگ

نے جو ناروے چلا گیا تھا۔ اپنی کھوئی ہوئی امارت حاصل کرنے کے لیئے یہ موقع غنیمت سمجھا۔ اور پہلے تو جنوبی ساحل کو لوٹا پھر شمال کی طرف بڑھا اور ناروے کے بادشاہ ہیرلڈ ہارڈراڈا کو ساتھ لیئے ہوئے دریائے ہمبر میں داخل ہو کر یارک شائر میں لنگر انداز ہوا۔

اسٹمفرڈ برج کی لڑائی ہیرلڈ کو اب ہر طرف خطرے کا سامنا تھا۔ پہلے تو چند مہینے تک وہ جنوبی ساحل پر دشمن کے نمودار ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ لیکن جب ولیم نہ آیا تو اُن چھوٹوں کو جنھیں بھرتی کر کے اس نے اپنا جنگی بیڑا تیار کیا تھا مجبوراً منتشر ہونے کی اجازت دے کر وہ ٹاسٹگ کے مقابلے کے لیئے شمال کی طرف بڑھا۔ اسٹمفرڈ برج پر جو یارک شائر میں واقع ہے ناروے کی فوج کو شکست ہوئی۔ اور ٹاسٹگ اور شاہ ہارڈراڈا دونوں مارے گئے۔ لیکن جشن فتح کے شادیانے ابھی بج ہی رہے تھے کہ ایک قاصد نے آکر پیونسی واقع سسکس میں نارمن حملہ آوروں کی لنگر اندازی کی خبر سنائی ؛

ہیسٹنگز کی لڑائی ۱۴ اکتوبر ۱۰۶۶ء بادشاہ یہ خبر سنتے ہی پھر جنوب کی طرف پلٹا۔ اور لندن پہنچ کر تمام قوم کو حفاظت ملک کی خاطر جان لڑا دینے کے لیئے طلب کیا۔ لیکن صرف جنوبی علاقے کی آبادی نے اس آواز پر کان دھرا۔ ہیرلڈ انھیں کو لے کر کوچ کرتا ہوا ہیسٹنگز پہنچا۔ جہاں نارمن فوج ڈیرے ڈالے پڑی تھی۔ اس کے بھائی گرتھ نے اُسے بہت سمجھایا۔ کہ اتنی مختصر سی فوج کے ساتھ غنیم پر حملہ کرنا دانشمندی کا فعل نہیں۔ مناسب یہ ہوگا کہ چاروں طرف کا علاقہ ویران کر دیا جائے۔ تاکہ ولیم رسد کے نہ ملنے سے خود ہی مجبوراً ہتھیار ڈال دے۔ لیکن ہیرلڈ کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ اپنے وطن کو خود ہی برباد کرے۔ اور اپنے ہاتھ سے اپنے گھر کو آگ لگائے۔ چنانچہ تاریخ ۱۴ اکتوبر ایک پہاڑی پر جس کا نام سنلاک ہے۔ اور جو شہر سے تخمیناً سات میل ہوگی ہیسٹنگز کی مشہور لڑائی وقوع میں آئی۔ یہ جنگ نہایت ہی خونریز تھی۔ انگریزی فوج کے سپاہی جو پاپیادہ تھے زرہ بکتر پہنے نیزوں اور دودستی تیشوں سے مسلح تھے۔ اور بڑی بے جگری سے لڑ رہے تھے۔ باقاعدہ فوج کے علاوہ انگریزوں کی طرف سے لڑائی میں دیہاتی آبادی بھی شریک تھی۔ جو بھالے اور چھوے لیئے ہوئے جس طرح بھی بن پڑتا تھا

دشمن کا مقابلہ کر رہی تھی۔ دوسری طرف نارمن فوج بھی پوری داد شجاعت دے رہی تھی۔ نارمن قادر انداز تیروں کی بوچھار کر رہے تھے۔ اور زرہ پوش سوار خود پہنے نارمن بھاٹ ٹیلفر کی سرکردگی میں پہاڑی پر دھاوا کر رہے تھے کہ کسی طرح انگریزی صفوں کو الٹ ڈالیں۔ اس دھاوے میں سب سے پہلا جو شخص کام آیا۔ وہ یہی بھاٹ ٹیلفر تھا۔ انگریز شجاعت اور پامردی کی دیوار بنے ہوئے کھڑے تھے۔ اور اُن کے حملوں نے چاروں طرف تڑپتی ہوئی لاشوں کے ڈھیر لگا رکھے تھے۔ ایک مرتبہ جب انگریزی حملے کے دباؤ سے نارمن صفیں پیچھے ہٹنے لگیں تو ایک آواز بلند ہوئی کہ نارمنڈی کا امیر مارا گیا۔ اس پر ولیم نے اپنا خود اتار پھینکا اور چلا کر کہا کہ میں جیتا جاگتا موجود ہوں۔ اور خدا کی تائید سے اب بھی یہ میدان مار کر رہوں گا۔ یہ کہکر اُس نے حیلے کی راہ سے اپنی فوج کو پسپا ہونے کا حکم دیا۔ انگریز اس جھانسے میں آگئے۔ اور یہ سمجھ کر کہ دشمن فرار ہو رہا ہے۔ بے ترتیبی کے ساتھ پہاڑی سے نیچے اتر آئے۔ نارمن اسی موقع کے منتظر تھے۔ انھوں نے دفعتہً پلٹ کر انگریزوں کو تلوار کی باڑھ کے آگے رکھ لیا۔ ساری فوج کٹ گئی۔ اور صرف انگریزی امرا و شرفا کا ایک مختصر سا گروہ باقی رہ گیا۔ جو لڑتے بھڑتے پہاڑی کی چوٹی پر جا پہنچے۔ اور بادشاہ اور اُس کے جھنڈے کے گرد جمع ہو گئے۔ یہ وہی مقام تھا جہاں آگے چل کر "بیٹل ایبی" (خانقاہ جنگ) کی عمارت تعمیر ہوئی۔ ولیم نے اب اپنے تیراندازوں کو آگے لاکر حکم دیا کہ تیر اوپر کی طرف چلائیں تاکہ وہ انگریزوں پر اوپر سے آکر گریں۔ غرض تیروں کی بارش ہونے لگی۔ ایک تیر ہیرلڈ کی دہنی آنکھ میں لگا۔ اور وہ تیورا کر نیچے گرا۔ اس پر ولیم نے دھاوا بول دیا اور اُس کی فوج پہاڑی پر چڑھ آئی۔ انگریز اپنے بادشاہ پر آخر وقت تک اپنی جانیں نہایت بہادری سے قربان کرتے رہے۔ لیکن اُنکی دولت کے خاتمے کا وقت آچکا تھا۔

ہیرلڈ کی موت

سیکسن نسل کے آخری تاجدار کو چار نارمن سرداروں کی جان ستاں ضربوں نے خاک وخون میں ملا دیا۔ اور فتح کا سہرا ولیم کے سر رہا۔ گاڈون کی دیرینہ سال بیوہ گائیتھا نے فاتح سے اپنے بیٹے کی لاش کی التجا کی جو قبول کر لی گئی۔ اور ولیم کی اجازت سے وہ ایک ارغوانی خلعت میں کفنا کر شاہی اعزاز کی آخری علامت کے ساتھ سسکس کی پہاڑیوں میں پتھروں کے ایک ڈھیر کے نیچے دفن کر دیا گیا۔

ولیم کی تاج پوشی

ولیم فوج کو لیئے ہوئے سیدھا لندن پہنچا۔ میدان اب بالکل صاف تھا۔ کوئی ایسی طاقت باقی نہ تھی جو اُس کی سنگ راہ ہو سکے۔ اس لیئے کہ انگریزی قوم کے چیدہ چیدہ لوگ سب کے سب سنلاک کی پہاڑی پر کام آچکے تھے۔ یہ سچ ہے کہ اہل لندن نے کم سن ایڈگر ایتھلنگ کو اپنا بادشاہ منتخب کر لیا تھا۔ لیکن جب ولیم، ساوتھ ورک کو جلا کر خاک سیاہ کرتا ہوا اپنے لشکر جرار کے ساتھ سر پر آپہنچا۔ تو اُن کا جی بیٹھ گیا۔ اور بجز سر اطاعت خم کرنے کے اُنھوں نے اور کوئی چارہ نہ دیکھا۔ چنانچہ مجلس دانشمنداں کی طرف سے کرسمس والے دن ولیم کا انتخاب عمل میں آیا۔ اور ویسٹ منسٹر میں اُسی صدر اسقف ایلڈرڈ نے اُس کے سر پر تاج رکھا۔ جس نے ہیرلڈ کی رسم تاج پوشی ادا کی تھی۔ انگلستان کی آزادی کا خاتمہ ہو گیا۔

انگریز اور نارمن

چھ سو سال پیشتر انگریزوں نے اپنے وطن سے جو بحر شمالی کے ساحلوں پر واقع تھا بہت بڑی جمعیت کے ساتھ آکر برطانویوں کو پیونسی کے قریب بمقام انڈریڈ اینچاد کھایا تھا۔ اب زمانے نے پلٹا کھایا۔ اور خود انگریزوں کو اغیار کا مطیع بنکر اپنی گردن اُنکے سامنے جھکانی پڑی۔ لیکن اس فتح کی نوعیت جداگانہ تھی نارمن حملہ آور بیشک بہت بڑی تعداد میں آئے تھے۔ پھر بھی اُنکی ساری قوم اس چڑھائی میں شریک نہ تھی اور انگریزوں کو جو فی الحقیقت اُنکے ہم نسل تھے اُنھوں نے ملک سے نکالا بھی نہ تھا اس کے علاوہ ولیم فاتح ایک دانشمند اور عالی حوصلہ فرمانروا تھا۔ اور جیسا کہ ہمیں آگے چل کر معلوم ہو گا۔ انگریز اُس کے ظل حمایت میں آگئے تھے۔ اس حمایت کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ انگریزوں کا وجود اُس کے لیئے مفید ثابت ہوا تھا۔ اور ایک باعث یہ تھا کہ وہ حقیقت میں ان کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کرنا چاہتا تھا۔ آخر میں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ انگریزوں کی قوم اب ایک زبردست قوم بن چکی تھی۔ اور یہ لوگ کڑایل اور جیوٹ ہونے کے ساتھ ایسے دھن کے پکے۔ اور آزادہ رو واقع ہوئے تھے کہ ایسی مطلق العنان بادشاہی بھی جیسی کہ اُنکے ملک میں قائم ہوئی، ان کی ہمت کو بالکل پست اور شکست نہ کر سکتی تھی کہ ادھر ایک ہی صدی کے اندر اندر خود نارمن انگریزی قومیت میں جذب ہو کر انگریز بن گئے۔ اور انگلستان کو فخریہ اپنا وطن کہنے لگے ؎

حصّہ دوم

اس حصے میں وہ واقعات درج ہیں جو نارمن فتح سے لے کر قبالۂ اعظم کے صدور تک وقوع میں آئے۔

—— (۱) ——

ولیم اول

سال ولادت سنہ ۱۰۲۷ء سال وفات سنہ ۱۰۸۷ء

فلینڈرس کی شہزادی میٹلڈا سے عقد کیا۔

- **رابرٹ**
  فرمانروائے نارمنڈی
  سال ولادت سنہ ۱۰۵۳ء سال وفات سنہ ۱۱۳۴ء
  - **ولیم**
    امیر فلینڈرس
    سنہ ۱۱۲۸ء میں مارا گیا
    لاولد
- **ولیم ثانی**
  ولادت سنہ ۱۰۶۰ء وفات سنہ ۱۱۰۰ء
  عہد حکومت سنہ ۱۰۸۷–۱۱۰۰ء
- **ہنری اول**
  ولادت سنہ ۱۰۶۸ء وفات سنہ ۱۱۳۵ء
  عہد حکومت سنہ ۱۱۰۰–۱۱۳۵ء
  ایڈمنڈ فولادرخ کی پرپوتی میٹلڈا سے عقد کیا
  - **میٹلڈا**
    انجو کے امیر جافری سے عقد کیا
    - **ہنری ثانی**
      ولادت سنہ ۱۱۳۳ء وفات سنہ ۱۱۸۹ء
      عہد حکومت سنہ ۱۱۵۴–۱۱۸۹ء
      گوئن کی شہزادی الیانار سے عقد کیا
      - **ہنری**
        سال وفات سنہ ۱۱۸۳ء
      - **رچرڈ اول**
        ولادت سنہ ۱۱۵۷ء وفات سنہ ۱۱۹۹ء
        عہد حکومت سنہ ۱۱۸۹–۱۱۹۹ء
        نبوار کی شہزادی برنگیریا سے عقد کیا۔
      - **جافری**
        بریٹنی کی شہزادی کانسٹنس سے عقد کیا۔
        - **آرتھر**
          فرمانروائے بریٹنی
          (سنہ ۱۲۰۳ء میں مقتول ہوا)
      - **جان**
        ولادت سنہ ۱۱۶۶ء وفات سنہ ۱۲۱۶ء
        عہد حکومت سنہ ۱۱۹۹–۱۲۱۶ء
        انگولیم کی شہزادی ایسابل سے عقد کیا
- **ایڈیلا**
  بلائے کے امیر اسٹیفن سے عقد کیا
  - **اسٹیفن**
    ولادت سنہ ۱۰۹۴ء وفات سنہ ۱۱۵۴ء
    عہد حکومت سنہ ۱۱۳۵–۱۱۵۴ء

پانچواں باب

انگلستان میں نارمن حکومت

ولیم اول
۱۰۶۶ء سے ۱۰۸۷ء تک

ولیم روفس
۱۰۸۷ء سے ۱۱۰۰ء تک

ہنری اول
۱۱۰۰ء سے ۱۱۳۵ء تک

(۱)

ولیم اول ۱۰۶۶-۱۰۸۷ء

اب ہمارے ملک کی حالت بہت کچھ بدل گئی اور ساتھ ہی لوگ مصیبتوں اور سختیوں میں مبتلا ہو گئے۔ مغربی سیکسن نسل کے انگریزی بادشاہوں کا سلسلہ قطع ہو گیا۔ اور اُس وقت سے لیکر آج کے دن تک خاص اینگلو سیکسن نسل کا کوئی تاجدار انگلستان کے تخت پر نہیں بیٹھا۔ اُنکی جانشینی نارمنڈی کے فرمانروا ولیم کو میسر ہوئی جو کسی اعتبار سے بھی انگریز نہ تھا۔ اس لیئے کہ اُسکا باپ رابرٹ الملقب بہ لقب ابلیس ،، نارمنڈی کا امیر تھا۔ اور اُس کی ماں آرلوٹا ایک نارمن چرم ساز کی بیٹی تھی۔ باپ کی وفات پر جب ولیم نارمنڈی کی مسند حکومت پر بیٹھا تو اسکی مسیں بھی اچھی طرح بھیگنے نہ پائی تھیں۔ لیکن منزل شباب میں قدم رکھتے ہی اُس نے خوب ہاتھ پاؤں نکالے اور تمام شورہ پشت نارمن سرداروں پر اپنے اقتدار کا سکہ بٹھا کر مین کا علاقہ فتح کر لیا۔ ۱۰۵۳ء میں اُس نے امیر فلینڈرس کی بیٹی مٹیلڈا سے عقد کیا۔ اور اپنی بی بی بچوں سے اس کا سلوک ہمیشہ اچھا رہا ؎

جب وہ انگلستان کا بادشاہ ہوا تو اُس کا سن چالیس سال کے لگ بھگ تھا۔ قد لمبا تھا۔ چہرے سے شانِ شاہانہ نمایاں تھی۔ طبیعت درشت اور سخت گیر واقع ہوئی تھی۔ اور اپنا کام نکالنے کے لیئے وہ بارہا بے رحمانہ کارروائیاں بھی کر بیٹھتا تھا۔

لیکن اُسکی سیرت پر جب ہم عام نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ بحیثیت مجموعی وہ ایک عادل فرمانروا ایک جلیل القدر سپہ سالار اور ایک دانشمند مدبر تھا۔ اپنی طرف سے وہ یہی کوشش کرتا تھا کہ انگلستان کے لوگ اُسکی حکومت سے خوش رہیں۔ اور جہاں تک اُس سے بن پڑا ملک کے قوانین اور رسم و رواج میں اُس نے کوئی تبدیلی نہ کی۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ وہ بدیسیوں کے ایک لشکر کے ساتھ ملک پر قبضہ کرنے کے لیئے آیا تھا اور اس قبضے کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ انگریزوں کی آزادی پامال اور انھیں طرح طرح کی تکلیفیں ہوں ؛

تاجپوشی کی تقریب پر آتش زنی

اور تو اور ویسٹ منسٹر میں ولیم کی تاجپوشی ہی کی تقریب پر جب لوگوں نے اپنی قومی عادت کے مطابق نعرے بلند کیئے تو کج فہم نارمن سپاہی جو باہر کھڑے تھے اُن نعروں کا الٹا مطلب سمجھ کر ایسے بدحواس ہوے کہ آس پاس کے مکانوں کو آگ لگا دی۔ اور لوگوں کو گویا یہ جتنا دیا کہ اُن کے لیئے خوف و ہیبت کا عمل شروع ہو گیا ہے۔ یہی سپاہی اور ان کے افسر ولیم کے دست راست تھے۔ اور جو جنگی کامیابیاں اُسے اُن کی بدولت ہوئی تھیں ان کا واجبی صلہ پانے کے متوقع تھے ؛

اراضی کی ضبطی

یہ صلہ انھیں جلد مل گیا۔ تاج پوشی کے جشن کے بعد ولیم نے شاہانہ خدم و حشم کے ساتھ انگلستان کے جنوبی اور مشرقی علاقے کا دورہ کیا۔ یہی علاقہ اُس نے حقیقی معنوں میں بزور شمشیر فتح کیا تھا پھر ساری زمین اپنے امیروں اور سرداروں اور سپاہیوں میں بانٹ دی۔ اپنے اس طرز عمل کو ولیم نے یہ کہکر حق بجانب ثابت کرنا چاہا کہ ایڈورڈ کی وفات کے بعد سے استحقاقاً اس ملک کا بادشاہ میں ہوں۔ قوم نے اگر میرے بجائے ہیرلڈ کی اطاعت کی تو گویا مجھ سے باغی ہو گئی۔ اس بغاوت کی یہی سزا ہو سکتی تھی کہ کلیسا کے اوقاف کو چھوڑ کر باقی سب زمین بحق بادشاہ ضبط کر لیجائے ظاہر ہے کہ یہ دعوے بالکل مہمل تھا لیکن ولیم کی کارروائی پر انصاف کا نمائشی پردہ ڈالنے کے لیئے اچھا بہانہ تھا۔ الفریڈ کے زمانے سے شاملات میں یعنی اُس زمین

اراضی شاملات خالصہ ہوگئی

میں جو رعایا کی مشترکہ ملکیت سمجھی جاتی تھی۔ رفتہ رفتہ بادشاہ کا عمل دخل بڑھ رہا تھا۔ لیکن اب تو اس کی نوعیت بالکل ہی

شاہی املاک کی ہو گئی۔ رہیں اُن لوگوں کی خانگی جائدادیں جو میدان جنگ میں کام آچکے تھے۔ یا وطن چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے۔ سو وہ نارمن امرا میں تقسیم کر دی گئیں۔ اس طور پر کینٹ کا سب اور سری اور سسکس کا قریب قریب سارا علاقہ اور دوسرے اضلاع کا بھی بہت بڑا رقبہ نارمن مالکوں کے قبضے میں چلا گیا۔ البتہ بعض بیواؤں اور یتیموں اور چھوٹے چھوٹے زمینداروں کو ولیم نے کچھ معافیاں معاش کے طور پر دیدیں۔ لیکن ان چند مثالوں سے قطع نظر کر کے باقی کسی انگریز کو مالکانہ حیثیت سے زمین رکھنے کا حق نہ تھا۔ کسی انگریز کے پاس زمین کا کوئی ٹکڑا ہوتا بھی تو وہ یا تو کسی کا عطیہ ہوتا تھا یا کسی سے خریدا ہوا۔ اور دونوں صورتوں میں اس کے قبضے کی حیثیت مملوکانہ ہوتی تھی۔ اس حالت کا مقابلہ الفریڈ کے زمانے کی حالت سے کیا جائے تو زمین آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ اُس وقت انگریز بالکل آزاد تھے۔ لوگ استحقاقاً زمین کے مالک ہوتے تھے۔ اور اپنی ملکیت کی حفاظت فوجی خدمت سے کرتے تھے۔ اور اپنا سرپنچ بھی وہ خود ہی منتخب کرتے تھے۔ اور بادشاہ کے انتخاب میں سرپنچ حصہ لیتا تھا۔ لیکن اب معاملہ بالکل دگرگوں ہو گیا۔ پرانا انگریزی نظام نیچے سے چلتا تھا۔ اور اوپر کی طرف آتا تھا۔ یعنی رعایا کے ایک آزاد فرد سے اس سلسلے کی ابتدا ہوتی تھی جو بادشاہ پر جا کر منتہی ہوتا تھا۔ بخلاف اس کے نارمن طرز حکومت بلندی سے شروع ہو کر پستی کی طرف آتا تھا۔ زمین بادشاہ کی ملک ہوتی تھی۔ بادشاہ اسے امیرالامراؤں امیروں اور سرداروں کو (جو انگریزی فوجی سرداروں کے گویا قائم مقام تھے) دیتا تھا۔ اور وہ اس پر ماتحتانہ حیثیت سے متصرف ہوتے تھے۔ پھر اسی طرح وہ اپنی طرف سے کمتر درجے کے زمینداروں کو زمینیں دیتے تھے۔

نظام جاگیرداری

مملوک نہتا اور ننگے سر اپنے آقا کے سامنے گھٹنے ٹیکتا تھا۔ اور اُس کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بندگی کا حلف اٹھاتا تھا۔ اور اقرار کرتا تھا کہ مرتے دم تک وفاداری کے ساتھ اُس کی اطاعت کا دم بھرتا رہے گا۔ اس پر آقا مملوک کو بوسہ دیکر جاگیر بخش دیتا تھا۔ کہ مملوک اور اس کے جانشین نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطنٍ ہمیشہ کے لیئے اس پر قابض و متصرف رہیں گے۔ لیکن اس کے معاوضے میں ایک مقررہ فوجی جمعیت آقا کی جنگی خدمات بجا لانے کے لیئے بہم پہنچایا کریں گے۔

نارمن انگریزوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں

یہ سچ ہے کہ ان میں سے اکثر تبدیلیاں رفتہ رفتہ عمل میں آئیں اور حکومت کی طرف سے کوئی جبر یا تشدد بھی ان نئے انتظامات میں روا نہیں رکھا گیا۔ لیکن پھر بھی ہم اُن لوگوں کے دل کی کیفیت کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں جو دیکھ رہے تھے کہ اجنبیوں نے اُن کے ملک میں آ کر اُن کے کیا کیا حقوق اُن سے لے لیئے ہیں۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ کاشتکاروں اور غلاموں تک کی قسمت کا فیصلہ بھی اب یہی اجنبی کرنے لگے تھے۔ اس لیئے کہ زمین کے ساتھ اس کے جملہ حقوق متعلقہ پر نیا مالک متصرف ہو جاتا تھا۔ نارمن امرا خود اپنے ملک میں بھی ہمیشہ سے اپنی بے مہاری کے لیئے مشہور تھے۔ اور کسی سے نہ دبتے تھے۔ اور چونکہ وہ خوش وضع مکانوں میں رہتے۔ اور نفیس غذائیں کھاتے آئے تھے اور درباری آداب سے آشنا تھے۔ اس لیئے انگریزوں کے بھدے مکانوں گنوارو کھانوں اور بدتمیزانہ شراب خواری کو سخت حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اور بسا اوقات اپنے باورچی اور درزی اور معمار اور رفانساماں بھی اپنے ساتھ ہی لاتے تھے ؛

قلعوں کی تعمیر

اب ملک میں جابجا بڑے بڑے مضبوط قلعے بھی تعمیر کیئے جانے لگے۔ اپنے جشن تاجپوشی کے تین مہینے بعد جب ولیم نے نارمنڈی کو مراجعت کی تو انتظام سلطنت اپنے بھائی اسقف اوڈو ایبرئیٹ اور اپنے دوست قدیم آسیرات امیر ہیرفرڈ کے سپرد کرتا گیا۔ اور اُن سے کہتا گیا کہ جہاں تک جلد ممکن ہو ہر جگہ قلعے بنواتے جائیں۔ غرض لندن میں دریائے ٹیمز کے کنارے وہ وہائٹ ٹاور (سفید برج) تعمیر ہوا۔ اور ہیسٹنگز۔ ناریچ۔ کنٹربری۔ رچسٹر۔ برمبر۔ لیویز۔ کیر سبروک۔ ونڈسر۔ اور دوسرے مقامات میں بڑے بڑے سنگین برج نمودار ہو گئے۔ اور معتبر نارمن افسروں کی سرکردگی میں پیادوں اور سواروں کی زبردست جمعیتیں ان میں متعین کی گئیں۔ تاکہ اس فوجی قوت سے ملک پر نارمن قبضہ بحال رہے۔ انگریزوں نے جو آزادی کے دلدادہ تھے۔ اور پتھر کی دیواروں سے ہمیشہ کی ضد رکھتے تھے۔ جب ان دیوپیکر قلعوں کو اپنے ملک میں بنتے دیکھا تو اُن کی پریشانی کی کوئی حد نہ رہی۔ ادھر ولیم کی غیبت میں نارمن امرا نے انگریزوں کو ستانا شروع کیا۔ اُن کی جائدادیں ہتھیانے لگے۔ ان کی بیبیوں اور بیٹیوں کی بے حرمتی کرنے لگے۔ انگریزوں کے دل پہلے ہی زخمی ہو رہے تھے۔ ان سختیوں نے

زخموں پر اور نمک چھڑکا۔ کینٹ اور ہیرفرڈ میں جا بجا بغاوتیں برپا ہو گئیں۔ ساتھ ہی مغرب کی طرف ہیرلڈ کے بیٹوں اور شمال میں انگریزی امرا نے ملک کو از سر نو فتح کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ آخر جب ولیم نے سنا کہ سوین شاہ ڈنمارک انگریزوں کی امداد کے لیئے آرہا ہے تو وہ فوراً انگلستان لوٹ آیا ؛

انگریزی محبان وطن کے ساتھ معرکہ آرائیاں ۱۰۶۷ء لغایت ۱۰۷۱ء

چار سال تک ولیم فاتح اور انگلستان کے محبان وطن کے درمیان مسلسل جدوجہد ہوتی رہی۔ بادشاہ نے اول مغربی علاقے کی شورش کو فرو کیا۔ اور حکم دیا کہ اکسیٹر میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا جائے۔ اس کے بعد شیر دل سیورڈ کا بیٹا والتھیاف اور لیافرک کے پوتے ایڈون اور مارکیر میلکم ثالث فرمانروائے اسکاٹلینڈ کی شہ پاکر شمال میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور بالآخر ۱۰۶۹ء میں نارتھمبریا کے باشندوں نے ایڈگر اتھلنگ کو اپنا بادشاہ منتخب کیا۔ اور ڈینوں کی مدد سے یارک سر کر لیا۔ اس معرکے میں تین ہزار نارمن کام آئے ؛

شمالی علاقہ کی بربادی

ولیم کا انتقام بڑا سخت تھا۔ جب اس واقعے کی خبر اُسے پہنچی تو وہ ڈین کے جنگل میں شکار کھیل رہا تھا۔ اسی وقت لشکر لے کر غنیم پر چڑھ دوڑا اور پہلا ہی کام یہ کیا کہ ڈین بیڑے کے امیرالبحر کی مٹھی گرم کر کے اُسے اپنا بنا لیا۔ پھر یارک پر حملہ کر کے نئے سرے سے اُسے فتح کیا۔ اور فوج لیئے ہوئے تمام اُس علاقے میں جو یارک اور ڈرہم کے درمیان واقع ہے دورہ کیا۔ اور جو کچھ سامنے آیا اُسے تباہ کرتا گیا۔ شہر۔ گاؤں۔ مواشی فصلیں کوئی چیز ایسی نہ تھی جو حوالۂ تیغ و آتش ہونے سے بچی ہو۔ بدنصیب رعایا یا تو تلوار کے گھاٹ اتاری گئی اور یا سرحد اسکاٹلینڈ کے اُس پار بھگا دی گئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک لاکھ سے اوپر بے گناہ بندگانِ خدا ایک فقط قحط ہی سے ضائع ہوئے ہوں گے۔ زمین ایسی ویران ہو گئی تھی کہ نو سال تک کسی کو اس میں ہل جوتنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ یہ سب کچھ ہوا لیکن ولیم کی بات پوری ہو گئی یعنی شمالی انگلستان مسخر ہو کر رہا۔ اب صرف ایک شہر چسٹر ایسا باقی رہ گیا تھا جو اُس کی شمالی فتوحات کے رستے میں حائل تھا۔ اس کھٹکنے کانٹے کے بھی نکال دینے کا فیصلہ کر کے عین کڑکڑاتے جاڑوں میں برف کے طوفانوں کو چیرتا چڑھائی ہوئی

ندیوں کے پار اترتا اور دلدلی میدانوں کو قطع کرتا ہوا وہ اپنے زحمت کش سپاہیوں کو لئے ہوئے چیسٹر کے سامنے جا پہنچا۔ اور اسے بھی فتح کر لیا۔ واضح رہے کہ ان تمام مقامات میں جس شخص نے ذرا بھی سر اٹھایا اُس کی زمین ضبط کر لی گئی۔ اور اس طور پر نارمن زمینداروں کی تعداد میں اور بھی اضافہ ہو گیا ؎

محب وطن سرداروں کا خاتمہ ۱۰۷۱ء

لیکن ابھی تک انگریزی محبان وطن کے دم خم میں فرق نہ آیا تھا۔ اگرچہ اب اُن کا ایک مختصر سا گروہ باقی رہ گیا تھا جن کو حکومت باغی قرار دے چکی تھی۔ لیکن انھوں نے اپنے صدہا ہم وطنوں کو جزیرۂ ایلی میں اپنے گرد جمع کر لیا۔ یہ جزیرہ چاروں طرف ندیوں اور دلدلوں سے گھرا ہوا تھا۔ اور یہیں یہ فداکاران وطن اپنے مشہور باغی سردار ہیرو ارڈ (الملقب بہ بیدار چشم) اور ایک اور سردار ایکر کی سرکردگی میں کوئی ایک سال تک ولیم کا مقابلہ کرتے رہے۔ آخر ولیم نے دلدل پر دو میل لمبا پل تیار کرایا۔ اور گھمسان کی لڑائی کے بعد ۱۰۷۱ء میں یہ آخری کمین گاہ بھی سر ہو گئی۔ محب وطن سردار تتر بتر ہو گئے۔ ایڈون پہلے ہی کام آچکا تھا۔ غریب و ناتوان ایتھلنگ ایڈگر کچھ مدت باہر گزار کر انگلستان چلا آیا۔ اور اسکی گزران کے لئے حکومت نے وظیفہ مقرر کر دیا۔ رہا بہادر ہیرو ارڈ سو بیان کیا جاتا ہے کہ ولیم کا اس کے ساتھ دوستانہ سمجھوتا ہو گیا۔ ایک فقط والتھیاف ایسا تھا جسکی پانچ سال بعد اس جرم میں گردن ماری گئی کہ اسے بادشاہ کے خلاف نارمن امرا کی ایک سازش کا علم ہوا اور پھر بھی اُس نے بادشاہ کو اطلاع نہیں دی۔ ولیم کے عہد میں اگر قتل کا کوئی بیدردانہ واقعہ ہے تو وہ یہی ہے۔ اور ولیم کو اس فعل پر جس مصلحت نے برانگیختہ کیا وہ غالباً یہ تھی کہ لوگ والتھیاف کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ اور ولیم کو ڈر تھا کہ مبادا یہ ہر دل عزیزی اُس کے حق میں کوئی خطرناک نتیجہ پیدا کرے ؎

امن و امان کے سولہ سال

غرض ان محبان وطن کی آخری یادگار کو ملت پرستی کی خاطر شہادت کا درجہ نصیب ہوا۔ اور جزیرۂ ایلی کی تسخیر کے بعد ولیم کے عہد حکومت کا باقی زمانہ عام طور پر امن سے گزرا۔ ولیم کی حکومت بڑے ٹھاٹھ اور دبدبے کی تھی۔ ہر ضلع میں اُس نے بارہ اکابر کی ایک جماعت انگریزوں کے قومی قوانین کا اعلان کرنے کے لئے مقرر کر رکھی تھی۔ اور ان قوانین کو اختیار کر لیا تھا۔ اضلاع کے انتظامی کام پر شاہی

تاحال مامور تھے۔ اور حساب کی ترتیب کی خدمت شاہی کلیسا کے محرروں سے متعلق تھی۔ صدر کاتب "چانسلر" کے نام سے موسوم تھا۔ اس لیئے کہ اُس کی نشست ایک پردے کے پیچھے ہوتی تھی۔ جسے لاطینی زبان میں "کینسیلی" کہتے ہیں۔ اپنے امرا کی بے عنوانیوں کا سدباب ولیم نے اس طرح کر رکھا تھا کہ مستغیثوں کو بادشاہ کی عدالت میں استغاثہ دائر کرنے کا حق حاصل تھا۔ جہاں نارمنوں اور انگریزوں کے ساتھ یکساں انصاف ہوتا تھا۔

حلف اطاعت

۱۰۸۶ء میں ولیم نے اپنے دارالحکومت سالسبری میں ایک دربار منعقد کیا۔ اور تمام انگریزی نسل کے مالکان اراضی سے اطاعت کا حلف اٹھوایا کہ اُسی کو اپنا سب سے بڑا آقا سمجھیں گے اور اُس کی اطاعت کو اپنا اولین فرض خیال کریں گے۔ جیسا کہ ہم کو آگے چل کر معلوم ہوگا۔ ولیم کی اسی حکمت عملی کا نتیجہ تھا کہ دوسرے ممالک کی طرح انگلستان میں رعایا جاگیرداروں اور امیروں کے پنجۂ استبداد میں اسیر نہ ہونے پائی۔

صدر اسقف لینفرانک ۱۰۷۰ء

ولیم نے اس بات کا بھی خاص خیال رکھا کہ کلیسا پر اُسکا اقتدار قائم رہے۔ انگلستان کے کسی بادشاہ نے آج تک پاپائے روما کی حلقہ بگوشی اختیار نہ کی تھی۔ اسی طرح اس نے بھی اپنی آزادانہ حیثیت برقرار رکھی۔ اور کبھی اس بات کا روا دار نہ ہوا کہ اُس کی اجازت کے بغیر اُسکا کوئی مملوک دائرۂ کلیسا سے خارج یا برکات کلیسا سے محروم کر دیا جائے۔ ۱۰۷۰ء میں اُس نے لینفرانک کو جو لامبرڈی کا ایک دانشمند عالم تھا۔ کنٹربری کا صدر اسقف مقرر کیا۔ اور رفتہ رفتہ اساقفہ کی تمام خدمتیں بدیسیوں کو دے دیں۔ اور جاگیرداروں کی طرح زمین دے کر اُن کو بھی اپنا نیازمند بنا لیا۔ پادریوں کے لیئے اس نے جداگانہ دینی کچہریاں مقرر کیں۔ اور اب انھوں نے شیحوں اور محالوں کے عدالتی اجلاس میں شریک ہونا چھوڑ دیا۔ لینفرانک نے اپنے کلیسائی علاقے کا انتظام نہایت اچھا کیا اُس کے زمانے میں پادریوں اور خانقاہوں کی حالت روبہ اصلاح ہوگئی۔ اور جاگیردار امرا کی بے عنوانیوں کا بھی ایک حد تک سدباب ہوتا رہا۔ اگرچہ لینفرانک اہل ملک کی مصیبت اور مظلومیت سے بارہا اس درجہ متاثر ہوتا تھا کہ ملک کو چھوڑ کر

چلے جانے کی آرزو ظاہر کیا کرتا تھا ؛

آج جو شاندار نارمن وضع کے گرجا ہم انگلستان میں دیکھتے ہیں۔ اُن میں سے اکثر اسی زمانے کے بنے ہوئے ہیں۔ اور جو بات اس عہد کی سب سے زیادہ قابل ستائش ہے۔ وہ یہ ہے کہ برسٹل میں غلاموں کی تجارت کا جو شرمناک سلسلہ جاری تھا اس کے موقوف کرنے میں لینفرانک اور بادشاہ دونوں نے مل کر کوئی دقیقہ کوشش کا اٹھا نہ رکھا ؛

نیا جنگل

اس تمام تفصیل سے واضح ہوا ہوگا کہ ولیم اگرچہ سخت گیر تھا لیکن مجموعی حیثیت سے اُس کی حکومت منصفانہ تھی۔ اپنے ذاتی فائدے کی خاطر صرف دو باتوں میں وہ بے انصافی کا مرتکب ہوا۔ ایک تو اُس نے ہیمشائر میں نوے ہزار ایکڑ سے بھی اوپر رقبۂ زمین اپنی شکارگاہ کے لیے ایک نیا جنگل قائم کرنے کی غرض سے اجڑوا ڈالا۔ اور حکم دیا کہ جو شخص کسی ہرن کا شکار کرے اُسکی آنکھیں نکلوا دی جائیں۔ دوسرا ظلم اُس کا یہ تھا کہ ونچسٹر میں دولت کا جو خزانہ اُس نے اپنے لیے جمع کر رکھا تھا۔ اس کا انبار بڑھانے کے لیے اس نے رعایا پر جابرانہ ٹیکس لگائے۔ اور ایڈورڈ الملقب بہ "امین معاصی" نے "ڈین گلڈ" کا جو محصول معاف کر دیا تھا وہ از سر نو وصول کرنا شروع کیا ؛

کتاب الخراج ۱۰۸۶ء

ولیم کے حکم سے انگلستان کی عام پیمائش کی گئی تاکہ اراضی کی تقسیم اور کاشت کی کیفیت معلوم کی جا سکے۔ اور اندازہ لگایا جا سکے کہ ہر شخص کو کس قدر مالیہ ادا کرنا چاہیئے۔ لوگ اس پر بہت بگڑے لیکن اس کارروائی کے واجبی ہونے میں کلام نہیں۔ پیمائش کے نتائج ایک کتاب میں درج کیے جاتے تھے جس کا نام "ڈومزڈے بک" (کتاب الخراج) تھا اور اسی کے مطالعے سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر زمین نارمنوں کے قبضے میں چلی گئی۔ اس کتاب میں جو اعداد و شمار ملک کی آبادی کے متعلق درج ہیں۔ اُن سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس زمانے میں انگلستان کی آبادی بیس لاکھ سے زائد نہ تھی۔ یعنی لندن کی موجودہ مردم شماری کے نصف سے بھی کم تھی۔ کئی نسلوں تک یہ آبادی بڑھنے نہ پائی بلکہ ایک ہی حال پر قائم رہی۔ حالانکہ ولیم کے بعد کے دو فرمانرواؤں کے زمانے میں فلینڈرس کے کثیر التعداد

باشندے اور روین اور کین کے بہت سے تاجر نقل وطن کرکے انگلستان چلے آئے تھے اور یہودیوں نے بھی غیر ممالک سے آکر انگلستان میں بود وباش اختیار کرلی تھی۔ اور شہروں میں اپنے خاص محلوں کے اندر بادشاہ کے ظل حمایت میں رہتے تھے۔ باوجود اس اضافے کے آبادی کا ساکن رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ کثیر التعداد نفوس جنگ اور قحط کی اُن بلاؤں کی بھینٹ چڑھے ہوں گے جو نارمن فتح کے بعد ملک پر آئے دن نازل ہوتی رہیں؛

ولیم کی مشکلات اور وفات ۹ستمبر ۱۰۸۷ء

ولیم کو اپنے عہدِ حکومت کے آخری حصے میں انواع و اقسام کی مصیبتوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ۱۰۷۹ء میں اُس کے سب سے بڑے بیٹے رابرٹ نے اُس کے خلاف نارمنڈی میں علمِ بغاوت بلند کیا۔ باپ بیٹوں میں جنگ ہوئی اور ولیم دھوکے میں خود اپنے بیٹے کے ہاتھوں قتل ہوتے ہوتے بچا۔ اس ناشدنی واقعے کی یاد ابھی تازہ ہی تھی کہ اُس کے سوتیلے بھائی اسقف اوڈو نے امرا کے ساتھ مل کر اُس کے خلاف سازش کی جس کی پاداش میں اوڈو کو قید ہونا پڑا۔ بالآخر ۱۰۸۷ء میں فلپ شاہ فرانس نے نارمنڈی پر چڑھائی کی۔ اور ولیم کو اپنا علاقہ اُس کی دستبرد سے بچانا پڑا اس معرکے کے دوران میں جب شہر مانتے کو آگ لگا کر وہ گھوڑے پر سوار جلتی بھوبل پر سے گزر رہا تھا تو گھوڑے نے ناخن لیا اور زین کے ساتھ ٹکرانے سے وہ تیورا کر نیچے گرا۔ اُس کے جاں نثار اُسے ہاتھوں ہاتھ روین لے گئے۔ بہت کچھ علاج کیا گیا لیکن پیمانۂ عمر لبریز ہوچکا تھا۔ ۹ستمبر ۱۰۸۷ء کو اُس نے وفات پائی اور کین میں دفن کیا گیا؛

ولیم کے چار بیٹے تھے۔ رابرٹ۔ رچرڈ۔ ولیم۔ اور ہنری۔ ان میں سے رچرڈ کا انتقال چھٹپن ہی میں ہوچکا تھا۔ رابرٹ کو نارمنڈی اور مین کی حکومت ورثے میں ملی۔ ہنری کے لیئے ولیم نے پانچ ہزار پونڈ کا ترکہ چھوڑا۔ انگلستان کے تخت وتاج کا وارث ولیم قرار پایا۔ چنانچہ ولیم کو اُس نے لینفرانک کے نام ایک چٹھی دے کر فوراً روانۂ انگلستان کردیا۔ اس چٹھی میں لینفرانک سے استدعا کی گئی تھی کہ تاج ولیم کے سر پر رکھا جائے ولیم خوب جانتا تھا کہ رابرٹ جیسے مطلق العنان اور طبیعت کے کمزور شخص سے انگلستان کی حکومت نہ چل سکے گی؛

ولیم روفس

المعروف بہ شاہ سرخ رنگ

سنہ ۱۰۸۷ء سے سنہ ۱۱۰۰ء تک

شکل و شباہت اور سیرت

ولیم فاتح کا سنجھلا بیٹا ولیم ثانی جو مسند انگلستان پر بیٹھنے کے لیے باپ کی انگشتری لے کر لینفرانک کے پاس آیا ایک تنومند اور تند خو شخص تھا۔ چہرے کی رنگت سرخ تھی۔ بال بھورے تھے آنکھیں چمکیلی اور نیلگوں تھیں۔ باپ کی اطاعت سے اُس نے کبھی منھ نہ موڑا تھا۔ اور بہادری میں وہ اپنے باپ کی جیتی جاگتی تصویر تھا۔ لیکن مدبرانہ دماغ نہ پایا تھا۔ قانون یا مذہب سے اُسے بہت کم لگاؤ تھا۔ اور اُس کی زندگی بے عنوانیوں اور بدکرداریوں میں بسر ہوتی تھی۔

امرا کی بغاوت سنہ ۱۰۸۸ء

لینفرانک نے جو اُس کا اتالیق رہ چکا تھا اس ڈر سے کہ مبادا رابرٹ اپنا دعوے پیش کر کے کھنڈت ڈال دے فوراً ہی ۲۶ ستمبر سنہ ۱۰۸۷ء کو ویسٹ منسٹر میں اُس کے سر پر تاج رکھ دیا۔ تاجپوشی کی رسم ادا کرتے وقت لینفرانک نے ولیم سے اقرار لے لیا تھا کہ رعایا پر انصاف سے حکومت کرے گا۔ اور سنہ ۱۰۸۹ء تک جو لینفرانک کے انتقال کی تاریخ ہے اس وعدے کا ایفا بھی ہوتا رہا۔ لیکن امرا پھر بھی قانع نہ تھے۔ اُن کا رجحان طبیعت کے کمزور مگر نیک مزاج رابرٹ کی طرف تھا۔ تین مہینے بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ اُنھوں نے بغاوت کر دی اور فتنہ پرداز اسقف اوڈو کی سرکردگی میں اپنے قلعوں کو مستحکم کر کے زمینیں اجاڑ ڈالیں اور شاہی محصولات اور رقوم واجب الوصول کو تصرف میں لے آئے۔ ولیم فاتح نے انگریزوں پر حکومت کرنے کے لیے جس دانشمندانہ حکمت عملی کی بنیاد ڈالی تھی اُس کے

انگریزی قوم بادشاہ کا ساتھ دیتی ہے

نتائج اب ظاہر ہوئے۔ یعنی امرا کے مقابلے میں بادشاہ کو جو رعایا اپنے حقوق کا محافظ سمجھنے کی خوگر ہو گئی تھی اُس کی مصلحت اب کھلی جب ولیم نے اس کڑے وقت میں ہر اُس شخص سے جو اپاہج نہ ہو یہ کہکر مدد مانگی کہ اہل ملک کے ساتھ لطف و احسان کا برتاؤ کیا جائے گا۔ اور جنگل کے سخت قوانین منسوخ کر دیے جائیں گے۔ تو لوگ چاروں طرف سے امنڈ آئے

اور گروہ در گروہ اُس کے جھنڈے تلے آکر جمع ہو گئے۔ اس جم غفیر کے ساتھ ولیم باغیوں کی سرکوبی کو نکلا تو نہ صرف امرا ہی نے شکست کھائی بلکہ اُس نے اُن سپاہیوں کو بھی مار بھگایا جنھیں رابرٹ نے ایک جنگی بیڑے کے ساتھ نارمنڈی سے اپنے بھائی کے مقابلے پر بھیجا تھا۔ اور پونسی میں جہاں اوّل اوّل سنہ ۱۰۶۶ء میں نارمن حملہ آور لنگر انداز ہوئے تھے۔ یہ عجیب و غریب منظر دیکھنے میں آیا کہ انگریزوں نے ایک نارمن بادشاہ کا ساتھ دے کر نارمنوں ہی کے ایک لشکر جرار کو شکست فاش دیدی۔

نارمن معرکہ اور انگریزی روپیہ

لیکن ولیم نے اہل انگلستان سے جو وعدے کیے تھے سب بھلا دیے۔ لینفرانک کی وفات کے بعد صدر اسقف کا عہدہ چار سال تک خالی رہا اور کوئی ایسا صاحب اثر شخص موجود نہ تھا جو بادشاہ کی بے راہ روی کو روکے۔ سنہ ۱۰۹۰ء میں ولیم نے اپنے بھائی رابرٹ پر نارمنڈی میں چڑھائی کی۔ اور جب آخر کار دونوں بھائیوں میں اس شرط پر صلح ہو گئی کہ دونوں میں سے جسکی عمر زیادہ ہو وہی نارمنڈی اور انگلستان کا مشترکہ بادشاہ ہو تو دونوں نے مل کر ہنری پر فوج کشی کر دی لیکن ان لڑائیوں میں انگلستان ہی کا روپیہ صرف ہو رہا تھا۔ اور انگلستان ہی کے سپاہی کام آ رہے تھے۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ان سپاہیوں کو سرکاری خزانے سے باقاعدہ تنخواہ ملتی تھی۔ بلکہ اس زمانے میں سپاہی زمینداریوں کے مالک ہوتے تھے۔ اور میدان جنگ میں بادشاہ کے لیے جا کر لڑنا یہ معنی رکھتا تھا کہ یہ لوگ اپنا حرج کر کے سب کام کاج چھوڑ کر اپنا خون پسینہ ایک کر دیں۔ ولیم ایک بہادر سپہ سالار تھا۔ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کرتا تھا اور بار ہا اپنے دشمنوں سے بھی مروت پیش آتا تھا۔ اطراف و اکناف ملک سے امرا اُس کی خدمت بجا لانے کے لیے جوق جوق آتے تھے اور وہ انعام و اکرام سے انھیں نہال کر دیتا تھا۔ اور بڑی دھوم دھام سے اُنکی ضیافتیں کرتا تھا۔ لیکن اُسے کبھی بھولے سے بھی یہ خیال نہ آیا کہ جو روپیہ وہ یوں بے دریغ لٹا رہا ہے وہ قوم کا روپیہ ہے۔

رانلف فلامبرڈ، میر عدل

عدالتی کاموں کے لیے منصف مقرر تھے۔ اور ولیم فاتح کے عہد میں صدر منصف کا عہدہ اوّل اوّل "جسٹیشیر" (میر عدل)

کے نام سے موسوم ہوا۔ میر عدل کے اقتدارات نہایت وسیع ہوتے تھے۔ بادشاہ
جب کہیں باہر چلا جاتا تو میر عدل ہی اُس کے بجائے حکومت کرتا تھا۔ اور اسی کے نام
سے تمام فرمان جاری ہوتے تھے۔ ولیم ثانی نے اپنا میر عدل رالف فلامبرڈ کو مقرر کیا
یہ شخص بڑا ہی اکھڑ اور بدتمیز واقع ہوا تھا۔ اور جب روپیہ خزانے میں کم ہو جاتا تو لوگوں پر
اُس کی طرف سے طرح طرح کی سختیاں ہونے لگتی تھیں۔ جب کسی اسقف یا رہبان کا
انتقال ہوتا تو متوفی کی خدمت کو وہ یا تو بیچ ڈالتا تھا یا خالی رہنے دیتا تھا اور فروخت
سے جو روپیہ وصول ہوتا تھا شاہی خزانے میں داخل کر دیتا تھا۔ امرا سے وہ بڑی بڑی
رقمیں آئے دن کسی نہ کسی بہانے سے وصول کرتا رہتا تھا۔ مثلاً کسی جاگیردار کا کوئی وارث
اگر اپنی آبائی املاک پر متصرف ہوتا تو اُس موقع پر ایک بیش قرار رقم اُسے سرکار میں
داخل کرنی پڑتی تھی۔ اور تو اور کوئی شخص اگر بادشاہ سے اپنی بیٹی کے نکاح کی اجازت
مانگتا تھا تو اس تقریب پر بھی ایک معقول نذرانہ اُسے دینا پڑتا تھا۔ امرا و شرفا کے
علاوہ عوام سے بھی ناجائز ٹیکس وصول کیے جاتے تھے۔ اور چور اور اٹھائی گیرے
بھی اگر جرمانہ بھر دیتے تھے تو سزا پانے سے بچ جاتے تھے۔ رالف فلامبرڈ کی
دیکھا دیکھی بادشاہ کے امراء دربار نے بھی رعایا کے مال و املاک پر دست تصرف

مردم آزاری

دراز کر رکھا تھا۔ جس گاؤں میں جا نکلتے تھے وہاں کے
باشندوں کی ہر ایک چیز پر بلا تکلف قبضہ کر لیتے تھے۔ اُن کا
کھانا چھین کر کھا جاتے تھے اُن کے گھوڑوں پر سوار ہوتے تھے۔ ان کی فصلیں بیچ
ڈالتے تھے۔ اور جو چیز پسند آتی تھی ہتیا لیتے تھے۔ تاریخ قوم سیکسن میں مرقوم ہے کہ
ہر وہ بات جو خدا کی نگاہ میں مغضوب اور انسان کے حق میں سختی کا موجب ہو سکتی تھی۔ ولیم
کے عہد میں اس ملک کا وتیرہ بنی ہوئی تھی اور یہی وجہ ہے کہ ولیم کو اُس کی قریب قریب تمام رعایا نفرت کی
نظر سے دیکھتی تھی اور خدا کو بھی اُس سے نفرت تھی۔ بدنصیب انگریزوں کے لیے کوئی بات موجب تسلی
تھی تو یہ تھی کہ کم از کم امیروں اور جاگیرداروں کو بادشاہ سر نہ اٹھانے دیتا تھا۔ اور ملک میں امن و امان قائم تھا۔

تسخیر ویلز

دو کام اس بادشاہ نے ایسے کیے جن کا نتیجہ انگلستان کے
حق میں اچھا نکلا۔ اوّل تو ۱۰۹۰ء میں اُس نے عام اعلان
کر دیا کہ ویلز کا جو علاقہ جو شخص فتح کر سکے وہ اسی کی جاگیر ہو جائے گا۔ اور خود بھی دو مرتبہ

ویلز پر فوج کشی کی۔ ان چڑھائیوں میں ویلز کے بہت سے نئے علاقے خصوصاً اضلاع پمبروک و کارڈیگن بزور شمشیر مسخر کیئے گئے۔ اور اُن میں قلعے بنائے گئے اس کے علاوہ ولیم ثانی نے ۱۰۹۲ء میں کمبرلینڈ پر جو اس وقت تک اسٹرتھکلائڈ کے رقبے میں

کمبرلینڈ کا الحاق انگلستان کے ساتھ

شامل تھا قبضہ کر لیا۔ کارلائل میں اُس نے ایک بہت بڑا قلعہ تعمیر کرایا اور ہمشائر کے کسانوں کو اس نواح میں آباد کر کے کُل علاقہ کی ایک جداگانہ انگریزی امارت بنادی۔ اسی کے ساتھ اُس نے میلکم ثالث شاہ اسکاٹلینڈ کو باج گزارانہ اطاعت پر مجبور کیا؛

انسلم اسقف اعظم

مصیبت کے وقت ہمیشہ خدا یاد آیا کرتا ہے۔ ولیم بھی اس قاعدے سے مستثنیٰ نہ تھا۔ ۱۰۹۳ء میں جب وہ سخت بیمار ہوا تو اپنی بدکرداریوں اور مردم آزاریوں پر بہت کڑھا اور اپنے پچھلے گناہوں کے کفارے کے طور پر ایک نہایت صالح اور فاضل شخص انسلم نامی کو جو بیک کی خانقاہ کا راہب تھا کنٹربری کا اسقف اعظم مقرر کیا۔ انسلم کو اس عہدے کے قبول کرنے میں تامل تھا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ ولیم کے ساتھ مل کر حکومت کرنا اس کے لئے نہایت مشکل ہوگا۔ ایک کمزور و ناتوان بھیڑ اور ایک دیوزاد وحشی سانڈ ایک رسی میں کیونکر باندھے جاسکتے ہیں۔ انسلم کو جس قدر انکار تھا اسی قدر دوسرے تمام اساقف کو اصرار تھا اور آخر اُن کے اصرار پر بادل ناخواستہ انسلم کو کلیسا کا عصائے حکومت اپنے ہاتھ میں لینا پڑا۔ لیکن جب بادشاہ نے صحت یاب ہونے کے بعد ضمیر کا سبق بھلا دیا اور پھر اسی جور وستم کا بازار گرم کر دیا تو انسلم نے یہ نہیں کیا کہ اُس کی ہاں میں ہاں ملاتا جائے بلکہ قابل اعتراض کارروائی کی مخالفت کرنے سے اپنی زبردست قوت اخلاقی کا ثبوت دیا۔ ولیم نے جب اُس سے اُس کے تقرر کا معاوضہ ایک بیش قرار نذرانے کی شکل میں طلب کیا تو اُس نے رقم ادا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اور بادشاہ کو اس کے طریقہ استحصال بالجبر پر بڑی جرأت سے ملامت کی۔ لیکن ولیم کی طبیعت میں جو خوئے بد ہوست ہو چکی تھی وہ بھلا اس قسم کی زجر و توبیخ سے کہیں زائل ہو سکتی تھی۔ چار سال تک اس جبلی شقاوت کے برخلاف بے سود جدوجہد کرتے رہنے کے بعد آخر انسلم ۱۰۹۷ء میں اپنے عہدے سے سبکدوش ہو کر روما چلا گیا۔ اور ولیم کی بداعمالیوں کو اسی بے مہاری کی

حالت میں چھوڑتا گیا؛

رابرٹ پہلی صلیبی مہم پر جاتا ہے سنہ ۱۱۰۰ء

اس اثنا میں رابرٹ سے ولیم کی پھر لڑائی چھڑ گئی تھی۔ بادشاہ فرانس رابرٹ کا طرف دار تھا۔ اُسے توڑنے کے لیئے ولیم کو ایک بہت بڑی رقم خرچ کرنی پڑی۔ آخر رابرٹ نے اس شرط پر اُس سے صلح کر لی کہ نارمنڈی کا علاقہ چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ پاؤنڈ کے عوض ولیم کے پاس مکفول رہے۔ اور رابرٹ یہ رقم لے کر بیت المقدس کی مہم پر چلا جائے۔ یہ وہ زمانہ ہے (سنہ ۱۰۹۶ء) جبکہ یورپ بھر میں ایک مذہبی آگ سی لگی ہوئی تھی اور یورپ والے بے تاب تھے کہ جس طرح بن پڑے یورشلیم میں جا پہنچیں اور ترکوں کو جو مسیحی زائرین پر سختیاں کرتے تھے اس مقدس شہر سے بیدخل کر کے اُن کے مظالم کی قرار واقعی سزا دیں۔ جن زائروں کے ساتھ ترکوں نے بدسلوکی کی تھی۔ اُن میں ایک راہب پیٹر بھی تھا جس کو پاپائے اربن رابع نے یہ پٹی پڑھائی کہ جو لوگ مزار مقدس کو عبادت کی غرض سے جاتے ہیں اور مسلمانوں کے ہاتھوں خوفناک مصیبتوں میں مبتلا ہوتے ہیں اُن کے مصائب سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے اور اس غرض کے لیئے پرجوش وعظوں اور منادیوں کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ اُدھر خود پاپا نے تمام مسیحیوں کو دعوت عام دی کہ جو شخص نجات کا طالب ہے وہ ایک رنگین صلیب کا نشان اپنی بائیں آستین پر سیکر جنگ صلیبی کے لیئے روانہ ہو جائے اور ارض مقدس کو آزاد کرنے کا بیڑا اٹھائے پاپا کا یہی وہ حکم تھا جس کی متابعت میں رابرٹ عازم بیت المقدس ہوا اور اُس کے ساتھ بہت سے انگریز اور فرانسیسی بھی گئے۔ اس طور پر ولیم کچھ وقت کے لیئے نارمنڈی اور فرانس کے بعض بہترین علاقوں کا حاکم ہو گیا؛

ولیم سرخ رنگ کی وفات سنہ ۱۱۰۰ء

بیچارے انگریزوں کو اُن تمام کارروائیوں کا بری طرح سے خمیازہ کھینچنا پڑا۔ "تاریخ قوم سیکسن" میں مذکور ہے کہ سنہ ۱۰۹۶ء گوناگوں محصولات اور قحط سالی کی وجہ سے بڑی مصیبت کا سال تھا اور اس کے بعد بھی تین سال تک یہی حالت رہی لیکن اس پاپ کے کٹنے کا وقت قریب آپہنچا تھا۔ سنہ ۱۱۰۰ء کے ماہ اگست کی دوسری تاریخ تھی کہ ولیم جسے متنبہ کر دیا گیا تھا کہ آج کے دن کی صید افگنی اُس کے لیئے خطرناک ہے اس انتباہ کو مطلق خاطر میں

نہ لاکر نئے جنگل میں شکار کھیلنے گیا۔ جنگل میں پہنچکر وہ قضا کار اپنے ساتھیوں سے جدا ہوگیا۔ اور کچھ دیر بعد کسانوں کو ایک مقام پر اُس کی لاش اس ہیئت میں دستیاب ہوئی کہ ایک تیر سینے کے پار تھا۔ بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ ایک فرانسیسی سردار ولیم ٹرل کا تیر اتفاقیہ طور پر اس کے سینے میں ترازو ہوگیا لیکن ٹرل نے حلف اٹھا کر اس سے انکار کیا۔ گمان غالب یہ ہے کہ کسی ستم رسیدہ نے اپنی مظلومیت کا انتقام لینے کے لئے موقع پاکر اُسے قتل کر دیا۔ ولیم کی لاش ایک دہقانی چھکڑے میں ڈال کر ونچسٹر پہنچائی گئی اور اس بنا پر کہ اُس نے مرنے سے پہلے اپنے گناہوں کا اقرار نہ کیا تھا اور کلیسا نے اُس کے معاصی کی آلودگی کو پاک نہ کیا تھا کسی مذہبی رسم کی بجا آوری کے بغیر وہ یونہی سپرد خاک کر دیا گیا۔ رابرٹ ابھی تک ارض مقدس ہی میں تھا اور اس ڈر سے کہ مبادا تخت نشینی کے لئے کوئی شخص اُسکا نام تجویز نہ کر دے ولیم کا بھائی ہنری جو شریک شکار تھا گھوڑے پر سوار ہو کر باگیں اٹھائے ونچسٹر کی طرف روانہ ہوا۔ اور جب تک وہاں پہنچکر تخت پر قابض نہ ہوگیا دم نہ لیا ؛

ہنری اوّل المخاطب بہ "بو کلارک" (یا نکا ادیب)

سنہ ۱۱۰۰ء لغایت سنہ ۱۱۳۵ء

ولیم ثانی کے بعد پنتیس سال تک ملک میں عدل و انصاف کا دور دورہ رہا۔ یہ سچ ہے کہ رعایا کو پریشانیاں لاحق رہیں اور بھاری محصولات ادا کرنے پڑے لیکن یہ زمانہ کا اقتضا تھا۔ ولیم فاتح کا سب سے چھوٹا بیٹا ہنری ایک متین اور محتاط شخص تھا۔ آنکھوں میں ذکاوت اور فراست کا نور چمکتا نظر آتا تھا۔ علمی مشاغل سے اُسے ایک خاص دل بستگی تھی۔ دماغ بہت روشن پایا تھا گو دل کا اچھا نہ تھا۔ تخت پر بیٹھتے ہی اُس نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ اُسکی

ہنری اول کی سیرت

دولت کے برقرار رہنے کی صرف یہی ایک شکل ہے کہ رعایا پر عمدگی سے حکومت کرے اور اُن کا دل مٹھی میں لیئے رہے۔ ولیم کے قتل ہی کے روز یعنی ۲ اگست کو اُس نے تمام اُس شاہی خزانے پر جو ونچسٹر میں تھا قبضہ کر لیا اور وہاں سے بسرعت تمام لندن پہنچا جہاں تھوڑی بہت بحث کے بعد ۵ اگست سنہ ۱۱۰۰ء کو یکشنبہ کے روز وہ ویسٹ منسٹر میں بادشاہ منتخب ہوا۔ رعایا اُس کی تخت نشینی پر بہت خوش ہوئی اس لیئے کہ ولیم فاتح کے بیٹوں میں صرف وہی ایک ایسا تھا جسکی ولادت اور تعلیم انگلستان میں ہوئی تھی۔ اُس کے علاوہ پہلا ہی کام جس سے لوگ اُس کے گرویدہ ہو گئے اُس نے یہ کیا کہ رالف فلامبرڈ کی گرفتاری کا حکم دیا اور اُس نابکار کو لندن کے قلعے میں قید کر کے نیک نہاد اسقف انسلم کو واپس بلا لیا ؎

اُس کا قبالہ

اُس کے بعد اُس نے ایک قبالہ نافذ کیا جس میں یہ وعدہ درج تھا کہ زمانہ سابق کے عمدہ قوانین کو از سر نو رواج دوں گا رعایا اور پادری جن ناواجب تکالیف میں مبتلا ہیں انھیں رفع کر دوں گا بیواؤں اور ترکہ پانے والی لڑکیوں کو اُنکی خواہش کے خلاف شادی کرنے پر مجبور نہ کروں گا اور رعایا کو اس بات کی اجازت دوں گا کہ اپنی جائداد جس کے نام چاہیں چھوڑ جائیں۔ جاگیرداروں سے بھی اُس نے یہ وعدہ لے لیا کہ جو مراعات حکومت کی طرف سے اُن کے حق میں روا رکھی گئی ہیں وہی وہ اپنی آسامیوں کے ساتھ مرعی رکھیں گے۔ ایڈتھ سے ساتھ

جو ملکم شاہ اسکاٹلینڈ کے صلب اور اُس کی ملکہ مارگریٹ (ایڈمنڈ فولاد پہلو کی پوتی) کے بطن اور اس طرح پر انگلستان کی شاہی نسل سے تھی عقد کر کے اُس نے انگریزوں کے

ایک انگریزی شہزادی کے ساتھ اُسکی شادی

دل میں اور زیادہ گھر کر لیا۔ انگلستان کے تمام بادشاہ اور بادشاہزادیاں چاہیں تو آج کے دن تک ملکہ ایڈتھ ہی کی وساطت سے اپنا سلسلۂ نسب پہلے مغربی سیکسن بادشاہ سرڈک سے ملا سکتی ہیں۔ لیکن نارمنوں کی تالیف قلب کے لیئے ایڈتھ نے اپنا نام مصلحتہً تبدیل کر کے مالڈ یا میٹلڈا اختیار کر لیا ❊

ٹینچی برائی کی لڑائی سنہ ۱۱۰۶ء

رابرٹ جس کے کام ہمیشہ تاخیر و تساہل سے بگڑتے تھے جب ارض مقدس سے لوٹا تو یہ تمام واقعات رونما ہو چکے تھے۔ تاہم اُس کی مراجعت پر جاگیرداروں نے اس کی حمایت کی اور حکومت وقت کے خلاف حسب معمول علم بغاوت بلند کیا۔ لیکن اس مرتبہ بغاوت بہت جلد فرو کر دی گئی۔ رابرٹ اپنا لشکر لیئے ہوئے پورٹسمتھ کے ساحل پر اترا تھا لیکن انسلم اور رابرٹ متوطن میولان نے دونوں بھائیوں میں صلح کرا دی اور رابرٹ ہنری سے چار ہزار نقرئی مارک کا وظیفہ لے کر رخصت ہو گیا پھر بھی جاگیردار نچلے نہ بیٹھے اور پانچ سال تک انگلستان اور نیز نارمنڈی میں لوگوں کو ہنری کے خلاف اکساتے رہے۔ شربوسبری اور ارنڈل کے امیر رابرٹ باشندۂ بیلسم نے جو ایک سفاک اور دغاباز شخص تھا۔ لوگوں کو بھڑکا کر ایک خطرناک بغاوت کرا دی۔ اس علت میں وہ جلا وطن کر کے نارمنڈی بھیج دیا گیا جہاں موقع پاتے ہی اُس نے ہنری کے مقبوضات پر پھر حملہ کر دیا۔ ادھر امیر رابرٹ کی حکومت کا انتظام ایسا برا تھا کہ نارمنڈی کے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے جاتے تھے۔ آخر ہنری کو فوج کشی پر مجبور ہونا پڑا۔ ایک انگریزی لشکر کے ساتھ اس نے نارمنڈی پر چڑھائی کی اور ٹنچی برائی کی مشہور لڑائی میں اُس نے شوریدہ سر امرا کو کامل زک دیکر اپنا مطیع و منقاد بنا لیا۔ رابرٹ کو وہ اپنے ساتھ انگلستان لیتا آیا۔ جہاں رابرٹ نے باقی عمر

رابرٹ قید کر دیا گیا

قید خانے میں گزاری۔ رابرٹ سر پھرا ضرور تھا اور اسکی طبیعت بھی لاابالی تھی۔ لیکن اس کی نیک نفسی اور نیک دلی سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اُس کا عبرت انگیز انجام دیکھ کر قدرت کی نیرنگیوں کا سماں آنکھوں میں

پھر جاتا ہے۔ ٹنچی برائی کی جنگ پر انگریزوں کو بڑا فخر تھا اس لیئے کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ نارمنوں کو جو انھیں کے ملک میں شکست دینے سے انھوں نے جنگ ہیسٹنگز کی رسوائی کا داغ مٹا دیا ہے ؟

نارمنڈی اور انگلستان اب پھر ایک فرمانروا کے زیرنگین آ گئے ۔ نارمن جاگیرداروں کے ساتھ انگریزی حکومت کی یہ کشمکش انگلستان کے حق میں نہایت اہم ثابت ہوئی۔ ایک تو اس لیئے کہ ہنری نے اپنی انگریزی فوج کو فرانسیسی رسالے سے مقابلہ کرنے اور اس سے عہدہ برا ہونے کا گر سکھا دیا۔ اور اس طور پر انگریز سپاہی کے دل سے نارمن سوار کی ہیبت جاتی رہی۔ دوسرا بڑا نتیجہ اس جدوجہد کا یہ ہوا کہ ہنری نے باغی امرا سے اُن کی انگریزی جاگیریں چھین کر ایسے لوگوں میں تقسیم کر دیں جن کی قوت ذرا گھٹی ہوئی تھی۔ اور جن کی وفاداری پر اُسے بھروسا تھا۔ اضلاع کی عاملانہ حکومت بسا اوقات ان نئے امرا کے تفویض کی جاتی تھی اگرچہ وہ نسل کے نارمن تھے

نئے امرا نے انگریزی قومیت اختیار کر لی

لیکن قدیم امرا کے زمرے میں نہ شامل ہونے اور نارمنڈی میں کوئی جائداد نہ رکھنے کے باعث وہ انگلستان ہی کو اپنا وطن سمجھتے تھے۔ اور انگریزوں ہی میں شادی بیاہ کرتے تھے۔ اس طرح پر انگریزوں اور نارمنوں کا نسلی امتیاز رفتہ رفتہ مٹتا چلا اور اس امتیاز کے مٹانے میں اس واقعے نے خصوصیت کے ساتھ حصہ لیا کہ انگریزی زبان کا رواج دربار کے سوا باقی ہر جگہ عام ہو گیا۔ آج کے دن تک ہم اس بات کا سراغ لگا سکتے ہیں کہ امرا کی زبان انگلستان میں کچھ عرصے تک فرانسیسی تھی مثلاً شیپ (بھیڑ) "آکسن" (بیل) اور "کاف" (بچھڑا) قدیم انگریزی نام ہیں۔ اس لیئے کہ کاشتکاران جانوروں کو پالتے تھے۔ لیکن جب انھیں جانوروں کا گوشت نارمن دسترخوان پر آتا تھا تو بھیڑ کا گوشت "مٹن" کہلاتا تھا جس کی فرانسیسی شکل "موتان" ہے۔ گائے کے گوشت کو "بیف" کہتے تھے جو فرانسیسی میں "بوف" ہے۔ اور بچھڑے کے گوشت کو "ویل" کا نام دیا جاتا تھا جو فرانسیسی میں "وو" ہے۔ علیٰ ہذا القیاس "ساورن" (تاجدار)۔ "ہامیج"

انگریزی زبان میں فرانسیسی الفاظ

(بندگی) "پیلیس" (محل) اور "کیسل" (قلعہ) نارمن الفاظ ہیں اور "ہرتھ" (چولھا) اور "ہوم" (گھر) قدیم انگریزی الفاظ ہیں

غرض جس طرح انگلستان میں نارمن خون کی آمیزش سے انگریزی قوم کی جودت و ذکاوت ہمت و استقامت اور شایستگی و نفاست بڑھ گئی۔ اسی طرح فرانسیسی الفاظ کی آمد سے انگریزی زبان کی بوقلمونی اور دل آویزی میں اضافہ ہوگیا ؎

اسقف راجہ میر عدل مقرر ہوا

دونوں قوموں کو ہنری کے بے لاگ عہد حکومت کے عدل و انصاف نے ایک دوسرے سے اور بھی زیادہ قریب کر دیا۔ سنہ ۱۱۰۷ء میں اُس نے سالسبری کے اسقف راجہ کو اپنا میر عدل مقرر کیا اور اس مشہور و معروف شخص نے سلطنت کے قوانین اور مالگزاری کا انتظام نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے کیا۔ رعایا کو دوبارہ دیہی پنچایتیں بنانے کی اجازت دی۔ اضلاع کے عمال ہر سال آتے اور لگان اور تاوان وغیرہ ہر قسم کے محصول بادشاہ کے محکمے میں داخل کر جاتے تھے۔ زر ادا شدہ کی رسید کے طور پر انھیں لکڑی کی چھوٹی چھوٹی تختیاں دے دی جاتی تھیں۔ تختیوں کے دونوں کناروں پر آمنے سامنے مساوی فاصلے سے کٹاؤ پڑے ہوتے تھے۔ جس سے رقم ایصال شدہ کا تعین مقصود ہوتا تھا۔ ان تختیوں کو بیچ میں سے توڑ دیا جاتا تھا۔ ایک ٹکڑا بادشاہ کے محکمے میں وثیقے کے طور پر رہتا دوسرا ٹکڑا عامل کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔ جس میز پر روپیہ گنا جاتا اس پر بساط شطرنج کی وضع کا ایک چارخانہ بچھا رہتا تھا۔ اور جب

محکمۂ خزانہ

بعض شاہی حسابات مرتب ہو جاتے تھے تو اس چارخانے پر رقوم جوڑ لی جاتی تھیں۔ دفتر شمار رقوم کو جو "کورٹ آف دی اکسچکر" (شطرنجی محکمہ) کہا جاتا ہے تو اس کی وجہ تسمیہ یہی چارخانہ کا کپڑا ہے۔ اگر کسی شخص کو عمال کے خلاف کوئی شکایت ہوتی تھی تو وہ شاہی عدالت کے افسروں سے استغاثہ کر سکتا تھا جو تعین محصولات اور فصل خصومات کے لیئے سال میں ایک مرتبہ سارے ملک کا دورہ کیا کرتے تھے ؎

شہر دویہ

شہروں نے ہنری اول سے بہت سی جدید مراعات نذرانے دے کر خرید لیں۔ چنانچہ لندن نے ایک خاص قبالۂ مراعات حاصل کیا اور اپنے لیئے ایک جداگانہ عامل اور میر عدل مقرر کیا۔ اس قبالے کی رو سے جائز نہ تھا کہ اہل لندن پہ لندن کی شہرپناہ سے باہر کوئی مقدمہ چلایا جا سکے۔ "ڈین گلڈ" کا خراج انھیں معاف تھا۔ اُن کی تجارت چنگی کے محصول سے مستثنیٰ تھی۔ نارمن امرا نے

ملک کے بعض حصوں میں غیبی آزمائش کے طریقے کے بجائے مبارزہ کا جو طریقہ ملزم کو بری الذمہ قرار دینے یا مجرم گرداننے کے لئے جاری کر رکھا تھا لندن والے اُس کی زد سے بھی باہر تھے دوسرے دیہاتی اور قصباتی لوگوں کی حالت بھی بہ نسبت سابق بہت بہتر تھی۔ اس لئے کہ گو جنگل اور شکار کے قوانین اب تک نہایت سخت تھے وہ بھی چوروں اور ڈاکوؤں کو سولی پر لٹکا یا جاتا تھا اور بداعمالیوں کے لیئے سخت سزائیں مقرر تھیں۔ تاریخ قوم سیکسن میں لکھا ہے کہ وہ ہنری بڑا اچھا بادشاہ تھا۔ لوگوں کے دلوں میں اُسکی ہیبت نہایت درجہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اور اُس کے عہد میں کسی شخص کی مجال نہ تھی کہ کسی پر ہاتھ اٹھائے"۔

فلیمنگ پارچہ باف اور سسٹرشین راہب

عمدہ قوانین کے نفاذ کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ انگلستان میں امن فنون کو ترقی ہونے لگی جو امن و امان کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں اس عہد میں دو نرالی وضع کی نو آبادیاں قائم ہوئیں۔ سنہ ۱۱۱۱ئہ میں ہنری نے فلینڈرس کے کچھ طوفان زدہ باشندوں کو پمبروک شائر میں آباد ہونے کی اجازت دی اور اُن کی نسل آج تک یہاں موجود ہے۔ اس کے بعد ۱۱۲۸ئہ میں سسٹرشین طبقے کے کچھ راہبوں نے اوّل اوّل ویوَرلی واقع سرے میں اور آگے چل کر شمالی اور مغربی اقطاع میں کہ یہ سب کے سب نہایت ہی ویران علاقے تھے اپنی بستیاں بسانی شروع کیں۔ یہ طبقہ ابتداً سیٹو میں جو روئن کے قریب ہے قائم کیا گیا تھا اور اُسکے راہب اپنے شعار کے پورے پابند اور بڑے محنتی اور جفاکش تھے انھوں نے نو اپنی نو آبادی میں بھیڑیں پالیں اور افتادہ زمین کو غلہ رانی کے قابل بنایا اور فلینڈرس والوں نے اونی کپڑا بننے کا فن ملک میں رائج کیا اور اس طور پر یہ دونوں نو آبادیاں انگلستان کے لیئے مفید ثابت ہوئیں۔

اساقفہ کا انتخاب پاپائے روما کا سفیر

ہنری کے عہد کے دو اور واقعات کا بیان کرنا اس مقام پر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ان واقعات کی اہمیت آگے چل کر کھلے گی۔ پہلا واقعہ تو یہ ہے کہ صدر اسقف انسلم کے ساتھ بہت کچھ بحث کرنے کے بعد ہنری اس بات پر رضامند ہو گیا کہ گرجاؤں کے پادری اپنے اساقفہ کا انتخاب آپ کر لیا کریں تاکہ ولیم سرخ رنگ کی طرح بادشاہ انکی نشستیں خالی

دور کھ سکے۔ لیکن یہ منظوری ہنری نے اس شرط سے دی کہ انتخاب بادشاہ کے دربار میں ہوا کرے اور اساقفہ اُن جاگیرات کے لیئے جو بادشاہ کی طرف سے اُنھیں عطا ہوں مراسم اطاعت و بندگی بجالائیں۔ دوسرا واقعہ یہ تھا کہ ہنری نے پاپائے روما کو دربار انگلستان میں اپنا سفیر متعین کرنے کی اجازت دی۔ اگرچہ ایک عرصۂ دراز تک پاپا کی طرف سے اس حق کا مطالبہ معرض التوا میں پڑا رہا لیکن آگے چل کر اسی کی وجہ سے مشکلات بھی پیدا ہو گئیں ؛

ہنری کا اکلوتا بیٹا ڈوب گیا سنہ ۱۱۲۰ء

عین اس عالم میں جبکہ امن و امان کی برکتیں ملک کو نصیب ہو چکی تھیں ہنری کی تقدیر نے پلٹا کھایا اور مصیبت کا ایک بہت بڑا پہاڑ اُس پر ٹوٹ پڑا۔ تین سال سے وہ نارمنڈی میں نارمن امرا کا مقابلہ کر رہا تھا جب وہاں سے مظفر و منصور ہو کر لوٹا تو اُسکا اکلوتا بیٹا ولیم ساتھ تھا۔ لیکن ولیم کی قضا بھی ساتھ تھی۔ "وہائٹ شپ" (سفید جہاز) جس پر ولیم سوار تھا ایک چٹان سے ٹکرایا اور اہل کشتی سب کے سب غرق ہو گئے۔ جوان بیٹے کی موت ہنری کی تمام امنگیں اور خوشیاں اپنے ساتھ لیتی گئی۔ کہتے ہیں کہ اس سانحے کے بعد ہنری کو کسی نے کبھی مسکراتے نہ دیکھا۔ اب یہ سوال پیدا ہوا کہ ہنری کے بعد تخت پر کون بیٹھے۔ اگر ہنری عقلمند اور ساتھ ہی کشادہ دل بھی ہوتا تو اپنے نو عمر بھتیجے ولیم یعنی اپنے نظر بند بھائی رابرٹ کے بیٹے کو اپنا جانشین قرار دیتا۔ ولیم ایک سعادت مند اور نیک نفس نوجوان تھا اور تاج و تخت کا سب سے زیادہ قریبی وارث بھی وہی تھا۔ لیکن ہنری کو یہ ہوس دامنگیر تھی کہ کسی طرح تاج انگلستان اُس کے گھر ہی میں رہے۔ چنانچہ اُس نے اپنی بیٹی مٹیلڈا بیوۂ شہنشاہِ جرمنی کا عقد جافری امیر انجو سے کر دیا کہ صرف اُسی کی دشمنی کا اُسے اندیشہ تھا۔ اُس کے بعد اُس نے

ہنری امرا کو مجبور کرتا ہے کہ مٹیلڈا اور اسکے بیٹے کو اپنا فرمانروا تسلیم کریں

انگریزی امرا کو حلف اٹھانے پر آمادہ کیا کہ پہلے مٹیلڈا کو تخت پر بٹھائیں گے اور اُس کے بعد اُس کے بچے کو اپنا بادشاہ بنائینگے اگرچہ اس عرصے میں نوجوان ولیم جنگ میں کام آ چکا تھا پھر بھی امرا نے ہنری کا حکم بادل ناخواستہ تسلیم کیا اس لیئے کہ یہ شورش پسند گروہ نہ چاہتا تھا کہ عورت ذات اُس پر حکمراں ہو۔ غرض صورت حالات

نہایت ہی پریشان کن تھی اور مقدر نے مطلع کو بھی اور زیادہ مکدر کر دکھایا ۱۰ فروری ۱۱۳۴ء کو رابرٹ نے اپنے زنداں میں انتقال کیا اور یکم دسمبر ۱۱۳۵ء کو ہنری نے اپنے شکار گاہ واقع نارمنڈی میں بخار سے وفات پائی جو اُسے موربنہ مچھلی کھانے سے آ گیا تھا۔ اُس کی لاش انگلستان لائی گئی اور ریڈنگ منسٹر میں دفن کر دی گئی۔ لیکن اُس کا جنازہ ابھی سر قبر پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ ایک اور بادشاہ تخت انگلستان پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔

چھٹا باب

اسٹیفن کا عہد حکومت

فساد اور شورش کے انیس سال (۱۱۳۵ء لغایت ۱۱۵۴ء)

انیس سال تک جس مصیبت جس خونریزی اور خونخواری سے انگلستان کو دوچار ہونا پڑا وہ اس سے پہلے کبھی اس نے نہیں دیکھی تھی اور خدا سے دعا ہے کہ آیندہ یہ اتفاق اس کو کبھی نہ پڑے۔ بلائے کا امیر اسٹیفن جو اپنے چچا کے مرتے ہی انگلستان چلا آیا ولیم فاتح کی بیٹی اڈیلا کے بطن سے تھا جس نے بلائے کے ایک امیر سے عقد کیا تھا

اسٹیفن کے دعاوی

(دیکھو شجرۂ نسب صفحہ ۳۰) تخت انگلستان کے ورثا میں ذکر ہے اب یا تو ایک وہ بات تھا یا میٹلڈا کا بیٹا ہنری مگر اسٹیفن بھی ولیم فاتح کا نواسا اور ہنری کا پوتا ہونے کے علاوہ خوبصورت بہادر دلیر شجاع اور بڑی مروت والا نوجوان تھا اور ہنری اول اسے بہت چاہتا تھا لیکن اس کی طبیعت بہت متلون واقع ہوئی تھی اور اس لئے وہ ہرگز اس قابل نہ تھا کہ حکومت کی باگ اس کے ہاتھ میں دی جائے۔ باشندگان لندن نے اس خیال سے کہ انہیں تخت انگلستان پر کسی ملکہ کا بیٹھنا گوارا نہ تھا اس کا خیر مقدم کیا اور لاٹ استقف سالسبری اور اس کے حقیقی بھائی ہنری استقف ونچسٹر نے اس کا ساتھ دیا۔ چنانچہ ۲۲ دسمبر ۱۱۳۵ء کو سخت سردی کے زمانے میں وہ بادشاہ منتخب ہوا اور تخت نشینی کے وقت اس نے عہد کیا کہ میں عدل و انصاف سے حکومت کرونگا اور امرا کے جھگڑوں اور رنجشوں کو مٹا دونگا

خانہ جنگی کی لڑائی

لیکن اسٹیفن نے وہ عہد کیا تھا جس کا ایفا اس کے امکان سے باہر تھا ہنری کی لاش دفن ہونے سے پہلے صحبت کے اٹھتے ہی امرا نے کھلم کھلا بغاوت کر دی اور اپنے قلعوں کو مستحکم کر کے میٹلڈا کے طرفدار ہو گئے جس کا ساتھ دینے کی وہ حلف اٹھا کر چاہی بھر چکے تھے اور پھر اسٹیفن کے مدد و معاون بن گئے جو اسوقت

واقع میں مسند نشین تھا۔ لیکن ان کی حقیقی غرض و غایت صرف یہ تھی کہ اُن میں ملک کو اُجاڑنے اور تباہ کرنے کی قوت پیدا ہو جائے ڈیوڈ شاہ اسکاٹلینڈ نے جو میٹلڈا کا چچا تھا اپنی بھتیجی کی حمایت میں تلوار نیام سے نکالی لیکن جھنڈے کی مشہور لڑائی میں جو کاوٹن مور کے میدان میں واقع ہوئی اُس نے شکست کھائی۔ کاوٹن مور نارتھیلرٹن کے قریب یارک شائر میں واقع ہے اور اس لڑائی کو جھنڈے کی لڑائی اس لیئے کہتے ہیں کہ انگریزوں نے ایک جہاز کے مستول پر ایک چپاتی لگا دی تھی جس پر صلیب کی مہر تھی اور اسی کو اپنا جھنڈا قرار دیا تھا۔

میر عدل اور وزیر خزانہ کی گرفتاری

۱۱۳۹ء میں اسٹیفن سے ایک نہایت احمقانہ حرکت سرزد ہوئی امرا کی شورش جب حد سے زیادہ بڑھنے لگی تو اساقفہ کو اپنے مال و املاک کی طرف سے خطرہ دامنگیر ہوا۔ اور اسی لیئے انھوں نے اپنے قلعے مستحکم کرنے شروع کیئے۔ اسٹیفن بدحواس ہو کر سمجھا کہ یہ لوگ اُسے دغا دے کر میٹلڈا کے ساتھ مل جانے کی فکر میں ہیں۔ اُس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ کئی اسقفوں کو گرفتار کر لیا۔ ان میں میر عدل راجر بھی تھا۔ جو اس کا بہترین دوست تھا۔ راجر کا بیٹا جو وزیر خزانہ تھا اور راجر کا بھتیجا اسقف ایلی بھی جو خزانہ داری کے منصب پر مامور تھا اسی لپیٹ میں آ گئے۔ اسٹیفن نے راجر کے بیڑیاں ڈال کر دھمکی دی کہ اگر تم لوگوں کے قلعوں کی حوالگی فوراً عمل میں نہ آئی تو تمہارے بیٹے کو سولی پر لٹکا دیا جائے گا۔ اسقف راجر اس سلوک سے شکستہ دل ہو کر گوشہ نشین ہو گیا اور اسٹیفن اپنے بہترین مددگار کو کھو بیٹھا۔ اس واقعے کے بعد ملک میں کوئی قاعدہ و قانون نہ رہا اور نظام امن و امان درہم و برہم ہو گیا۔

میٹلڈا کی انگلستان میں لنگر اندازی ۱۱۳۹ء

ادھر گلاسٹر کا رئیس رابرٹ جو میٹلڈا کا سوتیلا بھائی تھا اپنی بہن کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہوا اور شمالی اور مغربی علاقوں کے جاگیرداروں نے بھی اس کی تقلید کی۔ البتہ مشرقی اور جنوبی علاقوں کے امرا اسٹیفن کے ساتھ رہے۔

میٹلڈا ۱۱۳۹ء میں بمقام پورٹسمتھ لنگر انداز ہوئی اور خانہ جنگی کا سلسلہ پوری شدت کے ساتھ چھڑ گیا۔ رن پر رن پڑنے لگے۔ ایک جنگ کے ختم ہوتے ہی دوسری جنگ شروع ہو جاتی تھی محال ہے کہ ان تمام معرکوں کا تفصیلی حال سپرد قلم کیا جا سکے اس لیئے کہ آٹھ سال کے دوران میں ایک ہفتہ بھی ایسا نہ گذرا ہوگا جس میں کہیں نہ کوئی لڑائی کسی نہ کسی حصۂ ملک میں نہ ہوئی ہو ایک موقع پر اسٹیفن گرفتار ہو کر قلعہ لنکن میں قید کر دیا گیا اور میٹلڈا فتح مندانہ

کا پھریرا اڑاتی ہوئی لندن میں داخل ہوئی اور ۱۱۴۱ء میں اُس کے ملکہ ہونے کا اعلان بھی کر دیا گیا۔ لیکن وہ کچھ ایسی سخت گیر اور بد دماغ واقع ہوئی تھی کہ اہل لندن اُس سے منحرف ہو گئے۔ اور اُس کی تاج پوشی کی رسم کبھی بھی ادا نہ ہونے پائی۔ اب اسٹیفن کی بہادر ملکہ میٹلڈا رئیسۂ بولون کی بہادری کے جوہر کھلے۔ اُس نے لندن کے باشندوں کے دلوں میں اسٹیفن کی حمایت کا جوش بھر دیا اور انھیں اس بات پر اُبھارا کہ ایک ہزار زرہ پوش تلوریئے بھیج کر ونچسٹر کا محاصرہ کرلیں۔ چنانچہ اس زبردست جمعیت نے ایک ہی یلغار میں اس شہر کو تاخت و تاراج کر ڈالا اور امیر گلاسٹر کو قید کر کے اُس کے معاوضے میں اسٹیفن کو چھڑا لیا۔ اسٹیفن کے آزاد ہوتے ہی لڑائی کا رنگ بدل گیا اب میٹلڈا نرغے میں آکر آکسفرڈ میں قلعہ بند ہوگئی اسٹیفن نے ۱۱۴۲ء میں اس قلعے کا محاصرہ کر کے اُس کا قافیہ ایسا تنگ کیا کہ وہ ایک سفید لبادہ اوڑھ کر راتوں رات برف سے پٹے ہوئے میدانوں کو قطع کرتی ہوئی فرار ہوگئی۔ آخر کئی معرکوں کے بعد ہمت ہار کر اُس نے ۱۱۴۷ء میں انگلستان کو خیرباد کہا اور اُسی زمانے میں اس کے حامی امیر رابرٹ کا بھی انتقال ہوگیا۔

میٹلڈا انگلستان سے رخصت ہوتی ہے ۱۱۴۷ء۔

لیکن امن و امان اب بھی کوسوں دور تھا اس لیے کہ امرا کی باہمی کشمکش کسیطرح ختم ہونے ہی میں نہ آتی تھی ہر قلعہ بجائے خود ایک آزاد ریاست بن گیا تھا جس کا مالک اپنے نام کا سکہ جاری کرتا اپنا قانون خود بناتا اور گرد و نواح کے علاقے میں مار دھاڑ کرتا رہتا تھا۔ تاریخ قوم سیکسن میں اس پرآشوب زمانے کے مصیبت خیز حالات کی تصویر اسطرح کھینچی گئی ہے "امرا" بدنصیب کسانوں کے ساتھ نہایت ظالمانہ برتاؤ کرتے تھے۔ انھیں بیگار میں پکڑ کر قلعے کی تعمیر کے کام پر لگاتے اور جب قلعہ بن چکتا تو اُسے نہایت شریر لوگوں سے بھر دیتے تھے۔ جس شخص کی نسبت انھیں یہ خیال بھی ہوجاتا کہ اس کے گھر میں کچھ اثاثہ موجود ہے اُسے بلاتفریق مرد و زن بلا لحاظ وقت و ساعت، گرفتار کر کے قید میں ڈال دیتے تھے اور شکنجوں میں کھینچ کھینچ کر اور انواع و اقسام کے عذاب دے دیکر غریب قیدیوں سے ان کا اندوختہ رکھوا لیتے تھے۔ ہزاروں بیکسوں کو انھوں نے فاقے دیدیکر جاں بلب کر دیا اس ملک کے شوریدہ بخت باشندوں کو ان امرا کے ہاتھوں جو جو عقوبتیں اور اذیتیں پہنچیں ان کا بیان کرنا میرے امکان سے خارج ہے اور اگر بیان کرنا چاہوں بھی تو نہیں کر سکتا یہ زمانہ انیس سال تک قائم رہا جبکہ اسٹیفن بر سر حکومت تھا اور حالت بد سے بدتر ہوتی

رعایا کے مصائب

چلی گئی یہ وہ زمانہ ہے جبکہ اناج مہنگا تھا گوشت پنیر اور مکھن مہنگے داموں بھی نہ ملتے تھے اس لیئے کہ یہ نعمتیں ملک میں باقی ہی نہ رہی تھیں...... کچھ زمانے کے بعد ان امرا کی دراز دستی یہاں تک بڑھ گئی کہ کلیسیا تو ایک طرف رہے قبرستان بھی اُن کے تصرف سے نہ بچے۔ اُن متبرک مقامات میں بھی وہ جو کچھ پاتے اُڑا لے جاتے اور غضب یہ کہ لوٹ کا مال ہتھیانے کے بعد گرجاؤں اور خانقاہوں کو آگ لگا کر کھنڈر کر دیتے تھے زمین میں اناج پیدا نہ ہوتا تھا اس لیئے کہ ساری کی ساری زمین اجاڑ پڑی تھی اور لوگ علانیہ کہتے تھے کہ جناب مسیح علیہ السلام اور اُن کے اولیا سوتے پڑے ہیں"

قاعدہ یہ ہے کہ جب انسان کی مصیبت حد سے بڑھ جاتی ہے تو اُسے خدا یاد آنے لگتا ہے انگلستان کے باشندوں پر مصیبت اور موت کا دل بادل چھایا ہوا تھا اسی کالی گھٹا کے چھینٹوں نے لوگوں کو جنھیں بدیسی پادریوں نے اتنی مدت سے تھپک تھپک کر سلا رکھا تھا، بیدار کر دیا اور طاعت و اتقا کی وہ قدیم روح جو قرنہا قرن سے بے حس و حرکت پڑی تھی آخر جاگ اٹھی۔

مذہبی احیا

شہر والوں اور قریوں میں لوگوں کی جماعتیں عبادت کی غرض سے قائم ہوگئیں راہبوں نے جنگلوں میں بسیرا کیا اور جیسے جیسے سنسٹشین طبقے کے زاہد صومعہ نشین دشت و بیابان میں پھیلتے گئے امیر و غریب اعلیٰ و ادنیٰ سب کے سب اُن کا خیر مقدم کرنے لگے۔ جاگیرداروں کی شرارتوں اور خباثتوں نے لوگوں کے دلوں میں نیکی اور پرہیزگاری کا ولولہ پیدا کر دیا اور آخر راحت و آسائش کی ساعت آ پہنچی۔

سنہ ۱۱۵۰ء میں جب روما میں ایک نئے پاپا کا انتخاب ہوا تو اس نے کنٹربری کے صدر اسقف تھیوبالڈ کو جو نہایت حق شناس تھا، اپنا سفیر مقرر کیا۔ تھیوبالڈ نے اپنے نئے اختیارات سے فائدہ اُٹھا کر اسٹیفن کو ترغیب دی کہ میٹلڈا کے بیٹے ہنری کو جس کی عمر اب بیس سال کی ہوگئی تھی اپنا جانشین مان لے۔ انھیں دنوں اسٹیفن کے بیٹے یوسٹیس کا انتقال ہوگیا۔ اور نوجوان ہنری انگلستان کے ساحل پر لنگر انداز ہوا۔ اُس کے آتے ہی اس امید میں کہ ان جھگڑوں کا کوئی فیصلہ ہو بہت سے لوگ اُس کے

عہد نامۂ ویلنگفرڈ سنہ ۱۱۵۳ء

جھنڈے تلے جمع ہوگئے۔ اب اسٹیفن کے لیئے بجز سر تسلیم خم کرنے کے چارہ نہ تھا چنانچہ سنہ ۱۱۵۳ء میں عہد نامۂ ویلنگفرڈ مرتب ہوا

جس کی رو سے ہنری وارث تاج وتخت تسلیم کیا گیا۔ اب پھر عدل و انصاف کا زمانہ آگیا
اس لیے کہ تمام وہ لوگ جو خواہان امن وامان تھے باغیوں کی سرکوبی کے لیے متحد ہوگئے
اس کے علاوہ اسٹیفن بھی قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا ۲۵ اکتوبر ۱۱۵۴ء کو اس نے
وفات پائی اور تاج انگلستان ترکے میں ہنری کے لیے چھوڑ تا گیا۔ یہی سال ہے جس میں
تاریخ قوم سیکسن کی تحریر ختم ہوئی۔ اور اس تاریخ کے آخری اجزا خانقاہ پٹیبرو میں حوالۂ قلم ہوگئے۔

محاذی صفحہ ۸۱

ساتواں باب

ہنری پلینٹجنٹ اور اس کے بیٹے

(خاندان انجویہ)

ہنری ثانی ۱۱۵۴ء لغایت ۱۱۸۹ء

رچرڈ ۱۱۸۹ء لغایۃ ۱۱۹۹ء | جان ۱۱۹۹ء لغایۃ ۱۲۱۵ء

اسٹیفن کے انتقال کے وقت جوان سال ہنری انگلستان میں موجود نہ تھا لیکن اُس کی مراجعت کے وقت تک صدر اسقف تھیوبالڈ نے پورا امن و امان قائم رکھا ۱۹ ڈسمبر ۱۱۵۴ء کو ہنری اکیس سال کی عمر میں تخت انگلستان پر بیٹھا اور ویسٹ منسٹر میں اُس کی اور اس کی ملکہ کی رسم تاجپوشی ادا کی گئی۔ تخت پر بیٹھتے ہی اُس نے پہلا کام یہ کیا کہ ایک قبالے کے اجرا سے رعایا کو آزادی کے نئے حقوق عطا کیے اگرچہ فرانس میں اُس کے مقبوضات بلحاظ رقبہ تمام انگلستان سے بڑھے ہوئے تھے۔ اور پینتیس سال کی حکومت میں اُس نے اٹھارہ سال سے بھی زائد زمانہ انگلستان سے باہر بسر کیا۔ پھر بھی اس کا شمار انگلستان کے بہترین بادشاہوں میں ہے۔

ہنری ثانی
۱۱۵۴ء لغایۃ ۱۱۸۹ء

ہنری فرمانروایان انگلستان کے ایک نئے سلسلے کا بانی تھا جسے بعض مصنفین سلسلۂ پلینٹجنٹ (جاروبیہ) کہتے ہیں اس لیئے کہ ہنری کا باپ جافری امیر انجو جھاڑ کی ایک شاخ کو جس سے جھاڑو بنائی جاتی ہے نشان کے طور پر طرے کی جگہ لگاتا تھا لیکن ایک اور جماعت مورخین کی انھیں فرمانروان سلسلۂ انجویہ کے نام سے یاد کرتی ہے جس سے اُن کی مراد یہ ہے کہ یہ فرمانروا شاہان انجو کی اولاد و احفاد ہیں میرے نزدیک لفظ پلینٹجنٹ محض ایک علامت امتیازی ہونے کے اعتبار سے زیادہ موزوں ہے۔ دوسرا نام سن کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک نئی بدیسی

النسل کے فرمانروا باہر سے ہم پر حکومت کرنے آئے تھے بخلاف اس کے ولیم فاتح کے زمانے کے بعد ہنری انگلستان کا پہلا وہ بادشاہ تھا جس کی رگوں میں مغربی سیکسن خون دوڑ رہا تھا وہ والی انجو کا بیٹا ضرور تھا لیکن اس کی ماں نارمن ہونے کے ساتھ سیکسن بھی تھی۔ اس لیئے کہ وہ ولیم فاتح کی پوتی اور ایڈمنڈ فولاد پہلو کے پوتے کی نواسی ہوتی تھی اس کے علاوہ جیسا کہ ہمیں آگے چل کر معلوم ہوگا کچھ زیادہ عرصہ نہ گذرنے پایا تھا کہ امارت انجو ہنری کے جانشینوں کے ہاتھ سے بالکل ہی نکل گئی۔ لیکن خود ہنری ایک وسیع قلمرو پر حکمراں تھا۔ اور اس کے مزاج میں اُس حرارت کا بہت بڑا عنصر پایا جاتا تھا جو فرانسیسی جبلت کا خاصہ ہے۔ انجو اور تورین کے صوبے اُسے باپ سے ترکے میں ملے تھے۔ اور نارمنڈی اور انگلستان کی حکومتیں

ہنری کے مقبوضات اور اُس کا عقد

اُسے اپنی ماں اور نانا کی طرف سے بطور میراث ہاتھ آئی تھیں۔ برٹنی پر وہ اپنے بیٹے جافری کی وساطت سے حکومت کرتا تھا جو کانسٹنس رئیسہ برٹنی کا شوہر تھا۔ اور پائیٹو اکوٹین اور گاسکنی کے علاقے اسے اپنی بی بی الیانار کے جہیز میں ملے تھے۔ الیانار جس کا سن اُس سے زیادہ تھا۔ لوئی ہفتم شاہ فرانس کی ملکہ تھی۔ لوئی نے اُسے طلاق دے دی تھی اور طلاق کے چند ہی ہفتے بعد ہنری نے اُس سے عقد کر لیا تھا۔

شکل وشباہت اور سیرت وشمائل

ہنری ٹھہرے بدن کا فربہ اندام شخص تھا بال چھوٹے چھوٹے اور سرخی مائل بھورے رنگ کے تھے۔ آنکھیں نیلگوں اور خوب نمایاں تھیں چست وچالاک ایسا تھا کہ کھانے کے اوقات کے علاوہ شاذونادر ہی کرسی پر بیٹھتا تھا وہ صبح کہیں ہوتا تھا اور شام کہیں۔ لوگوں کو کبھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ اس وقت وہ کہاں ہے اور اپنی اسی مسلسل نقل وحرکت کی بدولت وہ ہمیشہ ممالک کو قابو میں رکھتا تھا تعلیم اُس نے اچھی پائی تھی۔ اور بیوپاری اونچ نیچ سے خوب واقف تھا طبیعت جوشیلی تھی۔ اور جب حزم پر جوش غالب نہ ہوتا تھا تو اُس کی حکیمانہ تدبیر کے جوہر کھلتے تھے۔ اُس کے بیٹے اگرچہ ناخلف تھے لیکن وہ ان کے ساتھ ہمیشہ شفقت کا سلوک کرتا رہا۔ البتہ بی بی سے اس کی ان بن تھی۔ ملکہ کو اپنے شوہر کی بے اعتنائی اور بیوفائی کا گلا رہتا تھا اور تعلقات کی اس کشیدگی سے بہت سی مشکلات پیدا ہوگئیں۔

انگریزوں کو اپنے طاقتور اور عادل بادشاہ کی ہی شخصیت کے فوائد بہت جلد

محسوس ہونے لگے تھیوبالڈ کے مشورے پر کاربند ہو کر ہنری نے جاگیرداروں کو اُن تمام قلعوں کے انہدام پر مجبور کیا جو شاہی اجازت کے بغیر تعمیر کیے گئے تھے۔ تمام وہ خالصہ اراضیات واپس لے لیں جن سے اسٹیفن نے اپنے متوسلین کی شکم پری کی تھی اور ان بدیسی افواج کو جنھیں وہ اپنے ہمراہ انگلستان لایا تھا رخصت کر دیا۔ اُس نے عدالتوں کا از سر نو افتتاح کیا اور ریچرڈ ڈی لوسی جیسے نیک اور متدین شخص کو جو پچیس سال تک اُس کا خدمت گزار رہا اپنا میر عدل بنایا وزارت خزانہ کی خدمت پر اُس نے کنٹربری کے نائب صدر اسقف ٹامس بیکٹ کا تقرر کیا

ٹامس بیکٹ وزیر خزانہ مقرر ہوا

ٹامس بیکٹ کا باپ ایک دولتمند نارمن تاجر گلبرٹ بیکیٹ تھا جو لنڈن کا شاہ بندر اور رسمہ اسقف تھیوبالڈ کا دوست اور شاگرد تھا۔

اب دس سال تک انگلستان میں امن و سکون رہا اور باوجودیکہ ہنری کو بہت سی بیرونی لڑائیوں میں مصروف رہنا پڑا اور ۱۱۵۵ء سے لے کر ۱۱۶۳ء تک وہ ملک سے باہر رہا پھر بھی کسی قسم کی شورش اس زمانے میں نہ ہونے پائی لیکن باہر رہنے کے باوجود بھی ہنری معاملات انگلستان میں برابر مشغول رہا اور اس دس سال کے عرصے میں اُس نے رعایا کے لیے بہت سے عمدہ قوانین وضع کیے اُس کی خواہش تھی کہ کسی طرح جاگیرداروں کی حد سے بڑھی ہوئی قوت گھٹ جائے اور اسی کے ساتھ اپنی فوج کو جو بیرونی مہمات میں شریک تھی تنخواہ دینے کے لیے روپیہ کی بھی کوئی سبیل نکالنی چاہتا تھا۔ اس کی شکل اُس نے یہ نکالی کہ

محصول جنگ

مزارعین کو جو قانوناً جنگی خدمات کی انجام دہی کے لیے اپنے مالکوں کے ہمراہ چلنے پر مجبور تھے۔ اجازت دی کہ اگر چاہیں جنگ میں شریک ہونے کے عوض ایک بندھی رقم بطور فدیہ سرکاری خزانے میں داخل کر دیں اس ایک کرشمے سے ہنری کے دو کام نکل آئے کسانوں کو جہاں یہ فائدہ ہوا کہ گھر پر رہ کر فصل کی کاشت کیلیے انھیں جمعیت خاطر نصیب ہوئی۔ وہاں جاگیرداروں کی مسلح تعداد خود بخود کم ہو گئی۔

عدالتی حلقے اور جوریاں

اب عدالتی حکام پہلے کی بہ نسبت زیادہ باقاعدگی کے ساتھ اپنے فرائض مفوضہ کی انجام دہی کے لیے دورہ کرنے لگے۔ اس لیے کہ ہنری نے ملک کو چھ اضلاع یا عدالتی حلقوں میں اس ہدایت کے ساتھ تقسیم کر دیا تھا کہ "ہر سینکڑے" میں بارہ اشخاص اور ہر شہر کے چار اشخاص ان تمام الزامات کی تفتیش کریں جو ان کے علاقے کے بدمعاشوں پر لگائے جائیں۔ اور الزامات کے صحیح ثابت ہونے کی

صورت میں ملزمین کو حکام مذکور کے اجلاس میں پیش کریں اور حلف اٹھائیں کہ ملزمین نے واقعی ارتکاب جرم کیا ہے۔ اس طور پر اُس بڑی جوری (پنچایت) کی ابتدا ہوئی جو آج کے دن تک کسیقدر ترمیم کے ساتھ ہمارے نظام عدالت کا جزو ہے۔ جوری کے ارکان "جورر" ثالث یا حکم کہلاتے تھے لفظ "جورر" لاطینی مادہ "جورو" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں "میں قسم کھاتا ہوں" جورر کے ارکان چونکہ قسم کھا کر بیان کرتے تھے کہ ملزم پر جرم ثابت ہے اس لیئے انہیں "جورر" کہا جاتا تھا یعنی وہ جو قسم کھائے۔ اس ابتدائی کارروائی کے بعد ملزمین کے مقدمے کی سماعت ہوتی تھی اور "غیبی آزمایش" کے قدیم سیکسن طریقے کے مطابق فیصلے ہوتے تھے لیکن چالیس سال بعد جان کے عہد حکومت میں غیبی آزمایش کا طریقہ منسوخ ہوگیا اور بڑی پنچایت کے اجلاس سے ملزم ایک اور پنچایت کے سپرد ہونے لگا جو چھوٹی جوری کے نام سے موسوم ہوئی یہ پنچایت بھی بارہ ایسے ارکین پر مشتمل ہوتی تھی جن کی نسبت گمان غالب تھا کہ مقدمے کے تمام واقعات کا انھیں علم ہے یہ ارکین اپنے ذاتی علم ولقین کی بنا پر تجویز کرتے تھے کہ بڑی پنچایت کا قائم کیا ہوا الزام صحیح ہے یا نہیں۔ یہ تجویز "وردکٹ" کہلاتی تھی جس سے مراد قول صحیح یا مختصراً فیصلہ ہے آگے چلکر چھوٹی پنچایت کو بھی اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ الزام زیر تجویز کی بابت جو باتیں دوسروں کو معلوم ہیں اُن کی چھان بین کی جائے۔ اور اس طور پر گواہوں کی شہادت طلب کرنے کا طریقہ رواج پذیر ہوا۔

کلیرنڈن کی عدالت سشن سنہ ۱۱۶۶ء

اب لوگوں کو دادخواہی کے لیئے ہر طرح کی آسانیاں میسر ہوگئیں اور کلیرنڈن کی عدالت سشن نے سنہ ۱۱۶۶ء اور نارتھمپٹن کی عدالت سشن نے سنہ ۱۱۷۶ء میں جو فیصلجات صادر کیئے ان میں یہ تمام تبدیلیاں پایۂ توثیق کو پہنچ گئیں اور آج کے دن بھی یہ فیصلجات انگریزوں کی آزادی کے قبالے متصور ہوسکتے ہیں اُن عمدہ قوانین کے نفاذ کی بدولت ملک کو جو امن وامان نصیب ہوا اُس سے فائدہ اٹھا کر بہت سے لوگوں کو جو بدامنی کے دور میں علمی مشاغل جاری نہ رکھ سکتے تھے تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا

دارالعلوم آکسفرڈ کے اولین طالب العلم

اور ہم پہلی مرتبہ آکسفرڈ میں طلبہ کو فاضل راہبوں سے کہ اُس زمانے میں سب سے اچھے معلم وہی تھے درس لیتے ہوئے سنتے ہیں ابتدا اُس درس وتدریس کی اگرچہ مختصر سے پیمانے پر ہوئی لیکن آگے چل کر یہی ایک بہت بڑا دارالعلم ہوگیا۔

لیکن عدالتوں کے انتظام کی اصلاح کرتے کرتے ہنری نے ایک بہت بڑی مصیبت مول لی۔ اُس کا وزیر خزانہ ٹامس بکیٹ بڑے درجہ پر پہنچ گیا تھا اور اس کا عزیز ترین دوست ہو گیا تھا جب تھیو بالڈ نے وفات پائی تو ہنری کو موقع ملا کہ امرا کی طرح پادریوں کی حالت بھی اپنے ہاتھوں درست کرے اور اس خیال سے کہ اس کام میں بکیٹ اُس کا ہاتھ بٹائے گا اُس نے اُسے کنٹربری کا صدر اسقف مقرر کر دیا لیکن ہنری نے بکیٹ کے انداز فرائض شناسی کا صحیح اندازہ نہ کیا تھا۔ بکیٹ کو جو کام کرنا ہوتا تھا اُس میں ہمہ تن محو و منہمک ہو جاتا تھا اور اس کے انصرام میں اپنی جان لڑا دیتا تھا۔ جب وہ وزیر خزانہ رہا اپنے آپ کو بادشاہ کا نوکر سمجھتا رہا اور حق یہ ہے کہ نوکری کا اُس نے حق ادا کر دیا۔ لیکن صدر اسقف بنتے ہی اُس نے سمجھ لیا کہ اب میں بادشاہ کا نہیں بلکہ کلیسائے مسیحی کا نوکر ہوں چنانچہ اُس نے اپنا پر تکلف لباس اتار پھینکا اور راہبوں کا لباس پہن کر قسیسیت کے حقوق کی حمایت کا عزم بالجزم کر لیا۔

بکیٹ کا تقرر صدر اسقفی کی خدمت پر۔

یاد ہوگا کہ ولیم اول نے پادریوں کے مقدمات کی سماعت کے لیے قسیسی عدالتیں مقرر کی تھیں (دیکھو صفحہ ۸۳) اُن عدالتوں میں آئے دن انصاف کا خون ہوا کرتا تھا اس لیے کہ اس زمانے میں قریب قریب تمام لکھے پڑھے لوگ دنیوی خدمتوں پر مامور ہونے کے باوجود قسیسی منصب رکھتے تھے اور یہ لوگ جن جرائم کے مرتکب ہوتے تھے یہاں تک کہ سرقہ اور قتل جیسے سنگین جرم بھی ان سے سرزد ہوتے تھے تو ان سے کوئی خاص مواخذہ نہ ہوتا تھا اور وہ بہ آسانی چھوٹ جاتے تھے کیونکہ کلیسا کے قانون میں کوئی سنگین سزا موجود نہ تھی اور معمولی عدالتوں کو اُن پر کچھ اختیار نہ تھا ہنری کو اصرار تھا کہ معمولی نوعیت کے جرائم کے لیے پادریوں پر شاہی عدالت میں مقدمات چلائے جائیں اور جس طرح ایڈورڈ المخاطب بہ تائب کے زمانے میں ان کو عام مجرموں کی طرح سزائیں دی جاتی تھیں اسی طرح اب بھی دی جائیں۔ تمام اساقف اس امر پر رضامند ہو گئے مگر بکیٹ کسی طرح راضی نہ ہوا۔ آخر بصد دقت اُسے اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ "آئین کلیرنڈن" کو جو حکومت کی طرف سے قسیسی معاملات میں سند کرنے کے متعلق سنہ ۱۱۶۴ء میں مرتب ہوئے تھے تسلیم کر لے۔ لیکن دوسرے ہی دن اپنے کیے پر پشیمان ہو کر اُس نے اپنی رضامندی واپس لے لی اور پاپا سے درخواست کی کہ حکم

پادریوں کے مقدمات کی سماعت

اس سے کلیسا کے مقابلے میں سرزد ہو اب اس کی اُسے معافی دی جائے۔

شہزادہ ہنری کی تاجپوشی

اپنے دوست کی اس حرکت پر ہنری کو بے انتہا طیش آیا۔ اور اپنا غصہ اُس نے اس طرح نکالا کہ بکیٹ کو طرح طرح ذلیل و رسوا کرنا شروع کیا۔ بکیٹ بادشاہ کے عتاب کی تاب نہ لاسکا اور فرار ہو کر فرانس چلا گیا۔ جہاں اُس نے چھ سال گزارے۔ ہنری کی آتش غضب اُس کی غیبت میں بھی فرو نہ ہوئی اور بکیٹ کے تمام دوست اور رشتہ دار چن چن کر جلا وطن کیے گئے۔ سنہ ۱۱۷۰ء میں بادشاہ نے چاہا کہ شہزادہ ہنری کے سر پر تاج رکھا جائے تاکہ اس کے زمانہ غیبت میں عنان حکومت شہزادے کے ہاتھوں میں رہے۔ بکیٹ چونکہ انگلستان میں موجود نہ تھا اس لیے تاج پوشی کی رسم یارک کے صدر اسقف راجر کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ کنٹربری کے صدر اسقف کی اس سے بڑھکر توہین اور کیا ہو سکتی تھی۔ پاپا کی برافروختگی کی کوئی حد نہ رہی اور اُس نے ہنری کو ایک تہدید آمیز پیام اس مضمون کا بھیجا کہ اگر شاہ انگلستان بکیٹ کو فرانس سے واپس نہ طلب کرے گا تو حلقۂ کلیسا سے خارج کر دیا جائے گا۔

بکیٹ کا قتل

۲۹ دسمبر سنہ ۱۱۷۰ء

غرض ہنری جو اس وقت فرانس میں تھا مصالحت پر مجبور ہوا اور بکیٹ کو انگلستان واپس جانے کی اجازت دے دی۔ اب بکیٹ کے نائرۂ غضب کے مشتعل ہونے کی باری آئی۔ ساحل انگلستان پر لنگر انداز ہوتے ہی اُس نے شہزادے کو تاج پہنانے کے الزام میں یارک کے صدر اسقف کو معطل کر دیا۔ بکیٹ کے اس خصومت آمیز طرز عمل کے احمقانہ ہونے میں کلام نہیں لیکن ہنری کا جنون انگیز جوش غضب اور بھی زیادہ احمقانہ تھا کہ اس واقعے کی خبر پاتے ہی وہ آپے سے باہر ہو گیا اور پکارا اٹھا کہ کوئی ہے جو اس فتنہ پرداز پادری سے میرا پیچھا چھڑائے؟ چار فوجی سردار یہ سنتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور انگلستان پہنچکر بکیٹ کو جس کی استقامت اور پامردی میں آخر وقت تک فرق نہ آنے پایا کنٹربری میں خود اسی کے گرجا کے فرش پر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

غصے اور انتقام کے جذبات کے نتایج یہی ہوا کرتے ہیں قانون کے بدلے میں ہنری بالکل حق بجانب تھا۔ اور بکیٹ نے جو ہنری کی مخالفت کی محض اپنا فرض سمجھ کر کی۔ لیکن آگے چل کر دونوں سیدھے رستے سے بھٹک گئے۔ بکیٹ نے اُس

جبر و تشدد کا انتقام لینا چاہا جو اس پر روا رکھا گیا تھا اور یہی انتقام نہ خواہش اس کی بے راہ روی کی محرک بن گئی۔ ہنری غصے کے جوش میں بے قابو ہو گیا اور اپنے عزیز دوست کا قاتل ٹھیرا۔

ہنری کو جب بیکٹ کے مارے جانے کی اطلاع ہوئی تو سخت پشیمان ہوا اور اسی وقت اپنے خاص قاصدوں کے ہاتھ پاپا کو کہلا بھیجا کہ بیکٹ کے ناشدنی قتل میں اس کے ارادے یا ایما کو ہرگز دخل نہ تھا۔ اس کے بعد اس وقت تک کے لیے کہ اس کی براءت کا فرمان صادر ہو کلیسا کی حد عتاب سے پرے پرے رہنے کا ارادہ کر کے وہ انگلستان چلا آیا اور انگلستان سے آئرلینڈ روانہ ہو گیا۔

لینسٹر کی تسخیر

آئرلینڈ میں بڑے بڑے انقلاب ہو رہے تھے۔ ۷۹۵ء سے جب کہ قوم ڈین نے اس ملک پر حملہ کیا اہل ملک ابر مبتلائے اور لوٹ جا رہے تھے اور ان کی حالت وحشیوں سے بدتر ہو رہی تھی ۱۰۱۴ء میں آئرلینڈ کے نامور سردار برائن بورو نے ڈین حملہ آوروں کو ایک خوں ریز معرکے میں شکست دے کر ملک سے باہر نکال دیا تھا اگرچہ وہ خود بھی اس معرکے میں کام آیا۔ اس زمانے سے آئرلینڈ میں طوائف الملوکی کا بازار گرم ہو گیا اور چھوٹے چھوٹے بادشاہ اور سردار آپس میں برسر پیکار رہنے لگے۔ ہنری نے اپنے عہد حکومت کے اوائل میں آئرلینڈ کے فتح کرنے کی اجازت پاپا سے حاصل کر لی تھی اس اجازت سے فائدہ اٹھانے کی نوبت دیر تک نہ آنے پائی۔ ۱۱۶۶ء میں آئرلینڈ کے ایک فرمانبردار ڈرماٹ والی لینسٹر نے اپنے ہم چشموں کے خلاف ہنری سے مدد مانگی۔ اس پر ہنری نے پیمبروک کے امیر رچرڈ ڈی کلیر کو جو "کڑی کمان" کے لقب سے ملقب تھا آئرلینڈ پر چڑھائی کا اذن دیا۔ امیر موصوف قسمت آزما تلوریوں کا ایک جتھا لے کر چڑھ دوڑا اور لینسٹر کے قریب قریب سارے علاقے کو بزور شمشیر مسخر کر لیا۔ ہنری جو اب ایک لشکر جرار لیے ہوئے عازم آئرلینڈ ہوا تو اس کا مقصد یہی تھا کہ اس نئے علاقے پر اپنا تسلط جمائے۔ وہ ایک سال تک ڈبلن کے باہر ڈیرے ڈالے پڑا رہا اور اس عرصے میں اپنی قوت کو مضبوط کرتا رہا۔ اپنے ہمراہیوں کو اس نے مفتوحہ علاقے میں جاگیرات عطا کیں۔ متعدد قلعے تعمیر کرائے اور آئرلینڈ کے فرمانروا ہونے کی حیثیت سے ملک کے

ہنری ثانی فرماں روائے آئرلینڈ ۱۱۷۱ء

تمام سرداروں سے اطاعت کا حلف لیا۔ پانچ سال بعد اس نے اپنے چہیتے بیٹے جان کو حاکم آئرلینڈ بنا کر بھیجا۔ لیکن جان نے اپنی بے عنوانیوں سے اپنے اتنے دشمن بنا لیے کہ اُسے واپس انگلستان آنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اگرچہ تسخیر آئرلینڈ کا یہ اولین زمانہ ہے لیکن اس ملک کی حقیقی حکومت کہیں تین سو سال بعد جا کر انگریزوں کے ہاتھ میں آئی ادھر ہنری اپنی سلطنت کی حدود کو وسعت

ہنری کے بیٹوں کی بغاوت

دے رہا تھا اُدھر اُس کے بیٹے اور دوسرے دشمنان دولت اُس تہلکے سے فائدہ اُٹھا کر جو بیکٹ کے قتل نے ملک بھر میں ڈال دیا تھا اُس کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے میں مصروف تھے۔ شہزادہ ہنری آرزومند تھا کہ باپ کے جیتے جی ہی انگلستان یا نارمنڈی کا مطلق العنان فرمانروا بن بیٹھے۔ جافری اور رچرڈ چاہتے تھے کہ فرانس میں بڑے بڑے علاقوں کے خود مختار حاکم ہو جائیں۔ ملکہ الیانار کے دل میں اپنے خاوند کی طرف سے جو اُس کی جانب ملتفت نہ ہوتا تھا پہلے ہی نفرت بیٹھی ہوئی تھی شاہِ فرانس ہنری کے بڑھتے اقتدار کو ایک آنکھ نہ دیکھ سکتا تھا باغیوں کو امداد دینے کے لیے موقع کا منتظر تھا اسکاٹلینڈ کا بادشاہ ولیم الملقب بہ "شیر ببر" الگ اس تاک میں تھا کہ انگلستان کے شمالی اضلاع کو دوبارہ فتح کر کے اپنی عملداری میں شامل کرے۔ اور انگلستان کے جاگیردار اس افراتفری میں اپنی کھوئی ہوئی قوت کی بحالی کے منصوبے جدا گانٹھ رہے تھے۔ لیکن

ہنری کا کفارہ اور اپنے حریفوں پر غلبہ

ہنری ایک اکیلا ان سب پر بھاری تھا۔ آئرلینڈ سے وہ پاپا کے قاصدوں کی پیشوائی کے لیے جو اُس کی معافی کا فرمان لائے تھے سیدھا نارمنڈی گیا۔ ادھر سے مطمئن ہو کر اس نے بیٹوں کی باغیانہ شورش فرو کی اور ملکہ الیانار کو زندان میں ڈال دیا جہاں وہ اس کی وفات تک قید رہی اس کے بعد اس نے بیکٹ کے مزار پر نفس کشی کرنے سے اپنی رعایا کا دل مٹھی میں لے لیا اور کنٹربری کی چار دیواری سے چلا ہی نکلا تھا کہ ولیم والیِ اسکاٹلینڈ کے قید ہونے کی خبر آئی۔ اس قید سے ولیم کو اس وقت تک رہائی نصیب نہ ہوئی جب تک کہ اس نے انگلستان کی باجگزاری کا حلف نہ اٹھا لیا۔ کنٹربری سے ہنری فوجیں لیئے ہوئے ہنٹنگڈن کی طرف اپنے باغی جاگیرداروں کی سرکوبی کے لیے بڑھا۔ اور انہیں شکست دے کر از سرِ نو اپنا حلقہ بگوش بنایا۔ غرض ایک سال کے اندر اندر اُس نے تمام حریفوں کو زیر کر کے

اپنا پورا اقتدار قائم کرلیا۔

فوج ردیف کا قیام ۱۱۸۱ء

اس تمام جدوجہد نے ہنری کو ایک ایسی انگریزی فوج کی ضرورت محسوس کرائی جس پر وہ اڑے وقت میں پورا بھروسہ کرسکے چنانچہ ۱۱۸۱ء میں اس نے لازمی فوجی خدمت کے اس قدیم مغربی سیکسن قانون کو ازسرنو رواج دیا جس کی رو سے تمام آزاد اشخاص کو ہتھیار دیئے جاتے تھے اور ان سے عہد لے لیا جاتا تھا کہ خطرے کے وقت اپنے بادشاہ اور ملک کی حفاظت کریں گے۔ فوجی خدمت کا یہ طریقہ اُس جاگیردارانہ طریقے سے بالکل مختلف تھا جس کے بموجب رعایا بوقت ضرورت اپنے آقا کے لیے جنگی خدمت انجام دیتی تھی۔ یہ نیا فوجی قانون ہماری "ملیشیا" (فوج ردیف) کی بنیاد قرار پایا کہ اس فوج سے قومی سپاہیوں کی ایک ایسی جمعیت مراد ہے جو بطور فوج باقاعدہ طیار کی جائے لیکن جس سے جنگی خدمت صرف اُسی وقت لی جائے جب ملک کو غنیم سے بچانے کی ضرورت پیش آئے۔ ہنری کی عمر کا باقی حصہ زیادہ تر انگلستان سے باہر گزرا۔ اگرچہ اس عرصے میں وہ چار مرتبہ خود بھی انگلستان آیا لیکن انتظام حکومت نائبانہ حیثیت سے رینلف ڈی گلینول کے تفویض رہا جو دادرسی کے فن کا ماہر اور نہایت قابل مقنن تھا۔ اسی زمانے میں لندن کا پرانا پل تعمیر ہونا شروع ہوا۔ یہ پہلا سنگین پل تھا جو دریائے ٹیمز پر باندھا گیا۔ اور ہمارے زمانے تک قائم رہا۔ نیا پل جو اُس کی جگہ ازسرنو بنایا گیا ۱۸۲۴ء میں تعمیر ہوا۔

ہنری کی وفات ۱۱۸۹ء

ہنری کے ناخلف بیٹے ابھی تک اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تھے اور آئے دن باپ سے اُلجھتے رہتے تھے۔ آخر بڑے بیٹے ہنری کا ۱۱۸۳ء میں اور منجھلے بیٹے جافری کا ۱۱۸۶ء میں انتقال ہوگیا۔ صرف رچرڈ اور جان باقی رہ گئے اور ان کی سعادت مندی کی یہ کیفیت تھی کہ رچرڈ نے فلپ شاہ فرانس کی مدد سے اپنے باپ کو جس کی صحت اب بگڑتی جارہی تھی شکست دے کر تورین کے علاقے سے نکال دیا۔ شکستہ دل اور سقیم الحال ہنری نے جب بخار کی حالت میں باغیوں کی فہرست ملاحظے کے لیے طلب کی اور چوٹی پر اپنے چہیتے بیٹے جان کا نام درج پایا تو مایوس ہوکر کہنے لگا کہ اب حقیقت میں دنیا میرے لیے تنگ ہوگئی جیوں تو کس کے لیے اور کس امید پر! اس کے دوسرے ہی دن اُس کا انتقال ہوگیا۔

انگلستان کے بادشاہوں میں ہنری کا نام ہمیشہ نیکی سے یاد کیا جائے گا۔ انگریزوں کو اُس کے عہد حکومت میں امن وامان اور عدل وانصاف کی برکتیں نصیب ہوئیں اور جو عمدہ قوانین اُسنے نافذ کیئے وہ آج کے دن تک برقرار ہیں۔

رچرڈ المخاطب بہ شیر دل

سنہ ۱۱۸۹ء لغایت سنہ ۱۱۹۹ء

ہنری کے بعد رچرڈ وارث تاج وتخت ہوا۔ سپاہیانہ اوصاف سے قطع نظر کرکے باقی ہر ایک بات میں وہ اپنے باپ کی ضد تھا۔ اگرچہ اس کی پیدایش انگلستان کی تھی لیکن چونکہ اُس کا ایک بڑا بھائی بھی موجود تھا جو ولی عہد سلطنت تھا لہذا ایکوٹین کے علاقے کی حکومت اس کے حصے میں بطور ترکہ آئی تھی اور اُسی حیثیت سے اُس کی تعلیم وتربیت باہر ہی ہوئی تھی

رچرڈ حقیقی معنوں میں انگلستان کا بادشاہ نہ تھا

انگریزی زبان کا شاید وہ ایک فقرہ بھی نہ بول سکتا تھا اور اپنے دہ سالہ عہد حکومت میں اُسے انگلستان آنے کا اتفاق صرف دو مرتبہ ہوا اور دونوں بار اس کا قیام صرف چند مہینے رہا۔ وہ عدلیس اور ذکی الطبع ضرور تھا لیکن شجاعت اور مروّت کے اوصاف اُس کی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے جس کا دوست بن جاتا تھا اس کا آخر وقت تک ساتھ دیتا تھا اور جس کا دشمن ہو جاتا تھا اُس کی جان ہی لے کر چھوڑتا تھا۔ اپنی رعایا کے سود وبہبود کی اُسے کچھ پروانہ تھی البتہ مذہب کے نام پر مٹا ہوا تھا اور حروب صلیبیہ میں اُس کے مردانہ کارنامے یادگار روزگار ہیں۔ اسی لیئے انگریزی قوم کو اُس کی ذات پر فخر تھا لیکن انگلستان کی تاریخ پر اُس کا کوئی احسان نہیں یہ گاڑی اس کے حین حیات میں اُس کے بغیر ہی چلتی رہی۔

رچرڈ عہدے اور منصب فروخت کرتا ہے۔

رچرڈ کی تاج پوشی کی رسم بتاریخ ۳ دسمبر سنہ ۱۱۸۹ء عمل میں آئی تخت پر بیٹھتے ہی اس نے تمام سرکاری عہدے اور اعزاز اور کلیسائی اوقاف اور خالصہ اراضیات جن پر اس کا قابو چل سکا فروخت

کرنی شروع کر دیں۔ اور تو اور صلیبی جنگ کے لیئے روپیہ جمع کرنے کی غرض سے اُس نے فرماں روائے اسکاٹلینڈ کے حلف اطاعت تک کو بیچ کر دام کھڑے کر لیئے اور اس طور پر اُسے انگلستان کی باجگذاری سے سبکدوش کر دیا۔ صلیبی مہم کے اخراجات کے لیئے رقم فراہم کرنے کی دھن میں ایک مرتبہ اُس نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر کوئی خریدار نظر آئے تو مجھے اُس کے ہاتھ لندن تک بیچ ڈالنے میں عذر نہیں۔ غرض دسمبر کے مہینے میں خلپ شاہ فرانس کے ساتھ جانے کیلیئے کہ وہ بھی ارض مقدس کو جا رہا تھا رچرڈ انگلستان سے روانہ ہوگیا اور اپنی ماں الینا نار اور اپنے میر عدل ولیم لانگ شانی کو اپنی غیبت میں ملک کا انتظام کرنے کے لیئے چھوڑ گیا۔

لانگ شانی ایک فرومایہ شخص تھا جس نے وزارت خزانہ کا عہدہ ایک بندھی رقم دے کر رچرڈ سے خریدا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسا رذیل شخص ملک داری کا کسی طرح اہل نہ ہو سکتا تھا۔ انگلستان کے نصیب اچھے تھے کہ رچرڈ کا باپ اپنی زندگی میں دانشمندانہ قوانین بنا گیا تھا اور انہیں قوانین کی ملک میں اصلی حکومت تھی ورنہ لانگ شانی جیسوں نے تو ظلم و کوتہ دبالاہی کر دیا ہوتا۔ لانگ شانی صرف دو سال حکومت کرنے پایا ملک کے جتنے امرا اور جاگیردار تھے سب کو اُس سے دلی نفرت تھی۔ اُس کی قوت اگر قائم تھی تو صرف ملکہ الینا نار کے سہارے۔ چنانچہ جب ملکہ ۱۱۹۱ء میں عازم جزیرۂ صقلیہ ہوئی تو شہزادہ جان نے باشندگان لندن کی امداد اور رضامندی حاصل کر کے اُسے برطرف کر دیا اور وہ فرار ہو کر نارمنڈی چلا گیا۔ لندن کے "لارڈ میئر" (رئیس بلدیہ) کا عہدہ غالباً اُسی واقعے کی بدولت قائم ہوا ہے۔ اس لیئے کہ جان نے باشندگان لندن کی خدمات کا اعتراف اس شکل میں کیا کہ اول تو ان کی مجلس انتظامی کے حقوق کے برقرار رکھنے کا حلف اٹھایا اور اسی کے ساتھ سب سے پہلی مرتبہ اُن کے لیئے ایک رئیس بلدیہ مقرر کیا جس کے اختیارات شہر کی حدود کے اندر قریب قریب شاہانہ اقتدارات کے مساوی تھے۔

لانگ شانی کا عزل
۱۱۹۱ء

لندن کا پہلا رئیس
۱۱۹۱ء

لندن کا پہلا رئیس بلدیہ ہنری فٹز آلون مقرر ہوا اور جب تیئیس سال بعد اُس نے وفات پائی تو بادشاہ وقت جان نے اپنا رئیس بلدیہ آپ منتخب کرنے کا حق باشندگان لندن کے ہاتھ بیچ ڈالا۔

اس اثناء میں رچرڈ نے یہ سن کر کہ لوگ لانگ شاں سے ناراض ہیں ایک اور شخص کا تقرر میر عدل کے عہدے پر کر دیا۔ ملکہ الیانار بھی صقلیہ سے واپس آگئی جس کا اثر یہ ہوا کہ جان کو جو تخت و تاج غصب کرنے کے منصوبے گانٹھ رہا تھا اپنے غاصبانہ ارادے سے باز آنا پڑا۔ ارض مقدس سے شاہ رچرڈ کے شجاعانہ کارناموں کی خبریں انگریزی قوم کو وقتاً فوقتاً پہنچتی رہتی تھیں تاآنکہ ایک دن یہ خبر آئی کہ واپسی پر امیر آسٹریا نے اُسے گرفتار کر کے

رچرڈ کا فدیہ ۱۱۹۴ء

شہنشاہ جرمنی کے ہاتھ بیچ ڈالا ہے اور جب تک کہ اُسے فدیہ دیکر چھڑایا نہ جائے اُس کی رہائی کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ فدیے کی رقم ایک لاکھ پاؤنڈ تھی اور اس رقم کی فراہمی کے لیے ضرور تھا کہ انگلستان کا ہر باشندہ اپنی سالانہ آمدنی اور مال و املاک کا چوتھا حصہ دے اور اس کے علاوہ چار جدید محصول ادا کرے جو اسی غرض سے لگائے جانے تجویز ہوئے تھے۔ جان نے ازراہ غداری شہنشاہ جرمنی کو بہت کچھ آمادہ کرنا چاہا کہ کسی طرح رچرڈ کو قیدی رکھے لیکن اس کوشش میں اسے کامیابی

رچرڈ کی دوسری آمد مارچ تا مئی ۱۱۹۴ء

نہ ہوئی اور فدیے کے ادا ہونے پر رچرڈ ۲۰ مارچ ۱۱۹۴ء کو بمقام سینڈوچ لنگر انداز ہوا۔ اس مرتبہ اپنے چہار ماہہ قیام انگلستان کا زمانہ اس نے بیرونی لڑائیوں کے اخراجات کے لیے روپیہ فراہم کرنے میں گزارا اور اسیری سے رہا ہونے پر صدر اسقف کی دعائیں لے کر وہ مئی کے مہینے میں روانہ نارمنڈی ہو گیا جس کے بعد اُسے انگلستان واپس آنا پھر کبھی نصیب نہ ہوا۔ جان نے غدارانہ سفلہ پن کی راہ سے جو سلوک اُس کے ساتھ کیا تھا اس کی پاداش میں اُس نے جان کی تمام جاگیریں اور قلعے ضبط کر لیے لیکن اس سے زیادہ اور کوئی سزا نہ دی بلکہ فیاضی سے کام لے کر بے مہر بھائی کو معاف کر دیا۔

غیر ملکی لڑائیوں کے اخراجات کے لیے روپیہ دینے سے اساقف کا انکار

آئندہ چار سال تک انگلستان کی عنان حکومت ہیوبرٹ والٹر اور جافری فٹز پیٹر کے ہاتھوں میں رہی۔ یہ دونوں میر عدل اپنی خدمات نائب السلطنت ہونے کی حیثیت سے وفاداری کے ساتھ انجام دیتے رہے اور رچرڈ کو اپنی معرکہ آرائیوں کے لیے جن بیش قرار رقوم کی ضرورت پڑتی رہتی تھی اُنھیں محصولات کی شکل میں اہل ملک پر بحصہ رسدی عاید کرتے وقت اُنھوں نے تابحد امکان عدل و انصاف سے کام لیا۔ ایک فائدہ قوم و ملک کو اس سے

ضرور رہوا۔ تمام قلمرو میں چونکہ اب امن و امان کا دور دورہ تھا اس لیئے لوگوں نے سوچنا شروع کیا کہ آیا یہ بات مناسب اور قرین صواب ہے کہ بادشاہ اس بے دریغ طریقے سے رعایا پر ٹیکس لگاتا چلا جائے اور رعایا اس سے کوئی باز پرس نہ کرے۔ شدہ شدہ ان خیالات کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر فراہمی رقم کے موقع پر نائبان سلطنت کو قانونی مجالس منعقد کرنے کی ضرورت پیش آنے لگی۔ ایک مرتبہ تو لنکن اور سالسبری کے اسقفوں نے روپیہ دینے سے صاف انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ ہم کلیسا کے اوقاف کا محاصل غیر ملکی لڑائیوں کے اخراجات کے لیئے نہیں دے سکتے۔ اس طور پر اہل ملک کے دل میں یہ خیال مضبوطی سے جمنا شروع ہو گیا کہ اس بات کے تصفیے میں قوم کی آواز کو بھی دخل ہونا چاہیئے کہ حکومت کو رعایا پر کون کون سے ٹیکس لگانے چاہئیں ؛

رچرڈ کی وفات ۱۱۹۹ء آخر ایک دن یکایک خبر آئی کہ ۶ اپریل ۱۱۹۹ء کو لیموجی کے قریب قلعہ شالو کا محاصرہ کرتے ہوئے رچرڈ تیر کا ایک کاری زخم کھا کر انتقال کر گیا۔ وہ شجاعت جو رچرڈ کا خاصہ تھی مرتے دم تک قائم رہی چنانچہ جس تیر انداز نے اسے نشانۂ اجل بنایا تھا اُس کو اُس نے کشادہ دلی سے معاف کر دیا۔ لیکن جب رچرڈ کی آنکھیں بند ہوئیں تو یہ معافی نظر انداز کر دی گئی اور وہ شخص بے رحمی سے مار ڈالا گیا۔

جان المخاطب بہ منحوس

۱۱۹۹ء لغایت ۱۲۱۶ء

اب ہم انگلستان کے ایک ایسے بادشاہ کے حالات پر قلم اٹھاتے ہیں جس کی نسبت ایک کلمۂ خیر بھی نہیں کہا جا سکتا۔ یہ سچ ہے کہ اس کا زمانہ انگلستان کے لیئے نہایت اہم تھا

جان کی سیرت اور اس کے عہد میں اہل انگلستان کو آزادی کے بڑے بڑے حقوق حاصل ہوئے لیکن برائی سے یہ اچھائی محض اس لیئے پیدا ہوئی کہ بادشاہ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر رعایا اٹھ کھڑی ہوئی اور حق و عدل کے حقوق اس سے جبراً لے کر رہی۔ جان وجیہ و شکیل اور خوش طبع و رنگین مزاج تھا تعلیم بھی اچھی پائی

تھی قابلیت بھی رکھتا تھا لیکن پرلے درجے کا سفاک عیاش طامع بدعہد اور نفس پرست واقع ہوا تھا۔ باپ کو اُس نے دغا دی۔ بھائی کے ساتھ اس نے غداری کی تخت بادشاہی پر بیٹھا تو بھتیجے کی اس نے بیخ کنی کی رعایا کو اس نے ستایا غرض کسی موقع پر اپنے شاہانہ قول قرار کا پاس نہ کیا۔ رچرڈ کی وفات کے وقت جان پاس ہی موجود تھا حاضر الوقت اُمرا نے

آرتھر اور شاہ فرانس کے ساتھ جنگ

اُسے اپنا بادشاہ تسلیم کرکے اس کی اطاعت کا حلف اُٹھایا اور انگلستان میں بھی وہ بلا پس و پیش حکمران منتخب ہو گیا اس لیئے کہ جافری کے بیٹے آرتھر والی برٹنی کی عمر صرف بارہ سال کی تھی اور اسی لیئے اُس کا ساتھ دل سے کسی نے نہ دیا۔ البتہ فرانس کی حالت انگلستان سے جداگانہ تھی۔ جان نے نارمنڈی۔ پائٹو اور ایکویٹین کے صوبوں پر تو کسی قدر جد و جہد کے بعد قبضہ کر لیا لیکن صوبہ انجو کا حقیقی امیر آرتھر تھا اسی لیئے انجو اور برٹنی کے علاقوں کی آبادی اُس کی حمایت پر کمربستہ ہو گئی۔ دیرینہ سال ملکہ الیانار نے جس کی عمر اب اسی برس کی ہو چکی تھی جان کی طرفداری کا اعلان کیا اور فرانس کا بادشاہ فلپ آرتھر کی حمایت میں تیغ بکف ہو گیا یہ جنگ کچھ کچھ وقفے کے ساتھ تین سال تک جاری رہی تا آنکہ شہزادہ آرتھر کو جس نے صوبۂ پائٹو کے قلعہ مرابل میں اپنی دادی الیانار کو گھیر رکھا تھا جان نے شکست دیکر گرفتار کر لیا۔

آرتھر کا قتل ۱۲۰۳ء

اب ایک ایسا فعل شنیع وقوع میں آیا جس کی یاد سے آج تک ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں گرفتاری کے وقت آرتھر کی عمر سولہ سال کی تھی۔ جان نے اُسے روئن کے نئے حصار میں قید کر دیا گو بہادر لڑکے نے صاف کہہ دیا کہ میں تاج انگلستان کے دعوے سے دست بردار نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد ہی وہ دنیا کے پردے سے ہمیشہ کے لیئے غائب ہو گیا شیکسپیر نے اپنے ناٹک میں اس شجاع نوخیز شہزادے کے شرمناک قتل کی تصویر کھینچ کر ہمارے دلوں میں غصہ و غضب اور رحم و ہمدردی کے جذبات کا تلاطم بپا کر دیا ہے۔ لیکن یہ ایک ڈراما نویس کی جادو نگاری کا کرشمہ ہے۔ اصل حقیقت کا علم ہمیں صرف اس قدر ہے کہ یورپ بھر میں گھر گھر اس بات کے چرچے ہونے لگے کہ جان نے اپنے بھتیجے کو مرواڈالا ہے اور اس میں ذرا شک نہیں کہ یہ الزام درست تھا۔ جان کا قبضہ اپنی فرانسیسی جاگیرات پر فلپ شاہ فرانس کے محکوم ہونیکی

حیثیت سے تھا چنانچہ فلپ نے اُسے حکم دیا کہ آرتھر کے قتل کا جو الزام اُس پر لگایا جا رہا ہے اُس کی صفائی اپنے ہم چشم امرائے دولت کے مواجہہ میں آ کر پیش کرے۔ جان نے امتثال امر سے پہلوتہی کی۔ اس پر فلپ نے اُس کی تمام فرانسیسی جاگیرات کی ضبطی کا اعلان کر دیا۔ ملک کے اکثر امرا بھی اُس کے مخالف ہو گئے اور اس کی ماں بھی انتقال کر گئی۔ باآلآخر بجز اُن جزائر کے جو آبنائے انگلستان میں واقع ہیں (دیکھو نقشہ نمبر ۳) شمالی فرانس کے تمام مقبوضات جان کے ہاتھ سے نکل گئے۔ منتہائے جنوب میں ایک فقط گاسکنی کا علاقہ جو اُس کی ماں کی ملک سے تھا اور صوبہ ایکوٹین کا ایک حصہ قلیل اُس کے قبضے میں رہا نارمنڈی اور انجو کو از سر نو مسخر کرنے کے لیئے اس نے بیشک متعدد کوششیں کیں لیکن یہ سب کوششیں رائگاں گئیں۔ غرض اُس ناپاک قتل کی پاداش میں جس کے ارتکاب سے اس نے تخت انگلستان پر قبضہ کیا اُس کا تمام آبائی ترکہ ایک ساتھ اس کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ جان کے اس نقصان سے انگلستان کو یہ ایک بہت بڑا فائدہ ضرور ہوا کہ آیندہ کے لیئے اس ملک کے تاجدار اور امرا اسی کے ہو گئے۔ اب تک وہ انگریزی قوم کا روپیہ خرچ کر کے غیر ملکوں میں جنگ کیا کرتے تھے۔ اب ضرور ہوا کہ وہ انگلستان ہی کو اپنا گھر بنائیں اور اہل انگلستان ہی کے ساتھ قرابت اور دوستی کے رشتے قائم کریں۔

نارمنڈی اور انجو کے علاوہ جان کے قبضے سے نکل گئے۔

اسٹیفن لینگٹن کا انتخاب

لیکن جان کے لیئے جلد ہی ایک نئی الجھن پیدا ہو گئی۔ گزشتہ پانچ سال سے صدر اسقف ہیوبرٹ وزارت خزانہ کے منصب پر مامور تھا اور ملک کا انتظام اُس نے نہایت اچھا کیا تھا۔ جب ۱۲۰۵ء میں اُس کا انتقال ہوا تو کنٹربری کے پادریوں نے اس خیال سے کہ جان یقیناً اس ذمہ داری کی خدمت پر کسی اپنے حاشیہ نشین ہی کا تقرر کرے گا خفیہ طور پر خود ایک صدر اسقف منتخب کر لیا۔ جان کو جب اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو اس نے ان میں سے بعض پادریوں کو ایک اور صدر اسقف کے انتخاب پر مجبور کیا۔ دونوں اسقفوں نے پاپائے انوسنٹ ثالث سے فریاد کی لیکن پاپائے دونوں کو الگ کر دیا اور جن چھ پادریوں کا وفد فریاد لے کر آیا تھا اُن سے قرعۂ انتخاب ایک نیک نفس اور متدین انگریزی قسیس اسٹیفن لینگٹن کے نام ڈلوا دیا جو اس وقت روما میں قیام پذیر تھا۔ جان نے لینگٹن کا داخلۂ انگلستان ہی بند کر دیا اور

اپنے اس فیصلے پر ایسا اڑا کہ آخر پاپا نے ۱۲۰۸ء میں سارے انگلستان کے حق

انگلستان کے لئے مذہبی بندش ۱۲۰۸ء۔

میں مذہبی بندش کا حکم جاری کر دیا یعنی تمام پادریوں کو ہدایت کر دی کہ نہ تو گرجاؤں میں لوگوں کے نکاح پڑھائیں نہ قبرستانوں میں مردوں کو دفن ہونے دیں اور رسم اصطباغ کی انجام دہی یا کسی دم توڑتے شخص کے حق میں دعا مانگنے کے علاوہ گرجا میں دعا یا نماز کی قسم سے کوئی مذہبی رسم نہ انجام دیں۔ چار سال تک یہ سخت بندش قائم رہی۔ گرجاؤں میں کوئی گھنٹی نہ بجی۔ کوئی دعا نہ مانگی گئی۔ کوئی نماز نہ ادا کی گئی۔ مردے مذہبی رسوم کے بغیر کھائیوں اور چراگاہوں میں گڑھے کھود کر گاڑ دیئے جاتے رہے۔

حلقۂ کلیسا سے جان کا اخراج ۱۲۰۹ء

ملک کے حق میں یہ بہت بڑی سختی تھی اس لئے کہ جھگڑا تو اصل میں حکومت اور کلیسا کے درمیان تھا اور رعایا بچاری مفت میں مصیبت جھیل رہی تھی لیکن جان کو اس کی خس برابر بھی پروا نہ ہوئی۔ وہ الٹا کینہ توزی پر اتر آیا اور کلیسا سے اس طرح بدلہ لیا کہ اسقفوں اور قسیسوں کا تمام مال و املاک ضبط کر کے جو رقم اس طرح وصول ہوئی اس سے آئرلینڈ اسکاٹلینڈ اور ویلز کی لڑائیوں کا خرچ پورا کیا۔ اس پر انوسنٹ نے ۱۲۰۹ء میں جان کو کلیسا کی برادری کے حلقے سے خارج کر کے اس حکم کو عام کر دیا کہ کوئی شخص جان کی اطاعت نہ کرے اب بھی جان کے بھاؤ نہیں نہ ہوا بلکہ جن جن لوگوں نے پاپا کے احکام کی پیروی کی انھیں سزائیں دینی شروع کیں۔ چنانچہ نارچ کے بڑے پادری کو عدول حکمی کی پاداش میں اس نے سیسے کے ایک گرانبار سرپوش کے نیچے کچلوا ڈالا۔ امرائے سلطنت جب دربار سے ایک ایک کر کے رخصت ہو گئے تو جان نے ان کے قلعوں پر قبضہ کر لیا ان کے بچوں کو گرفتار کر لیا اور ان کی بیبیوں اور بیٹیوں کے ساتھ شرمناک سلوک کیا۔ آخر ۱۲۱۲ء میں پاپائے روما نے جان کی معزولی کے اعلان کے ساتھ فلپ شاہ فرانس کو انگلستان پر فوج کشی کا حکم صادر کر دیا۔

جان پاپا کی اطاعت قبول کرتا ہے ۱۲۱۳ء

اب جان کے حواس ذرا ٹھکانے ہوئے اس لئے کہ خود اس کی ذات کو نقصان پہنچتا نظر آتا تھا۔ اگر اس کے تعلقات رعایا سے اچھے ہوتے تو اسے پاپا اور فلپ دونوں کی مخالفت

کی پروا نہ ہوتی لیکن اس کی بدکرداریوں نے تمام لوگوں کے دلوں میں اس کی طرف سے نفرت ڈال دی تھی اور کوئی شخص اس کا ساتھ دینے کے لیئے تیار نہ تھا۔ کسی منجم نے پیشین گوئی کی تھی کہ "اسنشن ڈے" (یوم صعود مسیح) سے پہلے پہلے کہ یہ دن جان کے جلوس کی سالگرہ کا دن تھا جان کی حکومت کا خاتمہ ہوجائے گا۔ اُس پیشین گوئی سے حواس باختہ ہوکر اُس نے نہ صرف لینگٹن کا تقرر صدر اسقف کے عہدے پر منظور کرلیا بلکہ ازراہ غایت تذلل تاج انگلستان پاپا کے وکیل مطلق پنڈلف کے حوالے کرکے پھر وہی تاج پاپا کی باجگذار رعایا ہونے کی حیثیت سے واپس لیا۔ اپنے اس طرز عمل سے جان نے پاپایانِ روما اور تاجداران انگلستان کے درمیان ایک طویل ومدید کشمکش کی بنا ڈال دی جس کا سلسلہ تین سو سال سے زیادہ عرصے تک قایم رہا۔

قوم کی بڑھتی طاقت جان نے لینگٹن کا تقرر منظور کرنے کو تو کرلیا لیکن یہی تقرر خود اس کے گلے کا ہار ہوگیا۔ ہنری ثانی اور رچرڈ کے خاموش وپرامن دور حکومت میں قوم کی قوت سالہاسال سے بڑھ رہی تھی شہروں میں جب صدائے جرس پر اہل شہر کا جلسہ منعقد ہوتا تھا جلسے کے ارکین امور زیربحث پر آزادی سے گفتگو کرنے کے خوگر ہوچلے تھے۔ تجار کی مجالس تجارت کے ضابطے معین کرتی تھیں۔ پیشہ وروں کی مجالس اہل حرفہ کو ارباب اقتدار کی سخت گیریوں سے بچاتی تھیں۔ اور جب کبھی بادشاہ وقت کو روپے کی ضرورت پیش آتی لوگ روپیہ دے کر نئی مراعات حاصل کرلیتے تھے۔ یونیورسٹیوں میں طلبہ کو مساوات کا سبق ملنے لگا تھا۔ انگریز۔ نارمن آئرش اور ویلش نسل کے طالبان علم بلالحاظ درجہ ورتبہ عام اس سے کہ وہ امیرزادے ہوں یا دہقان زادے دوستانہ اور بھتیانہ برابری کی حیثیت سے آپس میں ملتے تھے دیہات میں بھی آزادی کی یہ روح اپنا کام کررہی تھی۔ مالک ومملوک کی باہمی ذمہ داریوں کا تعین قانون نے کردیا تھا۔ دونوں کو ایک دوسرے کے مقابلے میں خاص خاص حقوق حاصل تھے۔ مزارع بسااوقات آزاد ہوتا تھا اور بجائے محنت کے اپنے آقا کا حق خدمت ایک بندھی رقم کے ذریعے سے ادا کردیتا تھا۔ غرض قوم کے مختلف طبقوں میں اب اس قدر یک جہتی تھی کہ ایک ظالم بادشاہ کے مقابلے میں عوام الناس اور امرا کے متحد ہوجانے کی صورت نکل آئی تھی۔

امرا کی طرف سے قبالۂ آزادی کا مطالبہ۔

ان کو صرف ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو انھیں رستہ دکھائے
اور ان کا سرگروہ بنے۔ یہ بیڑا لینگٹن نے اٹھایا اور علم انقلاب
کے بلند ہونے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ۴ ؍اگست ۱۲۱۳ء کو
اسقفوں امیروں اور شہروں کے شریفوں کا ایک جلسہ اس مسئلے پر غور کرنے کے لیے
منعقد ہوا کہ جن اسقفوں کا مال و متاع جان نے لوٹ لیا ہے اُن کی کس قدر رقم
حکومت کے ذمہ واجب الادا ہے۔ اس پر جافری فٹز پیٹر میر عدل نے امرا سے
مخاطب ہو کر کہا کہ اگر آپ لوگ جان کے مظالم اور سخت گیریوں کو برداشت کرنے پر
رضامند ہیں تو اس میں کسی کا کیا قصور ہے۔ ساری خطا خود آپ لوگوں کی ہے۔ ورنہ
اگر آپ چاہیں تو استحقاقاً بادشاہ کو ہنری اول کے قوانین کے اتباع پر مجبور کر سکتے ہیں۔
اس کے چند ہفتے بعد سینٹ پال کے گرجا میں ایک اور جلسہ ہوا جس میں اسٹیفن لینگٹن نے
ہنری اول کا ضابطۂ قوانین پیش کیا اور جلسے کے متفقہ فیصلے کے موافق فٹز پیٹر نے دونوں
جلسوں کے مطالبات جان کے روبرو پیش کر دیے قضائے کار عین اسی زمانے میں
فٹز پیٹر کا انتقال ہو گیا اور جان نے میر عدل کے عہدے پر اپنے ایک بدیسی حاشیہ نشین
کو مامور کر دیا۔ لیکن حقوق طلبی کی جنگ کا سلسلہ صدر اسقف لینگٹن نے برابر جاری رکھا
اور شمالی و جنوبی علاقہ جات کے امرا نے بمقام اڈمنڈ سبری خفیہ طور پر عہد و پیمان کیا کہ
یا تو حقوق کے ایک نئے منشور پر جان سے دستخط کرا کر رہیں گے یا تلوار سے اُس کا مقابلہ
کریں گے۔ چنانچہ ۱۲۱۵ء کے ماہ جنوری میں اُنھوں نے اپنے مطالبات بادشاہ کے
سامنے پیش کر دیے۔ امرا کی اس اچانک کارروائی نے جان کے ہوش پراگندہ کر دیے

جان منشور اعظم پر دستخط کرتا ہے ۱۲۱۵ء۔

اور تو اس سے اس وقت پر کچھ بن نہ پڑا البتہ تین مہینے کی مہلت
ان کے مطالبات پر غور کرنے کے لیے طلب کی۔ یہ بھی اس کا ایک
داؤں تھا۔ بجائے اُس کے کہ وہ اہل ملک کے حقوق کی نوعیت کی
تحقیقات کرتا اُس نے چپکے چپکے فوج فراہم کرنی شروع کر دی اور اپنا نام صلیبی جنگ آزماؤں
کی فہرست میں داخل کرا لیا تاکہ اس کے خلاف جنگ کرنے والا دینی بے حرمتی کا مرتکب
سمجھا جائے۔ لیکن امرا کچی گولیاں نہ کھیلے تھے۔ انھوں نے تلواریں نیام سے نکال لیں
اور سارا ملک ان کے ساتھ ہو گیا۔ جان کی تمام امیدیں اب خاک میں مل گئیں سارا

ملک ایک طرف تھا اور وہ یکہ و تنہا ایک طرف۔ صرف سات فوجی سرداروں نے اُس
کا حق رفاقت ادا کیا اور وہ انھیں کو لے کر اپنے سرکش امرا سے رنی میڈ میں جو ونڈسر
کے قریب دریائے ٹیمز کے کنارے واقع ہے مقابل ہوا ۱۵ ماہ جون ۱۲۱۵ء کو اُس نے
اپنی مرضی کے خلاف طوعاً و کرہاً منشور اعظم پر دستخط ثبت کیے۔ اور یہی وہ اساسی ضابطہ ہے
جس نے اس وقت سے لے کر آج کے دن تک انگریزوں کی آزادیوں کی نگہداشت
کی ہے اس قبالۂ اعظم کے اکثر قوانین کچھ نئے نہیں تھے بلکہ پہلے سے دوسرے شاہی
منشوروں کے اندر درج چلے آتے تھے۔ اس کے دو فقرے خاص طور سے قابل ذکر
ہیں۔ پہلے فقرے کا مضمون یہ تھا کہ بادشاہ مجاز نہ ہوگا کہ اپنی مرضی سے اپنی رعایا کو جب
اور جس طرح چاہے قید کر دے یا سزا دے۔ بلکہ ضرور ہے کہ ہر شخص کے داور اُس کے
برابر والے ہوں دوسرے فقرے کی رو سے بادشاہ کو اسقفوں امیر الامراؤں اور نیز
اور چھوٹے درجے کے جاگیرداروں کی رضامندی کے بغیر ٹیکس لگانے کا اختیار حاصل
نہ تھا۔ باقی فقرات کے ذریعے سے زیادہ تر قدیم حقوق کی تجدید کی گئی تھی۔ لیکن بڑی
بات اس قبالے میں یہ تھی کہ دوسرے منشوروں میں تو بادشاہ اپنے جلوس کے وقت محض

منشور اعظم کے فوائد۔

ان قوانین کا اعلان کر دیا کرتا تھا جن سے رعایا پر حکومت کرنی
مقصود ہوتی تھی اور یہ منشور اعظم ایک معاہدہ تھا جس پر دستخط کرنے
کے لیے رعایا نے ایک ظالم بادشاہ کو مجبور کیا تھا۔ قوم اب اس قدر طاقتور ہوگئی تھی
کہ قوانین کی بجا آوری اور دوسروں کے حقوق کی تکریم پر کیا رعایا اور کیا بادشاہ دونوں
کو یکساں مجبور کر سکتی تھی۔ امرا نے اپنے اور نیز عوام کے حقوق کے نفاذ کا یہاں تک
تہیہ کر لیا تھا کہ اُن میں سے پچیس امیروں کی ایک مجلس اس غرض سے مقرر کی گئی کہ
بادشاہ نے جو وعدے کیے ہیں اُن کے ایفا کی نگرانی کرے اور اس کو یہ اختیار دیا گیا کہ
نقض عہد کی صورت میں شاہی قلعوں اور زمینوں پر قبضہ کر لے جان جی میں ٹھان چکا

جان اور اس کے امرا کی جنگ۔

تھا کہ اپنا عہد کبھی پورا نہ کرے گا۔ امرا کو وہ بلطائف الحیل ٹالتا
رہا اور ساتھ ساتھ پردیسیوں کی فوج فراہم کرتا رہا۔ پاپا سے
بھی اُس نے مدد مانگ بھیجی اور بالآخر خانہ جنگی کا بازار گرم ہوگیا
جان کو متعدد معرکوں میں فتح حاصل ہوئی اور انگلستان کے شمال میں جو کچھ اُس کے

لوئی فوج لے کر آتا ہے

سامنے آیا حوالۂ تیغ و آتش ہوتا گیا۔ آخر کار جان کی غدارانہ بدعہدیوں نے امرا کا پیمانۂ صبر چھلکا دیا اور انھوں نے شاہ فرانس کے سب سے بڑے بیٹے لوئی کو انگلستان کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کے لیئے بلا بھیجا۔ چنانچہ لوئی ایک لشکر جرار لے کر روانہ ہوگیا لیکن موت نے چند مہینے بعد انگلستان کو اس ظالم فرمانروا کی گرفت بیداد سے چھڑا لیا۔ لنکن شائر کی دلدلوں میں واش کی ندی کو عبور کرتے وقت جان کا تمام خیمہ و خرگاہ اور جواہرات اور تاج جو اُسے اپنی رعایا سے کہیں زیادہ محبوب تھا موجوں کی نذر ہوگیا۔ دوسرے دن "سوائنز ہیڈ" (سرخوک) کے مٹھ میں اُس کی طبیعت بگڑ گئی مگر وہ بیماری کی حالت ہی میں آگے بڑھا

جان کی وفات سنہ ۱۲۱۶ء

چلا گیا۔ اور ۱۹ اکتوبر سنہ ۱۲۱۶ء کو بمقام نیوارک انتقال کر گیا جان نے دو کمسن لڑکے ہنری اور رچرڈ یادگار چھوڑے اور جب اس کی آنکھیں بند ہوئی ہیں تو ملک کی یہ حالت تھی کہ چاروں طرف خانہ جنگی کا ہنگامہ برپا تھا اور غیر ملکی افواج کی قطاروں سے میدان بھرے پڑے تھے۔

حصہ سوم

انگریزی پارلیمنٹ کی اٹھان

قبالہ اعظم سے لے کر فرمانروایان خاندان لینکسٹر تک کے بادشاہ

جان

دیکھو نقشہ مندرجہ صفحہ ۴۳

ہنری سوم

سال ولادت ۱۲۰۷ء سال وفات ۱۲۷۲ء عہد حکومت ۱۲۱۶ء لغایت ۱۲۷۲ء

پراونس کی شہزادی الیانار سے عقد کیا

ایڈمنڈ امیر لینکسٹر

ہنری امیر لینکسٹر

ہنری امیر الامرائے لینکسٹر

بلانچ رئیسہ لینکسٹر

ٹامس امیر لینکسٹر

فرقہ "ڈسپنسرس" (مقسمین) سے انحراف کرنیکے باعث ۱۳۲۲ء میں اسکی گردن ماری گئی۔

ایڈورڈ اول

سال ولادت ۱۲۳۹ء سال وفات ۱۳۰۷ء حکومت ۱۲۷۲ء لغایت ۱۳۰۷ء

کیسٹل کی شہزادی الیانار اور بعد ازاں فرانس کی شہزادی مارگریٹ سے عقد کیا

ایڈورڈ دوم

۱۲۸۴ء میں پیدا اور ۱۳۲۷ء میں قتل ہوا

عہد حکومت ۱۳۰۷ء لغایت ۱۳۲۷ء

فرانس کی شہزادی اسابلا سے عقد کیا

ایڈورڈ سوم

سال ولادت ۱۳۱۲ء سال وفات ۱۳۷۷ء

عہد حکومت ۱۳۲۷ء لغایت ۱۳۷۷ء

ہینالٹ کی شہزادی فلیپا سے عقد کیا۔

ایڈورڈ المعروف بہ شہزادۂ سیاہ پوش

سال ولادت ۱۳۳۰ء سال وفات ۱۳۷۶ء

رچرڈ دوم

۱۳۶۶ء میں پیدا ہوا اور ۱۳۹۹ء میں تخت سے اتار دیا گیا

زمانہ حکومت ۱۳۷۷ء لغایت ۱۳۹۹ء

پہلے بوہیمیا کی شہزادی این بعد ازاں فرانس کی شہزادی اسابلا سے عقد کیا۔

جان آف گانٹ

بلانچ رئیسہ لینکسٹر سے عقد کرکے امیر الامرائے لینکسٹر ہوا

ہنری

امیر ڈاربی و امیر الامرائے لینکسٹر

جو آگے چل کر ہنری چہارم کے لقب سے تخت نشین انگلستان ہوا

آٹھواں باب

امرا کی جنگ

ہنری سوم ۱۲۱۶ء لغایت ۱۲۷۲ء

شاہ جان اس دنیا سے اُٹھ چکا تھا اور فرشتۂ اجل نے اُس سے عہد کرنے یا عہد کو توڑنے کی قابلیت چھین لی تھی۔ امرا نے فرانس کے شہزادہ لوئی کو دعوت دینے میں جو غلطی کی تھی اُس پر پشیمان ہونے کی نوبت اب آچلی تھی کیونکہ انھیں معلوم ہو گیا تھا کہ شہزادہ لوئی اُن کی جاگیریں اپنے فرانسیسی امیروں کو بخش دے گا۔ اسی لیے وہ انگلستان کے کمسن شہزادہ ہنری کو جس کی عمر اس وقت صرف نو سال کی تھی اپنا بادشاہ بنانے کے لئے بطیب خاطر آمادہ تھے۔ غرض ونچسٹر کے اسقف نے جان کی وفات کے دس دن بعد گلاسٹر میں شہزادے کے سر پر تاج رکھا۔ تاج تو دریا میں غرق ہو گیا تھا اسی لیے تاجپوشی کی رسم ایک سادہ طلائی حلقے کے ذریعے سے انجام دی گئی اور ہنری نے پاپا کے وکیل مطلق گوالو کے سامنے باجگذار کی حیثیت سے روما کی اطاعت کا حلف اٹھایا۔ اس موقع پر قبالۂ اعظم از سر نو شائع کیا گیا لیکن وہ فقرہ حذف کر دیا گیا جس کا یہ مضمون تھا کہ ٹیکس لگانے کے لیے بادشاہ کو رعایا کی رضامندی حاصل کرنی لازم ہو گی۔ پمبروک کا دیرینہ سال اور دانشمند امیر ولیم مارشل جو ہنری کے باپ دادا کی رفاقت میں ثابت قدم رہتا چلا آیا تھا بادشاہ کا اتالیق اور نائب السلطنت مقرر ہوا رفتہ رفتہ تمام امرا نے جو جادۂ اطاعت سے منحرف ہو گئے تھے حکومت کے آگے سر متابعت خم کر دیا شہزادہ لوئی تخت انگلستان پر قبضہ کرنے کے لیئے ابھی تک جد وجہد کر رہا تھا لیکن انگریزی قوم کی متفقہ طاقت کے آگے اس کی کچھ پیش نہ گئی۔ ۲۰ مئی ۱۲۱۷ء کو امیر پمبروک نے اُس کی فوج کو لنکن کے کوچوں میں شکست دی اور ۲۴ اگست کو ہیوبرٹ ڈی برگ کے ہاتھوں اُس کے بیڑے نے آبنائے انگلستان میں زک اٹھائی ان حالات میں اُس نے اس معاہدہ کو بہت

نو عمر ہنری کی تخت نشینی ۲۸ اکتوبر ۱۲۱۶ء

شہزادہ لوئی کی فرانس کو مراجعت ۱۲۱۷ء

غنیمت سمجھا جو فریقین کے درمیان بمقام لیمبتھ قلمبند ہوا اور جس کی رو سے روپیے کی کچھ رقم
اُس کے ہاتھ آئی۔ چنانچہ وہ یہ رقم لے کر انگلستان سے رخصت ہوگیا دو سال بعد کہن سال

بادشاہ کا عہد طفولیت سنہ ۱۲۱۶ء لغایت سنہ ۱۲۲۷ء

پمبروک کا انتقال ہوگیا اور پیٹر ڈی روشے اسقف ونچسٹر نوعمر
فرمانروا کا اتالیق مقرر ہوا۔ حکومت کا انتظام ہیوبرٹ ڈی برا میرعدل
اور نیک نہاد اسٹیفن لینگٹن صدر اسقف کے سپرد ہوا۔ سنہ ۱۲۲۰ء میں
صدر اسقف نے ہنری کی تخت نشینی کی رسم دوبارہ انجام دی اور سنہ ۱۲۲۷ء میں بعمر بست سالگی
اُس نے نظم و نسق سلطنت کی عنان خود اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اول اول اس تغیر سے
سلطنت کے انتظام میں کوئی حقیقی فرق نہ آنے پایا اس لیے کہ ہنری کے مشیر اُس کی [illegible]
مجلس شوریٰ کی حیثیت سے برابر کام انجام دیتے رہے۔ اسی مجلس سے اس کونسل کی
ابتدا ہوئی جو ہمارے زمانے میں "پریوی کونسل" کے نام سے مشہور ہے شہر و دیہہ دونوں

رعایا کی حالت

جگہ کی رعایا خوش حال تھی۔ یہ سچ ہے کہ خانہ جنگی کا طوفان
ملک بھر میں اپنے پیچھے فساد و اضطراب کی ایک لہر چھوڑتا گیا
تھا۔ سڑکوں اور شاہراہوں پر رابن ہڈ۔ لٹل (کوچک) جان اور فرایر (برادر) ٹک کی
وضع و قماش کے دیدہ دلیر ڈاکو منڈلاتے پھرتے تھے لیکن ان قزاقوں کا قاعدہ تھا کہ
زیادہ تر مالدار مسافروں ہی کو لوٹتے تھے لوگوں کے گھروں پر چھاپے نہ مارتے تھے
فصلیں عموماً اچھی ہوتی تھیں۔ مزدوری پیشہ لوگوں تک کو جَو اور کبھی کبھی گیہوں کی روٹی
کھانے کو اور جَو کی شراب پینے کو بکثرت مل جاتی تھی۔ دسترخوان پر مچھلی بھی ہوتی تھی اور پنیر
بھی۔ لوگ موسم سرما میں اپنے پہننے کا کپڑا خود بُنتے تھے۔ چمڑے کی دباغت خود کرتے تھے
اور لکڑی کے جن اوزاروں کی ضرورت ہوتی تھی خود تیار کرتے تھے۔ کشتی پھکیتی اور تیراندازی
جس کا سیکھنا قانوناً لازمی تھا اُن کے دل لگی کے مشغلے تھے۔ سال میں چند مرتبہ دیہی عدالت
اور پنچایت کے جلسے بھی ہوتے تھے جس سے کسان اور زمیندار کی زندگی کی یکسانی میں فی الجملہ
تنوع اور دلچسپی پیدا ہو جاتی تھی۔ کبھی کبھی کوئی دیہاتی اپنے آقا سے کسی شہر میں جا کر تجارت
کرنے کی اجازت لے لیتا تھا یا فوج میں بھرتی ہو کر بادشاہ کے دشمنوں سے لڑنے کے
لیے انگلستان سے باہر چلا جاتا تھا یا گاؤں کے پادری سے لکھنا پڑھنا سیکھ کر اُس کی سفارش
پر تعلیم کو مکمل کرنے کے لیے یونیورسٹی میں جا داخل ہوتا تھا۔ شہروں میں بھی گرانبار شاہی

محصولات کے باوجود اندرونی اور بیرونی تجارت ترقی کرتی جاتی تھی۔ دیہات کے باشندے جو چیزیں اپنے لیئے خود نہ بنا سکتے تھے انھیں جاگیر کا خانسا ماں سالانہ میلوں سے خرید لیتا تھا۔ یہ میلے بادشاہ کی خاص اجازت سے

میلے

ہر سال ملک کے مختلف حصوں میں بھرتے تھے اور جو سامان ان میں فروخت ہوتا اُس پر بادشاہ محصول وصول کرتا تھا۔ ان میلوں سے رعایا کو بہت بڑا فائدہ پہنچتا تھا اگرچہ بعض دفعہ جب ہنری کو روپے کی ضرورت ہوتی تھی تو وہ لندن جیسے مقامات میں بھی جہاں اُن کی کچھ ضرورت نہ تھی اُن کے لگائے جانے کا حکم دے دیتا تھا اور اس سے مستقل دکانداروں کو نقصان پہنچ جاتا تھا۔ اسی عہد کے اندر ۱۲۵۷ء میں اول اول طلائی سکّے انگلستان میں مسکوک ہوئے لیکن ان کا عام چلن کہیں ۱۳۴۴ء میں جا کر ہوا۔

پاپا انگلستان سے روپیہ وصول کرتا ہے۔

رعایا اگرچہ خوش حال و فارغ البال تھی لیکن بادشاہ اور امرا کے تعلقات کشیدہ ہو کر پھر ایک خطرناک صورت اختیار کر رہے تھے۔ ۱۲۴۳ء میں صدر اسقف لینگٹن کا انتقال ہو گیا اور اس کی وفات کے بعد پاپائے گریگوری نہم انگلستان کے ساتھ اس طرح سلوک کرنے لگا گویا کہ یہ ملک اُس کی ذاتی جاگیر ہے۔ آئے دن بڑی بڑی رقمیں منگا بھیجتا تھا اور اپنے جنگی مصارف ادا کرنے کے لیئے انگلستان کے ہر پادری کے مال و املاک تک کا دسواں حصہ ہتیا لیتا تھا۔ اس پاپائے انگلستان کے اعلیٰ و ادنیٰ کلیسائی مناصب پر بھی اطالوی پادریوں کو مقرر کر دیا تھا اور وہ انگریزی روپے سے جیبیں بھر بھر کے چلے جاتے تھے۔ ان بدیسی پادریوں کو رعایا کے سود و بہبود کی مطلق پروا نہ تھی اور اگر پیشوایان مذہب کی اُس جماعت کے دو جدید طبقے انگلستان میں آکر اشاعت علم کی خدمت سرانجام نہ دیتے جو فرائر یعنی "اخوان" کے نام سے موسوم ہے تو لوگ جہالت اور وحشت کی پستی میں پڑے رہتے۔ اُن میں ایک طبقہ ڈامنیکی یا "اخوانِ اسود" کہلاتا تھا۔ ڈامینکی اُنھیں اس لیئے کہتے تھے کہ ان کے پیشوا کا نام ڈامنیک

طبقۂ برادران کلیسا

تھا جو ایک ہسپانوی نژاد راہب تھا۔ دوسرا طبقہ ایک اطالوی راہب فرانسس ساکن اسیسی کی پیروی کے باعث فرانسسکی یا "ابیض" کے نام سے موسوم تھا۔ راہبوں کی یہ برادری مختلف اقوام کے نیک نفس افراد سے مرکب تھی جنھوں نے فقیرانہ زندگی بسر کرنے کی منت مان رکھی تھی۔ وہ تمام ایشیا اور

یورپ میں ننگے پاؤں سفر کرتے پھرتے تھے اور لباس کی قسم سے اُن کے جسم پر ایک ادنی لبادہ ہوتا تھا جس کے گرد اون کا ایک پٹکا بندھا رہتا۔ انگلستان میں آکر انھوں نے اس ملک کے شہروں کے ذلیل و رذیل ترین محلوں میں سکونت اختیار کی اور لوگوں کی اصلاح کے لئے جابجا پھرتے اور شبانہ روز کوشش کرتے رہے۔ انہیں برادران کلیسا میں سے ایک برادر مشہور و معروف راجر بیکن ہے جس کی معرکۃ الآرا تصنیف "اوپس میجس" نے اول اول لوگوں کی توجہ کو مسایل حکمیہ کی طرف منعطف کیا۔

ہنری مطلق العنان ہوکر حکومت کرتا ہے
۱۲۳۲ء لغایت ۱۲۵۸ء

۱۲۳۲ء میں بادشاہ نے ہیوبرٹ ڈی برا کی طرف سے بدگمان ہوکر میر عدل کا منصب اُس سے چھین لیا اور عنان اختیار خود اپنے ہاتھوں میں لے کر اُن مشیران باتدبیر کی جگہ جو اس خوش اسلوبی سے حکومت کا انتظام کرتے چلے آئے تھے محض معمولی کارکن مقرر کردئے۔ اُسی دن سے شیرازہ نظم ونسق درہم وبرہم ہونے لگا۔ اس لئے کہ ہنری متلون مزاج خودبین، مسرف، اور کانوں کا کچا تھا اس میں کچھ خوبیاں بھی ضرور تھیں مثلاً اس کے اخلاق وسیع تھے شاعری اور فنون لطیفہ سے اُسے خاص لگاؤ تھا۔ ویسٹ منسٹر ایبی کی عمارت کو موجودہ شکل میں اُسی نے از سر نو تعمیر کرایا اور انگریزی فن عمارت کو اُسی کے مذاق سلیم نے ترقی دی لیکن ملکداری کے فن سے وہ ناآشنا تھا۔ آج جس شخص پر اعتبار کرتا کل اُسی پر شبہ کی نگاہیں ڈالنے لگتا تھا اور اگرچہ طبیعت کا نرم اور نیت کا نیک تھا لیکن کمزور ایسا واقع ہوا تھا کہ نہ تو کبھی اپنے ضمیر ہی کے حق سے عہدہ برآ ہوسکا اور نہ کسی دوسرے ہی کا اُس نے کبھی ساتھ دیا۔

بدیسیوں کا اکھاڑا۔

ہنری کی ماں اسابیلا نے اپنے شوہر شاہ جان کی وفات کے بعد ایک فرانسیسی امیر سے شادی کرلی تھی اور اُس سے کئی اولادیں بھی ہوئی تھیں۔ ہنری نے اب اپنے نوعمر علاتی بھائیوں کو روپیہ اور جاگیریں بخشنی شروع کیں اور انگریزی اشرفیاں فرانسیسی جیبوں میں کھنکنے لگیں پھر ۱۲۳۶ء میں اُس نے پراونس کی شہزادی الیانار کے ساتھ عقد کیا اور اب اس کی سسرال والوں کے نہال ہونے کی باری آئی۔ فرانسیسی اجنبیوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ اُس کے دربار میں آجمے اور اس نے انگلستان کی امیرزادیوں کو اُن کے ساتھ بیاہنا شروع کر دیا۔ اسٹرانگ

جنوب میں لندن کا جو حصہ ابھی تک سیوائے کہلاتا ہے اُس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس جگہ ملکہ الیانار کے ایک چچا پیٹر امیر سیوائے کا محل واقع تھا۔

پارلیمنٹ کا آغاز پاپا کے عاملوں کے استحصال بالجبر اور بدیسیوں کی حرص و آز کی متفقہ دست برد سے انگلستان مفلس ہوتا چلا جا رہا تھا۔ خود بادشاہ بھی حد کا فضول خرچ تھا اور ملک کے روز افزوں افلاس میں اُس کی مسرفانہ عادات کے علاوہ اس کی یہ کوشش بھی حصہ لے رہی تھی کہ کسی طرح اُس کے باپ کے فرانسیسی مقبوضات اُسے واپس مل جائیں۔ ان گوناگوں ضرورتوں کے لئے روپیہ فراہم کرنے کی غرض سے وہ اُمرا و عمائد و اساقفہ کی مجلسیں منعقد کرنے پر وقتاً فوقتاً مجبور ہوتا تھا۔ یہ مجلسیں اب پہلی مرتبہ پارلیمنٹ کے نام سے موسوم ہوئیں۔ پارلیمنٹ ایک فرانسیسی لفظ "پارلیمان" سے لیا گیا ہے اور پارلے کے معنی بولنے کے ہیں۔ ان جلسوں میں امرا بادشاہ کو رقم کی منظوری ہاتھ کھینچ کھینچ کر دیتے تھے اور جدید مطالبے کے وقت اصرار کرتے تھے کہ مخارج کی جانچ پڑتال اور نگرانی کے لئے ایک ذمہ دار میر عدل ایک وزیر مال اور ایک افسر خزانہ مقرر ہونا چاہئے۔ بادشاہ زبانی وعدے تو بہت کرتا تھا اور چھ مرتبہ اُس نے قبالہ حیات کی توثیق بھی کی لیکن کسی وعدے کے ایفا کی نوبت کبھی نہ آئی۔ ہر سال جب بادشاہ کی طرف سے رقم کا مطالبہ ہوتا تو یہی مشکلات پیش آتی تھیں اور جیسا جیسا روپیہ کا تقاضا بڑھتا جاتا تھا یہ مشکلات زیادہ پیچیدہ ہوتی جاتی تھیں تا آنکہ امرا کو یہ بات جی میں ٹھان لینی پڑی کہ ان آئے دن کے بے دریغ مصارف کی روک تھام کرنی چاہئے اور بادشاہ کے بدیسی منہ لگوں کی افزائش کا قصہ پاک کرنا چاہئے۔

سائمن ڈی مانٹ فرٹ لنکن کے اسقف گراسٹسٹ، کنٹربری کے صدر اسقف ایڈمنڈ رچ یہاں تک کہ خود بادشاہ کے بھائی رچرڈ امیر کورنوال نے طرح طرح کے جتن کئے کہ جو ابتری پھیلی ہوئی ہے اُس کا خاتمہ ہو جائے۔ لیکن اس تمام جدوجہد میں امرا کا خاص سرغنہ امیر لیسٹر سائمن ڈی مانٹ فرٹ تھا۔ بادشاہ کی بہن الیانار سائمن کے حبالہ عقد میں آئی تھی اور اس لحاظ سے وہ رشتہ میں بادشاہ کا بہنوئی ہوتا تھا۔ اگرچہ امیر سائمن کے ماں باپ بدیسی تھے لیکن اُس کی دادی انگلش تھی اور شاید اسی لئے وہ انگلستان کا سچا دوست اور بہی خواہ تھا۔ اُس کے قول و فعل سے راستی آشکارا تھی۔ حق کی

حمایت پر وہ ہر وقت کمربستہ نظر آتا تھا اور اس کے دوست گراسٹٹ اور فرانسسکی طبقے کے ایک راست کردار راہب آدم مارش نے اس آرزو کا کہ الفقش اُس کے دل میں بٹھا دیا تھا کہ کسی طرح لوگوں پر عدل و انصاف کی حکومت ہو۔ کئی سال تک بادشاہ کے نائب ہونے کی حیثیت سے وہ گاسکنی کے علاقے پر حکومت کرتا رہا اگرچہ بادشاہ نے اس زمانے میں اُس کے ساتھ یہ شرمناک سلوک کیا کہ نہ تو روپیہ ہی سے اُس کی مدد کی نہ فوج ہی سے۔ آخر جب وہ انگلستان آیا تو بادشاہ کی بے عنوانیوں اور حماقتوں پر اُسے متنبہ کرنا چاہا لیکن یہ تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ بائیس سال تک حالت بد سے

بدنظمی کے بائیس سال

بدتر ہوتی چلی گئی۔ سنہ ۱۲۳۱ء میں جب رچ کا انتقال ہوا تو ہنری نے ملکہ کے چچا بانی فیس امیر سیوائے کو جو ابھی عنفوان شباب ہی میں تھا کنٹربری کا صدر اسقف مقرر کر دیا۔ سنہ ۱۲۵۳ء میں گراسٹٹ نے بھی وفات پائی مگر مرنے سے پہلے وہ اہل ملک کی شکایات کی ایک فہرست مرتب کر کے سائمن سے قسم لیتا گیا کہ آخر وقت تک حق و انصاف کی حمایت سے دستکش نہ ہوگا اس وعدے کو امیر سائمن نے پورا کر کے دکھا دیا۔

پاپا کشور صقلیہ کا تاج ایڈمنڈ کے سر پر رکھنا چاہتا ہے

یہ مواد جو اندر پک رہا تھا چند سال کے بعد پھوٹ پڑا۔ سنہ ۱۲۵۴ء میں پاپائے انوسنٹ چہارم کی کانرڈ شہنشاہ جرمنی سے جھڑپ ہوگئی۔ اور پاپا نے اُسے جزیرہ صقلیہ کی حکومت سے بیدخل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ہنری کے چھوٹے بیٹے ایڈمنڈ کی عمر اس وقت صرف نو سال کی تھی پاپا نے ہنری کو کہلا بھیجا کہ اگر تم میرے ساتھ مل کر کانرڈ کو سسلی سے نکال دو تو تاج صقلیہ ایڈمنڈ کے سر پر رکھا جا سکتا ہے۔ ہنری نے از راہ حماقت یہ تجویز منظور کر لی اور اگرچہ انوسنٹ کا عین اسی زمانے میں انتقال ہو گیا لیکن یہ سمجھوتا بدستور قرار رہا اور انوسنٹ کا جانشین پاپائے الگزنڈر چہارم ہنری کی طرف سے ہنری ہی کی مالی امداد کے سہارے کانرڈ پر حملہ آور ہوا۔ سنہ ۱۲۵۷ء میں جب پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد ہوا تو بادشاہ کو اعتراف کرنا پڑا کہ اس کے ذمے پاپا کا قرضہ بقدر ایک لاکھ پینتیس ہزار مارک (یا نوے ہزار پاؤنڈ) واجب الادا ہے۔

مجنون پارلیمنٹ ۱۲۵۸ء

یہ سن کر امرا کی برہمی کی کوئی حد نہ رہی۔ اور ان کا برہم ہونا واجبی تھا

اس لئے کہ صقلیہ کی جنگ کے معاملہ کی انہیں کانوں کان خبر نہ ہونے پائی تھی اور ادھر خزانہ خالی ہوتا چلا جا رہا تھا۔ آخر انھوں نے بہت کچھ رد و قدح کے بعد صرف باون ہزار مارک کی منظوری دی اور جب ۱۱ جون ۱۲۵۸ء کو آکسفرڈ میں پارلیمنٹ پھر منعقد ہوئی تو وہ پوری طرح سے مسلح ہو کر آئے۔ اس موقع پر اُن کی طرف سے یہ مطالبہ پیش ہوا کہ چوبیس امرا کی مجلس نظام حکومت کی اصلاح کے لئے مقرر کی جائے اور ارکین مجلس میں سے بارہ کو تو بادشاہ نامزد کرے اور بارہ کا انتخاب خود اُن کی جانب سے عمل میں آئے۔ اصلاحات کی تفصیل حسب ذیل تھی:- (۱) ہر سال تین پارلیمنٹوں کا انعقاد ہوا کرے (۲) قلعے انگریزوں کو واپس مل جائیں (۳) بادشاہ کو صلاح و مشورہ دینے کے لئے ایک مستقل پریوی کونسل (خاص مجلس شوریٰ) مقرر ہو (۴) میر عدل۔ وزیر مال اور افسر خزانہ جن کا تقرر مجلس امرا کے اختیار سے عمل میں آئے ہر سال کے خاتمے پر اپنی کارروائیوں کی رپورٹ پریوی کونسل کے سامنے پیش کیا کریں۔

ضوابط آکسفرڈ

بادشاہ کے طرفداروں کی جماعت امرا کے اس طرز عمل سے سخت ناراض ہوئی اور اس پارلیمنٹ کو تعریضاً "مجنون پارلیمنٹ" کے نام سے موسوم کیا لیکن ہنری نے بجز تسلیم خم کرنے کے اور کوئی چارہ نہ دیکھا چنانچہ اُس نے اور اس کے بڑے بیٹے ایڈورڈ نے جو اس وقت نوزدہ سالہ تھا باقرار صلح عہد کیا کہ اُن "ضوابط آکسفرڈ" پر حرف بحرف عمل کیا جائیگا۔ سب سے پہلا شخص جس نے بدیسی ہونے کی حیثیت سے اپنے قلعے حکومت کے حوالے کر دئے۔ خود امیر سائمن تھا یہ حالت دیکھ کر بادشاہ کے بہت سے فرانسیسی حاشیہ نشین اپنے وطن کو فرار ہو گئے اور ان کے عہدوں اور منصبوں پر انگریز مقرر ہوئے۔

محاکمۂ امیان ۱۲۶۴ء

حکومت اب امرا کے ہاتھ میں تھی لیکن اُن کا اقتدار صرف چار سال تک قائم رہا۔ اس لئے کہ ان میں سے اکثر کو مسئلہ نفاذ اصلاحات سے چنداں دلچسپی نہ تھی۔ اُن کے لئے یہی اطمینان کافی تھا کہ بدیسیوں کو انھوں نے ملک سے نکال دیا۔ رہا امیر سائمن سو اُس کی اصلی و حقیقی خواہش صرف اس قدر تھی کہ کسی طرح حکومت کا انتظام خوش اسلوبی سے چلتا رہے۔ شہزادہ ایڈورڈ اپنی طبعی انصاف پسندی اور نیک نفسی کے اقتضا سے سائمن کی حمایت پر آمادہ تھا لیکن بادشاہ

کی نیت بخیر نہ تھی۔ اُس نے پاپا کو پہلے ہی سے لکھ رکھا تھا کہ ایفائے عہد سے اُسے بری کر دیا جائے۔ چنانچہ فرمان برأت کے وصول ہوتے ہی اس نے قلعہ لندن پر قبضہ کر لیا اور تمام اضلاع کے نام احکام جاری کر دیے کہ امرا کی طرف سے جو افسر مقرر ہیں اُن کا ہرگز حکم نہ مانیں۔ اس پر اُمرا طیش میں آکر تیغ بکف ہو گئے۔ اور ملکہ نے گھبرا کر قلعہ لندن میں جا پناہ لی۔ فریقین جنگ پر تلے ہوئے تھے اور چھوٹی چھوٹی جھڑپیں بھی ہوئیں اگرچہ کوئی بڑا معرکہ پیش نہیں آیا۔ آخر جانبین کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ اس بحث کا ثالث لوئی نہم شاہ فرانس کو قرار دینا چاہیے جو اپنے زہد و اتقا اور شرافت نفس کے لحاظ سے ہر چھوٹے بڑے کی تعظیم کا مستحق ہے۔ وہ جو فیصلہ کرے گا دونوں کو منظور ہوگا۔ لوئی نے (جس کا نام ۱۲۹۷ء میں کلیسا کے حلقہ اولیا کی فہرست میں داخل ہوا) امور متنازعہ پر غور کرنے کے بعد یہ رائے ظاہر کی کہ بادشاہ کو خود مختارانہ حکمرانی کا حق حاصل ہے اور اسی رائے کے لحاظ سے بمقام آمیان اُس نے اپنے محاکمہ میں فیصلہ قطعی بحق ہنری صادر کیا۔

امرا کی جنگ
۱۲۶۴ء

اب وہ مشہور جنگ چھڑ گئی جو "امرا کی جنگ" کے نام سے موسوم ہے اگرچہ حقیقت یہ ہے کہ بادشاہ اور امرا کے درمیان حصول اقتدار کے لیے شاہ جان ہی کے زمانے سے کشمکش چلی آتی تھی۔ پندرہ ہزار باشندگان لندن امیر سایمن کے جھنڈے کے نیچے آ جمع ہوئے۔ اور جب ملکہ ایلیانار قلعے سے نکل جانے کی کوشش کر رہی تھی تو عوام کے ایک جم غفیر نے اُس کی تذلیل و توہین کے ساتھ اُس پر کیچڑ اور پتھروں کی بوچھاڑ کی۔ امرا کا ایک گروہ بادشاہ کا بھی طرفدار ہو گیا اور شہزادہ ایڈورڈ نے جب دیکھا کہ نوبت کھلم کھلا لڑائی تک آ پہنچی ہے تو ساری بدیسی فوج لے کر اپنے باپ کے ساتھ آ ملا۔ اودھر امیر سایمن کے طرفداروں کی بھی ایک بہت بڑی جماعت تھی۔

جنگ لیویز
۱۲۶۴ء

۱۴ مئی ۱۲۶۴ء کو کئی چھوٹی چھوٹی چپقلشوں کے بعد دونوں فوجوں کا لیویز کے قریب مقابلہ ہوا اول اول تو شاہی لشکر کا پلہ بھاری رہا لیکن شہزادہ ایڈورڈ جس نے حملے کی ابتدا کی لندن والوں کو شکست دے کر اُس توہین کی غضب آلود یاد میں جو انھوں نے اُس کی ماں کے حق میں روا رکھی تھی دور تک رگیدتا ہوا لے گیا اسی ایک واقعہ نے لڑائی کا رنگ بدل

اور جب وہ تعاقب سے واپس آیا تو میدان ہاتھ سے جا چکا تھا اور بادشاہ حریف کی قید میں تھا خود ایڈورڈ کے لیئے بھی اب بجز اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ اپنے آپ کو دشمن کے حوالے کر دے۔

بادشاہ اور ولیعہد قید میں ۱۲۶۴ء

اس کے بعد امیر سایمن نے ایک سال سے کچھ اوپر بادشاہ کے نام سے انگلستان پر حکومت کی اور ہنری اُس کی حراست میں رہا ۲۰ جنوری ۱۲۶۵ء کو اس نے ویسٹ منسٹر میں پارلیمنٹ کا ایک اجلاس منعقد کیا۔ اس اجلاس کے شرکا اگرچہ صرف وہی لوگ تھے جو اس کے دست و بازو تھے پھر بھی اُسے بہت بڑی تاریخی اہمیت حاصل ہے اس لیئے کہ سایمن نے ۱۲۵۴ء کے طرز عمل کا اعادہ کرتے ہوئے نہ صرف ہر ضلع سے دو سرداروں کو شرکت کی دعوت دی بلکہ ہر شہر کے دو باشندوں کو بھی امرا کے ساتھ پارلیمنٹ کی کاروائی میں حصہ لینے کیلئے طلب کیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ شہری آبادی یا عوام کے نائب بھی پارلیمنٹ کے اجلاس میں شریک ہوئے۔ سرداروں کو اضلاع کے زمیندار ضلع کی عدالت میں جو زمانہ قدیم کے پنچایتی حلقے کی قائم مقام تھی منتخب کرتے تھے اور یہ نائب گویا آج کل کے ممبران پارلیمنٹ کی جگہ تھے جنھیں اب بھی "نائٹس آف دی شایر" (سرداران حلقہ) کے تاریخی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ شہروں کے ممبروں کا انتخاب شہر والوں کی طرف سے عمل میں آیا تھا۔

عامہ اور عوام کی شرکت پارلیمنٹ ۲۰ جنوری ۱۲۶۵ء

لیکن سایمن اپنی جماعت کا اتحاد اب پھر قائم نہ رکھ سکا۔ امرا اُس کے اقتدار کو رشک و رقابت کی نظروں سے دیکھنے لگے تھے خصوصاً امیر گلاسٹر اُس کا بہت بڑا رقیب تھا۔

شہزادہ ایڈورڈ کا فرار ۲۸ مئی ۱۲۶۵ء

سایمن کے بیٹوں کی بد دماغی بھی لوگوں کو گوارا نہ تھی اور اُس کے علاوہ وہ بادشاہ کا قیدی بنا رہنا پسند نہ کرتے تھے۔ ایک دن شہزادہ ایڈورڈ نے جو ہیرفرڈ میں نظر بند تھا پہرہ والے سنتریوں سے گھوڑ دوڑ کرائی۔ اور جب شرط کے بعد اُن کے گھوڑے تھک گئے تو خود اپنے تازہ دم بادپا کو ایڑ بتا کر چمپت ہو گیا۔

اُس کا قید سے رہا ہونا تھا کہ اُس کے قدیم ہوا خواہوں کا جتھا اُس کے

گرد جمع ہوگیا اور امیر گلاسٹر ایک زبردست جمعیت لے کر اس کے ساتھ آملا۔ شہزادہ دریائے سیورن کے کنارے کنارے یلغار کرتا ہوا بڑھا۔ گلاسٹر اور وارسٹر کو سر کرکے اُس نے پلوں کو توڑ ڈالا اور سایمن کا قافیہ ایسا تنگ کیا کہ اُسے بھاگ کر ویلز کے کہساروں میں پناہ ڈھونڈتے بنی۔ اس کے بعد شہزادہ نے کینلورتھ میں پہنچ کر سایمن کے بیٹے کو شکست دی جو اپنے باپ کی کمک کے لیے آرہا تھا۔

جنگ ایوشام ۴ اگست ۱۲۶۵ء

اس معرکہ سے فارغ ہوکر اور ان جھنڈوں کو جو سایمن کے بیٹے کی فوج کے سرداروں سے چھینے گئے تھے اپنی فوج کے سامنے رکھ کر ایڈورڈ ایک ہی تاخت میں اس پھرتی سے ایوشام واقع وارسٹر شایر میں کہن سال امیر سایمن کے سر پر پہنچ گیا کہ اُسے خبر بھی نہ ہونے پائی کہ دشمن اس قدر قریب آگیا ہے۔ سایمن کے ساتھ اس وقت ویلز کے ناتربیت یافتہ جوانوں کی محض ایک مختصر سی جمعیت تھی یہ دیکھ کر کہ اب موت کے پنجے سے بچ نکلنا محال ہے سایمن نے ان چند امیروں سے جو اس کے شریک حال تھے کہا کہ بھائیو آؤ ہم اپنی روحیں خدا کو سونپ دیں کیونکہ ہمارے جسموں پر تو دشمن کا قبضہ ہوچکا۔ یہ کہکر وہ مردانہ وار غنیم کی صف میں گھس گیا اور مرتے دم تک اس کی زبان پر یہ الفاظ جاری رہے کہ "یہ خدا کا فضل ہے"۔

صلحنامہ کینلورتھ ۱۲۶۶ء

سایمن کے ساتھ اس کی جماعت کی امیدوں کا خاتمہ ہوگیا۔ خانہ جنگی کا سلسلہ اور ایک سال قائم رہا اور اس کے بعد فریقین کے درمیان کینلورتھ کے مقام پر ایک صلحنامہ مرتب ہوا جس کی رو سے بادشاہ نے اکثر امرا کو ان کی جاگیرات واپس دے دیں۔ ۱۲۶۷ء میں ہنری نے ضوابط آکسفرڈ کی از سر نو توثیق کی اور آئندہ چھ سال کا زمانہ امن و امان سے بسر ہوا۔ شہزادہ ایڈورڈ ۱۲۷۰ء میں بغرض شرکت حروب صلیبیہ انگلستان سے روانہ ہوگیا اور ابھی وہ باہر ہی تھا کہ بادشاہ نے ۱۶ نومبر ۱۲۷۲ء کو وفات پائی۔ ہنری نے پچاس سال سے اوپر حکومت کی اور یہ زمانہ زیادہ تر فسادوں میں کٹا۔ اس مدت میں اُس نے دیدہ و دانستہ قوم و ملک کو کبھی کوئی ضرر پہنچانے کا قصد نہیں کیا۔ پھر بھی انگلستان کو بے انتہا تکلیفیں جھیلنی پڑیں جس کی وجہ محض اس قدر ہے کہ بحیثیت بادشاہ ہنری بالکل فضول اور نکما تھا۔

نواں باب

ویلز اور اسکاٹلینڈ کے ساتھ کشمکش

(۱)

ایڈورڈ اول (منسوب بہ ویسٹ منسٹر) ۱۲۷۲ء لغایت ۱۳۰۷ء

ایڈورڈ دوم (منسوب بہ کائرنارون) ۱۳۰۷ء لغایت ۱۳۲۷ء

شاہی کونسل کی نیابت ۱۲۷۲ء لغایت ۱۲۷۴ء

ہنری کی وفات پر شاہی کونسل نے شہزادہ ایڈورڈ کی بادشاہی کا اعلان کیا اور اُس کی غیبت میں نائبانہ حیثیت سے کوئی دو سال تک امن و امان کے ساتھ حکومت کی تاآنکہ اُس نے انگلستان کو معاودت کی اور بتاریخ ۱۹؍ اگست ۱۲۷۴ء سر پر تاج بادشاہی رکھا۔ اس وقت ایڈورڈ کی عمر پینتیس سال تھی۔ قد لمبا تھا جسم توانا تھا۔ بال سیاہ تھے آنکھوں سے حلم کا نور چھنتا نظر آتا تھا لیکن برافروختگی کے وقت یہی آنکھیں قہر کے شرارے برسانے لگتی تھیں اُس کا شمار انگلستان کے بہترین

ایڈورڈ اول کی شکل و شمائل

بادشاہوں میں ہے۔ اور ملک کے قوانین پر اُس کی بہت سی اصلاحوں کا احسان ہے۔ وہ ایک فرماں بردار فرزند ایک وفادار شوہر اور ایک شفیق باپ تھا۔ اُس کی سعادت مندی اور شرافت کا یہی ثبوت کیا کم ہے کہ جب لندن والوں نے اُس کی ماں کی اہانت کی تو جوش غیرت سے وہ بیتاب ہو گیا۔ اُس کی پاکبازانہ فطرت کی نشانیاں اگر ڈھونڈنی ہوں تو اُن صلیبوں کو دیکھ لو جو آج کے دن تک ہر اس مقام پر نصب نظر آتی ہیں جہاں اس کی پہلی بی بی ملکہ الیانار کا جنازہ لنکن شائر اور ویسٹ منسٹر کے درمیان ٹھہرا تھا۔ چیرنگ کراس کی وجہ تسمیہ انھیں میں سے ایک صلیب ہے بہادری سچائی اور استقامت اُس کے خاص جوہر تھے۔ اُس کا مقولہ تھا کہ ”ہمیشہ راست کردار اور راست گفتار رہو“ باپ کی غلطیاں چونکہ اُس کے پیش نظر تھیں اس لیئے اُس کی ہمیشہ یہی خواہش رہتی تھی کہ کسی طرح

رعایا کا دل مٹھی میں لے اور اُن کے لئے عمدہ قوانین جاری کرے غلطیاں اُس سے بھی ضرور ہوتی تھیں اور زیادتیاں وہ بھی کر بیٹھتا تھا۔ لیکن اس کا باعث صرف وہی قدیم خیال تھا جو ابھی تک اُس کے دماغ میں سمایا ہوا تھا کہ بادشاہ کے لئے قانون کا توڑ ڈالنا بھی جائز ہے۔

پہلا نامور وزیر مال ۱۱۰۷ء

امرا کی جنگ کے بعد میر عدل کے عہدے کی تجدید نہ ہونے پائی۔ وزیر مال (گویا صدر اعظم) کے اختیارات اب بادشاہ سے دوسرے درجے پر تھے اور رابرٹ برنل جس کا تقرر وزارت مال پر ہوا انگلستان کا پہلا نامور وزیر مال تھا ایڈورڈ نے مسند حکومت پر بیٹھتے ہی نظام سلطنت کی خرابیوں کی اصلاح شروع کر دی۔ امرا کو قیمت ادا کئے بغیر مویشیوں کو اپنے قلعوں کے اندر ہانک لے جانے کی ممانعت کر دی گئی۔ اور اُن کو سختی سے ہدایت کر دی گئی کہ اپنی رعایا سے ناجائز رقوم کسی صورت میں وصول نہ کریں۔ ایک قانون اس مضمون کا وضع کیا گیا کہ شریفوں اور عدالت کے دوسرے حاکموں کے آزادانہ انتخاب کا حق رعایا کو حاصل ہونا چاہئے۔ ایڈورڈ نے ملک کے سکۂ رائج الوقت کی بھی اصلاح کی اور چاندی کی نصف پنیاں اور فارذنگ مسکوک کرائے۔ الفریڈ کے زمانے

نصف پنی اور فارذنگ کے سکوں کی تسکیک

سے اس وقت تک سکہ کی حالت یہ تھی کہ چاندی کی پنی پر صلیب کا ایک گہرا نشان کندہ ہوتا تھا اور لوگوں کو جب خردہ کی ضرورت پڑتی تھی تو حسب حاجت اس کا نصف یا ربع ٹکڑا توڑ لیتے تھے۔

ایڈورڈ نے اب اپنی توجہ ویلز پر مبذول کی جو آئے دن کی شورشوں اور فسادوں کا گھر بنا ہوا تھا۔ قدیم نسل کے برطانویوں کے قبضے سے قریباً تمام وہ علاقہ جو کبھی اُن کی ملک تھا بتدریج نکل چکا تھا۔ اسٹرتھکلائڈ اور کمبرلینڈ مدت کے انگلستان اور اسکاٹلینڈ میں ضم ہو چکے تھے۔ مغربی ویلز یعنی ڈیون اور کارنوال

ویلز

کے اضلاع کا الحاق جنوبی انگلستان سے ہو چکا تھا اور ویلز کے جنوبی اضلاع کو بھی نارمن امرا نے فتح کر لیا تھا۔ یہ امرا ویلز کے سرحدی علاقے میں سکونت رکھتے تھے اور اسی لحاظ سے "علاقہ داران سرحدات ویلز" کہلاتے تھے

البتہ ویلز کا صرف شمالی رقبہ ایسا رہ گیا تھا جہاں اولادِ وطن مقامی سرداروں کے زیرِ نگیں تھی۔ ان لوگوں کے دلوں میں سکسن قوم سے نفرت اور کینہ تھا اور اس نفرت کو اُن کے قومی بھاٹ نیک نہاد شاہ آرتھر کے زرین عہد کی خوبیاں اور سکسنوں کی برائیاں جوش انگیز ترانوں میں بیان کر کے اور زیادہ اُبھارتے رہتے تھے ان سرداروں میں سب سے بڑا لیولن امیر سنوڈن دریئس ویلز تھا جس نے امیر سائمن کو اُس کے خروج میں مدد دی تھی اور جنگ امرا کے دوران میں خود مختارانہ حیثیت سے حکومت کی تھی ایڈورڈ نے جب اُسے باجگزاری کا حلف اُٹھانے کے لئے انگلستان بلایا تو اُس نے صاف انکار کر دیا۔ ایڈورڈ نہ چاہتا تھا کہ نوبت جنگ تک پہنچے۔ دو سال تک بلکہ اس سے بھی اوپر اُس نے سبھی جتن کئے کہ کسی طرح معاملہ صلح و صفائی سے طے ہو جائے۔ لیکن لیولن نے کسی طرح نہ مانا آخر ۱۲۷۷ء میں بادشاہ نے ویلز پر فوج کشی کی اور لیولن کو زک اُٹھا کر کوہستانی کمین گاہوں میں پناہ لینی پڑی۔ شاہی فوجوں کے بڑھتے دباؤ کی تاب نہ لا کر لیولن کو مجبوراً ہتھیار ڈالنے پڑے اور ایڈورڈ نے خاص خاص شرائط کے ساتھ اُس کا درجہ و اقتدار بحال رکھ کر اسے امیر سائمن ڈی مانٹفرٹ کی بیٹی سے شادی کرنے کی اجازت دے دی۔

لیولن اطاعت سے انکار کرتا ہے

لیکن چار سال بعد ویلز میں پھر بغاوت برپا ہو گئی لیولن ایک شجاع اور شریف النفس سردار تھا لیکن اُس کے بھائی ڈیوڈ (داؤد) کو جو ایک مرتبہ لیولن کو دغا دے کر انگریزوں سے جا ملا تھا کبھی ایک حال پر قرار نہ تھا۔ اب اس نے غداری کا دوسرا پہلو اختیار کیا فلنٹ شائر میں قلعہ ہاوارڈن پر جا چھاپہ مارا۔ ویلز کی انگریزی عدالت کے حاکم اعلیٰ کو گرفتار کر لیا اور لیولن اور دوسرے سرداران ویلز کو بھڑکایا کہ اُٹھ کھڑے ہوں اور "سرحدات" کو لوٹ لیں۔ ویلز میں مدت سے ایک پیشین گوئی چلی آتی تھی کہ جب انگریزی سکہ کی شکل گول ہو جائے گی تو ویلز کے ایک شہزادے کے سر پر لندن میں تاج رکھا جائے گا۔ جب ٹوٹی ہوئی پینیوں کی بجائے چھوٹے اور گول سکے مضروب ہوئے تو لوگوں کو یقین ہو چلا کہ اُس

تسخیر ویلز ۱۲۸۲ء

پیشین گوئی کے پورا ہونے کا وقت آگیا ہے۔ غرض بادشاہ کو دوبارہ ویلز پر چڑھائی کرنی پڑی۔ ویلز کے جاڑے بڑے سخت ہوتے ہیں ایڈورڈ کو بڑی زحمتوں اور مشقتوں کا سامنا ہوا لیکن اُس کے پائے ثبات میں مطلق لغزش نہ آنے پائی آخر تقدیر نے یاوری کی۔ دریائے وائی کے کنارے ایک چھوٹے سے معرکے میں بہادر لیولن بڑی مردانگی سے کام آیا اور اُس کے مرنے کے ساتھ ہی انگلستان کا پھریرا ویلز پر اڑنے لگا۔ چند مہینے بعد ڈیوڈ پکڑا گیا اور غدارانہ نمک حرامی کی پاداش میں لامحالہ اس کی گردن ماری گئی۔ ایڈورڈ نے پورا ایک سال ویلز میں گزارا اور دادگستری کے لئے عمدہ قوانین نافذ کئے۔ ان ہی دنوں بمقام کائرنارون ۱۲۸۴ء میں اُس کو خدا نے ایک بیٹا دیا جس کا نام ایڈورڈ رکھا گیا۔ اس زمانے سے ویلز کا

پہلا انگریزی شہزادۂ ویلز ۱۳۰۱ء

الحاق انگلستان سے ہوگیا۔ اگرچہ ویلز کے قوانین انگلستان کے قوانین سے جداگانہ تھے۔ الیانار کے چار بیٹوں میں سے ایڈورڈ ہی جو ویلز میں پیدا ہوا تھا زندہ رہا۔ ۱۳۰۱ء میں ایڈورڈ نے اس شہزادے کو شہزادۂ ویلز کا لقب عطا کیا۔ اہل ویلز اس لڑکے کو بے حد عزیز رکھتے تھے اور وہ پہلا انگریزی شہزادہ تھا جو شہزادۂ ویلز کے لقب سے ملقب ہوا۔ ۱۳۰۷ء جب وہ تخت انگلستان پر بیٹھا تو لوگوں نے اُس قدیم پیشین گوئی کو حرف بحرف پورا ہوتے دیکھ لیا کہ ویلز کے ایک شہزادے کے سر پر لندن میں تاج رکھا جائے گا۔

آئندہ بارہ سال کا زمانہ جس کے دوران میں تین سال کے لئے ایڈورڈ انگلستان سے باہر رہا زیادہ تر قانونی اصلاحات میں بسر ہوا۔ آج کے دن تک قائم ہیں

قانون دست شل ۱۲۷۹ء

قوانین اراضی نہایت احتیاط سے منضبط کئے گئے اور اُس مشہور و معروف قانون دست شل کا نفاذ عمل میں آیا جس کی رو سے سرکاری اجازت کے حصول کے بغیر اراضی کا دست شل کے قبضے میں رہنا ممنوع قرار پایا۔ جو جاگیردار فوجی خدمت سے پہلوتہی کرنا چاہتے تھے وہ یہ حیلہ اختیار کرتے تھے کہ اپنی اراضیات بناوٹی طور پر کلیسا یا کسی مذہبی انجمن کو دے ڈالتے تھے۔ اس قانون کی وجہ سے ایسی حیلہ گری ممنوع قرار پائی۔ اسی سال

تیں عدالتیں جن پر پہلے صرف میر عدل کی نگرانی ہوتی تھی تین شاخوں میں تقسیم کر دی گئیں (۱) عدالت شاہی جس میں سرکاری مقدمات فیصل ہوتے تھے (۲) عدالت خصومات عامہ جس میں رعایا کے خانگی مقدمات دائر ہوتے تھے (۳) عدالت مال جس میں سرکاری مالگزاری کے تمام مقدمات کا تصفیہ ہوتا تھا۔ وزیر مال کے اجلاس میں اب وہ تمام مسئلے بھی پیش ہونے لگیں جن میں رعایا کی طرف سے بادشاہ کی خدمت میں رحم و کرم کی التجا ہوتی تھی اور اس طور پر وزیر مال رفتہ رفتہ ایڈورڈ سوم کے عہد کے آغاز میں عدالت "چانسری"[۱] (عدالت عالیہ صیغۂ دیوانی) کا حاکم اعلیٰ ہو گیا۔ بالآخر جن مقدمات کا ان میں سے کسی عدالت میں بھی تصفیہ نہ ہوتا تھا وہ خود بادشاہ کی حضور میں باجلاس پریوی کونسل پیش ہوتے تھے تاکہ اگر بے انصافی ہوئی ہو تو اس کی تلافی کر دی جائے۔

عدالتوں کی تنظیم

ایڈورڈ اب ڈکیتی اور غارت گری کے انسداد کی طرف متوجہ ہوا۔ اس زمانے میں بڑی بڑی جماعتیں ایسے دراز دست لوگوں کی موجود تھیں جو لوٹ مار اور استحصال بالجبر پر اوقات بسر کرتے تھے۔ ان لوگوں کے غارتگرانہ طرز عمل کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ جاگیرداروں کا ایک جتھا لنکن شائر میں بوسٹن کے میلے کی تقریب پر بھرے میلے میں آگھسا اور سوداگروں کو لوٹنے اور جان سے مار ڈالنے کے بعد اُن کا تمام مال و متاع اُٹھا کر جہازوں میں لے گیا جو بندرگاہ میں اسی غرض کے لئے پہلے سے لا کر تیار رکھے گئے تھے۔ ایسی مفسدانہ غارت گریوں کی روک تھام کے لئے ایک قانون وضع کیا گیا جس کی رو سے ہر شخص کا فرض قرار پایا کہ جب کبھی ایسا موقع پیش آئے تو مسلح ہو کر ہنگامۂ دار و گیر میں شریک ہو جائے اور غارت گروں کی

محافظان امن ۱۲۸۵ء

[۱] ۱۸۷۳ء میں جب عدالتوں کے ضابطے کی ترمیم کی گئی تو یہ عدالت انگلستان کی عدالت العالیہ کی شاخ دیوانی بنا دی گئی اور اس میں اور بھی بہت سے تغیرات کئے گئے۔

گرفتاری میں مدد دے۔ سنہ ۱۲۸۵ء میں ہر ضلع سے ایک خطاب یافتہ سردار اس غرض سے منتخب ہوا کہ "محافظ امن" کی خدمات سرانجام دینے کے علاوہ ضلع کے شریف کی بھی نگرانی کرے کہ مجرم سزایاب ہوتے ہیں یا نہیں یہی محافظان امن آگے چل کر ناظمائے فوجداری اضلاع ہو گئے جو اب اپنے اپنے علاقے میں فوجداری مقدمات کی سماعت کرکے جرائم کے لئے سزائیں تجویز کرتے ہیں۔

ان مفید اصلاحات کے اُجلے دامن پر یہودیوں کا اخراج ایک بدنما دھبا ثابت ہوا۔ بادشاہان انگلستان میں سے اکثر کے ظلّ حمایت میں زندگی بسر کرنے والے یہودی سود کھا کھا کر خوب دولتمند ہو گئے تھے۔ اُمرا ان سے بسا اوقات چھوٹے چھوٹے زمینداروں کو تباہ کرنے کا کام لیتے تھے۔ یعنی اُمرا کے ایما سے یہودی ان زمینداروں کو روپیہ قرض دیتے اور جب قرضدار روپیہ نہ ادا کر سکتے تو اُن کی زمینیں قرق کر لیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ لوگوں کو ان سے سخت عداوت ہو گئی ان پر سکۂ رائج الوقت کی چاندی تراش لینے اور کئی اور طرح کی خیانتوں اور بددیانتیوں کا الزام بھی لگایا جاتا تھا اور یہ الزام شاید واجبی تھا پہلے بھی رچرڈ اوّل کی تخت نشینی کے وقت لنڈن اور یارک میں یہودیوں کا بڑے غضب کا قتل عام وقوع میں آچکا تھا اور جنگ اُمرا کے دوران میں یہودیوں کی بستیوں کی بستیاں غارت کی جا چکی تھیں۔ گراسٹٹ اور سائمن ڈی مانٹ فرٹ دونوں کی یہی خواہش تھی کہ یہودی جلاوطن کر دئے جائیں۔ غرض سارا ملک یہودیوں کی مخالفت پر ایک عرصے سے تلا ہوا تھا اب ایڈورڈ نے عام حکم جاری کر دیا کہ یا تو یہودی مسیحی مذہب اختیار کر لیں ورنہ انگلستان سے نکل جائیں۔ یہ سچ ہے کہ اُس نے اُن کی دولت سے کچھ تعرض نہ کیا بلکہ اُن کو اجازت دے دی کہ اپنی سب جمع جتھا اپنے ساتھ لے جائیں اور اس طور پر اُن کو دیس نکالا دینے سے اُس نے بذاتِ خود ایک ذریعہ آمدنی کا کھو دیا لیکن پھر بھی یہ ایک ظالمانہ فعل تھا۔ خانہ بدوش یہودیوں کا قافلہ جب جہازوں پر سوار ہو کر فرانس کو روانہ ہوا تو ان میں سے اکثر راستے ہی میں لوٹ لئے گئے

انگلستان سے یہودیوں کا اخراج سنہ ۱۲۹۰ء

اور شریفوں کو بھی بدمعاشوں کیساتھ ان سب مصیبتوں کا خمیازہ کھینچنا پڑا۔ اس وقت سے لے کر کرام ول کے زمانے تک انگلستان میں پھر کوئی یہودی آباد نہ ہونے پایا۔ لیکن اگر یہ ایک ظالمانہ حرکت تھی تو اس کے ساتھ ہی ایڈورڈ کے اس حریت نواز طرز عمل کی ستائش بھی کی جاسکتی ہے کہ اُس نے خواص و عوام کو پارلیمنٹ میں شرکت کی دعوت دینے کا وہ طریقہ اختیار کیا جو سائمن ڈی مانٹ فرٹ کا تجویز کیا ہوا تھا۔ ایڈورڈ کو پارلیمنٹ میں مال کی منظوری صرف امرا و اساقفہ

پارلیمنٹ کا پہلا اجلاس کامل ۱۲۹۵ء

سے مل سکتی تھی۔ باشندگان اضلاع ساکنان شہر اور عام قسیسوں سے پارلیمنٹ کے باہر جداگانہ منظوری لینی پڑتی تھی اور اس میں بسا اوقات بڑی بڑی دقتیں پیش آتی تھیں اب ہر ضلع سے دو سرداروں ہر شہر سے دو شہریوں اور ہر اسقفی حلقے سے دو قسیسوں کو پارلیمنٹ کی رکنیت کی دعوت دیکر یہ مشکل آسان کر لی گئی۔ اس لئے کہ یہ اراکین اپنے انتخابی حلقوں کی جانب سے وعدہ کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ جیسا کہ ایڈورڈ نے خود ایک موقع پر بیان کیا حق و انصاف اسی کا مقتضی تھا کہ جو معاملات جمہور سے تعلق رکھتے ہوں اُن کے بارے میں جمہور سے استصواب بھی کر لیا جائے غرض ۱۲۹۵ء میں بادشاہ کے حکم سے پارلیمنٹ کا کامل و مکمل اجلاس منعقد ہوا۔ امرا کے بلانے کے لئے شاہی فرمان اسم وار جاری ہوا۔ فوجی سردار اور شہری، شریف کے پروانے کے ذریعہ سے بلائے گئے۔ یہ پارلیمنٹ آج کل کی پارلیمنٹ کے بہت کچھ مشابہ تھی البتہ امرا و عوام کی نشست یک جا تھی اور اہل کلیسا بھی موجود تھے۔ آگے چل کر قسیسوں نے پارلیمنٹ کی شرکت سے انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ ہم خود اپنی جداگانہ مجلس منعقد کر کے روپے کی منظوری دے دیا کریں گے یہی وجہ ہے کہ دارالعوام میں آج کل قسیسین کا کوئی وکیل شریک نہیں ہے بعض دوسری باتوں میں بھی یہ قدیم پارلیمنٹیں ہماری پارلیمنٹوں سے مختلف تھیں۔ مثلاً ہر اجلاس کے لئے ارکان کا انتخاب ہوتا تھا

ارکان پارلیمنٹ کو معاوضہ

اور ان کے مصارف قوم کو ادا کرنے پڑتے تھے۔ ہر شہری کو دو شلنگ یومیہ ملتے تھے اور ہر سردار کو چار شلنگ۔ ہمارے زمانے کے سکے کی قیمت کے لحاظ سے اس کی مقدار علی الترتیب پانچ شلنگ اور

دس شلنگ کے قریب ہوتی ہے۔ مگر اس زیر باری اور خرچ کو نہ تو قوم ہی پسند کرتی تھی اور نہ وکلائے قوم ہی کچھ بہت اچھا سمجھتے تھے۔ اس کے علاوہ پارلیمنٹ کا ہر اجلاس لوگوں کے نزدیک بادشاہ کی طرف سے روپیے کے مطالبے کا محض ایک نیا حیلہ تھا اور بس۔ انھیں یہ نہ معلوم تھا کہ آگے چل کر اپنے وکلاء کے طفیل انھیں کتنی بڑی طاقت حاصل ہونے والی ہے۔

پارلیمنٹ کے پہلے اجلاس کامل کے ایک سال بعد ایڈورڈ کو اسکاٹلینڈ پر فوج کشی کرنی پڑی۔ دونوں ملکوں میں عرصۂ دراز سے صلح و آشتی کے تعلقات قائم تھے اور سو سال سے جنگ نہ ہونے پائی تھی۔ اب جو یہ تعلقات کشیدہ ہوکر منجر بہ جنگ ہوئے تو اس کا باعث یہ تھا کہ سنہ ۱۲۸۶ء میں الگزنڈر سوم بادشاہ اسکاٹلینڈ نے انتقال کیا اور اس کے صلبی جانشینوں میں صرف اس کی پوتی مارگرٹ جو ایک شاہ ناروے کی بیٹی تھی باقی رہ گئی تھی۔ سنہ ۱۲۹۰ء کے موسم گرما میں ناروے کی یہ کمسن شہزادی کائرناروان کے شہزادہ ایڈورڈ سے منسوب ہونے کیلئے انگلستان آرہی تھی کہ قضا کار اس کا بھی انتقال ہوگیا اور تخت اسکاٹلینڈ بالکل ہی خالی رہ گیا۔

تخت اسکاٹلینڈ خالی رہ گیا ۱۲۹۰ء

اسکاٹلینڈ چونکہ ایڈورڈ کے زیر سیادت تھا اس لئے اسکاٹلینڈ کی کونسل نے نئے بادشاہ کے انتخاب کا مسئلہ اسی کی رائے پر چھوڑ دیا۔ پانچ امرا تاج اسکاٹلینڈ کے دعویدار تھے۔ ان پانچوں کے نام کونسل نے ایڈورڈ کے سامنے پیش کر دئے کہ ان میں سے جن کو زیادہ مستحق سمجھے اسی کے حق میں فیصلہ کرے۔ غرض ایڈورڈ اسکاٹلینڈ کی پارلیمنٹ کے ارکین سے نارہم میں جو بروک کے قریب سرحد پر واقع ہے ملا اور ان سے اطاعت کا حلف لے کر جان بیلیل۔ رابرٹ بروس اور جان ہیسٹنگس کے حقوق پر نظر غائر ڈالی۔ یہ تینوں امرا تین بہنوں کی نسل سے تھے جن کا مورث اعلیٰ ڈیوڈ اول شاہ اسکاٹلینڈ تھا اور دوسرے دعویداروں کے مقابلہ میں حق بھی انھیں کا مرجح تھا ایڈورڈ نے سب سے بڑی بہن کے پوتے جان بیلیل[1] کو منتخب کیا جس نے جان شاہ اسکاٹلینڈ کا لقب اختیار کرکے

جان بیلیل کا انتخاب سنہ ۱۲۹۲ء

[1] آکسفرڈ کے بیلیل کالج کا بانی اسی شخص کا باپ تھا

ایڈورڈ کی اطاعت کا حلف اٹھایا۔ کچھ عرصہ تو اس کے بعد خیریت سے گزرا لیکن ایڈورڈ اس سے بھی زیادہ اپنے اختیارات کو وسیع کرنا چاہتا تھا جو واجبی طور پر اس کا حق تھا چنانچہ اول تو اس نے حکم دیا کہ اسکاٹلینڈ کے امرا اور عوام مجاز ہوں گے کہ اسکاٹلینڈ کی عدالتوں کے فیصلجات کا مرافعہ اس کے اجلاس میں کریں اور پھر جب علاقہ گوین کے بارے میں شاہ فرانس سے اس کی جنگ ہوئی تو اس نے امرائے اسکاٹلینڈ کو بلا بھیجا کہ اس کے ساتھ مل کر فرانسیسیوں کا مقابلہ کریں۔ انھوں نے ناراض ہو کر اس حکم کے ماننے سے انکار کر دیا اور انگلستان کی اطاعت کا جوا اپنے کندھے سے اتار پھینکنے کی دھن میں شاہ فرانس کے ساتھ ایک خفیہ معاہدہ کر کے سرحد انگلستان سے گزرتے وقت کمرلینڈ کا علاقہ تاخت وتاراج کر ڈالا۔

ان واقعات نے ایڈورڈ کو سخت برافروختہ کیا۔ بھائی کو تو اس نے اپنے عوض گاسکنی بھیجا اور خود ایک لشکر جرار لے کر شمال کی طرف روانہ ہوا۔ بروک کا شہر انگریزی فوجوں کے ایک زبردست حملے میں سر ہو گیا اہل شہر نے حملہ آور کو دل خراش طعنے دئے تھے۔ ان چبھتے ہوئے فقروں کی پاداش میں جوش غضب سے از خود رفتہ ہو کر ایڈورڈ نے ایک متنفس کو بھی زندہ نہ چھوڑا اور سب کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ لیکن بیلیل ابھی تک برسر جنگ تھا اس لیے

اسکاٹلینڈ میں پہلی جنگ ۱۲۹۶ء

ایڈورڈ نے ایڈنبرا اسٹرلنگ اور پرتھ پر قبضہ کر لیا بیلیل بھی ڈانبر میں شکست کھا کر گرفتار ہوا اور انگلستان بھیج دیا گیا۔ اب ایڈورڈ نے انتظام مملکت کے لیئے ایک انگریزی کونسل قائم کی اور اسکاٹلینڈ کے شاہی جواہرات اور اسکون کا وہ متبرک پتھر اپنے ساتھ انگلستان لیتا گیا جس پر بیٹھ کر شاہان اسکاٹلینڈ تخت نشینی کی رسم ادا کیا کرتے تھے۔ اس پتھر سے انگلستان کا شاہی تخت بنایا گیا جو ویسٹ منسٹر میں رکھا ہوا ہے اور آج کے دن تک تخت نشینی کی تقریب پر فرماں روایان انگلستان اسی تخت پر بیٹھ کر تاج پہنا کرتے ہیں اہل اسکاٹلینڈ کا عقیدہ تھا کہ ان کی قومی حکومت اس پتھر سے جدا نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ جب پتھر انگلستان چلا آیا تو انھوں نے

اپنے اس عقیدے کو علی الاعلان ظاہر کر دیا اور کہا کہ جس ملک میں یہ پتھر ہوگا اُس پر ایک نہ ایک دن اسکاٹلینڈ کے بادشاہوں کی حکومت ہوگی یہ پیشین گوئی جیمز اول کی تاج پوشی کے وقت پوری ہو کر رہی۔

ایڈورڈ سمجھا تھا کہ ویلز کی طرح اسکاٹلینڈ بھی اُس کا کمال مطیع و منقاد ہو چکا ہے لیکن جس قوم سے اب اُس کا پالا پڑا اُن کی اُفتاد طبیعت کی اُسے خبر نہ تھی۔ بلند حوصلہ اہل اسکاٹلینڈ اپنی آزادی کھو کر اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہے تھے اور جب ایک بہادر سردار ولیم والس نے جو جرم خلاف ورزی بامر کارسی پادشاہ میں قانوناً باغی قرار دیا گیا تھا علم بغاوت بلند کیا تو لوگ اُس کے جھنڈے تلے جوق در جوق آ جمع ہوئے۔ ولیم دلیر ہونے کے ساتھ فن سپہگری میں طاق تھا اُس نے لانرک کی قلعبند انگریزی فوج کو گاجر مولی کی طرح کاٹ ڈالا

ولیم والس ۱۲۹۷ء

اور اسکون پر دھاوا کر کے انگریزی میر عدل کو وہاں سے نکال دیا پھر ایک اور باغی سردار سر ولیم ڈگلس کی مدد سے اُس نے انگریزی فوج کو بمقام اسٹرلنگ شکست دے کر شاہ بہان کی طرف سے اپنے محافظ ملک و ملت ہونے کا اعلان کر دیا۔

اس وقت انگلستان اور فرانس دست و گریبان ہو رہے تھے فلپ چہارم شاہ فرانس فلینڈرس کی بندرگاہوں میں انگریزی اون پر قبضہ کرنے میں مصروف تھا اور ایڈورڈ اُس کے مقابلے میں اہل فلینڈرس کو مدد دے رہا تھا۔ ایڈورڈ کے لیئے یہ بڑے امتحان کا وقت تھا ہر طرف مشکلات ہی مشکلات نظر آتی تھیں آئرلینڈ میں بے چینی کے آثار نمودار تھے۔ ویلز میں بغاوت برپا تھی فلپ گوئین ایڈورڈ بھاری محصول کا علاقہ ہتیانے کی فکر میں تھا۔ روپیہ ٹھہر جانے پر جب لگاتا ہے

۱۲۹۷ء

اخراجات جنگ کے لیئے اُس نے پادریوں سے اُن کی نصف سالانہ آمدنی طلب کی تو حسب الحکم پاپا پادریوں نے انکار کر دیا اور جب تک ایڈورڈ نے انھیں یہ دھمکی نہ دی کہ قانونی عدالتوں میں اُن کی آئندہ کوئی دادرسی نہ ہوگی، اس وقت تک یہ پادری اپنی ضد پر اڑے رہے ایک نئی مشکل یہ آن پڑی کہ انگلستان کے بعض امرا نے گوئین جا کر فرانسیسیوں کا مقابلہ

کرنے سے انکار کر دیا۔ بات یہ تھی کہ ان امرا کے نزدیک بیرونی مقبوضات کیلئے غیر ممالک میں جا کر لڑنا مفت میں اپنی دولت کا لٹانا اور قوت کا ضائع کرنا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ جب گھر ہی میں آتش جنگ کے شعلے جا بجا بلند ہیں تو یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ باہر کی آگ بجھانے کی فکر کی جائے۔ ایڈورڈ کو یہ فکر لگی ہوئی تھی کہ تاجدار فرانس کہیں بازی نہ لے جائے حریف کو دبا رکھنے کے لئے روپے کا ہونا ضروری تھا اور روپے کی بہم رسی کی صرف یہی ایک شکل تھی کہ رعایا پر ٹیکس لگائے جائیں چنانچہ اُس نے اہل انگلستان پر گراں بار محصولات کا ایک تار باندھ دیا۔ اُن پر جس قدر محصول پہلے لیا جاتا تھا اُس سے دو گنا زائد لیا جانے لگا۔ اضلاع کے نام احکام جاری کر دیئے گئے کہ فوج کے لئے کثیر مقدار میں سامان رسد بھیجیں اطراف ملک کے شرفا کو ایما ہوا کہ سرداری کے اعزازی طبقے میں شریک ہو جائیں اور اس شرکت کے لئے اُنھیں معتدبہ فیس ادا کرنی پڑی۔ اس کے علاوہ تمام مالکان اراضی سے جنگ کے لیئے سپاہی طلب کیئے گئے۔ ان تمام سختیوں کی تاب نہ لاکر پارلیمنٹ بگڑ بیٹھی اور بادشاہ کے احکام سے سرتابی کرنے پر آمادہ ہو گئی۔ ارکانِ پارلیمنٹ نے جب ایڈورڈ پر غیر واجبی اور نامنصفانہ ٹیکس وصول کرنے کا الزام لگایا تو اُس نے انکسار نفس کی وہ پسندیدہ روش اختیار کی جس نے رعایا کو اس کا اتنا گرویدہ بنا دیا تھا۔ یعنی اُس نے اپنے قصور کا اعتراف کر لیا لیکن ساتھ ہی بنت کہا کہ مجھ سے اگر غلطی بھی ہوئی ہے تو انگلستان کی عزت و آبرو کے برقرار رکھنے کی نیت سے ہوئی ہے۔ اور ایسی حالت میں آپ کی وفاداری کا مقتضی یہ ہے کہ آپ میری امداد کریں اس پر ارکان پارلیمنٹ نے جنگ جاری رکھنے کی منظوری دے دی لیکن ساتھ ہی ایک نیا قبالہ مرتب کر کے بادشاہ کے پاس فلینڈرس بھیج دیا بادشاہ نے اس پر دستخط کر دیئے اور منجملہ دیگر امور کے ایک وعدہ اس میں یہ کیا کہ پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر آئندہ میں کچھ روپیہ رعایا سے وصول نہ کروں گا اور ہر جدید رقم کی منظوری سے پہلے رعایا کی شکایتیں رفع کر دی جایا کریں گی۔

پارلیمنٹ بادشاہ سے آزادی کے نئے قبالے حاصل کرتی ہے ۱۶۲۹ء

ان تمام پریشانیوں کے ہوتے ہوئے اب اڈورڈ کو یہ خبر ملی کہ اسکاٹلینڈ والے انگلستان کے شمالی علاقے کو تباہ و برباد کر رہے ہیں اس خبر نے اُسے بے تاب کر دیا۔ فوراً ہی انگلستان واپس آکر وہ ایک زبردست لشکر کے ساتھ اسکاٹلینڈ پر چڑھ دوڑا۔ فالکرک کے قریب جہاں والس کی فوجیں صف آرا تھیں فریقین کی مڈبھیڑ ہوئی اور گھمسان کا رن پڑا۔ اسکاٹلینڈ والے بڑی بہادری سے لڑے

جنگ فالکرک ۱۲۹۸ء

والس نے اُن کی صف بندی میں فن حرب کا یہ استادانہ نکتہ ملحوظ رکھا تھا کہ اُن کی جمعیتوں کو مربع شکلوں میں آراستہ کیا تھا۔ چنانچہ جنگ کے وقت یہ مربع بندی اب بھی ہماری سپاہ میں رائج ہے لیکن انگریزوں اور اُن کے حریفوں میں تین اور ایک کی نسبت تھی۔ انگریزی تیر اندازوں نے جن کا روئے زمین پر جواب نہ تھا غنیم کی صف میں ایک مقام پر اپنی تیر باری سے بہت بڑا شگاف ڈال دیا۔ انگریزی اسواروں کا ٹڈی دل گھوڑے ڈپٹاتا ہوا اُس شگاف کے اندر گھس گیا۔ انگریزی تلوار والوں نے اسکاٹلینڈ والوں کے پرخچے اُڑا دئے اور اُن کی فوج تباہ و برباد کر دی گئی اڈورڈ نے باغی امرا کو معاف کر دیا۔ لیکن والس جو میدان جنگ سے بچ نکلا

والس سولی پر لٹکا دیا گیا
۲۳ اگست ۱۳۰۵ء

تھا اڈورڈ کے مراحم خسروانہ سے بہرہ اندوز ہونے پر رضامند نہ ہوا۔ سات سال بعد اُس کے نوکر جیک شارٹ کی غدارانہ نشان دہی پر قلعۂ ڈنبرٹن کے قلعدار سر جان نائٹھ نے اُسے گرفتار کر لیا اور ۲۳۔ اگست ۱۳۰۵ء کو ٹاور ہل کی پہاڑی پر اُسے پھانسی دیدی گئی۔

جنگ فالکرک کے بعد آٹھ سال تک اڈورڈ اس کوشش میں لگا رہا کہ کسی طرح انگلستان اور اسکاٹلینڈ والے متحد ہو کر ایک قوم ہو جائیں لیکن یہ کوشش رائگاں گئی بیلیل کے بھتیجے جان کالن کی سرکردگی میں اسکاٹلینڈ کے امرا رہ رہ کر بغاوتیں کرتے تھے اور اُن کی شوریدہ سری سے آئے دن نئے فتنے بپا ہوتے رہتے تھے آخر خدا خدا کر کے کہیں ۱۳۰۴ء میں امن و آشتی کی صورت پیدا ہوئی۔ انھیں دنوں اسکاٹلینڈ کا ایک جواں سال امیر رابرٹ بروس نامی اڈورڈ کے دربار میں تربیت پا رہا تھا۔ یہ بہادر امیر جس کو کیرک کی امارت اور اینینڈیل کی ریاست

آبائی میراث میں ملی تھی اُس رابرٹ بروس کا پوتا تھا جو ۱۲۹۱ء میں اسکاٹلینڈ کا ایک دعویدار تھا۔ ایڈورڈ کے دل میں نوجوان رابرٹ بروس کی حوصلہ مندیوں کی طرف سے کھٹکا لگا رہتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ وہ اُسے ہمیشہ اپنے پاس رکھتا تھا۔ انگلستان اور اسکاٹلینڈ کے اتحاد کی ایک شکل ایڈورڈ نے یہ سوچی تھی کہ دونوں قوموں کی شرکت سے ایک پارلیمنٹ ترتیب دی جائے۔ کارلائل میں اس پارلیمنٹ کے انعقاد کے منصوبے پر وہ غور کر ہی رہا تھا کہ ایک دن کالن کی معرفت یہ خبر اُڑتی ہوئی اُس تک پہنچی کہ بروس اسکاٹلینڈ والوں کے ساتھ مل کر سازش کر رہا ہے۔ دوسرے دن صبح کے وقت بروس کا کہیں پتہ نہ تھا۔ اور پھر جو اُس کی خبر آئی تو خبر کا ماحصل یہ تھا کہ ڈمفریز کے ایک گرجا میں کالن سے اُس کی جھڑپ ہوگئی۔ کالن مارا گیا اور انگریزی حکامِ عدالت شہر سے نکال دیئے گئے۔

بروس کے ہاتھوں کالن کا قتل ماہ فروری ۱۳۰۶ء

ابتدا تو اچھی نہ تھی اس لئے کہ کالن کا ایک گرجا میں مارا جانا بحرمتی کلیسہ اور قتل انسان کے دُہرے گناہ کا حکم رکھتا تھا لیکن بروس کی خوبی تقدیر نے امرا کا ایک گروہ اُس کے گرد جمع کر دیا اور چھ ہفتے بعد بوکن کی دلیر رئیسہ نے اپنے ہاتھوں سے بمقامِ اسکون اُس کے سر پر تاج حکومت رکھا رئیسۂ بوکن خاندان میکڈف سے تھی اور عوام میں یہ روایت ایک عرصے سے مشہور چلی آتی تھی کہ ضرور ہے کہ شاہِ اسکاٹلینڈ پر خاندان میکڈف ہی کا کوئی شخص تاج رکھے شاہ ایڈورڈ نے یہ خبر ونچسٹر میں سنی۔ وہ اُس وقت بیمار تھا اور پیرانہ سالی کی کمزوریوں پر طرح طرح کے آلام و افکار مستزاد تھے لیکن پھر بھی اُس نے قصد کر لیا کہ جو ہو سو ہو اسکاٹلینڈ پر اور ایک دفعہ ضرور فوج کشی کروں گا۔ روانگی سے پہلے اُس نے "نائٹس ٹمپلرس" (اُن جنگ جو راہبوں کا طبقہ جنھوں نے حروب صلیبیہ کے دوران میں بیت المقدس کی جنگی حفاظت کا عہد کر لیا تھا) کے گرجا میں جسے آجکل ٹمپل[۱]

رابرٹ بروس بادشاہ اسکاٹلینڈ بنایا جاتا ہے ۲۵ مارچ ۱۳۰۶ء

[۱] نائٹس ٹمپلرس مسیحی راہبوں کا ایک دولتمند طبقہ تھا جس کی اُٹھان حروب صلیبیہ کے دوران میں

(ھیکل) کہتے ہیں بڑی دھوم دھام کے ساتھ اپنے بیٹے شہزادۂ ویلز کو بہادری کا اعزاز عطا کیا۔ اس رسم کے بعد جو جشن ضیافت ترتیب دیا گیا اس میں اُس نے کالن کے قتل کے انتقام کا حلفیہ عہد کیا اور اپنی رعایا کو تاکیدی وصیت کی کہ اگر رستے میں میرا انتقال ہو جائے تو میرا جنازہ اسکاٹلینڈ کے مسخر ہونے تک لشکر کے آگے آگے رہے۔

ایڈورڈ خود آہستہ آہستہ سفر کرتا ہوا کارلائل پہنچا اور فوج کو امیر پمبروک کی کمان میں دے کر آگے روانہ کر دیا۔ امیر موصوف نے اسکاٹلینڈ کے بہت سے امرا گرفتار کر لیئے اور بروس کو زک دے کر کوہستان گرامپیان میں پناہ لینے پر مجبور کیا۔ ایڈورڈ نے جس کا غصہ بلا کا تھا اب کے بار اپنے دشمنوں سے پھر سخت انتقام لیا۔ امرا سولیوں پر لٹکا دئے گئے اور رئیسہ بوکن ایک چوبی قفس میں بند کر کے قلعۂ بروک کی فصیل پر رکھ دی گئی۔

ایڈورڈ کا آخری سفر ۱۳۰۷ء

لیکن قضا بھی اس کینہ جو بادشاہ کے سر پر منڈلا رہی تھی۔ اُس نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح منزل مقصود تک پہنچ جائے لیکن موت سنگ راہ ہو گئی اور ۷ جولائی ۱۳۰۷ء کو بمقام برآن ڈی سینڈز جہاں سے اسکاٹلینڈ کی حد نظر آ رہی تھی اس نے دم دیدیا۔ اپنے بڑے بیٹے ایڈورڈ کے علاوہ اس نے اپنی فرانسیسی ملکہ مارگرٹ کے بطن سے دو بیٹے یادگار چھوڑے۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ ہوئی۔ فرانس کا بادشاہ فلپ ان کے مال و املاک پر دست تصرف دراز کرنے کی فکر میں تھا اور بپاس خاطر فلپ پاپاے روما نے ان کی بیخ کنی کے احکام بھی جاری کر دئے۔ ایڈورڈ اول کے جانشین کے عہد میں اس طبقے کا استیصال دوسرے مقامات کی طرح انگلستان میں بھی کر دیا گیا (۱۳۱۲-۱۳۰۹ء) انگلستان میں انکی جائداد زیادہ تر طبقۂ بہادران سینٹ جان کو بخش دی گئی۔ اور انھوں نے ٹمپل کا ایک حصہ قانون خوان طالب علموں کو کرائے پر دے دیا اور وہ اس طور پر "ان آف کورٹ" (سرائے عدالت) کے نام سے موسوم ہو گیا۔

ایڈورڈ دوم

۱۳۰۷ء لغایت ۱۳۲۷ء

دیرینہ سال بادشاہ کی وفات نے صورت حالات کا نقشہ ہی بدل دیا اگر ایڈورڈ اول کو قضا نے کچھ اور مہلت دی ہوتی تو اس میں ذرا شک نہیں کہ بروس زیر ہوجاتا یا کم از کم کچھ عرصے کے لیئے تو اُسے ضرور ہی مغلوب ہونا پڑتا۔ لیکن ایڈورڈ ثانی کے حصے میں نیک نفس اور عالی دماغ والدین کی خوبیاں نہ آئی تھیں۔ بچپن میں ماں باپ نے بڑے ناز و نعمت سے پالا۔ ہر خواہش پوری کی ہر شوخی برداشت کی۔ اس لاڈ پیار کا نتیجہ جو ہوسکتا تھا وہی ہوا۔ شہزادے نے جب منزل شباب میں قدم رکھا تو کاہلی اور غیر مستقل مزاجی کا پتلا تھا اور بڈھے باپ کو اپنی ناہمواریوں اور بد اطواریوں سے بہت کچھ تکلیف دے چکا تھا۔ اُس وقت اُس کی عمر تیئیس سال تھی۔ دیکھنے میں حسین و جمیل تھا مگر انتہا کا خود رائے کمینوں کی صحبت کا دلدادہ عیش پرست اور وارستہ مزاج واقع ہوا تھا۔ بیس سال بعد جس حسرتناک طریق پر اس کا خاتمہ ہوا وہ بھی ہمارے دل میں ایسے نالائق بادشاہ کی طرف سے ہمدردی کا کوئی جذبہ نہیں پیدا کرتا۔

باپ نے بستر مرگ پر بیٹے کو تین وصیتیں کی تھیں۔ اوّل یہ کہ جب تک اسکاٹلینڈ مسخر نہ ہوئے جنگ برابر جاری رکھے۔ دوم یہ کہ اس کا دل پہلو سے نکال کر ارض مقدس کو بھیج دے سوم یہ کہ ایک بدچلن شخص پیرس گیوسٹن نامی کو جو گاسکنی کا رہنے والا تھا اور جسے ایڈورڈ اوّل نے جلاوطن کر دیا تھا کبھی واپس نہ بلائے سعادت مند بیٹے نے ان میں سے ایک وصیت بھی پوری نہ کی۔ میدان جنگ سے فوراً ہی جنوب کی طرف پلٹ کر اُس نے بروس سے تین سال تک مطلق کچھ تعرض نہ کیا اور وہ اس عرصے میں اپنی قوت خوب بڑھاتا رہا۔ باپ کو ویسٹ منسٹر میں دفن کر دیا اور باپ کی وفات کو ایک مہینہ بھی نہ ہونے پایا تھا کہ اُس نے گیوسٹن کو بلا کر انعام و اکرام سے نہال کر دیا۔ پھر

گیوسٹن

خود تو فلپ چہارم کی بیٹی اسابیلا سے شادی کرنے کے لیئے فرانس کو روانہ ہوا اور اپنی غیبت میں دو مہینے کے لیئے گیوسٹن کو نائب السلطنت بنا کر چھوڑتا گیا۔

فرانس سے واپس آنے پر ۲۵ فروری سنہ ۱۳۰۸ء کو ایڈورڈ اور اس کی ملکہ کی رسم جلوس عمل میں آئی۔ اور عنان حکومت گیوسٹن کے ہاتھ میں دیدی گئی

مجلس فرماں فرمایان ۱۳۱۱ء

گیوسٹن جو رنگین مزاجی اور شوخ چشمی کے ساتھ اپنے مقاصد کو ملحوظ رکھنے میں بلند نظر بھی واقع ہوا تھا بادشاہ کے ساتھ عیش و عشرت کی صحبتوں اور سیر و تفریح کے جلسوں میں شریک ہوتا تھا اور امرا کو ذلتوں پر ذلتیں دیتا تھا۔ دو مرتبہ وہ جلاوطن بھی کیا گیا لیکن ایڈورڈ ہر بار اسے واپس بلا لیتا تھا۔ ایک سال پارلیمنٹ نے حکومت کا انتظام بادشاہ کے ہاتھ سے لے کر اسا قف اور امرا کی ایک مجلس کے سپرد کر دیا جو "مجلس کار فرمایان" کے نام سے موسوم ہوئی اور جس نے بعض فرامین کے نفاذ سے بادشاہ کے

گیوسٹن کا قتل ۱۳۱۲ء

اقتدارات کو محدود کر دیا۔ پہلی مرتبہ جو پارلیمنٹ ملتوی کی گئی وہ یہی پارلیمنٹ ہے یعنی کچھ عرصے کے لیئے برخاست کر دی گئی اور جدید اراکین کے جدید انتخاب کے بغیر اس کا دوبارہ اجلاس ہوا۔ گیوسٹن کچھ عرصے تک جلاوطن رہا لیکن آخر واپس آیا اور اس دفعہ قصداً کو بھی اپنے ساتھ لایا۔ اسکاربرو میں پہنچتے ہی امرا نے اسے گرفتار کر لیا۔ اور امیر وارک نے جو اس کا جانی دشمن تھا ۱۹ جون سنہ ۱۳۱۲ء کو اسے بادشاہ کے چچیرے بھائی ٹامس امیر لینکسٹر کے روبرو بلیکلو کی پہاڑی پر قتل کر دیا۔

ایڈورڈ ادھر ان لغویات میں مبتلا تھا ادھر اسکاٹلینڈ اس کے ہاتھوں سے نکلا جا رہا تھا۔ سنہ ۱۳۰۶ء سے لے کر اس وقت تک بروس کئی شہروں پر قبضہ کر چکا تھا اور سنہ ۱۳۱۰ء میں ایڈورڈ اور گیوسٹن نے لشکرکشی کی تو وہ بھی سراسر ناکام ثابت ہوئی تھی۔ سنہ ۱۳۱۳ء میں بجز اسٹرلنگ اور بروک کے باقی اور کوئی مقام ایسا نہ رہا تھا جہاں بروس کا اقتدار تسلیم نہ کیا جاتا ہو۔ قلعہ اسٹرلنگ کے قلعدار پر

جنگ بینک برن ۲۴ جون ۱۳۱۴ء

بروس کی فوجوں نے ایسا دباؤ ڈالا کہ کمک نہ پہنچنے کی صورت میں اس نے سینٹ جان والے دن یعنی ۲۴ جون کو

قلعے کی حوالگی کا وعدہ کرلیا تھا آخر ایڈورڈ جو اپنے چہیتے مصاحب کو ہمیشہ کے لیئے کھو بیٹھا تھا اور ہر چند باوجود کاہل اور آرام طلب ہونے کے موقع آپڑنے پر بہادری کے جوہر بھی دکھا سکتا تھا فوجیں لے کر شمال کی طرف بڑھا اور ایک چھوٹی سی ندی کے کنارے جس کا نام بینک برن ہے اور جہاں سے قلعہ اسٹرلنگ نظر آرہا تھا بروس کے لشکر پر جا پڑا۔ اسکاٹلینڈ کا ہر سپاہی بھی جان ہتھیلی پر رکھے مرنے مارنے کے لیئے تیار تھا۔ وہ وقت آگیا تھا کہ اسکاٹلینڈ یا تو اپنی آزادی حاصل کرلے یا کھو بیٹھے۔ لڑائی سینٹ جان والے دن ہوئے۔ اسکاٹلینڈ کے شاعر برنس کا ایک مشہور ترانہ ہے۔

دشمن کو جن کے جوہر والس دکھا چکا ہے ۔۔۔ جن کو بروس اکثر میداں میں لا چکا ہے

وہ ہیں یہی بہادر اسکاٹلینڈ والے

یہ ترانہ واقعہ بینک برن کے چار سو سال بعد سپرد قلم ہوا تھا اور اس کے سننے سے معلوم ہوتا ہے کہ بینک برن کی یاد ابھی تک اسکاٹلینڈ کے دل میں تازہ ہے۔ شاہ رابرٹ نے اپنی فوج کے سامنے بڑے بڑے گڑھے کھدوا کر انھیں گھاس اور ٹہنیوں سے چھا دیا تھا۔ اور والس کی مانند اپنے اُن سپاہیوں کی جو برچھوں سے مسلح تھے اس طرح مربع بندی یا دائرہ بندی کی تھی کہ دائرے اور مربعے بیچ میں سے خالی تھے اور سامنے والی صفوں کے جوان گھٹنے ٹیکے ہوئے تھے انگریزی قادرانداز وں کے تیروں کی بوچھاڑ نے انھیں بے حد نقصان پہنچایا اور اُن کے پرے کے پرے صاف ہوگئے لیکن اُن کی پامردی کا یہ عالم تھا کہ جو سپاہی گرتا اُس کی جگہ جھٹ دوسرا آموجود ہوتا تھا۔ انگریزی سواروں کے دستے رہ رہ کر حملے کرتے تھے لیکن ہر دفعہ تنے ہوئے برچھوں کی ہزاروں انیاں اپنے سامنے پاتے تھے یہاں تک کہ پھر انھیں آگے بڑھنے کا حوصلہ نہ ہوا اور ان میں سخت ابتری پھیل گئی۔ اُس وقت کوہستانی نوکروں کی ایک جماعت پہاڑی پر سے اُترتی ہوئی نظر آئی۔ انگریز سمجھے کہ غنیم کی تازہ دم فوج آرہی ہے

اسکاٹلینڈ کی آزادی

اس غلط فہمی سے اُن میں کھلبلی پڑ گئی اور امرا اور فوجی سردار سر پر پاؤں رکھ کر ایسا بھاگے کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا خود ایڈورڈ نے بھی میدان جنگ سے فرار ہوکر بردک میں جا دم لیا لیکن اس کی ساری فوج منتشر ہوگئی۔ امرا قید کر لیئے گئے اور بہت بڑا مال غنیمت دشمن کے ہاتھ آیا غرض ایک ہی معرکے میں اسکاٹلینڈ نے انگلستان کی اطاعت کا جوا اپنے کندھے سے

اتار پھینکا۔ اس شکست سے انگلستان کی ذلت و رسوائی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اور چھ سال کا زمانہ جو واقعہ بنیک برن کے بعد گزرا مصائب و آلام سے بھرا ہوا تھا۔ ملک کی آبادی کا ایک اچھا حصہ فوج کی نذر ہو چکا تھا۔ زندگی کے کاروبار کے لیئے آدمی نہ ملتے تھے۔ اس پر یہ ہنگامی وبائے مواشی اور شاہی عمال کی دستبرد نے مل ملاکر گرانی اجناس کی شکل پیدا کردی۔ پارلیمنٹ نے اس گرانی کو ناعاقبت اندیشی کی راہ سے قانوناً روکنا اور اشیاء خوردنی کا نرخ جبراً ارزاں کرنا چاہا نتیجہ یہ ہوا کہ ماکولات کا سستا نرخ دیکھ کر لوگوں نے بہت زیادہ مقدار میں جنس خریدنی شروع کردی جس سے ملک میں قحط پڑ گیا اور بہت سی

قحط اور شورش

جانیں تلف ہوئیں۔ اسکاٹلینڈ والوں نے بھی انگلستان کے شمالی علاقے میں لوٹ مار مچا رکھی تھی۔ اور رابرٹ کا بھائی ایڈورڈ بروس آئرلینڈ پر حملہ کر رہا تھا۔ ۱۳۲۰ء میں ایڈورڈ کی چشم التفات ایک نئے مصاحب ہولی ڈیسپنسر پر پڑی جس نے اپنے باپ کے ساتھ مل کر ٹامس امیر لینکسٹر کو صدارت عظمی کے منصب سے الگ کر دیا اور حکومت کی باگ خود اپنے ہاتھوں میں لے لی ڈیسپنسر اور اس کا

نیا مصاحب ہیوڈیسپنسر ۱۳۲۰ء-۱۳۲۷ء

باپ، گیوسٹن سے بہرحال اچھے تھے لیکن پھر بھی امرائے سلطنت سے بہت جلد ان کی ان بن ہوگئی اور امرا نے راجر مارٹیمر رئیس گوجر اور امیر ہیرفرڈ اور امیر لینکسٹر کی سرکردگی میں علم بغاوت بلند کرکے حکومت پر مسلط ہو جانے کے قصد سے شاہ اسکاٹلینڈ کے ساتھ ساز باز شروع کردی۔

لیکن اس مرتبہ ایڈورڈ چوکنا تھا۔ اسکاٹلینڈ کی طرف سے باغیوں کو کمک پہنچنے بھی نہ پائی تھی کہ اس نے انہیں جالیا۔ امیر ہیرفرڈ مارا گیا۔ مارٹیمر لندن کے قلعے میں نظربند کردیا گیا۔ اور ٹامس امیر لینکسٹر جس کا گیوسٹن کے قتل میں شریک ہونا

لینکسٹر کا قتل ۱۳۲۲ء

ایڈورڈ کو کبھی بھی فراموش نہ ہوا تھا قتل کردیا گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے یارک میں پارلیمنٹ کا ایک اجلاس منعقد کرکے مجلس کارفرمایان کے احکام و ضوابط کو منسوخ کردیا اور چونکہ وہ امرا کی قوت گھٹانی چاہتا تھا اس لئے پارلیمنٹ کو اس نے ایک نہایت ہی اہم قانون کے نفاذ پر آمادہ کیا۔ وہ قانون یہ تھا کہ "تمام امور کا تصفیہ بادشاہ پیسوں امیروں جاگیرداروں

وضع قوانین میں عوام کا حصہ ۱۳۲۲ء

اور عوام کی اتفاق رائے سے ہونا چاہیئے" وضع قوانین کے اختیارات
میں عوام کو حصہ ملنے کا یہ پہلا موقع تھا۔ اس سے پہلے اُن سے صرف
محصولات کے بارے میں مشورہ لیا جاتا تھا۔ حکومت اب
ہیوڈسپنسر اور اس کے باپ کے ہاتھوں میں تھی۔ حکومت کیا تھی ابتری و بے عنوانی کا دور تھا۔
لوگ کارفرمایان حکومت کو سخت نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے اور ملکہ اسابیلا بھی اس لحاظ
سے اہل ملک کی شریک حال تھی۔ ۱۳۲۵ء کے اوائل میں ریاست گوئین کی بابتہ اپنے
بھائی چارلس رابع سے ایک نزاع کا تصفیہ کرنے کے لیئے ملکہ اسابیلا فرانس گئی۔ اور چند
مہینے بعد اپنے بیٹے شہزادہ ایڈورڈ کو جس کی عمر اُس وقت تیرہ سال تھی بلا بھیجا کہ اگر
رئیس گوئین ہونے کی حیثیت سے شاہ فرانس کی اطاعت کا حلف اٹھائے۔ لیکن اب نہ تو ملکہ
ہی انگلستان واپس گئی نہ شہزادہ ہی گیا اصل مطلب اسابیلا کا کچھ اور تھا۔ لارڈ مارٹیمر قلعہ لندن سے
فرار ہو کر فرانس چلا آیا تھا اور ملکہ اس کے ساتھ مل کر سازش کر رہی تھی کہ کسی طرح ایڈورڈ کو
تخت سے اُتار دیا جائے۔ اور اس کی جگہ اُس کے بیٹے کے سر پہ تاج رکھا جائے چنانچہ
۲۴ ستمبر ۱۳۲۶ء کو وہ ایک مختصر سے دستہ فوج کے ساتھ سفوک میں لنگر انداز ہوئی۔ اور
صدر اسقف اور تمام امرا اپنی اپنی جمعیتیں لے کر اُس کے ساتھ آملے۔ یہ دیکھ کر کہ اُس کا ساتھ
دینے والا کوئی نہیں رہا اور چاروں طرف سے مایوس ہو کر بدنصیب ایڈورڈ نے اپنے دونوں
مصاحبوں کو ساتھ لیا اور ویلز کا رخ کیا لیکن اس کے دشمنوں نے وہاں بھی اُس کا
پیچھا نہ چھوڑا اور گلیمرگن میں رفیقوں سمیت اُسے گرفتار کر لیا۔ ہیو ڈسپنسر اور اُس کا باپ تو
سولی پر لٹکا دیئے گئے اور بادشاہ کو ایک پارلیمنٹ نے جس کا اجلاس بتاریخ ۷ جنوری ۱۳۲۷ء
ویسٹ منسٹر میں منعقد ہوا حکومت کے ناقابل قرار دیا اُس کا عصائے فرمانروائی توڑ ڈالا
گیا اور اُس کی جگہ نوعمر شہزادہ ایڈورڈ کی بادشاہی کا اعلان کیا گیا
اس موقع پر بادشاہ کے منہ سے جو فقرے نکلے وہ بڑے عبرتناک
ہیں۔ درد بھرے لہجے میں اُس نے حاضرین سے اس طرح خطاب

ایڈورڈ دوم تخت سے اتار کر قتل کر دیا گیا ۱۳۲۷ء

کیا کہ مجھے اپنی رعایا کے دل میں گھر نہ کر سکنے کا بہت رنج ہے اور میں اُن سب سے جو
یہاں موجود ہیں معافی مانگتا ہوں۔ لیکن جو بات ہو کر رہنے والی تھی وہ ٹل کس طرح سکتی ہے
ایسی حالت میں یہ بھی غنیمت ہے کہ آپ نے میرے سب سے بڑے لڑکے کو بادشاہ

منتخب کیا جس کے لیے میں آپ کا ممنون ہوں۔ اس کے بعد ایڈورڈ قید کر دیا گیا اور ایک قلعے سے دوسرے قلعے میں منتقل ہوتا رہا تاآنکہ ۲۱ ستمبر ۱۳۲۷ء کو قلعۂ بارکلے میں ایزابیلا کے حکم سے وہ بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔

دسواں باب

جنگ صدسالہ۔ کسانوں کی بغاوت

ایڈورڈ سوم ۱۳۲۷ء لغایت ۱۳۷۷ء

شہزادہ سیاہ پوش سال وفات ۱۳۷۶ء

رچرڈ دوم ۱۳۷۷ء لغایت ۱۳۹۹ء

بادشاہ کا عہد طفولیت ۱۳۲۷ء–۱۳۳۰ء

۲۹ جنوری ۱۳۲۷ء کو نوعمر شہزادہ کی رسم جلوس عمل میں آئی چونکہ کمسن تھا اس لئے اس کی طرف سے نیابتہً حکومت کرنے کیلئے اتالیق مقرر کئے گئے لیکن چار سال تک حقیقی حکومت ملکہ اسابیلا اور اس کے منظور نظر لارڈ مارٹیمر کے غاصبانہ ہاتھوں میں رہی۔ اس کے بعد ایڈورڈ خود صاحب اختیار ہو گیا۔ ۱۳۲۸ء میں اس نے اُس بینالٹ کی بیٹی فلپا سے عقد کیا۔ ۱۵ جون ۱۳۳۰ء کو اس کا پہلا بیٹا پیدا ہوا جس نے آگے چل کر شہزادہ "سیاہ پوش" کے لقب سے شہرت عام حاصل کی۔ اُسی سال ماہ نومبر میں مارٹیمر کے اشارے سے بادشاہ کے چچا امیر کینٹ کی گردن ماری گئی۔ اس واقعے نے نوخیز بادشاہ کی آنکھیں کھولدیں

مارٹیمر کا انجام

چند دوستوں کو ساتھ لے کر وہ آدھی رات کے وقت قلعۂ ناٹنگھم میں بھاگھسا اور مارٹیمر کو قید کر لیا۔ پھر اس پر مقدمہ چلایا گیا۔ امرا نے متعدد جرائم کے ارتکاب کی پاداش میں اُس کی نسبت سزائے موت تجویز کی اور بتاریخ ۲۹ نومبر ۱۳۳۰ء وہ ٹایبرن میں جس کا نام اُن دنوں "دی ایلمس" تھا سولی پر لٹکا دیا گیا۔ رہی ملکہ اسابیلا سو وہ بقیہ عمر کے لئے قلعہ کاسل رائزنگ واقعہ نارفاک میں نظربند کر دی گئی۔

ان تمام واقعات سے واضح ہوا ہوگا کہ انیس سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی ایڈورڈ شادی بھی کر چکا تھا صاحب اولاد بھی ہو گیا تھا اور شاہانہ اختیارات سے بھی کام لینے لگا تھا۔ اس کے عہد حکومت کے دو تاریخی پہلو ہیں۔ انگلستان اُس کے زمانے میں

بیرونی لڑائیوں میں بھی شریک رہا اور خود ملک کے اندر بھی بڑے بڑے اہم واقعات رونما ہوئے۔ ان دونوں پہلوؤں پر ہمیں الگ الگ نظر ڈالنی ہوگی۔ اسکاٹلینڈ اگرچہ اب آزاد تھا لیکن باہمی کشمکش کا سلسلہ دونوں طرف سے بدستور جاری تھا۔ اور جب شاہ رابرٹ صرف ایک ہفت سالہ لڑکا اپنا جانشین چھوڑ کر دنیا سے عالم باقی کو ہوا تو ایڈورڈ سوم نے

فرانس کے ساتھ نزاع کے اسباب۔

اسکاٹلینڈ پر چڑھائی کر کے جان بیلیل کے سب سے بڑے بیٹے ایڈورڈ کو تخت پر بٹھا دیا۔ اس کے کچھ ہی دن بعد بیلیل کو اسکاٹلینڈ کے محبان وطن نے پھر باہر نکال دیا چونکہ فرانسیسی اہل اسکاٹلینڈ کے حلیف تھے لہذا فلپ سادس شاہ فرانس جو گوئن پر دست تصرف دراز کرنا چاہتا تھا یہ حجت نکال کر کہ ایڈورڈ نے اس کے حلیفوں کے علاقے پر فوج کشی کی ہے گاسکنی کے صوبے پر چڑھ دوڑا۔ انہیں دنوں اہل فلینڈرس نے جو انگلستان کے ساتھ وسیع پیمانے پر اون کی تجارت کرتے تھے اپنے نااہل حکمران امیر لوئی کے استحصال سے تنگ آ کر ایڈورڈ سے

ایڈورڈ سے اہل فلینڈرس کی استمداد

امان طلب کی اہل فلینڈرس کی قومی آرزوؤں کا ترجمان ایک شخص جیمز وان آرٹیولڈ نامی تھا جسے عرف عام میں گان کا کلال کہتے تھے اس نے ایڈورڈ سے امداد کی استدعا کی اور ساتھ ہی درخواست پیش کی کہ ایڈورڈ "شاہ فرانس" کا لقب اختیار کرے تاکہ فلینڈرس والے اپنا جائز فرمانروا اسے جان کر اس کی اطاعت اختیار کر سکیں۔

ایڈورڈ نے یہ تجویز قبول کر لی۔ اپنی ڈھال پر فرانس کا شاہی نشان "فلر ڈی لی" ثبت کر کے اور Dieu et Mon Droit (خدا اور میرا فرض) کا فرانسیسی مقولہ

ایڈورڈ تخت فرانس کا دعویٰ کرتا ہے۔

اختیار کر کے اس نے تخت فرانس کا اس بنا پر دعوے پیش کیا کہ اس کی ماں اسابیلا فرانس کے شاہی خاندان کی شاخ اکبر سے تعلق رکھتی تھی حالانکہ فلپ سادس کا تعلق شاخ اصغر سے تھا۔ یہ دعوے بالکل مہمل تھا اس لیے کہ فرانسیسی قانون کی رو سے عورت واسطۂ وراثت نہ تھی۔

فلپ ثالث شاہ فرانس

چارلس شہزادۂ ویلائے
فلپ سادس شاہ فرانس

فلپ رابع

منکوحۂ ایڈورڈ ثانی ..... اسابیلا　　چارلس رابع　　فلپ خامس　　لوئی دہم
شاہ انگلستان

ایڈورڈ ثالث شاہ انگلستان　　مارگرٹ　　جین　　جین

فلپ سادس کی تخت نشینی پر اگرچہ ایڈورڈ نے اس بات کو تو تسلیم کر لیا کہ عورت ذات خود تخت فرانس کی وارث نہیں ہو سکتی لیکن وہ برابر حجت کیئے جاتا تھا کہ اگر عورت کا وارث جنس ذکور سے ہو اور فرمانروائے سابق سے قریب ترین رشتہ رکھتا ہو تو وہ ضرور تاج فرانس کا حقدار ہو سکتا ہے اس بحث نے طول کھینچکر اس مشہور جنگ صدسالہ کی شکل اختیار کی جس کا سلسلہ کچھ کچھ وقفے کے ساتھ انگلستان کے پانچ بادشاہوں کے عہد تک قائم رہا۔ بنائے فساد اگرچہ ابتداً فلینڈرس والے تھے لیکن زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ اُن کا اس جنگ سے کچھ تعلق نہ رہا۔ غور سے دیکھا جائے تو یہ ایک افسوسناک جنگ تھی جس کا مقصد بجز جلب اقتدار کے اور کچھ نہ تھا اور دونوں قوموں کو اس آویزش سے کچھ بھی فائدہ پہنچتا نظر نہ آتا تھا لیکن جس زمانے کے یہ واقعات ہیں اس کا اخلاقی معیار بھی آج کل سے بالکل جدا تھا۔ یہ عہد فتوت

دور مروت

و مروت کا دور کہلاتا ہے جبکہ فنون سپہگری کے دنگلوں تک میں اپنی بہادری اور شجاعت کے کرتبوں کی نمائش کے لیئے امرا اپنی جان پر کھیل جانے سے دریغ نہ کرتے تھے۔ اُس جانبازانہ شجاعت اور بہادرانہ شرافت نفس میں جو اس عہد کا خاصہ ہے اگرچہ بہت سی باتیں قابل تعریف ہیں لیکن ان خصوصیات سے امرا آپس ہی میں ایک دوسرے ہی کو فیض پہنچاتے تھے۔ خواص سے گزر کر یہ فیض عوام تک نہ پہنچتا تھا۔ امرا جب جنگ کو نکلتے تو جیتے ہوئے گاؤں اجڑی ہوئی کھیتیاں اور تاکستان تباہ مصیبت زدہ غریب لوگوں پر انھیں ذرا رحم نہ آتا تھا جنھیں وہ اُس زمانے کی اصطلاح میں "راسکل" (بدمعاش

نقشہ نمبر ۴ مشہور محاربات و محاصرات جنگ صد سالہ محاذی صفحہ ۱۳۵
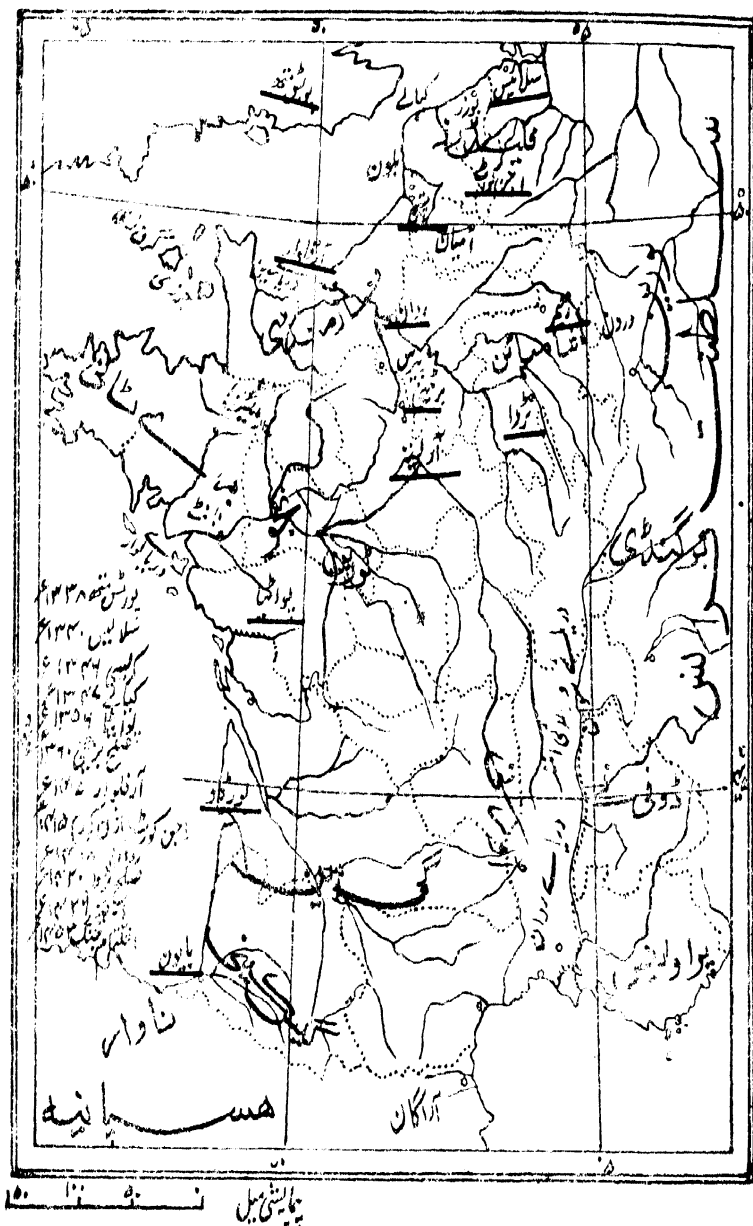
کہتے تھے جن کا عدم وجود برابر تھا۔

ایڈورڈ کے عہد میں جنگ صد سالہ تین معرکوں پر تقسیم کی جا سکتی ہے۔ پہلے معرکہ کا آغاز ۱۳۳۸ء میں فرانسیسیوں کے پورٹسمتھ پر حملہ کرنے سے ہوا۔ اس معرکہ کا دور

جنگ صد سالہ پہلا معرکہ ۱۳۳۸ء لغایت ۱۳۴۷ء

۱۳۴۷ء میں ختم ہوا اور بحیثیت مجموعی انگریز اس میں کامیاب رہے ۱۳۴۰ء میں انھیں ایک بہت بڑی بحری فتح سلائز کے قریب حاصل ہوئی جو فلینڈرس کی بندرگاہ پر واقع ہے اور ۲۶ اگست ۱۳۴۶ء کو کریسی واقع شمال فرانس میں انھیں ایک اور فتح نصیب ہوئی۔ کریسی کی لڑائی میں انگریزی تیراندازوں نے بہادران فرانس کی صفیں الٹ دیں اور بارود کا استعمال بھی اول اول اسی لڑائی میں ہوا۔ ایڈورڈ شہزادہ ویلز جو شہزادۂ سیاہ پوش کے لقب سے مشہور ہے اس وقت شانزدہ سالہ تھا کریسی کی لڑائی میں اس نے ایسی شجاعت کا ثبوت دیا کہ اس کمسنی ہی میں اسے "نائٹ" کے معزز خطاب سے مخاطب کیا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے لیکن یہ روایت کسی قدر مشتبہ ہے کہ کریسی کی لڑائی کے بعد ہی شہزادۂ سیاہ پوش نے تین کلغیاں لگانی شروع کر دیں اور مقولہ "اک ڈین" (میرا کام خدمت کرنا ہے) بھی اختیار کر لیا۔ یہ قول آج بھی شہزادۂ ویلز کا طغرائے امتیاز ہے۔

محاصرۂ کیلے

اس کے بعد کیلے کا محاصرہ شروع ہوا اور ماہ ستمبر ۱۳۴۶ء سے لے کر ۴ اگست ۱۳۴۷ء تک پورے گیارہ مہینے قائم رہا۔ ۴ اگست کو جب محصورین میں تاب مقاومت بالکل ہی باقی نہ رہی تو شہر کے چھ بہادر باشندے ننگے پاؤں اظہار تذلل کے لئے رسے ڈالے باہر آئے اور ملتجی ہوئے کہ اہل شہر پر رحم کر کے انھیں معاف کر دیا جائے ایڈورڈ انھیں پھانسی دینے کا ارادہ کر چکا تھا لیکن نیک نہاد ملکہ فلپا کی التجائیں آڑے آ گئیں اور ان کی جاں بخشی کی گئی۔ کیلے میں ایڈورڈ نے انگریزوں کو لا آباد کیا اور دو سو سال تک اس شہر پر انگریزی قبضہ رہا۔ آبنائے انگلستان کے جہازوں کے لئے کیلے کا بندرگاہ بہت بڑی جائے پناہ کا حکم رکھتا تھا۔

طبقۂ گارٹر ۱۳۴۸ء

اسی زمانے میں ایڈورڈ سوم نے شاید بیادگار محاصرۂ کیلے "گارٹر" کا مشہور اعزازی طبقہ قائم کیا جو چھبیس جلیل القدر اراکین پر مشتمل تھا چھبیسواں رکن خود بادشاہ تھا۔

دوسرا معرکہ ۱۳۵۵ء میں بعہد جان ثانی شاہ فرانس شروع ہوا۔ اس معرکہ کی سب سے زیادہ مشہور لڑائی پائیٹرس کی لڑائی تھی جس کا سال وقوع ۱۳۵۶ء ہے۔ ۱۹ ستمبر والے روز شہزادۂ سیاہ پوش نے صرف بارہ ہزار کی جمعیت سے فرانسیسیوں کی ساٹھ ہزار فوج کو شکست فاش دی۔ شہزادہ نے تاکستانوں کے اندر ایک تنگ سے گزرگاہ کے سرے پر اپنی فوج کی صف بندی کی تھی۔ فرانسیسی جب قریب پہنچے تو انگریزی فوج کے تیر انداز اُن پر تیروں کی بوچھار کرتے تھے اور اُن کے قدم اکھڑ اکھڑ جاتے تھے فرانسیسی پھر بھی بڑی شجاعت سے لڑے لیکن فتح کا پلہ دوسری طرف جھک چکا تھا۔ شاہ جان مع اپنے کمسن بیٹے فلپ کے گرفتار ہوا اور انگلستان بھیج دیا گیا جہاں آٹھ سال بعد جان نے لندن میں قصر سیوائے کے اندر وفات پائی

دوسرا معرکہ
۱۳۵۵-۱۳۶۰ء

پائیٹرس کی لڑائی کے دو سال بعد انگریزی فوج نے پیرس کی طرف کوچ کیا۔ جس علاقے میں اس کا گذر ہوا وہ بالکل اجاڑ ہو رہا تھا اور قدم قدم پر اُن بے باک سپاہیوں کی غارتگرانہ دستبرد کے نشان نظر آتے تھے جنھیں اُس زمانے کی اصطلاح میں "جماعت آزادگان" کہتے تھے۔ برٹیگنی میں جو پیرس کی جانب جنوب واقع ہے ۸ مئی ۱۳۶۰ء کو انگریزوں اور فرانسیسیوں کے مابین ایک صلحنامہ مرتب ہوا۔ اس معاہدے کے بموجب ایڈورڈ تاج فرانس کے دعوے سے دستکش ہو گیا لیکن ایکوٹیین۔ پائٹو گاسکنی اور کیلے کی خودمختارانہ حکومت اُس کے حصے میں آئی۔ غرض دوسرے معرکہ کا دور جب ختم ہوا تو انگریز فرانس کے ایک بڑے حصے پر قابض تھے لیکن تیسرے معرکہ میں انگریزوں نے شکست کھائی اور یہ علاقہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ شہزادۂ سیاہ پوش نے جو امیر ایکوٹیین ہو کر اس علاقے کے صدر مقام بورڈو میں حکومت کرنے گیا تھا ہسپانیہ کے ایک نزاعی معاملہ میں مداخلت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چارلس فرمانروائے فرانس نے از سر نو لڑائی چھیڑ دی۔ چارلس اپنے باپ جان کی بہ نسبت زیادہ ہوشیار اور چالاک تھا۔ انگریزی فوج کا زبردست مقابلہ کرنے کے بجائے اُس نے لڑائی کا ڈھنگ اس طرح ڈالا کہ جب انگریزی فوج پاس آتی تو وہ کنی کاٹ کر دور نکل جاتا اور غنیم کو ویران و غیر آباد علاقوں میں لمبی لمبی منزلیں مارنے سے پریشان کرتا رہتا تھا۔ شہزادۂ سیاہ پوش کی طبیعت ناساز تھی جنگ کی اس روش نے اُس کے مزاج کو اور چڑچڑا کر دیا۔ اور غنیم قدم قدم پر

تیسرا معرکہ
۱۳۶۷-۱۳۷۴ء

اُس سے گوئے سبقت لے جانے لگا۔ شہر لموجے کی رعایا اسی دوران میں شہزادہ سے منحرف ہوکر چارلس سے جا ملی تھی۔ شہزادہ نے برافروختہ ہوکر اُن کے قتل عام کا حکم دے دیا اور اپنے نام نیک کو اس ایک ظالمانہ فعل سے بٹہ لگالیا۔ آخر جب اس کی صحت نے اُسے بالکل ہی جواب دے دیا تو وہ انگلستان واپس چلا آیا اور اس وقت سے انگریزوں کو شکستوں پر شکستیں ہونے لگیں۔ سنہ ۱۳۷۲ء میں اُن کے بیڑے کو ہسپانویوں نے زک دی اور سنہ ۱۳۷۷ء کے ختم ہوتے ہوتے فرانسیسیوں نے کیلے، بورڈو اور بیآن کے سوائے باقی تمام علاقہ انگریزوں سے واپس لے لیا۔ غرض اس معرکہ کے خاتمے پر انگریزوں کے قبضے میں چھتیس سال پہلے کی بہ نسبت بہت کم فرانسیسی علاقہ باقی رہ گیا۔

اب ہم ایڈورڈ کے اوائل عہد کے اُن واقعات پر نظر ڈالتے ہیں جو انگلستان کو اندر پیش آئے۔ یہ بات بظاہر عجیب معلوم ہوگی کہ جنگ فرانس اہل انگلستان کے طبائع کو مرغوب

نشوونمائے قوم
۱۳۲۷ء تا ۱۳۴۹ء

تھی۔ لیکن غور سے دیکھا جائے تو ایسا ہونا قدرتی بات تھی۔ امرا کے لئے جنگ پہلے ہی ایک دل پسند مشغلہ تھی۔ رہے عوام سو انہیں اب یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ اگر بادشاہ کی رعایا کی تعداد زیادہ ہوگی تو اسی نسبت سے اُن کے محصولات کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔ ادھر شہزادۂ سیاہ پوش کے جنگی کارناموں نے بھی لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا تھا اور نام ونمود کے لئے وہ ایسے بہادر شہزادے کی ذات پر فخر کرنے لگے تھے۔ اس کے علاوہ جنگ اول اول طبقۂ ادنیٰ کیلئے ذریعۂ منفعت بھی ثابت ہوئی۔ فوجی سرداروں اور جاگیرداروں کو اپنے قیمتی سلاح جنگ کی

اراضیات کے پٹے اور کاشتکار علاقوں کی آزادی

بہم رسانی اور باہر جاکر اپنا ٹھاٹ قائم رکھنے کے لئے آئے دن روپے کی ضرورت پیش آتی رہتی تھی اس ضرورت کو وہ اس طرح رفع کرتے تھے کہ اپنی جاگیریں اور زمینیں طویل میعاد کے لئے پٹہ پر دے دیتے تھے اور ان "مزرعوں" پر پٹہ دار سے انھیں لگان مل جاتا تھا۔ اسی سے "مزرعوں" اور آزاد حیثیت رکھنے والے مزارعین کی ابتدا ہوئی وہ اپنے کاشتکاروں کو بھی جو اُن کی جاگیروں میں ان کی رعایا ہوتے تھے معاوضہ لے کر آزاد کردیتے تھے یہانتک کہ خود بادشاہ بھی روپے کی خاطر اپنی وسیع دعریض جاگیروں میں اپنے مختاروں کو بھیج دیتا تھا کہ جو آسامیاں آزاد ہونا چاہیں ایک بندھی رقم دے کر آزادی خرید لیں۔ ایڈورڈ اپنے ساتھ کچھ جولاہے فلینڈرس سے لیتا آیا تھا۔ اُن

پیشہ وروں نے اپنی بستیاں نارفاک سفاک اور اسکیس میں بسالیں اور لوگوں کو پارچہ بافی کا ہنر سکھانا شروع کیا۔ پارچہ بافی تھوڑے ہی دنوں میں ملک کی ایک اہم اور سود مند دستکاری ہو گئی اور چونکہ ہر غلام کو جو کسی زمیندار کے قبضے سے نکل کر کسی شہر میں ایک سال اور ایک دن گزار دیتا تھا، کامل آزادی کا استحقاق حاصل ہو جاتا تھا لہٰذا بہت سے لوگوں نے کسب معاش کے لئے پارچہ بافی کا پیشہ اختیار کر لیا۔ غیر ملکوں کے ساتھ لین دین کے تعلقات قائم ہونے سے بازار تجارت بھی گرم ہو چلا۔ نارمنڈی کے ساتھ مچھلی اور لکڑی فلینڈرس کے ساتھ اون اور گاسکنی کے ساتھ شراب اور نمک کا بیوپار ہوتا تھا جس سے لوگوں کے لئے معاش کی نئی راہیں کھل گئیں۔ اسی زمانے میں سکۂ رائج الوقت کی اصلاح ہوئی اور ۱۳۴۴ء میں اول اول سونے کے سکوں کا چلن ہوا۔ امرا اور جاگیردار بدستور اپنے جنگی مشاغل میں منہمک تھے۔ اور انھیں کچھ خبر نہ تھی کہ ملک میں چپکے ہی چپکے کیا انقلاب ہو رہا ہے اگر اُن کی چشم بصیرت کھلی ہوتی تو انھیں صاف نظر آگیا ہوتا کہ ان تمام ترقیوں کی بدولت آزاد شدہ غلام اور مطلق العنان مزدور اور کسان لوگ امرا کی ایک زبردست جمعیت بنتے جاتے ہیں اور اب انھوں نے اپنے لئے وہ ضروریات پیدا کرلی ہیں جن کا اس سے پہلے انھیں کبھی احساس نہ ہوا تھا اور اُن حقوق کے حصول کے درپے ہیں جن کا مطالبہ پیشتر انھوں نے کبھی نہ کیا تھا۔ واقعات کی یہ رفتار بیس سال سے بھی زیادہ اسی طرح جاری رہی۔ اور اس اثنا میں بادشاہ برابر پارلیمنٹ سے مصارف جنگ کیلئے روپیہ مانگتا رہا۔ ۱۳۴۰ء میں بادشاہ نے فرانس سے سخت برافروختگی کے عالم میں مراجعت کی۔ تمام وزرا اور اعلیٰ حکام عدالت کو برطرف کر دیا اور اپنے وزیر خزانہ اسٹرٹیفرڈ پر جو کنٹربری کا صدر اسقف تھا، زر سرکاری آمدنی کے ناجائز طور پر صرف کرنے کا الزام لگایا۔ بادشاہ اسٹرٹیفرڈ سے بذات خود محاسبہ کرنے پر مصر تھا لیکن پارلیمنٹ کہتی تھی کہ کسی وزیر پر کوئی الزام نہیں لگایا جا سکتا جب تک کہ الزام کی سماعت پارلیمنٹ کے بھرے اجلاس میں ملزم کے ہم چشموں کے روبرو نہ ہو۔ ۱۳۴۱ء میں ممبران پارلیمنٹ نے یہی یہ بات منوا کر چھوڑی کہ وزرا کا انتخاب اُن کے مشورے سے عمل میں آئے اور وزرا اُن کے سامنے قانون کے پابند رہنے کا حلف اٹھائیں۔ گزشتہ نو سال سے پارلیمنٹ کے اجلاس کا یہ دستور چلا آتا تھا کہ جاگیردار اور ساکنان شہر کی نشست تو ''پینٹڈ چیمبر'' (ایوان منقوش) میں

حرفت اور تجارت کی ترقی۔

امرا اور عوام وزیر خزانہ کی حمایت کرتے ہیں۔

میں ہوتی تھی، اور امرائے کبار اور اساقف کا اجلاس اُن سے الگ "دعاۃ شاہیہ" (ایوانِ امرا) میں ہوتا تھا۔ گویا پارلیمنٹ کے اب دو حصے ہو گئے تھے دارالامرا اور دارالعوام۔ دونوں کے باہمی تعلقات پر نظر ڈالنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ امرا عوام سے مشورہ لے لیا کرتے تھے اور عوام اپنی رائے کا آزادی کے ساتھ اظہار کرتے تھے۔ پارلیمنٹ حکومت کے نظم و نسق میں اب درحقیقت ایک حد تک دخیل تھی اور سلطنت کا انتظام خوبی و خوش اسلوبی سے چلنے لگا تھا۔ میدانِ جنگ میں انگلستان کو جیت پر جیت ہو رہی تھی۔ کریسی کے معرکہ میں فرانسیسیوں کو شکست ہوئی نیول کراس (متصل ڈرہم) کی لڑائی میں اسکاٹلینڈ والوں کو زک ملی اور ان کا بادشاہ ڈیوڈ ۱۳۴۶ء میں پکڑ لیا گیا۔ کیلے پر بھی انگلستان کا قبضہ ہو چکا تھا اور اس بندرگاہ کی تسخیر نے اہلِ انگلستان کو بحری غنیم کی دستبرد سے محفوظ کر دیا تھا۔ یہ تمام فتوحات ایسی نہ تھیں جن سے اہلِ انگلستان کے دل میں جوشِ مسرت پیدا نہ ہو۔ وہ خوش تھے کہ ہر میدان میں پالا انھیں کے ہاتھ رہا ہے۔

لیکن ایک بہت بڑی مصیبت کا پہاڑ سر پر ٹوٹنے کو تھا۔ ۱۳۴۸ء میں ایک خوفناک وبا جو "کالی موت" (طاعون) کے نام سے مشہور ہے یورپ میں نمودار ہوئی۔ اور اسی اعظم

طاعون

کے ملکوں کا صفایا کرتی ہوئی انگلستان پہنچی۔ انگلستان میں اُس کا ایسا زور ہوا کہ شہروں کے بھرے محلے اور گاؤں کے اکا دکا جھونپڑے سب ایک ساتھ فنا کے گھاٹ اترنے لگے۔ موت کی گرم بازاری کا یہ عالم تھا کہ لاشوں کا دفن کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ جب تباہی کا یہ بادل چھٹا تو انگلستان کی ایک تہائی آبادی پیوندِ زمین ہو چکی تھی اور جو لوگ لڑائیوں میں حوالۂ خاک و خون ہوئے اُن کا کوئی حساب ہی نہ تھا۔ اب زمینداروں کو بڑی مشکل پیش آئی کہ ان کا کام کون کرے۔ طاعون کے ہنگامے میں لوگوں نے سراسیمہ ہو کر زراعت کا کاروبار بالکل ترک کر دیا تھا۔ کھیت ویران پڑے تھے۔ مزدور نام کو نہ ملتے تھے اور جو تھے وہ مزدوری اتنی مانگتے تھے کہ زمینداروں میں اُس کے ادا کرنے کی توفیق نہ تھی۔ اب اس جماعت کے درمیان جو مال و املاک والی تھی یا صاحبِ سرمایہ تھی اور اُس جماعت کے درمیان جو محنت مزدوری کر کے پیٹ پالتی

سرمایہ اور محنت کی کشمکش

تھی پہلی مرتبہ وہ کشمکش شروع ہوئی جس کا سلسلہ ابھی تک کسی نہ کسی شکل میں قائم ہے۔ طاعون کے زمانے میں ایک گروہ ایسے

مسٹنڈوں کا پیدا ہوگیا جو بھیک مانگ کر گزارہ کرتے تھے اور محنت سے جی چراتے تھے۔ پارلیمنٹ نے یہ حالت دیکھ کر ایک قانون نافذ کیا جس کے واجبی ہونے میں کلام نہیں کہ ہر شخص کے لئے جس کی عمر سات سال سے کم نہ ہو کسی نہ کسی طرح کی محنت کرنی لازمی ہوگی۔ لیکن اسی کے ساتھ پارلیمنٹ نے جو "قانون مزدوراں" وضع کیا وہ بڑا سخت تھا۔ اس قانون کی رو سے مزدوروں کی اُجرت کی شرح وہی قرار دی گئی جو انھیں طاعون سے پہلے ملا کرتی تھی۔ مزدور اس پر رضامند نہ ہوئے اور ان لوگوں کی محنت کرکے جو زیادہ مزدوری دینے کی توفیق رکھتے تھے، قانون سے بچنے لگے۔ زمینداروں کے لئے اب بڑی مشکل پیش آئی۔ مزدوری تو انھیں پہلے کی بہ نسبت زیادہ دینی پڑتی تھی۔ آلات زراعت اور تمام مصنوعات کے دام بھی بہت مہنگے ہو گئے تھے لیکن اناج اور گوشت جو اُن کی اراضی کی پیداوار تھا اتنی زیادہ قیمت نہ پاتا تھا اس لئے کہ ملک کی گھٹی ہوئی آبادی میں خوراک کی مانگ کم تھی۔ اس پر پارلیمنٹ نے جس کے اراکین میں زمینداروں کا عنصر بڑا زبردست تھا پرانے قوانین از سر نو رائج کر دئے جن کی رو سے ہر شخص اپنے آقا کی جاگیر میں رہ کر کام کرنے کا پابند بنا دیا گیا۔ مزدور کے لئے اپنے حلقے سے باہر جانا ممنوع قرار پایا اور ایک قاعدہ اس مضمون کا وضع کیا گیا کہ جو شخص فرار ہو جائے اُس کی پیشانی پر جلتے لوہے سے حرف "ایف" کا داغ دے دیا جائے یہ حرف "فیوجی ٹو" کا مخفف ہے جس کے معنی "مفرور" کے ہیں۔ اس طور پر بہت سے فرار شدہ غلام شہروں سے واپس لائے گئے اور بعض ایسے غلاموں کو جو اپنی آزادی خرید چکے تھے اپنے پرانے مالکوں کے ناواجبی مطالبے کی بنا پر از سر نو حلقہ بگوش ہونا پڑا۔ مزدور اب اس حقیقت سے آگاہ ہو چکے تھے کہ بحالت آزادی وہ زیادہ روپیہ کما سکتے ہیں۔ اسی لئے وہ اس ظالمانہ قانون کی گرفت میں رہ رہ کر پیچ و تاب کھاتے تھے اور اس گرفت سے چھوٹنے کیلئے طرح طرح کے حیلے کرتے رہتے تھے۔

قانون مزدوراں

اسی زمانے میں انگلستان کے قادر الکلام شاعر چاسر نے اپنی مشہور تصنیف "کنٹربری ٹیلیس" (قصص کنٹربری) سپرد قلم کی اور لینگلینڈ نے جس کی شاعری عوام میں بہت مقبول تھی ایک عجیب و غریب نظم لکھی جو "دی وژن آف پیرس پلاؤمین" (رویائے دہقان پیرس) کے نام سے موسوم ہے۔ ان دونوں نظموں کے مطالعے سے اس زمانے کے حالات کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے کہ ایک طرف تو جاگیردار اور امرائے دربار اور

جاسر اور لینگلینڈ کی تصانیف

مالدار قسیس و راہب رنگ رلیاں منا رہے اور گلچھرے اڑا رہے ہیں اور دوسری طرف ادنی طبقے کی پریشاں حال جماعتیں روز بروز زیادہ بے چین ہو رہی ہیں۔ انھیں دنوں بلیَل کالج آکسفرڈ کے صدر معلم جان وکلف نے جو انگلستان کا سب سے پہلا مصلح مذہب ہے پادریوں اور خصوصاً راہبوں کی بداعمالیوں کا کچا چٹھا اور اس گروہ کی منافقانہ

جان وکلف

روش اور حرص و آز کا راز کھولنا شروع کیا۔ وکلف آکسفرڈ کا ایک مخلص اور نیک نیت واعظ تھا۔ اُس کا یہ منشا ہرگز نہ تھا کہ ملک میں بے چینی پھیلے بلکہ وہ دین کی بھولی بسری روایتوں کو تازہ کرنا اور ارباب اقتدار کو ان کے ظلم و ستم پر سچے دل سے ملامت کرنی چاہتا تھا۔ چند سال بعد اس نے انجیل کا زبان انگریزی میں ترجمہ کیا اور بے سروسامان پادریوں کی برہنہ پا جماعت کو جو موٹے جھوٹے کپڑے کے فرغل پہنے تھی لوگوں میں اس بات کی منادی کرنے کے لئے بھیجا کہ ہر شخص خدا کے حضور میں اپنے افعال کا جواب دہ خود ہے۔ خدا کی نظروں میں تمام انسان ایک درجہ رکھتے ہیں اور امرا اور پادریوں کا فرض ہے کہ حکومت عدل و انصاف سے کریں تاکہ خدا کی ساری مخلوق کا اس میں بھلا ہو۔ آزادی کے اُن ولولہ انگیز خیالات نے کسانوں میں جو پہلے ہی بددل ہو رہے تھے ایک آگ سی لگا دی اور آیندہ عہد حکومت میں اس آگ کے شعلے آسمان تک لپکتے ہوئے نظر آئے۔

پھر بھی بظاہر امن و سکون قائم رہا اور آیندہ بیس سال کے عرصے میں پارلیمنٹ نے بہت سی مفید اصلاحات کو رواج دیا۔ ۱۳۵۱ء میں چونکہ فرانس اور انگلستان ایک دوسرے

اصلاحات پارلیمنٹ

کے دشمن تھے اور پاپائے روما ایک فرانسوی الاصل شخص تھا جو فرانس کے ایک شہر اونیان میں رہتا تھا لہذا پارلیمنٹ نے اس مضمون کا ایک قانون وضع کیا کہ پاپا کو آیندہ سے یہ حق نہ ہوگا کہ انگلستان کی قسیسی خدمتوں پر کسی بدیسی کا تقرر کرے یا اہل انگلستان سے گرانبار خراج وصول کرے۔ یاد ہوگا کہ پاپا کو شاہ جان کے زمانے سے یہ حقوق حاصل تھے۔ اب اس قانون سے یہ حقوق یکلخت زائل ہو گئے۔ ۱۳۵۳ء میں لوگوں کو قانون امتناع مداخلت پاپا کے ذریعہ سے غیر ممالک کی عدالتوں میں انگریزی مقدمات

قانون امتناع مداخلت پاپا

کے رجوع کرنے کی ممانعت کر دی گئی اور اس قانون کی اہمیت آگے چلکر بہت کچھ بڑھ گئی بلکہ ۱۳۶۲ء میں فرانسیسی کی جگہ جو اس وقت تک عدالتی زبان تھی انگریزی نے لے لی اور عدالتوں میں اب انگریزی زبان استعمال

کی جائیگی۔ ساتھ ہی یہ قاعدہ بھی جاری کردیا گیا کہ پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر بادشاہ آئندہ سے اُن پر محصول وصول کرنے نہ پائیگا۔ حکومت نے آئرلینڈ کیلیئے بھی ایک ضابطۂ قوانین مرتب کرنا چاہا لیکن یہ قوانین ابتدا ہی سے غلط تھے اور ظالمانہ بھی تھے۔ اس وقت آئرلینڈ میں تین قسم کی رعایا آباد تھی اولاً قدیم اہل آئرلینڈ جن کا مجمع ہجوم بھی ملک تھا۔ ثانیاً وہ انگریز جو مدت ہوئی نقل وطن کرکے یہاں آ بسے تھے اور قدیم باشندوں کے ساتھ شادی بیاہ کرکے یہیں کے ہو رہے تھے۔ ثالثاً وہ انگریز جو آئرلینڈ پر حکومت کرنے آئے تھے اس میں شک نہیں کہ پہلے اور دوسرے طبقے کی جماعتیں غیر مہذب اور نیم وحشی تھیں لیکن جو برتاؤ ان کے حاکموں نے اُن کے ساتھ روا رکھا وہ بڑا ہی شرم انگیز تھا۔ آئین کلکنی کی رو سے اہل آئرلینڈ کے ساتھ انگریزوں کے ازدواجی تعلقات ممنوع قرار پائے آئرلینڈ والوں کے تمام قومی کھیل تماشے بند کردئے گئے اور انھیں حکم دیا گیا کہ اپنی بول چال چھوڑکر انگریزی زبان بولیں اور انگریزی رسمیں اختیار کریں۔ بادشاہ کے بیٹے لایونل امیر کلیرنس نے جو آئرلینڈ میں نائب السلطنت ہوگیا حکم دے رکھا تھا کہ کوئی شخص جو آئرلینڈ میں پیدا ہوا ہو میرے خیمہ گاہ کے قریب بھی نہ پھٹکنے پائے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی حکومت کے ماتحت اہل آئرلینڈ کبھی اطمینان و قناعت کی زندگی نہ بسر کرسکتے تھے۔

آئین کلکنی
۱۳۶۶ء

اسی طرح اور دس سال گزر گئے۔ فرانس میں تیسرا معرکہ شکستوں پر ختم ہوا۔ بادشاہ کا ضعیفی کا عالم تھا نیک نہاد ملکہ فلپا گزرچکی تھی اور بادشاہ کے مزاج میں ایک سفلہ منش عورت ایلس پیررس دخیل ہوگئی تھی۔ بادشاہ کا سب سے بڑا بیٹا شہزادہ سیاہ پوش بستر نزع پر پڑا دم توڑ رہا تھا۔ چھوٹے بیٹے کی عمر جو ولیعہد سلطنت تھا صرف دس سال تھی حکومت دراصل بادشاہ کے تیسرے بیٹے جان رئیس گانٹ وامیر لنکسٹر کے ہاتھ میں تھی جس نے اپنی مرضی کے وزرا منتخب کر رکھے تھے اور اس کے تیور کہے دیتے تھے کہ وہ تخت سلطنت پر غاصبانہ قبضہ جمانے کی فکر میں ہے۔ آخر سنہ ۱۳۷۶ء میں ایک نئی پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد ہوا جو "نیک پارلیمنٹ" کے عرف سے مشہور ہے۔ اس پارلیمنٹ کے اراکین دارالعوام نے پہلی مرتبہ یہ جرات دکھائی کہ وزرائے سلطنت پر اُن کی بےعنوانیوں کی پاداش میں فرد قرارداد جرم لگاکر دارالامرا میں اُن پر مقدمہ چلایا۔ وزرا پر الزام یہ تھا کہ انھوں نے سرکاری رقم میں تغلب کیا ہے۔ بلا اجازت

نیک پارلیمنٹ
۱۳۷۶ء

رعایا پر ٹیکس لگائے ہیں اور بیچارے کہن سال بادشاہ کو روپیہ قرض دے کر اصل سے سوگنا زیادہ وصول کیا ہے۔ امیر لینکسٹر نے ان حملوں کے روکنے کیلئے ہمی طرح طرح کے جتن کئے لیکن شہزادۂ سیاہ پوش نے بستر مرگ پر پڑے پڑے بھی دار العوام کے فیصلہ کو برقرار رکھا۔ غرض وزراء اپنے عہدوں سے ہٹا دئے گئے اور ایلس پیررس ایوان شاہی سے نکال باہر کیگئی اگرچہ اُس نے جلد ہی واپس آکر پھر اپنا رنگ جما لیا۔ ان واقعات کے دو مہینے بعد جب ۸ رجون ۱۳۷۶ء کو شہزادۂ سیاہ پوش نے وفات پائی تو صدر اسقف کمسن شہزادۂ رچرڈ کو پارلیمنٹ میں لے آیا اور شہزادہ ولی عہد سلطنت تسلیم کر لیا گیا۔ بایں ہمہ جان رئیس گانٹ نے از سر نو اقتدار حاصل کر لیا اور ۱۳۷۷ء کی پارلیمنٹ نے سب کئے کرائے پر پانی پھیر کر ایک نیا محصول اہل ملک پر لگا دیا کہ ہر شخص سے اس قدر رقم بطور ٹیکس وصول کر لی جایا کرے۔ اس پارلیمنٹ میں دار العوام کا صدر نشین پہلی مرتبہ "اسپیکر" (رئیس تقریر) کے لقب سے ملقب ہوا۔ اسی سال ۲۱ رجون ۱۳۷۷ء کو ایڈورڈ سوم نے انتقال کیا اور تخت انگلستان جس پر گوناگوں مشکلات کا بادل چھایا ہوا تھا صرف گیارہ سال کے سن میں شہزادۂ رچرڈ کو نصیب ہوا۔

شہزادۂ سیاہ پوش کی وفات ۱۳۷۶ء

پہلا انفرادی محصول۔ ۱۳۷۷ء

رچرڈ دوم

۱۳۷۷ء لغایت ۱۳۹۹ء

رچرڈ کے سر پر تاج حکومت ۱۶ رجولائی ۱۳۷۷ء کو رکھا گیا اور ایک مجلس انتظامی نظم و نسق کے لئے مقرر کی گئی بادشاہ کے چچا اس مجلس میں شریک نہ تھے لیکن جان رئیس گانٹ کو ابھی تک بہت بڑا رسوخ حاصل تھا۔ جنگ فرانس برابر جاری تھی اور انگلستان بہت بری طرح سے اس کا خمیازہ کھینچ رہا تھا۔ مصارف جنگ کا بوجھ محصولات کی شکل میں تمام ملک کی گردن پر تھا۔ انفرادی محصول لوگوں پر پھر عائد کر دیا گیا۔ امیر لینکسٹر کو چھ پاؤنڈ تیرہ شلنگ چار پنس کی رقم ادا کرنی پڑتی تھی۔ اس سے کم درجے کے امیر چار پاؤنڈ دس پنس دیتے تھے تا آنکہ رعایا کے تمام طبقوں پر بحصۂ رسدی بٹتا ہوا یہ محصول سولہ سال سے زیادہ عمر کے غریب سے غریب شخص تک

جا پہنچتا تھا جس سے فی کس چار پنس وصول کئے جاتے تھے۔ لیکن اس پر بھی جنگ کے اخراجات پورے نہ ہوتے تھے۔ اس لئے سال آیندہ اس محصول کی شرح بڑھادی گئی۔ غریبوں پر اس بوجھ کا دُہرا دباؤ پڑا تیس سال پہلے جب قانون مزدوراں نافذ ہوا تھا تو کاریگروں اور زمینداروں کی رعایا اور مزدوری پیشہ جماعتوں پر بھاری بھاری محصول لگادئے گئے تھے جن کی وجہ سے ان میں بے چینی پیدا ہوگئی تھی جو برابر بڑھتی جاتی تھی۔ اب اس انفرادی محصول نے اُن کے صبر وتحمل کا خاتمہ ہی کردیا جا بجا خفیہ انجمنیں قائم ہونے لگیں اور وکلف کے قسیسی گماشتے جو اب "لالرڈ" (خوش نوا) کہلاتے تھے اطراف واکناف ملک میں پھر کر بگڑے ہوئے لوگوں کے مابین نامہ وپیام کی خدمت انجام دینے لگے بلکہ ان میں سے ایک پادری جان بال نامی کو لنڈن کے اسقف نے فتنہ انگیزی کے جرم میں قید بھی کردیا۔

انفرادی محصول سے نفرت

ابھی ملک میں کوئی فساد بھی نہ ہونے پایا لیکن بارود تیار ہو چکی تھی اور چنگاری پڑنے کی کسر تھی۔ شہر ڈارٹفرڈ میں ایک شخص مسمی جان کھپریل بنانے کا پیشہ کرتا تھا۔ ایک محصل نے اُس کی لڑکی کو چھیڑا تو اُس نے محصل کو چٹکی بجاتے میں مار ڈالا۔ اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ تمام ملک میں ایک آگ سی لگ گئی۔ اور صاف ظاہر ہوگیا کہ لوگوں کے درمیان کوئی خفیہ سمجھوتا پہلے سے قائم ہے۔ اس لئے کہ یارک شائر۔ لنکاشایر۔ ڈیون۔ سفاک۔ ایسکس اور کینٹ تمام مقامات کی آبادی ایک ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی اہل کینٹ نے واٹ ٹایلر کی سرکردگی میں کہ وہ اور جان ساکن ڈارٹفرڈ ہم پیشہ تھے علم انقلاب بلند کیا اور جان بال میڈسٹن کے جیل خانہ سے چھڑا کر کوچ کرتے ہوئے سیدھے بلیک ہائتھ پہنچے جہاں واٹ ٹایلر نے ایک پرجوش تقریر میں اُن کو تمام انسانوں کی مساوات کا سبق پڑھایا اور بآواز بلند یہ شعر[1] دہرائے ؎

کسانوں کا مفسدہ ۱۳۸۱ء

اہل چلاتے تھے ہمارے جدامجد جن دنوں　　اور چرخہ کاتتا تھا شغل دادی جان کا

تھی کہاں اُسوقت یہ شائستگی اے سنعمو!　　آدمی پر جس سے ہوتا ہے گماں حیوان کا

[1] اصل شعر کا لفظی ترجمہ اس قدر ہے:۔ "جب آدمؑ کدال سے زمین کھودتے تھے اور حوّا چرخہ کاتتی تھیں تو اس وقت شریف کون تھا" میں نے فحوائے کلام کے لحاظ سے اس مطلب کو ذرا پھیلا کر بیان کردیا ہے۔ مترجم۔

عالم اس تہذیب سے نا آشنا تھا اُن دنوں ۔ جس نے انسان کو بنایا ہے غلام انسان کا ایک چھپر چھانے والے نے جس کا نام جیک اسٹرا تھا ایسکس میں سر اٹھایا۔ سب لوگ اُس کے پیچھے ہولیئے اور لٹھوں زنگ آلودہ تلواروں اور کمانوں سے مسلح ہو کر ہجوم میں آملے ۔ ہرٹفرڈشائر کے باشندوں نے بھی یہی کیا اس طور پر ایک لاکھ آدمی اکھٹے ہوگئے اور یہ جم غفیر منزلیں مارتا ہوا لندن پہنچا۔ خود لندن میں بھی کھلبلی پڑی ہوئی تھی اندر کے بلوائیوں نے شہر کے پھاٹک کھول دیئے اور باہر والے اندر آگھسے۔ ۱۳ر جون کو انھوں نے پایہ تخت کے تمام قیدخانے توڑ پھوڑ ڈالے ۔جان رئیس گانٹ کی طرف سے اُن کے دل میں خاص نفرت بیٹھی ہوئی تھی۔ قصر سیوائے کو جو اُس کا گھر تھا جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ ٹمپل کی نئی سرائے میں بھی آگ لگا دی اور اُن تمام مکانات کو جن میں فلینڈرس والے آباد تھے برباد کر ڈالا۔ پھر بھی اُنھوں نے نہ تو کسی کا مال لوٹا نہ کہیں چوری کی بلکہ رات ہوتے ہی سکون اور خاموشی کے ساتھ اپنے اپنے ٹھکانوں کو چلے گئے۔ اہل کینٹ نے ٹاور ہل پر جا بسیرا کیا۔ اہل ایسکس نے مایل اینڈ میں مقام کیا اور ہرٹفرڈشایر والے ہائی بری میں شب باش ہوے۔

یہ افتاد ایسی ناگہانی تھی کہ امرا اور مجلس انتظامی کے ارکین مارے خوف کے بدحواس ہوگئے اور اس سراسیمگی کے عالم میں اُن سے کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑا اُس موقع پر صرف ایک شخص ایسا تھا جس کے اوسان خطا نہ ہونے پائے اور وہ نوعمر بادشاہ تھا اگرچہ وہ ابھی پورے سولہ سال کا بھی نہ ہونے پایا تھا لیکن اُس نے حیرت انگیز جرات اور استقامت کا ثبوت دیا۔ علی الصباح گھوڑے پر سوار ہو کر وہ مایل اینڈ پہنچا اور بلوائیوں سے مخاطب ہوکر پوچھا کہ لوگو میں تمہارا بادشاہ ہوں اور تم میری رعایا ہو۔ بتاؤ تم کیا چاہتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم آزادی چاہتے ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ جابرانہ محصول اور چنگی کے مطالبات موقوف کردئے جائیں اور بیگار کی بجائے ہم سے لگان لیا جایا کرے۔ رچرڈ نے اُن کے تمام مطالبات کی منظوری کا وعدہ کیا اور ہر حلقے کے باشندوں کے لیئے فرمان آزادی سپرد قلم کرنے پر تیس اہلکاروں کو مامور کیا۔ یہ فرامین لے کر مایل اینڈ کا ہجوم تو منتشر ہوگیا لیکن پورا فتنہ ابھی فرو نہ ہوا تھا۔ رچرڈ جس وقت ایسکس والوں کو دم دلاسا دینے میں مصروف تھا کینٹ والے ایک نیا ہنگامہ بپا کر رہے تھے قصر ٹاور میں گھس کر انھوں نے صدر اسقف کو جو وزیر خزانہ تھا قتل کر دیا۔ اور خزانے دار کو بھی جس سے اُنھیں نفرت تھی مار ڈالا اُدھر واٹ ٹائیلر

رچرڈ اپنی رعایا سے دوچار ہوتا ہے۔

تیس ہزار آدمی لئے ابھی تک لندن میں موجود تھا۔ رچرڈ اُن سے دوسرے دن اسمتھ فیلڈ میں ملا اور جب واٹ ٹائیلر نے آگے بڑھ کر بادشاہ کے گھوڑے کی باگ پر ہاتھ ڈالا تو لندن کے رئیس بلد نے ایک ہی وار میں اُس کا کام تمام کر دیا یہ دیکھ کر لوگوں کے غصّے کی کوئی انتہا نہ رہی۔ چاروں طرف سے آوازیں بلند ہوئیں کہ ہمارا سردار مار ڈالا گیا۔ اُس کا بدلہ لو اور جو سامنے آئے اُسے مار ڈالو۔ اُس کے جواب میں رچرڈ پکارا کہ لوگو میں تمہارا سردار ہوں میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ اس آواز میں کچھ ایسا بلا کا اثر تھا کہ سننے والے اُس کے پیچھے ہو لئے اور امن و سکون کے ساتھ اسلنگٹن تک اُس کے ساتھ ساتھ آئے۔ اب اتنی خرابی کے بعد فوج کو بھی ہوش آیا تھا اور وہ اسلنگٹن میں صف بستہ موجود تھی۔ لیکن رچرڈ اس بات کا روادار نہ تھا کہ اُس کی سپاہ بلوائیوں سے کچھ بھی تعرض کرے بلکہ اُس نے آزادی کے تحریری فرمان لکھ لکھ کر اُنکے حوالے کئے اور وہ مطمئن ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اس طرح لندن میں فساد کا خاتمہ ہو گیا لیکن دور دست مقامات میں آیندہ پندرہ دن کے اندر بہت سی جانیں ضائع ہوئیں اور مال کا نقصان بھی بہت کچھ ہوا۔ بادشاہ ایک لشکر جرار لے کر مفسدوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا اور کینٹ اور ایسکس کے علاقوں میں ہیبت جتھاتا ہوا گزرا جان بال اسٹرا اور صدہا دیگر اشخاص گرفتار کر کے مار ڈالے گئے اور جب پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد ہوا تو تمام وہ فرامین آزادی جو بادشاہ نے جاری کئے تھے اس بنا پر کالعدم قرار دیئے گئے کہ بادشاہ امرا کے حقوق، عوام کو بخش دینے کا مجاز نہیں ہو سکتا غرض اس تمام ہنگامہ آرائی کے باوجود

غلامی بتدریج مٹ جاتی ہے

قوم نظاہر گھاٹے ہی میں رہی لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ ظاہری نقصان ایک بہت بڑے حقیقی نفع کی تمہید تھا۔ یعنی اگرچہ اول اول ارباب اقتدار کا تشدد اور زیادہ بڑھ گیا اور غریبوں پر پہلے سے بھی بڑھ کر ظلم ہونے لگا تاہم امرا کو جلد اس حقیقت کا احساس ہو گیا کہ لوگوں کو غلامی پر مجبور کرنے میں بہت بڑا خطرہ ہے چنانچہ آیندہ ڈیڑھ سو سال کے دوران میں جبری محنت کی غلامانہ رسم رفتہ رفتہ بالکل ہی موقوف ہو گئی اور اس کی جگہ آزاد رضامندانہ محنت نے لے لی۔ بہت سی امیدیں اس دنیا میں رائیگاں جایا کرتی ہیں۔ رچرڈ کے عہد حکومت کا آغاز بہت شاندار ہوا تھا لیکن اُس کا دور فرمانروائی اُس کے حق میں سراسر ناکام اور حسرت ناک ثابت ہوا۔ اُن ناکامیوں کا

اندازہ کرنے کے لئے اس بات کا جان لینا ضروری ہے کہ اراکین دارالعوام کی قوت اب اسقدر بڑھ گئی تھی کہ بادشاہ کو روپے کی منظوری دینے سے پہلے وہ اُسے اپنے مشورہ پر کاربند ہونے کے لئے مجبور کرسکتے تھے۔ پھر بھی انھیں

پارلیمنٹ کا اقتدار

ابھی تک اپنی اس قوت سے کام لینے کا ڈھنگ نہ آیا تھا بلکہ سلطنت کے بڑے امرا نے جو ملک کے اصلی حکمراں تھے انھیں اپنی مرضی کا تابع بنا رکھا تھا۔ رچرڈ کے چچا چاہتے تھے کہ حکومت تو خود کریں اور نوجوان بادشاہ ان کا دبیل ہوکر رہے لیکن ہم دیکھ ہی چکے ہیں کہ وہ خود مقتدر اور صاحب عزم تھا اور کسی سے دب کر نہ رہنا چاہتا تھا۔ ایڈورڈ کے سات بیٹے تھے جن میں سے صرف پانچ بڑے ہوکر صاحب اقتدار ہوئے۔ اُن کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) ایڈورڈ موسوم بہ شہزادہ سیاہ پوش (۲) لایونل امیر کلارنس (۳) جان رئیس گانٹ دامیر لنکسٹر (۴) اڈمنڈ امیر یارک (۵) ٹامس امیر گلاسٹر

- ایڈورڈ (شہزادہ سیاہ پوش) ← رچرڈ دوم
- لایونل امیر کلارنس ← فلپا جس نے امیر مارچ سے عقد کیا۔ ← راجر امیر مارچ ← ایڈمنڈ امیر مارچ (ولیعہد سلطنت)
- جان رئیس گانٹ ← ہنری امیر ڈاربی جو آگے چل کر ہنری چہارم کے لقب سے فرمانروائے انگلستان ہوا

دونوں پہلے شہزادوں کا انتقال بادشاہ کے حین حیات ہی میں ہوگیا اور شہزادہ سیاہ پوش کا بیٹا رچرڈ دوم کا لقب اختیار کرکے تخت پر بیٹھا۔ اُس کے وزرا اور اُس کی مجلس انتظامی کے اراکین کسی وقت میں بھی ایسے لوگ نہ ہونے پائے جن کی قابلیت مسلمہ ہو اس کی وجہ غالبًا یہ تھی کہ بادشاہ کی ماں اور دوسرے ہواخواہوں کو اُس کے چچاؤں کے رفقا کا انتخاب گوارا نہ تھا۔ بایں ہمہ حکومت چچا ہی کرتے تھے۔ اول اول عنان اقتدار جان رئیس گانٹ کے ہاتھ میں تھی لیکن جب کسانوں کے مفسدہ میں اُس تنفر وبیزاری کا علانیہ اظہار ہوا جس کی گرد عوام کے دلوں میں اُس کی طرف سے پڑی ہوئی تھی تو وہ تین سال کے لئے ہسپانیہ چلا گیا اور اپنے بیٹے ہنری بالنگبروک امیر ڈاربی کو جسے لوگ بہت عزیز رکھتے تھے انگلستان چھوڑ

جان رئیس گانٹ کے جاتے ہی ٹامس امیر گلاسٹر برسر اختیار ہو گیا اور ۱۳۸۶ء میں جبکہ رچرڈ نابالغ تھا اُس نے امیر ارنڈل کے ساتھ مل کر پارلیمنٹ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ سرکاری رقم کے صرفِ بیجا کی پاداش میں رچرڈ کے وزیر امیر سفاک پر مقدمہ چلایا جائے اور بادشاہ کے معاملات کی نگرانی کے لیے گیارہ اشخاص کی ایک مجلس مقرر کی جائے۔ رچرڈ کو اس پر سخت طیش آیا اُس نے پارلیمنٹ کو دھتا بتائی اور لوگوں کو بھڑکا کر اپنے ساتھ ملا لینے کی کوشش شروع کر دی۔ ظاہر ہے کہ اس کا یہ فعل احمقانہ اور خود سرانہ تھا اس لیے کہ ابھی تک حکومت کا اختیار اُس کے ہاتھ میں نہ آنے پایا تھا دوسرے

گیارہ ارکین کی مجلس ۱۳۸۶ء

سال ایک پارلیمنٹ کے اجلاس میں جو بیرحم پارلیمنٹ کے نام سے مشہور ہے دارالامرا کے ارکین گلاسٹر، آرنڈل، وارک، ناٹنگھم، اور ڈاربی نے جو "امرائے مرافعین" کہلاتے ہیں بادشاہ کے مقربین کے خلاف بعلت بغاوت مرافعہ دائر کیا۔ اور ان میں سے سات کو پھانسی پر چڑھا دیا۔ ایک دیرینہ سال بہادر سردار سر سایمن برلی بھی اس لپیٹ میں آگیا اور سولی پر لٹکایا گیا۔ بادشاہ اسکو بہت چاہتا تھا۔ اور اسکی بڑی قدر کرتا تھا بلکہ نے یہاں تک کہ خود ہنری امیر ڈاربی نے بڑی منت وسماجت کی کہ اس کی جان نہ لی جائے لیکن گلاسٹر کے پتھر دل پر ان التجاؤں کا اثر نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ رچرڈ نے دیکھ لیا کہ کیسے بیرحم اور سفاک شخص سے اُس کا پالا پڑا ہے اور ایسے شخص سے عہدہ برا ہونے کے لیے کس قدر حزم و احتیاط کی ضرورت ہے۔ سال آیندہ ۱۳۸۹ء میں اُس نے اس ناگہانی اعلان سے مجلس کے تمام ارکین کو مبہوت وششدر کر دیا کہ چونکہ میری عمر تیئیس ۲۳ سال کی ہو گئی ہے اس لئے آیندہ سے میں خود حکومت کا انتظام کیا کرونگا۔ خاتمِ شاہی امیر ارنڈل کے قبضے میں تھی رچرڈ نے اسے حکم دیا کہ لاؤ میری مُہر میرے حوالے کرو ایک تو اُس کے بگڑے تیور دیکھکر سب کے ماتھے ٹھنک گئے دوسرے اس کی بات بھی واجبی تھی۔ خواہی نخواہی سب نے سر تسلیم خم کر دیا اور رچرڈ نے تمام اختیارات خود سنبھال لیئے۔

بیرحم پارلیمنٹ ۱۳۸۸ء

رچرڈ عنان حکومت خود اپنے ہاتھ میں لیتا ہے ۱۳۸۹ء

آٹھ سال تک رچرڈ نے دانشمندی اور سلیقے سے حکومت کی اور

اچھے اچھے قوانین بنا کر ملک میں نافذ کئے۔ اُسی زمانے میں دوسرے قانون امتناع مداخلت پاپا کا نفاذ ہوا۔ اس قانون کا مطلب یہ تھا کہ اگر کوئی شخص انگلستان میں پاپائے روما کا کوئی ایسا فرمان لے کر آئے گا جس کی رو سے کسی شخص کو مسیحی برادری سے اخراج کی سزا

دوسرا قانون امتناع مداخلت پاپا۔ سنہ ۱۳۹۳ء

دی گئی ہو، تو وہ مستوجب سزائے قید ہوگا اور اس کی جائداد بھی ضبط کر لی جائے گی جیسا کہ ہمیں آگے چل کر معلوم ہوگا اس قانون سے ہنری ہشتم کے عہد حکومت میں بڑے بڑے اہم نتایج مرتب ہوئے۔ رچرڈ نے آئرلینڈ کا سفر بھی کیا اور وہاں کے باشندوں سے شفقت اور ملاطفت کے ساتھ پیش آیا۔ اس اثنا میں ان لوگوں کے ساتھ جنھوں نے اُس کے رفیقوں اور ہواخواہوں کو قتل کیا تھا اُس کی طرف سے بظاہر کوئی برا برتاؤ نہ ہونے پایا۔ لیکن وہ ان واقعات کو بھولا نہ تھا۔ یہ کانٹے اُس کے دل میں برابر کھٹک رہے تھے۔ سنہ ۱۳۹۴ء میں اُس کی بی بی این نے جو بوہیمیا کی شہزادی تھی انتقال کیا اور اُس نے سنہ ۱۳۹۶ء میں شاہ فرانس کی بیٹی سے جس کی عمر صرف آٹھ سال کی تھی اس مصلحت سے عقد کیا کہ فرانس کے ساتھ پچیس سال کے لئے صلح کی جا سکے۔

اب رچرڈ ہر طرف سے فارغ ہو گیا اور وقت آپہنچا کہ وہ اپنے دشمنوں سے گن گن کر انتقام لے۔ فرانس کے ساتھ ہنگامی صلح ہو جانے کے باعث چونکہ سلسلہ جنگ منقطع ہو گیا اس لئے امرا ناراض ہو گئے اور اس کے خلاف جوڑ توڑ کرنے لگے۔

رچرڈ کا انتقام سنہ ۱۳۹۷ء

اس سے بہتر انتقام کا موقع اور کیا ہاتھ آسکتا تھا۔ گلاسٹر آرنڈل اور وارک کی گرفتاری کا فرمان جاری ہوا اور وہ چند ہی گھنٹوں میں قید کر لئے گئے۔ گلاسٹر تو کیلے بھیج دیا گیا جہاں سے دو ہفتے بعد اس کی وفات کی خبر آگئی۔ آرنڈل پر بعلت خلاف ورزی باسرکار پارلیمنٹ کے اجلاس میں مقدمہ چلایا گیا اور ثبوت جرم پر اُس کی گردن ماری گئی۔ رہا وارک سو اُسے حبس دوام کی سزا دی گئی۔ پارلیمنٹ اب کمزور ہو گئی اور اُسے طوعاً و کرہاً رچرڈ کے آگے سر تسلیم خم کرکے بادشاہ کے تمام مطالبات کی منظوری دیتے ہی بنی۔ بادشاہ کے لئے تاحیات سالانہ معاش مقرر ہو گئی اور اُسے اپنے مقربین و مصاحبین کی ایک خاص مجلس قائم کی اجازت بھی مل گئی جسے یہ اختیار حاصل تھا کہ جو عرضیاں پارلیمنٹ میں پیش ہوں

ان پر نظرثانی کرکے پارلیمنٹ کے فیصلے کو توڑ دے۔ قصہ مختصر یہ کہ رچرڈ ایک بالکل خودمختار اور مطلق العنان بادشاہ بن گیا لیکن یہی خودسری اُس کے زوال کا باعث ہوئی۔ اُس کی بے عنوانی اور خیرہ سری حد سے بڑھ گئی۔ وہ کسی کی نہ سنتا تھا اور اختلاف رائے کی ذرا تاب نہ لاسکتا تھا۔ رفتہ رفتہ اُس نے نئے محصول لگاکر لوگوں پر تشدد شروع کیا اور عدالتیں بھی اُس کی مداخلت سے محفوظ نہ رہیں۔ ان تمام باتوں نے رعایا کا دل اُس کی طرف سے پھیر دیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اس کی اچھی بات بھی لوگوں کو بری لگتی تھی۔ مثلاً زمینداروں کے مقابلے میں مزدوروں کے حقوق کی حفاظت یا لارڈ طبقے کے منادی کرنے والوں کی حمایت ایسی باتیں تھیں جن کیلئے عامۂ خلایق کو رچرڈ کا ممنون ہونا چاہئے تھا لیکن وہ پھر بھی اُس کو نفرت ہی کی نظر سے دیکھتے تھے اس لیئے کہ اُس کی رعایا پروری بھی شان استبداد لیئے ہوے تھی اور وہ لوگوں کو جتانا چاہتا تھا کہ میں اپنی مرضی کا مالک و مختار ہوں اور جو چاہوں کرسکتا ہوں۔

رچرڈ کی خودمختاری

ہنری امیر ہیرفرڈ کی جلاوطنی ۱۳۹۸ء

امرائے مرافعہ میں سے ابھی دو امیر انگلستان میں موجود تھے۔ ایک تو ناٹنگھم تھا جو اب نارفاک کی امیرالامرائی کے منصب پر فایز تھا اور دوسرا ہنری بالنگبروک امیر ہیرفرڈ تھا جو جان رئیس گانٹ کا بیٹا اور رچرڈ کا ابن عم ہوتا تھا۔ اگرچہ یہ دونوں امیر بادشاہ کے ہواخواہ تھے لیکن وہ اُن کے وجود کو اپنے حق میں خطرہ سے خالی نہ پاتا تھا۔ اسی لیئے جب اُن میں ۱۳۹۸ء میں باہم نزاع ہوئی تو رچرڈ نے اُس نزاع سے فائدہ اٹھاکر دونوں کو جلاوطن کردیا نارفاک کو عمر بھر کے لیئے اور ہنری کو چھ سال کے لیئے۔ یہ دونوں باتیں نہایت ہی خلاف انصاف تھیں اور چونکہ ہنری ہر دلعزیز تھا اس لیئے اس کا دیس نکالا لوگوں کی کمال برہمی کا باعث ہوا۔ لیکن رچرڈ کو رعایا کی ناراضی کی خس برابر بھی پرواہ نہ تھی اُسے اپنی قوت کا زعم اور اپنے اقتدار کا گھمنڈ تھا۔ سال آیندہ جب جان رئیس گانٹ کا انتقال ہوا تو اُس نے متوفی کی تمام جاگیرات جو استحقاقاً ہنری کو ترکے میں پہنچتی تھیں ضبط کرلیں اور اب اِسی اطمینان کو دل میں جگہ دیئے ہوے کہ انگلستان میں اُس کا کوئی دشمن نہیں رہا وہ مئی ۱۳۹۹ء میں دوبارہ روانہ آئرلینڈ ہوگیا۔ لیکن عین اُس وقت جب کہ اُسے اپنی سلامتی کا پورا یقین تھا تقدیر نے پلٹا کھایا اور اُس کے قصر اقتدار کا ستون دھم سے زمین پر آرہا۔

رچرڈ کا زوال ۱۳۹۹ء

ہنری جو باپ کی وفات پر لینکسٹر کی امیر الامرائی پر سرافراز ہوا تھا اپنی جاگیرات کا دعویٰ پیش کرنے کے لیئے یارک شایر میں لنگر انداز ہوا اُس کی آمد کی خبر سنتے ہی نارتھمبرلینڈ کے خاندان پرسی کے لوگ، ویسٹ مورکا امیر نیول یہاں تک کہ خود رچرڈ کا چچا امیر یارک جسے رچرڈ نایب السلطنہ بناکر چھوڑتا گیا تھا اُس سے آملے۔ رچرڈ کا کیا اب اُس کے آگے آیا۔ اُس نے اہل انگلستان کو جبر و استبداد سے دبانا چاہا تھا۔ پھر یہ کس طرح ممکن تھا کہ سارا انگلستان اس کے خلاف نہ اُٹھ کھڑا ہو۔ جب وہ دو ہفتے بعد ویلز میں لنگر انداز ہوا تو سلطنت اُس کے ہاتھ سے نکل چکی تھی۔ رچرڈ کی طرح ہنری ایڈورڈ سوم کا پوتا تھا اور ماں کی طرف سے بھی اُس کا سلسلۂ نسب ہنری سوم سے ملتا تھا (دیکھو نقشہ مندرجہ صفحہ ۱۴۷) اور اگرچہ امیر کلارنس کا پروتا امیر مارچ تخت انگلستان کا سب سے زیادہ قریبی حقدار تھا لیکن اس وقت اُس کی عمر صرف چھ سال کی تھی۔ غرض قوم رچرڈ کے ظلم و ستم سے تنگ آئی ہوئی تھی ہنری کا آنا تھا کہ سارے ملک نے اُس کا خیر مقدم کیا اور بطیب خاطر اُس کو اپنا حکمراں بنالیا۔

ویلز پہنچ کر رچرڈ فلنٹ کیسل میں قلعہ بند ہوا۔ لیکن امیر نارتھمبرلینڈ کی غداری نے مقابلے کی نوبت بھی نہ آنے دی اور اُسے ہنری کے حوالے کردیا۔ ہنری نے اُسے قید کرکے قلعہ لندن میں بھیج دیا جہاں ۲۹ ستمبر ۱۳۹۹ء کو اُس نے سلطنت سے

رچرڈ کی مفقود الخبری

دست برداری کے اقرار نامے پر دستخط ثبت کردیئے۔ دوسرے دن پارلیمنٹ نے ہنری کی بادشاہی کا اعلان کردیا۔ سال بھر بعد جب رچرڈ کو دوبارہ تخت پر بٹھانے کے لیئے ملک میں ایک جماعت نے بغاوت برپا کی تو بیان کیا گیا کہ رچرڈ کا انتقال ہوچکا ہے اور اُس کے ثبوت میں اُس کی لاش بھی لوگوں کو دکھائی گئی لیکن اُس بات کو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اُس کا خاتمہ کیونکر ہوا۔ البتہ قیاس یہی چاہتا ہے کہ خفیہ طور پر اُس کا کام تمام کردیا گیا ہوگا۔ غرض سلطنت اس طور پر خاندان لینکسٹر میں منتقل ہوگئی۔ لیکن یہ بات التزاماً یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سلطنت کا قریب ترین حقدار خاندان کلارنس سے تھا اور ہنری اور اُس کا جانشین مالک تاج و تخت محض اس لیئے ہوئے کہ پارلیمنٹ کی طرف سے اُن کا انتخاب عمل

میں آیا تھا۔ اس لیئے کہ یہی واقعہ اُس فساد کا محرک ہوا جس کا خاتمہ "گلابوں والی لڑائی" پر ہوا۔ اب ہم اُس زمانے سے لے کر جب قبالۂ اعظم نے انگریزی آزادی کی بنیادیں استوار کیں تقریباً دو سو سال کے واقعات پر نظر ڈال چکے ہیں ہم نے دیکھ لیا ہے کہ اس مدت میں پارلیمنٹ نے نشو و نما پا کر ملک کے طبقۂ عوام کے منتخب کیئے ہوئے وکلا کو رکنیت کا حق دیا۔ محصولات پر اپنی نگرانی قائم کی اور بادشاہ سے یہ حق حاصل کیا کہ اپنی ضروریات کے لیئے روپیہ کی منظوری حاصل کرنے سے پہلے اُسے رعایا کی شکایات رفع کرنی ہونگی اور اُس کے وزرا کو اپنے افعال کے لیئے پارلیمنٹ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ پارلیمنٹ میں امرا اور عوام کے اجلاس الگ الگ منعقد ہونے لگے لیکن تمام معاملات اُن کے باہمی مشورے سے طے ہونے لگے اور دو بادشاہ محض اس لیئے تخت سے اُتار دیئے گئے کہ انھوں نے اپنی رعایا کی پروانہ کی تھی اور من مانی کارروائیاں کرنی چاہی تھیں۔ لیکن ان دونوں بادشاہوں کی علیحدگی کے بانی مبانی سلطنت کے امرائے کبار تھے عوام نے یہ بیڑا نہ اٹھایا تھا اس لئے کہ شاہ جان کی زمانے کی طرح ابھی تک ایسی حالتوں میں جبکہ بادشاہ کمزور یا سرکش ہوتا تھا ملک کی حکومت کی باگ امرا ہی کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ اسی زمانے میں ویلز کا انگلستان کے ساتھ الحاق ہو گیا۔ اور اسکاٹلینڈ نے آزادی حاصل کر کے اپنے قومی بادشاہوں کا ایک سلسلہ قایم کر لیا۔ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ انگلستان نے رفتہ رفتہ خود کو اُس بھاری خراج کے بوجھ سے سبکدوش کر لیا جو پاپایان روما اُس زمانے سے وصول کر رہے تھے جب کہ شاہ جان نے پاپا کی اطاعت کا حلف اٹھا کر تاج انگلستان اپنے سر پر روما کے باجگذار ہونے کی حیثیت سے رکھا تھا۔ ساتھ ہی فلینڈرس کے ساتھ ایک وسیع پیمانے پر اُن کے بیوپار کے باعث تجارت میں ترقی ہوتی گئی اور شہروں نے جو تجارتی حقوق بتدریج حاصل کر لیئے تھے اُن کی بدولت سوداگروں کو بہت بڑا منافع حاصل ہونے لگا اس کے علاوہ قدیم زمانے میں جو تکلیف دہ محصول بادشاہ رعایا سے وصول کیا کرتے تھے وہ بھی موقوف ہو گئے ہم نے اُس تحریک کو بارور ہوتے بھی دیکھ لیا ہے جس نے قوم کے طبقۂ عوام میں ہیجان پیدا کر کے ملک میں جمہوریت کی روح پھونک دی کہ پہلے تو امرا اور جاگیرداروں کے

۱۲۱۶ء سے لیکر ۱۳۹۹ء تک کے واقعات کا خلاصہ

علاقوں نے رفتہ رفتہ آزادی حاصل کرلی۔ پھر کاشتکاروں نے مالکوں کی محنت کرنے لی۔ بجائے انھیں لگان دینا شروع کیا۔ پھر وکلف نے عوام کو آزادیِ ضمیر کی تعلیم دی اور بائبل کا انگریزی زبان میں ترجمہ کر ڈالا جس سے لوگ اس قابل ہوگئے کہ کتابِ مقدس کو خود پڑھ کر اس پر غور کرسکیں اور اس طور سے گویا اصلاحِ کلیسا کی پہلی داغ بیل ڈال دی۔ خود وکلف اسقفِ لندن کے ساتھ ایک طولانی مباحثے کے بعد اپنے حلقۂ لٹروتھ میں جاکر گوشہ نشین ہوگیا جہاں اس نے ۱۳۸۴ء میں وفات پائی۔ لیکن اس کے پیرووں کا گروہ یعنی طبقہ لالرڈ بدستور قائم رہا اور آئندہ عہد میں ہمیں ان سے ابھی بہت کچھ سابقہ پڑے گا۔

ان دو صدیوں کے خاتمے پر ہم انگلستان کو فرانس سے برسرِ جنگ چھوڑتے ہیں۔ اس لئے کہ جو ہنگامی صلح رچرڈ نے کی تھی وہ اسی کے ساتھ ختم ہوگئی۔ بیرونی جنگ کے علاوہ انگلستان ایک اندرونی کشمکش میں بھی مبتلا ہوا ہی چاہتا ہے اور اس خانہ جنگی کا باعث یہ ہے کہ تختِ انگلستان کے سب سے زیادہ قریبی حقدار کے موجود ہوتے ہوئے ہنری تخت نشین ہوگیا تھا آگے چل کر ہمیں معلوم ہوگا کہ اس جنگ میں جو فرانس سے چھڑی ہوئی تھی اور ان معرکوں میں جو خود ملک کے اندر پیش آئے اتنے زیادہ خاندان تباہ ہوگئے کہ جب یہ معرکے ختم ہوئے تو امرائے کبار کا وہ طبقہ جو بادشاہ اور اس کی رعایا کے درمیان حائل تھا اپنی حالت میں باقی نہ رہا تھا۔

گیارھواں باب

خاندان لینکسٹر

ہنری چہارم سنہ ۱۳۹۹ء لغایت سنہ ۱۴۱۳ء
ہنری پنجم سنہ ۱۴۱۳ء لغایت سنہ ۱۴۲۲ء
ہنری ششم سنہ ۱۴۲۲ء لغایت سنہ ۱۴۶۱ء
(تخت سے اتار دیا گیا)

سنہ ۱۳۹۹ء جس کے حالات اب ہمارے پیش نظر ہیں تاریخ انگلستان کے ایک ایسے دور کی تمہید ہے جس میں بہت سخت افراتفری پڑی رہی۔ آئندہ اسی سال کے زمانے میں کسی بادشاہ کو بھی بلاغل وغش حکومت کرنی نصیب نہ ہوئی۔ سلطنت کا ایک نہ ایک دعوے دار ہر وقت موجود ہوتا تھا اور اس کی وجہ سے فسادوں اور خانہ جنگیوں کا ایک تانتا بندھا ہوا تھا۔ قدیم خاندانوں کا ایک بڑا حصہ اسی آپس کے کشت وخون میں تباہ ہو گیا۔ اور امرا کے اکثر گھرانے بے چراغ ہو گئے۔

ہشتاد سالہ نزاعی دور

ہنری چہارم کے پہلے ہی دو حریف موجود تھے۔ یعنی رچرڈ دوم جو یارک شایر کے قلعہ پانٹی فرکیٹ میں قید تھا اور بادشاہ کا کمسن بھتیجا ایڈمنڈ مارٹیمر امیر مارچ جو اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ قلعہ ونڈسر میں پرورش پا رہا تھا۔ ہنری کو تخت پر بیٹھے پورے تین مہینے بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ بتاریخ ۴ جنوری سنہ ۱۴۰۰ء کینٹ ہنٹنگڈن اور سالسبری کے امرا نے لارڈ ڈسپنسر کے ساتھ مل کر رچرڈ کو از سر نو تخت پر بٹھانے کے لیے آپس میں سازش کی لیکن یہ راز طشت از بام ہو گیا اور سب شرکائے سازش قتل کر دیے گئے۔ غالباً اس بات کا علم ہمیں کبھی بھی نہ ہو سکے گا کہ رچرڈ اپنی موت سے مرا یا یہ سازش اس کی موت

ہنری کے خلاف بغاوتیں سنہ ۱۴۰۰ تا [illegible]ء

کا باعث ہوئی۔ لیکن یہ ایک واقعہ ہے کہ چند ہی ہفتہ بعد رچرڈ کی وفات کا
اعلان کیا گیا اور اس کی لاش لوگوں کو دکھائی گئی اگرچہ بہت سے لوگوں کو
شک تھا کہ لاش واقع میں رچرڈ کی ہے بھی یا نہیں۔ اس کے کچھ ہی روز
بعد ویلز کے ایک رئیس اوون گلنڈوور نے جو لیولن کی شاہی نسل سے
تھا اور رچرڈ دوم کی جان نثارانہ رفاقت کا حق ادا کرتا چلا آیا تھا ویلز میں
بغاوت کی اور تمام باشندگان ویلز اُس کی مدد کو اُٹھ کھڑے ہوئے
ہنری نے کئی دفعہ اس پر چڑھائی کی اور اپنے نوعمر بیٹے شہزادہ ویلز کو
ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ اس مہم پر روانہ کیا لیکن گلنڈوور ہر دفعہ
کوہستانی کمین گاہوں میں جا چھپتا تھا اور انگریزی فوج کا مقابلہ کرنے کے لیے
برف و باد کو اپنا قائم مقام چھوڑ جاتا تھا اور جب یہ فوج رخصت ہو جاتی تھی تو
پھر آ کر ملک پر تسلط جما لیتا تھا۔

جنگ ہومِلڈن ہل سنہ ۱۴۰۲ء

اسکاٹلینڈ کے ساتھ بھی لڑائی چھڑی ہوئی تھی اور خاندان
پرسی یعنی امیر نارتھمبرلینڈ اور اُس کا جنگ آزما بیٹا
ہیری ہاٹسپر جنھوں نے ہنری کو تخت پر بٹھانے میں
مدد دی تھی انگلستان کے شمالی علاقہ کو اسکاٹلینڈ والوں کے حملوں سے
بچانے میں مصروف تھے۔ دریائے ٹاین کے کنارے ہولمڈن ہل پر
ایک جنگ ہوئی جس میں اسکاٹلینڈ کی فوج نے شکست کھائی اور بہت
سے سربرآوردہ قیدی باپ بیٹوں کے ہاتھ آئے۔ کہ اُن قیدیوں کے
فدیہ سے انھیں بہت بڑی رقم وصول ہونے کی امید تھی لیکن ہنری نے
قیدیوں پر اپنا حق ثابت کر کے انھیں ناراض کر دیا۔ ایک اور بات
بھی ان دونوں امرا کی برہمی کا باعث ہوئی تھی اور وہ یہ کہ ایڈمنڈ مارٹیمر کو
جو ہیری ہاٹسپر کا برادر نسبتی تھا ہنری ویلز میں بحالت قید چھوڑتا آیا تھا۔ یہ
سمجھ کر کہ بادشاہ احسان فراموش ہے دونوں باپ بیٹے اس سے
بگڑ گئے اور گلنڈوور سے جا ملے۔ ادھر ملک میں یہ غلغلہ بلند ہوا کہ

امرائے خاندان پرسی اور گلنڈوور کی بغاوت سنہ ۱۴۰۳ء

رچرڈ اسکاٹلینڈ میں ابھی تک جیتا جاگتا موجود ہے۔

ساتھ ہی فرانسیسیوں نے باغیوں کی امداد کے لیئے کچھ فوج ویلز میں لا اتاری۔ اور ہنری کو اپنے تخت و تاج کی حفاظت کے لیئے پھر ایک بار تیغ بکف ہونا پڑا۔ اپنے دو نوعمر بیٹوں ہنری شہزادہ ویلز اور جان امیر بیڈفرڈ کو ساتھ لیئے ہوئے بادشاہ باغیوں کے مقابلے کے لیئے بڑھا۔ شروس بری کی مشہور لڑائی میں باغیوں کو شکست ہوئی ہیری ہاٹسپر میدان جنگ میں کام آیا۔ اور بہت سے امرا گرفتار ہو کر قتل کر دیئے گئے۔

موبرے اور اسکروپ کی بغاوت۔ ۱۴۰۵ء

لیکن نارتھمبرلینڈ کا کہن سال امیر ابھی باقی تھا۔ ۱۴۰۵ء میں لیڈی ڈسپنسر کمسن امیر مارچ کو ونڈسر سے بھگا لے گئی۔ شوریدہ بخت ہنری نے اس لڑکے کو دوبارہ گرفتار کیا ہی تھا کہ شمال کی طرف سے ایک نئی بغاوت کے پھوٹنے کی خبر آئی شاہی فوجیں اُس کے فرو کرنے کے لیئے فوراً روانہ ہوگئیں اور باغی منتشر کر دیئے گئے۔ اس مرتبہ امیر موبرے اور رچرڈ اسکروپ صدر اسقف یارک بعلت بغاوت قتل کر دیئے گئے۔

امن کا زمانہ ۱۴۰۵ء تا ۱۴۱۳ء

اس کے بعد ہنری کو امن نصیب ہوا اور کوئی مزید شورش اُس کے اطمینان میں مخل نہ ہوئی۔ ۱۴۰۵ء میں شہزادہ جیمز ولیعہد اسکاٹلینڈ فرانس کو جا رہا تھا کہ رستے میں انگریزی جہازوں نے اُسے گرفتار کر لیا۔ ہنری اس شہزادہ کو اپنے پاس رکھ کر اُس کی تربیت اپنی نگرانی میں کرنے لگا۔ اور اس حکمت عملی کا اثر یہ ہوا کہ اسکاٹلینڈ والوں نے اُس کے خلاف پھر سر نہ اٹھایا۔ فرانس کی طرف سے بھی اب کوئی کھٹکا نہ رہا اس لیئے کہ چارلس ششم شاہ فرانس تو دیوانہ ہو گیا تھا اور آرلینس اور برگنڈی کے دونوں امیر کبیر نائب السلطنت کے منصب پر فائز ہونے کے لیئے آپس میں لڑ رہے تھے انھیں اتنی فرصت کہاں تھی کہ گلینڈ ڈوور کو امداد بھیجیں چنانچہ ہنری شہزادہ ویلز نے جو اس نوعمری ہی میں سپہگری کے جوہر دکھانے لگا تھا گلینڈ ڈوور کو رفتہ رفتہ ویلز کے جنوبی علاقے سے بے دخل کر دیا اور وہ پہاڑوں اور درّوں میں مارا مارا پھرنے لگا۔ بالآخر ۱۴۱۵ء میں

امیر نارتھمبر لینڈ میدان جنگ میں مارا گیا اور پھر کسی کو ہنری کی مخالفت کا حوصلہ نہ ہوا۔

لیکن مسلسل بے اطمینانی اور تذبذب کا یہ ہفت سالہ دور بادشاہ کے لیئے سخت پریشان کن تھا۔ اپنے امرا پر وہ بھروسا کر نہ سکتا تھا اس لیئے مجبوراً پارلیمنٹ اور کلیسا کو اُسے اپنا بنانا پڑا۔ فرانس کی طویل جنگ کے مصارف کے لیئے اراکین دارالعوام زیادہ روپیہ کی منظوری دیتے ہوئے بہت کچھ جھجکتے تھے اور بادشاہ کا ہاتھ اکثر خالی رہتا تھا۔ یہ دیکھکر کہ بادشاہ اُنکا دست نگر ہے اراکین دارالعوام نے اُس پر دباؤ ڈالنا شروع کیا

دارالعوام کو روپیہ کی منظوری دینے کا حق حاصل ہو جاتا ہے ۔ ۱۴۰۷ء

اور نہ صرف یہ کہ شاہی کونسل کے اراکین اور شاہی محل کے افسروں کا تقرر اپنی مرضی کے موافق کر لیا بلکہ دارالامرا کو بھی مجبور کر کے یہ حق خاص اپنے لیئے محفوظ کرا لیا کہ بادشاہ کو جب روپیہ کی ضرورت پیش آئے تو اُنکی شکایات پر لحاظ مناسب کرنے کے بعد انھیں سے منظوری لیا کرے۔

قومی آزادی کی شاہراہ کے لیئے یہ کارروائی گویا ایک نئی منزل کا طے کرنا تھی لیکن اسی زمانے میں ایک قانون ایسا بھی نافذ کیا گیا جس کے ظالمانہ تشدد کی کوئی انتہا نہ رہی اور اس ظلم و ستم کا سلسلہ سو سال سے بھی زیادہ عرصے تک قائم رہا۔ ہنری کے جلوس کے بعد دوسری فیسی مجلس کا انعقاد صدر اسقف ارنڈل کی تحریک پر ۲۴ جنوری ۱۴۰۱ء کو ہوا۔ اس مجلس نے بادشاہ کی خدمت میں اس مضمون کی ایک درخواست پیش کی کہ لارڈ طبقہ کے بدعقیدہ

قانون انسداد الحاد ۔ ۱۴۰۱ء

پادریوں کا قلع قمع کر دیا جائے۔ چنانچہ پارلیمنٹ کے آئندہ اجلاس میں یہ قانون جاری کیا گیا کہ جو شخص بدعتی عقائد رکھتا ہو اگر ایک دفعہ کی تنبیہ کے بعد بھی اپنے عقیدے پر قائم رہے گا تو افسران عدالت کے حوالے کر دیا جائیگا اور زندہ جلا دیا جائے گا۔ اس خوفناک قانون کے وضع و نفاذ کے غالباً تین سبب تھے۔ اول تو پادریوں کو اس بات کا کھٹکا لگا ہوا تھا کہ

طبقہ لارڈ لوگوں کو گمراہ کر دے گا اور کلیسا کی جائداد پر قابض ہو جائے گا۔ ثانیاً پارلیمنٹ بھی اس گروہ سے خائف تھی اس لیئے کہ وہ قانون اراضی اور قانون محصولات میں ترمیم کا خواہاں تھا اور جو غلام جاگیرداروں کے پاس باقی رہ گئے تھے اُن کو آزاد کرانا چاہتا تھا۔ ثالثاً خود ہنری بھی اس جماعت سے ڈرتا تھا اس لیئے کہ رچرڈ نے اُن کی حمایت کی تھی غرض ماہ فروری ۱۴۰۱ء میں انسان نے پہلی مرتبہ وہ آگ روشن کی جس کے شعلوں نے اُس کے ہم جنسوں کو محض اختلاف عقائد کی پاداش میں جلا کر خاکستر کر دیا۔ نارفاک کا ایک پادری ولیم ساٹر نامی لارڈ عقاید کی تلقین کے لیئے لندن آیا تھا۔ اس بیچارے کو دہکتی چتا میں زندہ جلا دیا گیا۔

لیکن اگر اس واقعہ سے قطع نظر کی جائے کہ صدر اسقف ارنڈل طبقہ لالرڈ کے درپئے آزار و ایذا تھا تو باقی ہر ایک لحاظ سے اُس کی فراست اور قابلیت کی ہمیں داد دینی پڑتی ہے اور یہی قول ہنری کے سوتیلے بھائیوں پر صادق آتا ہے جو بوفرٹ کے خاندانی نام سے موسوم تھے اور ہنری کے عہد میں وزارت خزانہ کے منصب پر مامور ہوئے۔ یہ دونوں بھائی جان ڈیوک گانٹ کے بیٹے تھے اُن کی ماں جان کی تیسری بی بی کیتھرائن سوین فرڈ تھی

> ٹامس بوفرٹ وزیر خزانہ ۱۴۰۹ء

(دیکھو نقشہ مندرجہ صفحہ ۱۳۲/۲۳) اور رچرڈ دوم نے ان کا اولاد جایز ہونا تسلیم کر لیا تھا۔ ہنری کی صحت اب بگڑ گئی اور اُسے آئے دن دورے اٹھنے لگے۔ باپ کی علالت کے باعث ولیعہد سلطنت برسر اقتدار تھا اور برادران بوفرٹ اُس کے مشیر و ندیم ہونے کی حیثیت سے اپنی خدمات قابلیت اور وفاداری کے ساتھ انجام دیتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ اُنھوں نے بادشاہ سے خواہش بھی ظاہر کی کہ تخت و تاج سے بحق ولیعہد دست بردار ہو جائے لیکن وہ اس بات پر رضامند نہ ہوا۔ کچھ عرصے کے لیئے بادشاہ کی صحت عود بھی کر آئی اور اس پر ولیعہد جس نے مجلس انتظامی میں نمایاں حصہ لیا تھا خانہ نشین ہو گیا اور وزارت خزانہ کا

قلمدان پھر آرنڈل کے تفویض ہوا - یہ صورت حالات ایک مدت تک اسی طرح قائم رہی تا آنکہ ایک دن جبکہ بادشاہ خانقاہ ویسٹ منسٹر میں عبادت کر رہا تھا اُسے یکایک دورہ اٹھا اور ۲۰ مارچ ۱۴۱۳ء کو اُس کا انتقال ہوگیا - ہنری نے چار بیٹے یادگار چھوڑے :- (۱) ہنری جو اُس کا جانشین ہوا (۲) ٹامس امیر کلارنس (۳) جان امیر بیڈفرڈ جس کی دانشمندی اور شرافت کا ہر چھوٹا بڑا معترف تھا اور (۴) ہمفری امیر گلاسٹر جو ننگ خاندان تھا ؂

ہنری پنجم

۱۴۱۳ء لغایت ۱۴۲۲ء

اب نو سال تک انگلستان کو غیر ممالک میں پھر شاندار فتوحات نصیب ہوتی رہیں۔ باپ کی وفات پر ہنری پنجم کی عمر پچیس سال کی تھی اور ایک فتحمند سپہ سالار اور تجربہ کار مدبر ہونے کی حیثیت سے اُس کا نام پہلے ہی نکل چکا تھا۔ کہتے ہیں کہ جوانی میں وہ بہت کچھ وارستہ مزاج تھا اور قانون کی خلاف ورزی کرنے کی پاداش میں جج گیسکاین نے اُسے ایک دفعہ قید بھی کر دیا تھا۔ لیکن اگر یہ واقعہ صحیح ہو تو اس کی تلافی کے لیئے اس کی دوسری خوبیاں کچھ کم نہ تھیں۔ اُس نے گلنڈوور کو شکست دیکر ایک بڑے زبردست دشمن کو نیچا دکھایا تھا۔ جب ارکین دارالعوام نے کلیسا کی جائداد ضبط کر لینی چاہی تھی تو اُس نے بڑی جرأت سے اُن کی مخالفت کی تھی اور مجلس انتظامی کے رکن رکین ہونے کی حیثیت سے نظم و نسق سلطنت کا کام بڑی خوش اسلوبی سے چلایا تھا جو سلطنت اُسے میراث میں ملی تھی اُس کی بنیادیں اُس کے باپ کے زبردست و عدل گستر عہد حکومت میں استوار ہو چکی تھیں اور مبدءِ فیاض سے اُس کو اس بات کی توفیق عطا ہوئی تھی کہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلے۔

مسودات قانون کی بلا ترمیم منظوری۔ ۱۴۱۴ء

اپنی تخت نشینی کے پہلے ہی سال میں اُس نے ارکین دارالعوام کو ایک ایسا حق بخش دیا جس کی انھیں مدت سے تمنا تھی یعنی یہ کہ اُن کی عرضداشتیں جواب مسودات قانون کے نام سے موسوم ہونے لگی تھیں اُن کے اجلاس سے مرتب ہونے کے بعد کسی ترمیم و تغییر کے بغیر بہ شکل قانون نافذ ہو جایا کریں اور جس شکل میں وہ بادشاہ کے سامنے پیش ہوں اُسی شکل میں منظور یا نامنظور ہوا کریں۔ اسی سال پارلیمنٹ نے اس امر کی نسبت بھی اپنی رضامندی کا

باشندگان ممالک غیر کی موقوفہ املاک پر بادشاہ کا قبضہ سنہ ۱۴۱۴ء

اظہار کیا کہ ممالک غیر کی مذہبی جماعتوں کا انگلستان میں جس قدر اوقاف پر اس
وقت تک دوامی تصرف تھا وہ سب بادشاہ
کے قبضے میں دیدیئے جائیں۔

غرض ہنری کا عہد حکومت نیک ساعت میں شروع ہوا۔ اس کا بھائی امیر بیڈفرڈ
اس کا حقیقی بہی خواہ اور فرزانہ مشیر تھا۔ اس کے لائق وزیر خزانہ ہنری بوفرٹ
اسقف ونچسٹر کی وفاداری سونے پر سہاگا تھی وہ خود راست گفتاری راست کرداری
شجاعت اور ایثار کی جیتی جاگتی تصویر تھا۔ ان تمام باتوں نے مل ملا کر اُسکے
مختصر عہد حکومت میں اسے انگریزی قوم کی آنکھوں کا تارا بنا دیا۔ جو صاحب
قوت وسطوت والے ہوتے ہیں وہ اپنے حریفوں کے ساتھ بھی احسان

ہنری پنجم کی طاقت اور ہر دلعزیزی

کر سکتے ہیں۔ ہنری نے خاندان مارٹیمر کی جاگیرات
نوجوان امیر مارچ کو بخش دیں اور نارتھمبرلینڈ کی امارات
ہیری ہاٹسپر کے بیٹے کو بحال کر دی۔ شاہ رچرڈ کی لاش
ایبٹس لینگلی میں دفن تھی ہنری نے اس لاش کو شاہی اعزاز واکرام کے ساتھ
خانقاہ ویسٹ منسٹر کے قبرستان میں منتقل کر دیا۔ اس نے اسکاٹلینڈ کے
نوعمر بادشاہ کو بھی مراجعت کی اجازت دیدی لیکن امیر البنی جو نائب السلطنت
تھا سنگ راہ ہوا اور جیمز نے انگلستان کے قیام ہی کو اپنے حق میں بہتر
سمجھا۔ ۱۴۱۵ء میں مارٹیمر کے برادر نسبتی رچرڈ امیر کیمبرج نے ایک گہری
سازش البتہ ہنری کے خلاف کی لیکن اس سازش کا بھانڈا جلد پھوٹ گیا۔
اور رچرڈ اور اس کے شریک لارڈ اسکروپ اور سر ٹامس گرے کی گردن
ماری گئی۔ باوجودیکہ ملک میں کئی بار قحط پڑے اور ۱۴۲۰ء میں وبائے طاعون
بھی نمودار ہوئی لیکن پھر بھی کئی سال سے قوم کی خوش حالی روبہ ترقی تھی۔
محنت آزاد ہو چلی تھی۔ دہقان اور کسان اپنے کھیت دوسرے کاشتکاروں
کو ٹھیکے پر دینے کے مجاز ہو گئے تھے۔ اور جو قوانین اس زمانے میں ملبوسات
کے متعلق لوگوں کے اسراف کو روکنے کے لیئے نافذ کیئے گئے اُن سے
ثابت ہوتا ہے کہ ملک میں روپے کی کمی نہ تھی۔ مثلاً اُن قوانین کی رو سے

کسی مزدور کی بی بی مجاز نہ تھی کہ زرتار پٹکا باندھے یا دو شلنگ (موجودہ زمانے کے بیس شلنگ کے مساوی) فی گز سے زیادہ قیمت کے کپڑے کا لباس پہنے۔ ہالینڈ، ساحل بالٹک، فلینڈرس، وینس اور دیگر ممالک کے ساتھ تجارت کو فروغ دینے کے لیے جو نئے معاہدات سپرد قلم ہوئے

قوم کی حالت

اُن سے جہاز سازی کی ترقی اور تجارت کی گرم بازاری کا ثبوت ملتا ہے۔ نیوکیسل کے کوئلے کا بیوپار بہت بامنفعت ہو رہا تھا اور اگرچہ فرمانروایان انگلستان از راہ حماقت سکۂ رائج الوقت کو مغشوش کرنے یعنی چاندی کی تعداد گھٹانے اور کھوٹ کی مقدار بڑھانے میں لگے تھے پھر بھی سکہ کا چلن خوب تھا۔ سوداگروں کا طبقہ دولتمند اور طاقتور تھا۔ ڈک وٹنگٹن جو تین مرتبہ لندن کا رئیس بلد منتخب ہوا اسی پیشے کا ایک مشہور رکن ہے۔ پیشہ وروں نے انجمنیں قائم کر رکھی تھیں جو مزدوروں کے حقوق کی حفاظت کرتی تھیں اور اچھے کام کرنے والوں کے حوصلے بڑھاتی تھیں۔

لوگوں میں اگر کوئی بے چینی پائی جاتی تھی تو اُس کا باعث لالرڈ تھے جن کے خیالات و عقائد ملک میں دور دور پھیل گئے تھے۔ سرجان اولڈکیسل ایک دبنگ جاگیردار تھا جو کابہم کی رئیسہ کے ساتھ عقد کر کے اور اپنی بی بی کی آبائی امارت سے حصہ پاکر لارڈ کابہم کے لقب سے ملقب ہوا تھا۔ جماعت لالرڈ کئی سال سے اُس کے زیر حمایت تھی۔ فنون سپہگری میں طاق ہونے کے علاوہ وہ پارلیمنٹ کا ممبر بھی تھا اور مرد از العوام میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اگرچہ فرقۂ لالرڈ کے پیرووں نے

فرقۂ لالرڈ کی بغاوت
سنہ ۱۴۱۳ء

اُس کے قلعے کو جو علاقہ کینٹ میں بہ مقام کولنگ واقع تھا اپنا صدر مقام بنا رکھا تھا پھر بھی کسی کو اُس سے تعرض کرنے کا حوصلہ نہ پڑتا تھا۔ ہنری پنجم نے بارہا کوشش کی کہ کسی طرح وہ اپنے عقائد سے رجوع کرے لیکن اُس دھن کے پکے نے ایک نہ مانی اور برابر اپنے عقیدے پر جما رہا۔ آخر بادشاہ کے حکم سے وہ گرفتار کر لیا گیا

اور اُس کے حق میں سزائے موت تجویز کی گئی لیکن سزایاب ہونے سے پہلے ہی وہ قلعۂ لندن سے فرار ہو گیا۔ اُس کا فرار ہونا تھا کہ فرقۂ لالرڈ کے پیرو ایک ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اُن لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت مضافات لندن کے میدانوں میں بہ مقام سینٹ جائلز آ جمع ہوئی۔ لیکن ہنری اس فتنے کا سر کچلنے کے لیئے پہلے سے تیار تھا۔ اُس نے شہر کے تمام پھاٹک بند کرا دیئے کہ باغی اندر گھسنے نہ پائیں اور شاہی فوجوں نے آگے بڑھ کر ساری جماعت کو ایک ہی حملے میں منتشر کر دیا فرقۂ لالرڈ کے انتالیس اکابر قتل کیئے گئے اور لارڈ کابہم ویلز بھاگ گیا۔ لیکن ۱۴۱۷ء میں گرفتار ہو کر طوق و سلاسل میں جکڑا گیا۔ اسی حالت میں اُسے سولی پر لٹکا دیا گیا اور اس کی لاش جلا دی گئی۔

اس کے بعد لالرڈ بتدریج معدوم ہو گئے۔ لیکن ملک میں عام طور پر بے چینی کے آثار باقی رہے اور یہی وجہ تھی کہ فرانسیسیوں نے بساط جنگ از سر نو بچھا دی اسا قصد چاہتے تھے کہ لوگوں کی توجہ فرقۂ لالرڈ اور اُس کی تعلیم کی طرف سے ہٹ جائے اور ساتھ ہی وہ اس بات کے بھی خواہشمند تھے کہ کسی طرح پارلیمنٹ کلیسا کے اوقاف کی ضبطی کے خیال سے باز آ جائے۔ دوسری طرف سوداگروں کی آرزو تھی کہ اُن کے لیئے تجارت کی نئی راہیں کھل جائیں۔ رہے امرا سو وہ امن و امان کی حالت سے پہلے ہی تنگ آئے ہوئے تھے۔ ان ایام میں جنگی فتوحات اور تسخیر ممالک کو بادشاہوں اور قوموں کی عزت کا ذریعہ سمجھتے تھے ہنری کی اولوالعزمی بھی جاہ طلبی کا یہی پہلو لیئے ہوئے تھی اور اس کے علاوہ اُسے یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ فرانس میں جو خانہ جنگی چھڑی ہوئی ہے وہ اگر کسی طرح ختم کر دی جائے تو یہ بات ہر پہلو سے قرین مصلحت ہو گی پس اگرچہ تاج فرانس پر اُس کا حق ایڈورڈ سوم کے برابر بھی نہ تھا تاہم اس نے ماہ اپریل ۱۴۱۵ء میں باضابطہ طور پر اعلان کر دیا کہ تخت فرانس کا جائز حقدار میں ہوں اور جنگ پھر شروع ہو گئی۔

جنگ فرانس کی تجدید کے اسباب

فتح ہارفلیور
اگست ۱۴۱۵ء

اگست ۱۴۱۵ء کو ہنری نارمنڈی کی بندرگاہ ہارفلیور کے قریب لنگر انداز ہوا اور ایک ہولناک محاصرے کے بعد اس کو سر کر لیا۔ اس محاصرے کے دوران میں انگریزی فوج میں بیماری پھیل گئی اور کئی ہزار آدمیوں کا نقصان ہوا۔ تسخیر ہارفلیور کے بعد ہنری [illegible] کیلے کی طرف بڑھا۔ ایجنکورٹ کے میدان پر جو [illegible] واقع ہے اس کے مقابلے کے لئے ساٹھ ہزار فرانسیسی موجود تھے جنھوں نے اب آپس میں ایکا کر لیا تھا۔ ہنری کی فوج کی تعداد زیادہ سے زیادہ نو ہزار ہوگی لیکن انگریزی

جنگ ایجنکورٹ
اکتوبر ۱۴۱۵ء

تیر اندازی پھر اپنا کام کر گئی۔ انگریزی تیروں کی بوچھار نے فرانسیسی رسالے کو منتشر کر دیا۔ گیارہ ہزار فرانسیسی میدان جنگ میں کام آئے جن میں ایک سو سے اوپر امرا و شہزادے تھے۔ اس فتح عظیم کے باوجود ہنری کو مراجعت انگلستان پر مجبور ہونا پڑا اس لئے کہ اس کی فوج بہت ہی خستہ و ماندہ ہوگئی تھی۔ کہیں دو سال بعد ۱۴۱۷ء میں وہ تیس ہزار فوج کے ساتھ پھر پلٹا اور علاقۂ نارمنڈی کے تمام قلعوں اور شہروں اور بندرگاہوں کو فتح کر لیا۔ یہ معرکہ بڑا شدید اور طویل تھا۔ ۱۴۱۸ء میں ایک شہر روین ہی کے محاصرے پر چھ مہینے کی مدت صرف ہوئی۔ شہر والوں نے آخر وقت تک مقابلہ کرنے کا عزم کر لیا تھا۔ بارے فاقوں سے وہ جاں بلب تھے مگر شہر والوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ بارہ ہزار فاقہ کش مردوں، عورتوں اور بچوں کو شہر کے پھاٹکوں سے باہر نکال دیا تھا اور یہ بیچارے فصیل شہر اور انگریزی فوج کے درمیان بھوک کے عذاب سے پڑے دم توڑ رہے تھے۔

محاصرۂ روین
۱۴۱۹ء

آخر جب ہار محصورین نے شہر کو آگ لگا کر خاک سیاہ کر ڈالنے کی دھمکی دی تو ہنری نے اُن کے ساتھ صلح کر لی لیکن اُن کے جوانمرد سردار ایلن بلانشرڈ کو قتل کر دیا۔ سال آیندہ ہنری نے پانٹائز کو مسخر کیا اور پیرس کے محاصرے کی تیاریاں

کر ہی رہا تھا کہ تقدیر نے یاوری کی اور غیب سے ایسی کامیابی کے سامان پیدا ہو گئے جس کا اُسے وہم و گمان بھی نہ تھا۔ جان امیر برگنڈی چارلس ولیعہد فرانس سے کسی امر خاص میں مشورہ کرنے گیا تھا۔ امیر آرلینئز کے رفقا نے اُسے دھوکا دے کر ولیعہد کے مواجہ ہی میں قتل کر دیا۔ اہل برگنڈی آرلینئس والوں کی اس غداری پر آپے سے باہر ہو گئے اور ہنری سے جا ملے۔ اور تو اور مسلوب الحواس شاہ فرانس کی ملکہ اسابل بھی اپنے بیٹے کی مخالف ہو گئی اور اپنی بیٹی کیتھرائن کا حق قرابت ہنری کو دے دیا۔ غرض ۲۱ر مئی سنہ ۱۴۲۰ء کو ٹرائز میں ایک عہد نامہ مرتب ہوا جس کی رو سے

ہنری نائب السلطنت فرانس مقرر ہوا سنہ ۱۴۲۰ء

ہنری فرانس کا نائب السلطنت مقرر ہوا اور ساتھ ہی جانشینی تخت و تاج کے لئے بھی نامزد کیا گیا۔ ہنری جب اپنی نوخیز ملکہ کو لئے ہوئے فرانس کے نائب السلطنت ہونے کی حیثیت سے مظفر و منصور انگلستان کی طرف لوٹا تو سارا انگلستان اپنے بادشاہ کی ذات پر فخر کرتا نظر آیا۔ اس وقت کون جانتا تھا کہ اسی کے

شاہان انگلستان و فرانس کی وفات سنہ ۱۴۲۲ء

عہد میں انگلستان والوں کو اُن بے شمار فتوحات اور اُن زریں کامیابیوں کا کیا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ ۶ر دسمبر سنہ ۱۴۲۱ء کو ملکہ کیتھرائن کے بطن سے ایک شہزادہ پیدا ہوا جس کا نام ہنری رکھا گیا۔ بادشاہ اُس وقت فرانس میں ولیعہد فرانس سے برسر جنگ تھا اُس کی صحت جواب دے چکی تھی اور پیمانۂ عمر لبریز ہو چکا تھا۔ ۳۱ر اگست سنہ ۱۴۲۲ء کو صرف چونتیس سال کی عمر میں بمقام ونسینی اُس کا انتقال ہو گیا۔ دو مہینے بعد فرانس کے ناشاد بادشاہ چارلس ششم نے بھی وفات پائی اور انگلستان کا نو ماہہ بچہ شہزادہ انگلستان اور فرانس کا بادشاہ ہوا۔

ہنری ششم

سنہ ۱۴۲۲ء لغایت سنہ ۱۴۶۱ء

ہنری پنجم کے انتقال کے وقت انگلستان کی شہرت و ناموری کا آفتاب نصف النہار پہ تھا۔ ارکین پارلیمنٹ اہل کلیسا اور عامۂ خلائق نے متفقہ طور پر بادشاہ کا ساتھ دیا تھا اور اُس نے اپنی شاندار فتوحات سے یورپ کی نظروں میں اُن کی قدرو منزلت بہت کچھ بڑھادی تھی لیکن یہ عزت محض دکھاوے کی عزت تھی۔ اور یہ سارا شکوہ و طمطراق نمائشی تھا اس لیئے کہ حکومت قرض میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ملک کمزور ہو رہا تھا۔ فوج کے لیئے آدمی ملنے مشکل تھے اور خزانہ روپے سے خالی تھا۔ ہنری کی وصیت کے بموجب امیر بیڈفرڈ محافظ سلطنت اور خرد سال شاہزادے کا اتالیق مقرر ہوا لیکن فرانس کے نائب السلطنت کا منصب بھی اُسی کے تفویض ہوا اور اُس کی غیبت میں حکومت انگلستان کا انتظام امیر گلاسٹر اور شاہی کونسل کے سپرد کیا گیا۔ ہنری نے دونوں بھائیوں کو تاکید کردی تھی کہ چارلس ششم کے بیٹے سے کبھی صلح نہ کریں اور برگنڈی کے امیر کے ساتھ کبھی نہ بگاڑیں۔

شاہزادے کے عہد طفولیت میں حکومت کا انتظام

ساتھ ہی اُس نے گلاسٹر کو متنبہ کردیا تھا کہ ملک کی اغراض پر اپنی اغراض کو کبھی مقدم نہ رکھے۔ یہ انتباہ بے وجہ نہ تھا۔ گلاسٹر کی فطرت میں خود غرضی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ پورا ایک سال بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ گلاسٹر کی اپنی بی بی کے ترکے کے بارے میں امیر برگنڈی سے نزاع ہوگئی اور اپنے چچا ہنری بوفرٹ سے بھی جو وزیر خزانہ تھا اُس کی چل گئی چنانچہ تین سال بعد بیڈفرڈ کو دونوں میں صلح کرانے کیلئے مجبوراً فرانس سے واپس آنا پڑا۔

محاصرۂ آرلینز سنہ ۱۴۲۸-۱۴۲۹ء

بخلاف اُس کے بیڈفرڈ نے فرانس میں رہ کر اپنے

فرائض مفوضہ بخوبی وخوش اسلوبی انجام دیئے - امیر برگنڈی کی بہن سے
عقد کرکے اُس نے بصد دقت اُن مشکلات کو رفع کیا جو گلاسٹر کے
جھگڑے کی وجہ سے پیدا ہوگئی تھیں - پھر پانچ سال کے اندر پے درپے
فتوحات سے اُس نے دریائے لایر کے شمال کی جانب سارا فرانس
سر کرلیا اور آرلینئس کو محصور کرکے وہ یہاں بھی فتح ونصرت کا پھریرا
اڑانے ہی کے قریب تھا کہ اس شہر کو وہ حیرت انگیز امداد پہنچ گئی جس کا
افسانہ رہتی دنیا تک زبان زد خلق رہے گا ؎

شمپین اور لورین کے مضافات میں ڈامریمی ایک قصبہ ہے اُس
قصبے کے ایک مزدور کی ایک بیٹی تھی جسکا نام جین ڈارک تھا - انگریزی
زبان میں غلطی سے یہ نام جون آف آرک ہوگیا - یہ سیدھی سادی

جین ڈارک کی داستان
۱۴۲۹-۱۴۳۱ء

دہقان زادی جسکی عمر اٹھارہ سال تھی اپنے ملک کی
مصیبت اور تباہی دیکھ دیکھ کر جی ہی جی میں کڑھا کرتی تھی -
قدیم الایام سے فرانس میں ایک پیشین گوئی چلی آتی
تھی کہ جب یہ ملک تباہ ہونے کے بالکل ہی قریب ہوگا تو لورین کی ایک
دوشیزہ لڑکی اٹھ کر اپنی قوت بازو سے اُسے بچالے گی یہ پیشین گوئی
جین ڈارک کے دل پر نقش تھی اور وہ خود کو اس کا مصداق سمجھنے لگی
تھی - عالم رویا میں کئی بار اُس کو محسوس ہوا کہ فرشتہ میکائیل نمودار ہوا ہے
اور اس سے کہتا ہے کہ ولیعہد فرانس کے پاس جا اور اس کو خوش خبری
سنا کہ میں تیری مظفر ومنصور فوجوں کو ریمز تک لے جانے پر مامور ہوئی ہوں
جہاں کلیسا کا مقدس روغن تیرے سر پر ملا جائے گا - اور اس سر پر تاج بادشاہی
رکھا جائے گا - گاؤں کے پادری اور باقی تمام گاؤں والوں نے جب
لڑکی کی اُن بشارتوں کا حال سنا تو سمجھے کہ لڑکی سڑن ہوگئی - انھوں نے
اُسے بہترا روکا مگر وہ نہ مانی اپنے علاقے کی فوج کے کپتان کو سمجھا بجھا کر
راضی کرلیا کہ اُسے ولیعہد کے خیمہ گاہ تک لے چلے - وہاں پہنچ کر اُس نے
اپنا مقصد بیان کیا - ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بھی کافی ہوتا ہے - ولیعہد نے

جو چاروں طرف سے مایوس ہو چکا تھا جین ڈارک کی پیشکش کی ہوئی
غیبی تائید کو اپنا آخری سہارا سمجھا اور تمام فوجوں کی کمان اُسے دیدی
لڑکی نے اُس سے بلند تر بھاری ذمہ داری قبول کر لی اور ہتھیار سج کر
سفید زرہ بکتر لگا کر فرانس کا شاہی نشان سر پر اڑاتی اور ستر ہزار سپاہیوں
کے ساتھ انگریزی فوج کے قلب میں جا گھسی۔ گھمسان کا رن پڑا کشتوں کے
پشتے لگ گئے اور معرکہ کارزار میں جین ڈارک خود بھی زخمی ہوئی
لیکن آرلینز کا محاصرہ اٹھ گیا۔ انگریزی فوج شکست کھا کر بے حواسی
اور سراسیمگی کے عالم میں بھاگ کھڑی ہوئی۔ اور فرانسیسیوں کو یقین ہو گیا کہ
اُن کی سپہ سالار خدا کی طرف سے مامور ہو کر آئی ہے۔ معرکہ آرلینز
کے بعد فرانسیسی جرنیل خواہشمند تھے کہ غنیم کا مقابلہ دریائے لائر ہی کے
کنارے کیا جائے مزید پیش قدمی نہ کی جائے لیکن جین ڈارک نے
اُن کے مشورے پر عمل نہ کیا اور دشمن کی تمام مزاحمتوں کو جو سنگ راہ
ہوتیں پامال کرتی ہوئی فاتحانہ حیثیت سے ریمز میں جا داخل ہوئی۔ جہاں
۱۷ جولائی ۱۴۲۹ء کو چارلس ہفتم کے سر پر تاج فرانس رکھا گیا۔ اب جین
نے واپس ہونے کی اجازت چاہی اور کہا کہ میرا مقصد پورا ہو چکا ہے
اب وہ آسمانی آوازیں بھی مجھے سنائی نہیں دیتیں جو پہلے کان میں پڑا کرتی
تھیں۔ بہتر ہو گا کہ اپنے گھر جا کر دیہاتیوں کی طرح زندگی بسر کروں اور
بھیڑوں کی رکھوالی کروں۔ لیکن چارلس کسی طرح اُسے رخصت کرنے پر
رضامند نہ ہوا اور جین کو چار ناچار امر شاہی کا امتثال کرنا پڑا۔ میدان جنگ
میں وہ بدستور داد شجاعت دیتی رہی لیکن جو بھروسا اُسے اپنی ذات پر
پہلے تھا وہ اب باقی نہ رہا تھا۔ ۱۴۳۰ء میں جب کامپین کا محاصرہ ہوا تو
برگنڈی والوں نے اُسے گرفتار کر کے انگریزوں کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ لیکن
چارلس نے اُسے چھڑانے کی کوئی کوشش نہ کی۔ اُس کا خاتمہ جس طریق پر
ہوا وہ فرانسیسیوں اور انگریزوں دونوں کے لئے موجب
شرم و رسوائی ہے۔ فرانسیسیوں کو اس لئے تباہ ہونے سے

جین ڈارک کی موت
سنہ ۱۴۳۱ء

بچا لیا تھا لیکن وہ ایسے احسان فراموش ثابت ہوئے کہ اپنی محسنہ کو موت کے منہ میں جاتے دیکھکر اُس کے بچانے کے لیئے انگلی تک نہ اٹھائی۔ انگریزوں نے اُس کی شجاعت و دلاوری کے کارنامے اپنی آنکھوں دیکھے تھے لیکن اُن کو ایک بہادر دشمن کی قدر کرنے کی توفیق نہوئی شرم و ندامت کے داغ سے اگر کسی کی پیشانی پاک ہے تو وہ خود اس بھولی بھالی لڑکی کی پیشانی ہے۔

۳۰ مئی ۱۴۳۱ء کو جادوگرنی ہونے کے الزام میں یہ غریب بمقام روین زندہ جلادی گئی اور اُس کی پاک روح بدعہد دوستوں اور بے رحم دشمنوں کے پنجے سے نکل کر اُس عالم قدس کی طرف پرواز کرگئی جہاں اشرار کسی کو ایذا نہیں پہنچا سکتے اور خستگی و فرسودگی آسائش و آسودگی سے بدل جاتی ہے۔

جنگ ابھی تک ختم نہ ہوئی تھی اس لیئے کہ چارلس پیرس پہنچنے نہ پایا تھا اور جین ڈارک کی وفات والے سال ہی میں بوفرٹ نے اس شہر میں تاج فرانس ہنری ششم کے سر پر رکھ دیا تھا۔ لیکن اسی وقت سے انگریزوں کے پاؤں اکھڑنے شروع ہو گئے دو سال بعد بیڈفرڈ کا انتقال ہو گیا اور جنگ کا اہتمام رچرڈ امیر یارک اور جان ٹالبٹ کے سپرد ہوا۔ لیکن کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی کیونکہ بیڈفرڈ کی آنکھ بند ہوتے ہی برگنڈی والے شاہ فرانس سے جا ملے۔ ۱۴۴۵ء میں جب ہنری ششم نے انجو کی شہزادی مارگرٹ سے شادی کی تو انگریزوں کی طرف سے وعدہ ہوا کہ انجو اور مین کا علاقہ مارگرٹ کے باپ ریتنی کو دیدیا جائے گا اور ساتھ ہی فرانس کے ساتھ عارضی صلح کا عہد بھی ہو گیا۔ لیکن یہ عہد آئے دن ٹوٹتا رہتا تھا۔ ۱۴۴۹ء میں چارلس ہفتم نے نارمنڈی کو دوبارہ فتح کرلیا اور مزید چار سال کے عرصے میں گوین اور بورڈو پر بھی اُس کا قبضہ ہو گیا۔ غرض ٹالبٹ کے مارے جانے پر جب ۱۴۵۳ء میں جنگ صد سالہ کا خاتمہ ہوا تو فرانسیسی مقبوضات میں سے انگلستان کے پاس صرف کیلے باقی رہ گیا تھا۔

جنگ صد سالہ کا خاتمہ ۱۴۵۳ء

ادھر تو فرانس میں انگریزوں کو پے درپے شکستیں ہو رہی تھیں اور

علاقہ پر علاقہ ہاتھ سے نکلا چلا جا رہا تھا اور خود گھر کی یہ حالت تھی کہ امیر گلاسٹر اور وزیر خزانہ بوفرٹ آپس میں دست و گریباں ہو رہے تھے۔ گلاسٹر ہردلعزیز اور جاہ طلب تھا مگر مدبرانہ دماغ نہ رکھتا تھا

گلاسٹر اور بوفرٹ کے جھگڑے۔

اور بوفرٹ جب کسی معاملے کو سلجھانا چاہتا تھا تو وہ جھٹ اُس میں الجھنیں ڈال دیتا تھا ایک مرتبہ تو گلاسٹر کے ہاتھ سے تنگ آکر بوفرٹ انگلستان ہی سے چلا گیا۔ خود بیڈفرڈ کا گلاسٹر نے ناک میں دم کر رکھا تھا چنانچہ بیچارے خردسال بادشاہ کو ایک دفعہ جبکہ اُس کی عمر گیارہ سال کی تھی بمنت اپنے چچاؤں سے التجا کرنی پڑی کہ ازبرائے خدا لڑیں جھگڑیں نہیں بلکہ صلح اور صفائی کے ساتھ رہیں۔ جب ۱۴۲۹ء میں ہنری کی تخت نشینی کی رسم عمل میں آئی تو گلاسٹر کا اقتدار ختم ہو گیا لیکن بوفرٹ جواب کردینال کے کلیسائی منصب پر فائز تھا معاملات سلطنت میں برابر دخیل رہا اور اُس کا رسوخ ۱۴۴۷ء تک جو اُس کا سال وفات ہے قائم رہا۔

ان دنوں پارلیمنٹ کی قوت روز بروز گھٹ رہی تھی اور بادشاہ کی پریوی کونسل زیادہ طاقتور ہوتی جاتی تھی۔ اسکا ایک سبب یہ تھا کہ پارلیمنٹ کی رکنیت کے لیئے رائے دینے کا اختیار پہلے تمام اُن لوگوں کو حاصل تھا

پارلیمنٹ کا انحطاط۔

جو مرکز انتخاب یعنی ضلع کی عدالت میں حاضر ہوتے تھے یہ حق ہنری ششم کی حکومت کے آٹھویں سال میں موقوف ہو گیا۔ اور صرف انھیں لوگوں کے لیئے مخصوص کر دیا گیا جو چالیس شلنگ (اِس زمانے کے تیس پاونڈ کے مساوی) کی مالیت کی اراضی یا مکانات کے مالک ہوں۔ اس کے ساتھ شہروں کے انتخاب پر شہریوں کی ایک "منتخب جماعت" نے قابو پالیا اور چونکہ حکام عدالت اس انتخاب میں بہت کچھ دخیل ہوتے تھے اس لیئے بادشاہ اور امرا آسانی سے اپنا اثر ڈال کر اپنی طرف کے رکن منتخب کرا سکتے تھے۔ غرض اس طور پر دارالعوام کی وقعت وزرائے سلطنت کے آلۂ کاربرآری سے کچھ ہی زیادہ رہ گئی اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ جب وزرا آپس میں لڑتے جھگڑتے تھے تو پارلیمنٹ کے

لٹھیت پارلیمنٹ

اراکین بھی اجلاس میں مسلح ہو کر آتے تھے۔ ۱۴۲۵ء میں
ایک انوکھی پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد ہوا جو لٹھیت پارلیمنٹ
کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ چونکہ دنگے فساد کے
ڈر سے ممبروں کو پارلیمنٹ میں ہتھیار باندھکر آنے کی ممانعت کر دی گئی تھی
اس لیئے وہ آستینوں میں ڈنڈے چھپا کر لیتے آئے۔ پارلیمنٹ کی کمزوری کی ایک
اور وجہ یہ بھی تھی کہ ۱۴۳۷ء میں بادشاہ نے اپنی کونسل کے اراکین کا انتخاب
پارلیمنٹ کی رائے پر رکھنے کے بجائے بذات خود کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت
کا حقیقی اختیار اُس کے ہاتھوں میں چلا گیا۔

لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ اختیار فی الحقیقت خود اُس کے اپنے ہاتھوں
میں منتقل ہوا۔ اس لیئے کہ ہنری جو ۱۴۴۲ء میں ذمہ داری کے سن کو پہنچا
اپنی کوئی رائے نہ رکھتا تھا۔ وہ پاکباز اور صابر تھا منکسر المزاج رحم دل اور

ہنری ششم کی سیرت

کریم النفس تھا یہ سب کچھ تھا لیکن نہ اسے جسمانی توانائی
سے بہرہ ملا تھا نہ اُس کے قوائے دماغی صحیح تھے۔
اخیر عمر میں اُسے رہ رہ کر جنون کے دورے اُٹھا کرتے تھے اور یہ مرض
اُسے ننھیال سے ترکے میں پہنچا تھا اس لئے کہ اُس کا نانا چارلس ششم او
شاہ فرانس مجنون تھا۔ ایٹن کا مدرسہ اور کیمبرج کا کنگس کالج (شاہی دار العلوم)
اُسی کے قائم کیئے ہوئے ہیں اور ان دونوں تعلیم گاہوں کے ساتھ اُسے ایک خاص
دلبستگی تھی۔ اپنے سرکاری فرائض کی انجام دہی میں بھی وہ کوتاہی نہ کرتا تھا
اور ہمیشہ کوشش کرتا رہتا تھا کہ اُس کے مشیروں اور صلاح کاروں میں
باہم صلح اور آشتی رہے لیکن سلطنت کے تمام اہم کاموں میں وہ کوئی پختہ
ارادہ نہ رکھتا تھا اور اپنے سے زیادہ مستقل مزاج لوگوں کی پیروی میں کبھی
ایک رائے اختیار کرتا کبھی دوسری۔

۱۴۴۵ء میں ہنری نے مارگرٹ ریکسہ انجو کے ساتھ عقد کیا تھا
اس تاریخ سے وہی ہنری پر حاوی ہو گئی اور وزرا زیادہ تر اسی کے اشارے پر چلنے لگے
وزرا میں سے اول اول امیر سفاک کو ملکہ کے مزاج میں دخل تھا آگے چل کر

اب سامرسٹ کا رسوخ بڑھ گیا۔ انگلستان کو جب جنگ میں نقصان ہونے لگا تو گلاسٹر نے تلافی کرنی چاہی کہ جو علاقے ہاتھ سے نکل گئے ہیں کسی طرح پھر ہاتھ آجائیں لیکن مارگرٹ فرانسیسی ہونے کے باعث بالطبع اپنے وطن سے ہمدردی رکھتی تھی اور اس کی خواہش تھی کہ صلح ہو جائے۔ ۱۴۴۷ء میں گلاسٹر پر بغاوت کا الزام لگایا گیا اور پانچ دن بعد وہ اپنے بستر پر مردہ پایا گیا۔ قیاس چاہتا ہے کہ اسکے دشمنوں نے اُسے قتل کر دیا ہوگا۔ عنان اقتدار اب سفاک کے ہاتھ میں آئی اور

گلاسٹر اور سفاک کا قتل
۱۴۴۷ - ۱۴۵۰ء

اوس نے اپنے اختیارات مناسب طور پر استعمال کیئے لیکن چھپے دشمن اُس کی تاک میں لگے ہوئے تھے۔ انھوں نے اب یہ شور مچانا شروع کیا کہ سفاک فرانس کے ساتھ دب کر صلح کر رہا ہے۔ غرض اُس پر ۱۴۵۰ء میں مقدمہ چلایا گیا اور بعد ثبوت الزام اُسے جلا وطنی کی سزا دیگئی لیکن وہ بر اعظم یورپ تک جان سلامت لے کر پہنچنے نہ پایا بلکہ ابنائے انگلستان کو عبور کرتے وقت رستے ہی میں مار ڈالا گیا لوگ اب گرانبار محصول ادا کرتے کرتے تنگ آگئے تھے لیکن ساتھ ہی اس بات پر بھی ناراض تھے کہ کیوں فرانس کے ساتھ صلح کرلی گئی۔ چونکہ ایسی کوئی زبردست قوت ملک میں موجود نہ تھی جو انھیں قابو میں رکھ سکے اس لیئے انھوں نے بغاوت کردی۔

جیک کیڈ کی بغاوت
۱۴۵۰ء

آئرلینڈ کے ایک باشندے نے جس کا نام جیک کیڈ تھا اور جو اپنے تئیں خاندان مارٹیمر سے ظاہر کرتا تھا کینٹ سرے اور سسکس کے بیس ہزار جوانوں کے ساتھ بلیک ہیتھ کا رخ کیا اور وہاں سے لندن کی طرف روانہ ہوا۔ ستر سال قبل واٹ ٹائیلر کی سرکردگی میں جس جماعت نے علم فساد بلند کیا تھا اُس کے مقابلے میں جیک کیڈ کے ہمراہیوں کی حالت بہتر نظر آتی ہے اس لیئے کہ اُن لوگوں نے نہ تو غلامی کی شکایت کی نہ اجرت کی کمی کا شکوہ کیا بلکہ صرف اس قدر مطالبہ کیا کہ پارلیمنٹ کے انتخابات آزادانہ طور پر عمل میں آئیں حکومت کے بدیسی منھ لگے ملک سے نکال دیئے جائیں۔ اُن لوگوں نے

لندن کے اندر داخل ہوکر افسر خزانہ لارڈسے کو قتل کر دیا لیکن آخر ایک لڑائی میں جو لندن کے پل پر ہوئی شکست کھاکر منتشر ہو گئے اور بادشاہ نے ازراہ مراحم خسروانہ اُن کا جرم معاف کر دیا۔ البتہ جیک کیڈ آگے چل کر لیویز کے قریب مارا گیا۔ اسی سال کے ماہ نومبر میں لندن کے لارڈ میئر (رئیس بلد) کے انتخاب کی تقریب پر رئیس بلد کا پہلا جشن نمائش برپا ہوا۔

جیک کیڈ کی بغاوت سے یہ امر روز روشن کی طرح آشکارا ہو گیا تھا کہ حکومت کے انتظام پر اب کسی ایسے شخص کو مامور ہونا چاہیئے جو زبردست انتظامی قابلیت رکھتا ہو چنانچہ کچھ سال بعد رچرڈ امیر یارک جو فرانس اور آئرلینڈ میں برسر کار تھا انگلستان آیا اور ملکہ کے منہ لگے وزیر سامرسٹ کی جگہ لے کر ۱۴۵۵ء میں محافظ سلطنت کے منصب پر مقرر ہوا تاکہ بحیثیت نائب سلطنت غریب بادشاہ کی طرف سے جو عارضۂ اختلال حواس میں مبتلا تھا حکومت کے کاروبار کو سر انجام دے۔

رچرڈ امیر یارک محافظ سلطنت قرار پایا ۱۴۵۴ء

یارک کا یہ امیر رچرڈ ہنری کا قریب ترین رشتہ دار تھا اور گلاسٹر کی وفات کے وقت سے لے کر ۱۴۵۳ء تک جب کہ ہنری کا بیٹا ایڈورڈ پیدا ہوا رچرڈ ہی ولیعہد سلطنت رہا۔ ایڈورڈ کی ولادت کے بعد بھی اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو ایک لحاظ سے رچرڈ ہی تخت انگلستان کا سب سے زیادہ حقدار تھا اس لیئے کہ اُس کی ماں امیر کلارنس کے سلسلۂ نسب میں خاندان مارٹیمر کی اُس شاخ کبیر سے تعلق رکھتی تھی (دیکھو نقشۂ مندرجہ) جس کا دعوائے تخت و تاج ہمیشہ نظر انداز ہوتا رہا۔ لیکن بات یہ ہے کہ خاندان لینکسٹر تین نسل سے انگلستان میں برسر حکومت تھا اور امیر یارک اُس وقت مہام سلطنت میں صرف بادشاہ کا ہاتھ بٹانے آیا تھا۔ سال آیندہ جب ہنری کا مزاج بحال ہوا تو مارگرٹ نے بادشاہ کو یہ پٹی پڑھائی کہ یارک کو الگ کر کے سامرسٹ کو پھر واپس بلائے۔ ایک تو جانشینی کا موقع ہاتھ سے نکل جانا دوسرے حکومت کے تمام اختیارات کھو بیٹھنا یہ دونوں سختیاں ایسی نہ تھیں جنھیں امیر یارک آسانی سے

جنگ سینٹ آلبنس ۲۲ مئی ۱۴۵۵ء

سہہ سکتا۔ اُس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ علم انقلاب بلند کردیا۔ امیر سالسبری
امیر نیول اور امیر یارک بھی اپنی اپنی جمعیتوں کے ساتھ اُس کے شریک ہوگئے
ملکہ کی جماعت بھی بڑے ٹھاٹھ سے نکلی سنیٹ آلبنس کے مقام پر دونوں
کا مقابلہ ہوا۔ امیر یارک کو فتح ہوئی اور سامرسٹ مارا گیا۔

اس طور پر وہ خونریز آویزش شروع ہوگئی "جو گلاب کے پھولوں"
یا گلابوں والی لڑائی کے نام سے مشہور ہے۔ طرف داران خاندان لینکسٹر
یعنی ملکہ کے ہواخواہوں کی علامت سرخ گلاب تھی جو ہمیشہ سے اُن کا امتیازی
نشان چلا آیا تھا اور طرف داران خاندان یارک نے اپنے لئے سفید گلاب کا

جنگ گلاب
سنہ ۱۴۵۵ء لغایت سنہ ۱۴۸۵ء

نشان تجویز کیا۔ جنگ کا پلہ کبھی ایک فریق کی طرف
جھک جاتا تھا کبھی دوسرے کی جانب۔ ۱۴۵۵ء میں
بادشاہ کو پھر جنون کا دورہ اٹھا اور امیر یارک حسب سابق
محافظ سلطنت مقرر ہوا۔ اس مرتبہ جب بادشاہ کو افاقہ ہوا تو اُس نے
امیر موصوف اور ملکہ میں صلح کرادینی چاہی۔ لیکن مارگرٹ اُس کو اپنے بیٹے
کا حریف سمجھتی تھی۔ ایسی حالت میں کس طرح ممکن تھا کہ دونوں میں مصالحت
ہو سکے۔ ملکہ چپکے چپکے توڑ جوڑ کرتی رہی اور پارلیمنٹ کو اس بات پر آمادہ
کر لیا کہ ایک مسودۂ قانون خلاف ورزی باسرکار مرتب کیا جائے جسمیں امیر یارک

مسودۂ قانون خلاف
ورزی باسرکار

اور اُس کے ہواخواہوں کو بعلت بغاوت مستوجب سزائے موت
قرار دیا جائے۔ اس مسودۂ قانون کی زد میں جو شخص آتا تھا اُسے
پارلیمنٹ باضابطہ قانونی کارروائی کے بغیر ہی مجرم قرار دے کر اُسکے خاندان
کو باغی کر دیتی تھی اور یہ لوگ جائداد سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاتے تھے۔
جنگ گلاب کے معرکوں کے دوران میں ہر ذی اختیار فریق فریق ثانی کے
اکابر و عمائد کو اس قانون کی زد میں لاکر باغی قرار دیتا رہا اور جتنے امرا
میدان جنگ میں کام آئے اُن سے کچھ کم اس قانون کا شکار نہ ہوئے ہونگے

جنگ نارتھمپٹن
جولائی سنہ ۱۴۶۰ء

مسودۂ قانون خلاف ورزی باسرکار کی گرفت سے
امیر یارک بچا رہا اس لئے کہ وہ آئرلینڈ میں تھا جہاں

اُس کے حریف نہ پہنچ سکتے تھے۔ ۱۴۶۰ء میں وہ ایک لشکر جرار لیکر آیا اور نارتھمپٹن کی لڑائی میں اپنے حریفوں کو شکست فاش دی۔ ہنری ششم تو گرفتار کر لیا گیا اور مارگرٹ نے اپنے بیٹے کے ساتھ میدان جنگ سے فرار ہو کر اسکاٹلینڈ میں جا پناہ لی۔

اب امیر یارک نے دعویٰ پیش کیا کہ تخت انگلستان میرا حق ہے اور ایک پارلیمنٹ نے جس کا اجلاس اسی سال کے موسم خزاں میں منعقد ہوا اُس کا دعویٰ تسلیم کر کے اُسے ہنری کا جانشین قرار دیا اور ایڈورڈ شہزادۂ ویلز کو الگ کر دیا۔ لیکن میدان ابھی خالی ہونے پایا تھا۔ فریق ثانی برابر تیاریاں کر رہا تھا پانچ مہینے بعد ویکفیلڈ کے میدان میں پھر ایک جنگ ہوئی جس نے سارا نقشہ ہی بدل دیا۔

جنگ ویکفیلڈ
۳۰ر دسمبر ۱۴۶۰ء

فریق لینکسٹر کو فتح ہوئی۔ امیر یارک مارا گیا اور اُس کا بیٹا امیر رٹلینڈ جنگ کے بعد قتل کر دیا گیا۔

رچرڈ کے بعد اُس کے خلف اکبر ایڈورڈ نے امارت یارک کی مسند پر فائز ہو کر اپنے خاندان کے حریفوں کا مقابلہ شروع کیا۔ اور مارٹیمرس کراس کے مقام پر جو ہیرفرڈشائر کے ضلع میں واقع ہے امیر پیمبروک کو شکست دیکر سیدھا لندن کی طرف بڑھا۔ اگرچہ انگلستان کے شمال کی آبادی خاندان لینکسٹر کی طرفدار تھی لیکن تمام بڑے بڑے تجارتی شہر خاندان یارک کے دلی ہواخواہ تھے۔ صورت حالات اسوقت یہ ہو رہی تھی کہ ادھر تو امیر وارک نے ملکہ پر حملہ کیا جس نے اُسے شکست دے کر اپنے خاوند کو چھڑا لیا اور شمالی علاقے کی طرف چلی گئی ادھر ایڈورڈ اپنی فوجیں لیے ہوئے لندن میں داخل ہو گیا اور اہل شہر نے بڑے تپاک سے اُس کا خیر مقدم کرتے وقت زندہ و پائندہ بادشاہ ایڈورڈ کے نعرے لگانے شروع کیے۔ لوگ اصل میں ہنری کی بودی حکومت سے تنگ آ گئے تھے اور کسی قوی بازو بادشاہ کی حکمرانی کی تمنا کرنے لگے تھے کہ انھیں اُس کے ظل حمایت میں امن اور چین تو نصیب ہو۔

جنگ مارٹیمرس کراس
۱۴۶۱ء

ایڈورڈ کی بادشاہی کا اعلان
۱۴۶۱ء

دو دن بعد امیر وارک بھی لندن آگیا - تمام امرا جو خاندان یارک کے حلیف تھے جمع ہوئے اور ۴ مارچ ۱۴۶۱ء کو ایڈورڈ کی بادشاہی کا اعلان کردیا گیا -

لیکن اس کامیابی کی خوشیاں منانے کا ابھی وقت نہ تھا کیونکہ ملکہ ایک بہت بڑی فوج شمال میں جمع کر رہی تھی - ایڈورڈ اور وارک اس خطرے کے دفعیے کے لیے بلا درنگ شمالی علاقے کی طرف بڑھے - اُدھر سے ملکہ بھی تیار ہو کر نکلی - دونوں فوجوں کا ٹوٹن کے میدان پر مقابلہ ہوا جو یارک شائر میں واقع ہے اس سارے معرکے کی یہ خونریز ترین لڑائی تھی - لینکسٹر والوں کی طرف سے بیس ہزار آدمی کھیت رہے -

جنگ ٹوٹن
۲۹ مارچ ۱۴۶۱ء

یارک والوں کا بھی قریب قریب اسی قدر نقصان ہوا لیکن میدان اُنکے ہاتھ رہا - ہنری اور مارگرٹ نے اسکاٹلینڈ میں جا پناہ لی - بہت سے امراء یا میدان جنگ میں کام آئے یا قتل کردیے گئے - ایڈورڈ مظفر و منصور ہو کر لندن واپس آیا اور ۲۸ جون ۱۴۶۱ء کو ویسٹ منسٹر میں تاج سلطنت اُس کے سر پر رکھا گیا -

---

بارھواں باب

خاندان یارک

ایڈورڈ چہارم ۱۴۶۱ء لغایت ۱۴۸۳ء　　رچرڈ سوم ۱۴۸۳ء لغایت ۱۴۸۵ء

ایڈورڈ پنجم اپریل تا جولائی ۱۴۸۳ء

آیندہ دس سال کا زمانہ کشت و خون اور لڑائیوں کا ایک مسلسل دردانگیز دور ہے۔ مارگریٹ اپنے خاوند اور بیٹے کو دوبارہ تخت سلطنت دلوانے کے لیے مردانہ وار جدوجہد کرتی رہی۔ ۱۴۶۴ء میں ہجلی مور اور ہیکسم کے میدانوں پر دو لڑائیاں ہوئیں اور فرانسیسیوں اور اسکاٹلینڈ والوں کی امداد کے باوجود مارگریٹ کو دونوں میں شکست ہوئی۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر وہ اپنے بیٹے کو لیے ہوئے فلینڈرس چلی گئی اور شاہ ہنری جو لنکاشایر میں روپوش تھا گرفتار کیا گیا اور لندن کے قلعہ میں بھیج دیا گیا جس سے ان دنوں قلعہ کے علاوہ محل شاہی کا کام بھی لیا جاتا تھا۔ یہاں بحالت نظربندی اس کے ساتھ اچھا برتاؤ ہوتا تھا۔ لیکن نگرانی سخت تھی کہ فرار نہ ہونے پائے۔

ہنری ششم کی نظربندی قلعہ لندن میں۔

ایڈورڈ نے اسی زمانے میں سرجان گرے کی بیوہ الزبتھ وڈول کے ساتھ نکاح کر کے امیر وارک کو سخت ناراض کر دیا۔ امیر موصوف کو امید تھی کہ اس کے مشورے سے بادشاہ کسی فرانسیسی شہزادی کو اپنے حبالۂ عقد میں لائے گا اور اس طرح پر اس کا اقتدار مستحکم ہو جائے گا یا اگر یہ ممکن نہ ہوا تو اپنی بیٹی اسے دے گا۔ لیکن ایڈورڈ نے اس کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا اور یہی نہیں کیا کہ ایک بے حیثیت اور بے اثاثہ خاتون سے شادی کر لی بلکہ بہت جلد اپنے خسر لارڈ ریورس اور اپنے دوسرے سسرال والوں کو بڑے بڑے عہدوں پر مامور کرنا شروع کیا۔ وارک نے اس کے جواب میں اپنی بیٹی اسابیلا نیول کا نکاح ایڈورڈ کے بھائی امیر کلارنس سے کر دیا کہ ایڈورڈ کے بعد وارث تخت و تاج وہی تھا اور یہ بات

شاہی عقد۔

بادشاہ کی ناراضی کا موجب ہوئی۔

اُنھیں ایام میں فریق لینکسٹر نے شمالی انگلستان میں ایک شورش برپا کی جس کا اثر دور دور تک جا پہنچا اور ایڈورڈ کو اپنے حریفوں سے پھر معرکہ آرا ہونا پڑا۔ ایجکوٹ کے مقام پر جو آکسفرڈ شایر میں واقع ہے فریقین کا مقابلہ ہوا۔ ایڈورڈ کی جماعت کو شکست ہوئی۔

جنگ ایجکوٹ ۱۴۶۹ء

کثیر التعداد امرا جن میں ملکہ کے بھی کئی رشتہ دار شامل تھے مارے گئے۔ خود ایڈورڈ جو میدان میں اکیلا رہ گیا تھا گرفتار ہو کر کچھ دیر کے لیئے وارک کے بھائی صدر اسقف نیول کے پاس قید رہا۔ لیکن بعد میں اُسے لندن واپس جانے کی اجازت دے دی گئی جہاں پہنچ کر اُس نے وارک اور اپنے سگے بھائی امیر کلارنس کو باغی قرار دیکر اُس کی گرفتاری کا اشتہار جاری کر دیا۔ اب اُن دونوں کو بجز اس کے چارہ نہ رہا کہ فرانس بھاگ جائیں۔ یہاں معزول شدہ ملکہ مارگرٹ پہلے سے موجود تھی۔ ملکہ سے وارک نے کہا کہ اگر آپ اس بات پر رضامند ہوں

وارک مارگرٹ سے جا ملتا ہے

کہ آپ کے فرزند ایڈورڈ شہزادہ ویلز کی نسبت میری بیٹی این کے ساتھ ٹھیر جائے تو پھر میں آپ کا شریک حال ہو کر تخت انگلستان پر دوبارہ قابض ہونے میں آپ کو ہر طرح کی امداد دینے کے لیئے تیار ہوں وارک کی اس میں یہ مصلحت تھی کہ اُس کی دونوں بیٹیوں میں سے ایک نہ ایک کے لیئے سلطنت کا رستہ صاف ہوا جاتا تھا۔ امیر کلارنس کے ساتھ جو خاندان یارک سے تھا اُس کی بیٹی اسابلا کا عقد ہو چکا تھا۔ شہزادہ ویلز کے ساتھ جس کا تعلق خاندان لینکسٹر کے ساتھ تھا اُس کی دوسری بیٹی این کی منگنی ہو جانے والی تھی۔ ایسی حالت میں یارک یا لینکسٹر جس فریق کا بھی پلہ بھاری ہوتا وارک کا فائدہ ہی فائدہ تھا۔

ایڈورڈ کا فرار

ملکہ اس تجویز پر رضامند ہو گئی اور وارک کی بیٹی کا رشتہ قبول کر لیا۔ اب وارک حسب قرارداد فوج لے کر ڈارٹمتھ میں لنگر انداز ہوا اور ایڈورڈ چہارم نے یہ دیکھ کر کہ جو اُس کے دست و بازو تھے وہی اُسے دغا دے گئے بے حواسی کے عالم میں راہ فرار اختیار کر کے فلینڈرس میں جا سر چھپایا۔ اُسکی ملکہ الزبتھ ووڈول خانقاہ ویسٹ منسٹر کے مامن میں پناہ گزیں ہوئی اور یہیں اُس کا

پہلوٹا بیٹا پیدا ہوا جس کی قسمت میں ایک دن ایڈورڈ ہشتم کا لقب اختیار کر کے تخت انگلستان پر بیٹھنا اور پھر بہت جلد دنیا سے نامراد جانا لکھا تھا۔

بیچارہ ہنری اب ۵ اکتوبر ۱۴۷۰ء کو نظربندی سے آزاد ہوا اور چھ مہینے کے لیئے اُسے پھر حکومت نصیب ہوئی۔ وارک جس کی کوششوں سے وہ دوبارہ تخت پر بیٹھا تھا اسی لیئے "بادشاہ گر" کہلاتا ہے۔ لیکن فتح و شکست کے اس اتار چڑھاؤ کا تسلسل اب ختم ہونے کو تھا۔ ایڈورڈ اپنے بہنوئی امیر برگنڈی سے مدد لیکر فرانسیسی فوج کے ایک مختصر سے دستے کے ساتھ اسی مقام پر لنگر انداز ہوا جہاں بہتر سال قبل ہنری چہارم اترا تھا اور اُس کا بھائی امیر کلارنس بھی اُس سے آملا۔ دونوں بھائی اپنی فوجیں لیئے ہوئے سیدھے لندن پہنچے جہاں ایڈورڈ کا خیر مقدم پھر بڑے جوش سے کیا گیا۔ بارنٹ کے میدان میں ایڈورڈ اور وارک کا مقابلہ ہوا اور وارک لڑائی میں مارا گیا۔ اب مارگرٹ نے جنگ کی تیاریاں شروع کیں اور جسقدر سپاہ فراہم کر سکتی تھی ایڈورڈ کے مقابلے پر ٹیوکسبری کے میدان میں لائی جو گلاسٹر شایر میں واقع ہے۔ اس معرکے میں اس نے بھی شکست فاش کھائی اور اُسکا نوخیز بیٹا شہزادہ ویلز شاہ ایڈورڈ کی آنکھوں کے سامنے میدان جنگ میں کاری زخم کھا کر کام آیا۔ دو ہفتہ بعد ہنری ششم بھی قلعہ لندن میں غالباً قاتل کے خنجر سے ہلاک ہوا۔ اور اس طرح یہ طویل کشمکش آخر ختم ہوئی مارگرٹ گرفتار ہو کر قید کر دی گئی تھی لیکن اُس کے باپ رینی نے ۱۴۷۵ء میں فدیہ دیکر بیٹی کو چھڑا لیا اور وہ فرانس واپس چلی گئی۔

ہنری ششم چھ مہینے پھر بادشاہی کرتا ہے۔

جنگ ٹیوکسبری ۱۴۷۱ء

آخر خدا خدا کر کے ملک کو امن و امان نصیب ہوا۔ لیکن یہ حقیقت نظرانداز نہیں ہوسکتی کہ اگرچہ اس تمام عرصہ مدت میں امرا اور اُن کے متوسلین ایک دوسرے کا گلا کاٹنے میں مصروف تھے پھر بھی جدید طبقہ متوسط کی آبادی یعنی کسان دہقان سفید پوش بیوپاری اور سوداگر برابر ترقی کر رہے تھے۔ ملک کے طول و عرض میں جو لڑائیاں ہو رہی تھیں اُن سے اُنھیں کچھ سروکار نہ تھا اس لیئے کہ یہ ہنگامے محض خاص خاص جماعتوں کی باہمی آویزشوں کا حکم رکھتے تھے

طبقہ متوسط کی خوشحالی

ملک کی عام آبادی کا اُن میں کوئی حصہ نہ تھا اگرچہ یہ درست ہے کہ ان ہنگاموں کے دوران میں جب اُن کے گھر بار لٹ جاتے تھے تو ان کی کہیں شنوائی نہ ہوتی تھی اور اُن کے نقصان کی تلافی کی شکل مشکل سے پیدا ہوتی تھی۔ یہ حالات ہمیں بعض دلچسپ خطوط سے معلوم ہوئے ہیں جو اس زمانہ میں نارفاک کی ایک خاتون مارگرٹ پیسٹن نے لکھے تھے۔ پھر بھی بحیثیت مجموعی طبقۂ متوسط کی خوش حالی روبترقی اور اس کی دولت میں روز افزوں اضافہ ہو رہا تھا۔ چنانچہ جب اڈورڈ نے تخت و تاج کی طرف سے مطمئن ہو کر فرانس پر حملہ آور ہونے کا قصد کیا (اگرچہ بالآخر شاہ فرانس سے ایک سالانہ وظیفہ ملنے پر یہ قصد اُس نے ترک کر دیا)، تو بہت سے متمول تاجر اور دوسرے اہل دول ملک میں ایسے موجود تھے جنھوں نے ہدایا کے

ہدایا

نام سے بڑی بڑی نذرانے کی رقمیں اُس کے آگے لا کر ڈھیر کر دیں جس سے اس بات کا بین ثبوت ملتا ہے کہ ملک میں روپیہ کی کمی نہ تھی۔ اوّل اوّل تو یہ ہدایا لوگوں نے بطیب خاطر دیئے اس لیے کہ لوگ ایسی حکومت کو ایک نعمت خداداد سمجھتے تھے جو امن قائم رکھتی ہو لیکن کچھ عرصے کے بعد اُن نذرانوں کا ادا کرنا شہر والوں کو دوبھر ہوگیا بہر حال مجموعی اعتبار سے ملک بہت آسودہ تھا اور اس آسودگی میں ایک خوفناک وبا سے بھی کوئی فرق نہ آنے پایا جو "مرض عرق ریز" کے نام سے ۱۴۸۵ء میں نمودار ہوئی اور ملک کی آبادی کے ایک بڑے حصے کا صفایا کر گئی۔

اڈورڈ کو اپنے اوائل عہد ہی میں ایک بندھی سالانہ رقم بطور وظیفہ حین حیات ملنے لگی تھی اس لیے وہ مداخل کی طرف سے فارغ البال تھا اور یہی وجہ ہے کہ آٹھ سال کی طویل مدت میں پارلیمنٹ کی طلبی صرف ایک دفعہ ہوئی۔ ایسی حالت میں بادشاہ اور اُس کی کونسل کا مطلق العنان ہونا ایک بالکل قدرتی بات تھی۔ کوئی قوت ایسی موجود نہ تھی جو اُس کی خود سرانہ کارروائیوں کی روک تھام کر سکے بادشاہ چونکہ بدچلن اور آوارہ تھا اس لیے رچرڈ دوم کی طرح اُس نے بھی رعایا پر طرح طرح کی سختیاں کرنی شروع کیں اور اُس کی سخت گیریاں حد سے بڑھنے لگیں۔ پھر بھی اُس کی ہر دلعزیزی بدستور برقرار رہی اور تمام اُن لوگوں کی بیخ کنی سے

جو اُس کے مزاحم ہوئے وہ امن قائم رکھنے میں کامیاب رہا۔ لیکن یہ کامیابی اُسے بہت ہی مہنگے داموں پڑی اس لیے کہ بغاوت کے ڈر سے اُس نے خود اپنے حقیقی بھائی امیر کلارنس کو بہ الزامِ بغاوت ۱۸ فروری ۱۴۷۸ء کو قلعہ لندن میں مروا ڈالا۔ کلارنس کی موت کا واقعہ نہایت دردناک ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ بیچارہ شراب مالمسی کے ایک خم میں پھینک دیا گیا اور اسی میں غوطے کھا کھا کر مرگیا۔

امیر کلارنس کا قتل ۱۴۷۸ء

سیاست کے ان شورانگیز حوادث سے پلٹ کر جب ہم معاشرت کی منزل میں قدم رکھتے ہیں تو ہمیں ایک سہانا منظر دکھائی دیتا ہے۔ ویسٹ منسٹر کی خانقاہ کے ایک چھوٹے سے گوشے میں جہاں ایک گرجا اور کچھ خیرات گھر موجود تھے ایک شخص چپکے چپکے ایک ایسا کام کرنے میں مصروف تھا جو بادشاہ اور اُس کے امرا کے باہمی جھگڑوں سے کہیں زیادہ اہم تھا بلکہ شاید شہر کے تاجروں کی کوٹھیاں اور اہل حرفہ کی دستکاریاں بھی قدر و قیمت میں اُس سے بڑھ کر نہ تھیں یہ شخص جس کا نام ولیم کیکسٹن تھا لڑکپن میں کینٹ سے فلینڈرس گیا تھا اور تیس سال وہاں گزار کر اور چھپائی کا فن سیکھ کر ۱۴۷۶ء میں ایک مطبع لئے ہوئے انگلستان واپس آیا تھا۔ ممالک غیر میں چھاپے کے فن کا نشو و نما اور طبع کتب کے لیے ابھرے ہوئے حروف کی ایک ڈال چوبی تختیوں کی بجائے رفتہ رفتہ سیسے کے متحرک حروف کا رواج پہلے خود ایک طویل داستان ہے۔ لیکن جب کیکسٹن نے چھپائی کا کام انگلستان میں شروع کیا تو یہ تمام مراحل بتدریج طے ہوتے گئے۔ ۱۴۷۶ء سے پہلے انگلستان میں جس قدر کتابوں کی نئی نقول تیار ہوتی تھیں سب قلمی ہوتی تھیں اور اس سے اُن کے نایاب اور قیمتی ہونے کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اب کتابت طباعت سے بدل گئی اور کیکسٹن نے شاہ ایڈورڈ اور رچرڈ امیر گلاسٹر کی سرپرستی میں بہت سی شعر و سخن کی کتابیں چھاپ ڈالیں۔ اسکی گزر اوقات کا ذریعہ بھی اُس کا چھاپہ خانہ تھا۔ چنانچہ وہ پادریوں کے لیے دعا کی کتابیں واعظوں کے لیے خطبے اور سرداروں اور جاگیرداروں کے لیے عشق و حسن و

کیکسٹن اور اس کا مطبع ۱۴۷۶ء۔

شجاعت کی داستانیں چھاپ چھاپ کر بیچا کرتا تھا۔ "ملفوظات و اقوال فلاسفہ" پہلی کتاب تھی جو ۱۴۷۷ء میں انگلستان میں طبع ہوئی۔ اس کے بعد چاسر کا کلام اور سیکسن نسل کے نامور تاجدار کی داستان موسوم بہ "انجام آرتھر" شایع ہوئی۔ اُن کے علاوہ کیکسٹن نے متعدد غیر زبانوں کی تصانیف ترجمہ کر کے چھاپیں۔ مثال کے طور پر "رینارڈ لومڑی کی کہانی" اور "تاریخ ٹرائے" کا نام لیا جا سکتا ہے۔ لیکن اُن کتابوں کی طبع و اشاعت سے بھی کہیں زیادہ اہم یہ واقعہ ہے کہ جب ۱۴۹۱ء کے قریب کیکسٹن کا انتقال ہوا تو چھاپہ کا فن جس نے دنیا میں ایسے ایسے حیرت انگیز انقلابات پیدا کر دیئے ہیں انگلستان میں مستقل طور پر شایع ہو چکا تھا۔

لیکن کیکسٹن ابھی زندہ ہی تھا کہ انگلستان پھر نئی مشکلات و مصایب میں مبتلا ہو گیا۔ ۹ اپریل ۱۴۸۳ء کو ایڈورڈ چہارم نے وفات پائی اور دو بیٹے یادگار چھوڑے۔ ایڈورڈ شہزادہ ویلز جس کی عمر تیرہ سال تھی اور رچرڈ امیر یارک جس نے دسویں سال میں قدم رکھا تھا۔ اور جونہی جد و جہد اب ملک میں شروع ہوئی اس کا تختۂ مشق یہی بچے تھے۔

ایڈورڈ پنجم

اپریل لغایت جون ۱۴۸۳ء

جب بادشاہ کا انتقال ہوا تو حکومت پر دست تصرف دراز کرنے کے لیئے دو فریق پہلے سے تیار بیٹھے تھے۔ ایک جماعت تو ملکہ اور اس کے اقربا کی تھی۔ دوسری جماعت کا سردار بادشاہ کا بھائی رچرڈ امیر گلاسٹر تھا۔ شہزادہ ویلز اُس وقت اپنے ماموں لارڈ رورس اور اپنے سوتیلے بھائی سر رچرڈ گرے کی نگرانی میں مقیم لڈلو تھا۔ ملکہ کو جو ویسٹ منسٹر میں رہتی تھی اصرار تھا کہ اُس کے بیٹے کی ولایت اور سلطنت کی محافظت کے منصب پر کونسل کی طرف سے اسی کا تقرر ہونا چاہیئے لیکن اراکین کونسل یہ خدمت رچرڈ کے تفویض کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اُنھوں نے اسے یارک سے جہاں وہ بحیثیت نائب حکمراں تھا بلا بھیجا۔ رچرڈ نے

لارڈ رورس اور سر رچرڈ گرے کی گرفتاری۔

چھوٹتے ہی ملکہ کی جماعت کے قلع و قمع کرنے کا فیصلہ کر لیا۔
رستے میں اُس کی اور اُس کے رفیق امیر بکنگھم کی لارڈ رورس اور
سر رچرڈ گرے سے مٹ بھیڑ ہوئی جو شہزادہ کو لیے ہوئے
لندن جا رہے تھے اس نے اُن دونوں کو تو گرفتار کر کے یارک شایر کے قلعہ پانٹی فرکٹ
میں بھیج دیا اور شہزادے سے یہ بہانہ کیا کہ تمھارا چچا اور سوتیلا بھائی تمھارے تخت
و تاج کے خلاف سازش کر کے حکومت پر خود قبضہ کر لینے کی فکر میں تھے غریب
لڑکا پھوٹ پھوٹ کر رونے اور اپنے دونوں عزیزوں کی حمایت کرنے لگا
لیکن رچرڈ کا پتھر دل ذرا نہ پسیجا اور شہزادے کو پھر اُن دونوں سے ملنا کبھی
نصیب نہ ہوا۔

ملکہ نے جب اپنے بھائی کی گرفتاری کی خبر سنی تو بے حد پریشان ہوئی اور
اپنے چھوٹے بیٹے اور بیٹیوں کو لیکر خانقاہ ویسٹ منسٹر کے مامن میں جا [illegible]
۴ مئی کو رچرڈ اور بکنگھم نوعمر بادشاہ کے ہمرکاب داخل لندن ہوئے اور رچرڈ

۴ مئی ۱۴۸۳ء۔

رچرڈ کا تقرر بحیثیت نائب السلطنۃ محافظ سلطنت مقرر ہوا۔ رچرڈ کو اس منصب پر فائز
ہونے میں لارڈ ہیسٹنگز سے بہت بڑی مدد ملی۔ لارڈ موصوف
کا شمار امرا کے طبقۂ جدید میں تھا جو ملکہ کا مخالف تھا۔ اوّل
اول ایڈورڈ پنجم کے قیام کے لیے اسقف لندن کا محل واقع سنیٹ پال تجویز
کیا گیا لیکن چند ہی روز بعد رچرڈ نے اُسے قلعہ لندن کے محل میں منتقل کر دیا اور
شومیِ قسمت سے ملکہ اس تجویز پر رضامند ہو گئی کہ چھوٹا شہزادہ امیر یارک بھی اپنے
بڑے بھائی کے ساتھ ہی رہے۔

یہاں تک تمام واقعات آئینے کی طرح روشن ہیں۔ لیکن جو طرز عمل رچرڈ نے
اُس کے بعد اختیار کیا اُس کی نسبت صحیح رائے قائم کرنی مشکل ہے یہ نہیں کہا جا سکتا
کہ آیا ابتدا ہی سے سلطنت پر اُس کا دانت تھا یا بعد میں اپنے دشمنوں کی سازشوں

رچرڈ کی سیرت۔

کا توڑ کرتے کرتے یکایک اُس کی نیت بدل گئی۔ اُس کے
مخالفین کا بیان ہے کہ اُس کی شکل و صورت نہایت مکروہ
تھی اور اُس کے عادات و اطوار بھی ناخوش آیند تھے لیکن یہ بیان بہت کچھ مبالغہ آمیز

ہے۔ وہ نحیف الجثہ ضرور تھا اور اُس کے ایک کندھے کی ساخت بھی کسیقدر ناقص تھی پھر بھی اُس کے بشرے سے آثار غور و فکر ہویدا تھے اگرچہ آنکھوں کی بے قرارانہ جنبش طبیعت کی سیمابیت پر دلالت کرتی تھی۔ اُس کے اطوار پسندیدہ تھے اور علمی مشاغل سے اسے دل بستگی تھی۔ اُس کے مکار اور بے اصول ہونے میں شک نہیں لیکن اس میں بھی کلام نہیں کہ اپنے بھائی ایڈورڈ کے ساتھ جب تک وہ زندہ رہا اُس کے تعلقات مخلصانہ رہے اور ہمیں اُس کی نسبت یہی نیک گمان رکھنا چاہیئے کہ جو جرائم اُس سے بعد میں سرزد ہوئے اُن کے ارتکاب پر وہ شروع ہی سے نہیں تلا بیٹھا تھا۔

ایڈورڈ پنجم کو تخت پر بیٹھے ایک مہینہ گزر چکا تھا۔ ملکہ کے بہی خواہ سازشوں کا جال بچھانے میں مصروف تھے اور فریق مخالف کو نک دینے کے لیئے کسی مناسب موقع کی تاک میں تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ لارڈ ہیسٹنگز بھی یہ دیکھ کر کہ رچرڈ اپنے اختیار کی باگیں بہت ڈھیلی کرتا جاتا ہے ملکہ کی جماعت کے ساتھ آملا۔

لارڈ ہیسٹنگز کا قتل ۱۳ جون ۱۴۸۳ء

رچرڈ کو بھی پل پل کی خبر لگ رہی تھی۔ ۱۳ جون کو دفعتہً کونسل کے ایوان میں داخل ہو کر اُس نے ہیسٹنگز پر اپنے خلاف سازش کرنے کا الزام لگایا اور ملزم کو صفائی کا موقع دیئے بغیر ایک مسلح جماعت کے پہرے میں دے دیا جس نے دوپہر ہوتے ہوتے ٹاور گرین میں اُس کا سر لکڑی کے ایک لٹھے پر رکھ کر قلم کر دیا۔ نو دن بعد رچرڈ کی غاصبانہ نیت ایک نیا رنگ لائی۔ ایک پادری نے سینٹ پالس کراس میں اور امیر بکنگھم نے گلڈ ہال میں لوگوں کو یہ جل دینا چاہا کہ قانونی حیثیت سے الزبتھ ووڈول ایڈورڈ چہارم کی بیاہتا بی بی نہ تھی اس لیئے کہ اُس کو عقد میں لانے سے پہلے ایڈورڈ ایک اور خاتون سے منسوب ہو چکا تھا۔ اور ایسی حالت میں دونوں شہزادے جو اولاد ناجایز تھے تخت و تاج کے حقیقی وارث نہ ہو سکتے تھے۔ یہ دعوٰی تو پیش کیا لیکن اب بھی رچرڈ اور تخت سلطنت کے درمیان ایک اور حجاب بھی حایل تھا۔ یعنی امیر کلارنس کے نوعمر بیٹے امیر وارک کا حق رچرڈ کے

شہزادے غیر صحیح النسب قرار دیئے گئے

حق پر مرجح تھا۔ یہ مشکل چٹکی بجاتے میں یوں حل کر لی گئی کہ وارک

کا باپ باغی تھا اس لیے وہ تخت نشین نہیں ہو سکتا۔ غرض ۲۵ جون کو پارلیمنٹ کے امرا اور عوام کی ایک جماعت نے تاج شاہی رچرڈ کو پیش کیا اور اس کے دوسرے دن اُس نے ایوان ویسٹ منسٹر میں داخل ہو کر رچرڈ سوم کے لقب سے اُس سنگ مرمر کے تخت پر جلوس کیا جو رسم تخت نشینی کے لیے مخصوص ہے۔ اس کے چند دن بعد امیر ریورس اور سر رچرڈ گرے کی پانٹی فریکٹ میں گردن ماری گئی اور ساتھ ہی ایڈورڈ پنجم کے عہد کا خاتمہ ہو گیا۔

رچرڈ سوم

سنہ ۱۴۸۳ء تا سنہ ۱۴۸۵ء

لیکن وہ سانحہ ابھی پیش نہ آیا تھا جس کی حسرت خیز یاد ابھی تک لوح روزگار پر نقش ہے۔ رچرڈ کی رسم جلوس اُس تمام تزک و اہتمام کے ساتھ عمل میں آئی جس کی تیاریاں اُس کے بھتیجے کے لیے کی گئی تھیں۔ اُس کے بعد وہ اپنی ملکہ کو ساتھ لیکر انگلستان کے شمالی علاقے کی طرف روانہ ہوا جہاں اُس کی ہر دل عزیزی میں کبھی بھی فرق آنے نہ پایا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی غیبت میں امیر بکنگھم اپنے کیے پر بہت پشیمان ہوا کہ کیوں میں نے ایسے شخص کو تاج و تخت کا قبضہ دلانے میں ایسا اہتمام کیا۔ کم سن شہزادوں کی اسیری بھی لوگوں کو گراں گزرنے لگی اور اس قید کے گھر گھر چرچے

شہزادوں کے قتل کے چرچے

ہونے لگے۔ انھیں ایام میں یہ خبر دور دور پھیل گئی کہ شہزادے لندن کے قلعہ میں قتل کر دیے گئے ہیں۔ لیکن کسی کو باور نہ آتا تھا کہ ایسی بے رحمی کا ارتکاب بھی ہو سکتا ہے۔ ہر شخص کو امید لگی ہوئی تھی کہ رچرڈ اپنے دونوں بھتیجوں کو روز روشن میں لا کر وہ دھبے چھڑا دے گا جو اُن بچوں کے قتل کی افواہ نے اُس کی شہرت کے دامن میں لگا رکھے ہیں۔ لیکن معصوموں کے خون کے یہ داغ کچھ کیچڑ کے دھبے نہ تھے۔ رچرڈ انھیں مرتے دم تک نہ چھڑا سکا۔ کوئی دو سو سال بعد شاہ چارلس دوم کے عہد میں کم سن شہزادوں کی عمر کے دو لڑکوں کی لاشیں قلعہ لندن کے برج سفید کے زینے کے نیچے سے برآمد ہوئیں۔ اور خانقاہ ویسٹ منسٹر میں ہنری ہفتم کے

زینے کے اندر دفن کر دی گئیں۔ اگرچہ ہم وثوق کے ساتھ کوئی حکم نہیں لگا سکتے لیکن قلعۂ لندن کے قلعدار سرجیمز ٹرل کے اس اقبالی بیان کی صحت میں کلام کی مطلقاً گنجایش نہیں کہ رچرڈ کے حکم سے دونوں شہزادے اپنے بستر پر ہی گلا گھٹوا کر مروا ڈالے گئے اور پھر زینے کے نیچے گاڑ دئے گئے۔ رچرڈ کی زندگی اب اُس کے لیئے وبال ہوگئی۔ اس کا مجرم ضمیر اسے دم بھر کو چین نہ لینے دیتا تھا۔ ڈراونے خواب اُسے راتوں کو جگا جگا دیتے تھے اور سوتے میں چیخ چیخ اوٹھتا تھا ادھر ضمیر کی ملامت کی یہ کیفیت تھی ادھر اُس کے دشمنوں کو بھی ناکردہ گناہ شہزادوں کے خون ناحق کے صدقے میں اُس کے خلاف ایک اچھا خاصہ حربہ ہاتھ آگیا تھا۔ بہر حال اپنے مختصر دو سالہ عہد حکومت میں اُس نے

رچرڈ کے عہد کے اصلاحات

سلطنت کا انتظام اچھی طرح کیا تجارت کی حفاظت کے لیئے اُس نے عمدہ قوانین جاری کیئے اور اوّل اوّل اُسی نے غیر ممالک میں انگریزی آبادی کے حقوق کی حفاظت کے لیئے مناسب تدابیر اختیار کیں۔ چنانچہ پایسا میں جو انگریز آباد تھے اُن کے حقوق کی نگہداشت کی خدمت اس نے فلارنس کے ایک سوداگر کے سپرد کی زمانۂ حال کی اصطلاح میں اُس عہدے کو لفظ "قونصل" سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ رچرڈ ہی انگلستان کا وہ پہلا تاجدار ہے جس نے شمال انگلستان اور پائے تخت کے درمیان پیام رسانی کے لیئے ہرکاروں کا ایک باقاعدہ سلسلہ قایم کر کے گویا ڈاک کے انتظام کی ابتدا کی۔ اُسی کے ساتھ اُس نے ایک قانون نافذ کر کے "ہدایا" کے اُس طریقہ کو موقوف کر دیا جو ایڈورڈ چہارم نے جاری کیا تھا۔ اُس کے علاوہ اُس نے چھاپے کو ترقی دی اور اشاعت کتب نے اُس کی سرپرستی میں بہت کچھ فروغ پایا۔ لیکن باایں ہمہ وہ خوب جانتا تھا کہ لوگوں کو اُس سے عموماً نفرت ہے اور اُس کے تباہ و برباد کرنے کے لیئے سازشیں کی جا رہی ہیں۔

امیر بکنگھم نے جو اب رچرڈ کا پورا مخالف ہوگیا تھا شاہی نسل سے ہونے کی بنا پر پہلے تو دعوائے تخت و تاج خود کرنا چاہا لیکن پھر اُس ارادے کو خلاف مصلحت سمجھ کر ترک کر دیا۔ ہوا خواہان خاندان لینکسٹر نے ہنری ٹیوڈر امیر رچمنڈ کو باہر سے بلا بھیجا تھا کہ اگر رچرڈ کو حکومت سے بے دخل کرے اور خود

ہنری ٹیوڈر کو انگلستان آنیکی دعوت

تخت و تاج سنبھال لے۔ ادھر فریق یارک کی جو رچرڈ سے قلبی نفرت رکھتا تھا یہ تجویز تھی کہ ٹیوڈر ایڈورڈ چہارم کی بیٹی الزبتھ سے عقد کر کے یارک اور لینکسٹر دونوں خاندانوں کو ملا دے۔ ان حالات میں امیر بکنگھم کو ہنری ٹیوڈر ہی کی تائید زیادہ مناسب معلوم ہوئی۔ ہنری ٹیوڈر اور اُس کے دعاوی کی حقیقت سمجھنے کے لئے ہمیں ہو سال پیچھے ہٹ کر ایڈورڈ سوم کے شجرے پر نظر ڈالنی پڑے گی (دیکھو نقشہ مندرجہ صفحہ ۲۳۱) اس نقشہ سے معلوم ہوگا کہ ہنری ٹیوڈر کی ماں مارگرٹ بوفرڈ کیتھرائن سوین فرڈ کے بطن سے جان رئیس گانٹ امیر لینکسٹر کی پوتی تھی لیکن اتنی دور کی تلاش کے بعد بھی حکومت کا یہ استحقاق کچھ بہت زیادہ وزن دار نہیں ثابت ہوتا اس لیے کہ اول تو برادران بوفرٹ کے نسب کی صحت کا اعلان بھی رچرڈ دوم ہی کی عنایت سے ہوا دوسرے ہنری ٹیوڈر کے باپ کی حیثیت بھی اس سے زیادہ نہ تھی کہ وہ ویلز کا ایک شریف زادہ تھا اور اُس کے باپ اوون ٹیوڈر کی شادی ہنری پنجم کی بیوہ کیتھرائن رئیسۂ فرانس سے ہوئی تھی۔ (دیکھو نقشہ مندرجہ ۱۵۴) پھر جو انگریز ہنری امیر رچمنڈ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرنے کے لیئے آمادہ ہو گئے تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ رچرڈ سے وہ کس حد تک بیزار ہوں گے۔

رچرڈ کو ان تمام سازشوں کا علم تھا۔ اسی لیئے اُس کے حریفوں کی کوشش ناکام ثابت ہوئی۔ اور بکنگھم گرفتار ہو کر ۲ نومبر ۱۴۸۳ء کو قتل کر دیا گیا۔ رچرڈ دو سال تک حکمراں رہا لیکن ۱۴۸۴ء میں اُس کے بیٹے کا جو ولیعہد سلطنت تھا انتقال ہو گیا۔ ایک سال بعد بتاریخ ۷ اگست ۱۴۸۵ء ہنری امیر رچمنڈ نے ملفرڈ ہیون کی بندرگاہ میں جو پمبروک شایر میں واقع ہے لنگر ڈالا لنگراندازی کے وقت اُس کے ساتھ صرف دو ہزار آدمیوں کی جمعیت موجود تھی۔ اسی مختصر سی جمعیت کے ساتھ اُس نے کوچ کیا لیکن رستے میں لوگ اطراف و جوانب سے آ آ کر اُس کے ساتھ شامل ہوتے گئے اور اس جمعیت نے بہت جلد ایک لشکر جرّار کی صورت اختیار کر لی۔ رچرڈ اگرچہ اس خطرے کو مطلق خاطر میں نہ لایا لیکن پھر بھی بمقتضائے احتیاط فوجیں لیئے ہوئے نکلا اور لیسٹر تک بڑھتا چلا گیا۔ مارکٹ باسورتھ کے میدان پر شہر سے باہر

ہنری امیر رچمنڈ کی لنگراندازی ۷ اگست ۱۴۸۵ء

میدان باسورتھ کی لڑائی ۲۲ اگست ۱۴۸۵ء

دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ لڑائی ابھی شروع بھی نہ ہونے پائی تھی کہ لارڈ اسٹینلی رچرڈ کا ساتھ چھوڑ کر اپنے تمام ہمراہیوں سمیت دشمن سے جا ملا پرسی امیر نارتھمبرلینڈ نے بھی عین وقت کے وقت دغا دی اور اپنا دستۂ فوج لیے ہوئے دشمن کی فوج میں جا شریک ہوا۔ یہ حالت دیکھ کر رچرڈ کی تمام امیدیں منقطع ہو گئیں اور اُسے یقین ہو گیا کہ اب بنائے سے کچھ نہ بنے گا اس کے لیے اب میدان جنگ میں صرف عزت کی موت باقی رہ گئی تھی اور چونکہ دل کا بودا نہ تھا اس نعرے کے ساتھ کہ "میرے ساتھی مجھے دغا دے گئے" تلوار سونت کر غنیم کی صفوں میں جا گھسا اور داد مردانگی دیتا ہوا مارا گیا۔ اُس کا تاج کنٹیلی کی ایک جھاڑی کے نیچے پڑا ہوا ملا اور ہنری کے

جنگ گلاب کا خاتمہ

سر پر رکھا گیا۔ اس طور پر گلاب کے پھولوں کا معرکہ جس نے قتل و نہب اور خونریزی و غداری کا بازار ملک بھر میں گرم کر رکھا تھا خدا خدا کر کے ختم ہوا اور ملک کو پھر چین نصیب ہوا۔ اس کے کچھ ہی دن بعد ہنری ٹیوڈر نے خاندان یارک کی شہزادی الزبتھ کے ساتھ جو ایڈورڈ چہارم کی بیٹی تھی عقد کر کے نہ صرف تخت نشینی کے لیے قوی استحقاق پیدا کر لیا بلکہ لینکسٹر اور یارک کے دونوں رقیب گھرانوں کو متحد کر دیا۔

جنگ گلاب کے خاتمے کے ساتھ انگلستان میں قرون وسطی کی تاریخ کا دور تمام ہوتا ہے۔ ان قرون میں امرا کی طاقت کا پلہ نہایت زبردست تھا اور بادشاہ گویا اُن کا سردار ہوتا تھا جسے اساقف یعنی سرداران کلیسا اور جاگیردار یعنی امرائے سلطنت لبا اوقات اپنے قابو میں رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ انگلستان کی

قرون وسطی میں انگلستان اور براعظم یورپ کے گہرے تعلقات۔

حیثیت اس زمانے میں براعظم یورپ کے ایک حصے سے بڑھ کر نہ تھی۔ گویا یورپ ایک بہت بڑا خاندان تھا اور انگلستان اس خاندان کے ایک کنبے کا حکم رکھتا تھا۔

امرائے انگلستان و فرانس اکثر صورتوں میں باہم دگر قریب کے رشتہ دار ہوتے تھے اور جنگ و امن دونوں حالتوں میں گویا فوجی سرداروں کی اسی برادری سے تعلق رکھتے تھے جس کا شیرازہ اصول شجاعت و مروت

نے باندھ رکھا تھا۔ انگلستان کے علماء و فضلا اور قسیس اکثر صورتوں میں یا تو پردیسی ہوتے تھے یا باہر سے تعلیم پاکر آتے تھے۔ لندن کے تاجروں کی سب سے زیادہ با اقتدار جماعت ساحل بحیرہ بالٹک کے جرمن سوداگروں کی انجمن تھی اور انگریزوں کو ہمیشہ اس بات کی شکایت رہتی تھی کہ شاہان انگلستان کے درباروں میں تمام بڑی بڑی خدمتوں پر غیر ممالک کے باشندوں کا قبضہ ہے۔

لیکن کچھ دنوں سے یہ پرانی بندشیں رفتہ رفتہ ڈھیلی پڑنے لگی تھیں۔ گزشتہ پچاس سال سے امرا کا طبقہ قدیم تباہ ہو رہا تھا۔ کچھ تو جنگ صد سالہ میں مرکھپ گئے تھے اور ایک بہت بڑی تعداد جنگ گلاب کے معرکوں میں کام آچکی تھی۔ ان خانہ جنگیوں کے دوران میں شاہی نسل کے جو افراد کام آئے انکا شمار

قدیم طبقۂ امرا کی بربادی

کسی طرح انہی سے کم نہ تھا اور جب کوئی امیر باغی قرار دیا جاتا تھا اور یہ صورت اکثر پیش آتی رہتی تھی تو باغی کی تمام جائداد بادشاہ کے قبضے میں چلی جاتی تھی۔ جب ہنری ہفتم سریر آرائے سلطنت ہوا تو اُسکی پہلی پارلیمنٹ کے اجلاس میں صرف ستائیس امیر الامرا اور کمتر درجہ کے رؤسا اور جاگیردار شریک ہونے کے لیے موجود تھے۔ بلاشبہ اس موقع پر کچھ امیر ایسے بھی تھے جو ہنری ہفتم کی سیادت تسلیم نہ کرنے کے باعث پارلیمنٹ میں نہ آئے لیکن بایں ہمہ اُن ستائیس میں بھی کئی امیر ایسے تھے جنھیں منصب نیا نیا عطا ہوا تھا۔

یہ سچ ہے کہ اِن میں سے بعض امرا نہایت طاقتور تھے اور اُن کی اس بڑھی ہوئی طاقت کا باعث ایک خاص دستور تھا جو سربراہی کے نام سے موسوم تھا۔ اس دستور کی رو سے امرا اپنے علاقے کے تمام سفید پوشوں اور شریفوں کو جو اُن کی طرف سے بمعاوضہ حمایت وحفاظت جنگی خدمات انجام

سربراہی کا دستور

دیتے تھے وردیاں اور نشان دیا کرتے تھے لیکن ان طاقتور امیروں کے زور ٹوٹنے کا وقت قریب تھا۔ بارود نے جس کا استعمال عام ہوگیا تھا بادشاہ کے ہاتھ میں ایک نئی طاقت دے دی تھی جس کے آگے تیر و کمان اور نیزہ و شمشیر بالکل بیکار تھے توپخانہ اور گولی

بارود کا ذخیرہ بادشاہ اور اُس کے وزرا کی نگرانی میں رہتا تھا۔ اور توپوں کی ایک ہی باڑہ امرا کے تیر اندازوں اور نیزہ برداروں کو منتشر اور اُن کے قلعوں کو مسمار کر سکتی تھی۔

امرا کا زور تو ٹوٹ گیا تھا۔ لیکن شرفا اور متوسطین دولت و رسوخ میں ترقی کر رہے تھے۔ ان دونوں طبقوں کے جو افراد اپنے تمول یا خدمت سرکار کے باعث اعلیٰ مدارج پر فایز تھے عہد قدیم کے مغرور امرا کے مقابلے میں بادشاہ کے زیادہ فرمانبردار تھے اور قیام امن و ترقی تجارت کے ساتھ غیر ملکی لڑائیوں کی بہ نسبت اُنھیں زیادہ شغف تھا۔ غرض پرانے اور نئے امیروں میں ایک بڑا فرق ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ قدیم امرا تو غیر ممالک میں جا کر جنگ کرنے اور داد تہور و مردانگی دینے کو زندگی کا بہترین مشغلہ سمجھتے تھے۔ بخلاف اُس کے امرائے طبقہ جدید گھر میں رہ کر حریت شخصی کی نعمت سے بہرہ اندوز ہونے اور علوم و فنون اور تجارت و صنعت سے متمتع ہونے ہی کو اپنا نصب العین خیال کرتے تھے ہنری ہفتم کی تخت نشینی کے ساتھ ہم ایک دور سے نکل کر دوسرے دور میں داخل ہوتے ہیں اور اس میں ذرا شک نہیں کہ نئے انقلاب کا رستہ صاف کرنے کے لیے کئی ایک اعتبار سے وہ موزوں ترین شخص تھا۔

قرون وسطیٰ کی تحویل ازمنہ جدیدہ کو

———— ❖ ————

باب پنجم

سلسلۂ ٹیوڈر کے تاجداروں کی زبردست حکومت

خاندان ٹیوڈر کے فرمانروا

یارک　　لینکسٹر　　ویلز

ایڈورڈ چہارم　　جان بوفرٹ امیر سامرسٹ　　اودن ٹیوڈر شوہر کتھرین ملکۂ فرانسیسی بیوہ ہنری پنجم

مارگرٹ بوفرٹ .... منکوحۂ .... ایڈمنڈ ٹیوڈر

الزبتھ ملکۂ یارک .... منکوحۂ .... ہنری ہفتم

سال ولادت ۱۴۵۶ء سال وفات ۱۵۰۹ء زمانہ حکومت ۱۴۸۵ء تا ۱۵۰۹ء

- آرتھر — سولہ سال کی عمر میں فوت ہوا
- مارگریٹ — جیمز چہارم زوجۂ شاہ اسکاٹلینڈ
  - جیمز پنجم شاہ اسکاٹلینڈ
    - میری ملکۂ اسکاٹلینڈ — ہنری استوارٹ (لارڈ ڈارنلی) سے عقد کیا
      - جیمز اول شاہ انگلستان — جس کا لقب شاہ اسکاٹلینڈ ہونے کی حیثیت سے جیمز ششم تھا اور یہی نسل استوارٹ سے فرمانرواؤں میں انگلستان کا پہلا فرمانروا تھا۔
- ہنری ہشتم — سال ولادت ۱۴۹۱ء سال وفات ۱۵۴۷ء زمانہ حکومت ۱۵۰۹ء تا ۱۵۴۷ء
  - اس کی حسب ذیل بیبیاں تھیں
    - (۱) کتھرین ملکۂ ایراگان
    - (۲) این بولین
    - (۳) جین سیمور
    - (۴) این ملکۂ کلیوز
    - (۵) کتھرین ہوورڈ
    - (۶) کیتھرائن پار
  - میری — سال ولادت ۱۵۱۶ء سال وفات ۱۵۵۸ء، منکوحۂ فلپ ثانی شاہ ہسپانیہ، عہد حکومت ۱۵۵۳ء تا ۱۵۵۸ء (کتھرین ملکۂ ایراگان کے بطن سے)
  - الزبتھ — سال ولادت ۱۵۳۳ء سال وفات ۱۶۰۳ء، عہد حکومت ۱۵۵۸ء تا ۱۶۰۳ء (این بولین کے بطن سے)
  - ایڈورڈ — سال ولادت ۱۵۳۷ء سال وفات ۱۵۵۳ء، عہد حکومت ۱۵۴۷ء تا ۱۵۵۳ء (جین سیمور کے بطن سے)
- میری — منکوحۂ (۱) لوئی دوازدہم شاہ فرانس (۲) امیر سفاک
  - فرانسیس برینڈن منکوحۂ ہنری گرے
    - لیڈی جین گرے

تیرھواں باب

فرمانروایان نسل ٹیوڈر۔ دور اصلاح کنیسہ

ہنری ہفتم ۱۴۸۵ء لغایت ۱۵۰۹ء

ہنری ہشتم ۱۵۰۹ء لغایت ۱۵۴۷ء

ہنری ہفتم کے عہد سے تاریخ انگلستان کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ ۳۰ اکتوبر ۱۴۸۵ء کو ویسٹ منسٹر میں اس کے جلوس کی رسم عمل میں آئی اور سال آئندہ وہ خاندان یارک کی چشم و چراغ الزبتھ کو اپنے حبالۂ عقد میں لے آیا اور اس طور پر دونوں رقیب گھرانے جنکی ایک مدت سے لڑائی چلی آتی تھی آپس میں مل گئے

ہنری ہفتم کی صورت اور سیرت

ہنری چھریرے بدن کا ایک دبلا پتلا شخص تھا چہرے سے ذکاوت برستی تھی آنکھیں نیلگوں تھیں اور بشرے سے روشنی اور بشاشت مترشح ہوتی تھی۔ ننھیال کی طرف سے اس کا سلسلہ خاندان بوفرٹ سے جا ملتا تھا جس کے اراکین فرزانگی میں شہرۂ آفاق اور فن تدبیر مملکت میں یگانۂ روزگار تھے اور انکی یہ دماغی قابلیت ہنری کو ترکے میں پہنچی تھی۔ اپنی فرانسیسی دادی سے اسے حکومت کا سلیقہ اور سیاسی شعور میراث میں ملا تھا اور بحالت جلاوطنی اس نے فرانس میں رہ کر سیاست خارجہ میں درخور حاصل کرلیا تھا اب اس کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ داخلی اور خارجی امن قائم رکھے تاکہ خزانے میں روپیہ بافراط جمع ہو سکے اور ملک میں ایک زبردست حکومت قائم ہو جا سکے۔

پارلیمنٹ نے تخت انگلستان پر اس کا اور اس کے جانشینوں کا دوامی حق تسلیم کرلیا اور اس طور پر ویلز والے بھی خوش ہو گئے اس لیے کہ بادشاہ کے باپ کا وطن ویلز تھا۔ لیکن یارک والے ابھی تک بہت بے چین تھے۔ انھیں یہ شکایت تھی کہ بادشاہ کی بی بی اگرچہ نسل یارک سے ہے لیکن سلطنت میں ان کا جیسا چاہیے دخل نہیں۔ بادشاہ خود خاندان یارک سے ہونا چاہیے تھا۔ چنانچہ اڈورڈ چہارم کی بہن مارگرٹ رئیسۂ برگنڈی اور جیمز چہارم شاہ اسکاٹلینڈ کی مدد سے انھوں نے

پیچھے بعد دیگرے تخت و تاج کے دو جھوٹے دعوے دار کھڑے بھی کردیئے خاندان یارک
کا ایک حقیقی وارث تخت و تاج جوان سال ایڈورڈ امیر وارک ابھی تک زندہ موجود
تھا۔ اور ہنری نے پیش بندی کی راہ سے اُسے قلعۂ لندن میں نظر بند کر رکھا تھا۔
یہ ایڈورڈ اُس امیر کلارنس کا بیٹا تھا جو شراب ماسی کے خم میں ڈبو دیا گیا تھا لیکن
۱۴۸۶ء میں ایک جعلی امیر وارک آئرلینڈ میں نمودار ہوا اور امیر کلڈیر کی مدد سے

فریق وارک کی بغاوتیں۔

یہ جعل یہاں تک کامیاب ہوا کہ ڈبلن کے گرجا میں نقلی
امیر وارک کے جلوس کی رسم بھی منائی گئی۔ ملمع کی بھڑک
دو دن میں اتر جایا کرتی ہے ہنری نے اصلی امیر وارک کو باشندگان لندن کے
سامنے پیش کر کے نقلی امیر کا پول کھول دیا اور اسٹوک کے مقام پر جو نیوآرک کے
قریب واقع ہے ماہ جون ۱۴۸۷ء میں اُس کی فوج کو بھی شکست فاش دی۔
ہنری کا یہ حریف جب گرفتار ہوا تو لیمبرٹ سمنل نامی ایک لڑکا نکلا جس کا باپ آکسفرڈ

لیمبرٹ سمنل ۱۴۸۷ء

میں بڑھئی کا پیشہ کرتا تھا۔ ہنری نے اُسے فقط اتنی سزا دی
کہ شاہی باورچی خانے میں برتن مانجھنے کے کام پر لگا دیا۔
اس بغاوت نے ہنری کی توجہ آئرلینڈ کی طرف پھیر دی جہاں
انگریز کئی سال سے ساحل کے کنارے ایک قطعۂ زمین پر جو "احاطہ" کہلاتا تھا آباد
تھے۔ "احاطہ" کے یہ انگریز ہمیشہ آپس میں لڑتے رہتے تھے اور اندرون ملک
کے مقامی سرداروں سے بھی اُن کا آئے دن فساد ہوتا رہتا تھا۔ اُنھوں نے

آئرلینڈ کی حالت۔

اپنی ایک جداگانہ پارلیمنٹ بھی بنا رکھی تھی جو من مانے قوانین
وضع کیا کرتی تھی ۱۴۹۴ء میں ہنری نے سر ہنری پائننگس کو
جس کی عمدہ سپہ سالاری مشہور تھی فوج دیکر آئرلینڈ روانہ کیا کہ اس ملک کا از سر نو انتظام
کرے۔ پائننگس نے آتے ہی حسن تدبیر سے فتنہ و فساد مٹا دیا۔ عدالتوں اور

پائننگس کا قانون۔

دوسرے سررشتوں میں انگریزی افسر مقرر کیے۔ باغی امیر کلڈیر
کو گرفتار کر کے انگلستان بھیج دیا۔ اور اس مضمون کا ایک
قانون جاری کیا کہ آئندہ سے آئرلینڈ قوانین انگلستان ہی کا تابع ہوگا اور "احاطہ"
کی پارلیمنٹ کوئی نیا قانون شاہی کونسل کی منظوری کے بغیر وضع نہ کر سکے گی۔ اسکے بعد

کلداٹیر جس سے وفادار رہنے کا عہد کیا تھا نائب السلطنت بنا کر آئرلینڈ واپس بھیج دیا گیا۔

سمنل کی بغاوت سے ایک اور نتیجہ یہ مترتب ہوا کہ ہنری نے جلد ہی الزبتھ کے سر پر ملکۂ انگلستان ہونے کی حیثیت سے تاج سلطنت رکھ دیا تاکہ فریق یارک اسی حیلے سے رام ہو جائے اس کے بعد اُس نے ارکین پریوی کونسل میں سے ایک مجلس انتظامی منتخب کی جسے اُن طاقتور مجرموں کو سزا دینے کے اختیارات دیئے گئے جن پر عدالتیں ہاتھ ڈالتے ہوے ڈرتی تھیں یہ مجلس آگے چل کر اسٹار چیمبر (ایوان کواکب) کی عدالت میں ضم ہو گئی اس

اسٹار چیمبر کی عدالت۔

عدالت کو اُس پرانی کونسل کا قائم مقام سمجھنا چاہیئے جس کی وساطت سے بادشاہ آزادانہ طور پر دادگستری کے اختیارات خود استعمال میں لاتا تھا۔ آیندہ بادشاہوں کے عہد میں اس عدالت کی سرگرمیاں بہت کچھ ایذارساں ثابت ہوئیں لیکن ہنری کے زمانے میں اقدام بغاوت کا سختی کے ساتھ انسداد کرنے فتنوں اور شورشوں کے بجبر روکنے اور اس طور پر ملک میں امن وامان قائم رکھنے کے لحاظ سے اُس کا وجود نہایت مفید تھا اسی عدالت کی مدد سے ہنری نے "ہمسراہی" کا دستور (دیکھو صفحہ ۱۸۹) موقوف کر دیا جو امرا کے ہاتھ میں رعایا پر ظلم کرنے عدالتوں کو دھمکانے اور اضلاع کے حاکمان عدالت کے انتخاب کو ذاتی اغراض و مقاصد کے پابند بنانے کا آلہ بنا ہوا تھا۔ ہنری عزم بالجزم کر چکا تھا۔ کہ سلطنت کے بڑے بڑے امرا کو اپنا مطیع و منقاد کر کے رہے گا اور چونکہ اُن کی تعداد اب پہلے سے بہ نسبت بہت کچھ گھٹ گئی تھی اس لیئے اُن پر قابو پانا اُس کے لیئے آسان تھا۔

اسی اثنا میں ایک اور بغاوت کا مواد پک رہا تھا۔ پرکن واربک نامی ایک نوجوان نے جو بعد میں ٹورنے کا رہنے والا ثابت ہوا یہ دعوی پیش کیا کہ جو دو خردسال شہزادے قلعہ لندن میں قید کیے گئے تھے میں اُنھیں میں سے ایک ہوں میرا نام رچرڈ امیر یارک ہے۔ اور جب میرا بڑا بھائی ایڈورڈ پنجم قتل ہوا تھا تو میں آنکھ بچا کر قلعے سے نکل بھاگا تھا۔ شاہ فرانس اور

پرکن واربک ۱۴۹۲-۱۴۹۶ء

مارگرٹ رئیسہ برگنڈی کو اُس کی یہ باتیں باور آئیں۔ اور انھوں نے اُس کی وراثت کو تسلیم کرلیا۔ دول خارجہ کے درباروں میں بھی اُس کی بڑی آؤ بھگت ہوئی غرض ایک جمعیت فراہم کرکے اُس نے آئرلینڈ میں جا سر اٹھایا اور جب یہاں ناکامی ہوئی تو اسکاٹلینڈ چلا گیا جہاں جیمز چہارم نے اپنی بھتیجی کیتھرائن گارڈن سے اس کا عقد کردیا اور ۱۴۹۶ء میں انگلستان پر چڑھائی کرنے کے لئے فوج سے بھی اس کی مدد کی۔ اُس فوج کو امیر سرے نے شکست دی اور پرکن فرار ہوکر پھر آئرلینڈ چلا گیا۔ یہاں سے اُس نے کارنوال کا رخ کیا جہاں محصولات کی زیادتی سے تنگ آکر لوگوں نے بغاوت برپا کردی تھی۔ کارنوال میں پرکن نے ایک فوج تیار کی

پرکن کا قلعہ لندن میں قید ہونا ۱۴۹۷ء۔

جسے لے کر وہ اکیسٹر کی طرف بڑھا لیکن ٹانٹن کے مقام پر شاہی افواج سے مڈبھیڑ ہوتے ہی جی چھوڑ بیٹھا اور بھاگ کر بیولیو کی خانقاہ میں جا چھپا۔ جہاں وہ گرفتار کرلیا گیا اور ۱۴۹۷ء میں قلعہ لندن میں بھیج دیا گیا۔

ان بغاوتوں نے اگرچہ بادشاہ کو کسی قدر پریشان ضرور کیا لیکن ملک پر جس میں بڑے بڑے اہم انقلابات واقع ہو رہے تھے اُن کا بہت کم اثر ہوا۔ اپنے لائق وزیر صدر اسقف مارٹن کی مدد سے رچرڈ اپنے خزانے کو دولت سے بھر رہا تھا ہر اُس امیر کو جس کے متوسلین کی تعداد بہت زیادہ ہوتی جرمانے کی ایک بھاری رقم ادا کرنی پڑتی تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جب بادشاہ امیر آکسفرڈ کے گھر گیا اور اُس تقریب پر اُس نے حشم وخدم کی غیر معمولی نمائش کی تو بادشاہ نے اس علت میں کہ کیوں اُس نے اپنے خدام کو ایسی بھڑکیلی وردیاں دے رکھی ہیں اُس بیچارے پر پندرہ ہزار پاؤنڈ جرمانہ صادر کیا اور جب تک یہ رقم خزانے میں داخل نہ کرالی دم نہ لیا۔ "ہدایا" جنھیں رچرڈ نے موقوف کردیا تھا پھر وصول کیئے جانے لگے۔ اور خانہ جنگیوں کے دوران میں جو افراتفری پڑگئی تھی اُس سے فائدہ اٹھاکر ہنری نے بہت سی واجب الوصول رقمیں مطالبہ کرکے خزانے میں داخل کرالیں اور بہت سے زمینداروں کی جائدادوں پر جو سند ملکیت پیش نہ کرسکے

ہنری کا استحصال بالجبر اور خودمختارانہ حکومت۔

قبضہ کر لیا۔ اس سے ہنری کو دو فائدے ہوئے۔ ایک تو وہ امیر جو حد سے زیادہ طاقتور تھے کمزور ہو گئے۔ دوسرے اُس کا خزانہ بھر گیا۔ تاج فرانس پر شاہان انگلستان کے قدیم دعوے کو بھی اُس نے ذریعۂ جلب منفعت بنایا اور بولون سے اپنی فوجیں ہٹا لینے کے معاوضے میں بادشاہ فرانس سے اُس نے ایک بہت بڑی رقم وصول کی۔ ان تدبیروں سے اُس نے ڈھیروں دولت جمع کر لی۔ چنانچہ جب اُس کا انتقال ہوا تو اُس کے بیٹے کو اندازاً بیس لاکھ پاؤنڈ ترکے میں ملے۔ افسوس ہے کہ اس دولت کا بڑا حصہ ناجائز وسائل سے جبراً فراہم ہوا تھا اور لوگوں کی اس میں بڑی بڑی حق تلفیاں ہوئی تھیں۔ ایمپسن اور ڈڈلی نامی دو مقنن جو اس وصولی کے ظالمانہ کام میں عمر بھر بادشاہ کا ہاتھ بٹاتے رہے بڑی نفرت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ لیکن ہنری کو اُس میں ایک اور فائدہ بھی ہوا۔ یعنی اس طور پر دولت سمیٹنے کے باعث وہ پارلیمنٹ کا دست نگر نہ رہا۔ اپنے عہد حکومت کے پچھلے تیرہ سال میں پارلیمنٹ کو اُس نے صرف ایک مرتبہ طلب کیا۔ اور اسی لیئے وہ گویا ایک بالکل خودمختار اور مطلق العنان فرمانروا تھا۔

اب ہنری کی بڑی آرزو یہ تھی کہ کسی طرح ممالک غیر کے ساتھ صلح و آشتی کے تعلقات قائم ہو جائیں اور اس مقصد کے حصول کے لیئے اُس نے بڑی دانائی سے کام لیا۔ یورپ میں انگلستان کے سب سے بڑے حریف تین تاجدار تھے چارلس ہشتم اور اُس کا جانشین لوئی دوازدہم شاہ فرانس اور فرڈینینڈ شاہ ایراگان

کیتھرائن شہزادی ایراگان کے ساتھ آرتھر کا عقد۔

فرانس کی قوت چونکہ اب بہت بڑھ گئی تھی اور اُس کے علاوہ فرانسیسی ہمیشہ اسکاٹلینڈ والوں کو مدد دینے کے لیئے آمادہ رہتے تھے اس لیئے ضرور تھا کہ انگلستان کا کوئی ایسا حلیف موجود ہو جو فرانس کے مقابلے میں وقت پڑے پر کام آسکے ادھر خود فرڈینینڈ انگلستان کی امداد کا دل سے متمنی تھا۔ غرض ان باہمی مصالح کو مدنظر رکھ کر دونوں نے آپس میں اتحاد کر لیا اور اس سیاسی اتحاد پر ہنری کے سب سے بڑے بیٹے آرتھر شاہزادہ ویلز اور فرڈینینڈ کی بیٹی کیتھرائن شہزادی ایراگان کے عقد نے مہر قرابت لگا دی

عقد سے پہلے نوعمر امیر وارک اور پرکن وار بک اس الزام میں قتل کر دیئے گئے کہ

مارگرٹ اور جیمز چہارم شاہ اسکاٹلینڈ کا عقد۔

انھوں نے قلعۂ لندن سے فرار ہو جانے کی کوشش کی لیکن اس دوہرے قتل کی علت غائی غالباً یہ تھی کہ فرڈیننڈ کو اس بات پر اصرار تھا کہ تخت و تاج کے تمام دعویداروں کا قصہ پاک کر دیا جائے اگلے سال ہنری نے اپنی بیٹی مارگرٹ کو بھی جیمز چہارم شاہ اسکاٹلینڈ سے بیاہ دیا اور اس طور پر یہ ملک بھی انگلستان کا دوست بن گیا اس ہسپانوی شادی کے تین مہینے بعد قضا کار شہزادہ آرتھر کا انتقال ہو گیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ کیتھرائن کی قسمت کا کیا فیصلہ کیا جائے۔ فرڈیننڈ اور ہنری دونوں کی تمنا تھی کہ جو رشتہ ان میں قائم ہوا ہے وہ کسی طرح ٹوٹنے نہ پائے۔ اس لئے آپس میں یہ بات طے ہوئی کہ چونکہ کیتھرائن کا نکاح آرتھر کے ساتھ محض رسمی طور پر بندھا تھا اور زن وشو اکٹھے نہ ہوئے تھے لہذا لڑکی انگلستان ہی میں رہے

ہنری شہزادہ ویلز کی کا نکاح اپنی بیوہ بھاوج کے ساتھ

اور اپنے دیور کے ساتھ جو بعد میں ہنری ہشتم کا لقب اختیار کر کے تخت نشین ہوا عقد کرلے غرض پاپائے روما سے فرمان جواز نکاح حاصل کیا گیا۔ اور شہزادہ ہنری کو جس کی ابھی اچھی طرح مسین بھی نہ بھیگنے پائی تھیں اپنے بڑے بھائی کی بیوہ کے ساتھ جو عمر میں اُس سے چھ سال بڑی تھی بیاہ دیا گیا۔ ہمیں آگے چل کر معلوم ہوگا کہ اس بے جوڑ شادی سے کیسے کیسے غیر متوقعہ نتائج مترتب ہوئے ؎

جن دنوں یورپ کے تاجدار اس طور پر آپس میں رشتے ناتے کر کے اپنی طاقت بڑھا رہے تھے اسی زمانے میں بعض اولوالعزم شخص جان جوکھوں میں ڈال کر ایسے ایسے نئے اکتشافات کرنے میں مصروف تھے جن سے ساری دنیا کی کایا پلٹ ہو جانے والی تھی ۱۴۹۲ء میں شہر جنوا کے ایک باشندے نے

کولمبس کے اکتشافات ۱۴۹۲ء۔

جس کا نام کرسٹوفر کولمبس تھا بحر اوقیانوس کی طرف سے ہندوستان کی راہ نکالنے کا بیڑا اٹھایا اور اسی کوشش میں ساحل امریکہ کے قریب وہ جزائر دریافت کیے جنھیں اُس نے جزائر غرب الہند کا نام دیا۔ چند سال بعد ۱۴۹۷ء میں واسکوڈی گاما نامی ایک پرتگیز نے

پس امید کے گرد پھر کے ہندوستان کا بحری رستہ دریافت کرلیا۔ اور اسی سال وینس کے ایک باشندے سباسٹین کیبٹ نے شمالی و مغربی سمندروں کی چھان بین کے لیے جہاں وہ اپنے باپ کے ہمراہ سال بھر قبل ہو آیا تھا ہنری ہفتم کی اجازت لے کر برسٹل سے لنگر اٹھایا۔ لیبراڈر کے ساحل اور برف کی ان تیرتی ہوئی چٹانوں میں سے گزرتا ہوا جن پر قطبی ریچھوں کا بسیرا تھا کیبٹ نیو فونڈلینڈ تک جا پہنچا اور کاڈ مچھلیوں کی مشہور شکارگاہ سے دنیا کو روشناس کیا۔

واسکوڈیگاما اور کیبٹ ۱۴۹۷-۱۴۹۸ء۔

ان جغرافی انکشافات کے ساتھ ساتھ اٹلی سے نئے نئے علوم و فنون آکر انگلستان میں پھیل رہے تھے ۱۴۵۳ء میں ترکوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کیا اور بہت سے یونانی علما نے جو بھاگ کر اٹلی چلے آئے تھے ارض مغرب کے رہنے والوں میں ادبیات یونان کو رواج دیا۔ کچھ تو ان جدید معلومات نے اور کچھ کتب مطبوعہ کی اشاعت نے لوگوں کو فلاسفۂ یونان کی تصانیف اور یونانی زبان کی اناجیل کے مطالعہ کا شوق دلایا۔ اس سے پہلے خود قسیس بھی انجیل بزبان لاطینی پڑھا کرتے تھے۔ ۱۴۹۶ء میں کالٹ نامی ایک انگلش پادری نے جو اٹلی ہو آیا تھا آکسفورڈ میں لکچر دیے جن کا حرف حرف نئے خیالات سے لبریز تھا۔ ۱۴۹۷ء میں ہالینڈ کے مشہور عالم ارزمس نے جو یونانیات میں مہارت رکھنے کے علاوہ ایک بہت بڑا مصلح بھی تھا پہلی مرتبہ انگلستان کا سفر کیا اور سر ٹامس مور نے جن کی قانون دانی اور علم دوستی انگلستان میں مشہور ہے ۱۵۱۰ء میں ایڈورڈ پنجم کی سوانح عمری قلمبند کی۔ یہ پہلی کتاب تھی جو انگریزی نثر کے موجودہ رنگ میں لکھی گئی۔ یونیورسٹیوں میں نئے خیالات کا دور دورہ تھا اور ایک نئے جوش سے بھرے ہوئے زندگی کے آثار علمی حلقوں میں نمایاں تھے۔ لوتھر کے خطبے جرمنی میں ہل چل ڈالنے لگے تھے لیکن اس ہل چل کا آغاز ہی ہوا تھا کہ ہنری ہفتم اس محل میں جو اس نے رچمنڈ میں تعمیر کیا تھا انتقال کر گیا اور خانقاہ ویسٹ منسٹر کے اس خوشنما کنیسے میں جو اسی کے نام سے موسوم ہے دفن کیا گیا۔ اس نے تین اولادیں یادگار چھوڑیں (۱) مارگریٹ

علوم جدیدہ

بعد جیمز چہارم شاہ اسکاٹلینڈ (۲) میری جس نے بعد میں لوئی دوازدہم شاہ فرانس سے عقد کیا اور (۳) ہنری ایک حسین و جمیل ہیجدہ سالہ نوجوان جس کے عہد بادشاہی میں بڑے بڑے تاریخی واقعات ہوئے۔

ہنری ہشتم

۱۵۰۹ء لغایت ۱۵۴۷ء

ہنری ہشتم کے بادشاہ ہونے کی خوشی سارے انگلستان نے یکساں منائی۔ اُس کی رگوں میں یارک اور لینکسٹر دونوں قبیلوں کا خون دوڑ رہا تھا خدا نے اُسے طبیعت بھی اچھی دی تھی۔ بڑا خوش مزاج اور ملنسار تھا۔ ہر شخص کی دلجوئی ہر ایک کے ساتھ مذاق اور دل لگی اُس کی فطرت میں داخل تھی۔ مزاج میں فیاضانہ ایثار بھی تھا جس سے گمان ہوتا تھا کہ باپ کی خِرسی اس میں نہ آنے پائے گی۔ تعلیم بھی بہت اچھی ہوئی تھی اس لئے کہ جب اُس کا بڑا بھائی زندہ تھا تو خیال یہ تھا وہ کنٹربری کے صدر اسقف کے منصب پر فائز ہو اور ظاہر ہے کہ اس عہدے کے واسطے بڑی علمی قابلیت کی ضرورت تھی وہ فن موسیقی میں کمال رکھتا تھا اور شہسواری اور کشتی کے فنون میں بھی طاق تھا۔ وہ خود رائے ضرور تھا۔ اور پرلے درجہ کا خودبین بھی واقع ہوا تھا لیکن اُس کے معاملہ فہم ہونے میں کلام نہیں۔ اس کے علاوہ رعایا میں ہردلعزیز ہونے کی خواہش بھی ہمیشہ اس پر غالب رہتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود ان لغزشوں کے جو اُس سے رہ رہ کر سرزد ہوتی تھیں لوگوں کے دلوں سے اپنے اکھڑ مگر رنگیلے بادشاہ کی محبت کبھی پوری طرح سے زائل نہ ہونے پائی۔ اس کا سب سے بڑا عیب یہ تھا کہ وہ حد سے زیادہ خودغرض اور نفس پرست تھا۔ اپنے کسی مدعا کے حاصل کرنے یا اپنی ہردلعزیزی کے برقرار رکھنے کے لیئے وہ اپنے وفادار سے وفادار خادموں کو بھی نہایت بیدردانہ طور پر قربان کر دیتا تھا اور چونکہ بڑھتی عمر کے ساتھ نفس پرستی بھی بڑھتی جاتی ہے جس نے مرتے دم تک ہنری کا ساتھ نہ چھوڑا اس لیئے اخیر عمر میں

ہنری ہشتم کی سیرت۔

اُس کی حالت ایک وحشی اور بے درد ظالم کی ہوگئی تھی اور اگر اُسے یہ خوف نہ ہوتا کہ اُس کی ہردلعزیزی جاتی رہے گی تو نہ معلوم وہ کیسا کچھ گل کھلاتا۔

باپ کی وفات کے بعد جلد ہی اُس نے اپنی منگیتر کیتھرائن ایراگان کی شہزادی سے شادی کرلی اور ۲۴ جون ۱۵۰۹ء کو دونوں کی تاجپوشی کی رسم عمل میں آئی۔ ہنری نے زمام اختیار اپنے ہاتھ میں لینے کے بعد سب سے پہلا حکم یہ دیا کہ ایمپسن اور ڈڈلی کو گرفتار کرکے اُن پر مقدمہ چلایا جائے چنانچہ اُن دونوں کی گردن ماری گئی اس کے بعد وہ انگلستان کے جنگی بیڑے کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوا۔ اُسوقت تک اُس کے پاس صرف ایک جنگی جہاز تھا۔ یہ جہاز جس کا نام "گریٹ ہیری" تھا اُس کے باپ کے عہد حکومت میں بنا تھا۔ لیکن ۱۵۱۱ء میں ایک بڑا جنگی جہاز "دی لائن" اسکاٹلینڈ والوں سے غنیمت میں ملا اور سال آیندہ ایک اور جہاز ایک ہزار ٹن وزن کا "دی ریجنٹ" کے نام سے تیار کرایا گیا۔ اس جہاز کو فرانسیسیوں نے غرق کردیا۔ اُس پر ایک اُس سے بھی بڑا جہاز "ہنری گریس ڈی ڈیو" بنوایا گیا اور پھر متعدد اور جہاز یکے بعد دیگرے تیار ہوئے جہاز سازی کے اہتمام کے علاوہ بادشاہ نے سررشتہ امارت بحری کی بھی بنا ڈالی اور ۱۵۱۳ء میں ٹرینیٹی ہاوس (دار التثلیث) کی مجلس قائم کی جس نے روشنی کے میناروں کی تعمیر جہازوں کی رہنمائی کے لیے آب شناس بدرقوں کے باضابطہ تقرر جہاز رانی کے قوانین کی ترتیب اور خطرناک مقامات میں لنگر نماؤں کی نشاندہی سے بہت کچھ مفید خدمات انجام دی ہیں۔ مزید براں جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہنری نے ڈیپٹ فرڈ، وولچ اور پورٹسمتھ میں جہاز سازی کے کارخانے قائم کیے تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ وہ موجودہ برطانوی بیڑے کا بانی قرار دیا جاسکتا ہے۔

موجودہ برطانوی بیڑے کا بانی ہنری ہشتم تھا۔

ہسپانیہ اور جرمنی نے ایکا کرکے ایک "اتحاد مقدس" قائم کیا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ پاپائے روما کے مقبوضات کو فرانس کی دستبرد سے بچایا جائے۔ ہنری بھی اس اتحاد میں شریک ہوگیا لیکن اُس کا یہ فعل دانشمندانہ نہ تھا۔ جنگ نہایت نقصان رساں ثابت ہوئی۔ اور جان و مال کی بے دریغ قربانیاں کرنیکے بعد

جنگ مہمیز - ۱۶ - اگست ۱۵۱۳ء

انگریزوں کو فلینڈرس میں صرف تھرونور نے ہاتھ لگا جس معرکے میں یہ شہر ہوا وہ جنگ مہمیز کے نام سے موسوم ہے اور جنگ مہمیز اُسے اس لئے کہتے ہیں کہ جس طرح مہمیز لگانے سے گھوڑا فراٹے بھرنے لگتا ہے اسی طرح فرانسیسی بھی اس معرکے میں سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے تھے سنہ ۱۵۱۴ء میں فرانس کے ساتھ صلح ہو گئی۔ اور ہنری کی سب سے چھوٹی بہن میری کی لوئی دوازدہم سے شادی کر دی گئی۔ تین مہینے بعد لوئی کا انتقال ہو گیا اور اس کے بیٹے فرانسس اول نے تخت فرانس پر جلوس کیا۔

فرانسس اول شاہ فرانس سنہ ۱۵۱۴ء۔

اس اثنا میں اسکاٹلینڈ والوں نے جو ہمیشہ سے فرانس کی دوستی کا دم بھرتے چلے آتے تھے موقع پا کر سنہ ۱۵۱۳ء میں انگلستان پر حملہ کر دیا۔ ہنری ملک میں موجود نہ تھا اس لیئے اُس کی بجائے امیر سرے نے دشمن کا مقابلہ کیا اور فلاڈن کی مشہور لڑائی میں شکست فاش دی۔ اور جیمز چہارم کھیت رہا۔ ہنری کی بہن مارگرٹ جس کا بیٹا جیمز پنجم دو سال کا دودھ پیتا بچہ تھا اب حکومت اسکاٹلینڈ کی مختار کار بن گئی۔ کئی سال تک امرائے اسکاٹلینڈ کو آپس ہی کی لڑائی جھگڑوں سے اتنی فرصت نہ ملی کہ انگلستان کو پریشان کر سکیں لیکن ستائیس سال بعد جبکہ ہنری کا عہد حکومت ختم ہو رہا تھا اسی جیمز پنجم نے اپنے باپ کے نقش قدم پر چل کر انگلستان پر چڑھائی کی اور ۲۵ نومبر سنہ ۱۵۴۲ء کو سالوے ماس کی لڑائی میں شکست کھائی۔ نوجوان شاہ اسکاٹلینڈ کو اس شکست کا ایسا رنج ہوا کہ وہ گھل گھل کر اسی غم میں مر گیا۔

جنگ فلاڈن ۹ ستمبر سنہ ۱۵۱۳ء

جنگ سالوے ماس سنہ ۱۵۴۲ء

بدنصیب میری ملکہ اسکاٹلینڈ اسی کی لڑکی تھی اور باپ کے مرنے کے وقت اُس کا شیرخوارگی کا عالم تھا۔

اب ہمیں چاہیئے کہ اپنی توجہ کسی اور طرف بٹنے نہ دیں اور ان گوناگوں انقلابات پر نظر جمائے رہیں جو انگلستان میں یکے بعد دیگرے پیش آتے رہے اسلیئے کہ ہنری ہشتم کا عہد حکومت گویا ناٹک کا ایک کھیل ہے۔ جس طرح ناٹک میں ایک تماشہ گر آتا ہے اور اپنا کھیل دکھا کر چلا جاتا ہے اسی طرح ہنری کے مزاج میں بھی کبھی کوئی عورت اور کبھی کوئی مرد دخیل ہو کر معہ

دیر کیلئے اپنے اقتدار کے کرشمے دکھا کر رخصت ہوجاتا تھا اور اپنی جگہ کسی نئے
رقیب کے لیئے خالی کرجاتا تھا۔ بادشاہ پر سب سے پہلے جس شخص نے اپنا
اثر ڈالا اور سب سے زیادہ اقتدار حاصل کیا وہ شہر اِپسیچ کے ایک دولتمند
باشندے کا نوجوان بیٹا وُلزے نامی تھا۔ وُلزے ہنری ہفتم کے محل کا پادری
رہ چکا تھا اور فرانس میں ہنری ہشتم کے بڑے کام آیا تھا۔ فرانس سے واپس

وُلزے کی وزارت ۱۵۱۵ء غایت ۱۵۲۹ء۔

آکر بادشاہ نے اُسے یارک کا صدر اسقف اور وزیر خزانہ
مقرر کیا اور بعد میں پاپا نے اُسے کارڈی نال کا درجہ عطا
کرکے دربار لندن میں اپنا وکیل مطلق بھی بنا دیا اس سے
اُس کے اختیارات نہایت وسیع ہو گئے وزیر خزانہ ہونے کی حیثیت سے
وہ سلطنت کا صدر اعظم تھا اور پاپا کے وکیل مطلق ہونے کے باعث اُسے
کلیسا کے معاملات میں کنٹربری کے صدر اسقف پر بھی تفوق حاصل تھا۔
وُلزے کی قابلیت اور روشن ضمیری میں کلام نہیں۔ وہ علوم وفنون کا سرپرست تھا
اور اکسفرڈ کا کرائسٹ چرچ کالج اُسی کا قائم کیا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ وہ
معاملات خارجہ میں بڑی واقفیت رکھتا تھا۔ ان خوبیوں کے ساتھ ایک
عیب بھی اُس میں ضرور تھا۔ مملکت کے نظم ونسق میں عرق ریزی و جانکاہی کا
کوئی دقیقہ اُس نے اٹھا نہ رکھا تھا لیکن ملک کی اس بہی خواہی میں اُس کی ایک
خاص غرض شریک تھی۔ اُس کی بڑی تمنا یہ تھی کہ بادشاہ کی قوت بڑھائے اور
خود عزت و دولت پیدا کرے روپیہ کی فراہمی کے لیئے اُس نے انواع واقسام
کے طریقے اختیار کر رکھے تھے کبھی "ہدایا" وصول کرتا تھا کبھی جبراً قرض
اٹھاتا تھا کبھی عدالتوں سے لوگوں پر جرمانے کرا دیتا تھا۔ اس طور پر اُس نے
بادشاہ کے خزانے کو بھی بھر دیا اور خود بھی ہنری سے انعام واکرام
لے لے کر مالا مال ہوگیا اُس کی دولت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اُس
نے قصر ہیمپٹن کورٹ اور قصر یارک ہاوس (جو آگے چل کر وھایٹ ہال کے
نام سے موسوم ہوا) جیسے شاندار محل خود اپنے رہنے کے لیئے تعمیر کرائے
لیکن وُلزے کو یہ تمام دولت انگلستان ہی سے نہیں ہاتھ آئی تھی۔ یورپ کا

سب سے بڑا تاجدار اس وقت شہنشاہ چارلس پنجم تھا جسے ہسپانیہ کی سلطنت اپنے
نانا فرڈیننڈ سے ترکے میں ملی تھی جرمنی کا تخت اپنے دادا میکسیمیلئن کی وفات پر
انتخاباً ہاتھ آیا تھا اور نیدرلینڈ کا علاقہ اپنی دادی میری رئیسہ برگنڈی سے میراث میں
ملا تھا۔ ذیل کے شجرۂ نسب سے شاہان یورپ کے
بین الاقوامی تعلقات کی کیفیت اچھی طرح واضح ہوگی۔

سیاسیات یورپ۔

جرمنی — ہسپانیہ

شہنشاہ میکسیمیلئن — شوہر میری رئیسہ برگنڈی — فرڈیننڈ شاہ اراگان — شوہر ایسابیلا ملکہ کیسٹائل

شہزادہ فلپ ...... شوہر ...... جوانا — کیتھرائن منکوحہ ہنری ہشتم شاہ انگلستان

شہنشاہ چارلس پنجم

فلپ دوم .... شوہر .... میری ملکہ انگلستان
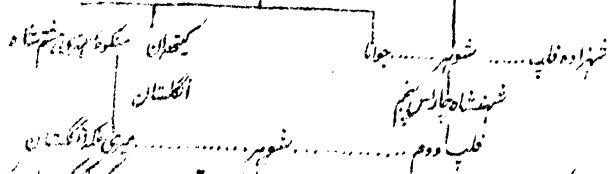
چارلس پنجم جس کی سطوت و اقتدار میں اتنی بہت سی سلطنتیں تھیں ہنری کی ملکہ کیتھرائن کا
خواہر زادہ تھا اور اس کی اور فرانسس اول تاجدار فرانس دونوں کی یہی تمنا تھی کہ انگلستان
اُن کا ساتھ دے۔ ولزے دونوں سے برابر تحائف و ہدایا وصول کرتا اور دونوں
کی رقیبانہ چشمک میں اپنا الّو سیدھا کرتا رہتا تھا۔ سنہ ۱۵۲۰ء میں چارلس پنجم نے انگلستان
آکر ہنری ہشتم سے کنٹربری میں ملاقات کی اس کے چند مہینے بعد فرانسس اول نے
ہنری کو فرانس آنے کی دعوت دی۔ ہنری نے یہ دعوت قبول کر لی اور دونوں تاجدار
اپنے اپنے حشم و خدم کے ساتھ گنیز کے مقام پر جو پولون سے کچھ زیادہ دور نہیں
ہے آپس میں آکر ملے۔

میدان فرش زرتار سنہ ۱۵۲۰ء۔

میزبان اور مہمان دونوں نے اس موقع پر اپنے شاہانہ طمطراق
اور کرّ و فر کی نمائش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ بڑی دھوم دھام
سے جشن منائے جنگی کرتبوں کے شاندار دنگلوں سے
تفریح طبع کا سامان کیا۔ ناؤ نوش کی صحبتیں دونوں طرف سے گرم ہوئیں۔ جس میدان
پر اس ٹھاٹھ کے ساتھ یہ جشن بپا ہوا وہ اپنی غیر معمولی شان و شکوہ کے لحاظ سے
"میدان فرش زرتار" کہلاتا ہے۔ لیکن اخلاص و الفت کے رنگ اس گرمجوشی سے

بڑھا لینے کے باوجود ہنری واپسی پر چارلس پنجم سے گریولائنز میں پھر ملا اور دو سال بعد اُسے فرانس پر حملہ کرنے میں مدد دی۔

اس میں نکتہ یہ تھا کہ ہنری تو دونوں بادشاہوں کی قوت میں توازن قائم رکھنا چاہتا تھا اور وُلزے جسے پاپائے روما بننے کی ہوس تھی اُن میں سے اُس تاجدار کا ساتھ دینا چاہتا تھا جو اُس کے زیادہ کام آسکے چارلس پنجم نے امداد کا وعدہ کیا تھا لیکن جب وہ موقع پے درپے ہاتھ سے نکل گئے تو ولزے چارلس سے بدگمان ہو کر دوسری طرف جا ملا۔ ۱۵۲۵ء میں جو اٹلی کے تھر پیو بالی کے میدان پر چارلس پنجم اور فرانسس اوّل میں جنگ ہوئی۔

فرانس کے ساتھ اتحاد۔

فرانسیسوں نے شکست کھائی اور اُن کا بادشاہ گرفتار کر لیا گیا۔ چارلس کی طاقت اب اس قدر بڑھتی جاتی تھی کہ ہنری اور ولزے خائف ہو گئے۔ غرض فریقین کے ساتھ یکے بعد دیگرے نامہ و پیام ہوا اور آخر میں فرانس کے ساتھ اتحاد قائم کر لیا گیا۔ انگریزوں کو یہ معاہدہ ناگوار گزرا اس لیئے کہ چارلس پنجم فرمانروائے نیدر لینڈ تھا اور معاہدے کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ فلینڈرس کے ساتھ اُن کی تجارت رک گئی ہنری نے اس تمام کارروائی کا الزام ولزے کے سر تھوپ دیا اور چونکہ لوگوں سے جو محصول وصول کیئے جاتے تھے وہ بھی گرانبار تھے اس لیئے ولزے کی طرف سے عام بددلی پھیلنے لگی۔

اب یہ تجویز قرار پائی کہ ہنری کی اکلوتی لڑکی شہزادی میری کا عقد شاہ فرانس کے ایک بیٹے سے کر دیا جائے لیکن ٹاربز کے اسقف نے اس پر یہ کہہ کر اعتراض کیا کہ ہنری نے اپنے بھائی کی بیوہ سے شادی کی تھی اس لیئے میری اولاد جائز نہیں ہو سکتی۔ ہنری یہ سنکر سوچ میں پڑ گیا اور اسقف ٹاربز کا اعتراض اُو سکے کے لیئے کھیلنے کا بہانہ ہو گیا۔ کیتھرائن سے اسکی طبیعت اچاٹ ہو چکی تھی۔ دونوں کی شادی کو اٹھارہ سال گزر چکے تھے اور اس شادی سے صرف ایک ہی اولاد میری موجود تھی حالانکہ ہنری اولاد نرینہ کا خواہشمند تھا۔ اس کے علاوہ وہ کیتھرائن کی ایک خواص این بولین پر عاشق بھی ہو گیا تھا اور اُس کو اپنے حبالۂ عقد

ہنری کیتھرائن کو طلاق دینا چاہتا ہے۔

میں لانا چاہتا تھا غرض ۱۵۲۶ء میں اُس نے پاپائے روما کلیمنٹ سابع کو کہلا بھیجا کہ میرا ضمیر متقاضی ہے کہ کیتھرائن مذہباً میری بیاہتا بی بی نہیں ہے ایسی حالت میں بذریعۂ طلاق میری اور اُس کی علٰحدگی عمل میں آنی چاہیئے ہنری کو خیال تھا کہ پاپا اُسکی بات مان لے گا اس لئے کہ ابھی پانچ ہی سال ہوئے ہنری نے لوتھر کے خلاف ایک رسالہ لکھا تھا اور پاپائے لیو دہم نے اس تصنیف کے صلے میں اُسے "حامیِ دین" خطاب دیا تھا۔ لیکن پاپا کی یہ مجال نہ تھی کہ کیتھرائن کے خواہرزادے چارلس پنجم کو ناراض کرے جس کی فوجیں پہلے ہی روما میں لوٹ مار مچا کر خود پاپا کو گرفتار کر چکی تھیں۔ پھر بھی کلیمنٹ سابع نے اپنا ایک خاص وکیل کمپگیو انگلستان بھیجا اور وکیل موصوف نے کیتھرائن کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ تارک الدنیا ہو کر کسی خانقاہ میں جا بیٹھے لیکن اُس نے کسی طرح نہ مانا اور اپنے اور اپنی بیٹی کے حقوق کے لیئے سینہ سپر ہو گئی اس پر پاپا نے اس مسئلے کا تصفیہ کرنے کے لیئے ہنری کو روما بلا بھیجا۔

ولزے اگرچہ بادشاہ کی خدمت گزاری کا دل سے متمنی تھا لیکن اُس کی رائے میں یہ بات کسی طرح قرین مصلحت نہ تھی کہ ہنری این بولین سے نکاح کرے این بولین کو ولزے کے اس عندیے کا علم تھا اور چونکہ ان دنوں اُس کی کمان چڑھی ہوئی تھی اس لیئے اس نے ہنری کے دل میں اپنے وفادار ندیم کی طرف سے گرہ ڈال دی۔

ولزے کا عزل سنہ ۱۵۲۹-۱۵۳۰ء۔ ولزے نے دیکھا کہ اب میری خیر نہیں۔ اُس نے اپنے خوش نما محل بادشاہ کی نذر کر دیئے اور وزارت سے الگ ہو کر یارک کی صدر اسقفی پر چلا گیا۔ لیکن وہاں جا کر اُس کی ہر دلعزیزی اس قدر بڑھ گئی کہ ہنری اُس سے اور بھی زیادہ کھٹکنے لگا اور سال بھر بعد بعلت بغاوت اُس کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا۔ اگرچہ ولزے کو اس وقت صرف اٹھاونواں سال تھا لیکن کثرت کار و ہجوم افکار نے اُسے بیمار و فرسودہ کر دیا تھا۔ اسی بیماری کی حالت میں لندن آتے ہوئے بچارے کو خانقاہ لیسٹر میں مجبوراً قیام کرنا پڑا۔ اور جب خانقاہ کے راہب سامنے آئے تو وہ روبھرے لہجہ میں اُن سے کہنے لگا کہ "میں اپنی ہڈیاں اس خانقاہ کے گوشے کو امانت سونپنے آیا ہوں۔ جس تندہی

سے میں نے بادشاہ کی اطاعت کی ہے کاش ویسی ہی جانفشانی میں نے طاعت معبود میں بھی دکھائی ہوتی کہ بڑھاپے میں میری مٹی یوں خراب تو نہ ہوتی ۔ ولزے کا مرض مرض الموت ثابت ہوا اور خانقاہ لیسٹر ہی میں ۲۹ ۔ نومبر ۱۵۳۰ء کو اُس کا انتقال ہو گیا ولزے کی جگہ وزارت خزانہ پر پہلے ہی سے ٹامس مور کا تقرر ہو چکا تھا ۔ جو ایک انصاف پسند اور نیک کردار شخص تھا لیکن ہنری کی رائے کے خلاف وہ کچھ نہ کرسکتا تھا ۔ چھ سال سے کوئی پارلیمنٹ منعقد نہ ہوئی تھی اس لیئے کہ گزشتہ پارلیمنٹ نے بادشاہ کی خواہش کے مطابق رقم کی منظوری دینے سے انکار کر دیا تھا

ہفت سالہ پارلیمنٹ ۱۵۲۹ء لغایت ۱۵۳۶ء

لیکن اب ۱۵۲۹ء میں جو پارلیمنٹ طلب کی گئی وہ برابر سات سال تک قائم رہی ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس پارلیمنٹ کے اراکین بادشاہ کی ہر رائے پر آمنّا وصدقنا کہنے اور اُسکے اُلٹے سیدھے تمام احکام کا امتثال کرنے کے لیئے آمادہ تھے ۔ اس پارلیمنٹ کے اجلاس کے زمانے میں انگلستان میں بعض نہایت ہی اہم تبدیلیاں وقوع میں آئیں ۔ ہنری کی بڑی آرزو اب یہ تھی کہ کسی طرح پاپا کی مذہبی سیادت کی قید سے آزاد ہو جائے تاکہ کیتھرائن کو بآسانی طلاق دے سکے ۔ اس مشکل کے حل کرنے کے لیئے اُسے ایک نیا وزیر مل گیا جو بہت بڑی قابلیت رکھتا تھا ۔ اُس کا نام ٹامس کرامول تھا اور سابق میں وہ ولزے کا ملازم رہ چکا تھا ۔ ۱۵۳۱ء میں جب

ٹامس کرامول کی وزارت ۱۵۳۱ء لغایت ۱۵۴۰ء

اُسے قلمدان وزارت سپرد ہوا تو اُس نے ہنری کو ایڈورڈ سوم اور رچرڈ ثانی کے عہد کا وہ قانون "امتناع مداخلت پاپا" یاد دلایا (دیکھو صفحات ۱۴۱ اور ۱۹۹) جس کی رو سے تمام اُن اشخاص پر سزائے قید و ضبطی جائداد عائد ہوتی تھی جو بادشاہ یا اُس کی سلطنت کے حق میں عدالت رومائی دست اندازی کو جائز سمجھیں ولزے نے پاپا کے وکیل مطلق ہونے کی حیثیت سے اس بھولے بسرے قانون کی خلاف ورزی کی تھی اور ہنری نے اس خلاف ورزی کو جائز سمجھا تھا لیکن اب ہنری نے ولزے کو اسی بنا پر مورد الزام قرار دیا اور اُن تمام پادریوں سے بھی جنھوں نے ولزے کا اتباع کیا تھا ولزے کی وفات کے بعد اسی علت میں مواخذہ کیا ۔ اس پر پادری بہت

گھبراے کہیں اُن کے روز پینے نہ چھن جائیں اور قید کی مصیبت اس پر مستزاد ہو۔ ہنری بھی اُنھیں اُسی طرح ڈھب پر لانا چاہتا تھا غرض اُنھوں نے بادشاہ کی خدمت میں ایک عرضداشت بھیج کر رحم و عفو کی التجا کی اور کرامول کی ہدایت پر اس عرضداشت میں ہنری کو "محافظ و پیشوائے کلیسا بلا شرکت احدے" کے القاب سے مخاطب کیا تھا۔ اب پارلیمنٹ نے جو شاہ جان کے زمانے ہی سے پاپا کی مداخلت کو بنگاہ اکراہ دیکھتی چلی آئی تھی ۳۴-۱۵۳۳ء میں دو جداگانہ قوانین نافذ کیے جن کی رو سے انگلستان میں پاپا کے اختیارات کا بالکل ہی خاتمہ ہو گیا۔ پہلے قانون کا مضمون یہ تھا کہ انگلستان کی عدالتوں کے فیصلوں کا کوئی مرافعہ پاپائے روما سے نہ کیا جائے دوسرے قانون میں پادریوں کو ممانعت تھی کہ اپنی معاش کا پہلا ثمرہ جو وہ اب تک نذرانے کے طور پر پاپا کو دیا کرتے تھے آیندہ سے مطلق نہ دیں ۱۵۳۵ء میں "قانون اعلیٰ" کے نام سے ایک نیا قانون نافذ کیا گیا جس کی رو سے ہنری کو کلیسا کے پیشوائے اعلیٰ کا منصب عطا کیا گیا اور اُسی زمانے سے تاجداران انگلستان اپنی پارلیمنٹ کے ساتھ تمام مذہبی امور کا پاپا کی دست اندازی کے بغیر خود فیصلہ کرتے چلے آئے ہیں۔

ہنری کلیسا کا پیشوائے اعلیٰ تسلیم کر لیا جاتا ہے ۱۵۳۵ء

معاملۂ طلاق میں اب ہنری کے لیے آسانی پیدا ہو گئی۔ کیمبرج کا ایک عالم کرینمر جو پہلے بھی بادشاہ کی طرفداری کا حق ادا کر چکا تھا کنٹربری کا صدر اسقف مقرر کیا گیا اور اساقف کی ایک مجلس شوریٰ کی مدد سے اُس نے کیتھرائن کے ساتھ ہنری کے نکاح کو کالعدم قرار دیا ۱۵۳۳ء میں ہنری نے این بولین سے عقد کیا اور اسی سال کے ماہ ستمبر میں شہزادی الزبتھ پیدا ہوئی۔

کیتھرائن کو طلاق اور این بولین سے عقد ۱۵۳۳ء

ولزے کی علٰحدگی کے بعد دینی اور دنیوی حکومت پر کامل و مطلق اقتدار کے حصول سے ہنری بالکل مطلق العناں ہو گیا اب یا تو وہ اپنی مرضی کا تابع تھا یا کرامول کے مشورے پر عمل کرتا تھا جو طبیعت کا درشت اور سخت گیر واقع ہوا تھا۔ اور ہر وقت اسی دھن میں لگا رہتا تھا کہ بادشاہ کے اقتدار میں یوماً فیوماً اضافہ ہو۔

ویلز میں قانون انگلستان کا نفاذ ۱۵۳۶ء

کرامول نے ملک بھر میں اپنے جاسوس لگا رکھے تھے اور جو شخص بھی اُس کا مزاحم ہوتا تھا اُس کی خیر نہ ہوتی تھی پھر بھی حق یہ ہے کہ اُس نے ملک کا انتظام پورے شغف و انہماک سے کیا اور ولزے کی طرح اپنے لیئے دولت سمیٹنے کا اُسے کبھی خیال تک نہ آیا۔ اُسی کے عہد وزارت میں ویلز کا بالآخر انگلستان کے ساتھ پورا الحاق ہوگیا اور ویلز والے انگریزی قانون اور انگریزی آزادی کے حقوق سے متمتع ہونے لگے۔ لیکن اُسی کے ساتھ اس ظالمانہ قانون کا اجرا بھی اُسی کے ایما سے ہوا کہ جن اشخاص پر بغاوت کا الزام لگایا جائے اُنھیں عذر داری یا صفائی کا موقع نہ دیا جائے

قانون بغاوت۔

عجب عبرت کا مقام ہے کہ جب کرامول اپنے عہدۂ جلیلہ سے الگ ہوا تو خود اُسی کو سب سے اوّل اُس قانون کا خمیازہ کھینچنا پڑا۔ سچ ہے چاہ کن را چاہ درپیش۔

این بولین کے ساتھ ہنری کے عقد کا اعلان ہوتے ہی دو قوانین کا نفاذ عمل میں آیا۔ ایک قانون کی رو سے تو شہزادی میری وراثت سے علیحدہ کردی گئی اور تخت و تاج کی جانشین این بولین کی اولاد قرار پائی۔ دوسرے قانون کا مفادیہ تھا کہ جو شخص قانون اعتنا کا منکر ہوگا وہ باغی سمجھا جائے گا۔ چونکہ لوگوں سے وقتاً فوقتاً

سرٹامس مور۔

اُن قوانین کے جواز کا حلف بھی اُٹھوایا جاتا تھا اس لیئے کئی اشخاص نے جو اُنھیں حق بجانب نہ سمجھتے تھے اپنی حقیقی رائے کا اظہار کردیا اور اِس کا خمیازہ کھینچا۔ پہلا شخص جس نے اپنے معتقدات پر اپنی جان اس طرح نثار کی ہنری کا مخلص ترین رفیق اور مشیر سرٹامس مور تھا۔ اُس کی صداقت و دیانت اُس کے علم و فضل اور اُس کی سادگی و صفائی کی وجہ سے لوگ اُسے بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ہنری کے نکاح کے معاملے میں وہ سکوت ہی کو اولیٰ سمجھتا رہا لیکن بادشاہ نے اظہار رائے پر اس قدر اصرار کیا کہ بدرجۂ مجبوری اُسے اپنی رائے ظاہر کردینی پڑی اور صاف کہہ دینا پڑا کہ ملکہ کیتھرائن کی طلاق کو میں مستحسن نہیں خیال کرتا اور نہ اس طریقہ ہی کو پسندیدہ تصور کرتا ہوں جو طلاق حاصل کرنے کے لیئے عمل میں لایا گیا۔ انھیں خیالات کا اظہار راچسٹر کے اسقف فشر نے

کیا۔ ہنری نے دونوں کے قتل کا حکم دیا چنانچہ وہ گرفتار کر کے قلعۂ لندن میں بھیج دیئے گئے اور وہیں اُن کی گردن ماری گئی۔ مور کی طبیعت کی شگفتگی مرتے دم تک بدستور قائم رہی۔ دار کا زینہ جب ذرا لرزا تو مور نے قلعہ دار سے مزاحاً کہا کہ دار پر فقط چڑھنا ذرا مشکل ہے اس کا انتظام تم کر دو کہ صحیح و سلامت اس کی چوٹی تک پہنچ جاؤں نیچے میں خود چلا آؤں گا۔" یہ کہہ کر اُس نے اپنی گردن کندے پر رکھ دی اور جلاد کے تیغے کا وار پڑنے سے پہلے یہ آخری درد آلو ظریفانہ فقرہ آیندہ نسلوں کے لیئے یادگار چھوڑتا گیا کہ" میری یہ ڈاڑھی اگر کٹ گئی تو بڑے ہی افسوس کا مقام ہوگا اس لیئے کہ اس بیچاری نے تو بغاوت کے جرم کا ارتکاب نہیں کیا۔

انگلستان کے لیئے یہ بڑی مصیبت اور پریشانی کا زمانہ تھا کیونکہ سارا انتظام تمدن درہم و برہم ہو رہا تھا۔ کچھ مدت سے غربا سختیاں جھیل رہے تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ نئے امرا جنھیں قدیم امرا کی جاگیرات ہاتھ آ گئی تھیں اناج کی کاشت کے بجائے بھیڑوں کی چرائی سے زیادہ روپیہ پیدا کر سکتے تھے اور اس لیئے بہت کم زمین زیر کاشت تھی اور اسی نسبت سے مزدور بھی گھٹ گئے تھے بہت سے مزارع اور مزدور اپنے مکانوں سے نکال دیئے گئے تھے اور اس اراضی شاملات کے اکثر حصے پر بھی جہاں ان لوگوں کے مواشی چرا کرتے تھے امرا کا قبضہ ہو گیا تھا۔ ایک اور بڑی خرابی یہ ہوئی کہ قدیم امرا کے متوسلین نے ملازمت سے برطرف ہو کر بھکاریوں اور بدمعاشوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا اور اکثر آدمیوں کا گزارہ ڈکیتی اور قتل پر ہونے لگا۔

رعایا کی حالت۔

اس کے علاوہ مذہبی شکوک کے باعث لوگوں کے عقیدے بہت کچھ ڈانواں ڈول ہو رہے تھے۔ قدیم رشتے ٹوٹ چکے تھے اور نئے رشتے ابھی استوار ہونے نہیں پائے تھے۔ جرمنی اور سوئٹزرلینڈ میں جو عظیم الشان مذہبی انقلاب واقع ہو رہا تھا۔ اُس کی کیفیت سن سن کر باشندگان انگلستان میں ایک کھلبلی سی پڑ رہی تھی۔ ان دونوں ممالک میں لوتھر اور اُس کے شریک کار زوئنگلی نے اصلاح مذہب کا علم بلند کیا تھا۔ اور پاپا اور قسیسین کے اکثر افعال و اعمال کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے اس اصول کی

لوتھر اور زوئنگلی

تلقین کی تھی کہ کلیسا کی تعلیم کے بجائے ہمارے لیئے انجیل کی ہدایت کافی ہے۔ اس نئے مذہب کے پیرو اول اول ۱۵۲۹ء میں "پراٹسٹنٹ" (احتجاجیین) کہلائے اور اُن میں بہت سے جرمن شہزادے بھی شامل تھے۔ مگر ہنری نہ چاہتا تھا کہ یہ نیا اصلاح پذیرفتہ مذہب انگلستان میں رائج ہو اس لیئے کہ خود اپنے قلم سے وہ لوتھر کے رد میں ایک رسالہ لکھ چکا تھا لیکن پاپا کے اختیارات کا جوا اپنے کندھے سے اتار پھینکنے میں ہنری ایک ایسی بڑی تحریک کو جنبش میں لے آیا تھا جس کا روکنا اُس کے امکان سے باہر تھا۔ کرامول اور کرینمر کی وزارتوں کے عہد میں مذہب عیسوی کے معتقدات کا ایک خلاصہ مرتب کیا گیا مورتوں اور آثار متبرکہ کی پرستش ممنوع قرار دی گئی اور ٹنڈیل کا ترجمہ انجیل بہ تصحیح مائیلز کا درڈیل چھاپ کر شائع کیا گیا اور تمام گرجاؤں میں اُسی کو رواج دیا گیا۔ نئے علوم کے حامی اور نیز وہ لوگ جن کے دلوں میں وکلف اور جماعت لالرڈ کی تعلیم کی یاد زندہ تھی ان تبدیلیوں کو بہ نگاہ استحسان دیکھتے تھے اور کرامول نے خانقاہوں کے بند کر دینے کا جو منصوبہ اپنے ذہن میں قائم کر رکھا تھا اُس کی تکمیل میں اس تبدیلی خیالات سے مزید آسانی پیدا ہوگئی۔

انگلستان میں مذہبی تبدیلیاں

ہم دیکھ چکے ہیں کہ قدیم الایام میں زاویہ نشین راہبوں نے ناشائستہ انگریزوں کو مہذب بنانے میں بڑی بڑی مفید خدمات انجام دی تھیں۔ لیکن ان راہبوں کی خانقاہیں جیسی جیسی دولت و تموّل میں ترقی کرتی گئیں اور راہبوں کے لیئے حقیقی کارگزاری کے مواقع کم ہوتے گئے ویسی ویسی ان میں کاہلی اور نفس پرستی آتی گئی چنانچہ اکثر چھوٹے درجے کی خانقاہیں بدانتظامی اور بداطواری میں مشہور تھیں۔ وُلزے ایک موقع پر پہلے ہی پاپا کی اجازت سے کر چند خانقاہیں اور اُن کے بجائے کالج قائم کر چکا تھا۔ کرامول نے جسے بادشاہ کے لیئے روپے کی ضرورت تھی ایک قدم اور آگے بڑھ کر کرینمر کی مدد سے ان کا بالکل ہی خاتمہ کر دیا۔ چھوٹی خانقاہیں تو ۱۵۳۶ء میں اٹھا دی گئیں اور جو بڑی تھیں وہ ۱۵۳۹ء میں بے چراغ کر دی گئیں۔ تمام راہب مردوں اور راہبہ عورتوں کو

خانقاہوں کی تباہی ۱۵۳۶ء تا ۱۵۳۹ء

رہبانیت کے ان عزلت کدوں سے نکال دیا گیا۔ کچھ مرد اور عورتیں تو وظیفہ دے کر گھر بٹھا دی گئیں اور کچھ بحال خود چھوڑ دی گئیں۔ جو رقم وظائف دے دلاکر بچی اُس کا کچھ حصہ تو جہازوں کی ساخت گرجاؤں کی قسیسی انجمنوں کی پرداخت اور کیمبرج کے ٹرینیٹی کالج (مدرسۂ تثلیثیہ) کی تعمیر پر صرف کیا گیا لیکن اُس کا جزو غالب بادشاہ کی جیب خاص میں چلا گیا۔ اراضی متعلقہ یا تو امیروں کو دے دی گئی یا برائے نام داموں پر اُن کے ہاتھ بیچ ڈالی گئی۔ اگرچہ کرامول کی حکومت نہایت جابرانہ تھی اور راہبوں کی طرف سے بھی کوئی مخالفت یا مزاحمت نہ ہوئی تاہم یہ تمام کارروائی شورشوں اور فسادوں کے بغیر تکمیل کو نہ پہنچی۔

این بولین کا قتل اور جین سیمور کے ساتھ عقد ۱۵۳۶ء

اس اثنا میں ہنری نے ایک اور بی بی کے ساتھ عقد کر لیا تھا۔ ملکہ کیتھرائن کا جب گوشہ گیری کے عالم میں انتقال ہو گیا تو اس کے چند مہینے بعد ۱۵۳۶ء میں ہنری نے این بولین پر بے عصمت ہونے اور متعدد آشناؤں کے ساتھ ناجائز تعلقات رکھنے کا الزام لگایا۔ اس الزام میں اُس پر مقدمہ چلایا گیا اور وہ ۱۹ مئی ۱۵۳۶ء کو قتل کر دی گئی۔ اُس کے دوسرے ہی دن ہنری اپنی مقتول ملکہ کی ایک خواص جین سیمور کو اپنے حبالۂ عقد میں لے آیا اور شہزادی الزبتھ اپنی سوتیلی بہن میری کی طرح اولاد ناجائز قرار دی گئی۔

اس صریح جفاکاری اور بے دردانہ سفاکی سے ساری قوم میں ایک افراتفری سی پڑ گئی۔ شمال انگلستان کی آبادی کچھ تو بیکاری کچھ خانقاہوں کی ناگہانی بربادی اور کچھ نئے مذہب سے متنفر ہونے کے باعث پہلے ہی بھری بیٹھی تھی۔ این بولین کے بے رحمانہ قتل نے جلتی آگ پر اور تیل ڈال دیا۔ اور ایک خطرناک بغاوت پھوٹ پڑی جس میں کیا امرا اور کیا کاشتکار سب کے سب شریک ہو گئے۔

شمال اور مغرب میں بغاوتیں

باغیوں نے مطالبہ کیا کہ شہزادی میری وارث تخت و تاج قرار دی جائے پرانا مذہب از سر نو رواج پائے اور کرامول برطرف کر دیا جائے۔ لیکن کرامول اُن کے بس کا نہ تھا۔ اپنے جاسوسوں کے ذریعے سے اُس نے اُن کے تمام منصوبوں کا حال دریافت کر لیا تھا۔ سے پہلے

تو اُس نے سبھی حاجت کے وعدے کر لیئے اور انھیں دم دلاسا دے کر ٹالا لیکن پھر تمام مفسدہ پردازوں کو فوجی قوت سے منتشر کر دیا۔ باغیوں نے اپنی اس انقلابی تحریک کا نام "سفر راہ خدا" رکھا تھا۔ کرامول نے چند مہینے بعد اس تحریک کے سرغنوں کو گرفتار کر لیا اور شمالی علاقے کے بہت سے امرا قتل کر دیئے گئے انھیں ایام میں انگلستان کے مغربی علاقے نے بھی سر اٹھایا۔ لیکن کرامول نے اس فتنے کا سر بھی کچل دیا ایڈورڈ چہارم کا پوتا امیر اکیٹر اور کہن سال مارگرٹ پلینٹجنٹ رئیسہ سالسبری دونوں کے دونوں اس مفسدہ کی سرگرمی کی علت میں گرفتار ہوئے اور بعد میں قتل کر دیئے گئے۔

آخر ہنری کی مراد بر آئی اور اُسے اولاد نرینہ میسر ہوئی۔ ۱۲ر اکتوبر ۱۵۳۷ء کو جین سیمور کے بطن سے ایک شہزادہ تولد ہوا جس کا نام ایڈورڈ رکھا گیا لیکن وضع حمل کے دو گھنٹے بعد زچہ کا انتقال ہو گیا۔ اعضائے سلطنت اب دو مخالف جماعتوں میں منقسم ہو گئے۔ ایک جماعت پراٹسٹنٹ (احتجاجیین) یا نئے مذہب والوں کی تھی جن کا سردار جین سیمور کا بھائی اور ایڈورڈ کا ماموں امیر ہرٹفرڈ تھا۔ اور کرامول کا میلان بھی اُسی فریق کی جانب تھا۔ دوسری جماعت کیتھولک (عمومیین) یا پرانے مذہب والوں کی تھی۔ اس جماعت کے پیشوا امیر کبیر نارفاک اور اُس کا بیٹا امیر سرے تھے جن کا تعلق امرائے طبقہ قدیم سے تھا۔ کرامول چونکہ جرمنی کے پراٹسٹنٹ شہزادوں کے ساتھ اتحاد قائم کرنا چاہتا تھا اس لیئے اُس نے ہنری کے لیئے ایک پراٹسٹنٹ شہزادی این رئیسہ کلیوز کا رشتہ تجویز کیا لیکن وہ شکل صورت کی کچھ اچھی نہ تھی اور اطوار بھی اُس کے ناپسندیدہ تھے۔ ہنری کی طبیعت اُس سے ایسی اکھڑی کہ چھ ہی مہینے بعد اُسے الگ کر دیا۔ اب ہنری کے عتاب کا نزلہ کرامول پر گرا کہ یہ سب کیا دھرا اُسی کا تھا۔ ہنری کو اُس پر ایسا طیش آیا کہ ۱۰ر جون ۱۵۴۰ء کو کونسل کے ایوان ہی میں جہاں سب کے سب امرا اُس کے دشمن تھے اُس کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ کرامول نے اپنی ٹوپی زمین پر دے ماری اور چلا کر کہا کہ کیا یہی میری تمام

شہزادہ ایڈورڈ کی ولادت ۱۲ر اکتوبر ۱۵۳۷ء۔

این شہزادی کلیوز کے ساتھ نکاح اور پھر علیحدگی ۱۵۴۰ء۔

وفاداریوں اور جاں نثاریوں کا صلہ ہے از برائے خدا انصاف کرو کیا میں حقیقت میں جرم بغاوت کا مرتکب ہوں جو یوں گرفتار کیا جا رہا ہوں اس سوال کا جب اُسے کوئی جواب نہ ملا تو اُس نے کہا کہ جو کرنا ہے جلد کر چکو تاکہ میرا کام جلد تمام ہو اور میں قید خانے میں پڑا ہوا نہ سسکا کروں۔ چند دن بعد پارلیمنٹ نے بھرے اجلاس میں اُس پر بغاوت کا الزام عائد کیا اور اُسے اپنی صفائی میں لب کشائی کی اجازت نہ دی اور ۲۸ جولائی سنہ ۱۵۴۰ء کو وہ ٹاور ہل پر قتل کر دیا گیا۔

کراموال کا قتل ۲۸ جولائی سنہ ۱۵۴۰ء۔

اپنے وفادار وزیر کے قتل والے دن ہی ہنری نے امیر نارفاک کی بھتیجی کیتھرائن ہاورڈ سے نکاح کر لیا جو اُس کی پانچویں ملکہ تھی کچھ دنوں سے ہنری کو یہ خطرہ دامنگیر ہو رہا تھا کہ مذہب جدید کی طرف اُس کا میلان حد سے زیادہ متجاوز ہو چکا ہے۔ اور اب وہ پرانے مذہب کے حامیوں کی طرف جھک پڑا پارلیمنٹ نے اس کے اشارے سے پراٹسٹنٹوں کے خلاف ایک قانون جاری کر دیا اور کراموال کی موت کے دو دن بعد یہ عجیب و غریب نظارہ لوگوں کے دیکھنے میں آیا کہ چھ اشخاص ایک گاڑی میں بیٹھے ہوئے مقتل کی طرف جا رہے ہیں۔ اُن میں سے تین تو کیتھولک ہیں جنھوں نے قانون اعلا کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور تین پراٹسٹنٹ ہیں جن کے لیئے الحاد کے جرم میں الحاد سزائے موت تجویز ہوئی ہے۔ ہنری دوم کے زمانے سے اس وقت تک شاہان انگلستان آئرلینڈ کے "امیر" کہلاتے چلے آئے تھے۔ اب سنہ ۱۵۴۱ء میں ہنری نے یہ لقب ترک کر کے اوّل اوّل "بادشاہ آئرلینڈ" کا لقب اختیار کیا۔ کیتھرائن ہاورڈ کے ساتھ ہنری کا رشتۂ ازدواج زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا اس لیئے آگے چل کر یہ بات معلوم ہوئی کہ کیتھرائن کی عصمت پر اوائل عمر میں حرف آ چکا ہے اور اگرچہ اپنی زندگی کے اس افسوسناک واقعے کے لحاظ سے وہ واجب الرحم ضرور تھی لیکن بادشاہ کی بیاہتا بی بی ہونے کے قابل نہ رہی تھی۔ چنانچہ ۱۳ فروری سنہ ۱۵۴۲ء کو وہ قتل کر دی گئی اور اگلے سال ہنری نے کیتھرائن پار سے شادی

کیتھرائن ہاورڈ کے ساتھ عقد سنہ ۱۵۴۰ء

کیتھرائن ہاورڈ کا قتل سنہ ۱۵۴۲ء

کرلی جو اُس کی وفات کے بعد زندہ رہی۔
بادشاہ کو اب اپنے کمسن بیٹے ایڈورڈ کی خانہ آبادی کی فکر ہوئی۔ ۱۵۴۲ء میں جب جیمز پنجم کی وفات پر اُس کی شیر خوار بیٹی اسکاٹلینڈ کے تخت و تاج کی وارث ہوئی (دیکھو صفحہ..) تو ہنری نے شہزادہ ایڈورڈ کی نسبت اس بچی سے ٹھہرا دینی چاہی تھی لیکن اس میں وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اسکاٹلینڈ اور فرانس دونوں کے ساتھ انگلستان برسر جنگ تھا اور اس جنگ کا سلسلہ طول کھینچتا چلا جا رہا تھا۔ فرانس کے مقابلے میں انگلستان کا پلہ بھاری رہا اور شہر بولون ہنری کے ہاتھ آیا۔ اب ہنری نے پراٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک دونوں مذاہب کے وکلا یا نمایندوں کی ایک مجلس انتظامی کا انتخاب اس غرض سے کیا کہ اگر وہ اپنے بیٹے کے سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے وفات پا جائے تو ولیعہد کی طفولیت کے دوران میں انتظام مملکت اس مجلس کے سپرد ہو۔ اراکین مجلس میں ایڈورڈ کا ماموں امیر ہرٹفرڈ بھی شامل تھا جس کا رسوخ ان دنوں بہت بڑھا ہوا تھا اور بادشاہ اُس کی بات بہت ماننے لگا

عبادت کے انگریزی دستورالعمل کا رواج۔

تھا۔ ایسی حالت میں پراٹسٹنٹ فریق کا غالب آنا ایک لازمی بات تھی۔ اس فریق نے کرینمر کی مدد سے کلیساؤں میں انگریزی طریقہ عبادت کو رائج کر دیا اور بجائے لاطینی طریقہ عبادت کے گرجاؤں میں ہر صبح و شام نئے طریق پر پرستش ہونے لگی جو آداب عبادت ارکان دین احکام عشرہ اور دعائے مسیح پر مشتمل تھی۔
ہرٹفرڈ امیر نارفاک کے اثر سے بہت خائف تھا۔ چنانچہ اس نے بادشاہ کو یہ پٹی پڑھائی کہ امیر موصوف آیندہ اتالیقی پر متصرف ہو جانے کے لیے توڑ جوڑ کر رہا ہے۔ ہرٹفرڈ کا وار کارگر ہو گیا اور ہنری نے وہ ظالمانہ کارروائی کی جو اُس کے عہد حکومت کا آخری داغ ہے۔ یعنی امیر نارفاک کو تو اس نے قلعہ لندن میں قید کر دیا اور اُس کے بیٹے امیر سرے کو قتل کر دیا۔ کہتے ہیں کہ خود نارفاک کے قتل کی تاریخ بھی اُس نے مقرر کر رکھی تھی لیکن یکایک اُسے موت نے آگھیرا اور نارفاک کے سر سے آئی ہوئی بلا ٹل گئی۔ ایک عرصے سے ہنری کے جسم کا موٹاپا بڑھ رہا تھا اور ضعف روبہ ترقی تھا۔ آخر اُس کا وقت آپہنچا اور ۲۸ جنوری ۱۵۴۷ء کو وہ اس دنیا سے

کوچ کر گیا۔

انگلستان پر ہنری کے بڑے بڑے احسان ہیں لیکن افسوس ہے کہ انسانیت اُس کی مطلق مرہون منت نہیں اور اسی لیئے ہمارے دل میں اُس کی بہت کم قدر و منزلت باقی رہ جاتی ہے وراثت کے بارے میں اُس نے یہ وصیت کی تھی کہ اُس کا جانشین اُس کا بیٹا ایڈورڈ ہو اور اگر ایڈورڈ کوئی اولاد نہ چھوڑے تو پھر میری تخت نشین ہو اور اُس کے بعد الزبتھ کی باری آئے۔ اگر تینوں لاولد مر جائیں تو پھر اُس کی چھوٹی بہن میری بیوۂ لوئی دوازدہم کی اولاد حقدار سلطنت سمجھی جائے جس نے بیوگی کے بعد امیر سفاک سے شادی کر لی تھی۔ اُس سے واضح ہوگا کہ ہنری نے اپنی سب سے بڑی بہن مارگرٹ کی پوتی میری ملکۂ سکاٹلینڈ کا نام اپنے جانشینوں کے زمرے میں بالکل ہی شامل نہیں کیا۔ یہ "قانون جانشینی" جسکی رو سے بادشاہ نے تاج و تخت اپنی اولاد و احفاد کے لیئے ترکے کے طور پر چھوڑا ظاہر کر رہا ہے کہ زمانۂ سابق کے مقابلے میں جب قوم اپنے بادشاہ کا انتخاب اپنی مرضی سے کیا کرتی تھی اس وقت تک کتنی بڑی تبدیلی ملک میں واقع ہو چکی تھی۔

قانون جانشینی۔

چودھواں باب

مسیحی فرقوں کی آویزش

ایڈورڈ ششم ۱۵۴۷ء لغایت ۱۵۵۳ء | میری ۱۵۵۳ء لغایت ۱۵۵۸ء

ہنری ہشتم کے بعد کے دو فرمانرواؤں کا عہد جس کا مجموعی زمانہ صرف گیارہ سال ہوتا ہے پراٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک مذاہب کی باہمی کشمکش کا ایک دور مسلسل ہے۔ ایڈورڈ ششم جب سریرآرائے سلطنت ہوا تو اُس کی عمر صرف دس سال تھی۔ اُس نے پکے پراٹسٹنٹ عقیدہ رکھنے والے اتالیقوں کی نگرانی میں تربیت پائی تھی اور چونکہ اس کی طبیعت میں مبدءِ فیاض نے غور و فکر کا مادہ ودیعت کیا تھا اور ذہن بھی اس نے رسا پایا تھا اس لیے وہ اپنی بساط سے کہیں بڑھ کر ان امور میں دلچسپی لیتا تھا

ایڈورڈ ششم ایک پکا پراٹسٹنٹ

اس کا ماموں امیر ہارٹفرڈ جو ہنری ہشتم کی وصیت کی رو سے سامرسٹ کی امارت عالیہ کے درجے پر فائز ہوا تھا مجلس اتالیقی کا صدر نشین بن بیٹھا اور بہت جلد کم سن بادشاہ پر اپنا اثر ڈال کر محافظ سلطنت کے عہدۂ جلیلہ پر بھی اپنا تقرر کرا لیا اور اس طور پر اُسے قریب قریب شاہی اقتدارات حاصل ہو گئے۔ اُس کے خلوص اور نیک نیتی میں کلام نہیں لیکن اصلاح مذہب کے میدان میں اس کی روش متعصبانہ تھی دولت کا بھی اُسے بڑا لالچ تھا اور فن تدبیر مملکت سے بھی وہ بیگانہ نہ تھا۔

اسکیم بیا مرسٹ کا تقرر محافظ سلطنت کے منصب پر

زمام اختیار اپنے ہاتھ میں لیتے ہی سب سے پہلا کام اُس نے یہ کیا کہ اسکاٹلینڈ کی پراٹسٹنٹ جماعت کو اپنا حلیف بنایا اور ایک فوج جمع کر کے اسکاٹلینڈ والوں پہ دباؤ ڈالنا چاہا کہ اپنی ملکہ شہزادہ ایڈورڈ سے بیاہ دیں۔ ایڈنبرا کے قریب پنکی کلیو کی مشہور لڑائی میں بماہ ستمبر ۱۵۴۷ء اُس نے اُنھیں شکست بھی دی لیکن اُس کے بعد اُس کو انگلستان واپس آنے پر مجبور ہونا پڑا اور یہ مہم رائگاں گئی اسکاٹلینڈ والے یہ شکست کھا کر مارے غصے کے اپنے آپے میں نہ رہے۔ اور اپنا جی اس طرح ٹھنڈا کر لیا کہ خردسال شہزادی میری کو جلد ہی فرانس بھیج دیا جہاں دس سال بعد اُس کا عقد ولیعہد فرانس سے ہو گیا۔

اسکاٹلینڈ پر بے سود حملہ ۱۵۴۷ء

انگلستان میں سامرسٹ اور صدر اسقف کرینمر نے بلا درنگ بڑی شد و مد کے

ساتھ پراٹسٹنٹ اصلاحات کی ترویج شروع کردی۔ ایک نئے قانون کے نفاذ سے تمام وہ احکام
جو فرقہ لالرڈ کے خلاف جاری کیے گئے تھے اور نیز پراٹسٹنٹ جماعت کے خلاف ہنری ہشتم کے

پراٹسٹنٹ اصلاحات

احکام تشددگانہ بیک قلم منسوخ کردیے گئے قسیسوں کو نکاح کی اجازت دیدی
گئی گرجاؤں میں کیتھولک طریقۂ عبادت ممنوع قرار دیا گیا اور تمام مورتیں
توڑ دی گئیں سنہ ۱۵۴۸ء میں عبادت عمومی کی پہلی انگریزی کتاب کی اشاعت ہوئی۔ اور
"قانون وحدت عمل" کے اجرا سے گرجاؤں میں اس کتاب کے علاوہ باقی تمام کتابوں کا استعمال
روک دیا گیا اور لوگوں کے لیئے نئے مذہب کی پیروی حکماً لازمی کردی گئی۔ مزید براں کرینمر نے
غیر ممالک کے اُن پراٹسٹنٹ عقیدہ رکھنے والے باشندوں کو جنھیں اپنے وطن میں امان
نہ ملتی تھی انگلستان چلے آنے کی عام دعوت دے دی۔ ہسپانیہ اور ہالینڈ میں چارلس پنجم کے
حکم سے تمام ملحدوں کو ایک خفیہ عدالت کے اجلاس میں جس کا نام محنہ یا محکمۂ احتساب تھا
بے دینی کی علت میں طرح طرح کی عقوبت انگیز سزائیں دی جارہی تھیں اور ان ممالک کے پراٹسٹنٹ
اپنے وطن سے فرار ہو رہے تھے۔ اُن سب کو صلائے عام تھی کہ انگلستان میں آکر بود و باش
اختیار کریں ۔

شہروں میں جہاں کے باشندے نئے مذہب کے عطیۂ آزادی کی حقیقت شناسی
کی اہلیت رکھتے تھے ان تغیرات کا خیر مقدم خوشی سے کیا گیا لیکن دور دست دیہاتی علاقوں
میں لوگ رومن کیتھولک طریقۂ عبادت کے متقاضی تھے جو اُنھی گھٹی میں پڑا تھا۔ چنانچہ

مغربی اضلاع کی بغاوت

سنہ ۱۵۴۹ء میں وٹسانڈے کے تیوہار کے روز موضع سیمفرڈ کورٹنی میں
فساد ہو گیا جو پھیلتے پھیلتے ڈیونشائر اور کارنوال کے سارے علاقے پر
چھا گیا۔ مفسدہ پردازوں نے اکسیٹر کا محاصرہ کرلیا اور لارڈ گرے نے جرمن اور اطالوی
افواج کی مدد سے بڑی مشکلوں میں اُنھیں شکست دی ۔

اسی زمانے میں ایک اور شورش نارفاک کی زراعت پیشہ آبادی میں برپا ہوئی۔
رعایا میں ہر جگہ بڑی بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ اراضی شاملات دیہہ پر امرا کے متصرف ہو جانے
اور غریبوں کو مزدوری نہ ملنے کے باعث ملک میں بدمعاشوں مفلسوں اور چوروں کی کثرت

نارفاک میں بغاوت
سنہ ۱۵۴۹ء

ہو گئی تھی اور رعایا کی اس مصیبت کو اناج کی کمی اور سکے کے کھوٹ
نے اور بھی بڑھا دیا تھا۔ ہنری ہشتم نے اپنے عہد کے اواخر میں

سکۂ رائج الوقت کی چاندی کو بہت کچھ مغشوش کرنے سے پچاس ہزار پاؤنڈ کی رقم فراہم کی تھی

سکۂ رائج الوقت میں کھوٹ کی ملاوٹ

جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ ہر سکے کی حقیقی مالیت اُس کی نام نہاد قیمت سے کم رہ گئی تھی اور اب چونکہ سونے چاندی کی ایک مقدار کثیر امریکہ سے آنے لگی تھی اس لیے سکے کی قیمت اور بھی گھٹ گئی۔ رفتہ رفتہ ایک شلنگ کا ارزِ بازار صرف چھ پنس رہ گیا حالانکہ مزدوری کی شرح یعنی سکوں کی وہ تعداد جو ہر شخص کو اُس کی محنت کے معاوضے میں ملتی تھی وہی رہی جو پہلے تھی۔ با ایں ہمہ پارلیمنٹ نے ۱۵۴۸ء ایک سخت قانون آوارہ گردی کے خلاف جاری کیا جس کے گویا یہ معنی تھے کہ کرنے کو محنت بھی نہ ملے اور محنت کے معاوضے میں روپیہ بھی دستیاب نہ ہو لیکن پھر بھی لوگ محنت کرنے اور اپنی ضروریات زندگی کے دام جیب سے نکالتے چلے جائیں۔ آخر یہ سختیاں رنگ لائیں اور ۱۵۴۹ء میں رابرٹ کٹ نامی ایک کھٹیک کی سرکردگی میں بیس ہزار آدمیوں نے نارج کے قریب جمع ہو کر شاہی افواج کو شکست دی اور مطالبہ کیا کہ غریبوں کی شکایات رفع کی جائیں اراضی شاملات سے امرا بے دخل ہوں اور وزرا برطرف کر دیے جائیں۔

امیر وارک نے جرمن فوجوں کی مدد سے اس بغاوت کو دبا دیا لیکن پے در پے اتنے بہت سے فسادوں کے پھوٹ پڑنے کے باعث سامرسٹ ہر دلعزیز نہ رہا۔ اس کے علاوہ اسی زمانے میں اُس نے خود اپنے حقیقی بھائی امیر البحر سیمور کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔

سامرسٹ کا قتل ۱۵۵۲ء

امیر البحر سیمور نے کیتھرائن پار سے نکاح کر لیا تھا اور اُس کی وفات کے بعد شہزادی الزبتھ کو اپنے حبالۂ عقد میں لانا چاہا تھا۔ بھائی کا قتل گو وہ کیسا ہی ضروری کیوں نہ ہو ایک دل دہلا دینے والا واقعہ تھا جس نے تمام قوم میں برہمی پھیلا دی اور کونسل نے محافظ سلطنت کے عہدے سے مستعفی ہونے پر اُسے مجبور کیا۔ کونسل میں وہ اس کے بعد بھی تین سال تک شریک رہا لیکن امیر وارک نے اُس کے اثر سے خائف ہو کر اس پر بغاوت کا الزام قائم کرا دیا۔ چنانچہ ۲۲ جنوری ۱۵۵۲ء کو وہ قتل کرا دیا گیا۔

امیر وارک محافظ سلطنت مقرر ہوتا ہے

جان ڈڈلی امیر وارک جو اب محافظ سلطنت مقرر ہوا اُس ڈڈلی کا بیٹا تھا جو ہنری ہفتم کے لیے ہر جائز ناجائز حیلے سے روپیہ وصول کیا کرتا تھا یہ شخص بڑا ہی خود غرض واقع ہوا تھا اور حکمرانی کا سلیقہ نہ رکھتا تھا

لیکن خواہ اُس میں سلیقہ موجود بھی ہوتا تاہم وہ فساد جو روپے کی گھٹی ہوئی قیمت اور محنت کے بیش قیمت اثرات سے پیدا ہوگئے تھے کسی طرح رک نہ سکتے۔ پراٹسٹنٹوں کی اب بھی خاطر خواہ طور تھی گارڈینر اسقف ونچسٹر اور بانر اسقف لندن قدیم عقائد کی حمایت کی پاداش میں قلعہ لندن میں قید کردیے گئے۔ اور اُن کی جگہ دو پراٹسٹنٹ اساقفہ پنیٹ اور رڈلے نامی مامور ہوئے۔

دوسرا قانون وحدت عمل ۱۵۵۲ء

۱۵۵۲ء میں ایک اور کتاب عبادت شائع کی گئی اور قانون وحدت عمل کا اجرا بھی کر رہا ہوا نوعمر شہزادے کا مذہبی جوش اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ہسپانیہ کے ساتھ ایک خفیف سی بات پر جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی۔ معاملہ صرف اس قدر تھا کہ شہزادے کی بہن میری کیتھولک عقائد رکھتی تھی اور شہزادے کو اصرار تھا کہ وہ اپنے گرجا میں اس طریقے پر عبادت نہ کیا کرے۔

ان مذہبی خرخشوں اور نزاعوں کو چھوڑ کر جب ہم دیکھتے ہیں کہ بعض ارباب علم و فضل کو اسی زمانے میں غریب بچوں کی تعلیم کی فکر ہو چلی تھی تو دل کو ایک گونہ اطمینان ہوتا ہے۔ ہنری ہشتم کے عہد میں پادری کالٹ نے مدرسۂ سینٹ پال کی بنا ڈالی اور بہت سے لوگ

ایڈورڈ ششم کے ابتدائی مدارس

خانگی طور پر ابتدائی مدارس قائم کرنے لگے۔ ایڈورڈ ششم نے اس قسم کے پورے اٹھارہ مدارس کی بنیاد رکھی اور مختلف خانقاہوں کو بند کر کے جو روپیہ اس طریق پر حاصل ہوا وہ ان مدارس کے لئے وقف کردیا۔ اسقف رڈلے نے بادشاہ کے سامنے ایک وعظ کے دوران میں لندن کے غربا کے مصائب کا ذکر کیا تھا۔ بادشاہ کے قلب پر اس وعظ کا ایسا اثر ہوا کہ ۱۵۵۳ء میں یتامیٰ اور لاوارث بچوں کے لئے بلیو کوٹ اسکول یا کرائسٹ چرچ ہسپتال قائم کیا گیا۔

لیکن اب نوعمر بادشاہ کا عہد حکومت ختم ہونے والا تھا۔ اُسے سل کا مرض ہوگیا تھا اور اُس کے ندیموں کو صاف نظر آرہا تھا کہ اس مرض صعب سے اُس کا جانبر ہونا دشوار ہے۔ وارک کو جو امرائے خاندان پرسی کے ہاتھ سے بغاوت کی علت میں امارت نارتھمبرلینڈ

جانشینی کے لئے لیڈی جین گرے کی نامزدگی

کے نکل جانے کے بعد ۱۵۵۱ء میں نارتھمبرلینڈ کا امیر کبیر بنا دیا گیا تھا ایک بہت بڑی مصیبت کا پہاڑ اپنے سر پر معلق نظر آیا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر میری تخت نشین ہوئی تو رومن کیتھولک مذہب شاہی مذہب ہو جائیگا اور میں مارا جاؤں گا۔ یہ سوچ کر اُس نے ایڈورڈ سے ایک دستاویز پر دستخط کرالئے

جس میں بادشاہ نے میری اور الزبتھ اپنی بہنوں کو الگ کر کے اپنا جانشین لیڈی جین گرے کو نامزد کیا جو ہنری ہشتم کی بہن میری کی نواسی تھی؛

لیڈی جین گرے نے چند ہی ہفتے قبل امیر نارتھمبرلینڈ کے بیٹے لارڈ گلڈ فرڈ ڈڈلی سے شادی کی تھی اور امیر موصوف کو امید تھی کہ اس طریقے سے حکومت اس کے گھر ہی میں رہے گی ایڈورڈ کے مصاحبوں میں جتنے بڑے بڑے لوگ تھے سب نے اس دستاویز پر دستخط کر دیئے اگرچہ پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر اس کی کوئی حقیقی قدر و قیمت نہ تھی۔ ۶ جولائی ۱۵۵۳ء کو کم سن بادشاہ کا صرف چھ سال کی حکومت کے بعد سولہ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا؛

میری

۱۵۵۳ء لغایت ۱۵۵۸ء

بادشاہ کی آنکھیں بند ہوتے ہی نارتھمبرلینڈ نے سپاہیوں کا ایک دستہ ہنڈن کو روانہ کردیا جو ہرٹفرڈشائر میں واقع ہے تاکہ میری کو گرفتار کرلیں اور دعوائے تخت وتاج کے لئے اُسے لنڈن نہ آنے دیں۔ اس کے بعد وہ چار دوسرے امرا کے ہمراہ قصر اسیان ہاوس میں گیا

لیڈی جین گرے کی فرمانروائی کا اعلان لنڈن میں ۱۰ جولائی ۱۵۵۳ء

جہاں لیڈی جین گرے فروکش تھی اور اس کے سامنے ادب کے ساتھ جھک کر اُسے مبارک باد دی کہ آج سے حضور انگلستان کی ملکہ ہیں اس شانزدہ سالہ حسین وجمیل لڑکی کو جو زیور علم ودانش سے آراستہ تھی کبھی بھولے سے بھی تخت سلطنت پر بیٹھنے کا خیال پیدا نہ ہوا تھا اور جب امرا نے اُسے مبارک باد دی تو مارے خوف کے اُس کا دل ہاتھوں اُچھلنے لگا۔ پر اٹسٹنٹ مذہب کا واسطہ دلاکر اس کے مذہبی جذبات کو بہت ہی برانگیختہ کیا گیا تو جب کہیں بڑی مشکلوں میں جاکر وہ میری کی مخالفت پر آمادہ ہوسکی نارتھمبرلینڈ نے ۱۰ جولائی کو لنڈن میں اُس کے ملکہ ہونے کا اعلان کیا لیکن لوگوں نے اس اعلان کو بہت ہی بددلی اور کبیدگی سے سنا اس لئے کہ ایک تو انھیں امیر نارتھمبرلینڈ سے نفرت تھی دوسرے میری کو وہ اپنا جائز اور آئینی فرمانروا تصور کرتے تھے۔

میری بھی اس عرصے میں بیکار نہ بیٹھی تھی۔ اُس کے ہوا خواہوں نے خفیہ طور پر اُسے تمام واقعات سے آگاہ کردیا تھا اور نارتھمبرلینڈ کے سپاہیوں کے آنے سے پہلے اُس نے فرار ہوکر امیر نارفاک کے قبیلے میں جو خاندان ہاورڈ سے تھا جا پناہ لی تھی۔ یہاں بہت جلد ہزارہا آدمی اس کی خاطر مرنے مارنے کے لئے آجمع ہوئے اور اس جم غفیر کو ہمراہ

میری کی فرمانروائی کا اعلان لنڈن میں ۱۹ جولائی ۱۵۵۳ء

لیکر وہ سیدھی لنڈن پہنچی جہاں لوگوں نے نعرہ ہائے مسرت وشادمانی کے ساتھ اُس کا خیر مقدم کیا۔ نارتھمبرلینڈ لنڈن چھوڑکر کیمبرج چلا گیا تھا اور جب کیمبرج میں میری کے ملکہ ہونے کا اعلان کیا گیا تو خود نارتھمبرلینڈ کو بھی بادل ناخواستہ اپنی ٹوپی اچھالنے اور عوام کے ساتھ خوشی کے نعرے مارنے پر مجبور ہونا پڑا۔ لیکن یہ نعرے اُس کی جان نہ بچا سکے۔ اپنے بیٹے اور بہو۔ (لیڈی جین گرے)

ہمیت وہ گرفتار ہو کر قلعۂ لندن میں قید کر دیا گیا جہاں چھ مہینہ بعد ۲۲ راگست ۱۵۵۳ء (؟) کو اُس کی گردن ماردی گئی اور حق یہ ہے کہ اُس کے مرنے کا کسی کو بھی افسوس نہ ہوا ۔

امیر کبیر نارفاک اور پادری بانر اور پادری گارڈینر اب قلعۂ لندن کے زندان سے رہا کر دیئے گئے اور اُن کے بجائے پراٹسٹنٹ اساقف لٹیمر اور کرینمر اسی زندان میں ڈال دیئے گئے۔ جب پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا تو میری کی صحت نسب کا اعلان کر دیا گیا اور ایڈورڈ کے عہد کے تمام مذہبی قوانین یک قلم منسوخ کر دئے گئے۔ وہ قسیس جنھوں نے شادیاں کر لی تھیں گرجاؤں سے نکال دیئے گئے کتاب عبادت عمومی کا رواج ممنوع قرار پایا اور کلیساؤں میں کیتھولک طریقۂ عبادت ازسرِنو جاری کیا گیا اگرچہ اس آخری تبدیلی پر پارلیمنٹ میں کئی دن تک مباحثہ ہوتا رہا۔ بانر لندن کا اسقف مقرر ہوا۔ گارڈینر کو وزارت خزانہ کا عہدۂ جلیلہ تفویض کیا گیا اور ملکہ اکثر امور میں ہسپانوی سفیر سایمن رینارڈ کے مشورہ پر کاربند ہونے لگی ۔

کیتھولک مذہب کی تجدید

ابتک بجز لندن اور بعض دوسرے بڑے بڑے شہروں کے پرانے مذہب کے ازسرِنو رواج پانے سے اہل ملک عموماً مطمئن تھے۔ لیکن میری کی آرزوئیں بہت زیادہ وسیع تھیں۔ اُس کے عہد حکومت میں جو جو ظلم ہوئے اور ملک پر جو جو سختیاں روا رکھی گئیں ان کی ماہیت سمجھنے اور اُن مظالم کو اُس کی نیک نیتی کا نتیجہ قرار دینے کے لیئے ہمیں ان واقعات کا تبصرہ اُس کے نقطۂ نظر سے کرنا چاہیئے۔ وہ ایک ایماندار لیکن تنگ خیال عورت تھی جس نے بچپن سے لے کر اس وقت تک کہ اُس کی عمر سینتیس سال کی ہوئے کو آئی تھی بجز سختیاں سہنے اور کڑیاں جھیلنے کے دنیا کا اور کچھ نہ دیکھا تھا۔ نسباً وہ نیم ہسپانوی تھی اور اپنی ماں اور اُس کی قوم کے ساتھ طبعاً الفت رکھتی تھی۔ جب اُسے خیال آتا تھا کہ اُس کی ماں کو بے وجہ اور بلا قصور طلاق دے دی گئی اور اُس کی آبرو خاک میں ملا دی گئی اور اُس کے بجائے الزبتھ کی ماں این بولین ملکہ بنا دی گئی تو اُس کے سینے پر سانپ سا لوٹ جاتا تھا۔ بچپن ہی سے اُس کے دل میں یہ خیال بٹھا دیا گیا تھا کہ ان تمام مصائب و آلام کا اصلی باعث انگلستان کی طرف سے پاپائے روما کی مخالفت کا اعلان اور جدید مذہب کی ترویج ہے۔ باپ کا سلوک اس کے ساتھ ہمیشہ بے دردانہ رہا اور اس کی سوتیلی بہن الزبتھ جسے وہ کبھی شہزادی کہکر

میری کی سیرت

نہ پکارتی تھی انگلستان کی آیندہ ملکہ نامزد کی گئی۔ اس کے بعد شہزادہ ایڈورڈ پیدا ہوا جو دونوں بہنوں کو مالک کر کے خود مالک تخت و تاج ہو گیا اور عمر بھر میری کو اپنے مذہب سے کنارہ کش ہونے پر مجبور کرتا رہا۔ ان حالات میں اگر اُس کا دل تمام اُن اشخاص کی طرف سے جو اس پر سختیاں کرتے رہے خون ہو تو اُس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

اب اُس کے بھائی کی موت سے سارا نقشہ ہی بدل گیا۔ لوگ نارتھمبرلینڈ کے برتاؤ سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ میری کا تخت پر بیٹھنا تھا کہ ہر طرف سے مبارک سلامت کی آوازیں آنے لگیں۔ زندگی بھر میں یہ پہلا موقع تھا کہ اُسے آزادی نصیب ہوئی اور اختیارات بھی حاصل ہوئے۔ میری کی بڑی آرزو یہ تھی کہ کسی طرح

ملکہ کے عقد کی تجویز

انگلستان میں پاپا کے اختیارات پھر بحال ہو جائیں۔ چنانچہ جب رینارڈ نے اس کو یہ مشورہ دیا کہ اس مقصد کی تکمیل کی بہترین شکل یہ ہے کہ وہ اپنے ابن عم فلپ شاہ ہسپانیہ خلف شہنشاہ چارلس پنجم (دیکھو صفحہ ...) سے شادی کرے جو کیتھولک مذہب کا سب سے بڑا حامی ہے تو اُس نے اس مشورے کو بڑی توجہ سے سنا۔ غرض میری کی نسبت فلپ سے ٹھیر گئی لیکن پارلیمنٹ کو اور ساری قوم کو یہ رشتہ بہت ہی ناگوار گزرا اس لیئے کہ عام خواہش یہی تھی کہ اُس کا عقد ایڈورڈ چہارم کے پروتے ایڈورڈ کورٹنے امیر ڈیون سے ہو۔ شاہ ہسپانیہ کے ساتھ ملکہ کے نکاح ہو جانے سے لوگوں کو خطرہ اس بات کا تھا کہ ممکن ہے کہ اُسے بہت زیادہ اختیارات حاصل ہو جائیں اور ہسپانیہ کی طرح وہ یہاں بھی تفتیش کے دان کو ی زیشن) کا ظالمانہ محکمہ قائم کر دے۔

ملکہ کے رشتے کی تجویز نے ملک بھر میں ایک کھلبلی سی ڈال دی۔ ڈیون شائر، ویلز، اضلاع متوسط اور کینٹ میں ایک سازش ہوئی کہ امیر ڈیون سے شہزادی الزبتھ بیاہ دی جائے اور میری کے بجائے ان دونوں کو تخت پر بٹھایا جائے۔ اس سازش کا جال تو بڑا وسیع تھا

وائٹ کی بغاوت ماہ فروری ۱۵۵۴ء

لیکن شرکائے سازش کی بد انتظامی کے باعث صرف ضلع کینٹ کی آبادی ہی نے ایک بہادر مقامی سردار سر ٹامس وائٹ کی سرکردگی میں سر اٹھایا۔ مفسدہ پردازوں نے دریائے ٹیمز کے تمام جہازوں اور توپوں پر قبضہ کر لیا اور سپاہ ردیف بھی جسے امیر نارفاک ان کے مقابلے کے لیئے لایا تھا اپنے سپہ سالار کا ساتھ چھوڑ کر "وائٹ کی جے! وائٹ کی جے!" پکارتی ہوئی باغیوں سے

جا ملی۔ اس نازک موقع پر شکست کو فتح سے مبدل کرنے کا سہرا خود میری کے سر رہا۔ گھوڑے پر سوار ہو کر وہ مردانہ وار گلڈ ہال میں پہنچی اور ایک پرجوش تقریر سے اہل شہر کے جذبۂ وفاداری کو ابھار کر ان سے وعدہ کیا کہ میں پارلیمنٹ کی مرضی بغیر ہرگز شادی نہ کروں گی۔ وائٹ جب فروری کی تیسری تاریخ کو لندن پہنچا تو پچیس ہزار تیغ آزماؤں کو اپنے مقابلے میں سینہ سپر پایا اس زبردست جمعیت کے مقابلے میں زک اٹھا کر وہ ٹمپل بار میں گرفتار ہوا اور قلعۂ لندن میں قید کر دیا گیا۔

میری کا انتقام نہایت خوفناک تھا۔ اس وقت تک لیڈی جین گرے کو اس نے چھوڑ رکھا تھا لیکن اب وہ اس ناشاد خاتون اور اس کے خاوند کے قتل پر آمادہ ہو گئی۔ چنانچہ دونوں کے دونوں ۱۲ فروری ۱۵۵۴ء کے روز قتل کر دیئے گئے۔ امیر گرے امیر سفاک

لیڈی جین گرے اور دیگر اشخاص کا قتل

سر ٹامس وائٹ اور بعض دوسرے اکابر کا سر اس کے چند دن بعد قلم ہوا۔ اور طبقۂ عوام کے ایک سو سے اوپر افراد سولی پر لٹکا دیئے گئے۔ شہزادی الزبتھ قلعۂ لندن میں قید کر دی گئی اور رینارڈ کی خواہش تھی کہ اس کا بھی کام تمام کر دیا جائے لیکن وزیر خزانہ گارڈینر کی سفارش سے اس کی جان بچ گئی۔ قلعۂ لندن سے نکال کر اسے سرکاری پہرے میں پہلے قصر ووڈسٹاک میں رکھا گیا جو آکسفرڈ شائر میں واقع ہے اور وہاں سے وہ ہیٹ فیلڈ میں منتقل کر دی گئی جو ہرٹفرڈ شائر کے مضافات سے ہے۔

ان خونریزیوں کے چند مہینے بعد جولائی ۱۵۵۴ء میں میری کا عقد فلپ سے ہو گیا۔ یہ شادی کچھ بامراد اور مسرت بخش نہ ثابت ہوئی۔ پارلیمنٹ کو فلپ کے سر پر تاج انگلستان رکھنے سے انکار تھا اور ادھر فلپ کے دل میں اپنی ادھیڑ عمر کی بی بی کی الفت موجود نہ تھی

ملکہ کا عقد ماہ جولائی ۱۵۵۴ء

اگرچہ وہ ہمیشہ اس سے بہ اخلاق پیش آتا رہا۔ اولاد نرینہ کی تمنا میں فلپ نے ایک سال کا زمانہ انگلستان میں گزارا لیکن آخر مایوس ہو کر اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔ ادھر میری اپنے منصوبوں کی تکمیل میں برابر مصروف تھی۔ کسی نہ کسی طرح اس نے ایک ایسی پارلیمنٹ کا انتخاب کرا ہی لیا جو بہت کچھ

پاپا کے وکیل مطلق کی آمد

اس کی مرضی کے تابع تھی اور یہ پارلیمنٹ اس بات پر رضامند ہو گئی کہ پاپا کا ایک وکیل مطلق دربار انگلستان میں موجود رہے۔ چنانچہ

کارڈینال پول بڑے کروفر کے ساتھ جہاز پر سوار دریائے ٹیمز میں داخل ہوا۔ اُس کے جہاز کے اگلے حصہ پر چاندی کی ایک صلیب نصب تھی۔ اور جب اُس نے دارالامرا اور دارالعوام کے اراکین کو پاپا کی طرف سے فرمان معافی سنایا تو سب کے سب گھٹنوں کے بل اُس کے سامنے جھک گئے۔ یہ کارڈینال پول اس رئیسہ سالسبری کا بیٹا تھا جو ہنری ہشتم کے عہد میں قتل ہوئی تھی ۱۵۵۶ء میں وہ کنٹربری کا صدر اسقف مقرر ہوا۔ اور شاہی کونسل میں اس کا بڑا درجہ ہو گیا لیکن پاپا کو انگلستان پر اب کوئی حقیقی اختیار حاصل ہونا بہت مشکل تھا اس لئے کہ ہنری ہشتم نے خانقاہوں کی جائدادیں اپنے امرا میں بانٹ دی تھیں۔ پاپائے پال چہارم نے اگرچہ انگلستان کو اپنے فرمان عمومی کے اطلاق سے مستثنیٰ کر دیا تھا کہ تمام مذہبی اوقاف کلیسا کو واپس دے جائیں مگر میری نے تمام وہ جائداد جس پر اس کا قبضہ تھا اپنی خوشی سے واپس کر دی۔ امرا کو اب یہ خوف ہوا کہ اگر پرانا دستور پھر رائج ہو گیا تو نتیجہ ہوگا کہ ایک نہ ایک دن سارا مال غنیمت اُنکے قبضے سے نکل جائیگا غرض انہوں نے آپس میں ایکا کر کے عہد کیا کہ جب تک اُن کی کمر میں نیام اور نیام میں تلوار موجود ہے وہ اپنی جائدادوں کو ہاتھ سے نہ جانے دینگے۔ میری کو بھی معلوم ہو گیا کہ ملک میں ایک زبردست جماعت ایسی موجود ہے جو پاپا کے غلبۂ اقتدار کی دل سے مخالف ہے۔ بایں ہمہ میری اس بات کو اپنا فرض سمجھتی رہی کہ دین اقدس کے رستے میں روڑا اٹکانے والے تمام ملحدوں کا قلع و قمع کر دیا جائے۔ پول خود تو ایک رحم دل اور میانہ رو شخص تھا اور اگر اُسی کی رائے پر تمام معاملات ہوتے تو میری اس قدر جبر و تشدد نہ کرتی لیکن پول پاپائے پال چہارم سے جو سخت متعصب واقع ہوا تھا بہت ہی ڈرتا تھا فرقہ لالرڈ کے خلاف ہنری چہارم اور ہنری پنجم کے عہد میں جو قوانین جاری کئے گئے تھے اُن کا اجرا از سر نو عمل میں آیا اور سینٹ پال کے گرجا کا ایک پادری راجرس اور گلاسٹر کا اسقف ہوپر ماہ فروری ۱۵۵۵ء میں زندہ جلا دئے گئے۔ ان کے بعد جلد جلد دوسروں کی باری آنے لگی۔ چار شخص اپریل اور مئی میں جلائے گئے۔ چھ جون میں۔ گیارہ جولائی میں اور اٹھارہ اگست میں غرض مذہب کے نام پر جان قربان کرنے والوں کا شمار بڑھتا ہی جاتا تھا۔ اکتوبر کے مہینے میں لیٹمر اور رڈلے زنجیروں سے پشت بہ پشت جکڑے ہوئے اسی چتا پر جلے

امرا کی طرف سے کلیسا کی جائداد کی بحالی سے انکار

فرقہ پراٹسٹنٹ پر سختیاں ۱۵۵۵ء لغایت ۱۵۵۸ء

کے لئے آئے جو پہلے ہی اُن کی جھپٹوں سے بچ نکلی تھی ۔

رڈلی اور لٹیمر جب آگ کے شعلوں میں جھونکے جانے لگے تو لٹیمر نے اپنے ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا کہ بھائی رڈلی ہمت نہ ہارو اور مردانہ وار جان دو آج اس آگ میں جل کر ہم انگلستان میں ایسی مشعل روشن کریں گے جو خدا کے فضل سے کبھی گل ہونے میں

لٹیمر رڈلی اور کرینمر کا زندہ جلایا جانا

نہ آئے گی۔ جو کچھ لٹیمر نے کہا تھا اُس کا حرف حرف پورا ہو کر رہا اہل انگلستان کے لیے بحث طلب بات یہ نہ تھی کہ کونسا مذہب سچا ہے اور کونسا جھوٹا ہے۔ سوال یہ تھا کہ آیا کسی شخص کو یہ حق حاصل ہے یا نہیں کہ اپنی ضمیر کی تلقین کے لحاظ سے کسی عقیدہ پر قائم رہے اور اگر یہ حق حاصل ہے تو اس میں اس قدر طاقت ہے یا نہیں کہ اس حق کی حمایت میں سینہ سپر ہو سکے لٹیمر اور رڈلی کے بعد ۱۵۵۶ء میں صدر اسقف کرینمر بھی جلا دیا گیا۔ کرینمر نے ایک موقع پر کمزوری دکھا کر اپنے عقائد سے رجوع کیا تھا اور توبہ نامہ پر دستخط کر دیے تھے۔ اب اس ارتداد کے کفارہ کا وقت آیا چنانچہ جب اُسے چتا کے پاس لائے تو اُس نے سب سے پہلے اپنا دہنا ہاتھ جو توبہ نامہ پر دستخط ثبت کرنے کا مجرم تھا لپکتے شعلوں میں دے دیا۔ ان اشخاص کے زندہ جلنے سے جور و جفا کے اندھیرے گھپ میں صداقت اور جرات کی وہ شمع روشن ہوئی جو آج تک برابر نور افشاں ہے۔ غرض تین سال کے اندر اندر کم سے کم دو سو اسی راست باز اور خدا ترس اشخاص اپنے مذہب پر قائم رہنے کی علت میں ہلاک کئے گئے۔ اُن کی ہلاکت رائیگاں نہ گئی اس لئے کہ ان ہیبت ناک واقعات سے خائف ہو کر نہ صرف یہ کہ بہت سے نیک نفس لوگ وطن چھوڑ کر فرینکفرٹ اور جنیوا میں جا بسے بلکہ انگلستان کی کیا کیتھولک اور کیا پراٹسٹنٹ آبادی کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ کسی فرمانروا کو اختلاف عقاید کی بنا پر رعایا کی جان لینے کا اختیار حاصل ہونا صد درجہ خطرناک ہے ۔

لوگوں میں اب ملکہ کی خرابی صحت کے متعلق سرگوشیاں ہونے لگیں اور چپکے چپکے اس تمنا کا اظہار ہونے لگا کہ خدا کرے یہ ظالم ملکہ جلد مرے اور ملک کو پھر چین نصیب ہو۔ ۱۵۵۷ء میں فلپ کے دوسرے سفر انگلستان سے بھی صورت حالات میں کچھ اصلاح

کیلے کا انگریزی قبضہ سے نکل جانا ۱۵۵۸ء

نہ ہوئی۔ اس کے آنے کا مقصد یہ تھا کہ میری کو سمجھا بجھا کر فرانس پر فوج کشی کرنے میں اپنے ساتھ شریک کرے شاہی کونسل میں جب

یہ معاملہ بحث کے لئے پیش ہوا تو اراکین کونسل نے سخت مخالفت کی لیکن آخر میری کی
رائے غالب آئی اور بشرکت ہسپانیہ فرانس پر حملہ کردیا گیا۔ آگے چل کر اپنی اس ہٹ کا میری
کو بے حد رنج ہوا اس لئے کہ ۱۵۵۸ء میں کیلے کو جس کی حفاظت پر کافی فوج مامور نہ تھی دو سو
سال سے بھی زیادہ عرصہ تک انگریزی قبضہ میں رہنے کے بعد فرانسیسیوں نے دوبارہ فتح
کرلیا۔ جب اس کے کچھ ہی دن بعد گنیز کا قلعہ جو نواح کیلے میں واقع ہے غنیم کے حوالے
ہوا تو برّاعظم یورپ میں انگریزوں کے پاس ایک چپہ زمین کا بھی باقی نہ رہی۔ کہتے ہیں کہ
میری کو جب ان شکستوں کی خبر پہنچی تو بے اختیار اس کے منہ سے نکلا کہ جب میں مروں گی
تو کیلے کا نام میرے دل پر نقش ہوگا۔ میری کی صحت ایک مدت سے خراب چلی آتی تھی انہی ایام
میں ایک قسم کا بخار لوگوں میں پھیل گیا اور وہ بھی اس میں مبتلا ہوکر ۱۷ نومبر ۱۵۵۸ء کو جہان
سے گزر گئی۔ یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ اس کی وفات کے بائیس گھنٹے بعد کارڈینال پول
کا بھی انتقال ہوگیا۔

پندرھواں باب

دورِ ترقی و فراخی

الزبتھ

۱۵۵۸ء لغایت ۱۶۰۳ء

شہزادی الزبتھ ہیٹ فیلڈ کے چمن میں ۱۷ نومبر ۱۵۵۸ء کو ایک درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھی کہ قاصد نے آکر اُسے ملکۂ انگلستان ہونے کا مژدہ سنایا۔ یہ خوشخبری سنتے ہی وہ گھٹنوں کے بل گر کر خدا کا شکر بجا لائی اور کہنے لگی کہ "یہ قدرت خدا کا ادنیٰ کرشمہ ہے اگرچہ ہماری نظر میں نہایت عجیب ہو" جلوس کے بعد جب اُس کے نام کا سکہ چلا تو طلائی سکوں پر اُس نے یہی الفاظ نقش کرا دئے اور اُس کے سارے عہد حکومت میں اسی طرح کے سکوں کا رواج رہا۔

جو خاص اوصاف عورتوں میں ہونے چاہئیں اُن سے الزبتھ عاری تھی اور اس لحاظ سے اُس کی بہت سی بڑی بڑی لغزشیں گنائی جا سکتی ہیں لیکن فرماں روا ہونے کی حیثیت سے اُس کا حق ستائش ہم سے پورا ادا نہیں ہو سکتا۔ اپنے خسروانہ فرائض سے وہ مدت العمر جس طریقہ پر عہدہ برآ ہوتی رہی اُس کا ذکر اپنے عہد کے خاتمہ پر خود اپنی زبان سے اُس نے اس طرح کیا ہے اور حق یہ ہے کہ ان الفاظ کا حرف حرف سچائی میں ڈوبا ہوا ہے "میں نے ہمیشہ قیامت کے دن کو پیش نظر رکھا۔ اور اس طرح حکومت کرتی رہی کہ گویا مجھے ایک احکم الحاکمین کے حضور میں اپنے اقوال و افعال کے لئے جواب دہ ہونا ہے اور میں اسی بزرگ و برتر پروردگار کے عدل کو اپنا گواہ قرار دیتی ہوں کہ میرے دل میں کبھی بھی کوئی خیال ایسا نہیں گزرا جس سے میری رعایا کی فلاح کا پہلو نہ نکلتا ہو" باپ کی طرف سے اُسے استقامت و جرأت اور شوق پر دلعزیزی کے اوصاف ترکہ میں ملے تھے۔ اس کے علاوہ وہ باپ ہی کی طرح ان لوگوں کے ساتھ جو اُس کی اطاعت کا دم بھرتے تھے بہت کم مخلصانہ برتاؤ کرتی تھی اور بہت کم اُن کی احسان مند ہوتی تھی۔ ماں کی سیرت سے اُسے زندہ دلی، شوق خوش لباسی اور البیلے پن کا حصہ ملا تھا۔ خود بینی کا عیب دونوں کی جانب سے اُس کی مشترک میراث تھا۔ لیکن الزبتھ خود بینی اور ناز آفرینی ہی کی جیتی جاگتی تصویر نہ تھی بلکہ ایک وسیع قلمرو کی ملکہ ہونے کے لحاظ سے اُسے اپنے شاہانہ فرائض اور ذمہ داریوں کا گہرا احساس تھا۔ عقل خداداد کی رسائی سے اُس نے ہمیشہ اچھے مشیروں کا انتخاب کیا

الزبتھ کی سیرت

اور اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے جو باتیں اکثر اُسے سوجھ جایا کرتی تھیں وہ خود اُن کے ذہن میں ہی نہ آئی تھیں۔ اُس کو یہ کٹھن کام انجام دینا تھا کہ تخت سلطنت کو اپنی ذات کے لئے محفوظ رکھ کر مملکت کو بدیسی دشمنوں کے پنجے سے چھڑائے بھاری بھاری محصول کم کردے۔ اور نظام سلطنت کے دینی و دنیوی عناصر کی بے ترتیبی کو رفع کرکے ازسرنو امن وامان قائم کرے تاکہ انگریزی قوم مضبوط و متحد ہو جائے۔ اس کار اہم کے سرانجام دینے میں اگر اکثر موقعوں پر اُس سے ناراستی اور تلوّن ظاہر ہوتا تھا تو جیسا کہ وہ خود کہا کرتی تھی اس کا یہ عذر ایک حد تک قابل پذیرائی ہے کہ کیا کروں عورت ذات ہوں اور کمزور ہوں بڑے بڑے زبردست دشمن گھات میں ہیں ان کا توڑ مجھے ہر حیلے کرنا ہی پڑتا ہے۔

الزبتھ جب تخت پر بیٹھی ہے تو انگلستان کی حالت بہت ہی ابتر ہو رہی تھی۔ کلیسا کے اوقاف سے دستکشی اور فرانس کے ساتھ ایک تباہ کن جنگ میں مصروف ہو کر میری نے خزانہ بالکل خالی کر دیا تھا۔ رعایا پر جو خوفناک مذہبی تشدد روا رکھا گیا تھا اس سے تنگ آکر اچھے

انگلستان کی ابتر حالت

اچھے لوگ گھر بار چھوڑ کر غیر ممالک میں چلے گئے تھے اور ملک بغاوت پر آمادہ ہو گیا تھا۔ رعایا میں عام بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ جان و مال خطرے میں تھے بیرونی حملے کا خدشہ ان اندرونی مصائب پر مستزاد تھا۔ آئرلینڈ میں خانہ جنگی کی آگ الگ بھڑک رہی تھی اور اسکاٹلینڈ کی ملکہ میری اسٹوارٹ جو ولیعہد فرانس سے عقد کر چکی تھی الزبتھ کو اولاد ناجائز قرار دے کر تخت انگلستان پر اپنا دعویٰ ثابت کر رہی تھی۔ برّاعظم یورپ میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ گروہوں کے درمیان ایک بہت بڑی کشمکش برپا تھی جو الزبتھ کے زمانے میں برابر جاری رہی۔ ہنری دوم تاجدار فرانس اپنی پروٹسٹنٹ رعایا کی بیخ کنی کے لئے جد و جہد کر رہا تھا اور فلپ ہسپانیہ

برّاعظم یورپ میں مذہبی کشمکش

میں ملحدوں کو آگ کا زندہ ایندھن بنانے میں مصروف تھا۔ فلپ کو چونکہ فرانس کا کھٹکا لگا ہوا تھا اس لئے ابتدا ابتدا میں اس کے تعلقات الزبتھ کے ساتھ بظاہر مخلصانہ سے تھے اگرچہ وہ اُس کا حقیقی بہی خواہ کبھی بھی نہ تھا اس کے علاوہ یاد ہوگا کہ فلپ کے باپ چارلس پنجم کو ہالینڈ کا علاقہ اپنی دادی میری ریگنٹ برگنڈی سے جس نے شہنشاہ میکس میلین سے شادی کر لی تھی ترکے میں ملا تھا۔ اہل ہالینڈ نے چونکہ پروٹسٹنٹ مذہب اختیار کر لیا تھا اور یہ لوگ نہایت پختہ عقاید رکھتے تھے اس لئے فلپ دوم کی حکومت اور اُس کے شریشتہ تفتیش کی سختیاں انہیں دوبھر گزرنے لگی تھیں۔ یہ بھی بالوضاحت

فلپ کے الزبتھ سے کشیدہ ہو جانے کی ایک نئی وجہ ہوگئی۔ غرض یورپ اس وقت دو مخالف گروہوں
کا اکھاڑا بنا ہوا تھا۔ ایک طرف کیتھولک تھے دوسری طرف پراٹسٹنٹ اور پاپائے پال چہارم جس
نے بزمانۂ حکومت میری انگلستان میں بہت سا کھویا ہوا اقتدار پھر حاصل کر لیا تھا اس انتظار میں تھا کہ
الزبتھ کس فریق کا ساتھ دیتی ہے۔

الزبتھ نے دانشمندی کی راہ سے اول اول دونوں میں سے کسی فریق کا ساتھ نہ دیا۔ میری
کی کونسل میں جو ارکان سلطنت شریک تھے ان میں سے اکثر کو الزبتھ نے اپنی اپنی خدمتوں پر بحال
رکھا اور ان میں ایک بیدار مغز مدبر سر ولیم سسل کا اضافہ کر دیا جو آگے چلکر لارڈ برلے کے لقب سے
ملقب ہو کر صدر اعظم کے درجہ پر فائز ہوا اور مدت العمر الزبتھ کی خدمات وفاداری سے بجا لاتا رہا۔

صدر اعظم سر ولیم سسل

آئین اور مفاد ملک کے خلاف وہ کوئی بات نہ کرنا چاہتی تھی چنانچہ جب کلیسا
کے طریقہ عبادت کے بدلنے کا سوال پیدا ہوا تو اس نے صاف کہہ دیا
کہ جب تک پارلیمنٹ کے اجلاس میں اس مسئلہ پر پوری طرح غور نہ ہو لے میں خود کوئی حکم اس
بارہ میں صادر نہیں کر سکتی۔ ساتھ ہی اس نے یہ اعلان کر دیا کہ رعایا کی آزادی ضمیر میں کوئی مداخلت
نہ کی جائیگی بلکہ ہر شخص کو اختیار ہوگا کہ جس عقیدے پر چاہے قائم رہے لیکن شرط یہ ہے کہ
عبادت کا جو عام طریقہ قانوناً مقرر ہو اس کی پیروی برابر کیا کرے۔ جب ۲۵ جنوری ۱۵۵۵ء کو
پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد ہوا تو اس کے لئے سب سے پہلا کام یہ تھا کہ الزبتھ کے جائز اور حقیقی
ملکۂ انگلستان ہونے کا اعلان کر کے قوانین اعتقاد و وحدت عمل نافذ کرے۔ پہلے قانون کی رو سے
ہر پادری کا فرض تھا کہ امور دینیہ میں ملکہ کی سیادت کا حلف اٹھائے۔ دوسرے قانون کے
بموجب ایڈورڈ ششم کی کتاب عبادت عمومی بعض ترمیمات کے ساتھ جن سے فریق کیتھولک کی
دلجوئی مقصود تھی از سر نو رائج کی گئی اور تمام لوگ گرجاؤں میں عبادت کے لئے اوقات مقررہ

حلف سیادت

پر حاضر ہونے یا بھاری جرمانہ بھرنے پر مجبور کئے گئے اساقف بھی کیتھولک تھے
جن کے عقیدے میں دینی سیادت کا مرتبہ صرف پاپا کو حاصل تھا۔ اسلئے
بجز ایک کے باقی سب نے حلف سیادت اٹھانے سے انکار کر دیا چونکہ اس انکار کے صحیح معنی یہ تھے
کہ وہ ملکہ کو اپنا پیشوا نہیں تسلیم کرتے لہذا وہ اپنی اپنی خدمتوں سے محروم کئے گئے اور ان کی بجائے
پراٹسٹنٹ اساقفہ کا تقرر عمل میں آیا۔ لیکن الزبتھ نے اس بارہ میں کمتر درجہ کے پادریوں پر
زیادہ دباؤ ڈالنا مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ جو پادری حلف اٹھانے نہ آئے اُن کی غیر حاضری نظر انداز

کردی گئی اور اکثر مقامات میں گھروں کے اندر کیتھولک طریقے پر عبادت ہوتی رہی اگرچہ گرجاؤں میں یہ طریقہ ممنوع تھا۔ الزبتھ پارکر جو ایک [illegible] و مصالحت پسند عالم تھا کنٹربری کا صدر اسقف مقرر ہوا۔ غرض اس طرح ایک عرصے تک الزبتھ اُن مذہبی مناقشات سے پہلو بچاتی رہی جن سے بیرونی ممالک کو تہ و بالا کر رکھا تھا۔

اسکاٹلینڈ کی حالت

اسکاٹلینڈ نے الزبتھ کے لیے ایک اور مشکل پیدا کر دی۔ میری اسٹوارٹ چونکہ اب فرانس کی ملکہ ہو گئی تھی اس لئے اُس کی ماں میری رئیسہ گائیز نائب السلطنت ہونے کی حیثیت سے اسکاٹلینڈ پر حکمراں تھی۔ یہ ملک کئی سال سے بتدریج پراٹسٹنٹ مذہب اختیار کر رہا تھا۔ امرا کلیسا اور خانقاہوں کی دولت و اقتدار کو نگاہِ رشک سے دیکھتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ اُن میں سے اکثر مذہبِ جدید کی اشاعت کے حامی تھے۔ عہدِ سابق کے مظالم سے تنگ آ کر انگلستان کے بہت سے پراٹسٹنٹ اسکاٹلینڈ چلے آئے تھے۔ اُنکا مزاج تند و بیباک سمجھا گیا تھا۔ طبیعت کے سخت اور دھن کے پکے ہونے کی وجہ سے اسکاٹلینڈ والے مذہب کے معاملے میں انگریزوں سے بھی دو قدم آگے نکل کر جینوا کے نئے مصلح مذہب جان کیلون کے پیرو ہو گئے تھے۔ ۱۵۵۷ء میں امرا کے ایک انبوہ کثیر نے ایڈنبرا میں جلسہ کر کے آپس میں عہد کیا کہ ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے اور نئے عقیدے کی تبلیغ میں سرگرمی سے ساعی ہوں گے جس عہد پر انھوں نے دستخط کئے تھے وہ "پیمان اول" کہلاتا ہے اور انھوں نے اپنے لئے "امرائے جماعت" کا امتیازی لقب تجویز کیا۔ میری رئیسہ گائیز جو ایک کٹر کیتھولک تھی ان سرگرمیوں کو کب ٹھنڈے دل سے دیکھ سکتی تھی اس نے جدید عقاید کا استیصال بجبر کرنا چاہا۔ اُدھر کیلون کے ایک مشہور پیرو جان ناکس

اسکاٹلینڈ کے امرائے جماعت ۱۵۵۹ء

کے وعظ و پند سے لوگوں نے گرجاؤں میں مورتوں کو توڑ پھوڑ ڈالا اور ۱۱ مئی ۱۵۵۹ء کو کھلم کھلا فساد پر آمادہ ہو گئے۔ نائب السلطنت نے اپنی حکومت ایک فرانسیسی فوج کی مدد سے قائم رکھنی چاہی لیکن امرائے جماعت نے ایڈنبرا پر قبضہ کیا اور وہاں ایک پارلیمنٹ منعقد کی۔ اپنے پرانے حلیفوں یعنی فرانسیسیوں کی گرفت سے اب وہ آزاد ہونا چاہتے تھے اور بحث و مباحثہ کے بعد بالاتفاق یہی رائے قرار پائی کہ الزبتھ سے مدد مانگنی چاہئے۔

الزبتھ نے پہلے تو تامل کیا اس لئے کہ وہ باغیوں کو حکومت کے مقابلے میں مدد دینا پسند نہ کرتی تھی۔ لیکن اسکاٹلینڈ میں ایک فرانسیسی فوج کا موجود ہونا خود انگلستان کے لئے

بہت بڑے خطرے کا موجب تھا۔ اسلئے بہت کچھ سوچ بچار کے بعد اُس نے آخر کار انگریزی بیڑے کو خلیج فورتھ میں بھیج دیا اور لارڈ گرے کی کمان میں آٹھ ہزار فوج محاصرہ لیتھ میں کمک دینے کے لئے روانہ کی۔ انھیں ایام میں نائب السلطنت ملکہ کا انتقال ہوگیا اور امرا کی اس مجلس نے جو حکومت کے انتظام کی ذمہ دار ہوئی تھی ایڈنبرا میں ایک معاہدے پر دستخط کر دئے جس کی رو سے فرانسیسیوں نے تو اسکاٹلینڈ خالی کر دینے کا وعدہ کیا اور امرا نے یہ ذمہ لیا کہ میری اسٹوارٹ تاج انگلستان کا دعویٰ نہ کرے گی۔

عہدنامہ ایڈنبرا جولائی سنہ ۱۵۶۰ء

لیکن میری خود اس معاہدہ کی تصدیق پر کسی طرح رضامند نہ ہوئی اس پر اسکاٹلینڈ کی پارلیمنٹ نے ۲۵ اگست سنہ ۱۵۶۰ء کو بڑی شد و مد کے ساتھ پراٹسٹنٹ عقاید کا قانوناً اعلان کیا اور اسی زمانہ سے اسکاٹلینڈ کا مذہب پراٹسٹنٹ ہے چند ماہ بعد دسمبر سنہ ۱۵۶۰ء میں میری کا فرانسیسی شوہر شاہ فرانسس ثانی وفات پاگیا اور اگلے سال وہ بحالت بیوگی اپنے وطن واپس آئی تاکہ ملکہ اسکاٹلینڈ ہونے کی حیثیت سے حکومت کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیکن الزبتھ کو سر دست اس سے کچھ اندیشہ نہ تھا اس لئے کہ تمام پراٹسٹنٹ امرا اس کے طرفدار تھے۔

میری ملکہ اسکاٹلینڈ کی معاودت اگست سنہ ۱۵۶۱ء

انگلستان کو اس اثنا میں داخلی امن و امان کی وجہ سے خوش حالی کا موقع مل رہا تھا۔ کلیسا کے اوقاف پر دوبارہ قابض ہوجانے اور اخراجات میں کفایت کرنے سے خزانہ پھر معمور ہوگیا اس کے ساتھ ہی کھوٹے سکوں کا چلن روک دینے اور روپیہ کو از سر نو اصلی قیمت پر چلانے سے سیسل نے رعایا کو ایک بار گراں سے سبکدوش کر دیا۔ سنہ ۱۵۶۱ء میں ایک کمیشن رعایا کی عسرت و پریشان حالی کے اسباب کی تحقیقات کے لئے مامور کیا گیا اور سنہ ۱۵۶۲ء میں ہر شہر کے رئیس بلدیہ اور ہر گاؤں کے داروغۂ کلیسا کو حکم دیا گیا کہ اپنے اپنے علاقہ کی آبادی سے اس علاقے کے غربا کی پرورش کے لئے چندہ اکھٹا کر کے ایک سرمایہ قائم کریں۔ یہ گویا "ضابطہ مساکین" کی ابتدا تھی جس کی توثیق سنہ ۱۶۰۱ء میں پارلیمنٹ کے ایک قانون سے عمل میں آئی اور جو سنہ ۱۸۳۲ء تک نافذ رہا۔ اگرچہ آگے چلکر یہ ضابطہ رعایا کے لئے ایک ناقابل برداشت بوجھ ہوگیا لیکن اس زمانے میں اس کا نفاذ ہر پہلو سے قرین مصلحت تھا اور قیام امن میں اس سے بڑی مدد ملی۔

انگلستان کی خوش حالی

ضابطہ مساکین سنہ ۱۵۶۲-۱۶۰۱ء

ترقی زراعت

لیکن رعایا کی خیر و فلاح میں الزبتھ کی جن دانشمندانہ تدابیر نے سب سے

زیادہ حصہ لیا وہ یہ تھیں کہ ایک نو اس نے جبر و استبداد کی ہیبت مٹادی دوسرے ناتوانوں کی جائداد کو توانا ؤں کی دست برد سے محفوظ کر دیا۔ مالکان اراضی اور شرفائے طبقہ متوسط اب اپنی زمین داریوں کا انتظام بہت اچھی طرح کرنے لگے مختلف قسم کی کھادوں کے استعمال پر توجہ ہونے لگی اور ایک کھیت میں مختلف فصلیں بدل بدل کر بونے کے طریقے پر عمل ہونے لگا۔ البتہ یہ ایک بہت بڑی خرابی تھی کہ پہلے کی طرح مزدوروں کے پاس خود اپنی زمینیں نہ تھیں پھر بھی بہترین طریقۂ کاشت کے رواج سے فصلوں کی پیداوار زیادہ ہونے لگی اور کھیتوں میں زیادہ مزدور کام پر لگائے جانے لگے۔

صنعت و حرفت دستکاری اور تجارت میں بھی جان پڑنے لگی اور محنت کرنے والوں کے لیئے اُس طور پر معاش کی ایک نئی صورت نکل آئی۔ مذہبی دار و گیر سے تنگ آکر ندرلینڈ کے بہت سے دستکار نقل مکان کر کے انگلستان چلے آئے اور انگریزوں نے ان سے نفیس تر سوتی اور ریشمی کپڑا بننے صابن اور تدہین کے لئے روغن تیار کرنے اور اپنا کپڑا خود رنگنے کا ہنر سیکھ لیا۔ شمالی علاقے کے شہر خوش حال اور متمول ہو چلے اور مانچسٹر کا موٹا اونی کپڑا۔ ہیلی فکس کا سوتی پارچہ اور شفیلڈ کے چاقو چھریاں

تجارت اور صنعت و حرفت

اپنی ساخت کی پائداری اور نفاست میں مشہور ہوگئیں اس کے علاوہ جو تجارتی مال اور روپیہ پہلے اطراف واکناف عالم سے سیدھا انٹورپ جایا کرتا تھا اب براہ راست انگلستان آنے لگا۔ طلاء و نقرۂ خام امریکہ سے خاک طلا اور عاج افریقہ سے اور ریشمی اور سوتی تھان و بار مشرق سے آ آکر لندن کی منڈیوں میں فروخت ہونے لگے جہاں سر ٹامس گریشم نے ۱۵۶۶ء میں شاہی صرافہ قائم کیا تاکہ اس کی عمارت میں سوداگر و بازارگاں اکھٹے ہوسکیں قسمت آزما جہازرانوں کی حوصلہ افزائی خود ملکہ کی طرف سے ہوتی تھی۔ اس سے تجارتی جہازوں کا ایک اچھا خاصا بیڑا رفتہ رفتہ تیار ہوگیا جس کے جری ناخدا سمندروں میں جان ہتیلی پر لئے پھرتے تھے۔

غرض انگلستان نے آب شور کی اُس تسخیر کی طرف اب قدم بڑھانا شروع کیا تھا جس نے اُس کی عظمت و شکوہ میں چار چاند لگا دیئے ہیں ۱۵۷۶ء میں مغربی علاقے کا ایک جہازراں جس کا نام فرابشر تھا سمت شمالی میں روانہ ہوا تاکہ شمالی و مغربی طرف سے ہندوستان کا بحری رستہ دریافت کرے اس جستجو میں اُس نے آبنائے خلیج ہڈسن دریافت کی جو آج تک اس کے نام سے موسوم ہے اسی سال جواں ہمت

جغرافی اکتشافات ۱۵۷۶ء لغایت ۱۵۸۳ء

سر ہمفری جلبرٹ نے امریکہ کی تفتیش کے لئے ایک بحری سفر اختیار کیا اور اسی غرض سے ۱۵۸۳ء میں ایک اور سفر کیا جس کے دوران میں اُس نے نیوفاؤنڈ لینڈ پر انگلستان کا جھنڈا جا گاڑا لیکن بعد میں اس کا جہاز ضایع ہو گیا اور سب اہل کشتی غرق ہو گئے۔ ڈیوس ریلے ہاکنس اور ڈریک یہ سب وہ لوگ ہیں جن کے نام بحری اکتشافات کے لئے مشہور ہیں۔ ڈریک پہلا انگریز ہے جس نے تمام دنیا کے گرد بحری سفر کیا لیکن ہاکنس کی یاد اس داغ سے ملوث ہے کہ ۱۵۶۲ء میں سب سے پہلے وہی حبشی غلاموں کی ایک کھیپ جہاز میں بھر کر افریقہ سے امریکہ لے گیا بہر حال ان اشخاص نے نئے نئے ممالک دریافت کئے اور تجارت کی نئی نئی راہیں کھولیں ہو۔

دولت و ثروت کے اس اضافے کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کی زندگی زیادہ آرام و آسائش سے بسر ہونے لگی۔ مستحکم اور متحصن قلعوں کی بجائے شرفا نے اپنے رہنے کے لئے دل کشا کوٹھیاں تعمیر کرالیں جن کی وضع فن عمارت میں الزبتھ کے نام سے موسوم ہے۔ ان شاندار ایوانوں کے زینے صنعت سنگ تراشی کا کمال ظاہر کرتے تھے اور کمروں کے فرش پر تکلف

ترقی آسائش

قالینوں سے آراستہ تھے۔ سفید پوشوں اور کسانوں کے مکانوں میں بھی اینٹ پتھر کی چنائی ہونے لگی کھڑکیوں میں آئینے نظر آنے لگے۔ اور اس سوراخ کی بجائے جو پہلے چھت میں سے دھواں نکالا کرتا تھا اب خوش وضع دودبان دکھائی دینے لگے۔ بہر طبقہ رعایا خصوصاً شرفا کا لباس پہلے سے زیادہ نفیس اور قیمتی ہونے لگا۔ خود ملکہ بھی اگرچہ بڑی سگھڑ اور کفایت شعار تھی لیکن طمطراق اور نمود پر مٹی ہوئی تھی اور جب ایک مقرب امیر کے گھر سے دوسرے کے گھر جاتی تھی تو دھوم دھام کے جشنوں کی ترتیب اور زرق برق کی نمود و نمایش سے شہر دلہن بنا ہوا نظر آتا تھا اور اس گرمی ہنگامہ سے رعایا میں نت نئی چہل پہل پیدا ہوتی رہتی تھی رعایا تو خوش حال اور فارغ البال تھی لیکن خود ملکہ الزبتھ طرح طرح کے آلام و افکار میں بتلا تھی۔ پاپائے پائیس رابع یہ دیکھ کر کہ نہ تو وہ انگلستان میں اس کے وکیل مطلق ہی کے سکونت پذیر ہونے کی روادار ہے اور نہ پاپا کی مجلس مجموعی میں جو بمقام ٹرنٹ ۱۵۶۱ء منعقد ہوئی اس نے اپنا سفیر ہی بھیجکر حق تعظیم روما ادا کیا اُسے ایک سرکش تاجدار سمجھنے لگا۔ اور اسی لحاظ سے پاپائے فرقہ کیتھولک کے نام ہدایات جاری کردیں کہ کوئی شخص عبادت کے لئے انگریزی گرجاؤں میں نہ جائے پارلیمنٹ کو یہ مداخلت ناگوار گزری اور اسکے توڑ کیلئے

حلف اطاعت ۱۵۶۳ء

اُس نے ایک قانون جاری کر دیا جس کی رو سے ہر رکن دار العوام ہر سرکاری عہدہ دار اور ہر قسیس حلقے کے لیئے لازم قرار پایا کہ ملکہ کی اطاعت کا حلف اٹھائے اور انگلستان میں پاپا کا صاحب اختیار ہونا تسلیم نہ کرے۔ اس قانون کا بدیہی اثر یہ ہوا کہ تمام راسخ العقیدہ کیتھولک اشخاص کے لیئے دار العوام کا دروازہ بند ہو گیا۔ ایڈورڈ ششم کے عہد میں دین مسیحی کے جو اتالیس احکام ایک کتاب کی شکل میں مرتب کیئے گئے تھے اب قانوناً واجب الاتباع قرار پائے اور تمام پیشوایان مذہب سے اُن کی حقیت کا تحریری اعتراف کرایا گیا۔ اس طور پر الزبتھ کی منشا کے خلاف مذہبی پھوٹ کا بیج اس کی رعایا کے دلوں میں جم گیا میری ملکہ اسکاٹلینڈ بھی اب پھر الزبتھ کے اطمینان قلب میں خلل ڈالنے لگی حق جانشینی اب بھی اُس کی طرف عود کرتا تھا اس لیئے کہ اگرچہ پارلیمنٹ نے بار بار الزبتھ سے عقد کے لیئے اصرار کیا اور اُس نے بھی کبھی ولیعہد آسٹریا کے پیغام کے ساتھ مشق نازکی کبھی اپنے چہیتے مقرب رابرٹ ڈڈلی امیر لیسٹر پر گوشۂ التفات مبذول کیا لیکن نتیجہ ان تمام باتوں کا کچھ نہ نکلا اور ملکہ کی ساری عمر کنوارپن ہی میں گزری حقیقت یہ ہے کہ ازدواج کے جھمیلے میں پڑنا اُس کے لیئے سخت مشکل تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ اگر عقد کرتی تو یا تو کسی پراٹسٹنٹ سے کرتی یا کسی کیتھولک سے۔ دونوں صورتوں میں اُس کی رعایا کا آدھا حصہ اُس سے ضرور برگشتہ ہو گیا ہوتا۔

الزبتھ کا مناکحت سے انکار

غرض میری اسٹوارٹ ابھی تک الزبتھ کے لیئے خار پہلو تھی جب وہ اول اول فرانس سے اسکاٹلینڈ واپس آئی تو تمام لوگ اپنی خوبصورت جواں سال ملکہ کو جان و دل سے چاہتے تھے اور انھیں اس میں بھی کوئی اعتراض نہ تھا کہ ملکہ اپنے کیتھولک عقیدے پر قائم رہے خصوصاً جبکہ ملکہ کا سوتیلا بھائی امیر مرے جو پراٹسٹنٹ مذہب رکھتا تھا نظم و نسق مملکت میں اس کا ہاتھ بٹانے لگا تو کچھ ہی دن بعد ملکہ کو دوسرا نکاح کرنے کا خیال پیدا ہوا اور ۱۵۶۵ء میں اُس نے اپنے نوجوان قرابت دار ہنری اسٹوارٹ لارڈ ڈارنلی سے عقد کر لیا جو خود اُس کی طرح ہنری ہشتم کی بہن مارگرٹ ٹیوڈر کی نسل سے تھا۔ ڈارنلی کی تربیت انگلستان میں ہوئی تھی اور اُس کے خاندان والے جو لینا کس کہلاتے تھے قدیم سے کیتھولک مذہب کے پیرو چلے آتے تھے۔ اب اسکاٹلینڈ میں کیتھولک امرا کا غلبہ ہو گیا مرے ملک بدر ہونے پر مجبور ہوا اور الزبتھ کو میری اور ڈارنلی کی ملک گیرانہ یورش کی طرف سے ہر وقت

میری ملکہ اسکاٹلینڈ کا عقد لارڈ ڈارنلی کے ساتھ ۱۵۶۵ء

کھٹکا لگا رہنے لگا؛

لیکن میری نے بنا بنایا کھیل اپنے ہاتھوں بگاڑ دیا۔ ڈارنلی ایک کمزور طبیعت کا تنفی شخص تھا ایسے شوہر سے بھلا میری کی کس طرح نبھ سکتی تھی۔ ڈارنلی کی طرف سے اُس کی طبیعت جلد ہی اچاٹ ہوگئی۔ اُس کی بڑی آرزو یہ تھی کہ کیتھولک مذہب کا اقتدار از سرِ نو قائم ہوا اور وہ خود انگلستان کی ملکہ ہو جائے۔ اسی غرض سے اُس نے پاپائے روما اور تاجدار ہسپانیہ کے ساتھ خفیہ خط و کتابت کا سلسلہ قائم کر رکھا تھا اور اس کام میں اُسے اپنے لایق اطالوی معتمد ڈیوڈ رزیو سے بڑی مدد ملتی تھی۔ ڈارنلی ملکہ میری کے شوہر ہونے کی حیثیت سے سر پہ تاج بادشاہی رکھنے کا آرزومند تھا لیکن میری نے اس کی تمنا پوری نہ ہونے دی۔ اُس پر ڈارنلی بہت ہی بگڑا اور رزیو کا ایسا دشمن ہوگیا

رزیو کا قتل
۹ مارچ ۱۵۶۶ء

کہ بعض پراٹسٹنٹ امرا کو سکھا پڑھا کر اُس کے قتل پر آمادہ کر دیا۔ چنانچہ یہ امرا ملکہ کے قصر ہولی رڈ میں داخل ہوکر رزیو کو اُس کے سامنے سے لٹا لٹا کر باہر لے آئے اور محل کے زینہ پر اُس کا کام تمام کر دیا۔ اُس کے بعد اُنھوں نے محل کے پھاٹکوں پر اپنے پہرے بٹھا دیئے اور ملکہ اُن کے قابو میں آگئی مصلحتِ وقت اسی میں تھی کہ وہ اُن کے آگے سرِ تسلیم خم کر دے اور ڈارنلی کے ساتھ از سرِ نو مراسم ارتباط قائم کرے لیکن یہ واقعہ اُسے کبھی فراموش نہ ہوا اور اُس کے دل میں رہ رہ کر کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا۔ تین مہینے بعد ۹ جون ۱۵۶۶ء کو اُس کے بطن سے ایک شہزادہ تولد ہوا اور اب اُسے ایک وارث تخت و تاج مل جانے سے الزبتھ پر ایک طرح کی فوقیت حاصل ہوگئی نو مہینے تک حالت سکون قائم رہی لیکن اُس کے بعد یکایک ایک خوفناک واقعہ پیش آیا۔ ڈارنلی کچھ دن سے بیمار تھا اور میری جو بظاہر اُس کی تیمارداری بڑی توجہ اور دلجوئی سے کر رہی تھی اُسے تبدیل آب و ہوا کے لئے ایک پرانی خانقاہ میں جو کرک او فلیڈ کے نام سے موسوم تھی اور ایڈنبرا کے باہر قصر ہولی رڈ کے قریب واقع تھی اٹھوا لائی۔ ایک دن سرِ شام وہ اسے ایک

ڈارنلی کا قتل
۱۰ فروری ۱۵۶۷ء

نوعمر غلام بچہ کی نگرانی میں چھوڑ کر خود قصر ہولی رڈ میں اپنے ایک خادم کی شادی کا جلسہ دیکھنے چلی گئی۔ آدھی رات گزرتے ہی دفعتہً ایک ہیبت ناک دھماکا ہوا جس نے سارے شہر کی بنیادیں ہلا دیں۔ کرک او فلیڈ کی خانقاہ بھک سے اڑ گئی تھی اور ڈارنلی اور غلام بچہ کی لاشیں پاس ہی ایک کھیت میں پڑی ہوئی تھیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ملکہ کو اس واقعہ کا کس حد تک علم تھا لیکن اس میں ذرا

شک نہیں کہ یہ کام ایک نوجوان من چلے رئیس زادہ جیمز ہیپبرن امیر باتھول کا تھا اور میری نے تین مہینے بعد ۱۵ مئی ۱۵۶۷ء کو اس سے عقد کر لیا؛

خاوند کے اس بیدردانہ قتل کا واقعہ ایسا نہ تھا کہ ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک سارا اسکاٹلینڈ اُس سے نفرت نہ کرنے لگے۔ اگرچہ بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جنھیں اُس کی بیگناہی کا یقین تھا۔ ایک مہینے تک وہ امرا کے مقابلے کے لئے فوج جمع کرتی رہی لیکن جب وقت آیا تو کسی نے اُس کا ساتھ نہ دیا۔ اور سب ایک ایک کرکے الگ ہوگئے باتھول نے نوآرکنیز میں جاکر پناہ لی اور وہاں سے بھاگ کر ڈنمارک چلا گیا جہاں اُسکا انتقال ہوگیا۔ میری گرفتار کر لی گئی اور ایک مستحکم قلعے میں جو علاقہ کنراس شایر کی جھیل لیون کے بیچوں بیچ واقع تھا نظر بند کر دی گئی۔ امرا نے اس حالت میں اُسے تخت و تاج سے دست بردار ہونے پر مجبور کیا اور اُس کا شیرخوار بچہ امیر مرے کی ولایت میں جیمز ششم کے لقب سے

میری فرار ہوکر انگلستان چلی جاتی ہے مئی ۱۵۶۸ء

تخت اسکاٹلینڈ پر بٹھایا گیا۔ سال بھر بعد وہ موقع پاکر قید سے نکل گئی اور اپنے حریفوں کے مقابلہ کے لئے پھر ایک لشکر فراہم کر لیا لیکن تقدیر یاور نہ تھی۔ گلاسگو کے قریب لینگ سائڈ کے میدان میں اُس نے شکست کھائی اور میدانِ جنگ سے جان بچا کر بھاگی۔ نوّے میل تک گھوڑی کی باگیں اٹھائے اور رستے میں بجز ڈاک بدلنے کے کہیں کبھی ذرا دم نہ لیا۔ پھر وہ برابر سرپٹ چلی گئی اور اتنی لمبی منزل مارنے کے بعد خلیج سالوے کو عبور کرکے کارلائل میں پناہ گزیں ہوئی؛

الزبتھ کو یہ بات کب گوارا ہو سکتی تھی کہ اس کی رقیب سرزمین انگلستان میں موجود ہو۔ ابھی سال ہی بھر ہوا تھا کہ پارلیمنٹ نے اُس سے مکرر اصرار کیا تھا کہ اپنے نکاح اور جانشینی کے مسئلہ کو کسی صورت سے حل کرے۔ قوم کی بڑھتی خوش حالی کے ساتھ اراکین

انگریزی پارلیمنٹ کی روز افزوں طاقت ۔

دارالعوام کی جرأت بھی بڑھتی جاتی تھی۔ اب دیہات کے شرفا دارالعوام کی رکنیت کے آرزومند ہونے لگے تھے اور اراکین پارلیمنٹ مشاہرہ طلب کرنے کے بجائے اپنے ہمسایوں کی وکالت کرنے پر بلا معاوضہ اظہار آمادگی کرتے تھے۔ یہ لوگ بالکل آزادہ رو تھے اور اس بات کے متمنی تھے کہ کسی طرح ان کے حقوق محفوظ رہیں۔ میری کے بیٹے کی ولادت کے بعد ہی انھوں نے مسئلہ جانشینی کے طے کرنے کے لئے الزبتھ پر از سر نو زور ڈالنا شروع کیا اور جب الزبتھ نے انھیں سختی سے کہلا بھیجا

کہ تم لوگوں کو اس معاملے میں کوئی دخل نہیں اس کا فیصلہ میری رائے پر چھوڑ دیا جائے تو دار العوام کے ایک رکن ڈنٹورتھ نامی نے اٹھ کر سوال کیا کہ کیا ملکہ کا یہ پیغام ہماری قومی آزادی کے منافی نہیں ہے؟ آخر ملکہ نے وعدے وعید کر کے ان کو تسلی دی اور انھوں نے جب کہیں جا کر اس فوجی مہم کے مصارف کے لیے جو وہ آئرلینڈ کو روانہ کرنا چاہتی تھی مطلوبہ رقم کی منظوری دی۔ آئرلینڈ ایک دلیر اور بیدار مغز سردار شان اونیل کی سرگردگی میں ۱۵۶۵ء سے کھلم کھلا برسر بغاوت تھا۔ لیکن زر و لشکر کے بل پر سرہنری سڈنی نے ۱۵۶۷ء میں یہ بغاوت فرو کر دی اور قیام امن و امان کی امید بندھ چلی۔

شان اونیل کی بغاوت ۱۵۶۵ء لغایت ۱۵۶۷ء

عین ان ایام میں میری اسٹوارٹ کے بھاگ کر انگلستان چلے آنے سے الزبتھ کی مشکلات میں ایک نیا اضافہ ہو گیا۔ سوال یہ تھا کہ میری کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ میری چاہتی تھی کہ یا تو ایک فوج اُس کے ہمراہ کر دی جائے تا کہ وہ اسکاٹلینڈ واپس چلی جائے یا اسے فرانس چلے جانے کی اجازت دے دی جائے۔ الزبتھ یہ اجازت نہ دے سکتی تھی اس لئے کہ فرانس کو اس طور پر اسکاٹلینڈ کے معاملات میں دست اندازی کا پھر موقع مل جاتا۔ البتہ مرے کو اُس نے ضرور کہلا بھیجا کہ اپنی ملکہ کو واپس بلا بھیجے لیکن اس نے انکار کر دیا اور مرے نے اپنے انکار کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے چند خطوط پیش کئے جو میری اور باتھول نے ایک دوسرے کو لکھے تھے۔ اگر یہ خط و کتابت فرضی نہ تھی بلکہ اصلی تھی تو اُس سے ثابت ہوتا تھا کہ میری اپنے خاوند کے قتل کی سازش میں شریک تھی۔ غرض الزبتھ نے اُسے انگلستان ہی میں رکھا اور پہلے تو اپنی نگرانی میں اُسے اضلاع کے ایک محل میں نظر بند کیا اور بعد ازاں دوسرے محل میں بھیج دیا۔

میری کا انگلستان میں مقید ہونا ۱۵۶۸ء لغایت ۱۵۸۷ء

اکثر لوگوں نے الزبتھ پر میری کو مقید رکھنے کا الزام لگایا ہے بخلاف اُس کے ایک اور طبقہ ایسے لوگوں کا ہے جو میری کو ملزم ٹھہراتا ہے کہ آئندہ اٹھارہ سال تک وہ الزبتھ کے خلاف سازشوں میں شریک رہی۔ راقم الحروف کی رائے میں الزبتھ اور میری دونوں سے کسی دوسرے طرزِ عمل کی توقع رکھنا فطرت انسانی کا غلط اندازہ لگانا ہے۔ کیتھولک عقیدہ رکھنے اور کیتھولک فرقے کی حامی ہونے کی حیثیت سے میری کا ایمان تھا کہ اگر تخت سلطنت پر کسی تدبیر سے اُس کا قبضہ ہو سکے تو ایسی تدبیر اختیار کرنے میں وہ سراسر حق بجانب ہو گی۔

میری اور الزبتھ

علیٰ ہذا القیاس الزبتھ کو اپنی رعایا پر جو اسے عزیز رکھتی تھی اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لیئے ہر ایک قسم کی کوشش کرنی لازم تھی۔ الزبتھ کو ایک بات میں میری پر فوقیت حاصل تھی اور وہ یہ کہ اگرچہ الزبتھ طبیعت کی سخت تھی لیکن اُس کا خیال ہمیشہ اپنی رعایا کی فلاح میں منہمک رہتا تھا۔ میری دلفریب اور پسندیدہ اطوار ضرور رکھتی تھی لیکن اس نے اپنے جذبات سے بے قابو ہو کر اپنا معاملہ خود بگاڑ لیا۔ جس وقت سے اس نے اپنے شوہر کے قاتل کے ساتھ عقد کیا دولت و اقبال نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا اور کوئی امید اُس کی کامیابی کی باقی نہ رہی۔

اس وقت تک الزبتھ نے بڑی حکمت عملی سے اپنے آپ کو غیر ممالک کی لڑائیوں سے الگ تھلگ رکھا تھا لیکن اب یہ غیر جانب داری اس کے لیئے روز بروز زیادہ مشکل ہوتی جاتی تھی۔ میری اسٹوارٹ جب فرار ہو کر انگلستان چلی آئی تو انھیں ایام میں ندرلینڈ کے من چلے باشندوں یعنی ہالینڈ زیلینڈ اور فلینڈرس کی آبادی نے ولیم رئیس آرنج کی قیادت میں اپنے ظالم

اہل ندرلینڈ کی بغاوت ۱۵۶۶ء

ہسپانوی حاکموں کے خلاف وہ خونریز جدوجہد شروع کر دی تھی جس کا سلسلہ مدتوں قائم رہا۔ اس جنگ میں انھیں انواع اقسام کی سختیاں جھیلنی پڑیں اور بارہا فاقہ کشی تک نوبت آ پہنچی آخر انھوں نے اپنے علاقے کے سیلابی بند توڑ ڈالے اور تمام علاقے کو تہ آب کر کے دشمن کو ملک سے نکال دیا۔ اس موقع پر اگر کوئی کیتھولک ملکہ فرمانروائے انگلستان ہوتی تو فلپ ثانی کا بہت کچھ ہاتھ بٹاتی لیکن الزبتھ کے لیئے فریقین میں سے کسی کا بھی ساتھ دینا بہت مشکل تھا خود اس کی کونسل کے اراکین اس بارے میں مختلف اغراض کے حامی تھے سیسل اور تمام پراٹسٹنٹ امرا کی خواہش تھی کہ ندرلینڈ والوں کا ساتھ دیا جائے۔ امیر نارفاک اور کیتھولک امرا چاہتے تھے کہ ہسپانیہ کے ساتھ دوستانہ مراسم قائم ہوں اور میری الزبتھ کی جانشین نامزد ہو۔ ملکہ نے ان دونوں جماعتوں کی متخالف اغراض میں توازن قائم رکھنے کی کوشش کی لیکن کیتھولک امرا قابو سے باہر ہو گئے

شمالی انگلستان میں بغاوت نومبر ۱۵۶۹ء

چنانچہ میری کو امیر نارفاک کے حبالۂ عقد میں لانے کی سازش کی گئی اور جب اس سازش کے کھل جانے پر نارفاک قلعۂ لندن میں قید کر دیا گیا تو میری کو آزادی دلانے کے قصد سے امیر نارتھمبرلینڈ اور امیر ویسٹ مورلینڈ کی سرکردگی میں شمالی انگلستان کی آبادی نے بغاوت کر دی باغی امرا شکست کھا کر اسکاٹلینڈ

بھاگ گئے اور چھ سو سے زیادہ ملزموں کی بعلت بغاوت گردن ماری گئی ؎

لیکن کیتھولک ابھی تک بے چین تھے۔ اگلے سال یعنی ۱۵۷۰ء میں پاپائے پایس خامس نے الزبتھ کو دائرۂ کلیسا سے خارج کر دیا اور اس اخراج کے ساتھ ہی ملکہ کی رعایا کو فرض اطاعت سے سبکدوش کر دیا۔ اس کے جواب میں پارلیمنٹ نے کیتھولک فرقے کے خلاف پہلے سے بھی زیادہ سخت قوانین نافذ کئے اس اثنا میں امیر نارفاک نے رڈالفی نامی ایک گماشتے کو خفیہ طور پر فلپ شاہ ہسپانیہ کے پاس یہ پیغام دیکر بھیجا کہ ہسپانوی فوج کا ایک دستہ انگلستان میں لنگرانداز ہوکر الزبتھ کو قید کرے اور میری کو تخت پر بٹھا دے۔ پاپا نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور سازش کنندوں کو اُن کے منصوبے کی تکمیل کے لئے کچھ رقم بھی دی لیکن ہسپانوی جرنیل الوا جس کے سپرد یہ مہم کی گئی تھی ابھی کچھ کرنے بھی نہ پایا تھا کہ اس سازش کا بھانڈا پھوٹ گیا اور لارڈ برلے کو سب باتیں معلوم ہوگئیں۔ نارفاک تو ۲ جون ۱۵۷۲ء کو قتل کر دیا گیا اور سفیر ہسپانیہ انگلستان سے نکال دیا گیا۔ پارلیمنٹ نے الزبتھ پر اس بات کے لئے بھی بہت زور ڈالا کہ ملکہ میری پر بعلت بغاوت مقدمہ چلایا جائے۔ لیکن وہ کسی طرح رضامند نہ ہوئی ؎

دائرۂ کلیسا سے الزبتھ کا اخراج اور رڈالفی کی سازش ۱۵۷۱ء

ہسپانیہ کی اس نیش زنی کے باوجود الزبتھ نے پہلے امیر انجو اور بعد ازاں اُس کے چھوٹے بھائی کو پیغام عقد دیکر فرانس کو اپنا بنا رکھا تھا۔ لیکن اس اثنا میں ایک ایسا خوفناک حادثہ وقوع میں آیا جس کی یاد سے روح لرز اٹھتی ہے۔ شاہ فرانس کی ماں کیتھرائن ڈی میڈیسی اور خانوادہ گائز کے کیتھولک امرا نے اس ڈر سے کہ مبادا فرانسیسی پراٹسٹنٹوں کی طاقت بہت بڑھ جائے پیرس کے اراذل وانفار کو اُن کے خلاف بھڑکا دیا۔ جس کا نتیجہ ۲۴ اگست ۱۵۷۲ء کو وہ خونریز واقعہ ہوا جو سینٹ بارتھالومیو کے قتل عام کے نام سے مشہور ہے اس دن پیرس کے تمام پراٹسٹنٹ اکا دکا چن چن کر قتل کرڈالے گئے۔ اور جہلا کے جوش تعصب کا سیلاب شہر بہ شہر اور قریہ بہ قریہ ایسا اُمڈا کہ ایک لاکھ سے اوپر پراٹسٹنٹ قتل کر دئیے گئے۔ کیتھولک فرقے کی اس مہیب کامیابی نے الزبتھ اور اُس کی رعایا کو متردد کر دیا لیکن اس پر بھی وہ پراٹسٹنٹ جماعت کی علانیہ طرفداری سے محترز رہی اور جب نیدرلینڈ والوں نے ۱۵۷۵ء میں یہ تمنا ظاہر کی کہ وہ اُن کی ملکہ بن جائے تو اُس نے اُن کی یہ دعوت رد کر دی البتہ اُن کی مدد کے لئے

واقعۂ سینٹ بارتھالومیو ۲۴ اگست ۱۵۷۲ء

کچھ روپیہ بھیج دیا۔

لیکن اُس نے اپنی رعایا کو انھیں مدد دینے کی ممانعت نہ کی چنانچہ لندن کے سوداگروں نے پانچ لاکھ اشرفیاں ولیم ریلیس آرنج کے پاس بھجوا دیں اور پانچ ہزار سے زائد نوجوان انگریز ندرلینڈ کے بہادر محبان وطن کے دوش بدوش لڑنے کے لئے اپنے وطن سے روانہ ہو گئے۔ کچھ انگریز اپنے جہازوں پر سوار ہو کر اہل ندرلینڈ کو بحری کمک دینے گئے اور آبنائے انگلستان میں یہ غارتگر جہاز جو "کلاب البحر" کے نام سے پکارے جاتے تھے ٹڈی دل کی طرح پھیل کر فرانسیسی اور ہسپانوی تجارتی جہازوں پر حملہ کرنے لگے۔ ان کلاب البحر کی غرض

ندرلینڈ والوں کو انگریزی کمک

ندرلینڈ والوں کو امداد رسانی کے ساتھ ساتھ غالباً غارت گری بھی تھی۔ ہسپانوی اور پرتگیز اُن دونوں نئی دنیا کے اُن خطوں پر قابض تھے جہاں سونا اور خزانہ دستیاب ہوتا تھا چنانچہ ڈیون شایر کے ایک نفیس زادے فرانسس ڈریک نے پہلے ۱۵۷۲ء اور پھر ۱۵۷۷ء میں ہسپانوی جنوبی امریکہ پر تاخت کی اور سونے سے لدے ہوئے جہاز لوٹ کر یہ خزانہ انگلستان لے آیا۔ فلپ نے قسم کھائی کہ اس لٹیرے سے انتقام لئے بغیر نہ رہوں گا اور اُس کے طیش کی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ جب ڈریک مال غنیمت لے کر پلٹا تو اُس کی بڑی آؤ بھگت ہوئی تھی اور اُس کا نام مشاہیر انگلستان کے زمرہ میں داخل ہو گیا تھا اس کے علاوہ ملکہ الزبتھ نے اُسے "سر" کا خطاب بھی عطا کیا تھا۔ لیکن سردست فلپ کو دوسری بہت سی مہموں کے باعث انتقام کی فرصت نہ تھی اس کا وقت کہیں آٹھ سال کے بعد جا کر آیا جبکہ الزبتھ نے آخر کار اہل ندرلینڈ کی امداد پر کمر باندھی اور ڈریک کو ۱۵۸۵ء میں پچیس جہازوں کے ساتھ بھیج کر ہسپانیہ کے امریکن مقبوضات پر چھاپہ مارنے کی اجازت دی جہاں سے وہ مال غنیمت لاد کر لایا تھا اس وقت سے فلپ حقیقی طور پر انگلستان کے ساتھ جنگ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا لیکن اس کے مشہور "ہسپانوی جنگی بیڑے" کی تیاری میں جس سے انگلستان پر چڑھائی کرنی مقصود تھی ابھی اور تین سال صرف ہوئے اور اس عرصے میں بہت سے اہم واقعات پیش آئے کچھ عرصے سے کیتھولک مذہب کے نوجوان انگریزوں کی ایک جماعت فرانس کے شہر ڈوائی میں اس غرض سے تیار کی جا رہی تھی کہ انھیں تبلیغ دین کیتھولک کے لئے انگلستان بھیجا جائے۔ یہ لوگ اس عقیدہ پر مضبوطی سے جمے ہوئے تھے کہ اہل انگلستان کی نجات اخروی

کیتھولک مذہب کا تبلیغی وفد انگلستان میں ۱۵۸۰ء

کی یہی ایک سبیل ہے کہ اُن پر پاپائے روما کی حکومت از سر نو قائم ہو جائے سنہ ۱۵۷۶ء میں یہ جماعت انگلستان پہنچی اور اطراف ملک میں خفیہ طور پر سفر کرنے اور سرگرمی سے اپنے عقائد کی اشاعت کرنے لگی۔ حکومت کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو اُسے سخت تشویش لاحق ہوئی سانپ کا سر کچلنے کے لئے فوری تدابیر اختیار کی گئیں۔ جو پادری یہ آگ لگانے آئے تھے وہ جہاں کہیں ملے گرفتار کر لئے گئے اور آیندہ بیس سال کے زمانہ میں اُن کی ایک بہت بڑی تعداد وقتاً فوقتاً قتل ہوئی۔ ہسپانوی سازشوں کا جال بھی ساتھ ساتھ برابر پھیلا ہوا تھا ۱۵۸۳ء ایک سازش دریافت

مجلس حفاظت ملکہ الزبتھ ۱۵۸۴ء

ہوئی جس کا مقصد یہ تھا کہ الزبتھ قتل کر دی جائے اور میری کو اُس کی جگہ تخت پر بٹھایا جائے اس سازش کا بانی مبانی فرانسس تھراگمارٹن نامی ایک کیتھولک تھا اور سفیر ہسپانیہ کو بھی اُس کی کل کیفیت معلوم تھی تھراگمارٹن تو قتل کر دیا گیا لیکن انگلستان کے تمام سر برآوردہ لوگوں نے اب یہ دیکھکر کہ اُنکی ملکہ کی جان سخت ہی خطرہ میں ہے سنہ ۱۵۸۴ء میں ایک مجلس قائم کی جس میں انھوں نے باستصواب پارلیمنٹ تحریری عہد کیا کہ جو شخص ملکہ کے خلاف سازش کرے گا اور نیز جس شخص کی خاطر یہ سازش کی گئی ہوگی ان سب کو جان سے مار ڈالیں گے۔"

ظاہر ہے کہ اس دھمکی میں ملکہ میری بھی شامل تھی چنانچہ خود اس سے اس تحریر پر دستخط کرا لیئے گئے لیکن تین سال بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ وزیر سلطنت سر فرانسس والسنگھم کو ایک اور سازش کا علم ہوا جس کی منظوری میری نے اپنی طولانی اسیری کی صعوبتوں سے تنگ

میری ملکہ اسکاٹلینڈ کا قتل ۸ر فروری ۱۵۸۷ء

آکر دے دی تھی۔ یہ سازش جس میں ایک نوجوان انتھونی بیبنگٹن نامی پیش پیش تھا اور جو پہلے کی طرح ہسپانیہ کی ریشہ دوانیوں سے عمل میں آئی تھی آخر میری کی جان لیکر رہی۔ سازش کا ثبوت امرا کی ایک مجلس کے روبرو قلعہ فادرنگے (واقع نارتھیمپٹن شایر) میں جہاں میری نظر بند تھی پیش کیا گیا اور پارلیمنٹ نے ماہ نومبر سنہ ۱۵۸۶ء میں اُس کے لئے سزائے موت تجویز کی لوگ خوش تھے کہ اب عمر بھر کی سازشوں اور منصوبوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور اس خوشی میں سارے لندن میں چراغاں کیا گیا لیکن الزبتھ کو قتل نامہ پر دستخط کرنے میں تامل تھا وہ ڈرتی تھی کہ سارا یورپ اُس کے اس فعل کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھے گا۔ آخر ایک عرصہ دراز کے بعد اُس نے اپنے دستخط ثبت کر دئیے

اور ۸ فروری ۱۵۸۷ء کو مہ جمال مگر برگشتہ بخت ملکہ اسکاٹلینڈ کا سر قلم کیا گیا۔ جب اسے مقتل میں لے چلے اور اُس کی خواصیں زار و قطار رونے لگیں تو اُس نے انھیں یہ کہکر تسلی دی کہ میرے لئے گریہ وزاری نہ کرو۔ میں نے اطمینان دلا دیا ہے کہ تمہاری کوئی خطا نہیں تم سے کسی طرح کا تعرض نہ کیا جائے گا۔ میرے تمام ہوا خواہوں کو میرا یہ آخری پیغام پہنچا دینا کہ میں مرتے دم تک صدق دل سے کیتھولک عقیدہ پر قائم رہی ہوں

الزبتھ کو اب صرف ایک دشمن سے انتقام لینا باقی رہ گیا یہ دشمن فلپ تاجدار ہسپانیہ تھا جو انگلستان پر بڑے زور شور سے چڑھائی کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ ملکہ کی جزرسی نے اُسے حسب معمول اس قدر رقم کی منظوری کی اجازت نہ دی کہ انگریزی بیڑا پوری طاقت کے ساتھ حریف کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو جائے۔ لیکن لارڈ ہاورڈ امیر افنگھم اور اُس کے بحری سرداروں کی سعی وہمت نے ملکہ کی فروگذاشت کی تلافی کردی سر فرانسس ڈریک نے ۱۵۸۷ء میں قادس کی بندرگاہ پر دلاورانہ تاخت کر کے غنیم کے جنگی بیڑے کے ایک حصہ کو آگ لگا دی اور انگلستان کے متعدد شرفا نے دشمن کے مقابلہ کے لئے اپنے خرچ سے جہاز تیار کرائے۔

ہسپانیہ کے جنگی بیڑے کی روانگی ۱۲ جولائی ۱۵۸۸ء

آخر وہ ساعت جس کا کھٹکا لگا ہوا تھا آپہنچی۔ فلپ کے نامور سپہ سالار امیر پارما نے نذرلینڈ میں تیس ہزار ہسپانوی فوج پہلے سے جمع کر رکھی تھی کہ جنگی بیڑے کے پہنچتے ہی آبنائے کو عبور کر کے ہولی انگلستان میں جا اترے ادھر فلپ کو پورا یقین تھا کہ انگلستان کے تمام کیتھولک اس کے ساتھ مل جائیں گے چنانچہ اسی یقین کو دل میں لئے ہوئے اس نے اپنا زبردست جنگی بیڑا جو ایک سو انتیس جہازوں پر مشتمل تھا امیر لدنیا سدانیا کی کمان میں ۱۲ جولائی ۱۵۸۸ء کو مہم انگلستان پر روانہ کیا ہو

فلپ نے غلط اندازہ لگایا تھا۔ ۱۹ جولائی کو ساحلی روشنیوں کے ذریعے سے غنیم کے جنگی بیڑے کی آمد آمد کا اعلان ہونا ہی تھا کہ سارا انگلستان ایک ساتھ اٹھ کھڑا ہوا اور کیا کیتھولک اور کیا پراٹسٹنٹ سب کے سب بلا تفریق و امتیاز اپنے ملک اور اپنی ملکہ کی حفاظت کے لئے کمربستہ ہو گئے ہو

ہسپانوی جنگی بیڑے کی شکست ۱۵۸۸ء

لارڈ ہاورڈ کے پاس کلہم اسی جہاز اور نو ہزار کی بحری جمعیت تھی لیکن ان جہازوں کے کماندار لارڈ ہنری سیمور فرابشر ڈریک اور ہاکنس جیسے جیوٹ سورما تھے۔ ہلکے پھلکے انگریزی جہازوں نے ہسپانوی بیڑے کے

گراں وزن جہازوں کا تند و تیز حملوں سے ناک میں دم کر دیا۔ اور آٹھ آتش زن کشتیوں نے جو رات کے وقت کیلے کی بندرگاہ میں ناخداؤں کی رہنمائی کے بغیر موجوں کے حوالہ کر دی گئی تھیں ہسپانویوں میں ایسی سراسیمگی پھیلائی کہ وہ لنگر اٹھا کر کھلے سمندر میں چلے گئے۔ اب انگریزی بیڑے نے جو اسی موقع کا منتظر تھا ان پر ایک زبردست حملہ کر کے اُن کی راہ مراجعت قطع کر دی اور جب تک گولی بارود نے ساتھ دیا ان پر غضبناک آگ برساتا رہا۔ اس پرجوش حملے نے ہسپانویوں کی ہمت توڑ دی۔ موسم نے بھی انگریزوں کا ساتھ دیا اور سمندر میں ہوا کا ایک طوفان چلنے لگا جس نے ہسپانوی امیر البحر کو اسکاٹلینڈ کے شمال کی طرف سے چکر کاٹ کر الٹے پاؤں ہسپانیہ واپس جانے پر مجبور کر دیا۔ جزیرہ آرکینز کے قریب مصیبت اور بڑھ گئی غنیم کے جہاز چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو گئے۔ اسکاٹلینڈ کے جزیروں کے ساحلوں پر ہسپانوی لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ گیارہ ہزار ہسپانوی ساحل آئرلینڈ پر ہلاک ہوئے اور صرف ترپن ٹوٹے پھوٹے جہاز اتنے بڑے بیڑے میں سے بچ کر بندرگاہ کارنا میں واپس پہنچے۔ ہسپانیہ کا مہیب جنگی بیڑا جب اس طرح تباہ ہو گیا تو انگریزوں کے جوش مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ انھوں نے پروردگار عالم کا اس عظیم الشان کامیابی پر شکر ادا کیا۔ اور الزبتھ نے مسرت و امتنان کے انھیں جذبات سے متاثر ہو کر اس واقعے کی یادگار میں یہ لاطینی مقولہ ایک نئے سکہ پر نقش کرایا کہ "خدا کی ایک پھونک نے انھیں منتشر کر دیا"۔

اب خدا خدا کر کے الزبتھ کو تھوڑا بہت اطمینان نصیب ہوا دنیا کی تمام قومیں اُس کا لوہا مان گئیں۔ اس کا بیڑا "سمندر کا فرمانروا" بن گیا۔ اُس کی رعایا بغاوت کی ہر نبرد آزما ترغیب پر غالب آئی اور جماعت کیتھولک بھی آخر یہ دیکھ کر کہ دول خارجہ کے ساتھ سازو باز

انگلستان میں وحدت قومی کا ظہور اور امن و امان کا قیام

کرنے کے بجائے خود اپنے ہی فرمانروا کی اطاعت کرنا اولیٰ و انسب ہے خاموش ہو کر بیٹھ گئی اور کم از کم دکھاوے کیلئے کلیسائے انگلستان کے آداب کی پابند ہو گئی۔ جس فریق کا رام کرنا سب سے زیادہ مشکل تھا وہ انتہا پسند پراٹسٹنٹوں کی جماعت تھی جو "پیوریٹن" (متقشفین) کہلاتے تھے اور جنیوا سے یہ عقیدہ اپنے ساتھ لائے تھے کہ معمولی سے معمولی رسوم کی پابندی بھی ناجائز ہے لیکن الزبتھ کے عہد حکومت میں یہ گروہ کچھ زیادہ سر نہ اٹھانے پایا۔ فرانس میں ہنری چہارم

فرمان نانٹیز ۱۳۔ اپریل ۱۵۹۸ء

نے مشہور و معروف فرمان نانٹیز کے صدور سے اپنی پراٹسٹنٹ رعایا کو

اپنی پسند کا طریقۂ عبادت اختیار کرنے کی آزادی دے دی اور اس سے بھی یورپ کے امن قائم ہونے میں مدد ملی ۔

قوم نے گزشتہ تیس سال کے عرصے میں جو ترقی نامعلوم و غیر محسوس طور پر کی تھی اب اُس کے نتائج آشکارا ہونے لگے انگریزی جہاز اطراف عالم کے سمندروں میں گشت لگاتے پھرتے تھے اور کوئی ایسا مقام نہ تھا جہاں انگلستان کے جہاز راں نہ پہنچے ہوں سر والٹر ریلے ایسٹ انڈیا کمپنی ۱۵۹۹ء نے سات بحری مہمات یکے بعد دیگرے شمالی اور جنوبی امریکہ کو روانہ کیں جو ان سر زمینوں سے نئے نئے میوے اور ترکاریاں اور آلو اپنے ہمراہ لائیں اور اگرچہ ورجینیا کی نوآبادی جو سر والٹر نے قائم کی تھی سرسبز نہ ہوئی لیکن اس کے قیام سے دوسری نوآبادیوں کے لئے رستہ صاف ہوگیا ۔ سر فرانسس ڈریک نے مشرق ہندوستان کی بحری راہ جہاز رانوں کے لئے کھول دی چنانچہ انگلستان اور ہالینڈ دونوں کے تجارتی جہازوں کا مشرق تک ایک تانتا بندھ گیا ملکہ الزبتھ نے بتاریخ ۳۱ دسمبر ۱۵۹۹ء لندن کے تاجروں کی ایک جماعت کو جو ہندوستان اور ممالک مشرقیہ کے ساتھ تجارت کرتی تھی شاہی سند عطا کی ۔ انگلستان کی مشہور و معروف ایسٹ انڈیا کمپنی کے بانی مبانی یہی تاجر تھے ۔

اس خارجی ترقی کے پہلو بہ پہلو ذہن و عقل کی اندرونی نشوونما کا عمل بھی برابر جاری تھا سو سال کے زمانے میں جو ہنری ٹیوڈر کی تخت نشینی کے وقت سے لے کر اب تک منقضی ہوا تھا بڑے بڑے اہم واقعات ظہور پذیر ہو چکے تھے اور ایسے ایسے حیرت انگیز علمی انکشافات نے کوپرنیکس اور گلیلیو معلومات انسانی میں اضافہ کیا تھا جو ارباب فکر سلیم کے قوائے مدرکہ میں ہیجان پیدا کئے بغیر نہ رہ سکتے تھے کوپرنیکس اور گلیلیو نے ثابت کر دکھایا تھا کہ یہ چھوٹی سی دنیا جس میں ہم رہتے ہیں مرکز کائنات نہیں ہے لیکن اسی کے ساتھ بحری سفر کرنے سے جو نئے ممالک دریافت ہوئے اُن سے یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ قدما نے اس چھوٹی سی دنیا کی جسامت اور عظمت کی نسبت جو رائے قائم کر رکھی تھی اُس سے اس کا حجم بمراتب بڑھا ہوا ہے امریکہ جو سونے چاندی کا گھر تھا اور جس میں انسانوں کی متعدد عجیب و غریب نسلیں آباد تھیں دریافت ہو چکا تھا خود انگلستان میں مذہب جدید کی اشاعت فن طباعت کی ترویج اور یونانی و لاطینی ادبیات کے مطالعہ نے لوگوں کے دماغوں میں انکار کی ایک لہر دوڑا دی تھی جس کی روانی کا جانفزا منظر منظوم و منثور تصانیف کے جوش آلودہ رنگ میں

دکھائی دیتا تھا۔ رفتہ رفتہ الزبتھ کے عہد کے خاتمہ کے قریب فن تاریخ کا شوق تازہ

عہد الزبتھ کے مصنفین

ہونے لگا۔ صدر اسقف پارکر نے قدیم وقائع انگلستان کو ایک جا فراہم کرنے کی کوشش شروع کر دی اور سر والٹر ریلے نے اپنی معرکۃ الآرا تاریخ "تاریخ عالم" کی طرح ڈالی جو عہد آئندہ میں سپرد قلم ہوئی۔ رسایل نویسوں افسانہ نگاروں اور ہر موضوع پر خامہ فرسائی کرنے والوں کی ایک تعداد کثیر کے علاوہ جن کے نتائج طبع موج دریا کی طرح آئے اور چلے گئے الزبتھ کے زمانے میں بعض ایسے مشاہیر بھی پیدا ہوئے جن کے علمی کارنامے شہرۂ آفاق ہیں۔ مثلاً سر فرانسس بیکن نے فلسفہ اور سائنس میں ایک نئی روح پھونک دی اسپنسر نے جو سخنوری میں استادانہ درجہ رکھتا ہے "فیری کوئین" جیسی یادگار زمانہ کتاب لکھی۔ سر فلپ سڈنی نے جو نذر لینڈ میں جنگ زٹفن کے موقع پر ایک مہلک زخم کھا کر کام آیا مشہور کتاب "آرکیڈیا" تصنیف کی۔ الزبتھ کا زمانہ شاعروں اور ڈراما نویسوں کی کثرت کے ساتھ مشہور ہے۔ ڈراما نویسوں کے ناٹکوں اور شاعروں کی نظموں کا چرچا گھر گھر ہونے لگا۔ ناٹک گاؤں کے کھلیانوں شرابخانوں امرا کے مکانات کے صحنوں یا تھیٹروں میں جو اب لندن میں بن گئے تھے تماشا کر کے دکھائے جاتے تھے اور نظمیں بھی یہیں سنائی جاتی تھیں۔ ان تمام شعرا اور ڈرامانگاروں کا سرتاج شکسپیر سنہ ۱۵۶۴ء میں پیدا ہوا۔ اُس کے ناٹکوں کا آج تک جواب نہیں ہوا ان میں فطرت انسانی کی تصویر اس خوبی اور صفائی سے کھینچی

شکسپیر سنہ ۱۵۶۴ء

گئی ہے افکار اس درجہ حکیمانہ ہیں زبان میں وہ زور و قوت ہے اور خیالات اس قدر بلند ہیں کہ نہ صرف انگلستان بلکہ ساری دنیا کا ادب ان کا زیر بار احسان چلا آتا ہے ؎

اب الزبتھ کے عہد کا خاتمہ قریب آجاتا ہے۔ سنہ ۱۵۹۸ء میں سیسل دالملقب بہ "لارڈ برلے" نے وفات پائی اور ملکہ کے گرد و پیش ایسے امرا نظر آنے لگے جن کی عمریں کم تھیں مثلاً سر والٹر ریلے جس کی شجاعت اور قابلیت مانی ہوئی تھی برلے کا بیٹا رابرٹ سیسل جو ایک دانشمند مدبر تھا

برلے کی وفات سنہ ۱۵۹۸ء

اور رابرٹ ڈیویرو امیر اسیکس جس نے ایک شوخ اور بے چین طبیعت پائی تھی اور الزبتھ اس کے ساتھ بچوں کا سا سلوک کیا کرتی تھی کہ کبھی پیار کیا کبھی جھڑک دیا۔ آئرلینڈ کا پرانا ناسور ابھی تک رس رہا تھا۔ فرقہ کیتھولک کے خلاف تعزیری قوانین کے نامناسب نفاذ اور رعایا کو کلیسائے انگلستان کے طریق عبادت و انگریزی کتاب عبادت

استعمال پر مجبور کرنے کی غیر مدبرانہ کوشش نے صورت حالات کو اور ابتر کر دیا۔ اس کے علاوہ جب پاپا نے الزبتھ کو دائرہ کلیسا سے خارج کیا تو آئرلینڈ والے بڑے تذبذب میں پڑ گئے کہ کس کا ساتھ دیں پاپا کا یا ملکہ کا۔ ادھر ہسپانوی انھیں برابر انگلستان کے خلاف بھڑکاتے رہتے تھے۔ تا آنکہ ۱۵۹۵ء میں آئرلینڈ کے ایک بہادر سردار ہیو اونیل امیر ٹایرون نے فلپ ثانی کی شہ پا کر علم بغاوت بلند کر دیا انگریزی فوج کو جو اُس کے مقابلہ پر آئی مقام ارماغ کے قریب شکست ہوئی۔ اس پر ملکہ نے ایسکس کو تیس ہزار فوج دیکر اُس کے زیر کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس مہم میں بہت سی مشکلات ایسکس کے سنگ راہ ہوئیں اور ٹایرون کی چرب زبانی کا فریب کھا کر اس نے حریف کے ساتھ صلح کر لی۔ اس احمقانہ عہد و پیمان کے بعد وہ دل میں اس امید کو جگہ دئے ہوئے

ہیو اونیل امیر ٹایرون کی بغاوت ۱۵۹۵ء لغایت ۱۶۰۳ء

انگلستان واپس چلا آیا کہ ملکہ کو سمجھا بجھا کر راضی کرے گا لیکن ملکہ صلح کا حال سنکر سخت برہم ہوئی۔ اور ایسکس اُس کے حکم سے اپنے مکان میں نظر بند کر دیا گیا۔ اس برتاؤ سے بد دل ہو کر شوریدہ سر ایسکس نے اپنے ھواخواھوں کی ایک جمعیت فراہم کی اور انھیں لے کر بغاوت برپا کرنے کی نیت سے شہر میں نکلا۔ اس مقصد میں اُسے قطعاً ناکامی ہوئی اور جرم بغاوت کے ثابت ہونے پر ماہ فروری سنہ ۱۶۰۱ء میں اُس کی گردن ماری گئی۔

ایسکس کی سرکشی اور قتل سنہ ۱۶۰۱ء

ایسکس کے بعد آئرلینڈ کی مہم پر لارڈ ماونٹ جائے بھیجا گیا تھا جس نے وہاں پہنچ کر ٹایرون کا قافیہ ایسا تنگ کیا کہ آخر ۳۰ مارچ سنہ ۱۶۰۳ کو اسے ہتھیار ڈالتے ہی بنی۔ اس تاریخ سے سارے آئرلینڈ پر انگلستان کی حکومت قائم ہو گئی اور الزبتھ کے جانشین کے عہد میں انگلستان اور اسکاٹلینڈ کے کثیر التعداد لوگوں کو لینسٹر اور السٹر کے صوبوں میں اس شرط پر زمینیں دی گئیں کہ وہ وہاں امن و امان قائم رکھیں۔ انھیں السٹر اور لینسٹر کی نوآبادیاں کہتے ہیں اور ان نوآبادیوں کے قیام سے آئرلینڈ کے شمال کا دو تہائی علاقہ بدیسیوں کے قبضہ میں چلا گیا لیکن اگرچہ اس تبدیلی سے بظاہر ملک خوش حال و آسودہ ہو گیا پھر بھی چونکہ اکثر صورتوں میں اس نئے عملدرآمد سے لوگوں کے ساتھ بے انصافی کا برتاؤ ہوا تھا اس لیئے ان میں سخت بددلی پھیل گئی اور چند سال بعد اسی بددلی نے انگریزی حکومت کے لئے آئرلینڈ میں بڑی بڑی مشکلات پیدا کر دیں۔

آئرلینڈ پر سنہ ۱۶۰۳ء سے انگلستان کی حکومت

اب ملکہ کا آخری وقت آپہنچا۔ اور وہ جلیل القدر عورت جس نے اتنی مدت تک اس ٹھاٹھ سے فرمانروائی کی تھی آخر بستر مرگ پر دم توڑتی نظر آئی انگلستان پر اس کے بڑے بڑے احسان ہیں وہ خود بیں متلون غیر مستقل مزاج ضرور تھی اور بارہا دروغ گوئی بھی کر بیٹھتی تھی لیکن اس بات کا ہمیں خواہی نخواہی اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اُس کی تخت نشینی کے وقت انگلستان کمزور تھا اور آپس کی پھوٹ نے اُس کا شیرازہ بکھیر رکھا تھا لیکن جب اس کی آنکھیں بند ہوئیں تو مملکت قوی اور قوم متحد ہو چکی تھی پارلیمنٹ کی جو آزادی ہنری ہشتم کے عہد میں سلب ہو گئی تھی وہ بھی الزبتھ کے زمانہ میں ایک بڑی حد تک بحال ہو گئی۔ چنانچہ اپنے عہد کے سب سے آخری اجلاس پارلیمنٹ میں الزبتھ کو مسئلۂ مراعات میں دارالعوام کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ مراعات سے مراد وہ حقوق خاص ہیں جو اکثر امراد کو خاص خاص اشیاء مثلاً شراب کی فروخت کے متعلق حاصل تھے جن کے استعمال سے وہ رعایا کو لوٹا اور اپنی جیبیں بھرا کرتے تھے ؛

> تنسیخ مراعات
> اکتوبر سنہ ۱۶۰۱ع

لیکن ایک بات پر الزبتھ آخر وقت تک اڑی رہی یعنی اُس نے اپنے جانشین کو نامزد نہ کیا پر نہ کیا البتہ ۲۳ مارچ سنہ ۱۶۰۳ع کی شام کو جب اُس کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر رہا تھا اُس کے سر کی ایک خفیف سی جنبش سے اُس کے ارکان دولت یہ نتیجہ نکال سکے کہ وہ جیمز ششم فرمانروائی اسکاٹلینڈ کی جانشینی پر رضامند ہے یہ جنبش سر شمع ہستی کی آخری لو تھی۔ ۲۴ مارچ کو بجر دم انگلستان کی نامور ملکہ دنیا سے رخصت ہو گئی ؛

> الزبتھ کا انتقال
> ۲۴ مارچ سنہ ۱۶۰۳ع

خاندان ٹیوڈر کا آفتاب اقبال اب غروب ہو گیا اور اُس کی جگہ ہمائے دولت خاندان اسٹوارٹ کے سر پر سایہ فگن ہوا انگلستان کو ترقی کرتے ہوئے سو سال سے بھی زیادہ ہوئے تھے۔ اور اس عرصہ میں اُس نے محفل اقوام کی صدر نشینی کا درجہ حاصل کر لیا تھا۔ ہنری ہفتم کے تدبر نے اس حکمت عملی کی بنیاد ڈالی تھی کہ غیر ممالک کی لڑائیوں میں حصہ نہ لیا جائے اور خود اپنے ملک کے اندر امرائے سلطنت کو قابو میں رکھا جائے۔ ہنری ہشتم نے اُس کے نقش قدم پر چل کر بدیسی اقتدار کے نفوذ کو روک دیا یعنی پاپائے روما کو کلیسا پر جو اختیارات حاصل تھے اُن کا سد باب کر دیا۔ ایڈورڈ اور میری کے پر آشوب زمانۂ حکومت میں لوگوں کو آزادی خیالات کی خواہش اور جبر و استبداد

> خاندان ٹیوڈر کے عہد کے واقعات کا خلاصہ

سے انفرت پیدا ہوئی اور الزبتھ نے اپنی رعایا کو خونریز مذہبی کشمکشوں سے جن کی تباہیاں چاروں
طرف پھیلی ہوئی تھیں بچا کر قوت پکڑنے اور ترقی کرنے کا موقع دیا۔ تجارت بڑھ گئی زراعت سدھری
اور راحت و آسایش کے اسباب میں اضافہ ہوگیا۔ دلیر جہازرانوں نے دور و دراز سمندروں کا
چپہ چپہ چھان مارا یہاں تک کہ انگلستان کی جرأت اور جانبازی کا اقصائے عالم میں ڈنکا بج گیا۔
اسی کے ساتھ نئے نئے خیالات کی رو لوگوں کے دلوں میں دوڑ گئی اور جدید معلومات کی روز افزوں
وسعت نے ادب و حکمت کا ایک ایسا شاندار سرمایہ فراہم کر دیا جس پر آج کل کا عہد ترقی بھی سبقت
نہیں لے جا سکا۔ البتہ نظام حکومت میں جس کی بدولت یہ ساری ترقیاں ظہور پذیر ہوئیں ایک
کمزوری ضرور تھی یعنی اس کا شیرازہ بند صرف بادشاہ یا ملکۂ وقت کا جوہر ذاتی تھا۔ جب تک ایک
دانشمند اور بیدار مغز فرمانروا سریر آرائے سلطنت رہا حکومت کا انتظام اچھی طرح رہا لیکن ایک
نااہل تاجدار کے برسر حکومت ہوتے ہی مملکت میں خرابیاں پیدا ہوگئیں۔ چنانچہ ایڈورڈ اور میری
کے عہد حکومت نے ثابت کر دکھایا کہ شاہی اختیارات اس قدر وسیع ہوگئے ہیں کہ ان کا استعمال
بے دانشی کے ساتھ ہوتے ہی قوم کے معاملات میں ابتری پڑ گئی اور شیرازۂ ملت بکھر کر رہ گیا۔ الزبتھ
کی وفات کے بعد ایسے فرمانرواؤں کا دور آیا جن کا طرز حکومت دانشمندانہ نہ تھا اور اسی لئے
جیسا کہ ہمیں آگے چل کر معلوم ہوگا تاجداران وقت اور پارلیمنٹ اور قوم کے درمیان ایک ایسی
کشمکش پیدا ہوگئی جس نے انگلستان کو پھر خانہ جنگی کے مصائب اور انواع و اقسام کے آلام
و تکالیف میں مبتلا کر دیا۔

سولھواں باب

شاہانہ استبداد اور جمہوریت کا تصادم

جیمز اول

سنہ ۱۶۰۳ء لغایت سنہ ۱۶۲۵ء

الزبتھ کی آنکھ بند ہوتے ہی مجلس وزرا نے قاصد دوڑا دئیے کہ میری اسٹوارٹ اور ڈارنلی کے بیٹے اور ہنری ہفتم کی سب سے بڑی بیٹی مارگرٹ کے پروتے جیمز ششم فرمانروائے اسکاٹلینڈ کو ساتھ لیتے آئیں۔ اگرچہ ہنری ہشتم نے اپنی وصیت میں مارگرٹ کے حقوق جانشینی کو نظرانداز کر دیا تھا (دیکھو صفحہ ۲۱۵) لیکن اس میں کلام نہیں کہ جیمز نہ صرف تاج و تخت کا حقیقی وارث تھا بلکہ قوم بھی دل سے اسکو چاہتی تھی اور قرعۂ انتخاب اسی کے نام پر پڑا تھا۔ اس طور پر اسکاٹلینڈ والوں کی پیشین گوئی آخر پوری ہو کر رہی یعنی جب جیمز ششم فرمانروائے اسکاٹلینڈ نے جیمز اول شاہ انگلستان کا لقب اختیار کر کے خانقاہ ویسٹ منسٹر میں تاج حکومت سر پر رکھا تو اسکاٹلینڈ کا ایک بادشاہ اسکون کے مقدس پتھر پر پھر مسند نشین نظر آیا۔

جیمز کی سیرت

اگرچہ جیمز کے عہد میں ایسے واقعات پیش نہیں آئے جو خاص طور پر قابل ذکر ہوں لیکن پھر بھی یہ عہد ایک اعتبار سے اہم ہے اس لئے کہ پارلیمنٹ کے ساتھ جیمز کے آئے دن کے تنازعات نے اُس کے بیٹے چارلس اول کے رستے میں کانٹے بچھا کر ایک بہت بڑے انقلاب کی بنا ڈالی۔ جیمز بد باطن نہ تھا اور بادشاہ ہونے کی حیثیت سے بھی اُس کی سرشت پر حرف نہیں آسکتا البتہ اُسے گم کردہ راہ کہہ سکتے ہیں۔ روزمرہ کے انتظامی معاملات میں وہ بڑا زیرک اور ہوشمند تھا۔ دلدل والے علاقہ کو خشک کرانے کا خیال اسی کو پیدا ہوا جس سے بیکار زمینیں قابل زراعت ہو گئیں۔

حصہ ششم
خود مختارانہ حکومت کے خلاف قوم کی جدوجہد
فرمانروایان خاندان اسٹوارٹ
جیمز اول شاہ انگلستان
(جو جیمز ششم کے لقب سے شاہ اسکاٹلینڈ بھی تھا)
تاریخ ولادت سنہ ۱۵۶۶ء تاریخ وفات سنہ ۱۶۲۵ء
عہد حکومت سنہ ۱۶۰۳ء لغایت سنہ ۱۶۲۵ء
شوہر این شہزادی ڈنمارک
چارلس اول
تاریخ ولادت سنہ ۱۶۰۰ء تاریخ قتل سنہ ۱۶۴۹ء
عہد حکومت سنہ ۱۶۲۵ء لغایت سنہ ۱۶۴۹ء
شوہر ہنریٹا میریا شہزادی فرانس
الزبتھ
منکوحہ فریڈرک پنجم فرماں فرمائے پلیٹائن
شہزادہ روپرٹ
شہزادہ مارس
شہزادی سوفیا
منکوحہ ارنسٹ فرماں فرمائے ہینوور
جارج اول
اولین تاجدار خاندان ہینوور
چارلس دوم
تاریخ ولادت سنہ ۱۶۳۰ء تاریخ وفات سنہ ۱۶۸۵ء
عہد حکومت سنہ ۱۶۶۰ء لغایت سنہ ۱۶۸۵ء
شوہر کیتھرائن رئیسہ برگینزا
(جانشین چھوڑے بغیر مرا)
میری
منکوحہ ولیم اپر آرنج
جیمز دوم
تاریخ ولادت سنہ ۱۶۳۳ء تاریخ وفات سنہ ۱۷۰۱ء
عہد حکومت سنہ ۱۶۸۵ء لغایت سنہ ۱۶۸۹ء
(تخت سے اتار دیا گیا)
شوہر (۱) این ہائیڈ ——— (۲) میری رئیسہ ماڈینا
ولیم ثالث اور
تاریخ ولادت سنہ ۱۶۵۰ء تاریخ وفات سنہ ۱۷۰۲ء
سنہ ۱۶۸۹ء میں بادشاہ اور ملکہ کی حیثیت سے
انگلستان کے فرمانروا قرار دیئے گئے
ولیم نے سنہ ۱۷۰۲ء تک حکومت کی
(لاولد مرا)
میری
تاریخ ولادت سنہ ۱۶۶۲ء تاریخ وفات سنہ ۱۶۹۴ء
این
تاریخ ولادت سنہ ۱۶۶۵ء تاریخ وفات سنہ ۱۷۱۴ء
عہد حکومت سنہ ۱۷۰۲ء لغایت سنہ ۱۷۱۴ء
منکوحہ جارج امیر ڈنمارک
(لاولد مری)
جیمز
مدعی تاج و تخت
تاریخ وفات سنہ ۱۷۶۶ء
چارلس ایڈورڈ
مدعی اصغر
تاریخ وفات سنہ
(لاولد مرا)

ڈاکخانہ (صرف ممالک غیر کے لئے) اول اول اُسی کے عہد میں قائم ہوا اور بہت سی مفید دستکاریاں مثلاً ریشم بافی اور پیلہ پروری اُسی کی سرپرستی میں رائج ہوئیں۔ لیکن انگریزی قوم کی مزاج شناسی کا ملکہ اُس میں کبھی بھی نہ پیدا ہوا۔ انگلستان آنے کے وقت اُسکی عمر چھتیس سال کی تھی اور چونکہ وہ اپنے سے بڑھ کر عقلمند کسی کو نہ سمجھتا تھا اسلئے اس سن و سال کے شخص سے جو اس درجہ خود بیں ہو انگریزوں کے مزاج داں ہونے کی توقع بھی نہ ہو سکتی تھی۔ وہ فطرۃً ملنسار اور نرم دل واقع ہوا تھا اور جیسا کہ ہمیں آگے چل کر معلوم ہوگا اُس کے عہد میں رعایا پر جو سختیاں روا رکھی گئیں اُن میں زمانۂ سابق کی وحشیانہ تعدّی کا عنصر کبھی بھی شامل ہونے نہ پایا۔ لیکن اس میں خوش اطواری اور متانت نام کو نہ تھی طبیعت میں جہل تھا مگر اُس کے ظریفانہ فقرے کبھی گندہ دہانی سے خالی نہ ہوتے تھے علم و فضل میں اُسے ید طولیٰ حاصل تھا اور بات بات میں اپنے کمالات کی نمائش کرتے رہنا اُس کی طبیعت ثانیہ ہو گیا تھا۔ ضد اور کٹھ حجتی اُس کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور دوسروں کے مشورے پر عمل کرنے میں اپنی کسر شان سمجھتا تھا لیکن چونکہ بیحد خوشامد پسند اور حد درجہ کا کاہل بھی تھا اس لئے اُس کے منھ لگے باآسانی اُس پر قابو پا جاتے تھے۔

خدائی حق کا مسئلہ

تاج انگلستان کو وہ اپنی آبائی میراث سمجھتا تھا اور اُسے دل سے اس بات پر یقین تھا کہ سلطنت اُس کا خدائی حق ہے با لفاظ دیگر وہ خود کو تمام انسانی ذمہ داریوں سے بالاتصور کرتا تھا اور سمجھتا تھا کہ قوم اور قوانین مملکت پر اُسے اختیارات مطلق حاصل ہیں تاجداران خاندان ٹیوڈر مطلق العنان ضرور تھے اور ہنری ہفتم کے اسٹار چیمبر ایوان کواکب اور "مجلس عالیہ نائبین" نے جو انتظام کلیسا کے لئے الزبتھ کے حکم سے قائم ہوئی تھی تاجداران وقت کو وسیع اختیارات دے رکھے تھے۔ لیکن ہنری ہشتم اور الزبتھ میں اپنی رعایا کی مزاج شناسی کا ملکہ موجود تھا اور اسی لئے وہ دونوں کے دونوں ہر دلعزیز تھے۔ جیمز اس وصف سے عاری تھا اور رعایا کو بلا وجہ

دق کرتا رہتا تھا۔ پارلیمنٹ کے فیصلوں کو توڑنے کی اس نے بارہا کوشش کی اور ایک دفعہ تو اُس نے دارالعوام کے اراکین سے صاف کہہ دیا کہ جسطرح خدا کی قدرت میں چون وچرا کرنا کفر ہے اسی طرح رعایا کے لئے بادشاہ کے اختیارات پر حرف گیری کرنا یا یہ کہنا کہ بادشاہ کے لئے فلاں فلاں امور ناجایز ہیں سخت گستاخی ہے اور اس سے بادشاہ کی بہت بڑی تحقیر ہوتی ہے ظاہر ہے کہ یہ باتیں انگریزوں کی سی آزاد قوم کو کسی طرح گوارا نہو سکتی تھیں یہ سچ ہے کہ انگریز اپنے بادشاہوں کا ادب بھی کرتے تھے اور اُن کے ساتھ محبت بھی رکھتے تھے لیکن قدیم سیکسن زمانہ سے وہ اس بات کے عادی چلے آئے تھے کہ اول اول مجلس عقلا میں بذات خود اور ازاں بعد پارلیمنٹ میں اپنے وکلا وسفرا کی زبانی ہر نئی تجویز پر "ہاں ہاں" یا "نہیں نہیں" کی آواز بلند کریں۔ اور اپنے ضمیر کو کسی قوت سے دبنے نہ دیں۔ مزید براں جیمز کی تخت نشینی کے وقت قوم ایک زمانۂ دراز کے امن وامان کی بدولت

قوم کی حالت	خوشحال وفارغ البال تھی اور قوم ہر دلعزیز وطاقتور فرمانرواؤں کا زمانہ دیکھ چکی تھی۔ پھر بھلا وہ اس بات کی

تاب کب لاسکتی تھی کہ ایک کمزور اور خودنما بادشاہ کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن جائے۔ اضلاع میں شرفا اور دہقان اور مزدور آسودہ تھے شہروں میں تجارت روبہ ترقی تھی۔ لندن کی آبادی اس سرعت کیساتھ بڑھ گئی تھی کہ الزبتھ نے نئی عمارات کا بنانا روک دیا تھا اور جیمز نے اپنے عہد میں اُن شرفا کو جو اپنے خاندانوں سمیت باہر سے آکر پایۂ تخت میں سکونت اختیار کرنا چاہتے تھے دو مرتبہ فہمایش کی کہ گھر جائیں اور وہیں رہیں اور اپنے کام سے کام رکھیں۔ بڑے بڑے شہروں میں لوگوں کے اجتماع اور مطبوعات خصوصاً انگریزی بائبل کی عام اشاعت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف امور جو پہلے زیادہ تر مدبران سلطنت اور پادریوں کا حصہ سمجھے جاتے تھے لوگ آزادی کے ساتھ غور وخوض اور رائے زنی کرنے لگ گئے۔

متقشفین	انگلستان میں اسوقت تین بڑی بڑی جماعتیں موجود تھیں۔

پہلا گروہ متقشفین ("پیوریٹن") کا تھا۔ یہ لوگ خلوص نیت اور ایثار نفس کے
جوہر سے آراستہ تھے اور لہو ولعب سے کچھ سروکار نہ رکھتے تھے یاوہ گوئی
قماربازی شراب خواری اور دوسری بداعمالیوں سے جو شاہی درباروں
کا شیوہ عام ہو رہی تھیں انھیں سخت نفرت تھی۔ کلیسا کی تمام رسموں کو وہ
ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے اور دوران اصطباغ میں صلیب کا نشان
بنانا یا قسیسی جبہ پہننا اُن کے نزدیک معیوب تھا۔ اور چونکہ قانون وحدت عمل
کی رو سے بجز اُس طریقۂ عبادت کے جو کتاب عبادت میں درج تھا کسی اور
طریقہ کی پیروی ممنوع تھی اس لئے متقشفین چاہتے تھے کہ عبادت کے

جماعت کلیسائے انگلستان

بعض ارکان تبدیل کر دئے جائیں دوسرا گروہ جو باعتبار
تعداد میں سب سے بڑھا ہوا تھا پیروان کلیسائے انگلستان
کا گروہ تھا۔ اس میں وہ لوگ شریک تھے جو چاہتے تھے کہ امور مذہبی کو
انھیں اُسی حالت پر چھوڑ دیا جائے جو الزبتھ قائم کر گئی تھی اور جو کچھ

کیتھولک

اُن کے اسقفہ انھیں ہدایت کریں اُس کے بموجب انھیں
عمل کرنے دیا جائے یہ جماعت بادشاہوں کی مدد
معاون اور اُس کے اقتدارات کی حمایت کرنے والی تھی تیسرا گروہ فرقۂ
کیتھولک پر مشتمل تھا اور اس کی آرزو تھی کہ انگلستان میں کسی طرح کیتھولک
طریقۂ عبادت کو از سر نو رواج ہو اور پاپا کے اختیارات پھر بحال ہو جائیں
الزبتھ نے حکمت عملی سے ان تینوں جماعتوں کو قابو میں رکھا تھا لیکن
جیمز میں یہ قابلیت موجود نہ تھی۔ وہ نہ ان کا اداشناس تھا نہ انکو قابو میں
رکھ سکتا تھا۔ متقشفین اُسے ایک آنکھ نہ بھاتے تھے اس لئے کہ ان کے
عقائد بھی وہی تھے جو فرقہ پرسبیٹیرین یعنی اسکاٹلینڈ کے فرقہ پراٹسٹنٹ کے تھے

مجلس شوری منعقدہ ہیمپٹن کورٹ جنوری سنہ ۱۶۰۴ع

اس فرقہ نے جیمز کو اسکاٹلینڈ میں بہت دق کیا تھا اور جب اُس نے
انگلستان کی جماعت متقشفین کے چار اراکین کو ماہ جنوری سنہ ۱۶۰۴ع
میں اس غرض سے دعوت دی کہ ہیمپٹن کورٹ میں اسافقہ
کی شرکت سے ایک مجلس شوری منعقد کر کے بعض مسائل کا تصفیہ کر لیں تو اُسے

معلوم ہوا کہ فرقہ پرسبٹیرین کی طرح یہ متقشفین بھی بڑے ہی ضدی ہیں اور اپنے عقائد سے سرِمو منحرف ہونیوالے نہیں۔ جو دلائل جیمز کی طرف سے اس موقع پر پیش ہوئے وہ انھوں نے ایک ایک کر کے سب رد کر دئے۔ اس پر جیمز بہت بگڑا اور کہنے لگا کہ یا تو میں تمھیں اپنی بات منوا کر چھوڑوں گا یا دھکے دلوا کر ملک سے باہر نکال دوں گا۔ اس مجلس کے انعقاد سے صرف ایک ہی اچھا نتیجہ نکلا اور وہ یہہ جیمز نے حکم دیا کہ بعد نظرثانی بائبل کا ترجمہ از سرِنو مرتب کیا جائے یہ مصدقہ ترجمہ جو سنہ ۱۶۱۱ء شایع ہوا آج تک مروج ہے اور جو زبان اس میں استعمال کی گئی ہے وہ نہایت ہی پیاری اور دلکش ہے آج کل کی انگریزی زبان کو ترکیب دینے اور اس زبان کی پاکیزگی کے برقرار رکھنے میں جو فائدہ اس ترجمہ سے اور شکسپیر کی تحریرات سے ہوا ہے حق یہ ہے کہ تمام دوسری تصانیف ایک طرف اور یہ ایک طرف جیمز نے جو دھمکی متقشفین کو دی تھی اوسے پورا کر کے رہا۔ یعنی دس شخصوں کو جنھوں نے ترمیم طریقۂ عبادت کی

متقشفین پر سختیاں

درخواست پیش کی تھی مجلس "ایوان کواکب" کے حکم سے سزائے قید دی گئی اور فرقۂ متقشفین کے تین سو پادری اپنی اپنی خدمتوں سے علٰحدہ کر دئے گئے۔

لوگوں کو جب مذہبی آزادی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو انھوں نے جی میں ٹھان لی کہ وطن چھوڑ کر کسی دوسرے ملک کو نکل جائیں۔ چنانچہ متقشفین کی ایک مختصر سی جماعت اپنے مذہبی پیشوا جان رابنسن اور اپنے فرقے کے ایک سردار ولیم بریوسٹر کے زیرِ ہدایت فرار ہو کر ایمسٹرڈم اور لیڈن میں جا بسی۔ بارہ سال بعد یہ ایک سو بیس نفوس جو آگے چلکر آبائے زایرین" کے لقب سے ملقب ہوئے "مے فلاور" نام کے ایک جہاز میں سوار ہو کر بحرِاوقیانوس کو عبور کرتے ہوئے برِاعظم امریکہ میں جا پہنچے اور ورجنیا کے شمال میں جہاں پہلے سے ایک بارونق نوآبادی قائم تھی آباد ہو گئے۔ ان وطن کو چھوڑنے والوں کا قانون بائبل تھا۔ ان کی التماسندان کی

متقشفین کا نقلِ وطن امریکہ کو سنہ ۱۶۲۰ء

باہمی اخوت تھی۔ اور اگرچہ ملک میسچوسٹس کے بے برگ و نوا ساحل پر انھیں بے حد زحمتیں اُٹھانی پڑیں لیکن انھوں نے بعد میں آنے والوں کے لئے رستہ صاف کر دیا اور نیو انگلینڈ (انگلستان جدید) کی

آزاد حکومتوں کی داغ بیل ڈال دی۔

ہیمپین کورٹ کی مجلس شوریٰ کے انعقاد کے بعد ہی جیمز نے اپنی پہلی پارلیمنٹ کے بلانے کا فرمان جاری کیا اور بڑی خرابی یہ ہوئی کہ رعایا کو ہدایت کی گئی کہ اراکین کا انتخاب بادشاہ کی مرضی کے مطابق عمل میں آئے پارلیمنٹ کے دوسرے اجلاس میں اراکین دارالعوام کی طرف سے درخواست پیش ہوئی کہ فرقہ متقشفین کے پادریوں کو بدستور وعظ کرنے کی اجازت دی جائے لیکن جیمز نے سرے سے انہیں اس مسئلے پر بحث کرنے ہی کا موقع نہ دیا۔ انھوں نے اس کے جواب میں کیتھولک فرقے کے خلاف سخت تر قوانین بنا دئے۔ جس پر جیمز نے مجبوراً بعض پادریوں کو جلا وطن کر دیا اور از سر نو بیس پاؤنڈ ماہوار کا تاوان تمام "منکرین" یعنی کیتھولک فرقے کے اُن افراد سے وصول کرنا شروع کیا جنھیں انگریزی طریقۂ عبادت کی پیروی سے انکار تھا۔

پہلی پارلیمنٹ کے ساتھ جھگڑا سنہ ۱۶۰۴ء لغایت سنہ ۱۶۱۱ء

اس پر کیتھولک ایسے جھلائے کہ ایک مختصر سی جماعت نے جس کی تعداد پندرہ سے زیادہ نہ ہو گی ایک جوشیلے شخص رابرٹ کیٹسبی کی سرکردگی میں ایک فتنہ انگیز منصوبہ باندھا کہ افتتاح پارلیمنٹ کے موقع پر جب بادشاہ اپنے بڑے بیٹے ہنری کے ساتھ وہاں موجود ہو تو ایوان پارلیمنٹ کو بھک سے اڑا دیا جائے اور اس کے بعد بادشاہ کے چھوٹے بیٹوں میں سے ایک کو تخت پر بٹھا کر کیتھولک مذہب کو ملک میں پھر رائج کیا جائے۔ اس سازش کا مواد کئی مہینے تک یکجا رہا۔ فلینڈرس سے ہتھیار منگائے گئے اور کیتھولک فرقے کے اکابر کو دعوت دی گئی کہ آئیں اور سب مل کر بغاوت برپا کر دیں۔

بارود والی سازش ۵ نومبر سنہ ۱۶۰۵ء

لیکن جب سب تیاریاں مکمل ہو چکیں تو آخری وقت میں شرکائے سازش میں سے ایک نے جس کا نام فرانسس ٹریشم تھا اپنے برادر نسبتی لارڈ مانٹگل کو ایک چٹھی لکھ بھیجی کہ خبردار آج پارلیمنٹ کے اجلاس میں شریک نہ ہونا۔ یہ پُر اسرار چٹھی جیمز کو دکھائی گئی اسکا ماتھا ٹھنکا کہ دال میں کچھ کالا نظر آتا ہے اسی وقت عمارت کی تلاشی لی گئی تو ایوان پارلیمنٹ کے نیچے ایک زمین دوز حجرے میں یارک شایر کا ایک باشندہ گائی (یا گایڈو) فاکس نامی جو فلینڈرس میں نوکری کر چکا تھا دبکا ہوا نظر آیا۔ حجرے میں بارود کے

کمیں کیپوں کا دھبہ لگا ہوا تھا اور قریب تھا کہ گای فاکس بارود کو بتی دکھائے۔ اس احمقانہ سازش کا نتیجہ یہ ہوا کہ سازش کرنے والے تو اُسی وقت مار ڈالے گئے یا گرفتار ہو کر قتل ہوئے اور کیتھولک فرقے کی حالت بد سے بدتر ہو گئی اور کئی نسلوں تک اسی طرح رہی۔

انگلستان اور اسکاٹلینڈ کا مجوزہ اتحاد ۱۶۰۶ء

لیکن جیمز اور اراکین دارالعوام کا باہمی اختلاف کچھ معاملات کلیسا ہی پر موقوف نہ تھا۔ بات اصل میں یہ تھی کہ دربار میں اسکاٹلینڈ والوں کا رسوخ بڑھا ہوا تھا اور انگریز انھیں رشک و حسد کی نگاہ سے دیکھتے تھے کہ یہ کیوں حکومت میں اسقدر دخیل ہوتے جاتے ہیں۔ بادشاہ نے جب یہ تجویز پیش کی کہ دونوں حکومتیں متحد ہو کر "برطانیہ کلاں" کے مشترکہ نام سے موسوم ہوں تو اس تجویز کی بڑی سخت مخالفت ہوئی۔ سر فرانسس بیکن جو اُس زمانے میں ایک نامآور بیرسٹر تھا اپنے موکلوں کے لئے زیادہ سے زیادہ جو رعایت پارلیمنٹ سے حاصل کر سکا وہ صرف اس قدر تھی کہ جیمز کی تخت نشینی کے بعد جو باشندگان اسکاٹلینڈ پیدا ہوئے ہوں وہ انگلستان کے ملکی سمجھے جائیں۔

انگلستان اور اسکاٹلینڈ کو متحد کر دینے کی تجویز کے لحاظ سے جیمز سراسر حق بجانب تھا اور اُس کی رعایا کا طرز عمل واجبی نہ تھا لیکن رعایا کی مخالفت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ ہمیشہ اپنی مرضی کا مالک ہو کر رہنا چاہتا تھا اور اُن کی رائے کو خس برابر وقعت نہ دیتا تھا۔ چنانچہ مال تجارت کے متعلق اعلان جاری کرنے اور

اعلانات اور محصولات

اُس پر تاوان مقرر کرنے کے بارہ میں اُس نے شروع سے لیکر آخر تک جو کارروائی کی پارلیمنٹ کی رائے کے خلاف کی۔

یعنی اسے خیال سے کہ کپڑا ابھی رنگا جائے اُس نے ۱۶۰۹ء میں اس مضمون کا ایک اعلان جاری کیا کہ بے رنگا کپڑا باہر نہ بھیجا جائے۔ اسی کے ساتھ اُس نے کپڑے کھینچنے اور درست کرنے کا حق بلا شرکت غیرے ایلڈرمین کاکین کو عطا کر دیا اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کپڑے کی تجارت قریباً برباد ہو گئی اور جیمز کو وہ شاہی سند جو اس تجارت کے لئے عطا کی گئی تھی واپس لینی پڑی۔ اس کے بعد جب اُسے [illegible]

روپیہ کی ضرورت پیش آئی تو اُس نے ارکان عدالت کی یہ رائے حاصل کر لی کہ اُسے مال تجارت پر محصول لگانے کا حق حاصل ہے اور اس طور پر ایک سال کے عرصے میں ستر ہزار پاونڈ کی رقم فراہم کر لی۔ جیمز کے دربار کے مصارف بہت بڑھے ہوے تھے۔ اس کے علاوہ اُسے آئرلینڈ میں ایک بڑا لشکر رکھنا پڑتا تھا اس لئے کہ السٹر کی نوآبادی (دیکھو صفحہ ۲۶۳) میں بڑی بدولی پھیلی ہوئی تھی۔ غرض جیمز کو روپیہ کے لئے بدرجہ مجبوری اراکین دارالعوام کے آگے ہاتھ پھیلانا پڑا لیکن انھوں نے صاف کہہ دیا کہ جب تک بادشاہ منسوخی اعلانات و موقوفی محصولات کا وعدہ نہ کرے گا ہم ہرگز کسی رقم کی منظوری نہ دیں گے جیمز بھلا ایسی کڑی شرط کب مان سکتا تھا جو اس کے دب جانیکی دلیل ہو۔ اُس نے صاف انکار کر دیا۔ اس پر سیسل نے

پیمان اعظم اور برطرفی پارلیمنٹ۔ ۱۶۱۰ء

جواب لارڈ سالسبری کے خطاب سے سرفراز اور درجہ صدر اعظم پر فائز تھا اراکین دارالعوام کے ساتھ ایک قرارداد کرلینی چاہی جو پیمان اعظم کے نام سے موسوم ہے۔ اس قرارداد کا ماحصل یہ تھا کہ بادشاہ بعض حقوق سے جو اُس کے لئے مختص تھے دست بردار ہو جائے اور پارلیمنٹ اُس کیلئے دو لاکھ پاونڈ سالانہ کی معاش مادام الحیات مقرر کر دے۔ لیکن اراکین دارالعوام اس پر رضامند نہ ہوے۔ جیمز کو جب کوئی رقم ہاتھ نہ لگی تو اس نے پارلیمنٹ کو ماہ فروری ۱۶۱۱ء میں برطرف کر دیا۔ دو سال بعد اُس نے ایک اور پارلیمنٹ کے جمع ہونے کا حکم دیا۔ اور چند ہی ہفتوں میں اس کو بھی توڑ دیا اس لئے کہ اراکین دارالعوام اب کی مرتبہ بھی اپنی اُسی ضد پر اڑے رہے کہ جب تک محصولات موقوف نہ ہوں گے بادشاہ کو کسی رقم کی منظوری نہ دی جائے گی۔ یہ دوسری پارلیمنٹ بانجھ

بانجھ پارلیمنٹ ۱۶۱۴ء

پارلیمنٹ کہلاتی ہے کہ اس نے اپنے مختصر زمانہ اقتدار میں ایک مسودۂ قانون بھی نافذ نہیں کیا۔

بانجھ پارلیمنٹ کی برطرفی کے بعد سات سال تک جیمز پارلیمنٹ کی مدد کے بغیر حکمرانی کرتا رہا۔ ۱۶۱۲ء میں جب لارڈ سالسبری کا انتقال ہو گیا تو اس نے

اسکاٹلینڈ کے ایک نوعمر شخص رابرٹ کار کو سلطنت کے مناصب عالیہ پر سرفراز کرکے امارت سامرسٹ کا درجہ عطا کیا۔ لیکن یہ بیل منڈھے نہ چڑھنے پائی۔ سامرسٹ نے امیر ایسکس کی مطلقہ بی بی سے شادی کر لی اور اس الزام میں ملوث ہوا کہ اُس کی بی بی نے ازراہ عنا دسر ٹامس اووربری کو زہر دیا تھا اور وہ بھی اس جرم میں معین تھا۔ اس واقعہ کے بعد وہ بادشاہ کی نظروں سے گر گیا اور اُس کی بجائے جیمز کا منظور نظر جارج ولیرس ہوا جو آگے چل کر امیر کبیر بکنگھم کے لقب سے ملقب ہوا۔ بکنگھم نوعمر وجیہ و شکیل اور دلیر و شجاع لیکن ساتھ ہی بڑا اجلد باز اور خود سر تھا۔ جیمز اور اُس کے چھوٹے بیٹے شہزادہ چارلس کے مزاج میں اُسے اسقدر درخور تھا کہ جو لوگ دربار شاہی میں ترقی کرنا چاہتے تھے اُسے رشوتیں دیتے تھے اور اُس کی خوشامدیں کرتے تھے چنانچہ چند ہی سال میں وہ انگلستان کا سب سے زیادہ دولتمند اور طاقتور امیر ہو گیا۔ اگر بادشاہ کا بڑا بیٹا ہنری شہزادہ ویلز زندہ رہتا تو ممکن تھا کہ صورت حالات بدل جاتی اس لئے کہ یہ شہزادہ ہونہار جانباز اور بید ار مغز ہونے کے ساتھ ہی ہر دلعزیز بھی تھا۔ لیکن قضا نے اُسے مہلت نہ دی ۱۶۱۲ء میں اُس کا انتقال ہو گیا اور چارلس وارث تخت و تاج ہوا جو بہت کمزور اور تنہائی پسند آدمی تھا۔

دور مصاحبین ۱۶۱۲ء لغایت ۱۶۲۱ء

جیمز کی طبیعت نہایت صلح پسند واقع ہوئی تھی۔ اسی لئے انگلستان اور ہسپانیہ کی جنگ کو اس نے بہت دن سے موقوف کر دیا تھا۔ اب اُس نے چاہا کہ شہزادہ چارلس کا عقد فلپ ثالث کی بیٹی شہزادی میریا کے ساتھ ہو جائے۔ یہ تجویز دانشمندی سے بہت ہی بعید تھی اس لئے کہ انگریز ہسپانیوں سے نفرت رکھتے تھے اور کسی کیتھولک شہزادی کو بیاہ لانے کے روادار نہ تھے۔ ملکہ الزبتھ کو رعایا کی ان خواہشوں کا فوراً ہی احساس ہو گیا ہوتا اور وہ ادا شناس تاجدار ایسے موقع پر ضرور اپنے ارادے سے باز آ جاتی لیکن جیمز میں یہ بات کہاں تھی وہ بارہ سال تک اسی ادھیڑ بن میں لگا رہا کہ کسی طرح ہسپانیہ کے ساتھ سمدھیانے کے تعلقات قائم ہو جائیں اور رعایا کو رہ رہ کر برافروختہ کرتا رہا لیکن اس دوازدہ سالہ

ہسپانیہ کی شہزادی کے ساتھ ولیعہد کے عقد کی تجویز ۱۶۱۱ء لغایت ۱۶۲۳ء

منصوبہ بندی کا نتیجہ آخر کچھ بھی نہ نکلا۔ "بیٹا چارلی" اور "بیٹا اسٹینی" کہ چارلس اور بکنگھم کو جیمز پیار کے ان ناموں سے پکارا کرتا تھا رخت سفر باندھکر ہسپانیہ بھی گئے مگر اُنکے اس رنگیلے سفر کا یہ حشر ہوا کہ شہزادی نے تو شہزادہ کی صورت دیکھتے ہی ناک بھوں چڑھالی اور اُس کے باوا نے شہزادے کی دامادی کو اس شرط پر محول کیا کہ وہ اپنا عقیدہ ترک کر کے کیتھولک ہو جائے۔ اس پر یہ رشتہ ۱۶۲۳ء میں ٹوٹ تو گیا لیکن جیمز کے عہد حکومت میں اس نے رعایا کو بہت دن پریشان کئے رکھا اور بادشاہ نے اگر عمر بھر میں کسی ایسے فعل کا ارتکاب کیا جسے حقیقی معنوں میں ظالمانہ کہہ سکتے ہیں تو اُسکا باعث اسی احمقانہ رشتہ کی تجویز تھی۔

اربیلا استوارٹ کو جو ہنری ہفتم کی چوتھی پشت میں تھی جیمز کی بجائے تخت پر بٹھانیکی سازش کیگئی تھی جوانمرد سر والٹر ریلے بھی اس سازش میں شریک تھا اور اس جرم میں اُس کے لئے سزاے موت تجویز ہوئی تھی تیرہ سال سے وہ قید میں تھا اور اس اسیری ہی میں اپنی کتاب "تاریخ عالم" لکھ رہا تھا۔ ۱۶۱۶ء میں اُس نے بادشاہ سے کہا کہ ملک گیانا میں سونے کی ایک کان ہے اور اگر مجھے موقع ملے تو میں اس کا سراغ لگا سکتا ہوں۔ جیمز کو تو ہر وقت روپیہ کی ضرورت رہتی تھی اُس نے ریلے کو جھٹ آزاد کردیا اور گیانا کے سفر کی اجازت دیدی لیکن ساتھ ہی جتا دیا کہ ہسپانیوں سے ہرگز نہ لڑے ورنہ اُس کی جان کی خیر نہ ہوگی۔ اس حکم کا امتثال قریب قریب محال تھا اور ریلے کی بحری مہم کا انجام بہت ہی برا ہوا ریلے خود دریائے آری نوکو کے دہانے کی حفاظت کے لئے ٹھیرا رہا اور اپنے ساتھ کے باقی جہازوں کو معدن طلا کی تلاش کے لئے بھیج دیا مگر اس جستجو میں وہ ناکام رہے رستہ میں ہسپانیوں نے اُن پر حملہ کر دیا جس پر انھوں نے ایک ہسپانوی گانوں جلا دیا اور اس ہنگامہ میں ریلے کا بیٹا مارا گیا۔ خالی ہاتھ واپس آنے کی عار سے بچنے کے لئے ریلے نے بعض خزانہ سے لدے ہوے ہسپانوی جہازوں کو ہتھیا لینا چاہا لیکن اُس کے جہاز کا عملہ باغی ہو گیا اور وہ شکستہ دل ہو کر انگلستان واپس آیا جہاں اس فیصلہ کے لحاظ سے جو تیرہ سال قبل اُس کے حق میں صادر ہو چکا تھا اُس کا سر قلم کر دیا گیا۔ لوگوں کو

سر والٹر ریلے کی تباہی اور قتل۔
۱۶۱۶ء لغایت ۱۶۱۸ء

جنھیں خوب معلوم تھا کہ یہ کارروائی محض شاہ ہسپانیہ کے خوش کرنے کے لئے کی گئی ہے اس نامور سیاح اور مورخ کی موت بہت ہی شاق گزری اور جیمز کا یہ فعل قابل نفرین سمجھا گیا۔ ریلے میں اور عیوب خواہ کتنے اور کیسے ہی کیوں نہ ہوں اس کی بہادری اور شرافت میں کسی کو کلام نہ تھا۔

ریلے کے قتل کے تین سال بعد جیمز کو ایک اور پارلیمنٹ کے احضار کی مجبوری محسوس ہوئی۔ اُس نے اپنی سب سے بڑی بیٹی الزبتھ کا عقد ۱۶۱۳ء میں فرماں فرمائے پیلیٹائن فریڈرک پنجم سے کر دیا تھا۔ فرماں فرمائے موصوف جرمنی کا ایک سربرآوردہ پراٹسٹنٹ تاجدار تھا اور ہیڈلبرگ کے قریب دریائے راین کے علاقہ پر حکمرانی کرتا تھا چند سال بعد اہل بوہیمیا نے فرڈیننڈ شہنشاہِ جرمنی کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور فریڈرک کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ لیکن شاہ ہسپانیہ دوسرے کیتھولک فرمانرواؤں

جرمنی میں جنگ سی سالہ کا آغاز ۱۶۱۹ء

کی معیت میں پراٹسٹنٹوں کے خلاف شہنشاہ جرمنی کے ساتھ شریک ہو گیا اور وہ خونریز جنگ شروع ہو گئی جو جنگ سی سالہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس جنگ کی ابتدا ہی میں فریڈرک نہ صرف بوہیمیا کھو بیٹھا بلکہ اپنے منصب فرماں فرمائی سے بھی محروم ہو گیا اور بی بی سمیت اپنے ملک سے فرار ہونا پڑا۔ دونوں جیمز کے پاس آکر طالب امداد ہوئے لیکن پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر یہ امداد دینی اُس کے اختیار سے باہر تھی۔

اب وقت آپہنچا کہ جیمز اپنے گزشتہ افعال کا خمیازہ بری طرح کھینچے۔ سات سال کی مدت میں سنگین جرمانوں ہدیوں جبریہ قرضوں اور دوسرے ناجائز ذریعوں سے اُس نے رعایا سے بڑی بڑی رقمیں وصول کی تھیں۔ فراہمی زر کا ایک اور ڈھنگ اس نے یہ اختیار کیا تھا کہ امارت کے درجے رقوم خطیرہ کے عوض فروخت کر ڈالے تھے ہالینڈ کے شہروں کو اجازت دے رکھی تھی کہ آدھی رقم یکمشت داخل کر کے اپنا اپنا قرض اتار دیں۔ اور "بیرونٹ" کے نام سے ایک

ناجائز جلب منفعت

نیا اعزاز تجویز کیا تھا جسے ہر شخص سو پاؤنڈ دے کر خرید سکتا تھا مزید براں اُس نے سبھی طرح کے اجارے بکنگھم اور اُس کے یار دوستوں کو دے رکھے تھے جن کی وجہ سے رعایا پر بڑا ہی جبر ہوتا تھا۔ عدالتیں

بھی نفرت انگیز طور پر بد دیانت اور مرتشی تھیں ۔ حکام عدالت جن کا تقرر بادشاہ کرتا تھا بہت ہی قلیل مشاہرہ پاتے تھے اور مقدمات فیصلہ کرنے سے پہلے فریقین سے نذرانہ وصول کرتے تھے ۔

نئی پارلیمنٹ کے لئے جو اراکین منتخب ہوے اُن میں سے اکثر ایسے تھے جو بادشاہ کے اس جابرانہ وخود مختارانہ طرز حکومت کا سدباب کرنے کے لئے تلے بیٹھے تھے ان میں پیش پیش دو شخص تھے ۔ ایک تو جان پم جو پہلے حلقہ کیسلن اور بعد ازاں حلقہ ٹیوسٹاک کی طرف سے منتخب ہوا اور دوسرا جان ہیمپڈن جو علاقہ بکنگھم شایر کا ایک رئیس تھا ۔ ان لوگوں کو لگی لپٹی نہ آتی تھی ۔ راستباز مستقل مزاج اور بڑے دلیر تھے اور مرتے دم تک انگلستان کی آزادی کے لئے جد وجہد کرتے رہنے کا امتیاز ان کا حصہ ہو چکا تھا ۔ اس جد وجہد میں کچھ اور لوگ بھی اُن کے شریک تھے ۔ مثلاً جنگی بیڑے کا امیر البحر سر جان الیٹ جو ایک آتش مزاج اور بے لاگ شخص تھا کوک اور سلڈن جو اس زمانہ کے دو مشہور قانون داں تھے ۔ اور ونٹھورتھ جو کچھ مدت تک محض بکنگھم سے بغض رکھنے کے باعث گروہ محبان وطن کا طرفدار رہا یہ سب لوگ اُس کشمکش میں جس کا سلسلہ آئندہ چالیس سال تک قائم رہا شریک غالب تھے ۔

تیسری پارلیمنٹ
۱۶۲۱ ۔ ۱۶۲۲ء

انھوں نے سامان جنگ کے لئے بادشاہ کو ایک قلیل رقم کی منظوری تو دی لیکن اس کے ساتھ ہی ناجایز جرمانوں اور اجاروں اور حکام عدالت کی رشوت ستانی کے خلاف صداے احتجاج بلند کی ۔ جیمز نے مجبور ہو کر اجاروں کی مراعات کو موقوف کردیا اور اب اراکین دار العوام نے موقع پاکر سر فرانسس بیکن پر جو لارڈ ویرولام کے لقب سے ملقب تھا بد دیانتی اور رشوت ستانی کا الزام قائم کرکے مقدمہ چلایا ۔ بیکن جو تین سال سے وزارت خزانہ کے عہدہ پر مامور تھا حال ہی میں اپنی معرکۃ الآرا تصنیف "نووم ارگینم" شایع کر چکا تھا اور اپنے زمانہ کے مشاہیر اہل قلم کا سرتاج سمجھا جاتا تھا ۔ لیکن افسوس ہے کہ علمی لیاقت کے ساتھ اس میں دیانت کا جوہر موجود نہ تھا

بیکن کا چالان
۱۶۲۱ء ۔

جب دارالامرا میں اُس پر مقدمہ دائر ہوا تو اُس نے اپنی خطا کا اعتراف کر کے یہ عذر پیش کیا کہ رشوت ستانی میں میں نے محض رواج عام کا اتباع کیا ہے۔ غرض پارلیمنٹ کی عدالت نے بعد ثبوت جرم اسے اُس کے عہدے سے برطرف کر دیا اس کے علاوہ سنگین جرمانہ بھی تجویز کیا لیکن بادشاہ نے اُسے معافی دے دی اور وہ بارہ سو پاؤنڈ کے وظیفہ پر علیحدہ ہو کر علمی خدمت میں مشغول ہو گیا۔

بادشاہ اس اثنا میں جنگ کی تیاری بے دلی کے ساتھ کر رہا تھا۔ ابھی تک یہ خیال اُس کے دل سے نکلنے نہ پایا تھا کہ شہنشاہ فرڈیننڈ سے برسر جنگ ہونیکے باوجود وہ ہسپانیہ کے ساتھ جو فرڈیننڈ کا حلیف تھا دوستانہ مراسم قائم رکھ سکتا ہے ظاہر ہے کہ یہ خیال خام تھا اس لئے کہ شاہ ہسپانیہ شہنشاہ جرمنی کے خلاف کبھی بھی نیام سے تلوار نہ نکال سکتا تھا۔ پم اور کوک نے اب ایک محضر مرتب کیا جس میں صاف صاف بیان کیا گیا تھا کہ بادشاہ کو ہسپانیہ کے ساتھ اپنے تعلقات قطع کر دینے چاہئیں اور شہزادہ چارلس کا عقد کسی پراٹسٹنٹ شہزادی سے کرنا چاہئے۔

تیسری پارلیمنٹ کی برطرفی سنہ ۱۶۲۲ء۔

یہ محضر جب اراکین دارالعوام نے بادشاہ کے پاس بھیجا تو اُس نے سخت برہمی کا اظہار کیا اور اُن کے مشورے کو شوخ چشمانہ دخل درمعقولات سمجھا۔ اس پر اُنھوں نے بر سبیل احتجاج یہ دعوے کیا کہ ہمیں آزادی گفتار کا پورا حق حاصل ہے اب تو جیمز کے غصہ کی کوئی حد نہ رہی۔ عالم غیظ و غضب میں اُس نے دارالعوام کی کتاب الآرا کے اُس ورق کو جس پر یہ احتجاج درج تھا پارہ پارہ کر دیا اور پارلیمنٹ توڑ کر پم کوک سلڈن اور دوسرے سربرآوردہ اراکین کو قید کر دیا۔ غرض اس طور پر تیسری پارلیمنٹ کا بھی خاتمہ ہو گیا جو ٹوٹ تو گئی لیکن اپنا تھوڑا بہت سکہ بٹھا گئی۔ یعنی اس نے اجاروں کے دستور کو جس سے رعایا کی صریح حق تلفی ہوتی تھی موقوف کر دیا۔ عدالتوں کے طرز عمل کی اصلاح کی۔ خطا کار ارباب اقتدار پر نالش کرنے کا حق ازسرنو حاصل کیا اور معاملات سلطنت میں رائے دینے کا حق منوا کر چھوڑا۔ لیکن بادشاہ اور پارلیمنٹ کی ناچاقی کا میدان روز بروز زیادہ وسیع ہوتا جاتا تھا۔ اسی زمانے میں

اول اول ملکی خبروں کے مطبوعہ اوراق شایع ہونے لگے اور ۲۳ مئی ۱۶۲۲ء کو انگلستان کا پہلا ہفتہ وار اخبار جاری ہوا۔

پہلا ہفتہ وار اخبار ۱۶۲۲ء

سال آئندہ یعنی ۱۶۲۳ء میں ولیعہد کی ہسپانوی نسبت ٹوٹ گئی اور چارلس اور بکنگھم ہسپانیہ سے جنگ کرنے کا شوق دل میں لئے ہوئے سفر سے واپس آ گئے۔ بادشاہ روپیہ فراہم کرنے کی مشکلات سے خوب واقف تھا اس لئے جنگ سے بہت ہی کارہ تھا لیکن بکنگھم کے پیہم اکسائے جانے سے آخر راضی ہو گیا اور ۱۶۲۴ء میں بہم رسانی سامان جنگ کی منظوری حاصل کرنے کے لئے ایک اور پارلیمنٹ طلب کی جو اُس کے عہد کی چوتھی اور آخری پارلیمنٹ تھی۔ اب چونکہ ہسپانیہ میں عقد ہونے کا خدشہ بالکل مٹ چکا تھا اس لئے دار العوام نہ چاہتا تھا کہ جنگ ہو جس کی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی کہ پیلیٹاین کی حکومت پھر حاصل کرنے کے لئے جیمز فرانس کے ساتھ اتحاد فراہم کرنے اور فرانس کی شہزادی ہنریٹا کو چارلس کے حبالۂ عقد میں لانے کا خواہشمند تھا کہ وہ بھی کیتھولک مذہب کی پیرو تھی۔ بہرحال اراکین دار العوام نے صرف اس قدر رقم کی منظوری دی جس سے ہالینڈ والوں کو ہسپانیہ کے مقابلے میں مدد دی جا سکے اور انگریزی بندرگاہوں کی حفاظت کی جا سکے۔ اس کے بعد پارلیمنٹ نے اپنا اجلاس ملتوی کر دیا اور وعدہ کیا کہ آئندہ اجلاس موسم سرما میں منعقد ہو گا اور اگر مزید رقم کی ضرورت ہوئی تو اس کی منظوری اُس وقت دی جائے گی۔ ×

چوتھی پارلیمنٹ ۱۶۲۴ء

ہالینڈ کی تباہ کن مہم ۱۶۲۵ء

اس اثنا میں چارلس اور شہزادی ہنریٹا کے عقد کے معاہدے پر دستخط ہو چکے تھے اور اس خیال سے کہ بیٹا ایک کیتھولک شہزادی سے نکاح کرنے کا پابند ہو چکا ہے جیمز کو حوصلہ نہ پڑتا تھا کہ پارلیمنٹ کو منھ دکھائے۔ جو قلیل رقم اُس کے پاس موجود تھی اُس سے اُس نے ایک مختصر سا لشکر ترتیب دیا اور موسم بہار میں ایک جرمن مینسفلڈ کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ علاقہ پیلیٹاین کی تسخیر کے لئے روانہ کیا۔ اس مہم کا انتظام

نہایت ہی ناقص تھا۔ رسد تھڑ گئی اور فوج میں بیماری پھوٹ پڑی جس سے نو ہزار آدمی ہلاک ہو گئے غرض یہ مہم سراسر ناکام رہی اور اس ناکامی کا جیمز پر اس قدر اثر ہوا کہ اُس کی صحت اُسے جواب دے گئی اور وہ تپ لرزہ میں مبتلا ہو کر

جیمز کی وفات
۲۷ مارچ ۱۶۲۵ء

۲۷ مارچ ۱۶۲۵ء کو انتقال کر گیا۔ اس نے کئی تصانیف یادگار چھوڑیں منجملہ اُن کے ایک رسالہ تنباکو کی مضرتوں پر تھا۔ ایک میں جادوگرنیوں کے حالات درج تھے اور ایک کا موضوع "بادشاہوں کی ظل اللہی" تھا جیمز تصنیف و تالیف کی وادی کا خواہ کیسا ہی مرد میدان کیوں نہ قرار دیا جائے لیکن بادشاہ ہونے کی حیثیت سے وہ اپنی رعایا کے رستے میں بہت سے کانٹے بوتا گیا۔

سترھواں باب

شاہ و رعایا

چارلس اوّل

سنہ ۱۶۲۵ء لغایت سنہ ۱۶۴۹ء

چارلس جب تخت پر بیٹھا تو بجز گنتی کے چند اشخاص کے باقی تمام قوم کو اُس کی ذات سے بڑی بڑی امیدیں تھیں شمایل و خصایل میں وہ اپنے باپ کی ضد واقع ہوا تھا۔ مسند نشینی کے وقت اگرچہ اُس کی عمر صرف پچیس سال کی تھی لیکن متانت و تمکنت کی جیتی جاگتی تصویر معلوم ہوتا تھا۔ بال سیاہ تھے پیشانی بلند تھی۔ بشرہ سنجیدہ تھا اور اُس پر اداسی چھائی رہتی تھی۔ کم سخنی کے باوجود اُس کے اطوار پسندیدہ تھے۔ ملنے والوں سے نوازش اور ملاطفت کے ساتھ پیش آتا تھا اور کبھی اُس جوشش غضب اور درشت کلامی کا اظہار نہ کرتا تھا جو اُس کے باپ کے مصاحبین کو گراں گزرا کرتی تھی۔ اسکے علاوہ چارلس کی ہر دلعزیزی کی یہ وجہ بھی تھی کہ وہ ہسپانیہ سے جنگ کرنے کا خواہشمند تھا۔ لیکن اُن معدودے چند اشخاص کو جن کی نگاہ ذرا گہری تھی سنئے بادشاہ کی سیرت کے بہت سے نامحمود خصایص نظر آگئے تھے۔ اُن سے یہ بات پوشیدہ نہ تھی کہ باپ کی طرح چارلس بھی اپنے ذاتی دبدبہ اور رعب کے خیال پر مٹا ہوا ہے اور اس نقص کی تلافی کے لئے اُس میں جوہر کی صاف دلی اور نیک حقیقتی نام کو موجود نہیں۔ اس کے خوشش اطوار ہونے میں کلام نہیں لیکن اس کے ساتھ اُس کا ظاہر و باطن ایک نہ تھا اور طبیعت میں ضد بڑے درجہ کی تھی مذہب سے اُسے خاص لگاؤ تھا اور اپنی اولاد کے ساتھ بہ شفقت پیش آتا تھا لیکن اپنی غرض کے لئے فریب دہی اور وعدہ خلافی کو گناہ نہ سمجھتا تھا۔ اُس کی ضد اور ہٹ

چارلس اول کے عادات و خصایل۔

کا اندازہ اُس کے دربار کے ایک خوش فکر رکن کے اس قول سے ہوسکتا ہے کہ "بھائیو خدا سے یہی دعا مانگو کہ اگر بادشاہ کسی بات پر جم جائے تو وہ برسرِ حق ہو ورنہ اگر وہ غلطی پر اڑ گیا تو یاد رکھو کہ اس سے بڑھ کر ضدی اور خودسر دنیا کا کوئی فرمانروا نہ ہوا ہے نہ ہے اور نہ ہوگا"۔ اس قول کے لفظ لفظ سے حسرت آمیز سچائی ٹپک رہی ہے۔ اور جب ہم اس واقعہ کو پیش نظر رکھتے ہیں کہ اراکین دار العوام نے ابھی سے بادشاہ کی رائے کے مقابلہ میں اپنی رائے پر بااصرار قائم رہنے کا ڈھنگ ڈال دیا تھا تو ہمیں ذرا بھی تعجب نہیں ہوتا کہ چارلس کا عہد حکومت ایک سلسلۂ نزاع پیہم تھا جس میں فریقین کی برہمی اور حق ناشناسی بجائے خود بڑھتی گئی تاآنکہ وہ ہیبت ناک انجام پیش آیا جو پیش آیا۔

چارلس کی پہلی پارلیمنٹ کا اجلاس۔ ۱۸۔ جون ۱۶۲۵ء۔

یہ نزاع بہت جلد شروع ہوگئی۔ اس لئے کہ جب پارلیمنٹ کا اجلاس ۱۸۔ جون ۱۶۲۵ء کو منعقد ہوا تو لوگ ہالینڈ والی مہم کی تباہی سے پہلے ہی بہت دلگیر ہو رہے تھے اور بکنگھم کو جو بادشاہ کے مزاج میں بے حد دخیل تھا بے اعتباری کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ اس کے علاوہ انھیں یہ بات بھی بہت ہی ناگوار گزری تھی کہ ملکہ اپنے ہم مشرب پادریوں کو اپنے ہمراہ لیتی آئی تھی اور سرزمین انگلستان میں اس کا ایک کیتھولک کنیسہ بھی موجود تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اگرچہ چارلس نے جنگ جاری رکھنے کے لئے تین لاکھ پاؤنڈ کی منظوری طلب کی لیکن دار العوام نے صرف ایک لاکھ چالیس ہزار پاؤنڈ منظور کئے اور اگرچہ یہ دستور قدیم سے چلا آتا تھا کہ شراب جو اور دوسرے خمریات کے ہر اٹھائیس من

منانہ و رطلانہ

اور بعض اشیائے تجارت کے ہر رطل پر "منانہ و رطلانہ" کے نام سے ایک مقررہ محصول بادشاہ کو تاحین حیات دیا جایا کرے لیکن دار العوام نے اب یہ محصول چارلس کی ذات کے لئے صرف ایک سال کی مدت کے واسطے منظور کیا۔ بادشاہ اس پر بہت ہی بگڑا۔

پارلیمنٹ کی برطرفی۔

لندن میں طاعون پھیلا ہوا تھا اس لئے اُس نے پارلیمنٹ کو برخاست کرکے حکم دیا کہ دوسرا اجلاس آکسفرڈ میں منعقد ہو

لیکن سوء اتفاق اسے کہتے ہیں کہ انعقاد اجلاس سے پہلے خبر آئی کہ سات جہاز جو چارلس نے شاہ فرانس کو مستعار دئے تھے فرانسیسی ساحل پر لاروشل کے محاصرے میں پراٹسٹنٹوں کے خلاف استعمال میں لائے گئے۔ اراکین دارالعوام نے بادشاہ کو فرقۂ کیتھولک کی امداد کا الزام دیا اور علی الاعلان کہہ دیا کہ ہمیں بکنگھم پر مطلق اعتماد نہیں۔ لیکن چارلس نے اپنے منہ لگے وزیر کے طرز عمل پر بحث ہونیکی اجازت نہ دی اور پارلیمنٹ کو برطرف کر دیا۔

چارلس اور بکنگھم کو اب یہ اُمید ہوئی کہ ہسپانیہ کے ساتھ جنگ جاری رکھنے سے لوگوں میں اُن کی ہر دلعزیزی قایم ہو جائیگی لیکن اس سے غافل تھے کہ جنگ کے لئے اُن کے پاس فوج اور روپیہ کچھ بھی نہ تھا۔ بہرحال تجارتی جہازوں کو بیگار میں پکڑ لینے سے جوں توں کر کے ایک بیڑا فراہم کر لیا گیا اور چونکہ اُس زمانہ میں کسی فوج باقاعدہ کا وجود نہ تھا اس لئے لوگوں کو گھروں سے بلا کر ایک لشکر بھی درست کر لیا گیا۔ سرایڈورڈ سیسل کو جو اس فوج کا سپہ سالار تھا حکم ملا کہ کسی ایک ہسپانوی شہر پر حملہ کر کے مال سے لدے ہوئے ہسپانوی جہازوں کو پکڑ لے جو امریکہ سے آرہے ہوں۔ سپہ سالار موصوف بیڑا لئے ہوئے خلیج قادس میں پہنچا اور ایک قلعہ سر کر کے رسد کے بغیر کوچ کرتا ہوا اندرونی علاقے کی طرف بڑھا۔ سپاہیوں کو رستہ میں شراب کے کچھ خم ہاتھ آگئے اب کیا تھا

مہم کیڈز کی ناکامی
اکتوبر ۱۶۲۵ء۔

مفت کی شراب پی پی کر ایسے بدمست ہوے کہ سر پر کا ہوش نہ رہا۔ اور سیسل کو اُنھیں اُلٹے پاؤں واپس لاکر پھر جہازوں پر سوار کرنا پڑا۔ اب سیسل نے انگلستان کا رُخ کیا۔ خیال تھا کہ رستے میں خزانہ بردار جہازوں ہی پر چھاپہ مارنے کا موقع مل جائے گا لیکن یہ جہاز دو دن ہوے راستہ کترا کر نکل بھی گئے تھے۔ بیچارے سیسل کو اپنا سا منہ لیکر خالی ہاتھ وطن واپس آنا پڑا۔ اور اس بحری مہم کی ناکامی کے گھر گھر ایسے چرچے ہوے کہ انگلستان میں مائیں اپنے بچوں کو یوں لوریاں دیا کرتی تھیں۔

؎ بیڑا اٹھا ایک چل کے جو ہسپانیہ گیا ؎ جیسا گیا تھا ویسا ہی چل پھر کے آگیا؎

غرض وہ فتح جس کے انتظار میں چارلس نے گھڑیاں گن گن کر کاٹی تھیں۔

منحوس ترین ناکامی سے بدل گئی اور قرض کی ایک بھاری گٹھری بادشاہ کے سر پر چھوڑ تی گئی اور اسے ایک اور پارلیمنٹ کے بلانے پر مجبور ہونا پڑا۔

لیکن پارلیمنٹ کے انتخاب سے پہلے چارلس ایک گہری چال چلا۔ یعنی پچھلی پارلیمنٹ میں جن اشخاص نے اُسے بہت زیادہ دق کیا تھا اُن میں سے بعض کو انتخاب کنندگی کے عہدہ پر مامور کر دیا تاکہ وہ خود ارکان کی حیثیت سے منتخب نہ ہو سکیں۔ لیکن یہ حکمت عملی بھی رائگاں گئی۔ چارلس ایک شخص کو خاموش کرتا تھا تو اُس کی جگہ آواز بلند کرنے والا دوسرا اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ دارالامرا اور دارالعوام کا اجتماع ہوتے ہی سر ہنری الیئٹ نے اٹھ کر مطالبہ کیا کہ اُس بدنظمی اور ابتری کی کامل تحقیقات ہونی چاہیے جس کی وجہ سے ملک پر اسقدر تباہیاں نازل ہوئی ہیں اور اس مطالبہ کے ساتھ ہی اراکین دارالعوام نے بکنگھم پر الزامات کا ایک طومار باندھ دیا۔ اس موقع پر الیئٹ نے جو تقریر کی اُس کے جستہ جستہ فقرات درج ذیل ہیں:۔ ”اُس شخص نے شاہی خزانہ اور سلطنت کے ذخایر پر ہاتھ صاف کر کے ہمارے نظام مملکت کے اعصاب و شرائین کو قطع کر ڈالا ہے۔ اس کے بے دریغ مصارف اس کے مسرفانہ جشن اس کی شاندار عمارتیں اس کا سیہ مستانہ ناؤ نوش اور اس کی بے محابا عیش پرستیاں مداخل شاہی کو ضایع کرتی چلی جا رہی ہیں۔ کسی شخص کا حق کسی شخص کا مفاد اُس کی آرزوؤں کے لیئے حائل نہیں ہو سکتا۔ ہم پر جتنی مصیبتیں آئی ہیں اور آ رہی ہیں ان سب کا باعث یہی شخص ہے اور ان سب مصیبتوں کا علاج یہی ہے کہ اسکا قرار واقعی بندوبست کیا جائے۔“ چارلس نے جواب دیا تو یہ دیا کہ الیئٹ کو اور ڈگس کو بھی جس نے اُس کی تائید کی تھی قلعہ لندن میں قید کر دیا جب اراکین دارالعوام نے اُن دونوں کی شرکت کے بغیر اجلاس کی کارروائی جاری رکھنے سے انکار کر دیا اور بکنگھم کی برطرفی کا مطالبہ کیا تو اُس نے بادل ناخواستہ الیئٹ اور ڈگس کو رہا تو کر دیا لیکن روپیہ کی منظوری لیئے بغیر پارلیمنٹ کو فوراً توڑ بھی ڈالا۔

دوسری پارلیمنٹ میں بکنگھم سے مواخذہ۔ ۱۶۲۶ء۔

پارلیمنٹ کی برطرفی

چارلس کو اب چاروں طرف مشکلات ہی مشکلات نظر آنے لگیں۔ حال ہی میں

لوئی سیز دہم تاجدار فرانس سے اُس کا جھگڑا ہو گیا تھا۔ بنائے نزاع کچھ تو یہ تھی کہ اُسے بدرجۂ مجبوری ملکہ ہنریٹا کے کیتھولک خدام کو رخصت کرنا پڑا تھا اور کچھ یہ تھی کہ لوئی سیز دہم کے مقابلے میں لا روشل کی پراٹسٹنٹ فرانسیسی رعایا کی طرفداری کرنا وہ اپنے فرائض میں داخل سمجھتا تھا۔ لیکن جنگ کرنے کے لئے ضرور تھا کہ اُس کے پاس روپیہ موجود ہو۔ منانہ اور رطلانہ کی رقم ناجایز طور پر وہ برابر وصول کرتا جاتا تھا اور فرقۂ کیتھولک کے منکرین سے تاوان بھی لیتا جاتا تھا لیکن پھر بھی روپیہ کی آمدنی سے خزانے میں بڑی کمی تھی۔ رعایا سے اُس نے نذرانہ کی استدعا کی لیکن کسی نے جھنجی کوڑی تک نہ دی۔ اس پر ایک شخص نے یہ تجویز پیش کی کہ گو بادشاہ رعایا کو بطور ہدیہ روپیہ دینے پر مجبور نہیں کر سکتا لیکن یہ بات تو اس کے اختیار میں ہے کہ انھیں روپیہ قرض دینے پر مجبور کرے۔ رعایا کے لئے یہ دونوں باتیں قریب قریب ایک سی تھیں اس لئے کہ چارلس سے قرضے کی ادائی کی بہت ہی کم امید ہو سکتی تھی۔ غرض بادشاہ نے اس مشورے پر عمل پیرا ہو کر ہر ضلع میں شاہی گماشتے روانہ کئے کہ ہر شخص سے بقدر استطاعت روپیہ قرض لیں۔

بادشاہ لوگوں سے جبراً روپیہ قرض لیتا ہے ۱۶۲۶ء

اس کارروائی سے رعایا میں سخت بددلی اور بے چینی پھیل گئی۔ سلسلۂ ٹیوڈر کے فرمانرواؤں کے عہد میں ملک میں امن و امان قایم تھا اور محصول و خراج کا بوجھ ہلکا کر دیا گیا تھا۔ اور تو اور جیمز بھی یا تو جنگی کی رسم وصول کرتا تھا یا دولتمندوں سے روپیہ لیتا تھا۔ مگر اب یہ حالت تھی کہ بکنگھم کی مسرفانہ ضروریات پوری کرنے اور اُن لڑائیوں کے اخراجات بہم پہنچانے کے لئے جن کا خاتمہ التزاماً ذلت و ناکامی پر ہوتا تھا ہر شخص کے خانگی حسابات کی جانچ پڑتال ہونے لگی اور اُس سے ایک بندھی رقم زبردستی وصول کی جانے لگی۔ لوگ اس استحصال بالجبر سے ایسے تنگ آ گئے کہ ملک کے مختلف حصوں میں اتنی اکابر و عمایدنے رقم دینے سے صاف انکار کر دیا اور اس انکار کی پاداش میں قید ہوئے۔ غیر مستطیع طبقے کے جن لوگوں نے شاہی مطالبہ کے ماننے سے انکار کیا وہ جبراً فوج میں بھرتی کر لئے گئے یا اُنکے گھروں پر

رعایا کی سخت بددلی۔

سپاہی بٹھا دیئے گئے۔

آخر جنگ کی تیاریاں جوں توں کرکے مکمل ہوئیں اور بکنگھم ایک سو جہازوں کا بیڑا لئے ہوئے لاروشل کی طرف روانہ ہوا جزیرہ رہی میں پہنچ کر اُس نے قلعہ سینٹ مارٹنس کا جو شہر کے بالمقابل واقع تھا محاصرہ کرلیا اور اگر وہ اس مہم میں کامیاب ہوتا تو اہل انگلستان جنگ کو بنگاہ استحسان دیکھتے اس لئے کہ اس سے پراٹسٹنٹ فرقے کی امداد مقصود تھی۔

لاروشل کو کمک پہنچانے میں بکنگھم کی ناکامی۔ ۱۶۲۷ء۔

لیکن حسب معمول یہ مہم بھی ناکام رہی۔ فرانسیسیوں نے انگریزی صفوں کو چیر کر قلعہ کے محصورین کو آذوقہ پہنچا دیا۔ بکنگھم کی فوج بیماری سے ضایع ہوگئی اور اُسے کمک کے لئے مراجعت پر مجبور ہونا پڑا۔

انگریزی قوم کو اس ناکامی کا بڑا صدمہ ہوا۔ جب اُنھیں یہ خیال آتا تھا کہ یا تو کبھی ہماری سطوت و جبروت کا ڈنکا بجتا تھا اور یا آج ہم دوسری قوموں کی نظروں میں رہ رہ کر ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں تو غم و غصہ کا ایک طوفان اُن کے سینے میں اُٹھتا تھا وہ قوم جسے کبھی اپنے قوانین پر ناز اور اپنی آزادی کا غرہ تھا اب اس حال کو پہنچ گئی تھی کہ لوگ بے خطا و بے قصور قید میں ڈالے جا رہے تھے غرض پانچ قصباتی شرفا نے جنھیں بلاسبب سزا سے قید دیگئی تھی عدالت میں مرافعہ دائر کرکے استدعا کی کہ اُن کے متعلق "پروانہ شہادت جسدی" جاری کیا جائے

قید ہونے پر پانچ شرفا کا مرافعہ۔

اس پروانہ کی رو سے داروغۂ محبس قانوناً مجبور تھا کہ قیدی کو عدالت میں بجسد عنصری پیش کرکے حکمنامۂ گرفتاری دکھائے جس میں اس الزام کی تصریح ہو جس کی بنا پر ملزم گرفتار ہوا تھا۔ ان پانچوں مصیبت زدوں کے خلاف دراصل کوئی الزام نہ تھا اس لیئے کہ انھوں نے صرف روپیہ قرض دینے سے انکار کیا تھا اور روپیہ قرض دینے سے پہلو تہی کرنا قانوناً کوئی جرم نہ تھا۔ قبالۂ اعظم میں جسے آزادی انگلستان کی التمغا سند کہنا چاہئے صاف لکھا تھا کہ "کوئی شخص گرفتار یا قید نہ کیا جائے گا تاوقتیکہ اُس کے ہم چشموں کی ایک جماعت اُس کے خلاف باضابطہ طور پر حجت نہ قائم کرے یا ملک کا قانون اُس کے خلاف فیصلہ

نہ صادر کرے "۔ لیکن اس صاف وصریح قانون کے باوجود حکام عدالت نے محض بادشاہ کی خفگی کے خوف سے ان اشخاص کے واجبی احتجاج کو نظر انداز کر کے انھیں حوالات میں بھیج دیا تھا۔

پارلیمنٹ نے اب اُن کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ اور سر جان الیٹ اور سر ٹامس ونٹورتھ نے نہایت دلیرانہ طور پر کہا کہ ہمیں اپنی قدیم آزادی کے حق کو برقرار رکھنے کے لئے اپنی تمام قوت صرف کر دینی چاہیئے اور جو قوانین ہمارے آبا واجداد نے بنائے تھے اُن کی وقعت قایم رکھنے کے لئے پوری ہمت سے کام لینا چاہیئے"

محضر حقوق رعایا، ۷ر جنوری ۱۶۲۸ء۔

اس پر دارالعوام نے ایک "محضر حقوق" مرتب کیا جس میں ناجایز محصولات ہدایا اور قید کے خلاف آواز بلند کی گئی تھی اور بادشاہ سے اس وعدہ کی استدعا کی گئی تھی کہ اولاً کسی آزاد شخص سے پارلیمنٹ کے استمزاج کے بغیر قرض نہ طلب کیا جائے گا اور ثانیاً کوئی آزاد شخص بلا اظہار وجہ قید نہ کیا جائے گا" دارالامرا نے اس محضر کے مضمون کے ساتھ اتفاق کیا اور اگرچہ بادشاہ نے اس کی بڑی سخت مخالفت کی لیکن اُسے روپیہ کی ایسی شدید ضرورت تھی کہ آخر اُسے سر تسلیم خم کرتے ہی بنی اور اس محضر کی دونوں دفعات نے ۷ر جون ۱۶۲۸ء کو قانون کی شکل اختیار کر لی۔ اس قانون کے نفاذ پر جس نے قوم کی آزادی کو بحال کر دیا ملک بھر میں خوشیاں منائی گئیں۔ اظہار مسرت کے طور پر لوگوں نے جابجا الاؤ روشن کئے اور گھنٹیوں کی ٹن ٹن سے کلیسا گونج اُٹھے اب اراکین دارالعوام نے اُس رقم کی منظوری بھی دیدی جس کی چارلس کو ضرورت تھی لیکن جب وہ بکنگھم کی برطرفی کا مطالبہ کرنے گئے تو بادشاہ نے اُن کی بات سننے سے انکار کر دیا اور پارلیمنٹ کو کچھ عرصہ کے لئے برخاست کر دیا۔

بادشاہ کے اس مقرب پر دارالعوام کی طرف سے پھر لے دے ہونے کی ضرورت قضا نے باقی نہ چھوڑی ۲۳۔ اگست کو جب بکنگھم لاروشل کی دوسری مہم پر پورٹسمتھ سے روانہ ہونے کے لئے پابرکاب تھا تو جان فلٹن نامی ایک مذہبی دیوانے نے جسے فوج میں ترقی نہ ملی تھی اور جو بکنگھم کو

دشمن ملک وملت سمجھتا تھا شہر کے ایوان عام کے دروازے پراس کے جگر میں ایک چھرا بھونک دیا اور وار کرتے وقت چلّا کر کہا کہ " خدا تجھ پر رحم کرے " اس حادثہ کی وجہ سے حاضرین میں جو کھلبلی پڑ گئی تھی وہ جب رفع ہوئی تو قاتل برہنہ سر چہل قدمی کرتا ہوا ملا وہ چاہتا تو اس ہنگامہ کی افراتفری میں فرار ہو جاتا لیکن اس کی اس نے مطلق کوئی کوشش نہ کی اور گرفتار ہو کر آخر پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔

بکنگھم کا قتل

۲۴ راگست ۱۶۲۸ء

بکنگھم کے مرنے سے گھر گھر خوشیاں ہوئیں لیکن یہ خوشیاں قبل از وقت تھیں۔ چارلس نے ولیسٹن کو جو بکنگھم کا معتمد علیہ تھا وزیر خزانہ بنا دیا اور سلطنت پھر اسی پرانے ڈھرّے پر چلنے لگی۔ انگریزی بیڑے نے لاروشل پہنچ کر منھ کی کھائی اور سنہ ۱۶۲۹ء میں چارلس نے فرانس کے ساتھ صلح کر لی۔ رشیلیو کی قوت بازو نے لاروشل کے برجوں پر فرانس کا جھنڈا جا گاڑا تھا اور دنیا میں انگلستان کی حیثیت بہت ہی ذلیل ہو گئی تھی۔ برّ اعظم یورپ میں کیتھولک ہر جگہ غلبہ حاصل کرتے جاتے تھے اور اسی زمانے جب بادشاہ نے لاڈ کو جو باتھ اور ولس کا اسقف تھا ترقی دیکر اسقف لندن بنا دیا تو اہل انگلستان کو بہت ہی تشویش ہوی۔ اس تشویش کی وجہ یہ تھی کہ لاڈ کو نمود زیب وزینت کا بڑا شوق تھا اور فرقہ کیتھولک کی طرح رسوم عبادت کا بڑے طمطراق سے عمل میں لانا ضروری سمجھتا تھا۔ اس کے علاوہ اصول نیابت ربّانی اور بادشاہ کی کامل خود مختاری کی بھی وہ ہمیشہ حمایت کرتا رہتا تھا۔ اب اس خود مختارانہ قوت سے چارلس نے اس طرح کام لینا شروع کیا کہ جب چاہتا خنا منانہ اور رطلانہ وصول کر لیتا تھا اور جو سوداگر یہ "ڈنڈ" نہ بھرتا تھا اُس کا مال ضبط کر لیتا تھا۔

لاڈ اسقف لندن مقرر ہوتا ہے۔ ۱۶۲۸ء

اتفاق ایسا ہوا کہ اس ضبط شدہ مال کا کچھ حصہ پارلیمنٹ کے ایک رکن کی ملک سے تھا۔ چنانچہ جب دارالمبعوثین کا اجلاس پھر منعقد ہوا تو سر جان الیئٹ نے یہ صلاح دی کہ چنگی کے جن عہدہ داروں نے مال پر قبضہ کیا ہے انھیں طلب کر کے سزا دی جائے۔ عہدہ دار جب حاضر ہوے تو ان کی طرف سے یہ عذر

پارلیمنٹ کا اظہار تمرد ۱۶۲۹ء۔

پیش ہوا کہ ہم نے یہ کارروائی بادشاہ کے حکم سے کی تھی۔ اور چارلس نے میر مجلس کو ایما کیا کہ اجلاس ملتوی کر دیا جائے۔ یہ التوا تو عمل میں آیا لیکن جب مبعوثین پھر جمع ہوئے اور فرمان التوا پہلے کی طرح مکرر جاری ہوا تو مبعوثین نے امتثال امر سے صاف انکار کر دیا۔ میر مجلس نے جب اٹھ کر تقریر کرنی چاہی تو ارا کین میں سے دو شخصوں نے اسے پکڑ کر زبردستی کرسی پر بٹھا دیا اور دروازے بند کر لیئے۔ اسی کے ساتھ الیٹ نے یہ تحریک پیش کی کہ "وہ لوگ غدار ہیں جو مذہب میں تبدیلیاں پیدا کرنی چاہتے ہیں یا جو جنگی کا ایسا محصول وصول کرتے ہیں یا ادا کرتے ہیں جس کی باضابطہ منظوری پارلیمنٹ نے نہ دی ہو"۔ اس تحریک کی تائید میں مبعوثین "ہمیں اتفاق ہے ہمیں اتفاق ہے"

افراتفری اور برطرفی

کا نعرہ بلند کر ہی رہے تھے کہ پہرے کے سپاہی بادشاہ کے حکم سے دروازے توڑنے کے لئے آپہنچے۔ لیکن اس تشدد کی نوبت ہی نہ آنے پائی۔ اجلاس یک بیک ملتوی ہوگیا اور چند دن بعد بادشاہ نے پارلیمنٹ کو توڑ دیا۔ الیٹ اور اس کے ساتھ کئی اور مبعوثین قید کر دیئے گئے لیکن اُن میں سے جنھوں نے اطاعت اختیار کر لی وہ بہت جلد چھوڑ دیئے گئے۔

سر جان الیٹ کی وفات ۱۶۳۲ء۔

صرف تین شخص یعنی الیٹ ویلنٹائن اور اسٹروڈ ثابت قدم رہے اور پارلیمنٹ کے حقوق کے برخلاف اُن کی زبان سے ایک لفظ نہ نکلا۔ الیٹ نے ساڑھے تین سال تک قلعۂ لندن میں قید رہ کر وفات پائی۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے راہ حریت میں جان دی۔

آئندہ گیارہ سال تک چارلس پارلیمنٹ کے بغیر حکمرانی کرتا رہا اور وزارت کے خاص خاص شعبوں کی ذمہ داریاں ویسٹن لاڈ اور ونٹورتھ کے تفویض رہیں۔ الیٹ اور پم جیسے اشخاص کا پارلیمنٹ کی آزادی کی حمایت میں سینہ سپر ہونا ہم لکھ آئے ہیں۔ اب وہ بساط کہن الٹ چکی تھی اور الیٹ و پم کی طرح دو دھن کے

ونٹورتھ اور لارڈ

پکے یعنی ونٹورتھ (جو آگے چلکر لارڈ اسٹیفرڈ کے لقب سے ملقب ہوا) اور لارڈ بادشاہ کے جابرانہ و خود مختارانہ اقتدار کے

برقرار رکھنے میں ساعی تھے۔ بحث طلب امر یہ تھا کہ فریقین میں سے آخر کار کامیابی کا سہرا کس کے سر رہیگا۔ ونٹورتھ جس پر ہوس جاہ بہت ہی غالب تھی بکنگھم کے مرتے ہی اپنے پرانے رفیقوں کا ساتھ چھوڑ کر بادشاہ سے آملا تھا ترقی کے مدارج طے کرتا ہوا وہ مجلس حلقۂ شمالی کی صدر نشینی کے منصب پر فائز ہوگیا اور اپنے حاکمانہ اختیارات کا استعمال بڑے تشدد اور سختی سے کرنے لگا۔ لارڈ کا ضمیر ونٹورتھ کے مقابلے میں بہت زیادہ بے لوث تھا اور وہ یک رنگی کے وصف میں بھی ونٹورتھ پر امتیاز رکھتا تھا لیکن بڑی خرابی یہ ہوئی کہ وہ تنگ نظر اور متعصب واقع ہوا تھا۔ اُن دونوں وزرا نے پہلے تو اپنے آقا کی تباہی کا سامان کیا اور پھر اپنی جان اُسکے لیئے نثار کر دی۔

اس یازدہ سالہ دور کے پہلے پانچ سال کی مدت میں بظاہر ہر طرح کا امن و سکون قائم رہا۔ جو لوگ اعتدال پسند تھے اُنھیں اس بات کا احساس تھا کہ اراکین دارالعوام حد سے زیادہ بڑھ گئے تھے اور بادشاہ کی توہین کرنے لگے تھے اور چونکہ ویسٹن خزانے کا انتظام سلیقہ سے کرتا تھا اور لوگوں کے ساتھ محصول و خراج کے بارہ میں سختی نہ برتتا تھا اس لیئے یہ لوگ قانع تھے۔

اندرونی ڈاک ۱۶۳۵ء۔

اسی زمانے میں (۱۶۳۵ء) میں اول اول ملک کے اندر ڈاکخانہ کا سررشتہ قائم ہوا اور ہر ہفتہ ڈاک کے ذریعے سے چٹھیوں کی روانگی کا انتظام عمل میں آیا۔ کرائے کی گاڑیاں بھی جن کا رواج پہلے پہل ۱۶۲۵ء میں ہوا تھا عام ہوگئیں اُنھیں اُن بازاروں سے گزرنے کی ممانعت تھی جہاں بھیڑ زیادہ ہو شہر کے اندر لوگوں کی سواری کے لیئے تام جھام کا رواج ۱۶۳۴ء میں ہوا۔ اُنھیں دنوں ایک بہت بڑے علمی انکشاف نے معلومات انسانی میں ایک گرانقدر اضافہ کیا یعنی بادشاہ کے

ہارؤی۔ جارج ہربرٹ اور ملٹن۔

طبیب ہاروی نے ۱۶۲۸ء میں مسئلۂ دوران خون پر اپنی تصنیف شائع کی۔ ان ایام کی قصباتی زندگی پر جب ہم نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں امن و فراغ خاطر کی ایک جھلک پادری جارج ہربرٹ جیسے نیک دل شاعر کی ایام گزاری میں نظر آجاتی ہے جو اپنے مکان واقع بیمرٹن ضلع ولٹ شائر میں بیٹھا ہوا اعلےٰ رنگ کی مذہبی نظمیں

لکھا کرتا تھا اور پرآشوب زمانے کے آغاز سے پہلے پہلے ۱۶۳۳ء میں دارالقرار کو
سدھار گیا علیٰ ہذا القیاس مشہور شاعر ملٹن نے ۱۶۳۴ء میں بمقام ہارٹن واقع بکنگھم شائر
اپنی منظوم تصنیف "کومس" سپرد قلم کی ملٹن کو ارباب کلیسا آزادی کے ساتھ اظہار خیالات
کی اجازت نہ دیتے تھے اس لئے وہ کلیسا ہی کو چھوڑ بیٹھا تھا ۔

امریکہ کو نقل وطن

اس عرصے میں فرقہ متقشفین کے لوگ تعداد کثیر میں وطن چھوڑ چھوڑ کر
برابر انگلستان جدید (امریکہ) کو جارہے تھے ۔ ایک ہزار نفوس
کو جان ونتھراپ ۱۶۳۰ء میں اپنے ہمراہ لے گیا اور آئندہ گیارہ سال کے دوران
میں بیس ہزار سے کم اشخاص نے سمندر پار سفر نہ کیا ہوگا ۔ لارڈ بالٹیمور نے بھی جو کیتھولک
عقیدے کا پیرو تھا ۱۶۳۴ء میں میری لینڈ کے نام سے ورجینیا کے شمال کے
جانب ایک جدید نوآبادی قایم کی تھی ۔ اگرچہ اس نوآبادی کے قیام سے اصلی مقصود
فرقۂ کیتھولک کے ان اشخاص کی پناہ دہی تھا جو "منکرین" کہلاتے تھے یعنی حکومت
کے مجوزہ طریقۂ عبادت کے اختیار کرنے پر رضامند نہ ہوتے تھے لیکن پہلا قانون
اس نوآبادی کا یہ تھا کہ ہر شخص آزادی کے ساتھ اپنے عقاید پر قائم رہنے کا
مجاز ہوگا ۔

اس قسم کی جائے پناہوں کی جہاں لوگ آزادی کے ساتھ زندگی
بسر کرسکیں اب بڑی ضرورت تھی اس لئے کہ انگلستان میں صورت معاملات روز بروز
ابتر ہوتی چلی جارہی تھی ۱۶۳۳ء میں ونٹورتھ آئرلینڈ کی حکومت پر مامور ہوا جہاں
انگریزوں اور اسکاٹلینڈ والوں کی جدید نوآبادیوں نے اصلی باشندوں کا ناک میں

آئرلینڈ میں ونٹورتھ کی حکومت ۱۶۳۳ء لغایت ۱۶۳۹ء

دم کر رکھا تھا ۔ ایک اعتبار سے ونٹورتھ کے طرز حکومت کو
اچھا بھی کہہ سکتے ہیں ۔ اس نے اہل آیرلینڈ کی ایک پارلیمنٹ
قائم کرکے اس قدر رقم کی منظوری حاصل کرلی جس سے ایک
عمدہ قواعد داں فوج کے اخراجات برداشت کیئے جاسکیں اور اس فوج سے
اس نے ملک میں امن وامان قایم کردیا ۔ تجارت کو بھی اس نے ترقی دی اور
شمالی علاقے میں سوتی پارچہ بافی کی صنعت اسی کے زمانے میں رائج ہوئی ۔ لیکن اسے
نہ اپنے وعدے کا پاس تھا اور نہ قانون کی اس کی نظروں میں کوئی وقعت تھی لاڈ کو

اُس نے ایک مرتبہ لکھ بھیجا کہ میں لگی لپٹی نہیں جانتا۔ وہ ہاتھ ہی کیا جو ایسا اوچھا پڑے کہ تسمہ لگا رہ جاے اہل آئرلینڈ کی خواہشوں کی وہ مطلق پروانہ کرتا تھا کیتھولک مذہب کو نہایت سختی سے دباتا تھا اور باوجودیکہ بادشاہ نے قول دیا تھا کہ کناٹ کے علاقہ میں کوئی انگریزی نوآبادی نہ بسائی جاے گی لیکن اُس نے باختیار خود ایک نوآبادی اس علاقے میں قائم کر ہی دی۔ غرض اُس کی حکومت نہایت جابرانہ تھی جس نے لوگوں کے دلوں میں ہیبت بٹھا دی تھی عنان اختیار جب تک اُس کے زبردست ہاتھوں میں رہی اہل آئرلینڈ کو سر اُٹھانے کا حوصلہ نہ ہوا لیکن جیسا کہ ہمیں آگے چلکر معلوم ہوگا اُس کے جاتے ہی اُس کے جبر و تشدد کے نتائج ایک خوفناک صورت میں آشکارا ہو گئے۔

جس سال ونٹورتھ آئرلینڈ کا نائب السلطنت بنا کر بھیجا گیا اسی سال کنٹربری کے صدر اسقف ایبٹ نے جس کا شیوہ ہمیشہ سے آشتی و مدارا تھا وفات پائی۔ لارڈ اُس کی جگہ صدر اسقف مقرر ہوا اور دو سال بعد ۱۶۳۵ء میں جب ویسٹن کا انتقال ہوگیا۔ تو ساری قوت سمٹ سمٹ کر اُسی کے ہاتھ میں چلی گئی اور وہ عملی طور پر انگلستان کا گویا صدر اعظم ہوگیا۔ پہلا ہی کام اُس نے یہ کیا کہ مذہب میں بہت سی ایسی باتیں داخل کر دیں جن سے کیتھولک رسموں کی شان نمودار ہوتی تھی مثلاً قربان گاہ کو جو عرصۂ دراز سے گرجا کے وسط میں قایم کی جاتی تھی اگلے قاعدہ کے مطابق بدستور گرجا کی عمارت کے مشرقی حصے میں منتقل کرا دیا۔ نقش و نگار والے دریچے ازسرنو نصب کرا دیئے۔ اور کلیسائے لیمبتھ میں ایک صلیب جو وہاں سے ہٹا لی گئی تھی پھر رکھوا دی۔ ان باتوں سے متقشفین میں بڑی سراسیمگی پھیل گئی۔ اس زمانے میں ہر شخص کو اختیار رہے کہ اگر کسی کلیسا کا طریقۂ عبادت اُس کے عقیدے کے خلاف ہو تو کسی دوسری عبادت گاہ میں چلا جائے لیکن ان دنوں یہ بات ممکن نہ تھی۔ گرجا ایک تھا اُس کا طریقہ واحد تھا اور ہر شخص اس میں اوقات مقررہ پر حاضر ہونے کے لیئے مجبور تھا۔ ایسی حالت میں لاڈ کی وضع و قماش کے حاکم وقت کی طرف سے ایسی ایسے رد و بدل کا نفاذ جسے اکثر لوگ ناپسند کرتے ہوں بجز فساد کے اور

متقشفین کے ساتھ لارڈ کی نزاع۔

کوئی نتیجہ پیدا نہ کرسکتا تھا۔ متقشفین کی تعداد اب بہت بڑھ گئی تھی اور پارلیمنٹ کے حکم سے یوم السبت کی حرمت کا ایام سابق کے بہ نسبت بہت زیادہ اہتمام کیا جاتا تھا اور لہو و لعب سے لوگوں کو حکماً روکا جاتا تھا۔ قدیم زمانے میں اتوار والے دن اکثر دیہات میں کھیل تماشے ہوا کرتے تھے لیکن اب حکام عدالت دیہی نے اس بنا پر انھیں روکنا شروع کیا تھا میلوں میں لوگ شرابیں پی پی کر بدمست ہو جاتے ہیں جس سے شعایر سبت کی توہین ہوتی ہے۔ لارڈ اور بادشاد نے قانون وقت کو بالاے طاق رکھ کر عزم بالجزم کر لیا کہ اتوار کو کھیل تماشے کا سلسلہ پھر جاری کر دیا جائے اور پادریوں کو حکم دیا کہ اس کی تائید میں وعظ کہیں۔ پادریوں نے اس حکم کے ماننے سے انکار کر دیا اور اس انکار کی پاداش میں فرقۂ متقشفین کے صدہا پادری اپنی خدمتوں سے الگ کر دئے گئے۔ حکومت نے اتنے ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ انھیں ایام میں تین شخص عدالت ایوان کواکب سے لاڈ کی طرز حکومت کے خلاف رسایل لکھنے کی علت میں سزایاب ہوے ان میں سے ایک کا نام پرن تھا جو وکالت کا پیشہ کرتا تھا۔ دوسرا بیسٹوک نامی ایک طبیب تھا اور تیسرا ایک پادری جس کا نام برٹن تھا۔ ان تینوں کے کان کاٹ لیئے گئے اور جب یہ بیچارے بوچے ہو چکے تو انھیں عمر بھر کے لیئے قید کر دیا گیا۔ یہ حرکات مذبوحی ایسی تھیں کہ بہت سے اعتدال پسند لوگ بھی متقشفین کے طرفدار ہو گئے۔

پرن بیسٹوک اور برٹن کی سزا یابی۔ ۱۶۳۷ء۔

غرض اس طور پر بادشاہ اور اس کے وزرا رعایا کی عقیدت و الفت سے برابر محروم ہوتے چلے جا رہے تھے۔

چارلس نے "محضر حقوق" میں نایندگان قوم سے جو وعدے کیئے تھے انھیں وہ کبھی کا توڑ چکا تھا۔ اپنے پرانے دستور کے موافق رعایا سے ناجائز طور پر روپیہ وصول کرتا تھا اور جو لوگ مزاحمت کرتے تھے انھیں سخت سزا دیتا تھا۔ اب چونکہ ایک جنگی بیڑے کی ضرورت آپڑی تھی اس لیئے اس نے ساحل کی تمام بستیوں کے نام احکام جاری کیئے کہ جسطرح ہسپانیہ کے جنگی بیڑے کی چڑھائی کے وقت انھوں نے ملکہ الزبتھ کی مدد کی تھی (دیکھو صفحہ ۲۴۲) اسی طرح اس کیلیئے

بادشاہ زر سفینہ وصول کرتا ہے
۱۶۳۴ء لغایت ۱۶۳۶ء

بھی جہاز بہم پہنچائیں یا جہازوں کے بدلے "زر سفینہ" ادا کریں۔ یہ مطالبہ صریحاً اُس وثیقہ کے خلاف تھا جو بادشاہ نے رعایا سے "محضر حقوق" میں کیا تھا اور جب اس سے بھی متجاوز ہو کر اُس نے محصول زر سفینہ ساحلی آبادی کے علاوہ اندرون ملک کی آبادی سے وصول کرنا شروع کیا تو بکنگھم شائر کے ایک رئیس جان ہیمپڈن نامی نے محصول ادا کرنے سے انکار کر دیا اور عدالت میں استغاثہ دائر کیا۔ اگرچہ اس وقت تمام حکام عدالت بادشاہ ہی کے مقرر کیے ہوئے تھے پھر بھی بارہ میں سے پانچ نے دلیرانہ طور پر کہہ دیا کہ ہیمپڈن بالکل حق بجانب ہے۔ لیکن چونکہ کثرت رائے مدعی کے خلاف تھی اس لیے محصول برابر جاری رہا اور سارے انگلستان میں برہمی کی ایک لہر دوڑ گئی۔

ہیمپڈن کا مرافعہ۔

اگر چارلس اور لاڈ نے اسکاٹلینڈ والوں کو انگریزی کتاب عبادت کے استعمال کا حکم دینے سے ایک نیا جھگڑا انھیں دنوں میں مول نہ لیا ہوتا تو عجب نہ تھا کہ یہ طوفان بھی گزر جاتا لیکن جو ہونے والا ہے وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔ واقعہ اصلاح کلیسا کے وقت ہی سے اہل اسکاٹلینڈ یا تو جان ناکس کے آداب عبادت پر عمل کرتے چلے آئے تھے یا وقت کے وقت برجستہ الفاظ میں مفہوم عبادت خود ادا کر لیا کرتے تھے۔ اب جو انھیں ایک ایسی کتاب عبادت کے استعمال کا حکم دیا گیا جس میں انھیں پاپا کا رنگ جھلکتا ہوا نظر آتا تھا تو انھوں نے امتثال امر سے صاف انکار کر دیا۔ ایڈنبرا کے سب سے بڑے گرجا میں جب پادری نے نئی کتاب کھول کر دعا مانگنی شروع کی تو ایک بڑھیا نے ایک تپائی اٹھا کر اُس کے سر پر کھینچ ماری اور یہی شورش تمام اسکاٹلینڈ میں پھیل گئی۔ اس پر بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ کلیساؤں میں عبادت گزاروں کو اس خیرہ سری سے باز آنا اور شاہی حکم مان لینا چاہیے لیکن اس پیغام نے آگ کو زیادہ بھڑکا دیا اور اُنھوں نے باقرار صالح اُس قومی عہد کی تجدید کی جو ۱۵۸۱ء میں باندھا گیا تھا دیکھو صفحہ ۲۳۱) اور شرفا و امرا اور قسیسین اطراف و اکناف ملک میں ایک قرار نامہ لیے ہوئے گشت لگاتے

چارلس اہل اسکاٹلینڈ کو کتاب عبادت کے استعمال پر مجبور کرنا چاہتا ہے۔

متعاہدین ۱۶۳۸ء

پھرتے تھے جس پر لوگ ہر جگہ بآمادگی تمام دستخط کر دیتے تھے۔
بادشاہ سخت برہم ہوا اور فوج لیکر سرکشوں کی تادیب کے لیئے سرحد پر پہنچ گیا۔ لیکن شورش کرنے والوں نے بھی تیاریاں کر رکھی تہیں۔ ادھر انگریزی سپاہیوں نے اُن کے ساتھ ہمدردی کا اظہار شروع کر دیا اور چارلس کو متنبہ کر دیا گیا اُس کی فوج کبھی نہ لڑے گی۔ غرض اقتضائے وقت سے مجبور ہو کر وہ لنڈن واپس آیا لیکن جی میں ٹھان چکا تھا کہ دوبارہ فوج کشی کر کے اسکاٹلینڈ کی گردن کو توڑ کر رہیگا چنانچہ اُس نے ونٹورتھ کو جواب لارڈ اسٹرافرڈ کے لقب سے ملقب تھا آئرلینڈ سے واپس بلا بھیجا۔ اسٹرافرڈ نے آکر بادشاہ کو تو انعقاد پارلیمنٹ کا مشورہ دیا اور خود اپنی تربیت یافتہ اور قواعد داں فوج ہمراہ لانے کے لیئے اُلٹے پاؤں آئرلینڈ واپس گیا۔

لارڈ اسٹرافرڈ کی واپسی انگلستان۔

لیکن نہ تو اسٹرافرڈ کو اور نہ بادشاہ ہی کو اس بات کا علم تھا کہ رعایا میں کس حد تک بد دلی پھیل چکی ہے۔ پارلیمنٹ کا افتتاح ۱۳ اپریل سنہ ۱۶۴۰ء کو ہوا لیکن اس کے اجلاس صرف تین ہفتہ تک منعقد ہونے پائے۔ روپے کی منظوری دینے سے تو مبعوثین نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جب تک ہماری شکایات رفع نہ ہوں گی ہم ایک حبہ نہ دیں گے اور جب اسکاٹلینڈ کے ساتھ جنگ کرنے کا سوال پیدا ہوا تو اُنھوں نے کانوں میں انگلیاں دے لیں غرض چارلس نے حسب معمول اپنی ضد پر قائم رہ کر پارلیمنٹ کو توڑ دیا اور جو تھوڑی بہت فوج فراہم کر سکا تھا اُسی کو لیئے ہوئے شمال کی طرف روانہ ہوا لیکن اسکاٹلینڈ والوں نے پہل کر کے نارتھمبرلینڈ پر حملہ کر دیا تھا اور اب اُنھوں نے انگریزوں کو نیوبرن کے مقام پر جو نیوکیسل کے قریب واقع ہے پسپا کیا اور ڈرہم سے بالکل ہی نکال دیا۔ چارلس کو ایک بیش قرار رقم کے وعدے کے ساتھ مجبوراً صلح کرنی پڑی لیکن بغیر ایک اور پارلیمنٹ کے روپے کا ہاتھ آنا دشوار تھا۔

چند روزہ پارلیمنٹ سنہ ۱۶۴۰ء

اب چونکہ چارلس مبتلائے مشکلات تھا اس لیئے ضرور تھا کہ اب جو پارلیمنٹ آئے وہ اُس کا ذلیل ہوکر رہے چنانچہ اب جس پارلیمنٹ کا افتتاح ۳- نومبر ۱۶۴۰ء کو ہوا وہ "طویل پارلیمنٹ" کے نام سے موسوم ہے اور طویل وہ اس لیئے کہلانے لگی کہ اُس نے بادشاہ سے زیادہ عمر پائی۔ پہلا ہی کام مبعوثین دارالعوام نے یہ کیا کہ جن اشخاص کو کان کاٹ کر قید میں ڈال دیا گیا تھا انھیں فوراً رہا کر دیا لاڈ اور راسٹرا یفرڈ کی طرف سے اُن کے دل میں بہت ہی سخت گرہ پڑی ہوئی تھی اس لیئے کہ اُس نے وقت پر اپنی جماعت کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور آئرلینڈ کی ایک فوج کو انگلستان لانے کا منصوبہ باندھا تھا اور اسی کے ساتھ بادشاہ کو پارلیمنٹ کی مخالفت پر ابھارا تھا۔ وہ اسوقت یارک شائر میں تھا اور چاہتا تھا کہ آئرلینڈ چلا جائے لیکن چارلس نے اُس کو یقین دلایا کہ اگر وہ لندن آئے گا تو اس کا بال بیکا نہ ہونے پائے گا۔ اس وعدے سے مطمئن ہو کر وہ پائے تخت کی طرف روانہ ہوگیا۔ لیکن جب لندن پہنچ کر دارالامرا میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ پم اور اُس کے ساتھ تین سو مبعوثین پارلیمنٹ کی عدالت کے سامنے کھڑے ہیں اور اُس کے مواخذہ کیئے جانے کا پیغام دارالعوام کی طرف سے لائے ہیں۔ غرض وہ گرفتار ہو کر قلعہ لندن کی حوالات میں بھیج دیا گیا اور ۳۰ جنوری ۱۶۴۱ء کو اُس پر ویسٹ منسٹر ہال میں مقدمہ چلایا گیا۔ دوران تحقیقات میں سرہنری وین نے جس کا باپ بادشاہ کا مصاحب تھا اور جو خود پم کا بہت بڑا دوست تھا اپنے باپ کے بعض کاغذات سے اس بات کا ثبوت پیش کر دکھایا کہ اسٹرایفرڈ نے آئرلینڈ کی ایک فوج کی مدد سے ملک پر حکومت کرنے کی تجویز پیش کی تھی۔ بایں ہمہ ملزم کے خلاف قانون عام کی رو سے کوئی باضابطہ حجت قائم کر کے اُسے سزا دینا اس قدر مشکل تھا کہ ضابطہ کی تحقیقات کے بجائے پارلیمنٹ نے ایک مسودۂ قانون مشتمل بر حکم قصاص خاص طور پر جاری کیا۔ یہ مسودہ بادشاہ کے پاس دستخط کے لیئے بھیجا گیا۔ پہلے تو چارلس نے دستخط ثبت کرنے سے انکار کر دیا لیکن جب خلقت کا ایک غصے سے بھرا ہوا انبوہ

طویل پارلیمنٹ ۱۶۴۰ء لغایت ۱۶۵۳ء ۱۶۵۹ء لغایت ۱۶۶۰ء

اسٹرایفرڈ کا ماخوذ اور قتل ہونا ۱۶۴۱ء۔

قصر وہایت ہال کے چاروں طرف جمع ہو گیا اور ملکہ نالُف و ہراساں ہونے لگی تو بدرجۂ اخیر آنکھوں میں آنسو بھر کر اُس نے اس مسودۂ قانون پر دستخط کرنے کے لیئے جس نے اُس کے وفادار و فرمانبردار خادم کو حوالۂ دار ورسن کر دیا ایک جماعت نائبین مقرر کی۔ اسٹریفرڈ نے جس کا طرز عمل اس آخری وقت میں چارلس سے زیادہ شریفانہ نظر آتا ہے اپنے آقا کو لکھ بھیجا تھا کہ اُس وعدہ کے ایفا سے جو حضور نے میری حفاظت جان کے بارے میں کیا تھا میں حضور کو سبکدوش و بری الذمہ کرتا ہوں لیکن پھر بھی بادشاہ کا مصیبت کے وقت یوں ساتھ چھوڑ دینا اُسے بہت ہی تلخ گزرا چنانچہ مرتے وقت اُس کے منہ سے یہ جملہ نکل ہی گیا کہ بادشاہوں پر کبھی بھروسا نہ کرنا چاہیئے۔" اُس کا سر ۱۲ مئی ۱۶۴۱ء کو قلم کیا گیا اور لارڈ کے ساتھ یہی واقعہ کہیں ۱۶۴۵ء میں جا کر پیش آیا۔

اسٹریفرڈ کے مرنے کے بعد پارلیمنٹ نے بڑی بڑی اصلاحات کو رواج دیا۔ "قانون سہ سالہ" کے نام سے ایک قانون اس مضمون کا وضع کیا گیا کہ کم سے کم ہر تین سال کے بعد ایک پارلیمنٹ کا انعقاد ہوگا اور آیندہ کوئی پارلیمنٹ خود اپنی رضامندی کے بغیر نہ توڑی جا سکے گی۔ مجلس علاقۂ شمالی۔ عدالت دیوانی

نفاذ قانون سہ سالہ اور دوسری اصلاحات بر ۱۶۴۱ء

کواکب اور عدالت عالیہ نائبین کی موقوفی عمل میں آئی اور کچھ قوانین جاری کیئے گئے جن کی رو سے ناجائز محصولات کا لیا جانا ممنوع قرار پایا۔ اب پارلیمنٹ میں دو جماعتیں ہو گئی تھیں۔ ایک تو طرفداران دربار کا گروہ تھا جس میں وہ اشخاص شریک تھے جو نہ چاہتے تھے کہ بادشاہ کے ساتھ بہت زیادہ سختی برتی جائے۔ اس گروہ کے دو سردار تھے۔ لارڈ فاکلینڈ اور ہائڈ۔ فاکلینڈ ایک بہادر کریم النفس اور شریف طبیعت امیر تھا اور ہائڈ وہی ہے جو آگے چل کر لارڈ کلیرنڈن کے لقب سے ملقب ہوا۔ دوسرا گروہ متقشفین کا تھا اور اس گروہ کا سرگردہ پم تھا پم کی یہ تجویز تھی کہ آیندہ سے ارکان کونسل ارکان عدالت اور وزرائے سلطنت کا تقرر پارلیمنٹ کے اختیار سے ہوا کرے۔ اس تجویز پر بحث ہو ہی رہی تھی اور چارلس اسکاٹلینڈ میں ایک مہم پر گیا ہوا تھا کہ آئرلینڈ سے دل ہلا دینے والی خبریں وصول ہوئیں

اسٹریفرڈ کا زبردست ہاتھ اٹھتے ہی آئرلینڈ کی کیتھولک آبادی نے جس پر وہ بڑے بڑے ظلم کر چکا تھا ۲۳ اکتوبر ۱۶۴۱ء کو ایک ہنگامۂ عظیم برپا کر کے اسکاٹلینڈ اور انگلستان کی نسل کے مردوں عورتوں اور بچوں کو تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا۔ اور انھیں اپنے مکان سے برف میں ٹھٹھر ٹھٹھر کر مرجانے یا دریا میں ڈوب مرنے کے لیئے رگید رگید کر نکال دیا۔

آئرلینڈ کے پروٹسٹنٹوں کا قتل عام ۱۶۴۱ء۔

سارے انگلستان میں اس خبر کے پہنچتے ہی ایک سناٹا چھا گیا اور جب آئرلینڈ والوں نے بادشاہ کا ایک سربمہر فرمان پیش کیا جس میں انھیں کھلے بندوں ہتیھار اٹھانے کی اجازت دی گئی تھی تو ملک میں ایک کھلبلی سی پڑ گئی یہ سچ ہے کہ ایسا قتل عام چالیس کے وہم و گمان میں کبھی نہ گزرا تھا لیکن اس میں ذرا شک نہیں کہ اُس نے آئرلینڈ والوں کو انگریزی پارلیمنٹ کے خلاف بھڑکانے کا منصوبہ ضرور باندھا تھا۔ اس منصوبے میں اُسے کامیابی تو ہوئی لیکن نہ اُس شکل میں جو اُس نے اپنے ذہن میں قایم لی تھی اس سلیئے کہ پم اور ہیمپڈن نے پارلیمنٹ میں بڑی دلیری سے اس بات کا اعلان کر دیا کہ ہم لوگ آیندہ سے نہ بادشاہ پر بھروسا کر سکتے ہیں اور نہ اُس کے وزرا پر۔ چنانچہ ایک "احتجاج عظیم" ضبط تحریر میں لایا گیا جس میں

احتجاج عظیم۔

گزشتہ چار سال کے تمام نوائب و مصائب کا جو انھیں برداشت کرنے پڑے تھے بہ تفصیل اعادہ کرنے کے بعد یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ وزرا کا تقرر آیندہ سے پارلیمنٹ کیا کرے اس پر صبح سے لیکر آدھی رات گئے تک ایک بڑی معرکے کی بحث ہوتی رہی۔ اور آخر "احتجاج عظیم" کا مسودہ ایک ایسے ہنگامے میں منظور ہوا کہ اگر ہیمپڈن جیسا مستقل مزاج شخص موجود نہ ہوتا تو ضرور کشت و خون کی نوبت آجاتی ؛

پانچ دن بعد بادشاہ اسکاٹلینڈ سے واپس آیا اور یہ سمجھ کر کہ اب بھی پارلیمنٹ کے بہت سے اراکین اُس کا ساتھ دیں گے اُس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ لارڈ کمبلٹن اور دار العوام کے پانچ اراکین یعنی پم ہیمپڈن ہاکس ہلیسل گیا اور اسٹروڈ پر الزامات قائم کر کے مقدمہ چلایا جاسے۔ اُس نے اپنی "شاہانہ عزت کی قسم کھا کر" وعدہ کیا تھا کہ

کسی قسم کا جبر و تشدد روا نہ رکھا جائے گا۔ لیکن دارالامرار و دارالعوام نے اُسکے قول کا مطلق اعتبار نہ کیا اور مبعوثین زیر عتاب کی حوالگی سے صاف انکار کر دیا۔ دوسرے دن چارلس اپنے قول سے پھر گیا اور کچھ سنتریوں او رمسلح سواروں کی ایک بڑی جمعیت لیئے ہوئے پانچوں مبعوثین کی گرفتاری کے لیئے ایوان پارلیمنٹ میں داخل ہوا۔ دیکھا تو پانچوں کی جگہ خالی تھی۔ اُن کے رفیقوں نے پیش بندی کر کے انھیں شہر کے اندر ایک محفوظ مقام میں بھیج دیا تھا۔ غرض بادشاہ نے تمام مبعوثین سے مخاطب ہوکر کہا کہ میرے قیدی یہاں نظر نہیں آتے اچھا جب آئیں تو آپ لوگ ہی انھیں میرے پاس بھیج دیں ورنہ اُن کا پتا میں آپ لگا لوں گا یہ کہکر وہ غصے سے بھرا ہوا چل دیا اور مبعوثین چلاتے رہے کہ ہم لوگ خاص حقوق رکھتے ہیں ہم لوگ گرفتاریوں سے مستثنیٰ ہیں۔

پانچ مبعوثین کی گرفتاری کا اقدام۔

پانچوں ملزمین کو چارلس کی ہوا تک نہ لگنے پائی۔ شہر لندن جس کی طاقت پہلے کی نسبت کہیں زیادہ بڑھ گئی تھی اب مطلقاً حامیان آزادی کا طرفدار ہو گیا۔ پائے تخت انگلستان آج کل نرا تجارتی مال کے گوداموں اور دفتروں کا مجموعہ نظر آتا ہے لیکن اُن دنوں اس کی یہ حالت نہ تھی۔ اُس زمانے میں تین لاکھ باشندے ٹمپل بار اور اکسچینج کے درمیان بستے تھے۔ تجار اپنے آراستہ و پیراستہ مکانوں میں رہتے تھے اور دکاندار اپنی دکانوں کی بالائی منزل میں اپنے شاگردوں کے ساتھ سکونت رکھتے تھے۔ دکانوں کے سامنے سائبان پڑے ہوئے تھے جن میں یہ شاگرد "آئیے آئیے کس چیز کی ضرورت ہے" کے آوازے لگا لگا کر گاہکوں کو بلاتے اور خریداری کی ترغیب دیتے تھے۔ ہر پیشہ کی ایک جداگانہ جماعت ہوتی تھی۔ مثلاً درزیوں کی جماعت الگ تھی۔ مچھلی بیچنے والوں کی الگ۔ سناروں کی جدا۔ ان جماعتوں نے اپنی اپنی حفاظت کے لیئے مسلح قواعد داں دستے تیار کر رکھے تھے جن میں تاجر دکاندار اور شاگرد افسروں اور سپاہیوں کا کام دیتے تھے۔ اس زبردست جمعیت کی حفاظت میں پانچوں مبعوثین اب دارالعوام کی ایک مجلس منتخبہ کے اجلاس میں ہر روز شریک

اہل لندن بادشاہ کو آنکھ دکھاتے تھے۔

ہونے لگے اور ایک ہفتے کے بعد بڑی دھوم دھام کیساتھ دریا کے کنارے کنارے پارلیمنٹ کے بھرے اجلاس میں پھر لائے گئے۔

خانہ جنگی کا آغاز ۲۲ اگست ۱۶۴۲ء۔

اب یہ بات روز روشن کی طرح آشکار ہوگئی کہ بادشاہ کا لندن میں کوئی اختیار باقی نہیں رہا۔ چنانچہ وہ اپنے اہل وعیال کو ساتھ لیکر ہیمپٹن کورٹ کو روانہ ہوگیا۔ ملکہ بڑے بچوں کے ساتھ جہاز پر سوار ہوکر ہالینڈ چلی گئی اور روپیہ بہم پہنچانے کے لئے شاہی جواہرات اپنے ہمراہ لیتی گئی۔ ۲۲۔ اگست ۱۶۴۲ء کو بادشاہ نے ناٹنگھم میں اپنا علم بلند کیا اور اسی وقت سے خانہ جنگی شروع ہوگئی۔

آیندہ چار سال کا زمانہ برابر جنگ میں گزرا اور انگلستان میں ہر طرف خونریزی کا سلسلہ جاری رہا۔ فریقین کا تعین سرسری طور پر یوں کیا جاسکتا ہے کہ مغربی اور شمالی علاقے کی آبادی تو بادشاہ کی طرفدار تھی اور مشرقی وجنوبی حصے کے لوگ پارلیمنٹ کے حامی تھے۔ بیشتر امرا اور دار العوام کے آدھے مبعوثین بادشاہ کے جھنڈے تلے جمع ہوگئے۔ بادشاہ کا بھتیجا شہزادہ روپرٹ جو فرمانفرمائے پیلٹائن کا بیٹا تھا شاہی رسالے کا سردار مقرر ہوا۔ رسالے میں شرفاء عمائد اور اُن کے بیٹے شریک تھے اور سب کے سب نہایت دلیر وشجاع اور فن شہسواری میں طاق تھے۔ یہ رسالہ شہزادہ روپرٹ کا رسالہ کہلاتا تھا اور بادشاہ کے طرفداروں کی ساری جماعت "شہسوار" کے امتیازی عرف سے معروف تھی۔ دار العوام کے باقی نصف مبعوثین بیس امرا اور کثیر التعداد دیہاتی معززین کسانوں تاجروں اور بیوپاریوں کے ساتھ پارلیمنٹ کی حمایت میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور چونکہ تمام نوکروں اور دوکانداروں کے شاگردوں کی وضع یہ تھی کہ سر کے بال خشخاشی رکھتے تھے اس لیئے شہسوار ازراہ حقارت انھیں "سرگھٹے" کہتے تھے۔

شہسوار۔

سرگھٹے

اوّل اوّل بادشاہ کا پلہ بھاری رہا۔ امیر ایسکس جو پارلیمنٹ کی فوج کا سرلشکر تھا چارلس کو زیر کرنے کے بجائے اُس کے ساتھ شرائط صلح طے کر لینے کا زیادہ خواہشمند تھا۔ ادھر شہزادہ روپرٹ کے پھرتیلے اور کڑیل سواروں نے اُن

نقشہ نمبر ۵ طوائف الملوکی انگلستان کے مخصوص محاربات و محاصرات

کسانوں اور دکانداروں کے جھگے چپڑار گھے تھے جنھوں نے ہابیل اور جرازہ باٹ چھوڑ کر سپاہیانہ زندگی نئی نئی اختیار کی تھی - ۲۲ ستمبر کو پاؤک برج اور ۲۳ اکتوبر کو ایج ہل کے مقامات پر جو دارک شائر میں واقع ہیں اگرچہ فریقین میں سے فتح کامل کا سہرا کسی کے سر بھی نہ رہا لیکن بحیثیت مجموعی شاہی افواج غالب رہیں اور ایسکس پسپا ہوگیا چارلس برابر اس کا تعاقب کرتا رہا تاآنکہ ۱۲ نومبر کو اس نے برنٹفرڈ میں پہنچ کر لندن کو خطرے میں ڈال دیا - اگرچہ پایۂ تخت پر اس کا قبضہ ہو جاتا اور اسکی ساری دولت اسکے ہاتھ آجاتی تو شاید جنگ کا خاتمہ ہوگیا ہوتا لیکن اہل شہر کی قواعد داں مسلح جماعتیں دلیرانہ طور پر بڑھے جاتے ہوئے حملہ آوروں کے مقابلے کے لئے ٹرنم گرین تک آپہنچیں اور شاہی فوج کو پسپا ہونا پڑا -

پاؤک برج اور ایج ہل کے معرکے ۱۶۴۲ء -

چارلس نے اب اپنا مستقر آکسفرڈ میں قایم کرلیا اور جنوبی و مغربی اضلاع میں بتدریج شاہ پسندوں کا عمل دخل ہوگیا - اب طول و عرض ملک میں ہر طرف بازار قتال و جدال گرم تھا - شمال میں شاہی افواج نے پارلیمنٹ کے سرلشکر فیرفیکس کا قافیہ تنگ کر رکھا تھا - مغرب میں اہل کارنوال جو بڑے پرجوش اور سرگرم شاہ پسند تھے جنرل ویلر کو شکستوں پر شکستیں دے رہے تھے - ادھر شہزادہ روپرٹ آکسفرڈ شائر میں ایسکس سے جنگ کر رہا تھا پارلیمنٹ کی کونسل کو برابر یہی امید لگی ہوئی تھی کہ فریق ثانی سے صلح ہو جائے گی صرف پم اور ہیمپڈن اس بات کو خوب سمجھے ہوئے تھے کہ فتح و شکست ہی سے اس آویزش کا خاتمہ ہو سکتا ہے لیکن ان دونوں جوانمردوں کا رشتۂ حیات بہت جلد منقطع ہو جانے والا تھا - ۱۸ جون ۱۶۴۳ء کو ویلر کے مقابلے میں مغرب کی طرف بڑھتے ہوئے ہیمپڈن کو جسکی ماتحتی میں سواروں کا ایک مختصر سا دستہ تھا بکنگھم شائر میں چالگرو کے مقام پر شکست دی اور ہیمپڈن کاری زخم کھا کر میدان جنگ سے اس حالت میں نکلا کہ سر جھکا ہوا تھا اور ہاتھ گھوڑے کی گردن میں حائل تھے چھ دن تک مقام تھیم میں موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا اور کونسل کے لیے اپنی تجاویز سپرد قلم کرنے کی کوشش میں مصروف رہ کر اس نے دم توڑ دیا - مرتے وقت

شاہ پسندوں کی کامیابیاں ۱۶۴۳ء -

اُس کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے کہ "بار خدایا میرے ملک کو بچا"۔ آیندہ دو مہینے کے عرصے میں یکے بعد دیگرے متعدد شہروں پر شاہی افواج کا قبضہ ہوتا گیا۔ باتھ، اکسیٹر، برسٹل، ڈارچسٹر اور ریڈنگ اور شہر سر ہو گئے اور گلاسٹر کا شدومد سے محاصرہ کر لیا گیا۔ پارلیمنٹ اس وقت بڑے خطرے میں تھی اس لیئے کہ اہل لندن کی بے اطمینانی اور بے چینی صورت حالات کو دیکھ دیکھ کر بڑھتی جاتی تھی۔ لیکن ظلمت شب کے بعد سفیدۂ سحر نمودار ہونے کے قریب تھا۔ بڑی کوششوں سے ایسکس کی قیادت

پارلیمنٹ کی کامیابیاں فاکلینڈ کی موت ۲۰ ستمبر ۱۶۴۳ء

میں ایک نئی فوج فراہم کی گئی جس سے اُس نے محاصرہ گلاسٹر کی بساط الٹ دی یہاں سے پلٹ کر ۲۰ ستمبر ۱۶۴۳ء کو اُس کا مقابلہ شاہی افواج سے برکشائر میں بمقام نیوبری ہوا جہاں لارڈ فاکلینڈ زخموں سے چور ہو کر گرا اور "صلح! صلح!!" کہتا ہوا عالم جاودانی کو سدھار گیا۔

اس اثنا میں پِم نے سر ہنری وین کو کمک مانگنے کے لیئے اسکاٹلینڈ بھیجا تھا اس امداد طلبی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بتاریخ ۲۵ ستمبر باقرار صالح ایک عہد نامہ مرتب ہوا جس میں اہل اسکاٹلینڈ نے وعدہ کیا کہ اس شرط پر کہ پربیٹیرین مذہب کی حفاظت کیجائے گی ہم پارلیمنٹ کی طرف سے ہو کر لڑیں گے۔ اس عہد نامہ پر دستخط ثبت ہوئے ہی تھے کہ پِم جیسے فکروں نے گھلا دیا تھا ۸ دسمبر کو انتقال کر گیا۔ لیکن اُس کی قائم مقامی کے لیئے

اہل اسکاٹلینڈ کے ساتھ قرارداد ۲۵ ستمبر ۱۶۴۳ء

ایک اور سربرآوردہ شخص آلیور کرامویل پہلے ہی سے تیار تھا۔ کرامویل جس کا باپ ہنٹنگڈنشائر کا ایک رئیس تھا طبیعت کا سخت دھن کا پکا اور بڑا پرجوش واقع ہوا تھا اور ایک مدت سے اپنے ملک کے مشکلات و مصائب کو دیکھ دیکھ کر کڑھ رہا تھا۔ ۱۶۲۸ء میں جب "محضر حقوق" کا نفاذ عمل میں آیا تو وہ دارالعوام میں مبعوث کی حیثیت سے شریک

آلیور کرامویل۔

تھا۔ ۱۶۴۰ء میں اُس نے عدالت ایوان کواکب کے سفاکانہ مظالم کے خلاف ایک تقریر کی تھی اور جب جنگ شروع ہوئی تو اُس نے پارلیمنٹ کی فوج میں شرکت کی غرض سے ایک دستۂ فوج فوراً فراہم کرنا شروع کر دیا۔ ابتدائے جنگ ہی میں اُس نے دیکھ لیا تھا کہ پارلیمنٹ

کے جھنڈے تلے جو اراذل وانفار آ جمع ہوئے تھے وہ ہرگز اس قابل نہ تھے کہ
اولوالعزم شہسواروں کا مقابلہ کر سکیں اور اسی خیال سے اُس نے جو دستۂ فوج
مرتب کیا اُس میں شرفا اور صاحب جائداد اشخاص شریک کیئے جو لوٹ مار کے لیئے
نہیں بلکہ آزادی اور مذہب کی خاطر جنگ کرتے تھے۔ اس وضع کی جماعت میں ہر شخص
کے مذہبی معتقدات کا مختلف ہونا لازمی تھا۔ لیکن کرامول کو کسی کے عقیدے

کرامول کے فولاد پہلو۔

سے کچھ سروکار نہ تھا۔ اُس کے نزدیک سپاہی کا "پرسبیٹیرین"
یا "بپ ٹسٹ" (اصطباغی) یا "انڈیپنڈنٹ" (آزاد خیال) ہونا
ایک تھا بشرطیکہ خدا کا عشق اُس کے دل میں ہو اور پارلیمنٹ کے لیئے جان لڑا دینے
پر وہ تلا ہوا ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پم کی وفات سے بہت پہلے کرامول کا دستۂ فوج
جو "فولاد پہلو" کہلانے لگا تھا روپرٹ کے رسالے کی طرح مشہور ہو گیا اور
جدھر یہ جرار جمعیت جاتی تھی فتح اُن کے قدم بہ قدم رہتی تھی۔ پہلی بڑی جنگی
کامیابی جو پارلیمنٹ کو حاصل ہوئی اسی فوج کی بدولت حاصل ہوئی۔ جس کی کیفیت

جنگ مارسٹن مور۔ ۲ جولائی ۱۶۴۴ء۔

یہ ہے کہ پم کی وفات کے سات مہینے بعد ۲ جولائی ۱۶۴۴ء
کو اسکاٹلینڈ والوں اور سرگھٹوں کی متفقہ جمعیت نے جرنیل
فیرفیکس کی سرداری میں مارسٹن مور کے میدان پر شاہی افواج
کو ہزیمت دی۔

کرامول کا اثر اب بہت بڑھ گیا تھا اور اُسے یہ بات صاف نظر آ رہی تھی کہ جب تک
پارلیمنٹ کی فوج کے افسر زیادہ ثابت قدم اور مستقل مزاج نہ ہوں گے جنگ
کبھی ختم نہ ہو گی۔ چنانچہ کونسل کے سامنے اُس نے تجویز پیش کی کہ فوجی انتظام از سرِ نو
مرتب ہونا چاہیئے اور اراکین پارلیمنٹ کے بجائے جو سر لشکر ہیں فوج کی سرداری پر
فوجی افسر مقرر ہونے چاہئیں۔ یہ تجویز منظور کر لی گئی اور ایک ضابطہ کی رو سے جسے

قانون ایثار ۱۶۴۵ء۔

"قانون ایثار" کا نام دیا گیا پارلیمنٹ کے اراکین اپنی اپنی سرداری
سے دست کش ہو گئے فوج کی ترتیب از سرِ نو عمل میں آئی۔
سر ٹامس فیرفیکس اس کا سپہ سالار مقرر ہوا اور اُس کی خاص استدعا پر کرامول کو ایک قلیل
عرصے کے لیئے لفٹنٹ جرنیل کے عہدے پر بدستور مامور رہنے دیا گیا اس قلیل

عرصے میں جو کام انجام دینا مقصود تھا اتمام کو پہنچ گیا عسکر نمونۂ جدید نے کہ فوج اب اسی نام سے پکاری جاتی تھی ۱۴۔جون ۱۶۴۵ء کو نیسبی کے مقام پر جو نارتھمپٹن شائر میں واقع ہے شاہی افواج سے مقابلہ کیا اور اُسے شکست فاش دی۔چارلس میدان جنگ سے فرار ہو کر ویلز چلا گیا اور بعد میں اسکاٹلینڈ کی فوج سے نیوارک میں جا ملا۔اور رفتہ رفتہ تمام قلعہ بند فوجوں کو پارلیمنٹ کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے اب کونسل بادشاہ کو پھر اپنا سرتاج تسلیم کر لینے کے لئے آمادہ ہو گئی بشرطیکہ وہ ارکان کونسل کو بیس سال کے لیئے فوج پر کامل اختیار دے دے اور متشفین کو مذہبی آزادی بھی عطا کرے لیکن چارلس ابھی تک اس بات پر تُلا ہوا تھا کہ ایک فریق کو دوسرے فریق سے لڑا دے تاکہ دونوں کی باہمی مخالفت سے اس کی خودمختاری کا سامان پیدا ہو جائے آخر اسکاٹلینڈ والوں نے اُس کی ریشہ دوانیوں اور منصوبہ بازیوں سے اکتا کر مصارف جنگ کی بابت چار لاکھ پاؤنڈ لینے منظور کر کے بادشاہ کو بتاریخ ۳۰ جنوری ۱۶۴۷ء پارلیمنٹ کے حوالے کر دیا۔

جنگ نیسبی ۱۴۔جون ۱۶۴۵ء

چارلس کے فروکش ہونے کا انتظام ہومبی ہاؤس میں کیا گیا جو نارتھمپٹن شائر میں واقع ہے اور اس کے ساتھ بڑے ادب واحترام کا برتاؤ کیا گیا۔اُسے جلد ہی پھر بادشاہ ہونے کی امید بھی بندھ چلی تھی اس لیئے کہ پارلیمنٹ اور فوج کا آپس میں جھگڑا ہو پڑا تھا۔بات یہ تھی کہ جنگ چونکہ ختم ہو چکی تھی اس لیئے پارلیمنٹ فوج کو تنخواہ کی بابت صرف چھوٹا حصہ دے کر رخصت کر دینا چاہتی تھی۔لیکن فوج ایسے اشخاص سے مرکب تھی جنھوں نے اپنے مذہب اور آزادی کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں کی تھیں۔وہ بھلا اپنی حق تلفی کیونکر گوارا کر سکتے تھے۔اُنھوں نے صاف کہہ دیا کہ جب تک ہم سے یہ وعدہ نہ کیا جائے گا کہ ہم اپنی پسند کا طریقۂ عبادت اختیار کرنے میں آزاد ہیں اور جب تک ہماری بقایا ادا نہ کی جائے گی اور بیواؤں اور یتیموں کے گزارے کا انتظام نہ کیا جائے گا ہم ہرگز رخصت نہ ہوں گے۔دراصل وہ خوب جانتے تھے کہ قوت کا پلہ انھیں کی طرف جھکا ہوا ہے اور کسی کو اُن کے آگے مجال چون وچرا نہیں۔غرض ایک دن ۳۰۔جون ۱۶۴۷ء کو،جبکہ پارلیمنٹ کے ساتھ اُن کا

بادشاہ قید میں ۱۶۴۷ء

جھگڑا چل رہا تھا کارنٹ جائس کی کمان میں سواروں کا ایک دستہ ہومبی ہاؤس پہنچا اور بادشاہ کو پکڑ کر ہمپٹن کورٹ لے گیا تاکہ سارے اختیارات کی باگ فوج ہی کے ہاتھ میں رہے۔ اسی درمیان میں شہر کے انفار و اجلاف کے ایک انبوہ نے پارلیمنٹ پر دھاوا کر دیا اور سخت ہنگاموں کے وقوع کا احتمال پیدا ہوگیا۔ اس نازک حالت میں فوج کے ایک حصّے نے کراموِل اور فیرفیکس کی سرکردگی میں لندن کی طرف کوچ کیا اور بادشاہ کے ساتھ اپنے طور پر شرائط طے کرنے کا مصمم عزم کر لیا۔

بادشاہ کو فوج گرفتار کر لیتی ہے

لیکن وہی پرانی داستان اب پھر دہرائی جانے لگی۔ بہانہ باز چارلس بظاہر تو کراموِل اور فیرفیکس کے ساتھ سمجھوتہ کرنے لگا لیکن در پردہ برابر آئرلینڈ اور اسکاٹلینڈ والوں سے ساز و باز کرتا رہا اور اس شرط پر کہ وہ اس کی حمایت میں تیغ بکف اٹھ کھڑے ہوں دونوں کی متھ مانگی خواہشوں کے برلانے کے وعدے کرتا رہا۔

۱۲۔ نومبر کو وہ فرار ہوکر جزیرۂ وائٹ میں جا پہنچا جہاں وہ پھر قلعۂ کاریبرُک میں بند کر دیا گیا۔ لیکن اپنی خفیہ ریشہ دوانیوں میں وہ اس حد تک ضرور کامیاب ہوا تھا کہ اسکاٹلینڈ والوں کو تو اس نے انگلستان پر فوج کشی کرنے پر راضی کر لیا اور ویلز، کینٹ اور ایسکس میں شاہ پسند جماعت سے ایک بغاوت برپا کرا دی۔

چارلس اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ والوں کے ساتھ سازو باز کرتا ہے۔

اب دوسری مرتبہ ملک میں خانہ جنگی شروع ہوگئی اور یہی بادشاہ کی تباہی و بربادی کا باعث ثابت ہوئی۔ فیرفیکس نے کینٹ اور ایسکس کی شورش دبا دی کراموِل نے ویلز کا ہنگامہ فرو کر دیا اور اس کے بعد اسکاٹلینڈ والوں کو پرسٹن کے میدان میں بتاریخ ۱۷۔ اگست ۱۶۴۸ء شکست دی۔ سپاہی میدان جنگ سے جی میں یہ بات ٹھان کر واپس آئے کہ ایسے بادشاہ کا کام ہی تمام کر دینا چاہیئے جو انھیں جھوٹے وعدوں سے ٹالتا اور فریب دیتا ہوا در پردہ جنگ کی آگ بھڑکاتا ہو۔ انھیں اس بات کا یقین ہوگیا تھا کہ جب تک چارلس کے دم میں دم رہے گا ملک میں امن و امان ہرگز قائم نہ ہونے پائے گا۔ ارکانِ عدالت کو بادشاہ پر مقدمہ چلانے سے ضرور انکار تھا اور پارلیمنٹ بھی کوئی ایسی عدالت قائم کرنے پر

دوسری خانہ جنگی ۱۶۴۸ء

رضامند نہ تھی جو بادشاہ سے مواخذہ کرے۔ لیکن فوج کو جو اسوقت مختار جزو کل تھی ان باتوں کی مطلق پروانہ تھی چنانچہ ایک دن صبح سویرے ہی کرانیل پرائڈ سپاہیوں کی ایک پلٹن لئے ہوئے پارلیمنٹ کے دروازے پر آ کھڑا ہوا اور سر ہنری وین کی طرح جن جن مبعوثین نے اپنے بادشاہ پر مقدمہ چلا کر اُس کی نسبت فیصلہ صادر کرنے سے انکار کیا اُن سب کو جبراً ایوان پارلیمنٹ سے نکال دیا اس واقعے کو "خروج پرائڈ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

خروج پرائڈ
۲۵۔ دسمبر ۱۶۴۸ء

جب یہ جبریہ کارروائی ختم ہو چکی تو صرف تریپن مبعوثین باقی رہ گئے جنھوں نے ایک سو پینتیس اشخاص کی ایک عدالت مقرر کی۔ بریڈشا جو اس زمانے کا ایک مشہور قانون داں تھا عدالت کا میر مجلس بنایا گیا اور کرامویل بھی اپنے داماد آئرٹن کے ساتھ اس میں شریک ہوا۔ لیکن جب مشہور جرنیل فیرفیکس کا نام پکارا گیا تو اُس کی بی بی نے بآواز بلند کہا کہ "وہ یہاں موجود نہیں ہے اور کبھی آئے گا بھی نہیں۔ آپ لوگ ناحق اس کا نام پکارتے ہیں"۔

اس عدالت کے سامنے جسکے اجلاس میں صرف تریسٹھ رکن شریک ہوئے بادشاہ ۲۰۔ جنوری ۱۶۴۹ء کو طلب کیا گیا اور ظالم غدار اور قاتل ہونے کے الزامات اُس پر قائم کیے گئے عدالت کی کارروائی کیا تھی قانون کا اچھا خاصہ مضحکہ تھا۔ بادشاہ صفائی کیا پیش کرتا۔ اُس نے اپنی برارت میں ایک لفظ تک زبان سے نہ نکالا اور عدالت نے اُس کے حق میں سزائے موت تجویز کی۔ نودن بعد اُس نے اپنے دو سب سے چھوٹے بچوں ہنری اور الزبتھ سے کہ یہی دونوں انگلستان میں موجود تھے آخری حسرت بھری ملاقات کی اور ہنری سے کہا کہ بیٹا جبتک تمھارے بڑے بھائی چارلس اور جیمز زندہ رہیں کبھی تخت نشینی پر رضامند نہ ہونا۔ بہادر لڑکے نے جواب دیا کہ باواجان اطمینان رکھیئے میرے جسم کی بوٹیاں بھی کوئی نوچ ڈالے گا تو میں آپ کے حکم سے سرتابی نہ کروں گا اس کے بعد چارلس پوری دلجمعی اور وقار و تمکنت سے سولی پر جو قصر وھائٹ کے ایک دریچے کے باہر نصب تھی کسی قسم کا اضطراب ظاہر کیے بغیر چڑھ گیا اور اُس کا سر قلم کر دیا گیا۔ اس واقعے کی تاریخ ۳۰۔ جون ۱۶۴۹ء ہے۔

بادشاہ بعد تحقیقات قتل کیا جاتا ہے۔
۳۰۔ جنوری ۱۶۴۹ء

اٹھارھواں باب

انگلستان میں جمہوری نظام حکومت کے قیام کی کوشش

حکومت جمہوری

سنہ ۱۶۴۹ء لغایت سنہ ۱۶۶۰ء

بادشاہ پیوند زمین ہو چکا تھا اور ملک میں اگر حکومت کا کوئی نظام باقی تھا تو اس کے شیرازہ بندگنتی کے وہ چند اشخاص رہ گئے تھے جن کی ذات سے پارلیمنٹ ابھی تک قائم تھی اور جن کی تعداد کسی طرح اسی سے زیادہ نہ تھی۔ انھوں نے دارالامرا کو توڑ کر اعلان کر دیا کہ حکومت کے لیئے بادشاہ کا وجود غیر ضروری ہے۔ اس کے بعد نظم و نسق مملکت کیلیئے انھوں نے ایک مجلس انتظامی کا انتخاب کیا جس کے ارکان کی تعداد چالیس تھی اور قلمرو کے طول و عرض میں مشتہر کر دیا کہ آج سے انگلستان کی طرز حکومت جمہوری ہے یعنی یہ ایک آزاد سلطنت ہے اس نوخاستہ حکومت پر جو ایک بادشاہ کے خون سے پیدا ہوئی تھی اور پھر بھی ملک کی بہی خواہی پر آمادہ تھی ہمیں اسی کے نقطۂ نظر سے تبصرہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ فیرفیکس اور وین یہ دیکھ کر کہ چارلس کے قتل کے ہیبت ناک سانحے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا اب بے سود محض ہے پھر اس میں آملے۔ خشونت طبیعی اور حرارت مذہبی کا وہ زندہ مجسمہ کرامویل بھی جو اپنے تمام افعال و اعمال میں عہد عتیق کے سخت احکام کا متبع تھا رکن مجلس تھا۔ دوسرے سربرآوردہ اراکین میں بریڈشا اور کرامویل کے داماد آئرٹن کا نام لیا جاسکتا ہے۔ بریڈشا کی نیک نیتی میں کلام نہیں اس نے اپنے بادشاہ کے حق میں سزائے موت اس لیئے تجویز کی تھی کہ اُسے ڈر تھا کہ بادشاہ ملک کو تباہ و برباد کر دے گا۔ آئرٹن بھی ایک دلیر اور راستباز سپاہی تھا۔ ان کے علاوہ مجلس میں جمہوریت کے اور بھی کئی بیلے لاگ اور کھرے

حکومت جمہوری کا اعلان
۱۹۔ مئی سنہ ۱۶۴۹ء۔

طرفدار مثلاً مارٹن اسکاٹ لڈلو اور ٹامپسن شریک تھے۔

ان لوگوں کو جو کام انجام دینا تھا وہ بڑا کٹھن تھا۔ سارا یورپ اُن کی طرف سے بدگمان ہو رہا تھا۔ ہیگ میں جہاں بادشاہ کا سب سے بڑا بیٹا چارلس اسٹوارٹ علانیہ چارلس ثانی شاہ انگلستان تسلیم کیا جاتا تھا ان کا ایک سفیر دن دہاڑے مارا جا چکا تھا۔ اور اُن کا پہلا اجلاس بھی ابھی منعقد نہ ہونے پایا تھا کہ ان کا ایک اور سفیر میڈرڈ پایۂ تخت ہسپانیہ میں قتل کر دیا گیا۔

حکومت جمہوری کی مشکلات

خود اہل انگلستان بھی گرانبار محصولات جنگ کی وجہ سے بددل ہو رہے تھے اور ملک بھر میں قزاقوں اور برطرف شدہ شاہ پسند لشکریوں نے اپنے دستبرد سے ایک اودھم مچا رکھا تھا۔ اس عام بے امنی میں ایک کتاب نے جس کا نام "شبیہ خسروی" تھا۔ اور بھی اضافہ کر دیا۔ یہ کتاب حقیقت میں تو ایک شخص ڈاکٹر گاڈن کی تصنیف تھی لیکن عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ شاہ چارلس نے اسے اپنے زمانۂ اسیری میں تصنیف کیا۔ اس میں شاہ مقتول کے زہد واتقا اور مصائب ونوائب کا ذکر ایسے دردناک پیرائے میں کیا گیا تھا کہ پڑھنے والوں کا دل بے اختیار بھر آتا تھا اور اکثر لوگ یہی گمان کرتے تھے کہ وہ راہ حق میں شہید ہوا ہے اور کھلم کھلا اس تمنا کا اظہار کرتے تھے کہ کاش خانہ جنگی سے پیشتر کا اچھا زمانہ پھر کروٹ لیتا۔

شبیہ خسروی ۔

ایک اور افتاد بیٹھے بٹھائے یہ آپڑی کہ اہل اسکاٹلینڈ نے ۱۲ ۔ فروری ۱۶۴۹ء کو اعلان کر دیا کہ چارلس دوم ہمارا بادشاہ ہے۔ ادھر آئرلینڈ میں امیر کبیر ارمنڈ نے کیتھولکوں اور شاہ پسندوں بلکہ صوبۂ السٹر کے پراٹسٹنٹوں تک کو نوجوان شہزادے کی حمایت میں متحد کر دیا اور اسے دعوت دی کہ آئے اور تلوار کے زور سے تخت وتاج پر جو اسکی آبائی میراث ہے قابض ہو جائے۔

اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ کی وفاداری ۔

اسکے علاوہ شہزادہ روپرٹ نے گیارہ جنگی جہاز جو شاہی حکومت کے طرفدار تھے ہالینڈ کی بندرگاہوں میں بحفاظت تمام کسی مناسب موقع کے لیئے رکھ چھوڑے تھے اور اب وہ انہیں لیئے ہوئے انگریزی سفائن تجارت پر حملہ کرنے کی غرض سے آبنائے انگلستان میں نمودار ہوا۔ ان تمام مشکلات کو مدنظر رکھ کر حکومت جمہوری کے قلیل التعداد ارباب حل وعقد

شہزادہ روپرٹ آبنائے انگلستان میں ۔

پارلیمنٹ کو توڑتے ہوئے ڈرتے تھے کہ اگر جدید انتخابات کے ذریعہ سے لوگوں کو اپنی پسند کی حکومت قائم کرنے کا موقع دیا گیا تو نہ معلوم کیسی کیسی نئی الجھنیں پیدا ہو جائیں۔ بخلاف اس کے پارلیمنٹ کی اس چھوٹی سی ٹکڑی نے فیصلہ کر لیا کہ حالت موجودہ یونہی قائم رکھی جائے سب سے بڑی مشکل جو اس وقت اُنھیں درپیش تھی آئرلینڈ والوں کی شورش تھی اس لیئے سب سے پہلا کام ان لوگوں نے یہ کیا کہ کرامویل کو بارہ ہزار فوج دیکر آئرلینڈ کی مہم پر روانہ کر دیا۔ لیکن اس میں بھی اُنھیں ایک وقت پیش آئے بغیر نہ رہی یعنی فوج کے سپاہیوں نے بلوہ کر دیا اور وہیں اُس وقت آگے بڑھنے پر رضامند ہوئے جب اُنھیں معلوم ہوا کہ اُن کا سپہ سالار کرامویل ہے۔

کرامویل ۱۵۔ اگست ۱۶۴۹ء کو ساحل آئرلینڈ پر لنگرانداز ہوا جبکہ صرف ڈبلن میں پارلیمنٹ کی حکومت باقی رہ گئی تھی۔ اُسکے آتے ہی نقشہ بدل گیا اور تین مہینے میں سارے ملک پر اُس کا تسلط بیٹھ گیا۔ لیکن آئرلینڈ کی تسخیر میں اُس نے سخت تشدد سے کام لیا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ اُسے اپنا کام بسرعت تمام انجام دینا چاہیئے تاخیر سے بنے بنائے کھیل کے بگڑ جانے کا اندیشہ تھا۔ اس کے علاوہ اس کا عقیدہ تھا کہ وہ ۱۶۴۱ء کے قتل عام (دیکھو صفحہ ۲۸۰) کا خدائی انتقام لے رہا ہے غرض محاصرۂ ڈراگ ہیڈا میں جس سے جنگ کی ابتدا ہوئی اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیدیا کہ کسی مسلح شخص کو جیتا نہ چھوڑیں۔ چنانچہ ۱۱۔ ستمبر کی شب کو جب وہ فصیل میں شگاف کر کے شہر میں داخل ہوئے تو پورے دو ہزار باشندے تہ تیغ کیئے گئے۔ سینٹ پیٹر کے گرجا کو جس میں بہت سے لوگوں نے جا پناہ لی تھی آگ لگا دی گئی اور جنھوں نے ہتھیار ڈال دیئے اُن کے ساتھ بھی یہ سلوک کیا گیا کہ ہر دس آدمیوں میں سے ایک کو تو گولی سے اڑا دیا اور باقی غلام بنا کر بار بیڈوز بھیج دیئے گئے۔

کرامویل آئرلینڈ میں ۱۶۴۹ء

۱۱۔ اکتوبر کو وکسفرڈ کے محاصرے کے موقع پر بھی ایسا ہی قتل عام وقوع میں آیا اگرچہ اس کا حکم کرامویل نے نہ دیا تھا۔ اس کے بعد نقصان جان کم ہوا کیونکہ باقی شہروں نے خائف و ہراساں ہو کر خود بخود ہتھیار ڈال دیئے لیکن پھر بھی یہ دونوں سفاکانہ خونریزیاں ایسی ہیں جن سے کرامویل کی یاد ہمیشہ داغدار رہے گی۔

ڈراگ ہیڈا اور وکسفرڈ کے محاصرے ۱۶۴۹ء۔

کرامویل آئرلینڈ میں نو مہینے تک رہ کر نظام سیاست قائم کرتا رہا اور اس عرصے میں مجلس انتظامی انگلستان میں حکمراں رہی۔ سر ہنری وین امارت بحری کا صدر مقرر ہوا اور اس کی مددگاری کی خدمت مشہور امیر البحر بلیک کو دی گئی جس نے تھوڑے ہی عرصے بعد ایسی شاندار فتوحات حاصل کیں کہ بحری جنگ کی تاریخ میں اس کا نام آب زر سے لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ مشہور شاعر ملٹن مجلس کا لاطینی کاتب مقرر ہوا اس لیئے کہ وہ لاطینی زبان میں خط و کتابت کرسکتا تھا۔ مجلس کا صدر نشین بریڈشا تھا۔

حکومت انگلستان۔

مجلس کو اب ایک اور مشکل کا سامنا ہوا یعنی ۱۴۔ جون ۱۶۵۰ء کو چارلس کے اسکاٹلینڈ میں لنگر انداز ہونے کی خبر آئی۔ اگرچہ جماعت متعاہدین نے شاہ پسند امیر مانٹروز کو سولی پر لٹکا دیا تھا لیکن جب چارلس ثانی نے باقرار صالح عہد کیا کہ میں معاہدے کو برقرار رکھوں گا اور پرسبیٹیرین مذہب کی حمایت کروں گا تو وہ اُس کے لیئے لڑنے مرنے پر مستعد ہو گئے حکومت جمہوری کے ارباب بست وکشاد کو صاف نظر آگیا کہ اگر اسکاٹلینڈ کی فوج لے کر چارلس ایک دفعہ انگلستان میں گھس آیا تو اُن کی خیر نہیں۔ اس لیئے اُنھوں نے چارلس پر اسکاٹلینڈ ہی میں حملہ کرنے کا ارادہ کرلیا۔ لیکن جب اُنھوں نے فوج کی سپہ سالاری پر فیرفکس کو مقرر کرنا چاہا تو اُس نے اس بنا پر اس خدمت کے قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ جب تک اہل اسکاٹلینڈ انگلستان پر خود حملہ آور نہ ہوں مجلس کو معاہدے کے خلاف اُن پر چڑھائی کرنے کا کوئی حق نہیں۔

چارلس ثانی کا ورود اسکاٹلینڈ میں ۲۴۔ جون ۱۶۵۰ء

اس پر سپہ سالاری کے فرائض انجام دینے کے لیئے کرامویل کو آئرلینڈ سے واپس بلایا گیا لندن میں اُس کا خیر مقدم بڑے اعزاز و اکرام سے ہوا اور اس کے بعد سولہ ہزار فوج لے کر اُس نے شمال کی طرف کوچ کیا۔ جب وہ سرحد کے پار ہوا تو اسکاٹلینڈ کے جنوبی علاقے کی تمام آبادی جس نے آئرلینڈ میں اُس کی سختی کا حال سنا تھا خائف ہو کر شمال کی جانب فرار ہو گئی اور سارا علاقہ ایک سنسان ویرانہ رہ گیا فراریوں کو جب کرامویل کے سپاہیوں کی نیک سلوکی کی کیفیت بعد میں معلوم ہوئی تو اُن میں سے اکثر اپنے اپنے گھروں کو واپس آئے۔ پھر بھی رسد بہت ہی کمیاب تھی اور ایڈنبرا تک پہنچتے پہنچتے خوراک کی قلت کا

کرامویل اسکاٹلینڈ میں ۱۶۵۰ء-۱۶۵۱ء۔

یہ عالم ہوگیا کہ کرامویل کو مجبوراً ساحلی علاقے کے ایک شہر ڈنبار کی طرف پسپا ہونا پڑا تاکہ سمندر کی راہ سے آذوقہ بہم پہنچا سکے۔ یہاں اسکاٹلینڈ کی فوج کے سردار ڈیوڈ لسلی نے اپنے سپاہیوں کی صف بندی انگریزی فوج کے جنوب کی سمت میں لیمرموئر کی پہاڑیوں پر کر رکھی تھی جس سے بروک اور انگلستان کے ساتھ انگریزی فوج کا تعلق منقطع ہوگیا۔ کرامویل کی حالت اسوقت بڑی نازک تھی۔ اُس کی فوج بیماری اور فاقہ کشی سے سقیم الحال ہو رہی تھی۔ اور جب تک پہاڑیوں پر اسکاٹلینڈ والوں کا قبضہ رہتا وہ ان پر حملہ نہ کرسکتا تھا۔ اُس کی خوبی تقدیر سے متعاہدین کو یہ توفیق نہ ملی کہ اپنی جگہ جمے رہیں۔ اور ایک دن دوپہر ڈھلے اُس نے دیکھا کہ لسلی اپنی فوج کو بلندی سے اتار کر ایک چھوٹی سی ندی کی طرف لا رہا ہے جس کے اُس پار ڈنبار جانے کا آسان رستہ تھا۔ غنیم کی اس نقل و حرکت کا مطلب وہ معاً سمجھ گیا کہ لسلی اس پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ اور اسی وقت خود پہل کرنے کا قصد کرلیا۔ اپنی کامیابی کا اُسے یہاں تک یقین تھا کہ اپنے ایک جرنیل لیمبرٹ سے مخاطب ہوکر وہ بے اختیار کہہ اٹھا کہ "اب تو خدا نے انھیں میرے حوالے ہی کر دیا"۔ دوسرے دن یعنی ۳۔ ستمبر ۱۶۵۰ء

جنگ ڈنبار ۳۔ ستمبر ۱۶۵۰ء

کو پو پھٹنے سے پہلے ہی اُس نے فوج کو دھاوے کا حکم دیا اور اسکاٹلینڈ والے ابھی اچھی طرح بیدار بھی نہ ہونے پائے تھے کہ "رد پروردگار ملائکہ پروردگار ملائکہ" کے نعرے کے ساتھ انگریزی فوج اُن پر جا پڑی۔ ندی کے کنارے چند منٹ تک گھمسان کا رن پڑا لیکن اسکاٹلینڈ والوں کے اوسان خطا ہوگئے۔ اور طلوع آفتاب کے ساتھ ہی اُن کی فوج میں بھگدڑ پڑگئی۔ اور ایک گھنٹے کے اندر اندر اُن کی جمعیت پریشان ہوگئی۔ کرامویل نے اپنی فوج کو پہلے ٹھہرا کر زبور کا ایک سو سترھواں ترانہ گایا اور اُس کے بعد فراریوں کا تعاقب کیا۔ تین ہزار مارے گئے دس ہزار گرفتار ہوئے اور قریب قریب سارے سامان اور توپخانے پر فاتح فوج کا قبضہ ہوگیا۔ ایڈنبرا کے دروازے اب کھل گئے اور کرامویل نے اُس پر قبضہ کرلیا۔

بااین ہمہ کرامویل کو اسکاٹلینڈ میں اور ایک سال بر سر جنگ رہنا پڑا۔ شاہ پسند فریق اور متعاہدین نے ایک نئی فوج تیار کی اور یکم جنوری ۱۶۵۱ء کو مقام اسکون میں چارلس ثانی کے سر پر تاج سلطنت رکھا گیا۔ آخر کرامویل نے خائف کو سر کرلیا اور اسکاٹلینڈ کے شمال کی طرف چارلس کا رستہ کاٹ دیا لیکن شاید عمداً انگلستان جانے کا رستہ

کھلا چھوڑ رکھا چارلس نے جو فرقہ پریسبیٹیرین کے زہد خشک سے تنگ آگیا تھا اب جی میں ٹھان لی کہ انگریزوں ہی میں چل کر قسمت آزمائی کرنی چاہیئے۔ چنانچہ ڈیرہ ڈنڈا اٹھا کر اُس نے جنوب کا رخ کیا اور لنکا شائر کے بیچوں بیچ ہوتا ہوا انگلستان کے مغربی علاقے کی طرف بڑھا جو ہمیشہ سے وفادار چلا آتا تھا۔ آگے آگے وہ تھا اور پیچھے پیچھے کرامویل تھا لیکن جن انگریزوں کو اُس کے ساتھ آ ملنے کا حوصلہ ہوا اُن کی تعداد اس قدر کم تھی کہ جب کرامویل نے تعاقب کرتے کرتے اُسے وارسٹر میں آلیا تو تیس ہزار کے مقابلے میں اُس کے پاس صرف سولہ ہزار فوج تھی۔ ۳۔ ستمبر کو جو جنگ ڈنبار کی برسی کی

جنگ وارسٹر ۳۔ ستمبر ۱۶۵۱ء

تاریخ تھی وارسٹر کی مشہور و معروف جنگ وقوع میں آئی شاہ پسند کو شکست فاش ہوئی جرنیل لسلی قید کر لیا گیا اور چارلس بھیس بدل کر فرار ہو گیا۔ بیچارے کا قافیہ غنیم نے ایسا تنگ کیا کہ ایک دن صبح سے لیکر شام تک وہ باسکوبل کے جنگل کے اندر جو ضلع شراب شائر میں واقع ہے شاہ بلوط کے ایک درخت کی شاخوں میں چھپا رہا۔ پارلیمنٹ کی فوج کے سپاہی جنھوں نے اُسکی تلاش میں جنگل چھان مارا تھا اور اُسی شاہ بلوط کے نیچے سے کئی مرتبہ گزرے اگر اُسے دیکھ پاتے تو اُس کا کام اُسیوقت تمام ہو گیا ہوتا۔ ہمفری پنڈیرل پن چکی والے اور اُسکے

چارلس ثانی کا فرار ۱۶۵۱ء

چار بھائیوں کا نام ہمیشہ تاریخ انگلستان میں یادگار رہے گا کہ انھیں نے چارلس کی اس اڑے وقت میں دستگیری کر کے اُسے چھپائے رکھا اور اُس کی جان بچائی۔ غرض کئی خطروں میں سے گزرتا ہوا وہ برائیٹن پہنچا جو اس زمانے میں ماہی گیروں کا ایک چھوٹا سا گاؤں تھا اور وہاں سے ایک زغال بردار جہاز میں سوار ہو کر نارمنڈی چلا گیا۔

اس وقت سے غیر اقوام حکومت جمہوری کو بہ نگاہ احترام دیکھنے لگیں اور اُسے انگلستان کی باقاعدہ حکومت تسلیم کرنے لگیں۔ امیر البحر بلیک کے ہاتھوں شہزادہ روپرٹ کو ایک بحری جنگ میں پہلے ہی زک مل چکی تھی۔ اب وین نے عزم بالجزم کر لیا کہ ولندیزوں پر جنھوں نے چارلس کو امداد دی تھی حملہ کر کے اُن کی قوت توڑ دی جائے اور ساتھ ہی انگریزی بیڑے میں اضافہ کیا جائے۔

قانون جہاز رانی اور جنگ ہالینڈ ۱۶۵۱ء–۱۶۵۴ء

ماہ اکتوبر ۱۶۵۱ء میں "قانون جہاز رانی" کے نام سے ایک ضابطہ

نافذ کیا گیا جس کی رو سے ممالک غیر کے مال تجارت کا انگریزی جہازوں یا اُن جہازوں کے علاوہ جو مال برآمد کرنے والے ممالک سے تعلق رکھتے ہوں کسی دوسرے جہاز میں انگلستان لایا جانا ممنوع قرار پایا چونکہ ممالک غیر سے مال تجارت کے حمل و نقل کا کام زیادہ تر ولندیزی جہازراں ہی انجام دیتے تھے اس لیئے اس قانون کا نتیجہ یہ ہوا کہ تجارت اُن کے ہاتھ سے نکل کر انگریزی جہازرانوں کے قبضے میں آگئی۔ اس بارے میں حکومت ہالینڈ کے ساتھ گفت و شنید ہو ہی رہی تھی کہ ولندیزی بیڑے کی جو امیر البحر ٹرامپ کی کمان میں تھا انگریزی بیڑے سے جس کا سفینہ سالار بلیک تھا آبنائے انگلستان میں مٹ بھیڑ ہو گئی۔ دونوں بیڑے آپس میں گتھ گئے اور ولندیزوں نے شکست کھا لی اب انگلستان اور ہالینڈ میں وہ بحری آویزش شروع ہوئی جس کا سلسلہ دو سال تک قائم رہا۔ پہلے معرکے کے بعد جو ماہ نومبر ۱۶۵۲ء میں وقوع پذیر ہوا اور جس میں ٹرامپ نے فتح پائی ولندیزی سفینہ سالار اپنے جہاز کے مستول پر ایک جاروب باندھ کر آبنائے انگلستان میں گویا یہ دکھلانیکے لیئے چکر لگاتا ہوا نظر آیا کہ میں نے سمندر میں ایسی جھاڑو پھیری ہے کہ انگریزی کوڑا کرکٹ نام کو کہیں نظر نہیں آتا"۔ لیکن اُس نے یہ شیخی وقت سے ذرا پہلے بگھاری تھی۔ اس لیئے کہ کئی اور معرکوں کے بعد جن میں ولندیزوں نے بڑے بڑے نقصان اٹھائے انھیں کامل شکست ہوئی اور ٹرامپ مارا گیا اس وقت سے لے کر آج کے دن تک انگلستان کے تفوق کا پرچم سمندروں پر لہراتا رہا ہے اور موجودہ انگریزی بیڑا جس کی بنیاد الزبتھ کے عہد میں پڑی تھی ڈین اور بلیک ہی کے مساعی کے تصدق میں اس اوج کمال کو پہنچا ہے۔ ✗

ولندیزوں کو شکست فاش
فروری ۱۶۵۳ء۔

ان واقعات کے بعد غیر اقوام نے حکومت جمہوری کا لوہا مان لیا تھا لیکن خود انگلستان میں اس کے لیئے پھر مشکلات کا آغاز ہونے لگا۔ ہمیں یہ واقعہ فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ جن اسی اشخاص سے پارلیمنٹ مرکب تھی اُنھوں نے بادشاہ کے مرنے کے بعد مملکت کے مہمات الامور میں کبھی قوم سے استمزاج نہ کیا تھا اور اس اعتبار سے اُن پر حقیقی معنوں میں قوم کے مبعوثین کی تعریف صادق نہ آسکتی تھی۔ دیانت داری اور راستبازی کے اوصاف میں ان میں سے

حکومت کے مقاصد

اکثر فیر نیلس وین اور بریڈ شا کے مدمقابل نہ تھے اور چونکہ ان کے اقتدارات کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہ تھا اس لیئے حق و انصاف کا آئے دن خون ہوتا رہتا تھا۔ پارلیمنٹ کے یہ ارکین اپنے یاروں دوستوں کو سرکاری خدمتیں دیتے تھے اور اُن پر جنھیں مذہب میں ان سے اختلاف ہوتا تھا اور شاہ پسندوں پر جنھیں اُن کی مٹھی گرم کرنی نہ آتی تھی زیادتیاں کرتے تھے اور بعض اوقات اپنے مطلب کے لیئے قوانین مملکت کو مسخ کرڈالتے تھے جب کرامویل وارسٹر سے واپس آیا تو اُس نے حکومت

ارکین کا ایک نئی پارلیمنٹ کے انتخاب کی اجازت دینے سے انکار۔

کی حالت بہت کچھ ابتر پاکر اُن خرابیوں کا انسداد کرنا چاہا اسوقت وہ ایک ایسی فوج کا سپہ سالار تھا جو اُس پر جان قربان کرنے کے لیئے حاضر تھی۔ اس قوت کے بل پر اُس نے ارکین سے کہہ دیا کہ انھیں موجودہ پارلیمنٹ کو توڑ کر اس کے بجائے ایک باقاعدہ پارلیمنٹ کا انتخاب کرنا چاہیئے۔ لیکن وین جیسے شخص کو بھی اس تجویز پر عمل کرتے ہوئے ڈر لگتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو فوج کا پلہ بھاری ہو جائے اور حکومت جمہوری کا نظام درہم و برہم ہو جائے۔ بہرحال ارکین نے ایک مسودہ قانون مرتب کیا جس کا مفہوم محض اس قدر تھا کہ وہ دوسرے ارکین منتخب کریں جو اُن کے ساتھ شریک اجلاس ہوا کریں اس پر کرامویل نے یہ اعتراض کیا کہ قوم کی رائے کو ایسے انتخاب میں کوئی دخل نہیں حالانکہ ضابطے کا تقاضا یہی ہے کہ انتخاب ارکین قوم کی رائے سے عمل میں آئے غرض فوج کے افسروں اور بعض ارکین میں باہمی گفت و شنید بھی ہوئی کہ کسی طرح اس اختلاف کا تصفیہ بطریق مشاورت ہو جائے۔

ایک دن (۲۰ اپریل ۱۶۵۳ء کو) جبکہ دعائیٹ ہال میں ایسا ہی ایک جلسہ ہو رہا تھا کرامویل کو معلوم ہوا کہ باقی ارکین اپنا مسودۂ قانون ایوان پارلیمنٹ میں منظور کر رہے ہیں۔ کرامویل کسی کام میں دیر و درنگ کو راہ نہ دیتا تھا اُس نے اُسی وقت سپاہیوں کی ایک مسلح پلٹن کے ساتھ پارلیمنٹ کی راہ لی اور اُسے باہر چھوڑ کر خود اندر گیا اور جو بحث مسودۂ قانون پر ہو رہی تھی کان لگا کر سنتا رہا۔ جب یہ سوال پیش ہوا کہ آیا اس مسودے کو بہ شکل قانون منظور ہو کر نافذ ہو جانا چاہیئے تو کرامویل نے اُٹھ کر فرش پر ٹہلنا شروع کیا اور حضارِ مجلس سے مخاطب ہو کر پہلے تو اُن کی مستحسن کارروائیوں کے لحاظ سے سراہا اور پھر

کرامویل اراکین کو لونگ پارلیمنٹ سے باہر نکال دیتا ہے ۲۰ اپریل ۱۶۵۳ء۔

اُن پر بے انصافی اور خود غرضی کا الزام لگا کر کہا کہ میں یہ سارا قصہ ہی پاک کیے دیتا ہوں۔ آپ لوگ اب یہاں اجلاس کرنے کے اہل نہیں رہے۔ آپ کو پارلیمنٹ کا رکن کون کہتا ہے۔ یہ کہہ کر اُس نے اپنے سپاہیوں کو اندر بلایا اور اُنھیں حکم دیا کہ سب کو نکال باہر کریں۔ میر مجلس کا عصا بطور علامت اقتدار منبر پر رکھا رہتا ہے۔ کرامویل نے یہ عصا اٹھا لیا اور کڑک کر بولا کہ اسے بھی لے جاؤ۔ ہم اس کھلونے کو یہاں رکھ کر کیا کریں گے۔ اراکین پارلیمنٹ اس ناگہانی اخراج سے ایسے حواس باختہ ہوئے کہ کسی کے منہ سے بات تک نہ نکل سکی۔ البتہ ایک سر ہنری وین ایسا تھا جس کے اوسان خطا نہ ہونے پائے اور اس نے کرامویل کے منہ پر کہہ دیا کہ تمہاری یہ کارروائی سراسر ایمان بلکہ اخلاق و انصاف کے بھی خلاف ہے۔ لیکن کرامویل نے ایک نہ سنی سب کو باہر نکال دیا اور پارلیمنٹ کے دروازے کو مقفل کر کے کنجی جیب میں ڈال لی۔ دوسرے دن صبح کے وقت شاہ پسند جماعت کے کسی دل جلے نے یہ ظریفانہ اشتہار دروازے پر چپکا دیا کہ " یہ مکان کرائے پر دیے جانے کے لیے خالی ہے لیکن اب بے ساز و سامان ہے "۔

اس طور پر ایک عرصے کی پارلیمنٹ جو ۳ نومبر ۱۶۴۰ء سے قائم تھی مسند اقتدار سے جبراً اٹھا دی گئی لیکن چونکہ از روئے قانون اس کی برطرفی خود اپنی رضامندی کے بغیر عمل میں نہ آسکتی تھی اس لیے اس کی قانونی ہستی معدوم نہ ہونے پائی اور آگے چل کر اس کی سرگرمیوں سے ہمیں پھر سابقہ پڑے گا۔ کرامویل اور اُس کے فوجی افسروں نے

فوج کی حکومت۔

اب اپنے وزرا کے زیر ہدایت ایک جدید پارلیمنٹ قائم کی جس کے اراکین کا انتخاب قوم نے کیا۔ کرامویل کے الفاظ میں اس نئی قومی مجلس کے قیام سے یہ مقصد پیش نظر تھا کہ " یہ ایک خدا ترس پارلیمنٹ ہو "۔ اور ایک رکن کے انتساب سے جس کا نام پریز گاڈ بیربون تھا یہ پارلیمنٹ

چھوٹی پارلیمنٹ ۴ جولائی سے ۱۲ دسمبر تک۔

چھوٹی پارلیمنٹ یا بیربون کی پارلیمنٹ کے عرف سے مشہور ہو گئی۔ اسکاٹلینڈ ویلز اور آئرلینڈ کی طرف سے اس میں چھ چھ نائب آ کر شریک ہوئے منجملہ کئی عمدہ قوانین کے جو اُس کے

زمانے میں نافذ ہوئے ایک قانون مدیونوں کی دادرسی کے بارے میں تھا اور ایک اور قانون کا مفاد یہ تھا کہ پیدائش اور اموات اور نکاح کا اندراج باضابطہ طور پر سرکاری روزنامچوں میں ہوا کرے۔ لیکن اراکین پارلیمنٹ نے اس کثرت سے اصلاحات نافذ کرنی چاہیں کہ حکومت کا سارا انتظام پراگندہ ہوگیا اور آخر پانچ مہینے کے اجلاس کے بعد انھوں نے اپنے اقتدارات کرامویل کو تفویض کر دیئے اس پر کونسل نے ایک "دستاویز حکومت" مرتب کر کے ایک نیا آئین اساسی تیار کیا اور محافظ اعلیٰ کی حیثیت سے سلطنت کی عنان اختیار کرامویل کے ہاتھ میں دے دی۔

اس طور پر بادشاہ کے انتقال کو پورے پانچ سال بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ ایک شخص واحد پھر ساری قوم پر حکمراں ہوگیا اگرچہ اوّل اوّل اس کا اختیار بہت ہی محدود تھا اس لیے کہ اس کی کونسل کے اراکین صرف تاحینِ حیات؟ منتخب ہوئے اور انھیں قوانین کو اپنی رائے سے منسوخ کرنے کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔ اس کے علاوہ کرامویل کے دشمن بھی بہت تھے۔ شاہ پسند اور پریسبیٹیرین اور دین و برئڈشا کی

کرامویل بحیثیت محافظ اعلیٰ
۱۶ دسمبر ۱۶۵۳ء۔

وضع کے جمہوریت پسند یہاں تک کہ مساوات پسند بھی مختلف وجوہ کی بنا پر سب اس کے مخالف تھے اور قتل و بغاوت کی سازشیں آئے دن ہوتی رہتی تھیں۔ لیکن اس دس مہینے کی مدت میں جو ایک نئی پارلیمنٹ کے اجتماع سے پہلے منقضی ہوئی کرامویل نے بڑی خوبی سے عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی۔ ہالینڈ کے ساتھ اس نے معقول شرائط پر صلح کی۔ ڈنمارک سویڈن اور پرتگال کے ساتھ معاہدات کیے جن سے انگلستان کے تجارتی فائدے کا پہلو نکل آیا۔ تعلیم کی طرف توجہ کی اور آکسفرڈ کے کتب خانہ باڈلین کو قلمی اور مطبوعہ نسخے عطا کیے۔ متعدد قانونی ضوابط وضع کیے جن میں تمام مذہبی فرقوں کے ساتھ یکساں انصاف مرعی رکھا گیا البتہ کتاب عبادت عمومی کا استعمال اس نے

کرامویل کے ضوابط۔

ممنوع قرار دیا اور شاہ پسند پادریوں کو عام منادی کرنے کی ممانعت کر دی لیکن ان کو بھی خانگی طور پر اپنی ہم عقیدہ جماعتوں کے اقتدار کی اجازت تھی عدالتوں کا خرچہ اس نے گھٹا دیا تاکہ ادنیٰ و اعلیٰ غریب و امیر کی دادرسی یکساں ہو سکے اور اراضی کے بھاری بھاری محصول معاف کر دیئے جس سے کم حیثیت کسانوں اور مزارعوں کو بڑا فائدہ پہنچا۔

اسکاٹلینڈ کو اُس نے ایک خاص آئین کے ذریعے سے انگلستان کے ساتھ متحد کر دیا اور اہل اسکاٹلینڈ اسکے ہشت سالہ دورِ حکومت کو "عہد فرخی و فراخی" سے تعبیر کرنے لگے لیکن اس فیضان عام سے بیچارے آئرلینڈ والے محروم رہے۔ اسیران جنگ یا تو مار ڈالے گئے۔ یا جلا وطن کیے گئے اور جو مسلح پائے گئے وہ کناٹ کے بے برگ و نوا صوبے میں نئی بستیاں آباد کرنے کے لیے بھیج دیے گئے۔

کرامویل کی پہلی پارلیمنٹ۔ نئی پارلیمنٹ کا اجلاس ۳۔ ستمبر ۱۶۵۴ء کو منعقد ہوا۔ اس کے اراکین کا انتخاب منصفانہ طریق پر عمل میں آیا تھا۔ البتہ فرقہ کیتھولک اور شاہ پسند جماعت کے اشخاص کو شرکت کی اجازت نہ دی گئی۔ لیکن اس پارلیمنٹ سے صرف پانچ مہینے کی عمر پائی۔ جمہوریت پسند چراغ پا ہو رہے تھے۔ کرامویل چاہتا تھا کہ وہ اُس کے ہاتھ میں موم کی ناک ہو کر رہیں اور محض اُس کے کام سے کام رکھیں لیکن انھوں نے اُلٹی اُسی کے خلاف حرف گیری شروع کر دی اور وین نے یہ بحث اٹھائی کہ کسی ایک شخص واحد کو سلطنت کے حاکم اعلیٰ ہونے کا کوئی حق حاصل نہیں۔

کرامویل کے دل میں یہ عقیدہ اب مضبوطی سے جم گیا تھا کہ وہ خدا کی طرف سے قوم پر حکمرانی کے لیے مامور کیا گیا ہے اور اُسے اندیشہ تھا کہ اگر اُس نے انضباط کے ساتھ حکومت نہ کی تو شاہ پسند علم بغاوت بلند کر دیں گے۔ غرض اُس نے ۲۲ جنوری ۱۶۵۵ء کو پارلیمنٹ توڑ ڈالی اور پانچ مہینے بعد انگلستان کو دس اضلاع میں تقسیم کر کے ہر ضلع کا انتظام ایک

جرنیلی حکومت ۱۶۵۵ء۔ فوجی افسر کے سپرد کیا جو میجر جنرل کہلاتا تھا اب وہ بالکل مطلق العنان تھا اور اُس کے استبداد کی یہ کیفیت تھی کہ اورٹو اور وین اور بریڈشا تک کو جو اُس کے پرانے رفیق تھے اس اندیشے سے کہ مبادا اُن کا ذاتی اثر اُسکے لیے موجب گزند ثابت ہو اُس نے کچھ عرصے کے لیے قید کر لیا۔ لیکن اسی کے ساتھ ہمیں اس بات کا بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ارکان عدالت عالیہ کی آزادی رائے کو اُس نے اسی حال پر قائم رکھا یہودیوں کو انگلستان میں آباد ہونے کی پھر اجازت دے دی اور فرقہ کویکر کو جس کی بنیاد اسی زمانے میں جارج فاکس نامی ایک جولاہے نے رکھی تھی اپنی حمایت میں لے لیا۔ جو لوگ اس پر قاتلانہ حملے کرتے تھے اُن سے مواخذہ کرنے میں اُس کی عالی حوصلگی کو ہمیشہ تامل ہوتا تھا اور اگرچہ اب وہ قصر وھائٹ ہال میں شاہانہ ٹھاٹھ کے

ساتھ رہتا تھا لیکن اپنے لیئے دولت جمع کرنے کی اس پر بھی اُس نے کوئی کوشش نہ کی حقیقت یہ ہے کہ کرامویل دل سے جابرانہ انداز حکومت کا مطلق خواہشمند نہ تھا چنانچہ جب ۱۶۵۶ء میں امیر کبیر سوائے نے اپنے علاقۂ داڈوائے کی پراٹسٹنٹ رعایا کو ستانا شروع کیا اور کرامویل نے اُسے اس پر تنبیہہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہسپانیہ کے ساتھ اُس کی جنگ چھڑ گئی تو اُس نے پارلیمنٹ کو پھر طلب کیا۔ لیکن بہت سے مبعوثین کو اُس نے داخل ہونے سے روک دیا اور جو مبعوثین منتخب ہوئے اُن کے انتخاب میں یہ رکاوٹ دی کہ کونسل سے ایک صداقت نامہ حاصل کریں اس پارلیمنٹ کی کارروائی کا آغاز مصالحانہ طریق پر ہوا۔ مبعوثین نے "عرضداشت اور مشورہ" کے

کرامویل کی دوسری پارلیمنٹ
۱۰۔ستمبر ۱۶۵۶ء۔

عنوان سے ایک تحریر قلمبند کر کے کرامویل کی خدمت میں پیش کی جس میں اُس سے استدعا کی گئی تھی کہ فوجی افسران اضلاع کی علیحدگی کے احکام جاری کیئے جائیں۔ اور پارلیمنٹ کا ایک اور ایوان دارالامرا کے نام سے قائم کیا جس کے ارکان کو درجۂ امارت پر فائز کرنے کا حق کرامویل کو دیا گیا۔ اس کے بعد اُنھوں نے کرامویل سے درخواست کی کہ بادشاہ کا لقب اختیار کرے۔ یہ اعزاز اگر وہ قبول کر لیتا تو اسکی شان تو بے شک دو بالا ہو جاتی لیکن اُسکے اختیارات محدود ہو جاتے اس لیئے کہ شاہی اقتدارات کی حدود قانون میں معین تھیں۔ فوج کی ناراضی کے اندیشے سے جب اُس نے اُس اعزاز کے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو پارلیمنٹ نے ایک خسروانی عبا ایک شاہی عصا اور ایک شمشیر عدل امتیازاً اُس کی خدمت میں پیش کی اور اُسے اپنے

بادشاہ کا لقب قبول کرنے سے کرامویل کا انکار۔

جانشین نامزد کرنے کا اختیار بھی دے دیا۔ غرض اجلاس اوّل میں کرامویل اور پارلیمنٹ کی آپس میں اچھی طرح بنھ گئی لیکن جب دوسرے اجلاس کے انعقاد کا وقت آیا تو اُن مبعوثین کے بجائے جو طبقۂ امرا میں داخل ہو گئے تھے دارالعوام میں بعض قدیم جمہوریت پسندوں نے انتخابی نشستیں حاصل کر لیں۔ انھوں نے نئے دارالامرا کے ارکین کے ساتھ ملکر کام کرنے سے انکار کر دیا اور خود کرامویل پر حملے کرنے لگ گئے۔ اس پر اُس نے بتاریخ ۴۔ فروری ۱۶۵۸ء پارلیمنٹ کو برطرف کر دیا اور اپنی عمر کے باقی حصے میں خود حکومت کی۔

لیکن یہ مدت چند مہینے سے زیادہ نہ تھی۔ کرامویل اب اپنے اقتدار کے منتہائے عروج کو پہنچ چکا تھا۔ اس کا جنگی بیڑا ساں ڈامنگو کو سر نہ کرنے پایا لیکن ۱۶۵۵ء میں ہسپانیہ سے

جزیرۂ جمیکا چھین کر لیا جو اُس کی کوششوں سے ایک بارونق نوآبادی بنکر مجمع الجزائر غرب الہند میں انگلستان کے مقبوضات کا سنگ بنیاد ثابت ہوا۔ اُس کی فوج نے فرانسیسیوں کے ساتھ مل کر جنگ ڈیونس (۱۶۵۸ء) میں ہسپانویوں کو شکست دی اور اُس معرکے میں ڈنکرک انگریزوں کے ہاتھ آیا۔ تمام قومیں اپنے سفیر اس کے دربار میں اسی طرح بھیجتی تھیں گویا کہ وہ بادشاہ تھا اور اس کے ساتھ اتحاد قائم کرنے کی بدل خواہشمند تھیں۔

تسخیر جمیکا ۱۶۵۵ء۔

اس نے ملک میں امن و امان قائم کر دیا تھا۔ اور تجارت و زراعت کی ترقی سے لوگ خوش حال تھے۔ اس جمی ہوئی مضبوط حکومت کے الٹ دینے کی شاہ پسندوں کو بھی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ لیکن پھر بھی لوگ دل سے خوش نہ تھے۔ کرامویل ایک زاہد خشک تھا اور اُس کی درشت متقشفانہ حکومت رعایا کو بہت ہی تلخ گزرتی تھی۔ اس کے زمانے میں وہ اگلی سی چہل پہل باقی نہ رہی تھی۔ لوگ راگ رنگ کھیل تماشے کے عادی تھے۔ مئی کے مہینے میں ایک کھمبا زمین میں گاڑ کر اس کے گرد ناچا کرتے تھے گھوڑدوڑیں ہوتی تھیں مرغ بازی کے دنگل جمتے تھے ناٹکوں کی سرپرستی ہوتی تھی۔ بڑے دن کی تقریب پر نقلیں کی جاتی تھیں۔ سوانگ بھرے جاتے تھے۔ شرابیں اُڑتی تھیں اور خم کے خم لنڈھائے جاتے تھے۔ اب اُن میں سے تفریح طبع کا ایک سامان بھی باقی نہ تھا۔ اکثر لوگ اس پرانے زمانے کی رنگرلیوں کو ترستے تھے بادشاہ کے زمانے میں پارلیمنٹ آزاد ہوتی تھی ملک میں فراغ دستیوں کا دور دورہ تھا اور شاہی دربار وقف عیش و عشرت تھا۔ ادھر جمہوریت پسند اس لیے ناراض تھے کہ حکومت جمہوری پامال ہو چکی تھی شاہ پسند اس لیے ناخوش تھے کہ تخت سلطنت پر ایک خاندانی بادشاہ کے بجائے ایک غاصب متمکن تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ کرامویل نے محال کو ممکن کر دکھانے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ اُس کی دلی آرزو تھی کہ قوم اس کے ساتھ مل کر ایک ایسی مملکت کی بنیادیں استوار کرے جو دانشمندی اور سنجیدگی کے ساتھ اپنا انتظام آپ اپنے ہاتھ میں لینے کی اہل ہو لیکن اس کا مطمح نظر اُس زمانے کے لیے بہت بلند تھا اور وہ خود محسوس کرتا تھا کہ اُسے اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی بلکہ اُس کی آنکھ بند ہونے کی دیر ہے کہ اُس کے

ملک کی حالت

تمام کیئے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔ غرض ایک مستقل اور آئینی حکومت قائم نہ کر سکنے سے اس کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے۔ یہ سچ ہے کہ اس کی خود مختاری سے انگریزوں کو بہت سے فائدے ہوئے لیکن ان کے دل کی یہ سب سے بڑی آرزو پوری نہ ہونے پائی کہ ملک کا قانون بے خلل سب چیزوں سے برتر و بالا رہے۔

اگرچہ کرامویل کی عمر اس وقت صرف انسٹھ سال تھی لیکن اس کی صحت بگڑ چلی تھی۔ اسی زمانے میں "مار ڈالنا قتل نہیں ہے" کے عنوان سے ایک رسالہ شائع ہوا جس میں لوگوں کو اس کے قتل کی ترغیب دی گئی تھی۔ اس رسالے کی اشاعت سے اُسے اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور اب اُس کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ اکثر زرہ پہن کر باہر نکلا کرتا تھا۔ ۱۶ اگست ۱۶۵۸ء کو اُس کی چہیتی بیٹی لیڈی کلیپول نے انتقال کیا اور اس کا اسے ایسا سخت صدمہ ہوا کہ وہ پھر بستر سے اٹھ نہ سکا اُس کی علالت نے ایک خطرناک تپ کی صورت اختیار کر لی اور اگرچہ ہر جگہ اُس کی شفایابی کے لیئے دعائیں مانگی گئیں لیکن اُسے یقین ہو چکا تھا کہ اب میرا جانبر ہونا محال ہے۔ اگست کی تیسویں تاریخ کو اُس نے قوم کے حق میں ایک دل پر رقت طاری کرنے والی دعا کی کہ خدا یا میری قوم کو قوتِ فیصلہ یکدلی اور باہمی اخلاص و محبت کی نعمتیں عطا کر۔ چار دن بعد ۳ ستمبر کو جو ڈنبار اور ورسسٹر کی لڑائیوں کی تاریخ تھی اس نامور حکمراں کا انتقال ہو گیا۔

کرامویل کی وفات ۳ ستمبر ۱۶۵۸ء۔

اُسکی سیرت عجیب و غریب اور پیچ در پیچ خصائص کا مجموعہ تھی اور ہمیں کبھی بھی معلوم نہ ہو سکے گا کہ اُس پر کس حد تک ہوا و حرص اور کس حد تک مذہب اور حب وطن کا غلبہ تھا۔ لیکن پھر بھی اس لحاظ سے اس کا احترام ہم پر واجب ہے کہ اپنے ملک کی خدمت کے لیئے اُس نے کبھی بھی ہمت و جانفشانی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ انگلستان کو پستی سے اٹھا کر ایسی بلندی پر پہنچایا کہ اپنے پرائے اُس کی عزت کرنے لگیں۔ یہ اُسی کا کام تھا اور یہ امتیاز بھی اُسی کا حصہ ہے کہ انگلستان کو نقصان پہنچا کر اُس نے مرتے دم تک اپنے ذاتی نفع کی کوئی صورت نہ نکالی اور اپنے لیے کوئی دولت نہ سمیٹی۔ اُس کا جنازہ شاہی اعزاز کے ساتھ اٹھایا گیا اور خانقاہ ویسٹ منسٹر میں سپرد خاک کیا گیا۔ ×

گذرنے والے محافظ اعلیٰ کا اثر ایسا زبردست تھا اُس کا خلف اکبر رچرڈ فوراً اُسکی

جانشینی کے لیے نامزد کیا گیا۔ ۲۷ جنوری ۱۶۵۹ء کو ایک جدید پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا اور ارباب فن قانون نئے محافظ اعلیٰ کی تائید پر کمربستہ ہو گئے۔ لیکن رچرڈ کی طبیعت اپنے باپ سے الگ واقع ہوئی تھی۔ یعنی۔ آشتی پسند ہونے کے ساتھ وہ سست و کاہل بھی تھا۔ فوج کو حکومت دیوانی پسند نہ تھی۔ اس کی خواہش تھی کہ ملک کی عنان نظم و نسق ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہو جو خود فوجی ہو۔ اوردین نے تو دارالعوام میں صاف کہہ دیا کہ ہم کو ایسا بودا حکمران نہیں چاہیئے جیسا رچرڈ ہے

نیا محافظ اعلیٰ رچرڈ ستمبر ۱۶۵۸ء

نعایت جولائی ۱۶۵۹ء

اس آئے دن کی جھنجھٹ سے جس کے ساتھ اسے کوئی دلچسپی نہ تھی تنگ آ کر رچرڈ نے فوج کے مشورہ پر عمل کیا اور بتاریخ ۲۲ اپریل ۱۶۵۹ء پارلیمنٹ کو توڑ ڈالا اب افسران فوج نے طولانی پارلیمنٹ کے اس حصے کو جسے کراموِل نے برطرف کر دیا تھا پھر جمع کیا سو یہ انہ زبان میں از راہ تحقیر اس پارلیمنٹ کو "پارلیمنٹ کی دُم" کہتے تھے اور یہ اسی نام سے مشہور ہے۔ یہ لنڈوری پارلیمنٹ نہ چاہتی تھی کہ رچرڈ برسر حکومت رہے۔ اسپر اس نے ٹھنڈے دل سے استعفا داخل کر دیا اور دس مہینے کی قلیل المیعاد حکمرانی کے بعد جولائی کے مہینے میں گھر جا بیٹھا۔ لیکن اب پارلیمنٹ اور فوج میں چل گئی کہ اقتدار کس کا غالب رہے۔ اس اثنا میں شاہ پسندوں نے

"لنڈوری پارلیمنٹ"

مئی ۱۶۵۹ء

بغاوت کر دی جسے ونِنگٹن برج (واقع ضلع چیشائر) کے معرکہ میں فوج نے فرو کیا۔ جب یہ ہنگامہ مٹ چکا تو سپاہی جرنیل لیمبرٹ کی کمان میں لندن واپس آئے۔ اور ۱۳۔ اکتوبر کو ایوان پارلیمنٹ کے دروازوں پر پہرہ بٹھا کر پارلیمنٹ کا اجلاس روک دیا۔ عنان اختیار اب انھوں نے خود اپنے ہاتھ میں لے لی اور اپنے افسروں میں سے ایک مجلس کا انتخاب کر لیا جو مجلس حفاظت جان و مال کے نام سے موسوم ہوئی۔

بدعملی

یہ مجلس بھی دو مہینے سے زیادہ نہ چل سکی۔ اسکاٹلینڈ میں جرنیل مانک کے زیر کمان ایک اور فوج موجود تھی جو ایک وقت چارلس اول کی مطیع رہ چکی تھی لیکن خانہ جنگی کے دوران میں پارلیمنٹ کے ساتھ آ ملی تھی۔ مانک ایک معاملہ فہم اور مصلحت بیں شخص تھا۔ کراموِل کی خاطر بڑی خوشی سے رچرڈ کا ساتھ دیتا رہتا۔ لیکن اب جو اس نے دیکھا کہ ملک میں ہر طرف فساد پھیلا ہوا ہے تو اس نے چپکے سے چارلس ثانی کو واپس لا کر تخت پر بٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔ ۱۶۶۰ء کے نوروز والے دن

مانک کا داخلہ لندن میں

اُس نے اس اعلان کے ساتھ انگلستان کی طرف کوچ کیا کہ میں ایک آزاد پارلیمنٹ قائم کرنے آرہا ہوں۔ بارک پہنچ کر اُس کی ملاقات فیرفیکس سے ہوئی جو ایک عرصے سے خانہ نشین تھا۔ اور اگرچہ جرنیل لیمبرٹ ان دونوں سرداروں کے مقابلے کے لیے فوج لے کر آیا کہ کسی طرح وہ جنوب کی طرف نہ بڑھنے پائیں لیکن اپنے قدیم سپہ سالار کو دیکھتے ہی سپاہیوں نے لیمبرٹ کا ساتھ چھوڑ دیا اور فیرفیکس سے آملے۔ مانک کے لیے اب رستہ صاف تھا۔ وہ ۳۔ فروری کو لندن میں داخل ہوا اور مہینہ بھر کے بعد لنڈوری پارلیمنٹ توڑ دی گئی اور اس طور پر طولانی پارلیمنٹ کا بالکل ہی خاتمہ ہوگیا۔ ۲۵۔ اپریل کو ایک نئی پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا جس کا انتخاب کامل آزادی کے ساتھ عمل میں آیا تھا۔ چونکہ اس پارلیمنٹ کی طلبی کے لیے کوئی شاہی فرمان جاری نہ ہوا تھا اس لیے یہ "مجلس معہود" کے نام سے موسوم ہوئی۔ اس میں اس کثرت سے شاہ پسند اور پریسبیٹیرین فرقے کے مبعوثین شریک تھے کہ انھوں نے فوراً ہی یہ تحریک منظور کرلی کہ پرانے نظام حکومت کو بحال کیا جائے جو بادشاہ امرا اور عوام کے عناصر ثلاثہ پر مشتمل تھا اور چارلس ثانی کو بلا بھیجا جائے کہ آکر ملک کی حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لے۔

طولانی پارلیمنٹ کا خاتمہ
۱۶۔ مارچ ۱۶۶۰ء

چارلس کی مانک کے ساتھ پہلے سے خفیہ خط و کتابت ہورہی تھی اور اس نے ہالینڈ کے شہر بریڈا میں ایک اعلان جاری کردیا تھا جس میں اُس نے وعدہ کیا تھا کہ باغیوں کو عام معافی دی جائے گی۔ مذہبی آزادی سے رعایا کے تمام فرقے یکساں بہرہ اندوز ہوں گے اور فوج کے حقوق کا لحاظ رکھا جائے گا۔ غرض اُس کی مراجعت کی تیاریاں بہمہ وجوہ کامل و مکمل ہوچکی تھیں اور اب جو ۲۵۔ مئی کو وہ ڈوور کے ساحل پر لنگر انداز ہوا تو سارا ملک اُس کے خیر مقدم کے لیے وقف مسرت و شادمانی تھا۔ ۲۹۔ مئی کو جو اُس کی سالگرہ کا دن تھا وہ لندن میں داخل ہوا۔ اُس کے آنے کی جو خوشی قوم کو ہوئی اُس کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ اُس کے راستے میں پھول اس افراط سے بکھیرے گئے کہ لندن کی سڑکوں پر پھولوں کے ڈھیر لگ گئے۔ گلی کوچے رنگا رنگ جھنڈیوں اور پھولوں سے آراستہ تھے۔ اور حوضوں میں شراب ارغوانی بہ رہی تھی۔ ایک فقط

چارلس ثانی کی مراجعت
مئی ۱۶۶۰ء

فوج اس عام جشن شادمانی میں شریک نہ تھی اور منہ لسورے الگ کھڑی تھی۔ لیکن جب ایک تمام کی قوم فرط مسرت سے یوں دیوانی ہو رہی ہو تو اکیلے سپاہی کیا کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ ان لوگوں کی نیتوں میں حق پرستانہ خلوص ایسا کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ محض اپنی آن قائم رکھنے کے لیے وہ ایسی خونریزی کے روا دار نہ ہو سکتے تھے جس سے کوئی نتیجہ نہ نکلے۔ چند مہینے بعد فوج برطرف کر دی گئی اور سپاہی خاموشی کے ساتھ علیحدہ ہو کر اپنے اپنے قدیم مشاغل میں مصروف ہو گئے۔ جو دفتروں میں ملازم تھے اپنی نوکری پر چلے گئے۔ جو دکاندار تھے انھوں نے پھر اپنی دکانیں کھول لیں۔ جو کاشتکار تھے بدستور کھیتی باڑی کا کام کرنے لگے۔ جب اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو بادشاہ ایک دن ہنس کر کہنے لگا۔ کہ میں اگر اپنے ملک میں اب سے بہت پہلے واپس نہیں آیا تو اس میں سراسر میری ہی خطا ہے اس لیے کہ ایک شخص بھی مجھے ایسا نظر نہیں آتا جو مجھ سے یہ نہ کہتا ہو کہ وہ ہمیشہ سے میرے لیے چشم براہ تھا۔ لیکن حق یہ ہے کہ متقشفین کی فوج کا طرز عمل اگر قوم کے لیے ایسا ناگوار نہ ہوتا تو چارلس کو شاید ہی واپس آنا نصیب ہوتا۔

———(۰|۰)———

انیسواں باب

بادشاہی کی بحالی

چارلس ثانی

سنہ ۱۶۶۰ء لغایت ۱۶۸۵ء

اپنی آبائی میراث سے بہرہ اندوز ہونے کے لیے جب چارلس ثانی واپس آیا تو اُس کا خیر مقدم جس تپاک اور گرمجوشی سے کیا گیا وہ کسی اور بادشاہ کو کم نصیب ہوئی ہوگی اہل ملک کو اتنے بہت سے انقلابات نے پریشان حال اور درماندہ کردیا تھا اور وہ ایک سچی ہوئی باضابطہ حکومت کو ترس گئے تھے۔ اگر چارلس کو اپنی رعایا کی فلاح مرکوز خاطر ہوتی تو شاید وہ بہت نامی گرامی بادشاہ ہوتا لیکن ذہین و ہوشمند خوش خلق و نرم مزاج اور ظریف و روشن رائے ہونیکے ساتھ وہ نیک نفس نہ تھا خود غرضی اور آرام طلبی اُسکی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور چونکہ

چارلس کے خصائل ذاتی اور مقاصد ملکی

اُس کی عمر کا بہت زمانہ وطن سے دور قسمت کی نیرنگیوں کا تماشہ دیکھنے میں بسر ہوا تھا اس لیئے اُسے اس بات کا کماحقہٗ احساس نہ تھا کہ اُس کے ذمے قوم و ملک کے کیا کیا فرائض ہیں۔ اپنے عہد حکومت میں اُس نے ہمیشہ دو باتیں پیش نظر رکھیں۔ اوّل یہ کہ وہ کسی کے کہے پر نہ چلے بلکہ اپنی رائے پر عمل کرے اور اپنی رندانہ عیاشیوں کے لیے بکثرت روپیہ وصول کرلیا کرے جس کا حساب اُسے پارلیمنٹ کو نہ دینا پڑے۔ دوسرے یہ کہ کیتھولک مذہب کے اغراض و مقاصد کی حمایت کی جائے۔ یہ حمایت وہ کچھ اس لیئے نہ کرنا چاہتا تھا کہ اُسے مذہب سے لگاؤ تھا بلکہ اسے خیال ہوگیا تھا کہ پراٹسٹنٹ مذہب لوگوں کو حد سے زیادہ آزاد کردیتا ہے اور وہ چاہتا تھا کہ اپنے نوجوان دوست لوئی چاردہم تاجدار فرانس کی طرح خود مختار و مطلق العنان رہے اُس کی اور اُس کے بھائی جیمز امیر یارک کی تربیت کیتھولک طریق پر ہوئی تھی اگرچہ نام کو وہ کلیسائے انگلستان کے حلقے میں داخل تھے چونکہ انگریزی قوم صدہا سال سے یہی کوشش کرتی چلی آئی تھی کہ بادشاہ کے وزرا پارلیمنٹ کے تابع ہوکر رہیں اور پاپائے روما کے اقتدار کو انگلستان کے معاملات

میں کوئی دخل نہ ہو اس لیے ظاہر ہے کہ بادشاہ کا یہ مطمح نظر رعایا کے منشا کے بالکل خلاف تھا۔ لیکن چارلس ایسا نادان نہ تھا کہ اپنے باپ کی طرح کھلم کھلا رعایا سے مقابلہ کرتا۔ جیمز سے وہ کہا کرتا تھا کہ بھئی غریب الوطنی کے مزے میں پہلے ہی بہت چکھ چکا ہوں اب تو جی میں یہی ٹھان لی ہے کہ رخت سفر پھر کبھی نہ باندھوں گا۔ اسی لیے اس کے عہد حکومت میں میزان اقتدار کبھی نقطۂ اعتدال پر نہ رہی۔ کبھی ایک پلہ جھک جاتا تھا کبھی دوسرا۔ بادشاہ آج اگر اپنی بات پہ اڑ جاتا تو کل پارلیمنٹ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا تھا۔ اگر کوئی دوسرا بادشاہ ہوتا تو پارلیمنٹ سے اس کی کبھی نبھ نہ سکتی لیکن بے پروا اور خوش طبع چارلس گاہ بگاہ اپنے وزیروں کی بھینٹ دینے سے برابر تخت سلطنت پر قائم رہا اور زندگانی کے مزے لوٹتا رہا۔ لوگ اسے "زندہ دل" کہتے تھے اور اس کی نسبت یہ کہاوت مشہور تھی کہ "گفتار میں دانا ہے کردار میں ناداں ہے"۔ اس کا ندیم خاص سر ایڈورڈ ہائڈ جو شاہی فریق سے تعلق رکھتا تھا۔ راستی و دیانت کے اوصاف سے متصف تھا۔ طولانی پارلیمنٹ کے اراکین میں اس کا نام بھی شریک تھا (دیکھو صفحہ ۲۸۱) اور جلا وطنی کی حالت میں اس نے چارلس کی اتالیقی کی خدمت انجام دی تھی۔ اب وہ لارڈ کلیرنڈن کے خطاب سے سرفراز ہو کر وزارت خزانہ کے منصب پر مامور ہوا اور اس کا ہفت سالہ دور نظم و نسق

کلیرنڈن کی وزارت ۱۶۶۰ء لغایت ۱۶۶۷ء۔

چارلس کے عہد حکومت کا بہترین زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ مجلس معہود نے جو حکومت شاہی کی بحالی کے وقت برسر اقتدار تھی تیرہ اشخاص کو جنھوں نے چارلس اول کی نسبت سزائے موت تجویز کی تھی مروا ڈالا اور ان کے باقی شرکا کو قید کر دیا۔ اسی کے ساتھ اراکین مجلس نے خانقاہ ویسٹ منسٹر کے قبرستان سے کرامویل آئرٹن اور بریڈشا کی لاشیں نکلوا کر ٹائبرن میں سولی پر لٹکا دیں۔ اس کے بعد انھوں نے ایک قانون عفو [illegible]

قانون عفو ۱۶۶۰ء

ورلیمبرٹ باقی تمام اشخاص کو جنھوں نے [illegible] بادشاہ کے خلاف ہتھیار اٹھائے تھے معافی دے دی اس طرف سے فارغ ہو کر انھوں نے بادشاہ کے مداخل کے مسئلے پر توجہ کی کہ ان دنوں اسی رقم میں سے شاہی دربار اور جنگی بیڑے کے مصارف اور سفرا و ارکان عدالت کے مشاہرے ادا کیے جاتے تھے۔ چنانچہ بالاتفاق یہ فیصلہ ہوا کہ چارلس کو بارہ لاکھ پونڈ سالانہ کی

رسوم جاگیرداری کی موقوفی سنہ ۱۶۶۰ء۔

سند ہی رقم تا حین حیات اس شرط پر دی جایا کرے کہ وہ بعض حقوق سے دست کش ہو جائے جو اجارۂ فوجی رسوم جاگیرداری اور سربراہی کے سہ گانہ ناموں سے موسوم تھے اور ایک عرصۂ دراز سے رعایا کی ایذا کا موجب ہو رہے تھے۔ اس مسئلے سے فراغت پاکر مجلس معہود نے فوج کو برخاست کر دیا اور پھر اپنی آئینی حیثیت سے خود کنارہ کش ہو گئی تاکہ ایک نئی پارلیمنٹ کے لیے جگہ خالی ہو جائے۔ لیکن چارلس فوج کے متفرق بچے کھچے دستوں کو اپنی حفاظت اور سلامتی

پہلی فوج مستقل سنہ ۱۶۶۰ء۔

کے لیے کافی نہ سمجھتا تھا۔ اس نے چپکے سے پانچ ہزار سوار اور پیادے برخاست شدہ فوج میں سے رکھ لیے۔ اس جمعیت میں دو نامی گرامی پلٹنیں بھی شامل تھیں جو جیش کولڈاسٹریم کے نام سے مشہور ہے اور جسے جنیل بائمس نے سالہا سال قبل کولڈاسٹریم میں جو دریائے ٹویڈ کے کنارے واقع ہے قائم کیا تھا۔ چارلس اس جمعیت کی تنخواہ اپنی جیب خاص سے ادا کرتا تھا اور اس لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ انگلستان میں فوج مستقل کی ابتدا اسی جمعیت سے ہوئی۔ یہ اور بات ہے کہ چارلس کے زمانے میں قانوناً اس کی یہ حیثیت تسلیم نہ کیجاتی تھی۔

کچھ مدت تک ہر طرف غلغلۂ مسرت و شادمانی بلند رہا لوگوں کو بادشاہ کے واپس آنے کی ایسی خوشی تھی کہ نئی پارلیمنٹ کے لیے زیادہ تر وضعدار رئیسوں کا انتخاب عمل میں آیا۔ بادشاہ کا دربار شان و شکوہ اور طنطنہ و طمطراق کا آئینہ خانہ بنگیا۔ حکومت جمہوری کی

وضعدار پارلیمنٹ سنہ ۱۶۶۱ء غایت سنہ ۱۶۷۹ء۔

متانت اور سادگی گلدستۂ طاق نسیاں ہو گئی۔ تھیٹر کھل گئے رقص و سرود اور لہو لعب کے بازار گرم ہو گئے اور واکس ہال کے تفرج گاہ میں جس کا افتتاح۔ اوّل اوّل اسی زمانے میں ہوا خطب و مواعظ کے بجائے ہنگامۂ ناؤ نوش بلند ہوا اس دور عشرت کے ساتھ ساتھ بہت سی اوباشیاں بھی آگئیں۔ قمار بازی شراب خواری کشت و خون اور بدکاری اہل دربار کی خصوصیات میں داخل ہو گئی۔ کوئی ایسی

شاہی دربار کی بدمستیاں۔

آوارگی اور اوباشی نہ تھی جس کی اس رنگیلے عہد نے اجازت نہ دے رکھی ہو۔ پچاس سال تک یہ حالت رہی کہ غروب آفتاب کے بعد اکیلے دکیلے شخص کو پایۂ تخت کی تیرہ و تار گلیوں میں (جن میں چارلس کے عہد حکومت کے خاتمے تک کوئی روشنی نہ کی جاتی تھی) جانے کی ہمت نہ پڑتی تھی اس لیے کہ بڑے بڑے ذی حیثیت شرفا بھی

گھپ اندھیرے میں کسی کونے کے اندر دبکے ہوئے لفنگوں کی طرح اس تاک میں لگے رہتے تھے کہ راہ چلتے کی ٹوپی اتار لیں جیب کتر لیں ناک کان کاٹ ڈالیں غرض جو نا کردنی حرکت بھی ممکن ہو کر گزریں۔

دیہات کی حالت نسبتاً اچھی تھی۔ رفتہ رفتہ بہت سے شاہ پسند اپنے قدیم گھروں میں آباد ہو گئے اور شہسواروں اور سر گھٹوں کی حریف جماعتیں اپنی پرانی خصومتوں کو بھول کر آپس میں شیر و شکر ہو گئیں۔

قوم کی حالت۔

گاؤں والوں کی زندگی میں وہی پرانی چہل پہل آ گئی۔ ناچ بھی ہونے لگے راگ رنگ کا نقشہ بھی جم گیا۔ فوج کے برخاست شدہ سپاہی اپنے اپنے مکانوں کو واپس آ کر کھیتی باڑی کرنے لگے یا دوسرے پیشوں میں مشغول ہو گئے۔ اور اپنے ساتھ سادگی اور سنجیدگی کی اُن روایات کو لیتے آئے جو متقشفین کے طرز ماند و بود میں رچی ہوئی تھیں۔ ڈاک فاصلے کے لحاظ سے ہر دوسرے دن یا ہفتے میں ایک بار روانہ ہوتی تھی اور مسافر گاڑیاں بڑے بڑے شہروں کے درمیان بکثرت چلتی تھیں لیکن پھر بھی لندن اور ملک کے اندرونی علاقوں کے درمیان حقیقی ارتباط بہت کم تھا۔ اور چارلس کے عہد کے سیاسی خرخشے اہل انگلستان کو بتدریج ترقی کرنے سے مانع نہ آ سکے۔ سب سے زیادہ مفلوک الحال علاقہ ملک کا شمالی حصہ تھا جہاں ابھی تک لٹیرے لوٹ مار کرتے پھرتے تھے رستہ ایسا پُر خطر تھا کہ ایک زبردست بدرقے کے بغیر حکام عدالت دورہ نہ کر سکتے تھے اور بدامنی ایسی تھی کہ ڈاکوؤں کا پتہ لگانے کے لیے شکاری کتے سدھائے جاتے تھے۔ غرض آج کل کے زمانے میں ہم مشکل اندازہ کر سکتے ہیں کہ اُن دنوں لوگوں کی جان و مال کو کیسے کیسے خطرے لاحق تھے۔

اسکاٹلینڈ کے سرحدی علاقے کی بدامنی بہت ہی بڑھی ہوئی تھی اس لیے کہ چارلس کی پارلیمنٹ نے کرامویل کے "قانون اتحاد انگلستان و اسکاٹلینڈ" (دیکھو صفحہ ۳۰۱) کو تسلیم نہ کیا تھا۔ اور پرانا طریقۂ حکومت پھر جاری کر دیا تھا۔ اسکاٹلینڈ کی اب پھر ایک

اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ کی تکالیف

جداگانہ پارلیمنٹ قائم ہو گئی۔ رعایا کو اساقفہ کی حلقہ بگوشی پر مجبور کیا گیا۔ اور "متعاہدین" پر بڑی بڑی سختیاں ہونے لگیں۔ آئرلینڈ والے الگ نالاں تھے لیکن اُن کے مصائب کی وجہ اور تھی۔ یعنی جو اشخاص بادشاہ

کی طرف سے شریک جنگ ہوئے تھے انھیں شکایت تھی کہ کرامویل کے طرفداروں نے اُنکی اکثر اراضیات پر قبضہ کرلیا اور اگرچہ بالآخر ایک قانون کی رو سے جو "قانون بندوبست" کے نام سے موسوم تھا طرفداران کرامویل اس جائداد کے ایک ثلث سے دست کش ہو گئے لیکن جب جمہوریت کی جگہ بادشاہت آگئی تو حکومت نے اسے بھی جسطرح جی چاہا تقسیم کر دیا اور آئرلینڈ والوں کو بہت کم حصہ ملا۔

انگلستان میں وضعدار پارلیمنٹ نے ہوتے ہی کلیسا کے طرز عمل میں تبدیلی کر کے اس کی وہی روش کر دی جو لاڈ کے وقت میں تھی۔ اساقفہ دارالامرا میں پھر شریک ہو گئے عبادت کا وہی پرانا طریقہ کسی قدر ترمیم کے ساتھ پھر جاری ہو گیا۔ اور اس وقت سے لیکر آج کے دن تک اسی نہج پر قائم چلا آتا ہے۔ یہاں تک تو جو کچھ ہوا ٹھیک ہوا لیکن چارلس اپنے اس وعدے کے باوجود کہ رعایا کے تمام فرقوں کو بلا تفریق و امتیاز آزادی ضمیر کافی عطا کی جائے گی کہ وہ جس طریق پر چاہیں عبادت کریں پارلیمنٹ کو قانون جماعت کے وضع و نفاذ سے نہ روک سکا۔

قانون جماعت ۱۶[illegible]ء

جس کی رو سے تمام سرکاری عہدہ دار مجبور کیے گئے کہ "معاہدین" کے طریقے سے کوئی سروکار نہ رکھیں اور رسم اصطباغ کلیسائے انگلستان کے مقررہ طریقے کے موجب بجا لائیں۔ مزید براں ۱۹۔ مئی ۱۶۶۲ء کو ضابطۂ وحدت [illegible] کے نام سے ایک قانون جاری کیا گیا جس کی رو سے کسی پادری کو کلیسا کے کسی حلقے کی پیشوائی کی اجازت نہ تھی تاوقتیکہ اُسے قسیسیت کی سند کسی اسقف کی طرف سے نہ ملی ہو اور کتاب عبادت عمومی پر اس کا عمل نہ ہو۔ باقی تمام پادری ۲۴۔ اگست ۱۶۶۲ء کو جو واقعۂ سینٹ بارتھالومیو کی برسی کا دن تھا اپنی اپنی خدمتوں سے علیحدہ کر دیئے گئے۔ اور ہزار اشخاص نے خود اپنے کنیسوں میں اپنے پیروؤں کی جماعتیں قائم کر کے پہلی مرتبہ "معترضین" یعنی کلیسا کے مروجہ طریق سے اعراض یا انحراف کرنے والوں کا لقب اختیار کیا۔

لیکن ان لوگوں کو اس کی بھی اجازت نہ دی گئی ۱۶۶[illegible]ء میں "قانون کنیسہ" نافذ ہوا جسکی رو سے لوگوں کا کنیسوں میں اپنے طریق پر عبادت کرنا ممنوع قرار پایا۔ اور اس سے اگلے سال "قانون پنج میل" کے نام سے ایک نیا ضابطہ جاری کیا گیا جس کے احکام یہ تھے کہ

معترضین کے خلاف قوانین کا نفاذ [illegible]ء، ۱۶۶۲ء، ۱۶۶۵ء

جماعت معترضین کا کوئی پادری کسی شہر سے پانچ میل کے اندر اندر کسی مدرسے میں معلمی نہ کرنے پائے اور نہ اُن حدود میں داخل

ہونے پائے۔ جو پادری اس طور پر خارج البلد کیے گئے ان میں کتاب "راحت ابدی اولیا" کا مشہور مصنف رچرڈ بیکسٹر بھی داخل تھا۔ اُس کا بیان ہے کہ صدہا پادری جو اہل و عیال سمیت گھروں سے نکال باہر کیے گئے ایسے تھے جنھیں نہ سر چھپانے کا کوئی ٹھکانا تھا نہ قوت لایموت کا کوئی سہارا اور بہت سے قید کاٹ رہے تھے۔ جان بنیئن جو

بنیئن اور ملٹن۔

پنجیرے کا پیشہ کرتا تھا کنیسوں میں منادی کرنے کی علت میں بارہ سال تک محبس بانفرڈ میں قید رہا۔ ایام اسیری میں وہ اپنی بی بی بچوں کی اوقات بسر کرنے کے لیے فیتوں کے فلزی تکمے بنا بنا کر بیچا کرتا تھا اور اوقات فرصت میں اپنی معرکۃ الآرا کتاب "پلگرمس پروگرس" (منازل زائر) لکھا کرتا تھا۔ غریب و نابینا ملٹن نے بھی اسی زمانے میں "پیراڈائز لاسٹ" (فردوس از دست رفتہ) اور "پیراڈائز ریگینڈ" (فردوس بازیافتہ) کے نام سے دو نظمیں تصنیف کیں۔ منازل زائر اور ان نظموں میں اہل مذہب کے نفس کشی، متقیانہ مسلک کی تصویر [illegible] کھچی ہوئی نظر آتی ہے۔

اس عہد اور اس کے بعد کے [illegible] کلیسا سے انگلستان [illegible] کی ایک تعداد کثیر نقل وطن کر کے امریکہ میں جا بسی اور چارلس نے مختلف [illegible] قرضوں کے چکانے میں یا مزید روپیہ حاصل کرنے کی غرض سے وسیع قطعات اراضی

پنسلوینیا کی نوآبادی ۱۶۸۲ء

عطا کیے۔ اس طور پر پن کو جو فرقہ کویکر کے مشاہیر سے [illegible] ایک گرانبار قرضے کی بے باقی میں ایک بہت بڑا رقبہ زمین کا [illegible] آگیا اور ۱۶۸۲ء میں وہ کویکروں کی ایک جماعت کثیر کو نئی دنیا میں بسانے کے لیے لے گیا۔ پنسلوینیا کی نوآبادی جو اپنے بانی پن کے نام سے موسوم ہوئی امریکہ کی پہلی وہ ریاست تھی جس میں امریکہ کے اصلی باشندوں کے ساتھ مساوات کا برتاؤ کیا گیا۔

لیکن چارلس نرا قابوچی اور مطلب پرست ہی نہ تھا۔ ایک اور شاہی سند اُس نے ایسی بھی جاری کی جو اُسکے لیے بہت بڑی وجہ امتیاز و نازش ہے ۱۶۴۵ء میں جب خانہ جنگی کی آگ طول و عرض ملک میں بھڑک رہی تھی ایک مختصر سی جماعت اشخاص نے مذہبی اختلافات کی چپقلشوں سے تنگ آکر حقائق موجودات کی جستجو کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دینے کی نیت باندھ لی۔ اس جماعت کے اجلاس پہلے پہل

لندن میں منعقد ہوئے اور پھر اُس نے آکسفرڈ میں اپنا مرکز قائم کرلیا جہاں حقائق حکمیہ و مسائل علمیہ پر مباحثے ہوتے تھے۔ ان علمی صحبتوں میں بائل جس نے آلۂ بادکش کی اصلاح کی۔ ہوک جس نے آلۂ خردبین کو رواج دیا۔ ہیلی جو اس عہد کا مشہور ہیئت داں تھا اور بعض دوسرے سائنس داں اپنے تجارب و انکشافات کی شرح کیا کرتے تھے۔ بحالی حکومت شاہی کے بعد چارلس ثانی

رائل سوسائٹی کا قیام ۱۶۶۲ء

نے جسے سائنس کے ساتھ بڑی دلچسپی تھی اور جس نے چند سال بعد رصدگاہ گرینچ کی بنا ڈالی اس علمی مجلس کے بعض جلسوں میں شریک ہوکر ارکان مجلس کو ایک شاہی سند عطا کی جس کی رو سے باضابطہ طور پر انھیں "رائل سوسائٹی آف لنڈن" (شاہی مجلس علمیہ لندن) کا درجہ حاصل ہوگیا۔ سر آئزک نیوٹن نے اپنے مشہور انکشاف قانون کشش ثقل کی تشریح ۱۶۸۲ء میں اسی مجلس کے سامنے کی تھی اور اب اسکا شمار دنیا کی سب سے بڑی علمی مجلسوں میں ہے۔

چارلس کے ۱۶۶۲ء کے تمام کارنامے اگر ویسے ہی دانشمندانہ ہوتے جیسی اُس کی سرپرستی علوم و فنون تھی تو کیا پوچھنا تھا۔ لیکن تین کام اس سال اُس نے ایسے کیے جو اگر سرانجام ہی نہ پاتے تو بہتر تھا۔ یعنی اول تو مئی کے مہینے میں اُس نے پرتگال کی شہزادی

چارلس کا عقد مئی ۱۶۶۲ء

کیتھرائن سے عقد کیا۔ رعایا کو یہ رشتہ بہت ہی ناگوار گزرا اس لیے کہ اگرچہ ملکہ اپنے جہیز میں جزیرۂ بمبئی اور قلعۂ طنجہ لائی۔ لیکن مذہباً وہ رومن کیتھولک تھی۔ اس کے علاوہ اس شادی سے کوئی اولاد بھی نہ ہوئی اور اس لیے امیر یارک کہ وہ بھی کیتھولک تھا بدستور وارث تاج و تخت رہا دوسری غلطی چارلس سے یہ ہوئی کہ ماہ جون میں اس نے سرہنری وین کو جو جمہوریت پسند فریق کے مقتداؤں

وین کا قتل ۱۴ جون ۱۶۶۲ء

میں سب سے زیادہ میانہ رو اور بے غرض تھا ٹاور ہل پر قتل کرادیا۔ اس قتل کا اصلی سبب جیساکہ خود چارلس نے کلیرنڈن کو لکھ بھیجا تھا بس اتنا ہی تھا کہ "اس شخص کا زندہ رہنا ہی خطرے کا موجب ہے"۔ چارلس کی تیسری لغزش یہ تھی کہ نومبر کے مہینے میں شہر ڈنکرک جو کرامویل نے ہسپانیہ سے لیا تھا فرانس کے ہاتھ بیچ ڈالا اس پر اہل انگلستان کلیرنڈن سے سخت ناراض ہوگئے اور اُنکی

فروخت ڈنکرک نومبر ۱۶۶۲ء

برہمی کو اس بات نے اور بھی بڑھا دیا کہ جو رقم فروخت ڈنکرک سے ہاتھ لگی وہ بادشاہ کے عیش و عشرت پر صرف ہوتی تھی۔

اس کے بعد جلد ہی ہالینڈ کے ساتھ دوبارہ جنگ شروع ہوگئی۔ ولندیز انگریزوں کے بحری رقیب تھے اور سمندر کی حکومت کے لیے آپس میں ہر وقت دست وگریباں رہتے تھے۔ حال ہی میں انگریزوں نے شہر نیوایمسٹرڈم پر جو امریکہ میں ولندیزی مقبوضات سے تھا قبضہ کرکے اس کا نام امیر یارک کے نام پر نیو یارک رکھا تھا۔ ہالینڈ کے سربرآوردہ وزیر جین ڈی وٹ کو اس بات کا بھی بڑا رنج تھا کہ کیوں بمبئی کا شہر انگریزوں کے ہاتھ میں چلا گیا اُدھر چارلس کو بھی ہالینڈ والے اس دن سے ایک آنکھ نہ بھاتے تھے جب جلاوطنی کی

ہالینڈ کے ساتھ جنگ مارچ ۱۶۶۵ء۔

حالت میں اُنھوں نے اس کے ساتھ بداسلوکی کیا تھا۔ سینوں میں یہ کینے تو مدت سے چلے ہی آتے تھے افریقہ کے ساحل پر انگریزی اور ولندیزی جہازوں میں جا بلانہ جھڑپ ہوجانے سے یہ آگ پورے زور کے ساتھ بھڑک اُٹھی اور رہا۔ مارچ ۱۶۶۵ء کو انگلستان اور ہالینڈ کے درمیان جنگ کا اعلان ہوگیا۔ دوسرے سال فرانس وانگلستان کی بھی ٹھن گئی اور لوئی چہاردہم ولندیزوں کا طرفدار ہوگیا۔ جنگ مطلقاً سمندر ہی میں ہوتی رہی امیر یارک نے جو انگلستان کے جنگی بیڑے کا سردار تھا۔ ۳۔ جون ۱۶۶۵ء کو لوسٹافٹ واقع سفاک کے قریب غنیم پر بحری فتح پائی لیکن اس فتح سے اپنی بے تدبیری کے باعث زیادہ فائدہ نہ اٹھا سکا بادشاہ کو جنگ جاری رکھنے کے لیے پارلیمنٹ سے ایک مبلغ کثیر کی منظوری لینی پڑی اور پارلیمنٹ نے ساڑھے بارہ لاکھ پاؤنڈ کی منظوری اس شرط پر دی کہ یہ روپیہ صرف جنگ پر خرچ کیا جائے یہ قید ارکان پارلیمنٹ نے اس ڈر سے لگا دی تھی کہ مبادا سب روپیہ بادشاہ کے درباری مصارف ہی میں ختم ہو جائے۔

انھیں ایام میں لندن ایک بلائے مہیب کی لپیٹ میں آگیا۔ اس زمانے کے غلیظ بحض شہروں میں وبائیں آئے دن آیا کرتی تھیں۔ لندن کی گلیاں ایسی تنگ تھیں کہ مکانوں کی بالائی منزلوں میں برائے نام فصل باقی رہ گیا تھا کچی مٹی کے فرش سڑا ہی پھیلا یا ل متعفن خوراک اور کوڑے کرکٹ سے اٹے رہتے تھے۔ ان حالات میں ضرور تھا کہ جب گرمی تیز ہو تو تھوڑا بہت وبائی مادہ اپنے ساتھ لیتی آئے ۱۶۶۵ء کا موسم گرما ایسا سخت تھا کہ اس سے پہلے کسی کو ایسی گرمی سے پالا نہ پڑا تھا مئی کے مہینے میں وبائے طاعون نے جو سارے براعظم یورپ میں پھیلی ہوئی تھی لندن میں آکر نکالا اور اسکی شدت

لندن میں وبا ۱۶۶۵ء

گرمیوں بھر بڑھتی رہی تا آنکہ ماہ ستمبر میں ایک دن کے اندر پندرہ سو اور تین ہفتے کی مدت میں چوبیس ہزار نفوس تلف ہو گئے۔ کم مکان ایسے باقی بچے ہوں گے جن کے دروازوں پر صلیب احمر کا نشان طاعون زدگی کی علامت کے طور پر نمودار نہ ہو۔ شہر میں ایک ہو کا عالم تھا۔ گلیاں آیند و روند سے خالی نظر آتی تھیں۔ راتوں کو اُن سنسان کوچوں میں نعش بردار گاڑی جس کی گھنٹی کی گونج بند تھی مُردے لاد کر لیجانے کے لیے گزر رہی تھی اور گاڑی بان یہ آوازہ لگاتا جاتا تھا کہ "اپنے اپنے مردے نکال لاؤ"۔ و بازدہ شہر کو چھوڑ کر سب لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ بادشاہ اہل دربار مبعوثین دارالعوام یہاں تک کہ ڈاکٹر اور پادری بھی شہر سے فرار ہو گئے جاں بلب بیماروں کے حلق میں پانی چوانے مُردوں کی آنکھیں بند کرنے اور زندوں کو دلاسا دینے کے لیے صرف ایک مٹھی بھر خدا ترس جاں فروشوں کی جماعت باقی رہ گئی جس میں زیادہ تر فرقۂ متقشفین کے ایذا رسیدہ مناجات کرنے والے شامل تھے۔ جوانمرد جرنیل مانک جو امیر کبیر ال بے مارل کے خطاب سے سرفراز ہوا تھا اور لندن کا رئیس بلدیہ لارنس اور بعض دوسرے ہمدرد ان قوم بھی اس خطرۂ عظیم کا مقابلہ کرنے کے لیے سینہ سپر ہو گئے اور برابر لندن میں موجود رہے تاکہ شہر کا امن و امان قائم رکھیں اور بلاکشان شہر کے مصائب میں ڈکیتی اور بدعملی کی نئی آفتوں کا اضافہ نہ ہونے دیں۔

جب جاڑے آئے تو ایک لاکھ بندگان خدا کی بھینٹ لے چکنے کے بعد وبا رخصت ہو گئی۔ لیکن ممکن نہ تھا کہ اس کے جاتے ہی ملک کی تجارت اور اہل ملک کی ثروت و خوشحالی اپنی اصلی حالت پر یک بیک عود کر آئے۔ ادھر ولندیزی جنگ جس کی پریشانیوں نے لوگوں کو جان سے بیزار کر دیا تھا برابر جاری تھی۔ ڈنکرک اور شمالی فورلینڈ کے درمیانی میدان پر ایک جنگ جس میں ایک طرف امیرال بے مارل اور شہزادۂ روپرٹ اور دوسری طرف ولندیزی سپہ سالار ڈی رائٹر تھا چار شبانہ روز ہوتی رہی لیکن فتح کسی فریق کو بھی نہ ہوئی۔

جنگ سیدان ۱۶۶۶ء

ان آفتوں سے ابھی چھٹکارا نہ ہوا تھا کہ بیٹھے بٹھائے ایک اور نئی افتاد آ پڑی۔ یعنی ۲ ستمبر ۱۶۶۶ء کو پل لندن کے متصل محلۂ پڈنگ لین میں ایک نانبائی کے تنور کی آنچ زیادہ تیز ہو جانے سے محلے میں آگ لگ گئی۔ اس وقت پروا ہوا چل رہی تھی۔ ہوا کے جھونکے آگ کے شعلوں کو لے اڑے اور شہر کی گنجان آبادی کے

لندن میں آتش زدگی ۲ ستمبر ۱۶۶۶ء

چوبی مکانات خشک ایندھن کی طرح جلنے لگ گئے۔ تین دن تک یہ آگ لگاتار بھڑکتی رہی اور آخر بڑی مشکلوں میں بادشاہ اور امیر یارک کی جاں فشاں کوششوں سے سرد ہوئی۔ آگ کے بجھانے کی تدبیر اُنھوں نے یہ کی تھی کہ ٹمپل بار پائی کارنراسمتھ فیلڈ اور بعض دوسرے محلوں کے کچھ کچھ مکانات بھک سے اڑا دیئے جس سے مکانوں میں فصل واقع ہوگیا اور شعلے اس فصل کو عبور نہ کرسکے۔ بہرحال نقصان نہایت خوفناک ہوا۔ تیرہ ہزار دو سو سکونتی مکان اور نواسی گرجا جل کر راکھ کا ڈھیر ہوگئے اس کے علاوہ شہر کی کمپنیوں کا دفتر ساہوکارہ کی عمارت جنگی خانہ اور کلیسائے سینٹ پال بھسم ہوگیا۔ لیکن آخر میں یہی آگ جو نمونۂ قہر ایزدی تھی دلیل رحمت باری ہوگئی اس لیئے کہ اس نے اُن ناپاک چوبی مکانوں کو جو عفونت میں سنڈاس سے بھی بدتر تھے زمین کے برابر کر دیا اور اُن نجس کنووں اور نلوں کو جنکا زہریلا پانی اہل شہر پیا کرتے تھے راکھ اور کنکر پتھر سے پاٹ دیا۔ اب اینٹوں کے پختہ مکانات تعمیر کیئے گئے اور آب نوشیدنی کے جزو غالب کا ذخیرہ

نئی نہر کی آبرسانی ۱۶۲۳ء

چشمہ چیڈول میں قائم کیا گیا جو ضلع ہرٹفرڈ شائر میں واقع ہے۔ اس چشمے سے ایک نہر کاٹ کر لائی گئی جو نئی نہر کے نام سے موسوم ہوئی۔ یہ نہر سرہیو مڈلٹن نے ۱۶۱۹ء میں تیار کی تھی۔

ملک پر تو چاروں طرف سے یہ مصیبتیں آرہی تھیں اور کلیرنڈن بیڑے کو جنگ کے لیئے ازسرنو تیار کرنے کے لیئے دارالعوام سے مزید رقم طلب کر رہا تھا۔ لیکن ارالکین دارالعوام کا یہ شبہہ اب قوی ہوچلا تھا کہ اُن کا دیا ہوا سب روپیہ شاہی دربار رنگ رلیاں منانے میں اڑا دیتا ہے۔ چنانچہ تنقیح حسابات کے لیئے اُنھوں نے ایک مجلس کے تقرر کا باصرار مطالبہ کرنا شروع کیا۔ چارلس خوب جانتا تھا کہ حساب کی جانچ پرتال سے اُس کا سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ اس لیئے اُس نے رقمی مطالبہ سے دست کش ہونے اور صلح کرنے کا

صلحنامۂ بریڈا ۱۶۶۷ء

مصمم ارادہ کر لیا۔ مئی ۱۶۶۷ء میں اُس نے لوئی کو بیچ میں ڈال کر بریڈا میں مجلس صلح کے انعقاد کا انتظام کرایا۔ لیکن ابھی کوئی فیصلہ نہ ہونے پایا تھا کہ ولندیزی امیرالبحر دی رائٹر ساٹھ جہازوں کے ساتھ دریائے میڈوے کو چیرتا ہوا دفعتہً آگے بڑھا اور چیتھم کے معلم پر تین جنگی جہازوں کو آگ لگا دینے کے بعد اس نے دریائے ٹیمز کا

ولندیزی بیڑا انگریزی جہازوں کو دریائے میڈوے میں آگ لگا دیتا ہے۔

ناکہ بند کر دیا۔ انگریزوں کو جب معلوم ہوا کہ باوجود اس قدر صرف کثیر کے اُن کا جنگی بیڑا خود اپنے دریا کی بھی حفاظت نہیں کرسکا تو سخت برافروختہ ہوئے

اور اپنا غصہ اُنھوں نے کلیرنڈن پر نکالا جو ایک عرصے سے بادشاہ اور قوم دونوں کی نظروں سے گرا ہوا تھا۔ صلحنامہ پر دستخط ہوتے ہی اُنھوں نے اُس پر الزامات قائم کردیئے اور وہ فرار ہوکر فرانس چلا گیا جہاں اپنی کتاب موسوم بہ "تاریخ بغاوت عظیم" لکھ چکنے کے بعد جلاوطنی کی حالت میں اُس کا انتقال ہوگیا۔ اُس کی بیٹی این ہائڈ کا عقد امیر کبیر یارک سے ہوگیا تھا اور انگلستان کی ملکہ میری اور ملکہ این اسی این ہائڈ کے بطن سے تھیں۔

کلیرنڈن کا جلاوطن ۱۶۶۷ء

عقد ۱۶۶۱ء

کلیرنڈن کے عزل کے ساتھ ہی پارلیمنٹ میں اُس زبردست فریق کی قوت ٹوٹ گئی جو شہسواروں کے نام سے موسوم تھا۔ چارلس اب اپنی ہی رائے پر چلنے لگا اور اُس کے عہد حکومت کا باقی حصہ پارلیمنٹ کو زک دینے کی انتہائی کوششوں میں صرف ہوا۔ کچھ عرصہ سے پریوی کونسل کے ان ارکین نے جو بادشاہ کے مشیران خاص میں درجۂ امتیاز رکھتے تھے ایک مجلس خاص کا انتظام قائم کرلیا تھا جو "کیبل" کہلانے لگی تھی۔ "کیبل" ایک فرانسیسی لفظ ہے جس کے معنی انجمن کے ہیں اور "کیبل" (ملی بھگت) اُسی سے ماخوذ ہے۔

وزارت "کیبل" ۱۶۶۷ء تا نہایت ۱۶۷۳ء

انگلستان کے موجودہ "کابینہ" کی ابتدا اسی مجلس سے ہوئی۔ یہ ایک عجیب اتفاق تھا کہ اُس زمانے کے کابینہ وزارت کے پانچ ارکین کلفرڈ آرلنگٹن بکنگھم آیشلے اور لاڈرڈیل کے ناموں سے موسوم تھے اور ان ناموں میں سے ہر ایک کے ابتدائی حرف کو اگر ملایا جائے تو لفظ "کیبل" بن جاتا ہے۔ آیندہ چھ سال تک یہ وزرا بادشاہ کے معتمدین وندیمان خاص بنے رہے اور ساری قوم کو اُن سے ایسی سخت نفرت ہوگئی کہ آج کے دن تک لفظ کیبل برے معنوں میں لیا جاتا ہے۔

دراصل یہ بیچارے چارلس کی خفیہ سازشوں کا تختۂ مشق بنے ہوئے تھے۔ کچھ مدت سے لوئی چہاردہم نے ہالینڈ پر جو ہسپانیہ کے مقبوضات سے تھا دست درازی شروع کر رکھی تھی۔ ۱۶۶۸ء میں اُس کی پیش قدمی کی خطرناک رفتار نے ہالینڈ کو خوفزدہ کردیا اور ڈی وٹ نے برطانوی سفیر متعینہ ہیگ سر ولیم ٹمپل کی مدد سے ہالینڈ سویڈن اور انگلستان کے درمیان جو تینوں کے تینوں پراٹسٹنٹ ممالک تھے ایک "اتحاد ثلثہ" قائم کرکے لوئی پر ایسا دباؤ ڈالا کہ اُسے

اتحاد ثلثہ جنوری ۱۶۶۸ء

ایکس لاشاپل کے مقام پر ہسپانیہ کے ساتھ صلح کرتے ہی بنی۔ اس کا توڑ لوئی نے یہ سوچا کہ چارلس کے ساتھ ایک ایسا سمجھوتہ کرے جس کی کانوں کان کسی کو خبر نہ ہو۔ چارلس پارلیمنٹ کو کیتھولک فریق کی حمایت یا فرانس کی طرفداری پر آمادہ نہ کر سکنے کی وجہ سے پہلے ہی بگڑا بیٹھا تھا۔ اس لیئے لوئی کا داؤں چل گیا اور دونوں تاجداروں کے درمیان ایک خفیہ معاہدہ بمقام ڈوور قلمبند ہوا جس میں چارلس نے اس شرط پر اپنے کیتھولک ہونے کا

ڈوور کا خفیہ معاہدہ ۱۶۷۰ء

اعلان کرنے اور ولندیزوں کے مقابلے میں فرانسیسیوں کو مدد دینے کا وعدہ کیا کہ اس کے معاوضے میں اُسے تین لاکھ پاؤنڈ سالانہ دیا کرے اور دوسرے اگر رعایا آمادۂ فساد ہو جائے تو اُس کی کمک کے لیئے فرانسیسی فوج انگلستان بھیجنے کا بیڑا اٹھائے۔ صرف کلفرڈ اور آرلنگٹن کو جو کیتھولک تھے اس معاہدہ کا علم تھا اور وہ بھی کل حقیقت سے پورے پورے آگاہ نہ تھے۔ سال آیندہ یعنی ۱۶۷۱ء میں چارلس کو جنگی بیڑے کے مصارف کے لیئے دارالعوام سے ایک بیش قرار رقم کی منظوری ملی اور اس کے بعد اُس نے پارلیمنٹ کو پونے دو سال کے لیئے ملتوی کر دیا۔

بدعہدی سے چارلس اب بددیانتی پر اتر آیا اور کلفرڈ کے مشورے سے اُس نے خزانۂ عامرہ کو بند کر دیا۔ لندن کے زرگروں اور مہاجنوں کا مدت سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ لوگ جو روپیہ اُن کی کوٹھیوں میں امانتہً جمع کرتے تھے وہ گورنمنٹ انگریزی

قومی دیوالہ ۱۶۷۲ء

کو قرض دے دیتے تھے اور اصل رقم مع سود اُنھیں سرکاری محاصل میں سے وقت پر مل جایا کرتی تھی ۱۶۷۲ء میں اس قومی قرضہ کی بابتہ شاہی خزانے کے ذمہ کم و بیش تیرہ لاکھ پاؤنڈ کی رقم واجب الادا تھی۔ یکایک اس مضمون کے ایک شاہی فرمان نے تمام انگلستان میں ایک کھلبلی سی ڈال دی کہ ایسی کوئی رقم اب مہرانہ دی جائے گی۔ ظاہر ہے کہ اُن تمام لوگوں پر جن کا امانتی روپیہ زرگروں نے قرض دیا تھا مصیبت کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا اور قوم کا دیوالہ نکل گیا۔ کہیں ولیم اور میری کی تخت نشینی کے وقت جا کر یہ برسوں کا قرض ادا ہوا۔

رعایائے انگلستان کے دل میں یہ صریح حق تلفی ابھی کانٹے کی طرح کھٹک ہی رہی تھی کہ امیر یارک نے کھلم کھلا اپنے رومن کیتھولک ہونے کا اعلان کر دیا اور چارلس نے لگے ہاتھوں ایک "فرمان مسامحت" کے اجرا سے تمام اُن قوانین پر خط تنسیخ کھینچ دیا جو فرقہ

فرمان مسامحت ۱۶۷۲ء

رومن کیتھولک اور فرقۂ مخالفین کلیسائے انگلستان کے خلاف نافذ کیے گئے تھے۔ ان سب پر طرہ یہ کہ اُس نے علانیہ لوئی کے ساتھ مل کر ولندیزوں کے خلاف اعلان جنگ کردیا۔ بظاہر اب ہالینڈ کے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی لیکن تقدیر کے رستے نرالے ہیں۔ ڈی وٹ ایک بلوے میں قتل ہوگیا۔ اور نوجوان ولیم امیر آرنج برسراقتدار ہوا۔ یہ نوجوان اس مشہور ولیم کا پروتا تھا جس نے الزبتھ کے

ہالینڈ کے ساتھ دوسری جنگ ۱۶۷۲ء۔

عہد حکومت میں ہالینڈ کو اغیار کی دستبرد سے بچایا تھا۔ اپنے بہادر جداعجد کی تقلید کرکے اُس نے بھی ولندیزوں سے ساحلی پشتے تڑواکر ملک کے نشیبی علاقے کو سمندر کے پانی سے غرقاب کردیا اور اس طور پر اتحادی افواج پسپائی پر مجبور ہوگئیں۔

چارلس کے پاس جب روپیہ نہ رہا تو آخر اُسے پارلیمنٹ کے انعقاد کی منظوری دینے اور اراکین دارالعوام کی برہمی کا سامنا کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اُنھوں نے پہلے تو چھوٹتے ہی اُس سے "فرمان مسامحت" منسوخ کرایا اور اس کے بعد "قانون آزمائش" کے

قانون آزمائش ۱۶۷۳ء۔

نام سے ایک ضابطہ نافذ کیا جس کے بموجب تمام دیوانی اور فوجی عہدہ داروں سے اقرار لیا جاتا تھا کہ ہم کلیسائے روما کے عقائد سے کچھ سروکار نہیں رکھتے اور کلیسائے انگلستان کے طریقے کے مطابق اصطباغ لیں گے۔ اس ضابطے کے نفاذ کا نتیجہ یہ ہوا کہ امیر یارک کو عہدۂ امیر البحر سے مستعفی ہونا پڑا اور کلفرڈ اور آرلنگٹن بھی اپنی اپنی خدمتوں سے الگ ہوگئے۔ ایشلی کی بھی جسے امارت شیفٹسبری کا درجہ عطا ہوا تھا بادشاہ سے نزاع ہوگئی جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ اُسے

وزارت کیبل کا خاتمہ۔

ڈوور کے خفیہ عہد نامہ کے پوست کندہ حالات کا علم ہوگیا تھا اس طور پر "وزارت کیبل" ٹوٹ پھوٹ گئی اور وہ کلنک کا ٹیکا اپنے ساتھ لیتی گئی جو اُس کے عہد کی بدعنوانیوں نے اُس کے ماتھے پر لگایا تھا اُس کے بعد شیفٹسبری نے بادشاہ کی مخالفت کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ پارلیمنٹ میں ایک نیا گروہ قائم ہوگیا جو

وزارت اور فریق اختلاف۔

"فریق وہیہ" یا "فریق اختلاف" کہلاتا تھا اور شیفٹسبری اس گروہ کا پیشوا بن گیا۔ اسی گروہ سے "وزارت" اور "فریق اختلاف" کی اُس تقسیم کی ابتدا ہوئی جو آج کے دن تک قائم ہے۔

یہ دیکھ کر کہ پارلیمنٹ اپنے ارادے پر تلی ہوئی ہے چارلس نے حسب معمول سر تسلیم خم کردیا۔ چنانچہ اُس نے اپنا صدر اعظم امیر ڈینبی سر ٹامس آسبرن کو مقرر کیا جسے ارکین دار العوام اچھا سمجھتے تھے اور ۱۶۷۴ء میں ہالینڈ کے ساتھ صلح کرلی۔ اس کے جواب میں پارلیمنٹ نے

ڈینبی کی وزارت ۱۶۷۳ء لغایت ۱۶۷۹ء۔

بھی اُس کی دل جوئی کی اور رقم کی منظوری دینے میں فراخ حوصلگی سے کام لیا۔ چارلس کو بظاہر اب رعایا کی رضا جوئی یہاں تک مد نظر تھی کہ

ولیم اور میری کا عقد ۱۶۷۷ء

اُس نے ۱۶۷۷ء میں ڈینبی کو ولیم امیر آرنج کے ساتھ امیر یارک کی سب سے بڑی بیٹی میری کے عقد کے بارہ میں نامہ و پیام کرنے کی اجازت دیدی۔ اس رشتے سے لوگ بہت ہی خوش ہوئے اس لئے کہ ولیم اور میری دونوں کے دونوں پراٹسٹنٹ تھے اور چونکہ جیمز کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اس لئے اپنے باپ کے بعد وہی وارث تخت و تاج ہونے والی تھی۔

لیکن چارلس کی خفیہ ریشہ دوانیاں بدستور جاری تھیں اور وہ ابھی تک چپکے چپکے لوی کے ساتھ برابر ساز و باز کر رہا تھا۔ ۱۶۷۶ء میں اُس نے لوی سے ایک لاکھ بائیس ہزار پاونڈ سالانہ کا وظیفہ لے کر وعدہ کیا کہ لوی کے استمزاج کے بغیر کسی طاقت

چارلس لوی سے وظیفہ لیتا ہے

سے کوئی جنگ یا کسی قسم کا معاہدہ نہ کریگا اور ۱۶۷۸ء میں جب دار العوام نے فرانس پر فوج کشی کرنے کے لئے اس سے اصرار کیا تو اُس نے ایک اور خفیہ معاہدہ کرکے پارلیمنٹ کی برطرفی کی غرض سے چوبیس ہزار پاونڈ کی مزید رشوت لوی سے لے لی۔

اگرچہ یہ تمام معاملات خفیہ رکھے گئے تھے لیکن پھر بھی رعایا کے دل کو لگی ہوئی تھی کہ اُس کی جڑیں کاٹی جا رہی ہیں۔ اُنھیں دنوں ایک بدقماش پادری نے جس کا نام ٹائٹس اوٹس تھا ایک ایسی وحشت انگیز افواہ مشہور کی جس سے تمام انگلستان میں ہل چل پڑ گئی۔ اوٹس نے جو اپنی ذاتی اغراض کے لیے فرقۂ جیسویٹ میں شامل ہوگیا تھا سر ایڈمنڈ بری گاڈفری نامی ایک حاکم عدالت کے اجلاس میں آکر جھوٹ موٹ یہ بیان لکھوا دیا کہ فرقۂ

پاپائی سازش ۱۶۷۸ء۔

کیتھولک کے لوگوں میں بادشاہ کو مار ڈالنے اور کیتھولک حکومت قائم کرنے کی سازش ہو رہی ہے۔ اس کے کچھ ہی دن بعد گاڈفری کو کسی نے سینٹ پینکراس کے گرجا کے قریب ایک کھائی میں قتل کردیا۔ لوگ سمجھے کہ یہ فرقۂ کیتھولک کے

کارستانی ہے جس نے اپنی سازش پر پردہ ڈالنے کی غرض سے گاڈفری کا کام تمام کردیا ہے چنانچہ جب پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد ہوا تو اس معاملے کی تحقیقات کے لیئے ایک مجلس مقرر کی گئی۔ اس اثنا میں ایک شخص مسمی کول مین کے پاس سے جو امیر یارک کی بیگم کا معتمد تھا کچھ کاغذات برآمد ہوئے جن کے مطالب نے ارکان مجلس کو تشویش میں ڈال دیا اور دارالعوام کی سراسیمگی اس حد کو پہنچ گئی کہ فوراً ہی اس مضمون کا ایک قانون نافذ کردیا گیا کہ بجز امیر یارک کے اور کوئی کیتھولک پارلیمنٹ میں داخل نہ ہونے پائے اس کے بعد پورے ڈیڑھ سو سال تک کوئی کیتھولک پارلیمنٹ کا رکن منتخب نہ ہوا۔ لیکن حکومت نے اسی پر بس نہ کیا۔ اس کی بدگمانیاں فرقۂ کیتھولک پر ابھی اور بھی نئے نئے ستم ڈھانے والی تھیں اوٹس کی ہردلعزیزی روز بروز بڑھتی گئی اور یہ دیکھ کر کہ جاسوسی ایک چلتا ہوا جادو ہے اُس نے اور دوسرے مخبروں نے حلفیہ اظہار دے دے کر بہت سے ناکردہ گناہ کیتھولکوں کو سولی پر لٹکوا دیا۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور و معروف لارڈ اسٹیفرڈ ایک حق پرست اور نیک نفس امیر تھا جو اپنی بیگناہی کی دہائی دیتا ہوا ۱۶۸۱ء میں قتل کیا گیا چارلس اپنے یاران مجلس کے حلقہ میں بیٹھا ہوا اس خونِ ناحق کا تماشا دیکھ دیکھ کر ہنستا تھا اور ذرا تعرض نہ کرتا تھا۔ ادھر شیفٹسبری جو لارڈ ڈینبی کو اکھاڑ پھینکنے کی فکر میں تھا جلتی آگ پر اور تیل ڈالتا جاتا تھا۔

اس مدت میں شاہ لوئی نے ہالینڈ اور ہسپانیہ کے ساتھ صلح کرلی تھی اور جانبین نے نیمگوں کے مقام پر عہد نامہ پر دستخط بھی کردیئے تھے۔ اب چونکہ وہ چارلس کی مدد سے بے نیاز ہوگیا اس لیے اُس نے وظیفہ بھی موقوف کردیا۔ اور رانٹیگ (انگریزی سفیر متعینۂ پیرس) نے جسے ڈینبی کی طرف سے کھٹکا لگا ہوا تھا وہ تحریر جس میں وظیفہ کے متعلق قرارداد ہوا تھا دارالعوام کو دکھا کر سارا بھانڈا پھوڑ دیا۔

عہد نامۂ نیمگوں ۱۶۷۸ء۔

اس مراسلت پر ڈینبی کے دستخط ثبت تھے اور بادشاہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک یادداشت بھی درج تھی۔ اراکین دارالعوام پر اس مراسلت کے دیکھتے ہی ایک بجلی سی گر پڑی۔ انگلستان کا بادشاہ اور فرانس کا وظیفہ خوار ہو؟ اس سے بڑھ کر ذلت و رسوائی انگریزی قوم کے لیئے اور کیا ہوسکتی تھی؟ دارالعوام نے اس قومی نمک حرامی کی پاداش میں ڈینبی سے فوراً مواخذہ کیا اور چارلس نے مزید انکشافات کے خوف سے

ڈینبی کا عزل ۱۶۷۹ء۔

پارلیمنٹ کو جو ساڑھے سترہ سال سے قائم چلی آتی تھی توڑ دیا۔

لیکن قوم اب پوری طرح سے چوکنی ہوگئی اور جب ۶۔ مارچ ۱۶۷۹ء کو دوسری پارلیمنٹ کا انتخاب عمل میں آیا تو ڈینبی قلعۂ لندن میں قید کر دیا گیا جہاں وہ پانچ سال تک رہا اور دار العوام نے امیر یارک کو کیتھولک ہونے کی پاداش میں وراثت تاج و تخت سے ہمیشہ کے لیے محروم کرنے کی غرض سے ایک مسودۂ قانون مرتب کر ڈالا۔ مبعوثین قوم کی ان کارروائیوں سے خائف ہو کر بادشاہ نے جیمز کو ملک سے باہر بھیج دیا اور پارلیمنٹ کو جسے وجود میں آئے ہوئے دو ہی مہینے گزرے تھے برخاست کر دیا لیکن اس قلیل مدت میں شیفٹسبری نے ایک نہایت ہی مفید قانون جاری کرالیا۔ یاد ہوگا کہ قبالۂ اعظم کے نفاذ کے وقت سے ہر انگریز کو یہ حق حاصل تھا کہ کسی الزام میں گرفتار ہونے پر حکم نامۂ چالان کے اجرا کی درخواست پیش کرے (دیکھو صفحہ ۲۰۷) لیکن حکام عدالت اور فرمانروایان وقت نے ایک مدت سے رعایا کے اس استحقاق کو پس پشت ڈال رکھا تھا اور ملزم کا عدالت میں حاضر ہونا یا نہ ہونا ان کی مرضی پر موقوف تھا۔ اب شیفٹسبری نے چارلس کی مخالفت کے باوجود "قانون شہادت شہودی" کے نام سے ایک آئینی ضابطہ کا مسودہ پیش کر کے اسے منظور کرالیا۔ اس قانون کے نفاذ سے تمام خرابیوں کی اصلاح ہوگئی اور قانون کی عبارت ایسی صاف و صریح تھی کہ اس میں تاویل کی گنجائش ہی نہ رہی۔

سودۂ قانون محرومی کی منظوری کیلئے جد و جہد ۱۶۷۹ء تا ۱۶۸۱ء

قانون شہادت وجودی ۱۶۷۹ء

مسودۂ قانون محرومی کی منظوری کے لئے اب تک برابر جد و جہد ہو رہی تھی۔ نئی پارلیمنٹ کا اجلاس اکتوبر میں ہوا اور دار العوام نے مسودہ کے بشکل قانون نافذ کیے جانے کی منظوری دے دی۔ لیکن ایک نہایت ہی قابل مدبر لارڈ ہیلی فیکس کی مخالفت کے باعث دار الامرا نے اسے نامنظور کیا۔ ہیلی فیکس "متوازن" کے لقب سے مشہور تھا یعنی اس شخص کی طرح جو ڈگمگاتی کشتی کا وزن قائم رکھنے کے لیے ایک سکان سے اٹھ کر دوسری سکان پر جا بیٹھتا ہے اور باری باری سے اسی طرح پہلو بدلتا رہتا ہے وہ بھی کسی فریق کو شیوۂ انتہا پسندی اختیار نہ کرنے دیتا تھا۔ اس وقت حالت یہ ہو رہی تھی کہ اگرچہ پارلیمنٹ تو یہ چاہتی تھی کہ چارلس کے بعد امیر آرینج کی بیگم میری تخت نشین ہو لیکن شیفٹسبری امیر مانمتھ کے لئے جوڑ توڑ کر رہا تھا

امیر مانمتھ

جو چارلس کی ایک داشتہ کے بطن سے تھا اور بادشاہ کی اپنی اس اولاد ناجائز پر بڑی نظر التفات تھی۔ ہیلی فیکس کو شیفٹسبری کی تجویز میں بڑی بڑی خرابیاں نظر آتی تھیں اور اُس کا خیال تھا کہ مانمتھ کی جانشینی ملک کو کبھی راس نہ آئے گی۔ مانمتھ نہایت ہر دلعزیز تھا اور عوام میں "پراٹسٹنٹ امیر" کے عرف سے مشہور تھا اور شیفٹسبری نے اپنے

پارلیمنٹ کی برطرفی جنوری ۱۶۸۱ء

منصوبے کی کامیابی کے لیے مشہور کر رکھا تھا کہ چارلس موجودہ ملکہ کو عقد میں لانے سے پہلے مانمتھ کی ماں سے نکاح کر چکا تھا۔

کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو جانشینی کے مسئلے میں ہیلی فیکس کے ہم خیال تھے۔ چنانچہ اس زمانے کے مشہور شاعر ڈرائڈن نے ایک ہجو یہ نظم لکھی تھی جس میں مانمتھ اور شیفٹسبری کو اپنے عہد کے ابسلام اور اکیتھوفل ظاہر کر کے بتایا گیا تھا کہ یہ دونوں حکومت کے لیے جوڑ توڑ کر رہے ہیں بہر حال بادشاہ اپنے بھائی امیر یارک کی طرفداری میں ثابت قدم رہا اور صورت حالات ایسی نازک ہو گئی کہ اُس نے پھر پارلیمنٹ کو برطرف کر دیا۔

اب ملک میں دو زبردست جماعتیں پیدا ہو گئیں جنکی باہمی رقابت نے نظام سیاست کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک تو شیفٹسبری کا گروہ تھا جو "ارباب حاجت" کے نام سے موسوم ہوا۔ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے بادشاہ کی خدمت میں اس مضمون کی درخواست پیش کی تھی کہ مسودۂ قانون محرومی سے اتفاق کیا جائے۔ دوسرا گروہ "ارباب اغراض" کہلاتا تھا جو مسودے کے مخالف تھے۔ زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا یہ دونوں جماعتیں ایک دوسرے کو از راہ تحقیر "وھگ" اور "ٹوری" کے ناموں سے پکارنے لگیں۔

وھگ اور ٹوری۔

"وھگ" کھٹی چھاچھ کو کہتے ہیں اور یہ نام تعریفاً اسکاٹلینڈ کے باغیوں کو دیا گیا تھا۔ امیر یارک کے ہوا خواہ شیفٹسبری کے طرفداروں کو اسی نام سے یاد کرتے تھے جس سے اُن کی یہ مراد تھی کہ اُن لوگوں نے بادشاہ کے خلاف بغاوت کا ارتکاب کیا ہے۔ ٹوری آئرلینڈ کی سرکش رومن کیتھولک جماعت کا نام رکھا گیا تھا اور شیفٹسبری کا فریق امیر یارک کے جانبداروں کو چڑانے کے لیے اسی نام سے پکارتا تھا کہ آئرلینڈ کے باغیوں کی طرح یہ بھی پراٹسٹنٹوں کے دشمن ہیں۔ لیکن آگے چل کر ان دونوں لفظوں کا اصلی مفہوم خبط ہو گیا اور وھگ سے تو وہ فریق مراد لیا جانے لگا جو زیادہ تر رعایا کے حقوق کا حامی ہوا اور ٹوری اُس

فریق کو بھی کہنے لگے جو تاج کا طرفدار ہو۔ چنانچہ آج کے دن تک ان الفاظ کے یہی معنی ہیں۔

ماہ مارچ ۱۶۸۱ء میں چارلس کی پانچویں پارلیمنٹ کا جو اُس کے عہد کی آخری پارلیمنٹ تھی آکسفرڈ میں اجلاس ہوا۔ فریق وھگ یہ سمجھ کر کہ رومن کیتھولک حکومت کے قیام کیلئے فی الحقیقت کوئی سازش کی جا رہی ہے اس موقع پر اپنے ہمراہ ایک مسلح جمعیت لیتا آیا اور اُن لوگوں کی اسی ایک حرکت نے اُن کا بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا۔ عوام کو یہ اندیشہ دامنگیر ہونے لگا کہ خانہ جنگی اور ردعملی کا بازار کہیں ملک میں پھر گرم نہ ہو جائے۔ اسی لیے

آکسفرڈ پارلیمنٹ ۱۶۸۱ء

جب چارلس جمعیت خاصہ کا ایک زبردست دستہ لیے ہوئے آکسفرڈ پہنچا اور اُس کی طرف سے یہ اعلان ہوا کہ آرنج کی شہزادی نائب السلطنۃ نامزد کی جائے گی اور اس کی وفات پر گو نام کو جیمز بادشاہ کہلائے گا لیکن عنان حکومت درحقیقت شہزادی ہی کے ہاتھ میں رہے گی تو ایک بہت بڑی جماعت اُس کی تائید پر آمادہ ہو گئی اس کے کوئی ہفتہ بھر بعد کسی اعلان کے بغیر چارلس نے پارلیمنٹ کو یکایک توڑ دیا اور اس کے بعد کوئی پارلیمنٹ طلب نہ کی۔

غرض اس مقابلے میں چارلس کو کامل فتح نصیب ہوئی اور اُس کے مخالفین نے بری طرح منہ کی کھائی لارڈ شیفٹسبری پر مانمتھ کے ساتھ مل کر سازش کرنے کی علت میں بغاوت کا الزام قائم کیا گیا اور جب شہر کے نظمائے عدالت نے جو وھگ تھے ایک ایسی

شیفٹسبری کا زوال ۱۶۸۲ء

جوری کا انتخاب کیا جس کے اراکین اُس کے موافقین میں سے تھے تو چارلس نے لندن کی شاہی سند میں ایک خامی نکال کر دوسرے نظما کا انتخاب کرا لیا لیکن اس عرصے میں شیفٹسبری فرار ہو کر ہالینڈ چلا گیا جہاں سال بھر بعد ۱۶۸۳ء میں اُس کا انتقال ہو گیا وہ خود تو ڈوبا تھا۔ لیکن اپنے ساتھ اچھے اچھوں کو لے ڈوبا۔ فریق وھگ کو اس کے چلے جانے کے بعد بھی بادشاہ کے مقابلے میں غلبہ پانے کا حوصلہ باقی تھا مانمتھ کے رفیقوں اور ہواخواہوں کی جماعت بہت بڑی تھی اور اُن میں لارڈ ولیم رسل لارڈ ایسکس الگرنان سڈنی لارڈ گرے اور لارڈ ہاورڈ کا نام خصوصیت سے لیا جا سکتا ہے۔ اُن لوگوں نے اپنا ایک الگ جتھا قائم کر رکھا تھا یہ بات تو یقین کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی کہ آیا اُن لوگوں کی نیت

سازش رائی ہاؤس جون ۱۶۸۳ء

علانیہ خلائق کو بغاوت پر ابھارنے کی تھی یا نہیں لیکن یہ ایک واقعہ ہے

کہ چند جھوٹے اور ہتھ چھٹ آدمیوں نے جن سے یہ لوگ قطعاً ناواقف تھے - یہ سازش ضرور کی تھی کہ چارلس اور جیمز کی سواری جب نیو مارکٹ سے لندن کو جاتے ہوئے رائی ہاؤس سے گزرے جو ہرٹفرڈشائر میں ایک سُونا مقام ہے تو دونوں کو قتل کردیا جائے اتفاق سے یہ سازش کھل گئی اور اگرچہ وھگ جماعت کے سرداروں کو اس کا کچھ علم نہ تھا پھر بھی بادشاہ کے قانونی مشیروں نے اُس موقع سے فائدہ اُٹھاکر ان پر مقدمات قائم کردیے - ایسکس نے تو قلعۂ لندن میں بحالت اسیری خودکشی کرلی اور رسل اور سڈنی کی گردن ماری گئی - لارڈ رسل ایک شریف النفس امیر تھا اور اُس کے احباب و رفقا کے دلوں میں اس کی بے انتہا قدر و منزلت تھی - اُنھوں نے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ کوشش کا اٹھا نہ رکھا کہ کسی طرح وہ جان سلامت لے کر نکل جائے - ماتحت کے تعلق خاطر کا یہ حال تھا کہ وہ ملزم کی حیثیت سے رسل کے پہلو بہ پہلو عدالت کے کٹہرے میں کھڑا ہونے کے لیے تیار ہوگیا اور لیڈی رسل کچھ یادداشتیں قلمبند کرکے عدالت لیتی آئی تھی کہ اپنے خاوند کو جوابدہی میں مدد دے - لیکن اس زمانے میں جب کہ حکام عدالت کے تقرر اور برطرفی کا انحصار بادشاہ کی مرضی پر ہوتا تھا سرکاری مقدمات میں انصاف کی توقع رکھنا عبث تھا رسل اور سڈنی دونوں کے دونوں مجرم قرار دیے گئے اور سبیل حریت میں جو اُن کے سامنے تھی دلیرانہ فدا ہوئے -

رسل اور سڈنی کا قتل -

اب ٹوری فریق کو حریفوں کی طرف سے کوئی کھٹکا نہ رہا - اور وہ من مانی کارروائیاں کرنے لگے - کچھ دنوں سے امیر یارک اس خدمت پر متعین تھا کہ اسکاٹلینڈ میں بے نصیب متعاہدین کا چن چن کر خاتمہ کردے - اپنی خدمت مفوضہ انجام دیکر اب وہ واپس آگیا اور از سرِ نو امارت بحری کا حاکم اعلیٰ مقرر کیا گیا - اسی کے ساتھ قانون آزمائش کی پابندیوں سے مستثنیٰ قرار پاکر اُسے بحیثیت رکن شاہی کونسل میں شریک ہونے کی اجازت بھی مل گئی - جن شہروں نے فریق وھگ کی حمایت کی تھی اُن میں سے اکثر کی سند آزادی چھین لی گئی اور بعض وھگ سرداروں پر مقدمے چلائے گئے اور جرمانے کیے گئے چارلس کو لوئی کی طرف سے رشوت کے طور پر اب پھر سالانہ وظیفہ ملنے لگا جس کی غرض یہ تھی کہ چارلس ولیم امیر آرنج کا ساتھ نہ دے اور چونکہ اب اُس کے پاس علاوہ اُن چھ

پلٹنوں کے جو انگلستان سے باہر تعیں مستقل فوج بقدر نو ہزار کے موجود تھی اس لیے اپنی سلامتی کی طرف سے وہ ہر طرح مطمئن تھا۔ پادریوں نے بھی ہر جگہ اس اصول کی تلقین شروع کردی تھی کہ بادشاہ کی اطاعت ایک فرض موکد ہے غرض چارلس ان مختلف تدبیروں سے اپنی خود مختارانہ حیثیت قائم کرنے میں کامیاب ہو ہی چلا تھا کہ موت نے چشم زدن میں اُس کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیئے ۲۔فروری ۱۶۸۵ء کو اُسے دورہ اٹھا اور چند دن بعد اُسکا انتقال ہو گیا بستر مرگ پر ایک کیتھولک راہب نے جسے اُس کا بھائی امیر یارک خفیہ طور پر لے آیا تھا کلیسائے روما کی آخری رسوم اُس کے حق میں انجام دیں۔اُن سے فراغت پاکر اُس نے اپنے تمام امرائے دربار اور اساقفہ کو طلب کیا اور اپنے قدیم ظریفانہ انداز میں اُن سے اس طرح مخاطب ہوا کہ صاحبو معاف کرنا میں تو کبھی کا مر گیا ہوتا لیکن اس کمبخت موت ہی نے ناحق اتنی دیر لگا رکھی تھی" پھر وہ ایک تلطف آمیز باتیں نانک کی کائن نل گوین سے کیں جو اُس کی منظور نظر تھی۔ ۶۔فروری ۱۶۸۵ء کو فرشتہ اجل آپہنچا اور "زندہ دل تاجدار" کا مرغ روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔

"مسئلہ اطاعتِ فرض"

باب بیسواں
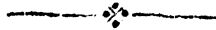
دورِ انقلاب

جیمز ثانی ۱۶۸۵ء لغایت ۱۶۸۹ء

ولیم اور میری ۱۶۸۹ء لغایت ۱۷۰۲ء

(میری نے ۱۶۹۴ء میں وفات پائی)

اگر یہ دیکھنا چاہو کہ کس طرح ایک نیک نیت شخص محض اپنی کج رائی اور وعدہ خلافی سے چار سال کے اندر اندر ایک قوم کی قوم کو اپنا دشمن بنا سکتا ہے تو جیمز ثانی کے عہد حکومت پر نظر ڈال لو۔ چارلس ثانی کے زمانے میں اگرچہ پارلیمنٹ نے اُسے تخت و تاج سے محروم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اپنے بھائی کی وفات پر جب اُس نے یہ اعلان کیا کہ میں مذہب اور سلطنت کی اس شکل میں جو قانون نے قرار دی ہے، حمایت کروں گا تو سب لوگ مطمئن ہو گئے اور تاج شاہی اُس کے سر پر رکھا گیا۔ بات اصل میں یہ تھی کہ اکثر لوگ یہی سمجھتے تھے کہ اگرچہ نیا بادشاہ از روئے عقیدہ کیتھولک ہے پھر بھی جب وہ وعدہ کر چکا ہے کہ حکومت میں انگریزی قانون کی پابندی ملحوظ رکھے گا تو ضرور ہے کہ اُسے اپنے عہد کا پاس ہو۔ گمان غالب یہی ہے کہ اول اول جیمز کا ایسا ہی ارادہ تھا لیکن مشکل یہ آن پڑی تھی کہ وہ پرلے درجے کا خود رائے تنگ نظر متعصب اور ضدی واقع ہوا تھا کسی مسئلے کو کسی دوسرے کے نقطۂ نظر سے دیکھنا اس کے لیے محال تھا اور اس لیے ایک آزاد قوم پر حکومت کرنے کی اس میں مطلق قابلیت نہ تھی۔

یہ بات کسی سے چھپی ہوئی نہ تھی کہ جیمز کا مذہب رومن کیتھولک ہے ایسی حالت میں اگر وہ اپنے عقائد کا پابند رہ کر دوسروں کے عقیدوں سے تعرض نہ کرتا یا زیادہ سے زیادہ یہ کوشش کرتا کہ کیتھولک فرقے کے جو لوگ انگلستان میں آباد تھے

جیمز ثانی کی سیرت اور اُس کے اغراض و مقاصد

اُنھیں اپنے مذہبی فرائض کا اذن عام پارلیمنٹ کی طرف سے مل جاتا تو عجب نہ تھا کہ اُس کی رعایا کے تمام طبقے مطمئن ہو جاتے اور کوئی فریق بھی ناخوش نہ رہتا۔ لیکن اُس کی خواہشیں اِن سے بھی زیادہ وسیع تھیں۔ وہ چاہتا تھا کہ قانون آزمائش یک قلم منسوخ ہو جائے تاکہ سلطنت کے بڑے بڑے عہدوں پر رومن کیتھولک مقرر کیے جا سکیں۔ اسی کے ساتھ وہ قانون شہادت شہودی پر بھی جس کے سبب سے وہ اپنے نکتہ چینوں کو سزا ئے قید نہ دے سکتا تھا خط نسیخ کھینچنے کا آرزومند تھا تاکہ پھر وہ اپنے ہوا خواہوں کی ایک جتھا بنا کر انگلستان کو ازسرنو مذہب کیتھولک کا حلقہ بگوش بنا دے۔ اسے یہ خیال نہ آیا کہ انگلستان کا آئین حکومت قبالۂ اعظم پر جان کے دستخط ثبت ہونے کے وقت سے روز افزوں قوت پکڑتا جاتا تھا اور اس آئین کے ملیامیٹ ہوئے بغیر اُس کی خواہشوں کا بر آنا محال تھا۔ ایک مرتبہ باتوں باتوں میں اُس نے ہسپانوی سفیر سے کہا کہ جو بانہ ہی میں نے دکھائی ہے یا تو یہ بالکل مرجائے گی یا میں سب کچھ جیت کر رہوں گا۔ اس کوتاہ نظر فرمانروا کو اتنی تمیز نہ تھی کہ جو چال وہ چل رہا تھا اس میں ہار یقینی تھی۔

ابھی اس کی تاجپوشی کی رسم بھی عمل میں نہ آئی تھی کہ اُس کے حکم سے اُس کے کنیسے کے دروازے کھول دیئے گئے اور رومن کیتھولک طریق پر علی الاعلان عبادت ہونے لگی۔ اُس نے اساقف کو فہمائش کر دی کہ کیتھولک مذہب کے

جیمز ثانی کی خود مختارانہ کارروائیاں

خلاف کسی پادری کو زبان کھولنے کی اجازت نہ دی جائے اور تمام اُن اشخاص کی رہائی کے احکام جاری کر دیئے جو حلف اطاعت نہ اُٹھانے کی علت میں قید کر دیئے گئے تھے۔ ان احکام کے بجائے خود مستحسن ہونے میں کلام نہیں اور ان کے اجرا کا مشورہ جیمز کو فرقہ کویکر کے سربرآوردہ مقتدا پن نے دیا تھا جو اس وقت انگلستان میں موجود تھا اور جس کا اس پر بہت بڑا اثر تھا۔ چنانچہ بارہ سو کویکر اور اُس سے دگنے کیتھولک جو قیدخانوں میں پڑے سڑ رہے تھے بیک گردش قلم آزاد ہو گئے لیکن اس سے اتنا ضرور ظاہر ہو گیا کہ جیمز اراکین دار العوام بلکہ حکام عدالت تک کی رائے پوچھے بغیر کارروائی کرنے کا مصمم ارادہ کر چکا تھا جس کا ظہور ایک اور موقع پر

تھوڑے ہی عرصے بعد ہوا۔ سرکاری محاصل سے بادشاہ کو اپنے مصارف کے لیئے جو رقم ملا کرتی تھی وہ عمر بھر کے لیئے ہوتی تھی چارلس کا جب ماہ فروری میں انتقال ہوا تو اس رقم کا ایصال معاً موقوف ہوگیا اس لیئے کہ نئے بادشاہ کے مداخل کی منظوری پارلیمنٹ کے فیصلے پر منحصر تھی اور پارلیمنٹ کا اجلاس مئی کے مہینے میں منعقد ہونے والا تھا چنگی کے محصول کی فراہمی اگر اس تین مہینے کی مدت تک رُکی رہتی تو تجارت درہم و برہم ہوجاتی۔ اس خیال سے وزیر سررشتہ متعلقہ لارڈ گلفرڈ کی یہ رائے ہوئی کہ چنگی کی تحصیل بدستور ہوتی رہے اور اجلاس پارلیمنٹ کے انتظار میں رقم اُٹھا رکھی جائے لیکن جیمز اپنی قوت کا سکہ جمانا اور اپنا اقتدار قائم کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے وزیر کی تجویز کو رد کردیا اور حکم دیا کہ رقم جس طرح چارلس کو ایصال ہوا کرتی تھی اسی طرح بدستور اس کے حوالے کردی جایا کرے۔

لیکن موتمین کا انتخاب اس احتیاط سے کیا گیا کہ دارالعوام کے قریب قریب سارے ارکین بادشاہ کے طرفدار ہوگئے اور انھوں نے بلا تامل اس کے لیئے تا حین حیات انیس لاکھ پاؤنڈ سالانہ کے مداخل کی منظوری دے دی ارکین دارالعوام اس لیئے بھی خاص طور پر اپنی وفاداری جتانا چاہتے تھے کہ حال میں ایک بغاوت پھوٹ پڑی تھی اس بغاوت کی کیفیت یہ ہے کہ سازش رائی ہاؤس کے بعد فریق وھگ کے جو لوگ فرار ہوکر ہالینڈ چلے گئے تھے اُن میں سے اکثر نے چارلس

مانمتھ کی بغاوت
۱۱۔ جون ۱۶۸۵ء

کے مرتے ہی مانمتھ پر زور ڈالا تھا کہ انگلستان جائے اور اہل ملک کو جیمز کے خلاف یہ کہکر اُبھارے کہ انگریزوں کا بادشاہ کیتھولک نہ ہونا چاہیئے۔ مانمتھ جو برسلز میں خاموشی سے قناعت کی زندگی بسر کر رہا تھا نہ چاہتا تھا کہ گھر سے باہر قدم رکھے لیکن اس کے صلاح کاروں کا اصرار غالب آگیا۔ اور بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ ارگل جو خود بھی وطن چھوڑ کر پردیس میں پناہ گزین تھا۔ اسکاٹلینڈ میں پہنچکر معاہدین کو برانگیختہ کرے اور مانمتھ انگلستان کے مغربی علاقے کی طرف جائے۔

اس تجویز کے مطابق ارگل ۲ مئی کو مانمتھ سے پہلے منزل مقصود پر پہنچ گیا اور اس کا قبیلہ کیمبل بھی اس کے واپس آنے کی خبر پاتے ہی اُسکے جھنڈے تلے

آ جمع ہوا۔ لیکن ہالینڈ سے اور جو سردار اُس کے ہمراہ آئے تھے بجلد معقولات

آرگل کی ناکامی اور بدانجامی ۱۶۸۵ء

دے کر اُس کے منصوبوں کو بگاڑنے لگے۔ ادھر شاہی افواج جنھیں اُس کے آنے کا علم ہو گیا تھا مقابلے کے لیے کیل کانٹے سے لیس تھیں رہے متعاہدین سو اُن کا جز و غالب مرعوب ہو کر سر نہ اُٹھا سکا۔ غرض جب لڑائی ہوئی تو آرگل کی جمعیت تتر بتر ہو گئی اور وہ خود گرفتار ہو کر اڈنبرا بھیج دیا گیا جہاں ۳۰ جون ۱۶۸۵ء کو اس کی گردن ماری گئی اُس پر بہت دباؤ ڈالا گیا کہ کسی طرح اُن لوگوں کا نام بتا دے جو اس کے ساتھ بغاوت میں شریک تھے لیکن اس بہادر شخص نے آخر وقت تک کسی کے خلاف شہادت نہ دی اور منہ پر مہر خموشی لگائے دلیرانہ اپنی گردن تیغ جلاد کے حوالے کر دی دارالعوام کے پیش دالان میں ایک تصویر آویزاں ہے جو آرگل کے آخری خواب راحت کے نام سے موسوم ہے۔ اس تصویر میں ایک طرف زمرۂ امرائے متعاہدین کا ایک سردار کھڑا ہے جس نے اپنی جماعت کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور وہ امیر آرگل کو جو مرتے دم تک اپنے عہد پر ثابت قدم رہا قتل سے ایک گھنٹہ پہلے پابہ زنجیر آرام و اطمینان کی میٹھی نیند سوتے دیکھ رہا ہے۔

بغاوت سے جن جن لوگوں کو ذرا بھی تعلق تھا اُن سب کو سخت عبرت انگیز سزائیں دی گئیں۔ اور اکثر غلام بنا کر بیچ ڈالے گئے۔ قلعۂ ڈنوٹار میں ابھی تک وہ تہ خانہ نظر آتا ہے جس میں وحشی وحک بھیڑ بکریوں کی طرح بند کر دیے گئے تھے اور پھر جہازوں میں لاد لاد کر غلام بن کر فروخت ہونے کے لیے امریکہ بھیج دیے گئے

مانمتھ کو اول اول کسی قدر کامیابی ہوئی۔ مغربی اضلاع میں وہ بہت ہر دلعزیز تھا اور ۱۱ جون ۱۶۸۵ء کو بندرگاہ لائم واقع ضلع ڈارسٹ میں اس کا لنگر انداز ہونا تھا کہ اس علاقے کی آبادی "مانمتھ کی جے! مانمتھ کی جے!" کے نعرے لگاتی ہوئی اُس کے ساتھ آ ملی۔ آکسیٹر پہنچتے پہنچتے اُس کے ہمراہیوں کی تعداد چھ ہزار تک پہنچ گئی اور ٹانٹن میں وہ اس شان و شکوہ سے داخل ہوا کہ شہر کی کھڑکیوں پر اس کی آمد آمد کی خوشی میں رنگا رنگ پھریرے اُڑ رہے تھے اور پھولوں کے ہار لہرا رہے تھے۔ اہل شہر نے اس کا خیر مقدم عقیدت مندانہ گرمجوشی سے کیا

اور دوشیزہ لڑکیوں کے ایک جلوس نے ایک بائبل اور ایک تلوار اُس کی خدمت میں پیش کی۔ لیکن جن لوگوں نے اس طور پر اُس کا ساتھ دیا وہ صرف طبقۂ ادنیٰ کے لوگ تھے۔ شرفا اور اہل کلیسا سب بادشاہ کے طرفدار تھے یا کم از کم یہ رائے رکھتے تھے کہ اگر کسی پراٹسٹنٹ کو داخلت کا حق حاصل ہے تو یہ حق آرنج کی شہزادی میری اور اُس کے شوہر کے لیے مخصوص ہونا چاہیے۔ اکثر اشخاص اس لیے بھی برہم تھے کہ کیوں مانمتھ نے ٹانٹن کے بازار میں اپنی بادشاہی کا اعلان روا رکھا در حالیکہ

مانمتھ کی بادشاہی کا اعلان
۲۰ جون

اُس نے اپنے اعلان عام میں مشہور کیا تھا کہ اُس کے آنے کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ ایک آزاد پارلیمنٹ قائم کی جائے اس اثنا میں شاہی فوجیں اُس کے مقابلے کے لیے ایک فرانسیسی سپہ سالار لوئی ڈیوراس الملقب بہ لارڈ فیورشام کی سرداری میں یلغار کرتی ہوئی بڑھ رہی تھیں۔ مانمتھ کو پسپائی پر مجبور ہونا پڑا اور گو اگر وہ ۵ جولائی ۱۶۸۵ء کو سجمور کے مقام پر جو برج واٹر کے قریب واقع ہے حریف سے دوچار ہوا شاہی افواج

جنگ سجمور
۵ و ۶ جولائی ۱۶۸۵ء

نے صف بندی ایک میدان میں کی تھی جس کی حفاظت کیلئے ایک گہری خندق کھدی ہوئی تھی جو بلیکس رائن کے نام سے مشہور تھی مانمتھ جسے اس خندق کا حال معلوم نہ تھا آدھی رات گزرنے کے ایک گھنٹہ بعد غنیم پر ناگہانی تاخت کے ارادے سے اپنی فوج لے کر روانہ ہوا اور دلدلوں کو چیرتا ہوا بڑھا۔ رستے میں اُس کی مڈبھیڑ شاہی فوج کے ہراول دستوں سے ہوئی جنھیں اس نے ایک ہی جھڑپ میں درہم برہم کر دیا۔ لیکن خندق پر پہنچتے ہی اس کی پیش قدمی رُک گئی اور غنیم کے ہزیمت خوردہ دستوں کو سنبھلنے کا موقع مل گیا۔ علی الصباح اُس کی فوج کا جو کسانوں اور کوئلہ کھودنے والوں سے مرکب تھی بادشاہی فوج سے مقابلہ ہوا۔ گھمسان کا رن پڑا اور اگرچہ اس کے ساتھیوں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر خوب ہی داد مردانگی دی لیکن آخر شکست فاش کھا کر انھیں راہ گریز اختیار کرنی پڑی۔ دو دن بعد مانمتھ ایک کھائی کے اندر اس حال میں پڑا پایا گیا کہ بھوک سے اُس کی جان لبوں پہ آئی ہوئی تھی۔ گرفتار کر کے اُسے لندن لے آئے جہاں ۱۵ جولائی کو وہ قتل کر دیا گیا۔ جان بڑی پیاری ہوتی ہے پہلے تو

اُس نے جاں بخشی کے لیے بڑے عجز و الحاح سے التجا کی۔ لیکن جب یہ التجا کسی طرح قبول ہوتی نظر نہ آئی تو شیوۂ مردانگی اختیار کر کے اُس نے آخر وقت میں دلیرانہ جان دی مرنے کے بعد مانمتھ کی جیب میں افسوں کے زور سے قید خانے کا دروازہ کھولنے اور غنیم کے حربے کا وار رد کرنے کے لیے کچھ منتر اور ٹونے پائے گئے جس سے اُس زمانے کی اوہام پرستی پر ایک عجیب روشنی پڑتی ہے۔ جنگ سجمور سب سے آخری بڑی لڑائی تھی جو انگلستان میں واقع ہوئی۔ اس جنگ میں دو مشہور و معروف شخص شریک تھے۔ جیرچل جو آگے چل کر امیر کبیر مارلبرو کے لقب سے ملقب ہوا شاہی فوج میں کپتان تھا اور ڈینیل ڈیفو جو کتاب رابنسن کروسو کا نامور مصنف ہے مانمتھ کی فوج میں سپاہی کی حیثیت سے شامل تھا۔

بغاوت کا تو خاتمہ ہو گیا لیکن حکومت کے بیدردانہ انتقام کا سلسلہ دیر تک قائم رہا۔ کرنیل کرک جو ایک وحشی اور سفاک شخص تھا برج واٹر میں فوج کا کماندار مقرر ہوا۔ اس کے سپاہی از راہِ تعریض کرک کی بھیڑیں کہلاتے تھے اس لیے کہ اگرچہ اُن کے علم پر بھیڑ کا نشان بنا ہوا تھا لیکن تند خوئی اور خونخواری میں وہ بھیڑیوں سے کم نہ تھے۔ کرک کے حکم سے ان بہائم سیرت سپاہیوں نے جوق کے جوق قیدیوں کو سولی پر لٹکا دیا اور نہایت بیدردی سے ان کی لاشوں کو جلتی قیر کے شعلوں میں جھونک دیا لیکن تشدد کی یہ داستان ابھی ختم ہونے والی نہ تھی۔ ستمبر کے مہینے میں میر عدل جفریز جو اکھڑپن اور وحشیانہ پن میں کرک سے بھی بڑھا ہوا تھا چار دوسرے حاکمان عدالت کے ساتھ شرکائے بغاوت کے مقدمات کی سماعت پر مامور ہوا۔ یہ عدالت اپنے سفاکانہ کارناموں کے لحاظ سے آج تک "خونی عدالت" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے فیصلوں کی بنا پر پورے تین سو بیس آدمی دار پر کھینچے گئے اور آٹھ سو بیس غلام بنا کر جزائر غرب الہند میں بیچ ڈالے گئے۔ ضلع سامرسٹ میں کوئی سڑک ایسی نہ تھی جس کے کنارے انسانوں کی لاشیں پڑی ہوئی نظر نہ آتی ہوں اور کوئی گاؤں ایسا نہ تھا جس میں یہ خوفناک منظر دیکھ کر لوگوں کے جسم پر رونگٹے

کرک کی بھیڑیں

خونی عدالت
ستمبر ۱۶۸۵ء

نہ کھڑے ہو جاتے ہوں۔ نیک نہاد اسقف کین نے جیمز سے رحم کی بہتیری التجا کی لیکن اس کا پتھر دل نہ پسیجا پر نہ پسیجا۔ جو کچھ خونی عدالت کرتی تھی وہ برابر اس پر صاد کرتا جاتا تھا۔ اِدھر جیفریز کی شقاوت کا یہ عالم تھا کہ بدنصیب قیدیوں کو اپنی بیہودہ یا وہ گوئی اور وحشیانہ تمسخر سے چڑاتا اور ذلت پر ذلت دیتا تھا۔ ایک شریف النفس بی بی ایلیس لائل کا سر صرف اتنی سی خطا پر قلم کر دیا گیا کہ اُس نے دو آفت کے ماروں کو اپنے گھر میں پناہ دی تھی۔ اس بے پناہ ہنگامۂ دار و گیر میں صرف انھیں کی جان بچ پائی جو چپکے سے بڑی بڑی رقموں سے ارکان عدالت کی مٹھی گرم کر سکے۔ گروہ در گروہ قیدی بادشاہ کے منظور نظر حاشیہ نشینوں کے حوالے کر دیئے جاتے تھے کہ انھیں غلام بنا کر فروخت کر ڈالیں۔ اور ملکہ کی خواصوں نے بیش قرار نذرانے اُن لڑکیوں کو معافی دلوا کر وصول کیے جنھوں نے مانمتھ کو بالکل بادشاہ تلوار نذر دی تھی۔

جیمز نے بغاوت سے ایک اور فائدہ یہ بھی اُٹھایا کہ اپنی فوج کی تعداد بقدر دس ہزار جوانوں کے بڑھا لی اور ان پر کئی ایسے رومن کیتھولک افسر مقرر کیے جنھوں نے قانون آزمائش کی شرائط پوری نہ کی تھیں۔ لارڈ گلفرڈ اور پریوی کونسل کے صدر نشین لارڈ ہیلی فیکس نے اگرچہ صاف گوئی سے کام لیکر جیمز کو جتا دیا کہ پارلیمنٹ کے مقابلے میں وہ اپنے عہد کی خلاف ورزی کر رہا ہے لیکن فرانس سے وہ پہلے ہی وظیفہ لینے کا بندوبست کر چکا تھا اور اس کے علاوہ اُسکی فوجی جمعیت بھی زبردست تھی ایسی حالت میں اُسے کسی کی مخالفت کی کچھ پروا نہ تھی۔ ہیلی فیکس کو برطرف کر کے اُس نے سنڈرلینڈ کو جو اُس کی مزاج شناسی کا فن خوب جانتا تھا پریوی کونسل کی صدارت پر مامور کیا اور کچھ دن بعد وزارت خزانہ کا قلمدان جیفریز کے سپرد کیا۔ اس تدبیر سے کونسل میں اُس کی مخالفت بالکل دب گئی اس لیے کہ سب سے زیادہ بااختیار جیفریز تھا جس نے شاہی اقتدارات کی حمایت کی قسم کھائی تھی۔

کیتھولک افسروں کا تقرر۔

انھیں ایام میں لوئی چہاردہم تاجدار فرانس نے عہد نامۂ نانٹیز (دیکھو صفحہ ۲۸۴) کو منسوخ کر کے فرانس میں پراٹسٹنٹ مذہب کی بیخ کنی کا تہیہ کر لیا۔ تمام پراٹسٹنٹ پادری

جلاوطن کر دیئے گئے لیکن رعایا کے لیئے نقل وطن کرنا ممنوع قرار دیا گیا۔

تنسیخ عہدنامۂ نانٹیز اکتوبر ۱۶۸۵ء

اور سواروں کے متعدد رسالے اطراف واکناف ملک میں اس ہدایت کے ساتھ بھیج دیئے گئے کہ جو شخص رومن کیتھولک طریق عبادت میں شریک نہ ہو اُس کی گردن اُڑا دی جائے اور عبرت انگیز ایذائیں دی جائیں۔ یہ تشدد ایسی بے حیائی کے ساتھ اور ظالمانہ طور پر عمل میں لایا گیا کہ باوجودیکہ حکومت کی طرف سے ہر طرح کی احتیاط کی گئی پھر بھی دو لاکھ سے اوپر پراٹسٹنٹ کسی نہ کسی حیلے سے فرار ہو کر ہالینڈ، سوئٹزرلینڈ، جرمنی اور انگلستان میں جا بسے۔ ان میں سے بعض نے کلیسا کے دامن میں جا پناہ لی، بعض نے فوجی ملازمت اختیار کر لی اور انگلستان میں تو اُن کی کثرت یہاں تک ہوئی کہ لندن کا سارا حلقۂ اسپٹل فیلڈز ان پراٹسٹنٹ ریشم بافوں کی نو آبادی کے لیے وقف ہو گیا۔ غرض لوئی کے مذہبی تعصب کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کی رعایا کا سب سے زیادہ محنتی، ہنرمند اور متمول طبقہ وطن چھوڑ کر غیر ملکوں میں جا آباد ہوا۔ اور اس طور پر گویا اُس نے اپنے ہاتھوں اپنا گھر لٹا دیا۔

ناکردہ گناہ پراٹسٹنٹوں کو ایک کیتھولک بادشاہ کے جور و بیداد کا یوں تختۂ مشق بنتے دیکھ کر اہل انگلستان پر ایک سناٹا سا چھا گیا لیکن جیمز جس کی آنکھوں پر حسب معمول اپنی رعایا کے دلی جذبات کی طرف سے بے پروائی کی پٹی بندھی ہوئی تھی لوئی کے اس کرتوت پر اور الٹا خوش ہوا۔ اجلاس پارلیمنٹ کے انعقاد پر جب اراکین دارالعوام نے اُس سے شکوہ کیا کہ کیتھولک افسروں کا تقرر منشائے قانون کے خلاف ہے تو اُس نے اُنھیں یہ کہہ کر سختی سے جھڑک دیا کہ آپ لوگوں کو مجھ پر اعتبار نہیں ہے۔ اُنھوں نے تو اُس کی جھڑکی سہ لی لیکن امرا کو اُس کی

قانون آزمائش کی خلاف ورزی پر پارلیمنٹ کا اعتراض ۱۶۸۵ء

برداشت نہ ہوئی۔ اُنھوں نے اُس سے صاف صاف کہہ دیا کہ قانون آزمائش کو یوں اپنی مرضی سے کالعدم کر دینا بادشاہ کے حیطۂ اختیار سے باہر ہے۔ بات بڑھتی دیکھ کر جیمز نے ماہ دسمبر ۱۶۸۵ء میں پارلیمنٹ کا اجلاس ہی برخاست کر دیا۔ اس کے بعد پھر کبھی اس پارلیمنٹ کا اجلاس نہ ہونے پایا بلکہ وقتاً فوقتاً ملتوی

ہوتی رہی اور دو سال بعد توڑ دی گئی جیمز کو پارلیمنٹ کے انعقاد کی اجازت دینے میں کوئی عذر تو نہ تھا بشرطیکہ مبعوثین اُس کی ہاں میں ہاں ملاتے جائیں لیکن یہ صورت کبھی رونما نہ ہونے پائی ؎

اس طور پر جیمز نے جمہور کی مخالفت کو روک دیا لیکن لوگوں کی زبان کو روکنا اُس کے بس میں نہ تھا ان دنوں لندن کے قہوہ خانے لوگوں کے روزانہ میل جول کے اڈے بنے ہوئے تھے۔ اول اول ایک ترک سوداگر نے کرامول کے زمانے میں ایک قہوہ خانہ کھولا تھا۔ اس کے بعد ان کا رواج ایسا عام ہوا کہ شہر کے تمام حصوں میں قہوہ نوشی کی ایک ایک دکان قائم ہو گئی۔ ہر شخص اپنی پسند کی دکان میں وقت مقررہ پر پہنچ جاتا تھا اور وہاں اپنے خاص خاص دوستوں سے ملتا تھا۔ یہ صحبتیں بڑی پر لطف ہوتی تھیں۔ قہوے کا دور چلتا تھا۔ تمباکو کے دھوئیں اُڑتے تھے اور معاشرت کے حسن و قبح ادب کے نکات سیاست کے مونیا مذہب کے مسائل پر گرما گرم مباحثے ہوتے تھے۔

لندن کے قہوہ خانے

قہوہ خانہ ول واقع کاونٹ گارڈن کی طرح جن قہوہ خانوں میں لوگوں کی کثرت سے آمد و رفت تھی اُن پر بجائے خود چھوٹی چھوٹی پارلیمنٹوں کا گمان ہونے لگا تھا اور اُن کا اثر اس قدر بڑھ گیا تھا کہ چارلس ثانی نے ۱۶۷۵ء میں انھیں بند کر دینے کی کوشش کی تھی لیکن اس پر ایسا شور و غل مچا کہ چارلس کو دوبارہ اُن کے کھولنے کی اجازت دینی پڑی اور اب یہ حالت تھی کہ لوگ ان میں بیٹھے ہوئے ہر روز بادشاہ کی انوکھی حرکتوں کے چرچے کیا کرتے تھے ؎

لیکن جیمز کو عام رائے کی بہت ہی کم پروا تھی۔ پارلیمنٹ کے ملتوی ہوتے ہی اُس نے بطور خود سررشتۂ عدالت کے تمام ارکان کی رائے دریافت کی کہ آیا اُسے قانون میں شان استثنا پیدا کرنے کا اختیار حاصل ہے یا نہیں۔ ان میں سے چار حج کو شخصوں نے جی کڑا کر کے کہہ دیا کہ پارلیمنٹ سے جدا ہو کر اُسے شخصی طور پر ہرگز کوئی ایسا اختیار حاصل نہیں جیمز نے انھیں موقوف کر دیا اور ان کے بجائے ایسے عہدہ دار مقرر کیے جو اُس کی ہر بات کی تائید و تصدیق پر آمادہ تھے۔ اس کے بعد وہ یہ چال چلا کہ سرایڈورڈ ہیلس پر

اختیارات استثنا

سات اساقفہ کا محضر	تھے اس التجا کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا کہ پادریوں کو اپنے ضمیر کے خلاف فرمان مراعات کے پڑھنے پر مجبور

نہ کیا جائے۔ جیمز کو اس پر سخت طیش آیا اور یہ سُن کر اُس کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی کہ اول تو اُن ایام سبت میں جن کا حوالہ اُس کے حکم میں درج تھا کسی پادری نے فرمان مذکور پڑھا ہی نہیں اور اگر کسی نے پڑھا بھی تو لوگ گرجا سے اُٹھ کر چلے گئے۔ اب جیمز نے حکم دیا کہ حکومت وقت کے خلاف محضر مرتب کرنے کی علت میں اساقفہ پر مقدمہ چلایا جائے۔ اور جب اُنھوں نے ضمانت داخل کرنے سے انکار کر کے صرف ذاتی مچلکہ دینا چاہا تو اُنھیں قلعۂ لندن میں قید کر دیا گیا ؎

قوم کے تیور آخر بگڑ گئے۔ سارے انگلستان میں ایک آگ سی لگ گئی اور جب وہ کشتی جس میں اساقفہ سوار تھے دریائے ٹیمز میں سے ہوتی ہوئی قلعۂ لندن کی طرف چلی تو لوگوں کا ایک جم غفیر دریا کے کنارے جمع ہو کر قید یوں کے ساتھ بآواز بلند ان الفاظ میں اظہار ہمدردی کرنے لگا کہ اُن پر خدا کی رحمت ہو۔ ان کو خدا اپنے حفظ و امان میں رکھے! برسٹل کا اسقف ٹریلانی بھی ان سات اسقفوں میں شامل تھا۔ اہل انگلستان کے جذبات میں جو عام ہیجان اس وقت پیدا ہو گیا تھا اُس کا اندازہ اس ایک واقعے سے ہو سکتا ہے کہ دورِ دست مغربی اضلاع کے کسانوں کی زبان پر بھی یہ الفاظ جاری تھے کہ ٹریلانی کا کوئی بال تو بیکا کر دیکھے کارنوال کے بیس ہزار کڑیل جوان اس کی خاطر مرنے مارنے کو تیار کھڑے ہیں ؎

جب مقدمے کی سماعت کا دن آیا تو بڑے بڑے مشہور قانون داں اس مقدمے کی پیروی کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے خواہشمند نظر آئے۔ خلقت کے ہجوم کا یہ حال تھا کہ عدالت کے چاروں طرف کوسوں لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ جمع ہوئے تھے۔ ارکانِ جوری اس حالت میں

اساقفہ کے مقدمے کی سماعت ۲۹ و ۳۰ جون ۱۶۸۸ء	اگر ملزموں کو مجرم قرار دینا بھی چاہتے تو انھیں اس کی ہمت نہ پڑتی۔ آخر جب اس فیصلے کا اعلان ہوا کہ ملزموں پر

خود کا مپٹن ہی کو معطل کر دیا۔

اب تھرو ہایٹ ہال میں بادشاہ کے لیے ایک نیا کیتھولک کنیسہ تعمیر کیا گیا اور ایک دوسرا شہر کے اندر دول خارجہ کے سفیروں میں سے ایک کے واسطے بنایا گیا۔ کیتھولک راہبوں کے مختلف طبقے لندن میں آباد ہونے لگے اور فرقہ جیسوٹ نے سیوائے میں ایک بہت بڑا مدرسہ قائم کیا

ہونسلو کی چھاؤنی

لوگوں کا پیمانۂ صبر و تحمل اب لبریز ہو گیا اور خود جیمز کو بھی ان کی برافروختگی کا احساس ہونے لگا۔ شہر میں کئی مقامات پر بلوے ہو گئے اور اس خیال سے کہ مبادا عام بغاوت ہو جائے جیمز نے اہل لندن کو مرعوب کرنے کے لیے ہونسلو میں تیرہ ہزار فوج کی چھاؤنی قائم کر دی۔ اس کے بعد کلیسائے انگلستان کے طریقے سے اباکرنے والے فریق کی امداد حاصل کرنے کی امید پر جیمز نے بتاریخ ۴۔ اپریل ۱۶۸۷ء ایک اور فرمان اس اعلان کے ساتھ جاری کیا

فرمان مراعات ۴۔ اپریل ۱۶۸۷ء

کہ فرقہ کیتھولک اور نیز اہل خلاف یعنی کلیسائے انگلستان سے اختلاف رکھنے والی جماعت کو پوری مذہبی آزادی حاصل ہوگی وہ اپنے اپنے طریقے پر عبادت کر سکیں گے اور قانون آزمائش کی کسی دفعہ کی پابندی کے بغیر سرکاری خدمتوں پر مامور ہو سکیں گے۔ اہل خلاف کی ایک قلیل جماعت نے اس فرمان کے اجرا پر گرمجوشی کے ساتھ مسرت و امتنان کا اظہار کیا لیکن جو اعیان قوم زیادہ نکتہ رس اور دور اندیش تھے تاڑ گئے کہ بادشاہ محض اپنے طرفداروں کے لیے رستہ صاف کرنا چاہتا ہے۔ اسی لیے انھوں نے ایک ایسی مراعات کے قبول کرنے سے انکار کر دیا جس کے دینے کا قانوناً اسے کوئی اختیار نہ تھا۔

غرض جیمز نہایت بیدردانہ طریق پر اہل انگلستان کی آئینی آزادی کو روندنے میں مصروف تھا۔ پاپائے انوسنٹ یازدہم نے جو ایک نیک نفس اور دانشمند شخص تھا اسے لکھ کر بہتیرا سمجھایا کہ تحمل اور میانہ روی سے کام لے۔ شاہ لوئی نے

جیمز کی خیرہ سری

بھی بار بار اسے محتاط ہونے کا مشورہ دیا۔ اور تو اور خود اس کی کیتھولک رعایا نے اس سے بمنت التجا کی کہ قانون ملک کے مطابق حکومت کرے۔ لیکن وہ بھلا کسی کے صلاح و مشورے کو کب خاطر میں

لانے والا تھا۔ اُس کے کان پر جوں تک نہ رینگی اور پادری پیٹر کا جادو اُس پر کچھ ایسا چلا ہوا تھا کہ اُس کے دل میں یہ بات پختہ طور پر جم گئی کہ اگر میں نے استقلال سے اپنا وطیرہ قائم رکھا تو بالآخر لوگ مجھے اپنا ہی خواہ سمجھ کر سر تسلیم خم کر دیں گے۔

اب اُس نے یونیورسٹیوں کے معاملات میں بھی مداخلت شروع کر دی ایک کیتھولک پادری ڈاکٹر میسی کو کرائسٹ چرچ کالج آکسفرڈ کا ناظم دینیات مقرر کیا۔ دارالعلم کیمبرج میں ڈاکٹر پکل کو اس خطا پر معطل کر دیا کہ اُس نے ایک کیتھولک راہب کو سند فضیلت عطا نہ کی تھی اور آکسفرڈ کے میگڈلین کالج کے فیلو ڈُن (شرکا) کو اس الزام میں کالج سے نکال دیا کہ وہ ایک کیتھولک ڈاکٹر پارکر کو اپنا صدر نشین منتخب کرنے پر رضامند نہ تھے۔

شرکائے میگڈلین کالج کا اخراج۔ ۱۶۸۷ء

اس کے مہینہ بھر بعد جیمز نے پارلیمنٹ کو جس کا کوئی اجلاس دو سال سے نہ ہوا تھا توڑ دیا اور نئے انتخابات کی تیاریاں شروع کیں۔ ہر ضلع کے حاکم اعلیٰ نائب حاکم اعلیٰ اور افسران عدالت سے دریافت کیا جاتا تھا کہ آیا وہ ایسے وکلا کے انتخاب کی تائید کے لیے تیار ہیں یا نہیں جو قانون آزمائش اور قوانین تعزیری کے خلاف رائے دینے پر آمادہ ہوں گے۔ اور جس شخص کا جواب نفی میں ہوتا تھا اس کی بجائے کوئی دوسرا شخص مقرر کر دیا جاتا تھا۔ ان سب باتوں پر یہ واقعہ مستزاد ہوا کہ پاپائے روما کا سفیر دربار انگلستان میں مقرر ہو گیا اور جیمز نے اُس کے استقبال کی رسم بڑے کرّوفر سے ادا کی۔

مدبّرین انگلستان کو اب یقین ہو گیا کہ اگر جیمز کی جابرانہ کارروائیوں کی روک تھام کے لیے جلد کوئی تدبیر اختیار نہ کی گئی تو ملک میں اندھیر مچ جائے گا چنانچہ اُنھوں نے آپس میں صلاح و مشورہ کر کے خفیہ طور پر ایک قاصد ولیم امیر آرنج کے پاس اس پیغام کے ساتھ ہالینڈ بھیجا کہ آئیے اور اہل انگلستان کے حقوق اور آزادی کی حمایت کا بیڑا اُٹھائیے۔ ولیم اس دعوت کے قبول کرنے کو بالکل آمادہ تھا اس لیے کہ خود وہ اور یورپ کے تمام پراٹسٹنٹ والیان ملک جیمز کے حلیف لوئی چہاردہم کی روز افزوں طاقت سے بے حد خائف ہو رہے تھے اور اُن کی مصلحت اسی امر کی مقتضی تھی کہ

ولیم امیر آرنج سے نامہ و پیام مئی ۱۶۸۸ء

انگلستان پر اٹسٹنٹ قوت کا ایک زبردست مرکز بنا رہے لیکن سردست دو باتیں ولیم کے انگلستان آنے کی سنگ راہ تھیں۔ اول تو اس کو اس اطمینان کی ضرورت تھی کہ انگریزی قوم کے تمام فریق اُس کا ساتھ دیں گے۔ دوسرے ہالینڈ فرانسیسی فوج کی دستبرد کی زد میں تھا اور اس خطرے کی موجودگی میں وہ اپنا ملک چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جا نہ سکتا تھا۔ لیکن چند مہینے بعد واقعات نے کروٹ بدلی اور اُس کے لیے رستہ صاف ہوگیا۔ یعنی ماہ ستمبر ۱۶۸۸ء میں لوئی کی جرمنی کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ اب اُسے اپنی ہی پڑ گئی اور ولیم پوری طرح آزاد ہوگیا۔

اس عرصے میں انگلستان کے اندر بڑے بڑے اہم واقعات ظہور پذیر ہو چکے تھے۔ ۱۰ جون ۱۶۸۸ء کو شاہ جیمز کے محل میں بیٹا پیدا ہوا۔ اُس کی دوسری ملکہ میری شہزادی ماڈ ینا اتنی مدت سے بے اولاد چلی آتی تھی کہ کسی کو امید نہ تھی کہ اس کی گود کبھی بھرے گی۔ اور لوگ اس خیال سے بادشاہ کی بے عنوانیوں کو صبر و شکر کے ساتھ برداشت کر رہے تھے کہ جب اُس کا انتقال ہوگا تو میری شہزادی آرنج کے تخت نشین ہوتے ہی تمام معاملات سدھر جائیں گے اب یہ امید بھی جاتی رہی اور اگرچہ جیمز تو مارے خوشی کے جامے میں پھولا نہ سمایا لیکن تمام قوم کے دل پر مایوسی چھا گئی۔ لوگوں کو تو یہ بھی باور نہ آتا تھا کہ نوزائیدہ بچہ حقیقت میں ملکہ کے بطن سے تولد ہوا ہے۔ وہ برابر یہی کہتے تھے کہ یہ کسی غیر کا بچہ ہے جو چپکے سے لاکر ملکہ کی گود میں ڈال دیا گیا ہے تاکہ وارث تاج و تخت ایک کیتھولک شہزادہ ہو اور عوام کا مدتوں یہی خیال رہا۔

جیمز کے بیٹے کا تولد ۱۰ جون ۱۶۸۸ء

اس کم نصیب بچے کے پیدا ہونے سے ایک مہینہ پہلے جیمز نے "فرمان مراعات" مکرر صادر کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ تمام پادری آئندہ سبت اور اس سے بعد والے سبت کے روز اسے اپنے اپنے گرجاؤں میں پڑھ کر سنائیں۔ اس فرمان کا صدور سراسر خلاف قانون تھا اور پیروان کلیسائے انگلستان اس کے مطالب کو اپنے عقیدے کے خلاف بھی سمجھتے تھے۔ چنانچہ سات اسقفوں نے جن میں کنٹربری کا صدر اسقف سنکرافٹ بھی شریک تھا ایک محضر جس پر سب کے دستخط ثبت تھے

سات اساقفہ کا محضر

تھے اس التجا کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا کہ پادریوں کو اپنے ضمیر کے خلاف فرمان مراعات کے پڑھنے پر مجبور نہ کیا جائے جیمز کو اس پر سخت طیش آیا اور یہ سن کر اُس کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی کہ اول تو اُن ایام سبت میں جن کا حوالہ اُس کے حکم میں درج تھا کسی پادری نے فرمان مذکور پڑھا ہی نہیں اور اگر کسی نے پڑھا بھی تو لوگ گرجا سے اُٹھکر چلے گئے۔ اب جیمز نے حکم دیا کہ حکومت وقت کے خلاف محضر مرتب کرنے کی علت میں اساقفہ پر مقدمہ چلایا جائے۔ اور جب انھوں نے ضمانت داخل کرنے سے انکار کرکے صرف ذاتی مچلکہ دینا چاہا تو انھیں قلعۂ لنڈن میں قید کردیا گیا؛

قوم کے تیور آخر بگڑ گئے۔ سارے انگلستان میں ایک آگ سی لگ گئی اور جب وہ کشتی جس میں اساقفہ سوار تھے دریائے ٹیمز میں سے ہوتی ہوئی قلعۂ لنڈن کی طرف چلی تو لوگوں کا ایک جم غفیر دریا کے کنارے جمع ہوکر قیدیوں کے ساتھ بآواز بلند ان الفاظ میں اظہار ہمدردی کرنے لگا کہ اُن پر خدا کی رحمت ہو۔ ان کو خدا اپنے حفظ و امان میں رکھے! برسٹل کا اسقف ٹریلانی بھی ان سات اسقفوں میں شامل تھا۔ اہل انگلستان کے جذبات میں جو عام ہیجان اس وقت پیدا ہوگیا تھا اُس کا اندازہ اس ایک واقعے سے ہوسکتا ہے کہ دوردست مغربی اضلاع کے کسانوں کی زبان پر بھی یہ الفاظ جاری تھے کہ ٹریلانی کا کوئی بال تو بیکا کردیکھے کارنوال کے تیس ہزار کڑیل جوان اس کی خاطر مرنے مارنے کو تیار کھڑے ہیں؛

جب مقدمے کی سماعت کا دن آیا تو بڑے بڑے مشہور قانون داں اس مقدمے کی پیروی کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے خواہشمند نظر آئے۔ خلقت کے ہجوم کا یہ حال تھا کہ عدالت کے چاروں طرف کوسوں لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ جمع ہوئے تھے۔ ارکان جوری اس حالت میں

اساقفہ کے مقدمے کی سماعت ۲۹ و ۳۰ جون ۱۶۸۸ء

اگر ملزموں کو مجرم قرار دینا بھی چاہتے تو انھیں اس کی ہمت نہ پڑتی۔ آخر جب اس فیصلے کا اعلان ہوا کہ ملزموں پر

جرم ثابت نہیں ہے تو شہر کنٹنبیوں کی ٹن ٹن سے گونج اٹھا۔ گرجاؤں میں لوگوں کے ہجوم سے تل رکھنے کو جگہ نہ رہی۔ جا بجا اظہار مسرت و شادمانی کے لیے الاؤ روشن کیے گئے اور لوگوں کی از خود رفتگی کا یہ عالم تھا کہ نہ صرف وہ چلّاتے اور نعرے مارتے تھے بلکہ مارے خوشی کے رونے لگتے تھے۔ یہ جیمز ہونسلو میں تھا کہ ساری چھاؤنی میں یک بیک ایک غلغلۂ عظیم بلند ہوا۔ جب اُس نے اُس شور و غل کی وجہ دریافت کی تو لارڈ فیورشام نے جواب دیا کہ کچھ بھی نہیں بات صرف اتنی ہے کہ چھاؤنی کے سپاہی خوش ہو رہے ہیں کہ اساقف الزام سے بری ہو گئے۔ جیمز نے بگڑ کر کہا کہ خوب تمہارے نزدیک یہ بات کچھ ہے ہی نہیں اچھا رہ تو جائیں ان کو بھی قدرِ عافیت معلوم ہو گی۔ لیکن ان کو تو قدرِ عافیت کیا معلوم ہوتی البتہ چار مہینے بعد خود جیمز کو ضرور معلوم ہو گئی۔

سانوں اساقفہ ۳۰ جون کو رہا ہوئے اور اُسی دن امیر البحر ہربرٹ ایک معمولی ملاح کے بھیس میں ولیم کے پاس ایک خاص پیغام دعوت لے کر گیا جس پر متعدد امرا کے دستخط تھے

امیر آریج کو بلاوا ۳۰ جون ۱۶۸۸ء

دستخط کرنے والوں میں فریق ٹوری کا نمائندہ لارڈ ڈینبی فریق وھگ کا ایڈیون شائر کلیسا کا اسقف کامپٹن اور جنگی بیڑے کا لارڈ ایڈورڈ رسل تھا مبعوثین جمہور لارڈ شریوسبری لارڈ لملی اور ہنری سڈنی تھے

ولیم کو اب اطمینان ہو گیا کہ سارا انگلستان اُس کا ساتھ دے گا۔ ۳۰ ستمبر کو جب لوئی جرمنی کے ساتھ جنگ کرنے میں مصروف تھا اُس نے اس مضمون کا ایک اعلان جس کی بہت جلد سارے انگلستان میں شہرت ہو گئی جاری کیا کہ ایک آزاد اور قانونی پارلیمنٹ کے قیام کی غرض سے میں شہزادی میری کے شوہر ہونے کی حیثیت سے فوج لیے ہوئے انگلستان آ رہا ہوں۔

اب جیمز کے حواس ٹھکانے ہوئے۔ اصلاع کے برطرف شدہ حاکمانِ اعلیٰ کو اُس نے بحال کر دیا۔ یونیورسٹیوں سے جو شرکا خارج کیے گئے تھے وہ بھی پھر داخل کر لیے گئے۔ شہروں کی سند آزادی جو چھین لی گئی تھی از سرِ نو واپس دے دی گئی اور سپاوری پیٹر بھی کونسل سے الگ کر دیا گیا۔ لیکن تلافیٔ مافات کا وقت اب گزر چکا تھا ۵ نومبر ۱۶۸۸ء کو ولیم تیرہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ ٹوربے

کی بندرگاہ میں لنگر انداز ہوا اور اگرچہ شروع شروع میں منمتھ کی بغاوت کے خوفناک انجام کو یاد کر کے لوگوں نے اُس کے ساتھ آملنے میں تامل کیا لیکن زیادہ دن نہ گزرنے پائے تھے کہ امرا اور شرفا کا ایک جم غفیر اُس کے جھنڈے تلے آجمع ہوا۔ یہ خبر سُن کر جیمز کو کچھ بہت زیادہ تشویش نہ ہوئی۔ وہ پہلے ہی جانتا تھا کہ ولیم شمال کی طرف سے حملہ آور ہوگا۔ اور اسی لیے اُس نے اپنی فوج کا ایک دستہ بھی اسی سمت میں اُس کا آگا روکنے کے لیے روانہ کر دیا تھا۔ اب اُس نے ان تمام پلٹنوں کو واپس طلب کر کے مغربی علاقے کی طرف بڑھنے کا حکم دیا تاکہ ولیم کا تعلق ملک کے باقی تمام حصوں کے ساتھ منقطع ہو جائے اور پھر وہ ایک اتنی بڑی فوج ولیم کے مقابلے میں لائے کہ ایک ہی حملے میں اُس کے پاؤں اکھڑ جائیں۔ غرض ۱۹ نومبر کو وہ سالسبری کے مقام پر اپنے لشکر سے آملا۔ لیکن تاریخ نے اس مرتبہ اپنے آپ کو معمول کے موافق پھر دہرایا اور جو تلخ تجربہ دو سو سال پہلے رچرڈ کو ہوا تھا وہی جیمز کے آگے آیا۔ جن لوگوں کو وہ اپنا دوست سمجھے ہوئے تھا اُن سب کے سب نے وقت پر اُس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ لارڈ چرچل اور بہت سے دوسرے افسر اور سپاہی ولیم کی فوج میں جا ملے اور شہروں کے عامل کھلم کھلا پراٹسٹنٹ فریق کے طرفدار ہو کر ولیم کا دم بھرنے لگے۔

ولیم کی لنگراندازی
۵ نومبر ۱۶۸۸ء

اور تو اور خود جیمز کی حقیقی بیٹی این اپنے شوہر جارج شہزادہ ڈنمارک کے ساتھ بھاگ کر ڈینبی کے پاس ناٹنگھم چلی گئی۔ بدنصیب بادشاہ جس کا ساتھ مصیبت کے وقت سب نے چھوڑ دیا تھا چاروں طرف سے مایوس ہو کر بے یار و مددگار لندن واپس آیا اور اپنی بی بی اور بچے کو فرانس روانہ کر کے خود بھی رخت سفر باندھ کر اُن کے پیچھے پیچھے چلا ہی تھا کہ چند ماہی گیر اُسے پکڑ کر ولیم کے پاس لے آئے۔ لیکن ولیم کے مصالح اس امر کے مقتضی نہ تھے کہ وہ انگلستان میں رہے۔ اُس نے دکھاوے کے لیے جیمز کو راچسٹر میں نظر بند تو کر دیا لیکن پہرے کا انتظام عمداً ایسا کیا کہ جیمز اگر چاہے تو آنکھ بچا کر نکل جائے۔ چنانچہ ۲۳ دسمبر ۱۶۸۸ء کو وہ

جیمز کا فرار
۲۳ دسمبر ۱۶۸۸ء

کسی پردک ٹوک کے بغیر راہی فرانس ہو گیا۔ روانگی سے قبل اُس نے وہ تمام نوشتہ جات جو انتخاب مبعوثین کے لیئے سپرد قلم ہوے تھے تلف کر دیئے اور شاہی مہر دریائے ٹیمز میں پھینک دی۔ اس کارروائی سے اُس کا مقصد یہ تھا کہ تمام معاملات کو درہم و برہم اور دفتر حکومت کو پراگندہ کرتا جائے۔ اسی کے ساتھ اُسے امید تھی کہ وہ بہت جلد واپس آکر ایک فرانسیسی فوج کی مدد سے اپنی سلطنت کو بزور شمشیر پھر فتح کرے گا۔ جب وہ فرانس پہنچا تو لوئی چہاردہم نے بڑے اعزاز و اکرام سے اُس کا خیر مقدم کیا اور اُس کو اور اُس کی ملکہ کو ایک شاہی محل میں اُتارا۔

اس طور پر انقلاب حکومت کامیابی کے ساتھ وقوع میں آیا اور خون کا ایک قطرہ بھی گرنے نہ پایا لندن میں عوام الناس کے ہجوم نے اگرچہ اس موقع پر کیتھولک کنیسوں کو لوٹا لیکن وزیر خزانہ جفریز کے علاوہ جس کی طرف سے اُن کے دل میں خاص نفرت بیٹھی ہوئی تھی اور کسی کو ذرا نقصان نہ پہنچا یا جفریز

جفریز کا انجام

ڈر کے مارے ویپلنگ کے ایک شراب خانے میں جا چھپا تھا۔ رئیس بلدیہ نے جب اُسے امان دے کر صحیح و سلامت قلعہ لندن میں بھجوادیا تو اُس کی جان میں جان آئی۔ اور اسی قید کی حالت میں اگلے سال اس کا انتقال ہو گیا۔

قصر سینٹ جیمز سے جیمز کی دائمی رخصت کے چند ہی گھنٹے بعد ولیم اس شاہی محل میں داخل ہوا۔ انگریزی اسکاٹلینڈی اور ولندیزی فوجیں لندن کے مختلف مقامات میں تعینات کی گئیں اور از سر نو امن و امان قائم ہو گیا۔ کچھ دن بعد دارالامرا کے اراکین کا اجلاس منعقد ہوا اور چونکہ دارالعوام موجود نہ تھا اس لیئے ایک صدر مجلس قائم کی گئی جس میں اُن تمام مبعوثین کے علاوہ جو چارلس ثانی کے عہد میں رکن پارلیمنٹ تھے رئیس بلدیۂ لندن ملک التجار اور لندن کی مجلس شوریٰ کی ایک کمیٹی کو شامل کر لیا گیا۔ اب دارالامرا اور اس صدر مجلس نے

خلوئے تخت سلطنت
۲۳ر دسمبر ۱۶۸۸ء لغایت
۱۳ر فروری ۱۶۸۹ء

متفقہ طور پر ولیم سے درخواست کی کہ سردست عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لیکر انگلستان کے تمام انتخابی حلقوں کے نام اس مضمون کا ایک گشتی مراسلہ جاری کرے کہ ایک

مجلس معہود کے لیے اراکین منتخب کر کے بھیجیں۔ مجلس معہود کے انتخاب کی ضرورت اسلیے پیش آئی کہ انگلستان کے دستور اساسی کی رو سے پارلیمنٹ کی طلبی بادشاہ ہی کی جانب سے عمل میں آسکتی تھی اور اس وقت ملک میں کوئی بادشاہ موجود نہ تھا۔ غرض جب ۲۲ جنوری ۱۶۸۹ء کو اس مجلس کا اجلاس ہوا تو بہت کچھ رد و قدح کے بعد یہ بات طے پائی کہ ولیم اور میری کے بادشاہ و ملکہ ہونے کا اعلان کیا جائے اور حکومت صرف ولیم کرے۔ کیونکہ ولیم اس بات کو قبول نہ کرتا تھا کہ اس کی حیثیت محض نائب السلطنت کی ہو اور میری بھی چاہتی تھی کہ تمام اختیارات سے اپنے شوہر کے حق میں دست کش ہو جائے۔

لیکن امرا اور عوام نے عزم بالجزم کر لیا کہ پہلے بادشاہ کے اقتدارات کی حدود معین کر دی جائیں تاکہ پھر کسی نزاع کا احتمال باقی نہ رہے۔ چنانچہ انھوں نے "اعلان حقوق رعایا" کے نام سے ایک مسودۂ قانون مرتب کیا جس نے چند مہینے بعد باضابطہ طور پر قانون کی شکل اختیار کر لی۔ اس دستاویز میں بطور تمہید جیمز پر یہ الزام لگانے کے بعد کہ اس نے قوانین ملک کو ضیامیٹ کرنے کی کوشش کی تھی انھوں نے حسب ذیل دفعات درج کیں (۱) عدالت عالیہ قسیسہ کا قیام خلاف قانون تھا (۲) بادشاہ کو پارلیمنٹ کے امتزاج کے بغیر قوانین کو موقوف یا منسوخ کرنے یا رعایا پر محصول لگانے یا مستقل فوج رکھنے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ (۳) رعایا کو حق حاصل ہے کہ بادشاہ کی خدمت میں عرض مدعا کے لیے کوئی محضر پیش کرے۔ (۴) مبعوثین کا انتخاب آزادانہ طور پر عمل میں آنا لازمی ہے۔ مبعوثین کو پارلیمنٹ کے اجلاس میں تقریر کی پوری آزادی ملنی چاہیے اور پارلیمنٹ کے اجلاس وقتاً فوقتاً منعقد ہونے چاہییں تاکہ رعایا کی شکایات رفع ہو سکیں اور قوانین کی بنیاد مضبوط ہو (۵) اراکین جوری کا انتخاب دیانت داری اور نیک نیتی کے ساتھ ہونا چاہیے اور مقدمات خلاف ورزی بادسرکار میں ضرور ہے کہ وہ معافی داروں کی حیثیت رکھتے ہوں (۶) سنگین جرمانے نہ ہونے چاہییں اور بے دردانہ اور غیر معمولی سزائیں نہ دی جانی چاہییں

مسودۂ قانون حقوق رعایا ۱۶۸۹ء

(۷) آئندہ کے لیے انگلستان کا تاجدار ہرگز ایسا شخص نہ ہونا چاہیے جو کیتھولک مذہب رکھتا ہو۔

اس اعلان کے بعد مسودہ نگاروں نے بیان کیا کہ اہل انگلستان کی آزادی اور اُن کے حقوق کے تحفظ کے لیے بادشاہ پر ان ساتوں شرائط کی پابندی لازمی ہے چنانچہ انھیں شرائط کے ساتھ ۱۳ فروری ۱۶۸۹ء کو ولیم اور میری بادشاہ و ملکہ انگلستان مشتہر کیے گئے۔ اور یہ بھی قرار پایا کہ اگر ولیم کے جیتے جی میری کا انتقال ہو جائے تو ولیم بدستور تن تنہا برسرِ حکومت رہے اور آین اور اُس کی اولاد بعد میں وارث تاج و تخت ہو۔

(۴)

ولیم ثالث

۱۶۸۹ء لغایت ۱۷۰۲ء

تاجپوشی کی رسم ۱۱ اپریل ۱۶۸۹ء کو ادا ہوئی اور پارلیمنٹ کے آزادانہ فیصلے کی بنا پر ولیم امیر آرینج فرمانروائے انگلستان قرار پایا۔ لیکن وہ خوب جانتا تھا کہ تخت سلطنت کے لیے اُسے نیام سے تلوار نکالنی پڑے گی لوئی چہاردہم نہ صرف جیمز کا حلیف تھا بلکہ خود بھی ولیم کو انگلستان میں پریشان رکھنا چاہتا تھا تاکہ وہ یورپ میں آکر فرانس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اسی خیال سے اُس نے جیمز کو روپیہ اور فوج دیکر آئرلینڈ بھیجا جہاں کا کیتھولک نائب حکومت ٹرکانل بیس ہزار فوج کے ساتھ اُسے تسخیر انگلستان میں مدد دینے کے لیے تیار تھا۔ جیمز نے جہاز میں سوار ہو کر ۱۲ مارچ کو کنسیل میں لنگر ڈالا اور ۲۴ مارچ کو جبکہ ولیم کے سر پر ابھی لندن میں تاج بھی نہ رکھا گیا تھا ڈبلن میں جیمز کا خیر مقدم نعرہ ہائے مسرت کے ساتھ کیا جا رہا تھا۔

جیمز کا خیر مقدم آئرلینڈ میں۔

خود انگلستان میں بھی ولیم کی بادشاہی پر ساری قوم کا اتفاق نہ تھا۔ حکومت شاہی کی بحالی کے وقت سے مذہبی پیشوا عامۂ خلائق کو اس اصول کی یقین کرتے چلے آتے تھے کہ بادشاہ بہ نفس ذات باری اور زمین پر خدا کا نائب ہے اور رعایا پر اس کی اطاعت بہر حال بلا عذر فرض ہے۔ مگر اب اس اصول کی صریح خلاف ورزی ہوئی تھی۔ رعایا نے اپنے بادشاہ کے خلاف سرکشی کی اور پارلیمنٹ نے اُسے معزول کرکے اُس کی بجائے ایک اور بادشاہ کا انتخاب کرلیا تھا۔ اسی لیئے جب پارلیمنٹ کے ارکین اور عہدہ داران سرکاری سے ولیم کی اطاعت کا حلف لیا جانے لگا تو کنٹربری کے صدر اسقف اور اساقف سبعہ میں سے پانچ نے پادریوں کی ایک تعداد کثیر اور نیز ایک اور جماعت نے حلف اُٹھانے سے انکار کردیا۔ یہ لوگ ”اہل انحراف“ کے نام سے موسوم ہوئے اور اگرچہ ان سے چشم پوشی کی گئی لیکن سرکاری خدمتوں سے الگ کردیئے گئے اس لیئے کہ اُنھیں اپنے عقیدے میں اس قدر غلو تھا کہ گرجاؤں میں شاہ ولیم کے لیئے دعا تک مانگنے کے روادار نہ تھے ان لوگوں نے اپنی ایک جداگانہ جماعت قائم کرلی اور اپنے اساقفہ کا انتخاب قریباً سو سال تک خود کرتے رہے تا آنکہ ۱۸۰۵ء میں طبقہ اہل انحراف کے آخری اسقف نے انتقال کیا۔ اس جماعت کے لوگ بشمول فرقہ کیتھولک وہوا خواہان جیمز جواب ”جیکوبائٹ“ (جیمز یئے) کہلانے لگے تھے حکومت کے خلاف آئے دن سازشیں کیا کرتے تھے۔ ولیم کو وہ غاصب سمجھتے تھے اور جب اُنھیں چار و ناچار بادشاہ کا جام صحت پینا پڑتا تھا تو پانی کا ایک قدح بھر کر سامنے رکھ لیتے تھے گویا دل میں یہ تصور باندھ لیتے تھے کہ ہم جام صحت پیتے تو ہیں لیکن ”اُس بادشاہ کا جو سمندر پار ہے“۔

اہل انحراف ۱۶۸۹-۱۸۰۵ء

جیمز یئے

اسکاٹلینڈ میں بھی جا بجا ہنگامے برپا ہوئے لیکن ان ہنگاموں کی وجہ اور تھی۔ متعاہدین نے جن پر ایک عرصۂ دراز سے سختیاں ہو رہی تھیں نہ صرف یہ کہ ولیم کی طرفداری کا بلا درنگ اعلان کردیا بلکہ کلیسائے انگلستان

کے تمام پادریوں کو نکال باہر کیا اور اکثر صورتوں میں اُن پر بڑے بڑے ظلم کیے۔

کلیسائے انگلستان کے پادریوں کے ساتھ اسکاٹ لینڈ کی بدسلوکی۔

جب امن وامان قائم ہوا تو اسکاٹلینڈ کی پارلیمنٹ میں متعاہدین ہی کا اقتدار غالب تھا اور ۱۱ اپریل ۱۶۸۹ء کو بمقام اڈنبرو ولیم اور میری کے بادشاہ اور ملکہ ہونے کا اعلان کیا گیا۔ لیکن جیمز کے ایک قدیم ہوا خواہ گریہم ساکن کلیورہاؤس الملقب

امیر ڈنڈی کو ابھی تک اپنے ولی نعمت کے حق نمک کا پاس تھا۔ وہ سواروں کی ایک جمعیت لے کر کوہستانی علاقے کی طرف نکل گیا اور لوکابر واقع انورنس میں تمام کوہستانی سرداران قبائل کو اکٹھا کر کے آمادۂ جنگ ہوگیا۔ سر والٹر اسکاٹ نے ایک صدی بعد اپنی ایک نظم میں اسی واقعے کی طرف یوں اشارہ کیا ہے :

کہا حریفوں سے اپنے امیر ڈنڈی نے	سناں چلے گی تو بن جائیں گے سپر سینے
ہمارے شاہ کا تاج آج اُتار تو دیکھو	اتر کے خون کی ندی کے پار تو دیکھو
پلٹ کے اپنے سواروں سے پھر خطاب کیا	دلاوروں کے تہور کا احتساب کیا
وفا کے نام پہ پیٹ کر دکھا دو آج سب مجھے	کہ بادشاہ کی رکھنی ہے آج لاج مجھے
مثال برق درخشندہ تلملائے ہوئے	بڑھو لڑائی کو جھنڈا مرا اڑائے ہوئے

اس خونچکاں آویزش کا جلد فیصلہ ہوگیا۔ جرنیل میو میکے کی سرداری میں ولیم نے ایک لشکر جرار ڈنڈی کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ اور اگرچہ کوہستانیوں کو کلی کرینکی کے درّے میں کامل فتح حاصل ہوئی لیکن ڈنڈی میدان جنگ میں کام آیا۔ اس کے بعد کوہستانی جمعیت پیچھے ہٹ گئی اور میدانی علاقے کو ان کی تاخت وتاراج سے محفوظ رکھنے کے لیے سرحد پر مستحکم قلعوں کا ایک سلسلہ قائم

جنگ کلی کرینکی ۲۷ جولائی ۱۶۸۹ء

کر دیا گیا۔ دو سال بعد ایک نہایت دردانگیز واقعہ پیش آیا۔ ولیم نے تمام کوہستانی سرداروں کو یکم جنوری ۱۶۹۲ء سے پہلے پہلے حاضر ہو کر حلف طاعت اٹھانے کے لیے طلب کیا تھا۔ ۳۱ دسمبر ۱۶۹۱ء تک تمام سردار بامتثال امر شاہی حاضر ہوگئے۔ صرف گلنکو کے قبیلہ میکڈانلڈ کا سردار این میکڈانلڈ

نے حضوری کو آخری تاریخ پر اُٹھا رکھا تھا اور اس تاریخ مقام مقررہ کے بجائے غلطی سے دوسرے مقام کو چلا گیا۔ شومی قسمت سے صاحب السلام جان ڈلریمپل نے جو وزیر اسکاٹلینڈ تھا متمردین کے لیے ایک عبرتناک مثال قائم کرنے کے لیے آئن میکڈانلڈ کی غلطی سے فائدہ اٹھا کر قبیلۂ گلنکو کی بیخ کنی کا فرمان ولیم سے حاصل کر لیا اور اس کام پر آرگل کے قبیلۂ کیمبل کے ایک جیش کو مامور کیا جو قبیلۂ میکڈانلڈ کا پشتینی دشمن تھا

گلنکو کا قتل عام ۱۶۹۲ء

اس جیش کے سپاہی گلنکو میں جا کر مقیم ہوئے اور چند دن تک وہاں امن و سکون کے ساتھ رہ کر ایک روز علی الصباح اُٹھے اور بے خبری کے عالم میں قبیلۂ میکڈانلڈ کے قریب قریب تمام نفوس کو تہ تیغ کر دیا۔ ولیم پر یہ بہت بڑا الزام ہے کہ جو لوگ اس سفاکانہ قتل عام کے بانی مبانی تھے اُنھیں اُس نے اتنی سنگین سزا نہ دی جس کے وہ مستوجب تھے ؛

اسی اثناء میں آئرلینڈ میں بھی دو جماعتوں کے درمیان خانہ جنگی کا ہنگامہ گرم تھا۔ رومن کیتھولک اور آئرلینڈ کی مقامی آبادی کا متحدہ فریق ایک طرف تھا اور پراٹسٹنٹ بسنے والے دوسری طرف تھے جیمز انگلستان کو از سر نو مسخر کرنے کی نیت سے آئرلینڈ آیا تھا لیکن اہل آئرلینڈ اس دھوکے میں تھے کہ وہ اُن کے مذہب کی حمایت کرنے اور اُنھیں نئے سرے سے اُن کی اراضیات کا قبضہ دلانے کے لیے آیا ہے۔

آئرلینڈ میں خانہ جنگی ۱۶۸۹ء

ٹرکانل نے پہلا ہی کام یہ کیا تھا کہ جنوبی اضلاع میں تمام پراٹسٹنٹوں کے ہتھیار رکھوا لیے تھے اور وہ اس ڈر کے مارے کہ کہیں وہ سب کے سب بے دریغ تہ تیغ نہ کر دیے جائیں گھر بار چھوڑ کر تعداد کثیر میں انگلستان چلے گئے تھے۔ شمال میں جہاں نئے بسنے والوں کی کثرت تھی یہ لوگ النسکلن میں جو دریائے ارن کے کنارے واقع ہے اور شہر لنڈنڈری میں جو دریائے فائل پر آباد ہے، مدافعت مقابلے کے لیے جمع ہو گئے۔ جب جیمز ماہ اپریل ۱۶۸۹ء میں لنڈنڈری کے بالمقابل پہنچا تو شہر کے دکانداروں نے پھاٹک بند کر لیے تھے اور تیس ہزار پراٹسٹنٹوں نے یہاں پناہ لے رکھی تھی ؛

یہ سچ ہے کہ لنڈی نے جو حاکم شہر تھا شہر کو جیمز کے حوالے کر دینا چاہا لیکن اہل شہر اور فوج محافظ اس پر ایسی بگڑی کہ اُسے فرار ہو کر جان سلامت لے جاتے ہی بنی۔ اور اہل شہر واکر نامی ایک پادری اور میجر بیکر ایک فوجی افسر کے ماتحت شہر پر بحق ولیم اپنا قبضہ کیئے رہے۔ آئرلینڈ کے شمال میں جو پروٹسٹنٹ

محاصرۂ لنڈنڈری
۲۰- اپریل ۱۶۸۹ع

کو عام طور پر ابھی تک آرنجی کہا جاتا ہے سو اس لفظ کی ابتدا اسی وقت سے ہوئی ہے غرض شہر کے محاصرے نے بہت طول کھینچا اور محصورین پر کامل ایک سو پچیس دن کا زمانہ بڑی سختی کا گزرا۔ ۲۰- اپریل کو آئرلینڈ کی فوج نے سمندر کی طرف سے ناکہ بندی کر دی اور دریائے فائل کے دہانے کے بیچوں بیچ ہیزم سوختنی کے ایک انبار کی آڑ قائم کر دی جس سے آمد و رفت کا باہر سے تانتا رک گیا۔ ۱۵- جون کو ولیم نے اہل شہر کو کمک پہنچانے کے لیئے انگریزی بیڑا روانہ کیا لیکن بیڑے کے سردار کرنیل کرک کو ناکہ بندی توڑ کر اندر گھسنے کی ہمت نہ ہوئی۔ بھوک بیماری اور موت سے بدنصیب محصورین صدہا کی تعداد میں ضائع ہو رہے تھے لیکن اگرچہ کھانے کو گھوڑے کا بھی گوشت دستیاب نہ ہوتا تھا اور بقدر سد رمق جو آذوقہ بانٹا جاتا تھا وہ بھی قریب الاختتام تھا تاہم بہادر محصورین برابر یہی کہے جاتے تھے کہ ہم کبھی ہتھیار نہ ڈالیں گے۔

آخر انگلستان سے کرک کے نام اس مضمون کا ایک تہدید آمیز حکم پہنچا کہ جس طرح بھی بن پڑے اہل شہر کو مدد پہنچائے۔ اس پر متعدد رضاکاروں نے جان جوکھوں میں پڑنے کا تہیہ کر لیا۔ اور دو جانباز جہازرانوں نے کہا کہ ہم اپنے رسد سے لدے ہوئے جہاز محصورین تک یا تو پہنچا کر رہیں گے یا اسی کوشش میں اپنی جان دے دیں گے۔ ان میں سے ایک کا نام بروننگ تھا جو ڈری کا رہنے والا تھا اور دوسرا ڈگلس نامی اسکاٹلینڈ کا متوطن تھا۔ ۲۸- جولائی کی شام کو ان کے جہاز پہلو بہ پہلو رسد سے لدے لکڑیوں کی باڑھ کی طرف روانہ ہوئے ان کی ٹکر اس بلا کی تھی کہ یہ باڑھ دو ٹکڑے ہو گئی۔ اس وقت غنیم کی ایک گولی فرشتۂ اجل بنکر آئی اور بروننگ کا کام تمام کر گئی لیکن اس کا مرنا بیکار نہ گیا۔ گھنٹہ بھر بعد

لنڈنڈری کے محاصرے کا خاتمہ یکم اگست ۱۶۸۹ء

دونوں خوراک سے بھرے ہوئے جہاز شہر کی فاقہ کش آبادی کے پاس پہنچ گئے۔ اور دو دن بعد یکم اگست کو آئرلینڈ کی فوج خیمہ و خرگاہ اٹھا کر واپس چلی گئی۔ اور لنڈنڈری کا محاصرہ اٹھ گیا اُسی دن کرنیل ولزلی نے فوج آئرلینڈ کے ایک اور دستے کو نیوٹن بٹلر کے مقام پر جو انی سکی لن کے متصل واقع ہے منتشر کر دیا اور آئرلینڈ کا شمالی علاقہ جیمز کے لشکریوں سے پاک وصاف ہو گیا۔

لیکن ڈبلن میں جیمز ابھی تک شاہانہ حیثیت سے حکمراں تھا۔ اور چونکہ خزانے میں روپیہ موجود نہ تھا اس لیے وہ پیتل کے شلنگ اور پاؤنڈ مسکوک کرا کے اس وعدے پر چلاتا تھا کہ تخت انگلستان پر بیٹھتے ہی ان کھوٹے سکوں

ڈبلن میں جیمز کی بادشاہی۔

کے بجائے لوگوں کو سونے چاندی کے کھرے سکے دے گا آئرلینڈ کی پارلیمنٹ نے اُس کے نام سے آئرلینڈ کے اُن باشندوں کے خلاف جو ولیم کے طرفدار تھے سخت قوانین نافذ کیے اور قریب قریب تمام اُن انگریزوں کی جائداد کی ضبطی کا اعلان کر دیا جو آئرلینڈ میں آکر آباد ہوئے تھے۔ لیکن یہ قوانین چنداں موثر نہ ثابت ہوئے اس لیے کہ ولیم کا جرنیل سپہ سالار مارشل شامبرگ ایک فوج لیکر آئرلینڈ پہنچ گیا تھا اور اگرچہ جاڑے کے موسم میں وہ کوئی کارروائی نہ کر سکا پھر بھی پروٹسٹنٹوں کو اس سے بہت بڑی تقویت پہنچی۔

۱۶۹۰ء کے ابتدائی ایام میں انگلستان پر ولیم کا تسلط پوری طرح بیٹھ گیا اور تمام امن سکون قائم ہو گیا۔ ولیم نے لائق وقابل اشخاص کو اپنی وزارت کے لیے منتخب کیا۔ ان میں سے ایک تو اُس کا پرانا رفیق لارڈ ڈینبی تھا جس نے شہزادی میری کے ساتھ اُس کے عقد کی تجویز کی تھی (دیکھو صفحہ ۳۲۱)۔ دوسرا وزیر لارڈ ہیلی فیکس تھا جس کی ذات سے فریق وِگ اور فریق ٹوری کے درمیان توازن قوت برقرار رہا۔ پارلیمنٹ نے اس زمانے میں متعدد مفید قوانین جاری کیے۔

قانون رواداری ۱۶۸۹ء

"قانون رواداری" کی رو سے اہل خلاف کو خاص اپنے کنیسوں میں عبادت کرنے کی اجازت مل گئی لیکن فرقہ کیتھولک

کے لوگ اس برتاؤ سے پھر بھی مستثنی ہی رہے اس لیے کہ قوم ابھی تک اُن سے بہت خائف تھی۔ بادشاہ کے مصارف کے لیے بارہ لاکھ پاؤنڈ سالانہ کا محاصل الگ کر دیا گیا لیکن اراکین دارالعوام نے اب پہلی مرتبہ اس محاصل کا ایک جزو خود اپنی نگرانی میں لے لیا اور ولیم اور میری کو تین لاکھ پونڈ سالانہ کا وظیفہ عمر بھر کے لیے دے دیا۔ کرور گیری کے محاصل کی رقم بھی جو بقدر چھ لاکھ پاؤنڈ کے تھی بادشاہ اور ملکہ کو دی تو گئی لیکن صرف چار سال کے لیے۔ اس وقت سے لیکر آج کے دن تک یہ دستور چلا آتا ہے کہ پارلیمنٹ ہر سال ملکی مصارف کے لیے رقم کی منظوری دیتی ہے۔ اس کا یہ فائدہ ہے کہ سال میں کم از کم ایک مرتبہ پارلیمنٹ کے اجلاس کا انعقاد لازمی ہو جاتا ہے۔

مخارج کی سالانہ منظوری

ایک اور قانون کے اجرا سے فوج پر بھی پارلیمنٹ کا اختیار قائم ہو گیا واقعہ یہ پیش آیا کہ اسکاٹ لینڈ کے سپاہیوں کی ایک پلٹن نے ایک مرتبہ بغاوت کر دی چونکہ کسی مستقل فوج باقاعدہ کا قیام خلاف قانون تھا اور اس لحاظ سے اس پلٹن پر فوج کی تعریف صادق نہ آتی تھی اس لیے سپاہیوں پر صرف عام باشندگان وطن ہونے کی حیثیت سے مقدمہ قائم کیا جا سکتا تھا لوگوں کی آنکھیں اس واقعے نے کھول دیں اور انہوں نے محسوس کیا کہ ایسے شورش انگیز زمانے میں فوج کا ضابطہ قائم رکھنے کے لیے کسی سخت تر قانون کا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ پارلیمنٹ نے "مسودۂ قانون غدر" کے نام سے ایک قانون جاری کیا جس کی رو سے افسروں کو "فوجی عدالت" میں سپاہیوں پر مقدمہ چلانے کا اختیار چھ مہینے کی مدت کے لیے حاصل ہو گیا اس مدت کے منقضی ہونے پر مسودۂ مذکور مکرر جاری کر دیا گیا اور قرار پایا کہ یہ تجدید برابر سال بسال عمل میں آتی رہے اور بادشاہ بارہ مہینے کی مدت کے لیے سپاہیوں کی ایک مقررہ جمعیت کو اپنے زیر حکم ملازم رکھنے کا مجاز ہو۔ ۱۸۷۹ء میں یہ قانون منسوخ ہو گیا۔ اور اس کی بجائے "قانون ضابطہ نظم فوج" جاری ہوا لیکن اس کی تجدید بھی سال بسال ہونی لازمی ہے۔ غرض اجلاس پارلیمنٹ کے منعقد نہ ہونے کی صورت میں بادشاہ کو قانوناً روپیہ اور فوج دونوں کی طرف سے

مسودۂ قانون غدر سنہ ۱۶۸۹ء

جواب تھا اور اس طور پر قوم کو اُس قسم کی جابرانہ ورانداز یوں کا کھٹکا نہیں رہا جن کا جیمز خوگر تھا۔

فوج کا رکھنا حقیقت میں بڑا ضروری تھا اس لیئے کہ لوئی جیمز کا ہاتھ پوری سرگرمی سے بٹا رہا تھا۔ سنہ ۱۶۹۰ء کے اوائل میں اُس نے فرانسیسی فوج کی ایک تعداد کثیر آئرلینڈ بھیجی اور اب ولیم کے لیئے بجز اس کے کوئی چارہ نہ رہا کہ مزید کمک لے کر خود موقع پر پہنچے اور آئرلینڈ ہی کے میدان میں جیمز سے نبٹ لے چنانچہ ۱۴ جون کو کیرک فرگس میں داخل ہوا اور جولائی کی پہلی کو دونوں بادشاہوں کے درمیان دریائے بائن کی مشہور جنگ واقع ہوئی۔ انگریزی سپاہیوں نے برستی گولیوں میں دریا کے پار اُتر کر دشمن کی صفیں اُلٹ دیں اگرچہ اُن کا سردار شامبرگ پہلے ہی حملے میں کھیت رہا۔ ولیم بھی ابتدائے جنگ میں زخمی ہوا لیکن اسی حالت میں اپنی فوج کے میسرہ کو لیئے ہوئے وہ برابر بڑھا چلا گیا اور میدان اس کے ہاتھ رہا۔ بخلاف اس کے جیمز لڑائی کا تماشا دور ہی سے کھڑا دیکھتا رہا اور جب اُسے اپنی فوج کے پاؤں اُکھڑتے نظر آئے تو اُلٹے پاؤں ڈبلن پہنچا اور کنیسل سے جہاز پر سوار ہو کر فرانس چلا گیا۔ اہل آئرلینڈ کو اپنے پست حوصلہ بادشاہ کی بزدلی سے ایسی عار آئی کہ ایک دل جلے افسر نے انگریزوں سے صاف کہدیا کہ اپنا بادشاہ ہمیں دے دو اور ہمارا بادشاہ تم لے لو پھر ہم تمھیں بتا دیں گے کہ لڑا کس طرح کرتے ہیں۔

دریائے بائن کی جنگ
یکم جولائی سنہ ۱۶۹۰ء

یہ نری شیخی نہ تھی۔ بلکہ واقعی آئرلینڈ والے ایک سال سے بھی اوپر برابر لڑتے رہے۔ تا آنکہ آئرلینڈ کی فوج نے جس کی کمان فرانسیسی جرنیلوں کے ہاتھ میں تھی آمرم کے مقام پر ولیم کے سپہ سالار گنکل کے ہاتھوں شکست کھائی ۳ اکتوبر کو لمرک کا قلعہ جو آئرلینڈ کے ایک بہادر سردار پیٹرک سارسفلڈ کے ماتحت باغیوں کی آخری جائے پناہ تھا گنکل کے حوالے کر دیا گیا۔ اس کے بعد فریقین کے درمیان لمرک ہی میں ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے فرقہ کیتھولک کو اپنے طریق پر عبادت کرنے کی آزادی مل گئی۔ اس کے علاوہ ایک شدہ

عہدنامۂ لمرک سنہ ۱۶۹۱ء

اس عہدنامے میں یہ بھی رکھی گئی کہ جو لوگ سارسفلڈ کے ساتھ فرانس جانا چاہیں بے روک ٹوک جا سکتے ہیں۔ کم و بیش چودہ ہزار سپاہیوں نے اس شرط کے بموجب سارسفلڈ کا ساتھ دیا اور پھر ایک صدی تک آئرلینڈ میں کوئی لڑائی نہ ہوئی۔ لیکن پراٹسٹنٹوں نے جو اب برسراقتدار تھے اپنی طاقت سے ناجائز فائدہ اُٹھایا۔ عہدنامۂ لمرک کے سب وعدے بالائے طاق رکھدیے گئے۔ اور وہ ظالمانہ تعزیری قوانین جو ملکۂ این کے عہد میں نافذ ہوئے تھے کیتھولک فرقے کی نفرت کی آگ کے لیے ایندھن کا کام دیتے رہے۔

لمرک کے سر ہونے سے سال سوا سال پہلے ولیم انگلستان واپس چلا گیا تھا جہاں فرانس کے ساتھ جنگ جاری رکھنے کے لیے اس کا موجود ہونا بڑا ضروری تھا۔ سنہ ۱۶۹۰ء میں جرمنی، ہسپانیہ، ہالینڈ، برینڈنبرگ اور سیوائے سب نے ایکا کر کے لوئی کے خلاف ایک ''اتحاد عظیم'' کی طرح ڈالی۔ لیکن دول متحدہ کی سستی اور طاقتور

اتحاد عظیم سنہ ۱۶۹۰ء

فرانسیسی فوج کی چستی نے ایک عرصے تک جنگ میں لوئی کا پلہ جھکائے رکھا۔ ۳۰ جون سنہ ۱۶۹۰ء کو یعنی جنگ بائن سے صرف ایک دن پہلے فرانسیسی بیڑے نے آبنائے انگلستان میں بیچی ہیڈ کے ساحل کے قریب ولندیزی اور انگریزی بیڑوں پر حملہ کر دیا۔ امیرالبحر ہربرٹ نے جو اس وقت لارڈ ٹارنگٹن کے لقب سے ملقب تھا ازراہ رقابت ولندیزوں کی مدد نہ کی۔ اس حماقت نے حلیفوں کا بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا۔ فرانسیسیوں

بیچی ہیڈ کی لڑائی ۳۰ جون سنہ ۱۶۹۰ء

کو کامل فتح حاصل ہوئی اور انھوں نے آبنائے کی موجوں کو اپنے جہازوں کی جولانگاہ بنا کر ٹین ماؤتھ کے گاؤں کو بھی جو ساحل انگلستان پر واقع ہے جلا ڈالا۔ فرانسیسی امیرالبحر ڈی ٹورول کا خیال تھا کہ طرفداران جیمز موقع کو غنیمت جان کر بغاوت کر دیں گے لیکن فرانسیسیوں کا ساحل انگلستان پر نمودار ہونا تھا کہ تمام انگریز جھٹ ولیم کے طرفدار ہو گئے اور جب وہ آئرلینڈ سے پلٹا تو قوم، فوج اور روپے سے اُس کا ساتھ دینے کے لیے بدل و جان آمادہ تھی کہ کسی طرح وہ

فلینڈرس ہیں پہنچ کر یونی سے دو دو ہاتھ کرے۔ غرض ۱۶۹۲ء کے اوائل میں ملکہ میری کو عنانِ حکومت سونپ کر ولیم نے لنگر اٹھایا اور تاجدار فرانس کے مقابلے کے لیے ہالینڈ جا پہنچا۔

ولیم رخصت ہوا ہی تھا کہ جیمز یوں نے اس کے خلاف انگلستان میں سازشوں کا جال بچھانا شروع کر دیا۔ جیمز کے جبر و استبداد کا قلع و قمع کرنے کے لحاظ سے اگرچہ اس کی ذات انگریزوں کے لیے مفید ثابت ہوئی تھی لیکن وہ دل سے اس کو اچھا نہ سمجھتے تھے اس لیے کہ وہ کم سخن سخت طبیعت اور ناآشنا مزاج واقع ہوا تھا اس کے علاوہ اگرچہ اس کی ماں چارلس اول کی بیٹی تھی پھر بھی وہ نسباً ولندیز تھا انگریز نہ تھا۔ اس کے ہر دلعزیز نہ ہونے کی ایک وجہ اور بھی تھی۔ یہ سچ ہے کہ انگلستان میں اس کی حکومت کا انداز عادلانہ و دانشمندانہ تھا لیکن اس میں بھی کلام نہیں کہ اس کا خیال زیادہ تر بیرونی لڑائیوں میں بٹا رہتا تھا حالانکہ انگریزوں کو یہ بات کسی طرح پسند نہ تھی کہ ہالینڈ کی حفاظت کا بار ان کی جیبوں پر پڑے۔ خود ملکہ میری کو بھی اول اول لوگ اچھی نظروں سے نہ دیکھتے تھے۔ اور اُسے اپنے باپ کے تخت کو غصب کر لینے کا الزام دیتے تھے لیکن وہ ایسی نیک مزاج اور بے نفس تھی کہ آگے چل کر خلقت اس کے گیت گانے لگی۔

ولیم کی غیر ہر دلعزیزی

لوئی کو ولیم پر فلینڈرس میں بمقام مانس ایک معرکہ میں فتح حاصل ہوئی تھی۔ جیمز یوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر فریق ٹوری کو جیمز کے ساتھ ساز باز کرنے پر برانگیختہ کیا۔ لارڈ چرچل جو اب امیر مارلبرو کے لقب سے ملقب تھا اس جوڑ توڑ میں شریک تھا اور لارڈ ایڈورڈ رسل جو لارڈ ٹارنگٹن کی بجائے امارت بحری کی صدارت پر فائز ہوا تھا اس کے ساتھ مل جانا چاہتا تھا لیکن جب فرانسیسی بیڑا اس امید پر کہ رسل اُس کا مقابلہ نہ کرے گا ابنائے انگلستان میں آپہنچا تو انگریزی امیر البحر کی رگ حمیت پھڑک اٹھی اور اس نے جوش میں آکر بے تابانہ کہا کہ یہ نہ سمجھو کہ میں خود اپنے ہی سمندر میں فرانسیسیوں کو اپنی قوم کے مقابلے میں بازی لے جانے دوں گا۔ چنانچہ راس لاہوگ میں

جیمز یوں کی سازشیں

جنگ لاہوگ مئی ۱۶۹۲ء

سخت مقابلے کے بعد اُس نے غنیم پریشان دار فتح پائی اور پندرہ فرانسیسی جہازوں کو آگ لگادی جب اس بحری معرکے کے بعد زخمی ملاح اپنے وطن کو واپس آئے تو ملکہ میری نے قصر گرینج میں از کار رفتہ جہاز رانوں کے لیئے بیت المعذورین قائم کرنے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن قضا نے اُسے اتنی مہلت نہ دی کہ اس ارادے کو پورا کرے اس نیک مقصد کی تکمیل اُس کی وفات کے بعد ولیم نے کی اور بیت المعذورین گرینج میں ۱۸۶۵ء تک ملاحوں کی بود و باش رہی۔ مگر پھر یہ زیادہ بہتر معلوم ہوا کہ انھیں

شفاخانہ گرینج

وظائف دے دیئے جایا کریں۔ اب اس عمارت میں ایک شاہی بحری مدرسۂ فوقانیہ قائم ہے۔

غرض فرانس کے حملوں نے انگلستان کو ولیم کا اور زیادہ گرویدہ کر دیا ۱۶۸۹ء سے لیکر ۱۶۹۷ء تک حالت یہ رہی کہ وہ ہر سال جنگ کرنے کے لیئے ملک سے باہر جاتا تھا اور چونکہ پارلیمنٹ چاہتی تھی کہ اس طور پر جیمز کو از سر نو تخت انگلستان پر بٹھانے کے بارے میں لوئی کی تمام کوششوں کو ولیم خاک میں ملا رہا ہے اس لیئے وہ حتی الامکان روپے سے اس کی مدد کرتی تھی۔ لیکن رقم کا بہم پہنچانا بہ کچھ آسان نہ تھا اس لیے کہ زمانہ سابق میں تو بادشاہ رعایا کو قرض دینے پر مجبور کر لیا کرتے تھے لیکن اب یہ مجبوریاں اٹھ گئی تھیں اور رعایا کو پارلیمنٹ میں اپنے مبعوثین کی وساطت سے اپنے ٹیکس خود تجویز کرنے کا حق حاصل ہوگیا تھا۔ ۱۶۹۲ء میں خزانہ بالکل خالی ہوگیا۔ ادھر مصارف جنگ سر پر تھے اور چارلس ثانی کے زمانے سے زرگروں کا جو قرض حکومت کے ذمے چلا آتا تھا ابھی تک ادا نہ ہوا تھا۔ اس

قومی قرضہ ۱۶۹۳ء

مشکل کو فریق وہگ کے ایک نوجوان اہل الرائے چارلس مانٹیگ کی طباعی نے یوں حل کیا کہ پارلیمنٹ ملک کے متمول لوگوں سے دس لاکھ پاؤنڈ کی رقم قرض مانگ لے جس کا سود منجانب حکومت انھیں سال بہ سال مل جایا کرے۔ یہ قرض جو پارلیمنٹ نے مانٹیگ کی تجویز پر عمل پیرا ہو کر لیا تھا آج کے دن تک قائم ہے اور اُس کی تعداد بڑھتے بڑھتے ساڑھے ساٹھ کروڑ پاؤنڈ تک پہنچ گئی ہے۔ قرضے کا زر اصل اس

وقت تک کبھی بھی دائنوں کو واپس نہ ملے گا جب تک کہ قومی قرضے کا طریقہ بالکل ہی موقوف نہ ہوجائے لیکن حکومت کی طرف سے سود کی رقم لوگوں کو اس باقاعدگی کے ساتھ ملتی رہتی ہے کہ وہ اپنا سرمایہ بخوشی قومی قرضے میں لگائے رکھتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص کل زر اصل کی واپسی ہی کا آرزومند ہو تو اس کی شکل یہ ہے کہ وہ کسی دلال کی معرفت اپنے سود کا حق کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کردیتا ہے مثلاً اگر اس نے ایک سو پاؤنڈ یا دو سو پاؤنڈ کے تمسکات قومی قرضے کی بابت خریدے ہوں تو دلال یہ رقم نئے خریدار سے لے کر اس کے حوالے کردیتا ہے اور نیا خریدار آیندہ اس رقم کا سود سرکار سے وصول کرتا ہے۔

ولیم کے عہد میں قومی قرضہ کچھ بہت زیادہ بڑھنے نہ پایا اس لیے کہ رعایا اس نئی تجویز سے ابھی مانوس نہ ہوئی تھی۔ اسی لیے سنہ ۱۶۹۴ء میں مانٹیگ ایک اور تجویز پر کاربند ہوا جو اسکاٹلینڈ کے ایک شخص مسمی پیٹرسن کی سجھائی ہوئی تھی اس تجویز کا مفاد یہ تھا کہ حکومت اہل ملک سے ساڑھے بارہ لاکھ پاؤنڈ قرض لے اور قرض دہندوں کو ایک قومی بینک کے قیام کی قانونی سند عطا کرے جس کا نام "جماعت منتظمہ و شرکت بینک انگلستان" ہو حکومت کے تمام رقمی لین دین کا کام اس شرکت سے متعلق ہو اور اسے اپنا روپیہ سود پر چلانے کا مجاز کیا جائے۔

بینک انگلستان سنہ ۱۶۹۴ء

یہ بینک نہایت کامیاب ثابت ہوا ہے۔ کل سرکاری رقوم کا جمع و خرچ اسی کی وساطت سے ہوتا ہے سونے چاندی کے غیر مسکوک انبار ٹکسال میں ڈھلنے سے پہلے اس کی تحویل میں رہتے ہیں۔ قومی قرضے کے سود کی ادائی کا کام بھی یہی بینک انجام دیتا ہے اور بوقت ضرورت پارلیمنٹ کو روپیہ قرض دیتا ہے بینک انگلستان میں اس وقت گیارہ سو اہلکار ملازم ہیں اور اس کے ملازموں کی تنخواہوں اور وظیفوں کی سالانہ مقدار تین لاکھ پاؤنڈ ہے اس کے نوٹ دنیا بھر میں اشرفی کی طرح چلتے ہیں اور جب یہ خیال ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ فلاں امر میں نقصان و خسران کا ذرا بھی احتمال نہیں تو مثال کے طور پر اسے بینک انگلستان سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

ان اہم قوانین سے جن کا اجرا روپیہ قرض لینے کی غرض سے عمل میں آیا

ظاہر ہوتا ہے کہ اراکین دارالعوام نے تاجداران سلسلۂ اسٹوارٹ کو نکال کر اور پارلیمنٹ کے قانون کی رو سے ایک نئے بادشاہ کو تخت سلطنت پر بٹھا کر اپنے اُن قدیم حقوق کی بحالی کا ڈول ڈال دیا تھا جو انھیں فرمانروایان سلسلۂ ٹیوڈر کے زمانے سے پہلے حاصل تھے اور ولیم بھی اپنی عقلمندی سے اس میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالتا تھا۔ لیکن چونکہ وھگ اور ٹوری جماعتوں کی رقابت اب بہت بڑھ گئی تھی اس لیئے ان دونوں سیاسی گروہوں میں سے جو گروہ بھی غلبہ حاصل کرلیتا تھا وہی وزرائے سلطنت کے طریق عمل سے اختلاف رکھنے کی حالت میں

جماعتی طرز حکومت کا آغاز سنہ ۱۶۹۳ء

حکومت کے لیئے بہت بڑی پریشانی کا باعث بن جاتا تھا اس مشکل کو پیش نظر رکھکر امیر سنڈرلینڈ نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اقتدار حکومت کے برقرار رکھنے کی صرف یہی ایک سبیل ہے کہ جس فریق کے اراکین کی تعداد پارلیمنٹ میں زیادہ ہو اُسی میں سے وزرا کا انتخاب کیا جائے۔ ولیم نے اس مشورے پر حرف بحرف عمل کیا اور آج بھی انگلستان کا نظام حکومت اسی اصول پر مبنی ہے۔ وزرائے سلطنت اگر مجوزین کی اکثریت کو اپنا ہم آہنگ نہ بنا سکیں تو خود مستعفی ہوجاتے ہیں اور پھر بادشاہ دوسری جماعت کے چیدہ چیدہ افراد کو ان کی قائم مقامی کے لیئے طلب کرتا ہے لیکن اگر یہ بھی ضعیف ثابت ہوں تو پھر پارلیمنٹ توڑ دی جاتی ہے اور جدید پارلیمنٹ کا انتخاب عمل میں آتا ہے۔ اس طور پر وزرا کو پارلیمنٹ میں سرگروہی کا درجہ حاصل ہوجاتا ہے اور وہ رعایا کے وکیل بھی ہوتے ہیں اور بادشاہ کے خادم بھی ہیں۔

ولیم کے تعلقات اگرچہ اپنے عہد کی پارلیمنٹوں کے ساتھ بہت کچھ کشیدہ رہے لیکن پھر بھی اُنھوں نے متعدد ایسے قوانین نافذ کیئے جن کی سودمندی میں کلام نہیں۔ ایک قانون "قانون انتخاب سہ سالہ" کے نام سے جاری ہوا

قانون انتخاب سہ سالہ سنہ ۱۶۹۴ء

جس کی رو سے ہر تیسرے سال ایک نئی پارلیمنٹ کا انتخاب لازمی قرار پایا پہلے تمام مطبوعہ کتب و رسائل ایک شاہی محتسب کے استصواب کے بغیر شائع نہ ہوسکتے تھے۔

اب یہ ضابطہ منسوخ ہو گیا اور آیندہ کے لیئے ہر شخص کو حق حاصل ہو گیا کہ بجز ایسے مضامین کے جو حکومت وقت یا دوسرے اشخاص کی حیثیت عرفی کے خلاف ہوں اور جو چاہے چھاپے اور شائع کرے۔ اس کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ بجائے ایک ہی اخبار "لنڈن گزٹ" کے جو کچھ عرصے سے جاری تھا متعدد اخبارات نکلنے شروع ہو گئے اور انگلستان کے ہر حصے کی آبادی کو گھر بیٹھے معلوم ہونے لگا کہ بڑے بڑے شہروں میں کیا واقعات پیش آرہے ہیں اور کون کون سے مسائل پر بحث ہو رہی ہے۔

آزادی مطابع سنہ ۱۶۹۵ء

ایک اور نہایت ہی اہم قانون کے ذریعے سے اُس نامستدل قانون بغاوت کی تنسیخ عمل میں آئی جو ہنری ہشتم کے عہد میں ٹامس کرامول کے ہاتھوں نفاذ پذیر ہوا تھا (دیکھو صفحہ ۲۰۸)۔ آیندہ کے لیئے جرم خلاف ورزی یا سرکار کے ملزمین کو بذریعۂ وکیل شہادت صفائی پیش کرنے کی اجازت مل گئی اور یہ حق بھی حاصل ہو گیا کہ جو الزامات اُن پر قائم کیئے گئے ہوں اُن کی ایک نقل اُنھیں مل جایا کرے۔ اب کسی کو اس بات کا کھٹکا نہ رہا کہ وین اسٹرفیرڈ رسل اور سڈنی کی طرح ادخال شہادت صفائی کا کوئی موقع پائے بغیر فیصلۂ عدالت اُس کے خلاف صادر ہو جایا کرے گا۔

قانون بغاوت سنہ ۱۶۹۶ء

سنہ ۱۷۰۱ء میں ایک اور قانون حکام عدالت کے متعلق جاری کیا گیا جس کی رو سے اُن کے مستقل مشاہرے مقرر کیئے گئے اور بصراحت جتا دیا گیا کہ کوئی رکن عدالت اپنی خدمت سے علحدہ نہ کیا جا سکے گا اِلّا اس صورت میں کہ وہ کسی غلط کاری کا مرتکب ہوا ہو یا پارلیمنٹ کے دونوں ایوان اُس کی برطرفی پر متفق ہوں۔ جیمز صرف اتنی سی بات پر حکام عدالت کو موقوف کر دیا کرتا تھا کہ وہ قانون کی تاویل اُس کے ڈھب کی نہ کرتے تھے۔ اب کسی بادشاہ کو یہ اختیار باقی نہ رہا۔ ارکان عدالت اگر انصاف پر قائم رہیں اور فیصلجات کے صدور میں حق و عدل کو ہاتھ سے نہ جانے دیں تو اب اُنھیں نہ بادشاہ کے عتاب کا ڈر ہے نہ رعایا کی ناراضی کا اندیشہ ہے۔

آزادی حکام عدالت

مانٹگ اس وقت وزارت خزانہ کے منصب پر فائز تھا۔ چاندی کے نئے سکے کا رواج اُسی کے حسن اہتمام کا ثمرہ ہے۔ چارلس ثانی کے زمانے تک نقرئی سکے تیار کرنے کی یہ ترتیب تھی کہ چاندی قینچی سے کاٹ لی جاتی تھی اور ہتھوڑے سے کوٹ کر سکہ مضروب کر لیا جاتا تھا۔ بدمعاشوں کے لیے ایسے سکوں کا قینچی سے دوبارہ کتر لینا اور تھوڑی سی کترن رکھکر چلا لینا کچھ مشکل نہ تھا اس طور پر سکے بتدریج چھوٹے ہوتے جاتے تھے اور بارہا ایسا اتفاق پیش آتا تھا کہ ایک شخص کو پچاس شلنگ ملے ہیں اور وہ جب انھیں بنک لے گیا ہے تو اُسے معلوم ہوا ہے کہ مال پچیس ہی شلنگ رہ گیا ہے۔ چارلس ثانی کے عہد میں سکوں کی تیاری ایک کسال میں ہونے لگی جو گھوڑوں کی طاقت سے چلتی تھی اُن سکوں کے کنارے پر یا تو لہریا ہوتا تھا یا کناروں کے گرداگرد الفاظ مضروب ہوتے تھے جس سے معلوم ہو جاتا تھا کہ کسی نے اُنھیں کاٹا ہے یا نہیں

نیا سکہ ۱۶۹۶ء

کلدار سکے

یہ سکے "کلدار" کہلاتے تھے۔ لیکن چونکہ پرانے سکے ابھی تک رائج تھے اس لیے بدمعاشوں نے اب یہ حیلہ اختیار کیا کہ یا تو کلدار سکوں کو گلا کر چاندی کے دام کھڑے کر لیتے تھے یا اُنہیں فرانس بھیج دیتے تھے کہ کترے ہوئے سکوں کی بہ نسبت ان کی قیمت زیادہ ملتی تھی۔ اور اس میں اُن کا فائدہ ہوتا تھا۔ آخر حالت ایسی مخدوش ہو گئی کہ مانٹگ اور وزیر عدالت سامرس نے باہم مل کر مشہور فلسفی لاک اور سر آئزک نیوٹن سے مشورہ کیا اور بالاتفاق یہ رائے قرار پائی کہ نئے کلدار سکے کی ایک مقدار کثیر مسکوک کی جائے اور تمام پرانے سکے خزانے میں داخل کرائے جائیں تاکہ اُن کا چلن ہی موقوف ہو جائے۔ نیوٹن نے جسے دارالضرب کی مہتممی کی خدمت سپرد کی گئی اس بات کا خاص اہتمام کیا کہ نئے سکے خالص اور ٹھیک وزن کے ہوں اس تبدیلی پر سنہ ۱۶۹۶ء میں عمل ہوا اول اول تو لوگوں کو بڑی تکلیف کا سامنا ہوا لیکن بالآخر روپیہ کے پورے سولہ آنے وصول ہونے لگے۔ حکومت کو البتہ ٹوٹا پڑا اور اس نقصان کی تلافی مکانوں کی کھڑکیوں کے آئینوں پر ایک نیا

رسوم غرفہ ۱۶۹۶ء لغایت سنہ ۱۸۵۱ء

محصول لگانے سے کی گئی۔ یہ محصول مختلف وجوہ سے ۱۸۵۱ء تک قائم رہا اور اس کا ایک اثر یہ ہوا کہ ڈیڑھ سو سال کی درمیانی مدت میں جو مکانات تعمیر ہوئے اُن میں محصول سے بچنے کے لیے کم دریچے اور چھوٹے چھوٹے آئینے لگائے گئے۔

ولیم کے عہد عدل و دانش میں اگرچہ اہل ملک تو ان مفید اصلاحات سے فیضیاب ہو رہے تھے لیکن خود ولیم آفات و حوادث کا نشانہ ہونے سے بچ نہ سکا۔ ۱۶۹۴ء میں ملکہ میری نے چیچک کے عارضے سے وفات پائی۔ بی بی کے مرنے کا اُسے سخت صدمہ ہوا اور مارے غم کے کچھ عرصے تک اُس کی حالت

ملکہ میری کی وفات ۱۶۹۴ء

غیر رہی جیمز یوں نے بھی اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر ولیم کو جسے وہ طنزاً "ولندیزی بادشاہ" کے نام سے پکارا کرتے تھے تخت سلطنت سے علٰحدہ کرنے کی کوششیں شروع کر دیں لوئی چہاردہم پہلے ہی تاک میں لگا بیٹھا تھا جیمز کے ہواخواہوں کو اُس نے کہلا بھیجا کہ اگر انگریزی قوم اُٹھ کھڑی ہو تو اُس کی کمک کے لیے ایک جرار فرانسیسی لشکر بھیجا جا سکتا ہے

ولیم کے قتل کی سازش ۱۶۹۶ء

چنانچہ ۱۶۹۶ء میں ایک سازش کی گئی کہ جب ولیم شکار سے واپس آئے اور ایک تنگ گلی میں سے جو ٹیمپین کورٹ کی جاتی تھی گزر رہا ہو تو اچانک اُس کا کام تمام کر دیا جائے بڑی خیر یہ گزری کہ فرقہ کیتھولک کے ایک شریف النفس شخص پینڈرگاسٹ نامی نے جو کسی بے گناہ کے خون کا روادار نہ تھا بادشاہ کو اس مہیب منصوبے کی اطلاع کر دی۔ تمام شرکائے سازش گرفتار ہو کر اپنے کیفر کردار کو پہنچے اور حسب معمول اس حقیقت کے انکشاف نے کہ فرانسیسی انگلستان پر حملہ کرنا چاہتے ہیں لوگوں کے جذبۂ وفاداری کو اور زیادہ گہرا کر دیا۔ ولیم کی ہردلعزیزی اس وقت بہت ہی بڑھی ہوئی تھی اس لیے کہ محاصرہ نامور میں اُسے ایک فتح عظیم حاصل ہوئی تھی (۱۶۹۵ء) اور انگریزی قوم کو یقین واثق ہو چلا تھا کہ فرانس کو وہ اپنی قوت بازو سے نیچا دکھا کر چھوڑے گا۔ اُس کے قتل کی سازش نے رعایا کو اُس کا اور بھی زیادہ گرویدہ کر دیا۔ دارالامرا اور دارالعوام کے اراکین نے خاص اس غرض سے ایک مجلس قائم کی کہ اگر ولیم قتل ہو جائے تو قاتلوں سے اُس کی موت کا انتقام لیا جائے اور اُس کی جگہ اپنا

تخت پر بٹھائی جائے۔ امرا و عوام نے اس مضمون کا ایک حلفیہ اقرار نامہ مرتب کیا اور طول و عرض ملک میں ہزارہا اشخاص نے اس اقرار نامے پر دستخط کیے۔

اگلے سال ۱۱ ستمبر کو جنگ فرانس ختم ہو گئی اور شاہ لوئی چہار دہم نے بمقام رسوک واقع ہالینڈ ایک عہد نامے پر دستخط کر دیے جس کی رو سے باستثنائے قلعۂ اسٹراسبرگ وہ تمام اُن علاقہ جات سے دست کش ہو گیا جو اس نے عہد نامۂ نیمگون مرتبہ ۱۶۷۸ء کے قلمبند ہونے کے بعد فتح کیے تھے اور ولیم کو اس وعدے کے ساتھ شاہ انگلستان تسلیم کر لیا کہ آئندہ اس کی حکومت کے خلاف وہ کوئی سازو باز نہ کرے گا۔ آٹھ سال کی جنگ کے بعد آخر انگلستان کو امن و سلامتی کا یہ دن دیکھنا نصیب ہوا۔ لوگوں کے جوش مسرت کی اس وقت کوئی انتہا نہ تھی ۱۶۹۷ء کے ماہ دسمبر کی دوسری تاریخ شکرانے کی بجا آوری کے لیے مقرر کی گئی سارے شہر میں چراغاں ہوا جلوس نکالے گئے جھنڈے اڑائے گئے الاؤ جلائے گئے اور کلیسائے سینٹ پال کا (جو آتشزدگی لندن کے بعد سر کرسٹوفرن کے اہتمام میں از سر نو تعمیر ہوا تھا) اس دن افتتاح ہو گیا۔

عہد نامۂ رسوک ۱۱ ستمبر ۱۶۹۷ء

لیکن بادشاہ کے لیے یہ صلح ناکامیوں کا ایک ہجوم اپنے ہمراہ لیتی آئی اس لیے کہ پارلیمنٹ نے بری فوج کی تعداد گھٹا کر دس ہزار کر دی اور بحری فوج کی جمعیت کو کم کر کے آٹھ ہزار کر دیا اس کے دوسرے سال مبعوثین متقاضی ہوئے کہ ولیم کی ولندیزی جمعیت اپنے وطن ہالینڈ کو چلی جائے اور جو زمینیں ولیم نے آئرلینڈ میں ولندیزیوں کو دی تھیں وہ اُن سے واپس لے لی جائیں پارلیمنٹ کے اس طرز عمل کو اس کی حق ناشناسی اور احسان فراموشی پر محمول کر کے ولیم نہایت رنجیدہ ہوا اور اس کی آزردگی یہاں تک بڑھی کہ اس نے تاج و تخت سے دست بردار ہو کر ہالینڈ واپس چلے جانے کی دھمکی بھی مبعوثین کو دے دی لیکن بالآخر اس نے اُن کی رائے مان لی اگرچہ ساتھ ہی اُنھیں اتنا ضرور جتا دیا کہ فوج گھٹانے سے وہ انگلستان کی حفاظت کو مخدوش کر رہے ہیں۔

فوج کی تخفیف

حقیقت یہ ہے کہ پارلیمنٹ کی نگاہ سے یہ نکتہ اوجھل تھا لیکن ولیم

خوب جانتا تھا کہ لوئی نے اپنی دلی آرزو میں کسی دوسرے طریقے پر برلانے کی خاطر صلح کی ہے۔ چارلس ثانی فرمانروائے ہسپانیہ کی عمر اگرچہ صرف پینتیس سال تھی لیکن

ہسپانوی وراثت کا مسئلہ۔

وہ ہمیشہ بیمار رہتا تھا اور سب جانتے تھے کہ اُس کا زیادہ دنوں زندہ رہنا محال ہے۔ اس کے کوئی اولاد نہ تھی مگر ورثہ عظیم الشان تھا۔ ہسپانیہ، نیپلز، صقلیہ، میلان، ہسپانوی حصۂ نیدرلینڈ اور ہسپانوی جزائر واقع امریکۂ جنوبی۔ یہ تمام ممالک اُس کے جانشین کو میراث میں پہنچنے والے تھے۔ اُس کا اصلی و حقیقی وارث تو کوئی نہ تھا لیکن اُس کے قرابت داروں میں تین شہزادے ایسے تھے جنھیں اُس کے جانشین منتخب ہونے کے مساوی حقوق حاصل تھے۔ ان میں سے ایک تو فرماں فرمائے بویریا کا خلف اکبر جوزف تھا۔ دوسرا شہنشاہ لیوپولڈ کا بیٹا امیر اعظم چارلس تھا اور تیسرا لوئی چہاردہم کا پوتا فلپ امیر انجو تھا۔ لوئی چہاردہم کو خوب معلوم تھا کہ یورپ کی دوسری سلطنتیں کبھی اس بات کو پسند نہ کریں گی کہ اس کا پوتا چارلس ثانی کی میراث حاصل کر کے اتنی بڑی زبردست سلطنت کا مالک ہو جائے اسی لیئے وہ ولیم کی امداد حاصل کرنے کی فکر میں تھا کہ اس ذریعہ سے اُسے کچھ تو مل جائے۔ ولیم کو لوئی کا ساتھ دینے میں یہ فائدہ تھا کہ ہالینڈ لوئی کی دست برد کے خدشے سے محفوظ ہوا جاتا تھا اور اسی خیال سے وہ لوئی کی اعانت پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن اس اعانت کے معاوضے میں اپنے مفید مطلب شرائط طے کرانے کے لیئے ضرور تھا کہ ایک زبردست لشکر اُس کی پشت پر ہو۔ پارلیمنٹ کو ان مصلحتوں کی کچھ خبر نہ تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ فوج کی تخفیف پر ولیم جز بز ہوا۔ پھر بھی اس موقع کو اس نے ہاتھ سے نہ جانے دیا اور جو کچھ بن پڑا کیا۔ اب دو عہد نامے سپرد قلم کیئے گئے عہد نامہ اول کی رو سے چارلس ثانی نے اپنی تمام سلطنت کا وارث بویریا کے

تقسیم سلطنت کے بارے میں دو عہد نامے

نوجوان شہزادے کو قرار دیا کہ اس کو کوئی بھی شک و حسد کی نگاہ سے نہ دیکھتا تھا لیکن اس نے قضا کار ۶ فروری ۱۶۹۹ء کو وفات پائی اور اس پر ایک نیا عہد نامہ ضبط تحریر میں لایا گیا جس کی بموجب ہسپانیہ اور نیدرلینڈ تو امیر اعظم چارلس کے حصے میں آئے اور باقی

علاقہ امیر انجو کو دیئے گئے۔ لوئی کو یہ تقسیم اگرچہ ناپسند تھی لیکن بادل ناخواستہ وہ اسی پر رضامند ہو گیا کہ سب نہیں تو کچھ تو ہاتھ آیا۔ یہ تمام کارروائیاں خفیہ عمل میں آئی تھیں اور وزرائے ہسپانیہ کو اس عہد نامے کی کانوں کان خبر نہ ہونے پائی تھی۔ آخر جب یہ راز سربستہ کھلا اور اُنھیں معلوم ہوا کہ اُن کی اجازت و رضامندی کے بغیر اُن کے ملک کے یوں حصے بخرے کیے جا رہے ہیں تو وہ سخت برہم ہوئے خصوصاً ولیم پر اُنھیں بے حد طیش آیا۔ چارلس ثانی نے دوسرے عہدنامے کی تحریر کے چھ مہینے بعد انتقال کیا لیکن انتقال سے پہلے وزرا کے سمجھانے بجھانے پر امیر انجو کے حق میں ایک وصیت نامہ قلمبند کر کے اُسے اپنی ساری سلطنت کا مالک بنا تا گیا۔ لوئی کی نیت بدلتے کیا دیر لگتی تھی۔ ولیم کے پاس اگر ایک لشکر جرار موجود ہوتا تو شاید اُسے عہد نامے کا کچھ پاس بھی ہوتا لیکن وہ جانتا تھا کہ ولیم کی فوج منتشر ہو چکی ہے۔ غرض اُس نے تمام اُن معاہدات کو جو اُس نے سلطنت ہائے یورپ کے ساتھ کیے تھے طاق پر رکھ کر سلطنت ہسپانیہ کی وراثت کا حقدار اپنے پوتے کو تسلیم کر لیا جس نے فلپ پنجم کا لقب اختیار کر کے تخت ہسپانیہ پر جلوس کیا۔

امیر انجو کا جلوس تخت ہسپانیہ پر۔

بادی النظر میں ان واقعات کو انگلستان کے معاملات سے بہت کم لگاؤ معلوم ہوتا ہے۔ اور انگلستان کی پارلیمنٹ کا بھی یہی خیال تھا۔ اراکین پارلیمنٹ کو ولیم کا یہ طرزِ عمل بہت ناگوار گزرا کہ کیوں اُس نے غیر ممالک کے معاملات میں مداخلت کی اور ان کے ساتھ معاہدات کیے۔ وہ غیر ممالک کے لڑائی جھگڑوں میں اُلجھنے کی بجائے اس مسئلے کے تصفیے کو زیادہ اہم سمجھتے تھے کہ شہزادی این کے بعد جس کے باقی ماندہ بیٹے امیر گلاسٹر نے حال ہی میں انتقال کیا تھا کون وارث تاج و تخت ہو۔ چنانچہ "قانون انتظام وراثت" کے نفاذ سے اُنھوں نے فیصلہ کر لیا کہ این کی وفات کے بعد تاج انگلستان صوفیہ شہزادی ہینوور اور اُس کی اولاد و احفاد کا حصہ ہو کہ وہ جیمز اول کی پوتی ہونے کے ساتھ انگلستان کے شاہی خاندان کی صرف ایک ہی ایسی یادگار تھی جو پروٹسٹنٹ عقیدہ رکھتی تھی (دیکھو نقشہ مندرجہ صفحہ ۲۸۰)

قانون انتظام وراثت سنہ ۱۷۰۱ء

ملکہ وکٹوریہ اور اس کی اولاد کو اگر تاج انگلستان استحقاقاً ورثے میں ملا ہے۔ تو اس استحقاق کی بنا یہی قانون ہے۔

لیکن اراکین پارلیمنٹ کو جلد ہی یہ بات معلوم ہو گئی کہ ایک دور کے خطرے کو ٹالنے کی دھن میں انھوں نے ایک نزدیک کی آفت کو بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔ گزشتہ جنگ کا اگر کوئی مقصد تھا تو یہ تھا کہ فرانسیسی ندرلینڈ کے ہسپانوی علاقے میں قدم جمانے نہ پائیں۔ یہ مقصد فلپ پنجم کے سریرآرائے سلطنت ہوتے ہی فوت ہو گیا۔ لوئی نے اپنے پوتے کے نام سے ندرلینڈ کے قلعوں میں فوجیں متعین کر دیں اور ان قلعوں کی ولندیزی فوجوں کو یہ کہکر قید کر لیا کہ جب تک ولیم فلپ کو تاجدار ہسپانیہ تسلیم نہ کرے گا یہ فوجیں برابر زیر حراست رہیں گی۔

ہالینڈ کے بعض قلعوں پر لوئی کا قبضہ۔

اس پر بھی پارلیمنٹ تلوار نیام سے نکالنا چاہتی تھی اگرچہ ولیم کو اس نے اتنی اجازت ضرور دے دی تھی کہ لوئی کو ندرلینڈ سے نکال دینے کی غرض سے انگلستان ہالینڈ اور شہنشاہ لیوپولڈ کے درمیان ایک اتحاد ثلثہ قائم کر لے۔ آخر ماہ ستمبر ۱۷۰۱ع میں ایک دن خبر آئی کہ انگلستان کا غریب الوطن بادشاہ جیمز ثانی رحلت کر گیا ہے اور لوئی چہاردہم نے اُس کے بیٹے کو جیمز ثالث شاہ انگلستان کی حیثیت سے تسلیم کر لیا ہے اب یک بیک قوم کی آنکھیں کھلیں اور اس نے دیکھ لیا کہ لوئی کا اس قدر طاقتور ہو جانا اُس کے لیے کتنی بڑی خرابی کا موجب ہے۔ اہل انگلستان اس بات کی تاب نہ لا سکتے تھے کہ لوئی چہاردہم یہ فیصلہ کرے کہ انگلستان کا بادشاہ کون ہو اور کون نہ ہو۔ چاروں طرف ایک شور مچ گیا کہ فرانس کے خلاف اعلان جنگ ہونا چاہیئے۔ ولیم نے اُسی وقت ٹوری فریق کی پارلیمنٹ توڑ دی اور ایک نئی پارلیمنٹ کا انتخاب عمل میں آیا جس نے بلا درنگ فوج اور روپے کی منظوری دے دی تاکہ شاہ فرانس پر جو انگلستان کے معاملات میں دست اندازی کرنے کا بیڑا اُٹھائے ہوئے تھا فوج کشی کی جائے۔

اتحاد ثلثہ

لیکن ولیم کی صحت ایک عرصے سے بگڑ رہی تھی۔ اور اس میں خود اتنی سکت نہ تھی کہ نئی فوج کی سپہ سالاری اپنے ہاتھ میں لے سکے۔ اس لئے اُس نے لارڈ چرچل کو جو اب امارت مارلبرو کے منصب پر فائز اور اعلیٰ درجے کی جنگی قابلیت رکھتا تھا، فوج کا سردار بنایا۔ لیکن ابھی اعلانِ جنگ ہونے بھی نہ پایا تھا کہ اُس کے عہد حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ ۲۰ فروری سنہ ۱۷۰۲ء کو گھوڑے پر سے گرکر اسکی ہنسلی ٹوٹ گئی اور ۸ مارچ کو یہ متین و کم سخن تاجدار جس کی ذات سے انگلستان کو اتنے بہت سے فیض پہنچے تھے لیکن جس کے احسانات کا اعتراف اہل ملک نے بہت کم کیا تھا رہگرائے عالم بقا ہوگیا ⁂

ولیم کی وفات
۸ مارچ سنہ ۱۷۰۲ء

اکیسواں باب

آخری تاجدار سلسلۂ اسٹوارٹ

ملکۂ این

۱۷۰۲ء لغایت ۱۷۱۴ء

ولیم کی وفات کے بعد تاج شاہی این کے سر پر رکھا گیا۔ ملکہ کا جواں سال سوتیلا بھائی جیمز اسٹوارٹ جو کیتھولک عقیدہ رکھتا تھا خوب جانتا تھا کہ اب سلطنت کیلئے ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش لاحاصل ہے۔ دربار فرانس میں جہاں وہ اپنی ناکام زندگی گزار رہا تھا اُسے شاہ جیمز ثالث کا لقب حاصل تھا لیکن انگلستان میں وہ "مدعی" کہلاتا تھا۔ اسکاٹلینڈ میں البتہ اس کے بہت سے طرفدار تھے لیکن انھیں سر اٹھانے کی مجال نہ تھی کو

این کی تخت نشینی

"نیک سیرت ملکۂ این" کہ اہل انگلستان اسی طرح اُسکا نام لیتے تھے رعایا میں بڑی ہر دلعزیز تھی اور لوگ خوش تھے کہ تخت انگلستان پر پھر ایک ایسی تاجدار نے قدم رکھا ہے جو انگریزی نسل سے ہے۔ ملکۂ این ایک کند ذہن اور ضدّی عورت تھی لیکن دل محبت بھرا رکھتی تھی اور طبیعت کی نیک واقع ہوئی تھی ملکۂ الزبتھ کی طرح اُسے اپنی رعایا سے بڑی الفت تھی اور رعایا کی فلاح کا اسے ہر وقت خیال رہتا تھا۔ لوگ بھی اُس کا صبر دیکھکر جو اُس نے اپنے بچوں کے یکے بعد دیگرے وفات پانے پر کیا تھا اُسے ادب و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وہ زیادہ تر مارلبرو کے مشورے پر کاربند ہوتی تھی جس کا باعث یہ تھا کہ مارلبرو کی بی بی اُس کی بچپن کی سہیلی تھی۔ دونوں سہیلیاں روز ایک دوسرے کو خط لکھا کرتی تھیں۔ لیڈی مارلبرو کو این از راہ بے تکلفی "مسز فری مین" کہکر پکارتی تھی اور وہ مذاقیہ طور پر ملکہ کو "مسز مارلی" کے نام سے یاد کرتی تھی۔ این کا شوہر جارج شہزادۂ ڈنمارک ایک سیدھا سادا سا نیک مزاج شخص تھا جو سیاسیات میں مطلق دخل نہ دیتا تھا۔ اس عہد میں اگر کوئی نزاع ہوئی تو فریق وھگ اور فریق ٹوری کے درمیان ہوئی۔ فرمانروائے وقت اور رعایا میں کوئی تصادم واقع

ملکۂ این کی سیرت

مزہونے پایا۔
وہ جنگ چاہتے تھے کہ فرانس کے ساتھ جنگ کی جائے بخلاف اس کے فریق ٹوری کو اصرار تھا کہ مدافعانہ پہلو اختیار کر کے فقط سواحل انگلستان ہی کی حفاظت کی جائے اور بحراعظم میں جاکر جنگ نہ کی جائے۔ مارلبرو اگرچہ ایک اعتدال پسند ٹوری تھا

مارلبرو اور گوڈالفن کی وزارت

لیکن فوج کے جرنیل ہونے کی حیثیت سے جنگ کا بدل خواہشمند تھا۔ یہی رائے وزارت خزانہ کے صدر لارڈ گوڈالفن کی تھی آیندہ آٹھ سال تک مجلس وزرا میں، جن دو وارا کین کا اقتدار غالب رہا وہ یہی دونوں شخص تھے؛

تاجپوشی کے بعد ملکہ نے جلد ہی فرانس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور مارلبرو نے ندرلینڈ پہنچکر لیج فتح کرلیا۔ لوئی کا حلیف صرف شاہ بویریا تھا اور اس کے حریف ولندیز انگریز لیوپولڈ شہنشاہ جرمن شاہ پروشیا شاہ پرتگال امیر سیوائے اور متعدد

اعضائے اتحاد کبیر اور فرانس کی جنگ

چھوٹے چھوٹے والیان ملک تھے۔ ان میں سے ولندیز تو اسے ندرلینڈ کے ہسپانوی علاقے سے بے دخل کرنا چاہتے تھے۔ انگریزوں کی خواہش تھی کہ وہ "مدعی" کو اپنے ہاں پناہ نہ دے۔ اور شہنشاہ لیوپولڈ ہسپانوی مقبوضات اپنے بیٹے امیر اعظم چارلس کو دلانا چاہتا تھا۔ جنگ ایک ہی وقت میں اکٹھا چار مورچوں پر جاری تھی اور متخاصمین ندرلینڈ ہسپانیہ اطالیہ اور جرمنی میں دست وگریباں تھے۔ دول متحدہ کی جنگی حکمت عملی کی بنا تین شخصوں کی رائے پر تھی اور زیادہ تر انھیں کے صلاح ومشورے سے تمام امور طے ہوتے تھے ان میں سے ایک تو ہالینڈ کا سربرآوردہ مدبر ہینسئیس تھا ایک سپہ سالار اعظم یوجین شہزادہ سیوائے تھا اور ایک مارلبرو تھا جسے ان سب کا نفس ناطقہ سمجھنا چاہیئے؛

مارلبرو کی سرگرمیاں برتر از قیاس تھیں۔ اور حیرت ہوتی تھی کہ ایک اکیلا شخص کس طرح اس قدر کام کرسکتا ہے۔ وہ فلینڈرس اور ہسپانیہ دونوں مورچوں کی جنگی نقل وحرکت کے بارے میں ضروری ہدایات جاری کرتا تھا۔ اسی کے ساتھ تمام دول متحدہ کے وزرا کے ساتھ برابر اس کی سیاسی گفت وشنید ہوتی رہتی تھی۔ مزید براں وہ وقتاً فوقتاً میدان جنگ کو چھوڑ کر انگلستان ہو آیا کرتا تھا کہ وہاں کے سیاسیات میں حصہ لے

اور جنگ کا جوش قائم رکھنے کے لیئے قوم کو اکساتا رہے۔ اس کی سیرت بڑی بڑی

مارلبرو کی سیرت

لغزشوں سے آلودہ تھی۔ ایک تو وہ حریص پرلے درجہ کا تھا۔ دوسرے اُسے اپنی بات کی آن نہ تھی کہ یہی مردوں کا زیور ہوتا ہے۔ پہلے تو دور انقلاب کے آغاز پر اُس نے اپنے دوست جیمز ثانی کا ساتھ چھوڑ دیا اور پھر جب ولیم ثالث مالک تاج و نگین ہوا تو رنگ بدل کر از سرنو جیمز کے ساتھ سازباز کرنے لگا۔ لیکن ان تمام عیوب کے باوجود وہ ایک بیدار مغز مدبر تھا اور ونگٹن سے پہلے وہی انگلستان کا سب سے بڑا سپہ سالار سمجھا جاتا ہے سیاسی معاملات میں وہ بہت ہوشیار اور سنجیدہ آدمی تھا۔ اور میدان جنگ میں خوف اُسکے پاس پھٹکتا بھی نہ تھا اور اس سے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اُس نے دشمن کے ساتھ بے رحمانہ سلوک روا رکھا ہو جنگ کی بساط اگرچہ قریب قریب پورے یورپ میں بچھی ہوئی تھی لیکن اس کے سارے مہروں کی چالیں اُس کے پیش نظر تھیں اور وہ فوراً حکم لگا دیتا تھا کہ فلاں فوج کیلئے فلاں نقل و حرکت ضروری ہے۔ پھر بھی جنگ شروع ہونے کے بعد دو سال تک وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کرسکا کہ لوئی کو پیش قدمی کرنے سے روکے رکھے جس کی وجہ یہ تھی کہ اتحادی دل کے بودے تھے اور ان کی رائے ایک نہ تھی ؎

انگلستان میں اس دو سال کی مدت کے اندر بہت کم ایسے واقعات پیش آئے جو قابل ذکر ہوں۔ فریق ٹوری نے اہل خلاف پر جو سب کے سب وھگ تھے مذہب کی آڑ میں ایک زبردست سیاسی حملہ کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ پارلیمنٹ ہی

قانون "موافقت وقتی" ۱۷۰۲ تا ۱۷۱۱ء

میں دخیل نہ ہوسکیں۔ اہل خلاف سرکاری عہدے حاصل کرنے کیلئے از روئے قانون آزمائش کلیسا میں وقت کے وقت اصطباغ لے لیتے تھے اور جب کام نکل آتا تو بدستور اپنے کنیسوں میں عبادت کے لیئے جانے لگتے تھے۔ اب وہ قانون موافقت وقتی، کے نام سے ایک مسودہ قانون مرتب کیا گیا جس کا منشا یہ تھا کہ ان لوگوں کو اس دفع الوقتی کے اصطباغ سے باز رکھا جائے۔ دارالعوام میں یہ مسودہ منظور ہوگیا لیکن امرائے اس کی مخالفت کی اور ۱۷۱۱ء تک یہ حالت رہی کہ جب دارالامرا میں یہ مسودہ بغرض منظوری پیش ہوتا تھا تو امرا اسے نامنظور کردیتے تھے آخر امرا کو بھی منظوری دینی پڑی اور اس کے بعد سرکاری خدمتوں کا دروازہ اہل خلاف

کے لیئے سو سال سے زیادہ عرصے تک قانوناً بند رہا۔ ہر سال پارلیمنٹ کو خاص اجازت دینی پڑتی تھی جب کہیں اس فرقے کا کوئی شخص کسی سرکاری عہدے پر مقرر ہوسکتا تھا ۔ یاد ہوگا کہ ہر پادری کی معاش کا ثمرۂ اول اور قسیسی محاصل کا عشر جو پہلے پاپائے روما کا حق سمجھا جاتا تھا اب بادشاہ کو ملنے لگا تھا۔ مارلبرو نے جسے فریق ٹوری کی دلجوئی مقصود تھی ۱۷۰۴ء میں این کو سمجھا بجھا کر راضی کرلیا کہ شاہی مداخل کی یہ مد کلیسا کے نام بحال کردی جائے۔ چنانچہ یہ رقم جو "عطیۂ ملکۂ این" کے نام سے موسوم ہے ابھی تک کم استطاعت پادریوں کی آمدنی بڑھانے میں لگائی جاتی ہے ۔

> ملکۂ این کا عطیہ ۱۷۰۴ء

لیکن اب ہم پھر واقعات جنگ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ مارلبرو کو متحدین کی دھیمی چال پسند نہ تھی اور اُن کی سستی عمل سے تنگ آکر اُس کے لیئے بجز اس کے چارہ نہ رہا تھا کہ خود ہی جلد کام کرنے کی کوئی سبیل نکالے۔ اسی زمانے میں شاہ لوئی نے ایک بہت بڑی فوج جمع کرکے دریائے ڈینیوب کے کنارے شاہ بویریا کے لشکر سے جا ملنے کے لیئے بھیج دی تھی کہ دائنا کے قریب آسٹروی فوج سے جو شہزادۂ یوجین کے زیر کمان تھی لڑ کر دو ٹوک فیصلہ ہو جائے۔ مارلبرو کی فراست اس خطرے کو فوراً تاڑ گئی۔ بغیر اس کے کہ کسی کو اُس کے عندیہ کی اطلاع ہو وہ یلغار مارتا ہوا سیدھا ڈینیوب کی طرف بڑھا اور ایک چھوٹے سے گاؤں کے قریب جو بلنہیم کے نام سے موسوم ہے شہزادۂ یوجین کے ساتھ شامل ہوکر ۱۳ اگست ۱۷۰۴ء کو غنیم سے جا بھڑا۔ اس مشہور و معروف جنگ میں فرانسیسی فوج نے جس کی ایک عرصۂ دراز سے دھاک بندھی ہوئی تھی اور جس کا زک اٹھانا ناممکن خیال کیا جاتا تھا شکست فاش کھائی اور اس کا پورا دو تہائی حصہ یا تو کھیت رہا یا زخمی ہوا یا گرفتار کرلیا گیا ۔

> جنگ بلنہیم ۱۳ اگست ۱۷۰۴ء

ملکۂ این قصر ونڈسر میں کتب خانہ کے دریا رُخ دریچے کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی کہ قاصد اس شاندار فتح کا مژدہ لایا۔ اس سے چند ہی دن پہلے اُسے امیر البحر روک کے ہاتھوں جبل الطارق کے سنگین قلعہ کے مسخر ہونے کی خوش خبری مل چکی تھی یہ پیہم بشارتیں اس بات کی بین دلیل تھیں کہ جنگ

> تسخیر قلعۂ جبرالٹر ۳ اگست ۱۷۰۴ء

میں فتح کا پلّہ اب انگلستان کی طرف جھک چلا۔ مارلبرو امیر الاعرائی کے خطاب سے سرفراز ہوکر انگریزی قوم کی آنکھوں کا تارا بن گیا اور اُس کے نام کی دہشت سے اہل فرانس پر لرزہ طاری ہونے لگا۔ پارلیمنٹ نے وڈورسٹاک کے قریب اُسے ایک بہت بڑی جاگیر عطا کی جہاں اُس نے "ایوان بلنہیم" کے نام سے ایک عظیم الشان کوٹھی تیار کرائی اور جب ۱۷۰۵ء میں پارلیمنٹ کے لیئے نئے ارکین کا انتخاب عمل میں آیا تو دار العوام میں فریق وہگ کی ایک زبردست جماعت گوڈالفن اور مارلبرو کی طرف دار ہوگئی اس لیئے کہ ساری قوم جنگ کی حمایت پر کمربستہ تھی۔

مارلبرو نے پھر فلینڈرس کا رُخ کیا اور ماہ مئی ۱۷۰۶ء میں غنیم پر بمقام ریملیز ایک اور بڑی فتح پائی۔ اس معرکے میں فلینڈرس اور فرانس کے درمیانی علاقے کے تو زبردست قلعے اُس کے ہاتھ آئے۔ اپنوں اور بیگانوں پر اس کے تہور و تدبر کا سکہ ایسا جم گیا تھا کہ شہنشاہ آسٹریا نے نذرلینڈ کے ہسپانوی علاقے کی گورنری پر اس کا تقرر کردینا چاہا لیکن انگریز اور ولندیز دونوں اس تجویز کے خلاف تھے اس لیئے مارلبرو نے اسے منظور نہ کیا۔ انھیں ایام میں امیر پیٹربرو نے جو ہسپانیہ میں انگریزی فوج کا سردار تھا بارسلونا فتح کرلیا اور فلپ پنجم کو فرانس کی طرف بھگا کر میڈرڈ میں امیر اعظم چارلس کی بادشاہی کا اعلان کردیا۔ چاروں طرف سے شکست کھا کر لوئی اب صلح کا خواستگار ہوا اور اس شرط پر کہ نیپلز صقلیہ اور میلان فلپ کے قبضے میں رہنے دیئے جائیں ہسپانیہ اور نذرلینڈ سے بحق امیر اعظم چارلس دست کش ہونے پر آمادہ ہوگیا۔ صلح بیشک ہو جانی چاہیئے تھی لیکن اہل انگلستان کے سر پر اس وقت جنگ کا بھوت سوار تھا اور فریق وہگ کو جس کا اقتدار غالب تھا اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر جنگ ختم ہوگئی تو ساتھ ہی اُس کے اقتدار کا بھی خاتمہ ہوجائے گا۔ غرض اُنھوں نے صلح کی چلتی گاڑی میں روڑے اٹکانے شروع کیئے اور محض اپنے ذاتی اغراض کی خاطر فرانس کو چاروناچار ایک ایسی بے سود جنگ کے جاری رکھنے پر مجبور کیا جس میں آیندہ سات سال تک انگریزی قوم کا روپیہ اور خون مفت میں پانی کی طرح بہتا رہا۔

جنگ ریملیز مئی ۱۷۰۶ء

لوئی کا مصالحانہ اقدام ۱۷۰۶ء

لیکن خوش قسمتی سے انگلستان کی مالی حالت اس وقت آسانی سے یہ بوجھ اٹھا سکتی تھی۔ باوجودیکہ جنگ سر پر تھی اور سمندر میں دشمن کے جنگی جہازوں کا خطرہ ہر وقت سامنے تھا پھر بھی بازار تجارت ایسا گرم تھا کہ وزرائے سلطنت جس قدر روپیہ قرض لینا چاہتے تھے بآسانی لے لیتے تھے۔ چنانچہ قومی قرضے کی تعداد بڑھتے بڑھتے پانچ کرور چالیس لاکھ پاؤنڈ تک پہنچ گئی۔ یہ قرضہ اب حکومت کے لیئے بہت مفید ثابت ہوا اس لیئے کہ سود لینے والوں کی تعداد بہت بڑھی ہوئی تھی اور ان کا فائدہ اسی میں تھا کہ ملک میں خانہ جنگی کا طوفان بپا ہونے نہ پائے۔ ورنہ انکے روپے کے ڈوب جانے کا خطرہ تھا۔ ۱۷۰۸ء میں جب مدعی نے چار ہزار فرانسیسی سپاہیوں کے ساتھ اسکاٹلینڈ میں لنگر انداز ہونیکا تہیہ کیا تو یہ حقیقت پوری طرح واضح ہوگئی۔ لنگر اٹھانے سے پہلے مدعی تو خسرہ کے عارضے میں مبتلا ہونے کے باعث مہم کے ہمراہ نہ جا سکا اور فرانسیسی جہاز امیر البحر بنگ کے ہاتھوں زک اٹھا کر بے نیل مرام واپس ہوئے۔ لیکن اس فوج کشی کی خبر ہی کا یہ اثر ہوا کہ قومی قرضے کا راس المال بقدر چودہ یا پندرہ فیصدی کے گر گیا۔ بالفاظ دیگر جس شخص نے حکومت کو ایک سو پاؤنڈ کی رقم قرض دے رکھی تھی وہ اب اپنا حق سود کسی دوسرے شخص کے ہاتھ صرف پچاسی پاؤنڈ لے کر فروخت کر سکتا تھا اس لیئے کہ اگر خانہ جنگی بپا ہوگئی ہوتی تو یہ امر یقینی نہ تھا کہ سود کی رقم وصول ہوگی بھی یا نہیں۔ آج کل بھی برطانیہ کو بلووں اور بغاوتوں سے بڑی حد تک اسی حکمت عملی نے بچا رکھا ہے۔ ایک ایسی پائدار حکومت کے قیام کے ساتھ جو قرض کا سود باقاعدہ طور پر ادا کرتی رہے اتنے بہت سے لوگوں کی اغراض وابستہ ہیں کہ رعایائے انگلستان کا جزو غالب ہمیشہ قانون و آئین اور امن و امان کے تحفظ کی تائید پر کمربستہ رہتا ہے۔

بینک انگلستان بھی حکومت اور تجارت دونوں کے کیلیئے ایک بہت بڑا ذریعۂ امداد ثابت ہوا۔ زرگروں کی مہاجنی کوٹھیوں کے مقابلے میں اس بینک کے ساتھ لین دین رکھنا داد و ستد کا زیادہ محفوظ اور معتبر طریقہ تھا۔ جن سوداگروں کا کھاتہ اس بینک میں کھلا ہوا تھا وہ بہ آسانی روپیہ قرض لے سکتے تھے اور ہنڈیاں بھی چلا سکتے تھے یعنی نقد روپیہ ادا کرنے کے بجائے ادائی کا وعدہ

قومی قرضے کا فائدہ

مدعی کا حملہ ۱۷۰۸ء

ساکھ کی استواری

کر لیتے تھے۔ غرض بینک کا تجارتی کاروبار بہت وسیع ہوگیا اور عندالحاجت حکومت
کی ضرورتیں اس کی اعانت سے پوری ہونے لگیں۔ نئے سکے کے چلن نے بھی ملک
کی خوش حالی میں اضافہ کر دیا اور شہروں کی آبادی اور رونق جلد جلد بڑھنے لگی۔ برسٹل
جزائر غرب الہند کے ساتھ تجارت کرنے سے پھر ایک بڑا شہر ہوگیا۔ مانچسٹر نارچ
لیڈس اور شفیلڈ کی تجارتی و اقتصادی اہمیت روبہ ترقی ہوگئی اور لورپول کو جہاں

شہروں اور قریوں کی حالت

لندن کی وبا اور آتش زدگی کے بعد بہت سے تاجر اٹھ آئے تھے
بڑے بڑے شہروں کی برابری کا درجہ حاصل ہونے لگا۔ اس عام
ثروت و نمول سے ایک نقصان البتہ ملک کو ضرور پہنچا۔ یعنی

سفید پوشوں کا انحطاط

سفید پوش کاشتکاروں کی وہ توانا جماعت جو اپنی آبائی زمینوں میں
سکونت رکھتی اور اپنے موروثی کھیت بوتی چلی آئی تھی رفتہ رفتہ
گھٹنے لگی۔ افتادہ و غیر آباد زمینوں کے اتنے بڑے بڑے رقبے گھیر لیے گئے تھے کہ مزارعین
کے لیے قلبہ رانی میں بہت کم نفع باقی رہ گیا۔ ادھر دولت مند سوداگروں کو اپنی
زمینداریاں خریدنے کا ایسا شوق پیدا ہوا کہ سفید پوشوں نے زیادہ نفع کمانے کے
خیال سے اپنی آبائی میراث کو اونے پونے بیچ دیا اور جو روپیہ اس طرح ہاتھ لگا بیوپار میں
لگا دیا اس طور پہ انگلستان اپنی آبادی کے اس سادہ مزاج تنومند اور آزادہ رو طبقے
سے محروم ہوگیا جس نے سیکسن قوم کے زمانے سے ملک کی کمر مضبوط کر رکھی تھی۔

البتہ اس نقصان کی تلافی اس طرح ہوگئی کہ ۱۷۰۷ء میں انگلستان اور اسکاٹلینڈ

قانون اتحاد اسکاٹلینڈ میں بماہ جنوری ۱۷۰۷ء اور انگلستان میں بماہ مارچ ۱۷۰۷ء نافذ ہوا

آخر کار متحد ہو کر ایک ہو گئے اس وقت تک تمام مال تجارت پر جس
کی آمد و رفت ان دونوں ممالک کے درمیان ہوتی تھی بھاری بھاری
محصول لگائے جاتے تھے اور اسکاٹلینڈ ایک کم استطاعت ملک
تھا اور ضروریات زندگی کا بیشتر حصہ اسے باہر سے لینا پڑتا تھا
اس لیے یہ محصول اہل اسکاٹلینڈ کو بہت گراں گزرتے تھے۔
اسی وجہ سے اُن میں بے چینی کے آثار شروع ہو گئے۔ انگلستان کے تجارتی قوانین کی
سختی نے خلیج ڈیرئین کے ساحل پر اسکاٹلینڈ والوں کی ایک نو آبادی کو بھی برباد کر دیا تھا۔
اس پر وہ اور بگڑے اور اپنا غصہ ۱۷۰۳ء میں یوں نکالا کہ ایک قانون اپنی قومی پارلیمنٹ

ہیں یہ منظور کرا لیا کہ ملکہ این کی وفات پر اسکاٹلینڈ کا بادشاہ کوئی پراٹسٹنٹ مذہب کا شہزادہ ہوگا لیکن یہ بادشاہ تاجدار انگلستان نہ ہوگا اگر اس قانون پر عمل درآمد ہوتا تو بڑی خرابی پیش آتی اس لیئے کہ اقلیم برطانیہ میں پھر دو بادشاہوں کے موجود ہونے سے جنگ کا چھڑ جانا لازمی تھا۔ غرض انگریز محصول سے دست کش ہو گئے اور اس شرط پر چنگی وصول کیئے بغیر مال تجارت کے سرحد پار گزر جانے پر رضامند ہو گئے کہ اسکاٹلینڈ والے اپنی جداگانہ پارلیمنٹ قائم نہ رکھیں ملکہ اپنے نائب انگریزی پارلیمنٹ میں اسیطرح بھیجدیا کریں جسطرح کرامول کے زمانے میں بھیجا کرتے تھے۔ پہلے تو اہل اسکاٹلینڈ کو اس تجویز کے منظور کرنے میں بہت کچھ پس وپیش ہوا لیکن ۱۷۰۷ء میں دونوں ملکوں کے ایک نیابتی وفد نے اپنے اجلاس میں بالاتفاق یہ فیصلہ کیا کہ اہل اسکاٹلینڈ اپنا طریق عبادت اور اپنے قومی قوانین قائم رکھیں لیکن اپنی پارلیمنٹ سے دست بردار ہو جائیں اور اس کے بجائے پینتالیس نائب انگلستان کے دار العوام اور سولہ امیر دار الامرا میں شریک ہونے کے لیئے روانہ کر دیا کریں۔ یہ باہمی قرار داد "قانون اتحاد" کے نام سے موسوم ہوئی اور اس کے اجرا سے دونوں ملک "برطانیۂ عظمیٰ" کا نام اختیار کرکے باہم متحد ہو گئے۔ اب اُن

سلطنت برطانیۂ عظمیٰ

قدیم ایام کی طرح جبکہ نارتھمبرلینڈ (علاقۂ شمال ہمبر) خلیج فورتھ تک پھیلا ہوا تھا سیکسن زبان بولنے والی قومیں پھر ایک ہو گئیں سینٹ جارج اور سینٹ اینڈریو کی صلیبیں جو انگلستان اور اسکاٹلینڈ کی قومیتوں کی علامات تھیں ملا کر برطانوی علم "یونین جیک" بنایا گیا اور قومی اتحاد کے لحاظ سے اسکاٹلینڈ اور انگلستان والے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔ اور اس دن سے آج کے دن تک دونوں ملکوں کے اتحاد کی شاخ پھولتی پھلتی چلی آتی ہے ؎

اس دل کشا مرقع کی سیر سے پلٹ کر جب ہم آیرلینڈ کی ہمسایہ قلمرو کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ایک غم انگیز منظر آنکھوں میں پھرنے لگتا ہے۔ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں (دیکھو صفحہ ...) کہ عہد نامہ لمرک کی دفعات حرف غلط کی طرح میٹ دی گئیں اور آئندہ پچاس سال کا زمانہ فرقۂ کیتھولک نے جس کی ہمت شکست کھا کر ٹوٹ گئی تھی انواع واقسام کی سختیوں اور عقوبتوں میں گزارا۔ ممالک غیر کے کیتھولک جو بیدردانہ سلوک فرانسیسی پراٹسٹنٹوں کے ساتھ روا رکھتے تھے

آیرلینڈ میں تعزیری قوانین

وہی انگلستان اور آئرلینڈ کے پراٹسٹنٹوں نے انکے ساتھ کرنا شروع کیا ان بیچاروں کو تعزیری قوانین کا تختۂ مشق بنایا گیا۔ ان کے پادریوں کو طرح طرح کی ایذائیں دی جانے لگیں۔ ان کے لیئے اراضی کی ملکیت ممنوع قرار دی گئی۔ ان کے بچوں کو بہکا پھسلا کر پراٹسٹنٹ بنالیا جاتا تھا یا اُن کے ذرائع حصول تعلیم مسدود کر دیئے جاتے تھے۔ ان تعزیری قوانین کے علاوہ کچھ قوانین ایسے بھی نافذ کیئے گئے کہ آئرلینڈ والے نہ تجارت کرسکیں نہ صنعت و حرفت کے کارخانے قائم کرسکیں۔ نتیجہ ان تمام ظالمانہ کارروائیوں کا یہ ہوا کہ لوگ جان سے تنگ آگئے اور ان میں مکّاری اور شورہ پشتی کی وہ عادات پیدا ہوگئیں جنکا خمیازہ انگلستان آج کھینچ رہا ہے ؂

جنگ کا سلسلہ بھی اس مدت میں برابر جاری رہا۔ مارلبرو کو اوڈینارڈ لل اور میلپلیکوئے کے معرکوں میں تین اور نمایاں فتوحات حاصل ہوئیں لیکن ہسپانیہ میں فرانسیسی پھر کامیاب رہے اور فلپ پنجم منظفر و منصور داخل میڈرڈ ہوا۔ پھر بھی فرانس کو جنگ نے ایسا خستہ و ماندہ کر دیا تھا کہ ۱۷۰۸ء میں لوئی نے دوبارہ صلح کی درخواست کی لیکن شہنشاہ آسٹریا اور برطانوی وزراء نے پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی اپنے حریف کی درخواست رد کر دی۔ برطانوی وزراء کی یہ ایک بہت بڑی سیاسی غلطی تھی اور

جنگ اوڈینارڈ ۱۷۰۸ء
جنگ لل ۱۷۰۸ء جنگ
میلپلیکوئے ۱۷۰۹ء

اس سے بھی بڑی غلطی مارلبرو نے یہ درخواست پیش کرنے سے کی کہ فوج کی سپہ سالاری کے عہدے پر اُس کا تقرر عمر بھر کے لیئے کر دیا جائے۔ کرامول کے زمانے سے انگریزی قوم کو کسی بات کا اس قدر خوف نہ تھا جتنا اس بات کا کہ ایک صاحب اختیار شخص فوج کو اپنے ہاتھ میں لے کر ملک کے سیاہ و سپید کا مالک ہو جائے۔ اس کے علاوہ ساری قوم جنگ سے اور جماعت وھگ کی حکومت سے تنگ آچلی تھی ؂

انھیں ایام میں ایک جوشیلے ٹوری پادری ڈاکٹر سیشورل نے اس مضمون کا وعظ کیا کہ بادشاہوں کے اختیارات ربانی ہوتے ہیں اور جو شخص بادشاہ کے خلاف سر اٹھائے وہ شریر و خبیث ہے۔ جماعت وھگ سمجھی کہ یہ ولیم ثالث اور ملکہ این کے حقوق پر حملہ ہے اور وزراء نے ڈاکٹر سیشورل پر دار الامرا میں

ڈاکٹر سیشورل کا چالان

مفسدہ انگیزی کا الزام قائم کیا۔ ملزم پر جرم ثابت ہوا لیکن قوم اس حد تک اُس کی طرفداری پائی گئی کہ امرائے اسے سخت شدید مواخذہ کرنا قرین مصلحت نہ سمجھا اور صرف اسی قدر سزا پر اکتفا کیا کہ پادری سیشورل تین سال تک منادی نہ کرنے پائے اور اس کی چھپی ہوئی تقریر جلادی جائے۔ یہ احمقانہ نزاع کچھ ایسی اہم تو نہ تھی لیکن وھگ جماعت کے وزرا کو زک دینے پر قوم تلی بیٹھی تھی۔ چنانچہ جب پادری سیشورل رہا ہوا تو عوام الناس کا ایک جم غفیر "زندہ باد کلیسا پایندہ باد سیشورل" کے نعرے مارتا ہوا اُس کے ہمراہ ہولیا اور لوگوں کے جوش و خروش کی کوئی انتہا نہ رہی جا بجا الاؤ جلائے گئے گرجاؤں کی گھنٹیاں بجائی گئیں اور شہر میں چراغاں کیا گیا۔

ملکہ این جس کا دلی میلان ہمیشہ سے ٹوری اصول کی طرف تھا رعایا کے ان جذبات کو ہمدردانہ نگاہوں سے دیکھتی تھی اور حال ہی میں مارلبرو کی بیگم سے کشیدہ ہو کر ایک بہت بڑے بیدار مغز مدبر رابرٹ ہارلی کی بہن مسز میشم کو اس نے اپنا جلیس بنالیا تھا۔ ہارلی نے جس کی وزرا سے ان بن اور مارلبرو سے لاگ ڈانٹ چلی آتی تھی اب ایک فصیح و بلیغ مقرر سینٹ جان کے ساتھ مل کر پارلیمنٹ میں مارلبرو پر چوٹیں کرنی اور اس بات پر زور دینا شروع کیا

مارلبرو اور فریق وھگ پر حملہ ۱۷۱۰ء

کہ جنگ ختم ہو جانی چاہیئے۔ اس زمانہ کا زبردست انشا پرداز ڈین سوئفٹ بھی جس نے سیاسیات کے موضوع پر اپنا زور قلم صرف کیا ہے اُن کا ممد و معاون بن گیا اور اخبارات میں مضامین لکھ لکھ کر اُن کا ہاتھ بٹانے لگا۔ اُس کی تحریر کی جوش انگیزی کا اندازہ اس ایک فقرہ سے ہو سکتا ہے کہ "اس جنگ نے ہمارا تو پلیتھن نکال دیا۔ غضب خدا کا ساٹھ لاکھ پاؤنڈ کی نقد منظوری اور کم و بیش پانچ کروڑ پاؤنڈ کا قومی قرضہ! ہمارے حلیف کیا ہیں۔ اچھے خاصے حریف ہیں جو ہماری لٹیا ڈبوئے چلے جا رہے ہیں" اور تو اور عوام الناس بھی اپنے منظور نظر مارلبرو کے مخالف ہو گئے اور اُسے یہ الزام دینے لگے کہ وہ اپنے ذاتی فائدہ کی خاطر جنگ کو طول دے رہا ہے آخر ۱۷۱۰ء میں این نے وزرا کو موقوف کر دیا اور ہارلی کو امیر آکسفرڈ اور سینٹ جان کو امیر بالنگبورک کے خطابات دیکر اپنا مشیر خاص مقرر کیا پارلیمنٹ بھی توڑ دی گئی اور جدید انتخابات کے بعد دار العوام میں ٹوری ہی ٹوری

آکسفرڈ اور بالنگبروک کی وزارت۔ ۱۷۱۰-۱۷۱۴ء

نظر آنے لگے۔ اس کے چند مہینے بعد مارلبرو اپنے عہدے سے برطرف کر دیا گیا اور اس کی جگہ امیر کبیر آرمنڈ جو ایک کٹر ٹوری تھا مقرر کیا گیا۔ مارلبرو کا ستارہ کچھ ایسا گردش میں آیا ہوا تھا کہ اُس پر سرکاری رقوم میں تغلب کرنے تک کا الزام لگا دیا گیا۔ اُسس کی بی بی کو بھی دربار شاہی میں اپنی مخالفت ہوگئی اور وہ خود بھی اس بات کی عبرتناک مثال قائم کر کے انگلستان سے رخصت ہوگیا کہ جس شخص کو اپنی کامیابیوں اور کامرانیوں پر غرہ ہو جاتا ہے اُس کے پچھلے احسان بھی لوگ بھول جاتے ہیں۔

اب ٹوری جماعت نے شرائط صلح کے بارہ میں فرانس کے ساتھ نامہ و پیام شروع کر دیا۔ ۱۷۱۳ء میں عہدنامۂ یوٹریکٹ پر فریقین کے دستخط ثبت ہوگئے۔ عہد نامہ کی شرائط برطانیہ کے حق میں کچھ بہت زیادہ مفید نہ تھیں سات سال پہلے اگر صلح ہوگئی ہوتی تو وہ زیادہ فائدہ میں رہتا۔ اس میں شک نہیں کہ فرانسیسی ندرلینڈ اور جرمنی سے نکال دیئے گئے لیکن ہسپانیہ اور امریکہ کے ہسپانوی مقبوضات اس قرارداد کے ساتھ

عہد نامۂ اٹرچٹ ۱۷۱۳ء

کہ فرانس اور ہسپانیہ کی سلطنتیں کبھی متحد ہو کر ایک تاجدار کے ماتحت نہ ہوں گی بدستور فلپ کے قبضے میں رہے۔ میلان، نیپلز اور ندرلینڈ کا ہسپانوی علاقہ آسٹریا کو ملا۔ ولندیزوں کو اپنے ملک کی حفاظت کے لئے قلعوں کا ایک زبردست سلسلہ ہاتھ لگا۔ اور برطانیہ کے حصہ میں جبل الطارق اور منارکا آئے اس کے علاوہ علاقۂ خلیج وانبائے ہڈسن اور نیوفونڈلینڈ اور نواسکوشیا بھی جس کے بارہ میں برطانوی اور فرانسیسی ماہی گیروں کے درمیان سو سال سے نزاع چلی آتی تھی انگریزوں کو دیا گیا لوئی نے بہ اقرار صالح عہد کیا کہ این اور اس کے جانشینوں کو جو خاندان ہینوور سے تھے برطانیہ کا جائز حکمران تسلیم کرے گا اور مدعی کو جس نے لورین میں سکونت اختیار کی تھی ہرگز امداد نہ دیگا۔ اسی کے ساتھ برطانیہ کو تیس سال کیلئے ہسپانوی نوآبادیوں میں حبشی غلاموں کی خرید و فروخت کا حق بلا شرکت غیرے حاصل ہوا اور یہ حق بھی ملا کہ ہر سال مال تجارت سے لدا ہوا ایک جہاز جنوبی سمندروں میں بھیجا کرے۔ لیکن برطانوی وزراء نزاعی مسائل کی الجھنوں سے یہاں تک بچنا چاہتے تھے کہ انھوں نے اُن کا بھی ساتھ چھوڑ دیا جو آڑے وقت میں اُن کے کام آئے تھے اور برطانیہ کے دامن آبرو پر یہ ایک ایسا داغ ہے جو آج تک نہیں مٹا۔ قوم کٹلان نے جو ہسپانیہ کے شمال و مغرب میں بستی تھی جنگ

میں برابر ستحدین کا ساتھ دیا تھا اور ان کو یقین دلایا گیا تھا کہ اُن کی آزادی برقرار رکھی جائیگی لیکن جب ایفائے عہد کا وقت آیا تو شہنشاہ آسٹریا نے تو اُن کی حمایت سے صاف انکار کردیا اور برطانیہ نے بھی گو باول ناخواستہ ہی سہی اُنھیں اپنے حال پر چھوڑ دیا کہ جس طرح چاہیں ہسپانیہ سے نبٹ لیں چنانچہ ان بیچاروں کو ایک طویل جد وجہد کے بعد آخر ماہ جولائی ۱۷۱۴ء میں ہسپانیہ کی حلقہ بگوشی اختیار کرنی پڑی۔

ملکۂ این کا عہد حکومت اب ختم ہونے کے قریب تھا کہ وہ ایک عرصے سے بیمار چلی آتی تھی اور ہر شخص اسی سوچ میں پڑا ہوا تھا کہ دیکھیئے اُس کا جانشین کون ہوتا ہے ہینوور کی دیرینہ سال ملکہ سوفیا کا انتقال ہوچکا تھا اور اس کا بیٹا جارج فرماں روائے ہینوور وہ پراٹسٹنٹ شہزادہ تھا جسے پارلیمنٹ نے قانون جانشینی میں وارث تاج وتخت نامزد کیا تھا۔ جارج چونکہ جرمن تھا اور انگریزی کا ایک حرف بھی نہ بول سکتا تھا اس لیئے جیمزیوں کو امید بندھ چلی تھی کہ شاید اُنھیں مدعی کو تخت پر بٹھانے میں کامیابی ہو جائے۔ اور تو اور ٹوری فریق کے وزرا بالنگبروک اور آکسفرڈ بھی درپردہ مدعی کے ساتھ سازوباز کرنے لگے جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ خوب جانتے تھے کہ جارج وِھگ جماعت کا طرفدار ہوگا لیکن کارکنان قضا و قدر کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ایک دن ایوان کونسل میں بالنگبروک اور آکسفرڈ کا شدید تنازع ہوگیا۔ ملکہ کو ان دونوں کی یہ تُو تُو مَیں مَیں بہت ناگوار گزری اور امیر آکسفرڈ اپنی خدمت سے سبکدوش کر دیا گیا۔ اس واقعہ کے بعد ہی ملکہ پر سکتہ طاری ہوا اور دو دن بعد یکم اگست ۱۷۱۴ء کو اس نے وفات پائی۔ وِھگ امرا آرگائل اور سامرسٹ نے فوراً امیر کبیر شریوسبری سے جو کونسل کا صدر نشین اور ٹوری ہوتے کے باوجود مدعی کا مخالف تھا مشورہ کیا اور بالاتفاق یہ رائے قرار پائی کہ پارلیمنٹ کے دیرینہ فیصلہ کے لحاظ سے جارج ہی کو وارث تاج ہونا چاہیئے۔ چنانچہ لندن اور پورٹسمتھ دونوں مقامات میں فوجی دستے متعین کر دیئے گئے اور جیمز کے ہوا خواہ سر بھی نہ اٹھانے پائے تھے کہ جیمز اول کے پروتے جارج لیوئس فرماں فرمائے ہینوور کی بادشاہی کا اعلان ہوگیا ٭

ملکۂ این کی وفات ۱۷۱۴ء

جارج اول کی بادشاہی کا اعلان

اب ہم اُس پر آشوب زمانے کو پیچھے چھوڑ آئے ہیں جس کے دوران میں اسٹوارٹ خاندان کے بادشاہوں نے مطلق العنان ہوکر خود مختارانہ طریق پر حکومت کرنی چاہی اور پارلیمنٹ اور ساری قوم کی طرف سے انکا مقابلہ ہوا۔ یہ کشمکش ۱۶۰۳ء سے شروع ہوکر ولیم ومیری کے عہد تک تقریباً سو سال جاری رہی اور آخر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پارلیمنٹ پہلے سے زیادہ طاقتور ہوگئی اور جیسا کہ ہمیں آگے چل کر معلوم ہوگا

دستوری حکومت کا آغاز

جارج اول کے زمانۂ حکومت میں اُس کی طاقت اور زیادہ بڑھ گئی۔ چونکہ نیا بادشاہ زبان انگریزی سے نابلد ہونے کے باعث مجلس کابینہ کے مباحث سمجھنے سے عاری تھا اس لیئے وہ دستور کے خلاف اجلاس کابینہ میں شریک نہ ہوتا تھا۔ بلکہ سب سے بڑا وزیر "صدر اعظم" کے خطاب سے مخاطب ہوکر ان اجلاسوں میں اُس کی قائم مقامی کرتا تھا۔ اسی زمانے سے انگلستان کے صدر اعظم تاجدار وقت کی ماتحتی میں ملک کے حقیقی فرمانروا چلے آتے ہیں۔ لیکن قوم کو ابھی تک ایک ایسے بادشاہ کے ساتھ جس کا سلسلۂ فرمانروائی مستقل اور موروثی ہو ویسی ہی عقیدت تھی جیسی قدیم الایام سے تھی۔ لوگ نہ چاہتے تھے کہ تخت بادشاہی پھر کبھی خالی نظر آئے۔ تجربے نے اُنھیں سکھا دیا تھا کہ بہترین حکومت "دستوری حکومت" ہے جس میں بادشاہ اپنے وزرا کا انتخاب خود کرتا ہے اور اس بات کا خیال رکھتا ہے کہ کل اختیارات ایک ہی شخص کی ذات میں نہ جمع ہو جائیں۔

اس سو سال کے زمانے میں قوم برابر دولت وثروت اور علم وحکمت کے دوگونہ مراحل خاموشی کے ساتھ طے کر رہی تھی۔ تمول میں جس قدر ترقی ہوتی گئی اس قدر لوگوں

سترھویں صدی کا ادب

کو دماغی ترقی کرنے کا موقع ملتا گیا۔ اس زمانے کے انگریزی وزرا اہل علم کے سرپرست تھے جنھیں علمی وظائف دیئے جاتے اور سرکاری خدمتوں پر مقرر کیا جاتا تھا۔ چنانچہ ملٹن نیوٹن لاک اڈیسن سوئفٹ اسٹیل اور بہت سے دوسرے ارباب فضل وکمال کو ہم سرکاری عہدوں پر مامور پاتے ہیں۔ ادبیات کی ترقی کے لحاظ سے یہ دور خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ خبروں کے پرچے جو ترقی کرتے کرتے اخبارات کے درجے تک پہنچ گئے اسی زمانے میں جاری ہوگئے تھے

جب انگلستان میں خانہ جنگی چھڑی ہوئی تھی اور جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں ۱۶۹۵ء کے بعد سرکاری نگرانی کی قید سے آزاد ہوتے ہی ان کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تھا۔ ڈین سوئفٹ کے قلم سے اخبار "اگزامنر" (ممتحن) میں سیاسی مضامین نکلا کرتے تھے اور ۱۷۰۴ء میں "ٹیل آف اے ٹب" (بالٹی کی کہانی) کے نام سے اُس نے ایک طعن آمیز افسانہ شائع کیا۔ اسٹیل نے ایک ایک پنس کی قیمت کے دو اخبار "ٹیٹلر" (۱۷۰۹ء) اور "اسپکٹیٹر" (ناظر) (۱۷۱۱ء) جاری کیے جن میں اڈیسن اور دوسرے مضمون نگار معاشرت کے موضوع پر دلچسپ مضامین لکھا کرتے تھے اور اس زمانے کی معاشرت اور روزمرہ کے معاملات پر نہایت دلچسپ مضامین لکھتے تھے۔ چنانچہ سر راجر ڈی کاورلی کی سیرت اس قسم کے مضامین کی نہایت دلکش مثال ہے۔ ادبیات کے سنجیدہ ترشعبہ میں لاک کے دو مشہور مقالے پیش کیے جا سکتے ہیں جن میں سے ایک کا موضوع "ادراک انسانی" اور دوسرے کا "مسالمت" ہے۔ فن تاریخ میں پادری برنٹ کی کتاب "اپنے زمانے کی تاریخ" (۱۷۱۵ء) اور پیپس کی پر لطف تصنیف "روزنامچہ" قابل تذکرہ ہیں۔ اسی زمانے میں داستانوں اور افسانوں کے لکھے جانے سے لوگوں میں قصہ خوانی کا چرچا ہوا۔ اس شق میں بنین کی حکایت "پلگرمس پراگرس" (منازل زائر) ڈی فو کے افسانۂ "رابنسن کروسو" (۱۷۱۹ء) سوئفٹ کی داستان "سفر نامۂ گلیور" (۱۷۲۶ء) اور آربتھنٹ کا قصہ "تاریخ جان بُل" مشہور ہے۔ انگریزوں کا قومی نام جان بُل اول اول اسی قصہ سے لیا گیا ہے۔ شعرا میں کاولی، ملٹن، ڈرائڈن اور "ہیوڈی براس" کے ہجو نگار مصنف سیموئل بٹلر کو بڑی شہرت حاصل ہے۔ ایک خصوصیت اس صدی اور اس کے بعد کی صدی کی یہ ہے کہ طرز انشا پردازی رفتہ رفتہ بہت بدل گیا۔ اہل قلم پہلے دقیق یا رنگین طرز تحریر کے دلدادہ تھے۔ اب ان کی عبارت سادہ اور پرمعنی ہونے لگی۔ انشا پردازی کا مقصود شوکت لفظی نہ رہا بلکہ ادیب اپنا کمال اسی میں سمجھنے لگے کہ مطلب اچھی طرح سے پڑھنے والے کے ذہن نشین ہو جائے۔ اس تغیر کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں میں تعلیم زیادہ پھیل گئی تھی اور مصنفین کا روئے سخن زمانۂ سابق کی طرح صرف علما و فضلا ہی کی جانب نہ تھا بلکہ ان کی تصنیفات عوام

کے افادے کے لیئے شائع ہونے لگی تھیں۔ ایک بہت بڑا مفید نتیجہ کتابوں اوراخباروں اور علوم وفنوں کی ہر صنف کی اشاعت سے یہ ہوا کہ تعلیم یافتہ لوگوں میں رواداری کا احساس پیدا ہونے لگا یہ حقیقت عوام کے ذہن نشین ہوگئی کہ باہمی اختلاف آرا کوئی ایسا امر نہیں جو آپس کی نزاع کا موجب ہو اور اسی کے ساتھ اہل برطانیہ کے لیئے یہ بات ناممکن ہوگئی کہ جبر واستبداد اور جور وجفا کے قدیم عہد کو دوبارہ تازہ کرسکیں ۔

بائیسواں باب

اندرونی امن اور بیرونی فتوحات سے برطانیۂ عظمیٰ کا قوی ہونا

جارج اول ۱۷۱۴ء لغایت ۱۷۲۷ء

جارج ثانی ۱۷۲۷ء لغایت ۱۷۶۰ء

ملکہ این کی وفات کے سات ہفتہ بعد جارج اول اپنے اکلوتے بیٹے کو ساتھ لئے ہوئے گرینج میں لنگر انداز ہوا۔ وہ اگرچہ پردیسی تھا لیکن اُس کا استقبال پوری گرمجوشی سے کیا گیا اس لئے کہ قوم امن وسکون کی خواہاں تھی اور نہ چاہتی تھی کہ نظام حکومت میں کسی قسم کا خلل واقع ہو گزشتہ زمانہ کے واقعات پر نظر ڈالنے سے ہمیں معلوم ہوگا کہ ان پچیس سال خاندان ہینوور۔ کی مدت کے اندر جو جیمز ثانی کے فرار ہو کر فرانس چلے جانے کے بعد گزری دو سخت لڑائیاں پیش آئیں۔ ان میں سے ایک جنگ تو ۱۶۸۹ء میں شروع ہو کر ۱۶۹۷ء تک رہی جس نے ولیم ثالث کو ہمیشہ ملک سے باہر تیغ بکف رکھا اور اس کا خاتمہ عہدنامہ ریسوک پر ہوا (دیکھو صفحہ ۳۶۲)

دوسری لڑائی جس کا سلسلہ ۱۷۰۲ء و ۱۷۱۳ء تک برابر قائم رہا اور جس میں مارلبرو کو فتوحات حاصل ہوئیں ملکہ این کے انتقال سے صرف ایک سال پہلے عہدنامہ یوٹریکٹ سے ختم ہوئی۔ ان معرکوں میں برطانیہ کے شریک ہونے کی غرض کچھ تو یہ تھی کہ ہالینڈ کی حفاظت کیجائے لیکن اصل مقصد یہ تھا کہ فرانس کسیطرح جیمز اور اُس کے بیٹے کو ازسرنو تخت انگلستان کا قبضہ نہ دلانے پائے نقصان جان سے قطع نظر کر کے نقصان مال ان لڑائیوں کی وجہ سے ملک کو اس قدر اٹھانا پڑا تھا کہ قومی قرضہ جس کی ابتداء ۱۶۹۲ء میں ہوئی تھی بائیس سال کے عرصے میں بڑھتے بڑھتے تین کروڑ اسی لاکھ پاؤنڈ تک پہنچ گیا تھا۔ اب اہل انگلستان کو ایک ایسے بادشاہ کی ضرورت تھی جو ملک کی عنان اختیار پارلیمنٹ اور وزرائے سلطنت کے

ہاتھ میں دے دے اور فتنہ و فساد برپا نہ کرے جس سے مدعی کو مراجعت کا موقع ملجائے جارج اول اسی وضع کا بادشاہ تھا جس کی اُنھیں ضرورت تھی۔ اس وقت اس کی عمر چوّن سال کی تھی عادات و اطوار ناتراشیدہ تھے مزاج سست و کاہل واقع ہوا تھا اور برطانیۂ عظمیٰ کی فرمانروائی سے وہ ہینور کی ریاست کو کہیں بہتر سمجھتا تھا۔ لیکن اُس کی نیت اچھی تھی اسی لئے حتی المقدور اُس نے اپنے عہد حکومت میں ضابطہ و آئین کا ساتھ نہ چھوڑا اور سلطنت کے بڑے بڑے معاملات میں اپنی رائے کو تاامکان بہت کم دخل دیا۔ فریق وھگ کی جانب جس نے اُسے تخت سلطنت دلوایا تھا اُس کا رجحان طبیعت ہونا ایک لازمی بات تھی اور انگلستان پہنچنے سے پہلے ہی اُس نے ٹوری وزرا کو برطرف کر دیا تھا۔

جارج اول کی سیرت۔

آکسفرڈ بالنگبروک اور ارمنڈ پر مقدمات۔

نئی پارلیمنٹ کے مبعوث قریب قریب سب کے سب وھگ تھے چنانچہ آکسفرڈ بالنگبروک اور آرمنڈ پر جیمزیوں کے ساتھ سازوباز کرنے کی علت میں مقدمہ قایم کیا گیا۔ آرمنڈ اور بالنگبروک تو بھاگ کر فرانس چلے گئے مگر آکسفرڈ بدستور ملک ہی میں مقیم رہا۔ اور دو سال کے لئے قلعہ لندن میں قید کر دیا گیا۔

ایک عرصۂ دراز تک لوگوں میں بغاوت پھیلی رہی اس لئے کہ اہل انگلستان کا ایک بڑا گروہ ابھی تک خاندان اسٹوارٹ کا طرفدار تھا۔ اضلاع متوسط میں رہ رہ کر ایسے خطرناک فساد برپا ہوئے کہ ۱۷۱۵ء میں بلوے کے انسداد کیلئے ایک قانون جاری کیا گیا جس کی رو سے یہ امر جائز قرار دیا گیا کہ اگر قانون کے علی الاعلان سنا دئے جانے کے بعد بھی کوئی جماعت جو آمادۂ فساد ہو خاموشی سے منتشر نہ ہو جائے تو حکام کو اختیار ہوگا کہ اسے جبراً منتشر کر دیں اور اگر اس ہنگامے میں کسی بلوائی کو گزند پہنچ جائے تو حکام بری الذمہ ہونگے۔

قانون ہنگامہ ۱۷۱۵ء

اسکاٹلینڈ اور شمالی انگلستان میں مفسدے کی نوعیت زیادہ سنگین تھی۔ کوہستانیوں نے امیر مار اور انگریزی جیمزیوں نے لارڈ ڈروِنٹ واٹر اور نارتھمبرلینڈ کے مبعوث مسٹر فارسٹر کی سرکردگی میں علم بغاوت بلند کیا لیکن امیر کیمبر آرگائل

جیمزیوں کی بغاوت
سنہ ۱۷۱۵ء

ئے جوان کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا گیا تھا کوہستانی مفسدہ پردازوں کو بتاریخ ۱۳ اگر نومبر اسٹرلنگ کے قریب شیرف میور کے میدان میں شکست دی اور اسی دن انگریزی جیمزیوں نے لنکاشائر میں بمقام پریسٹن ہتھیار ڈال دئے۔ اس طور پر دو مہینے کے اندر اندر بغاوت فرو ہو گئی۔ مدعی نے بھی جوان واقعات کے ایک مہینے بعد اسکاٹلینڈ میں لنگر انداز ہوا زرک اٹھائی اور امیہ مار کو ساتھ لیکر فرانس پلٹ جانے پر مجبور ہوا فارسٹر فرار ہو گیا اور نوجوان لارڈ ڈروینٹ واٹر قتل کر دیا گیا ان ہنگاموں اور بغاوتوں کی وجہ سے قوم کو ایک زبردست حکومت کے قیام کی ضرورت محسوس ہوئی۔

ہفت سالہ پارلیمنٹیں
سنہ ۱۷۱۶ء

چنانچہ سنہ ۱۷۱۶ء میں ایک قانون نافذ کیا گیا جس کی رو سے بادشاہ کو سات سال تک ایک ہی پارلیمنٹ کے برقرار رکھنے کا اختیار حاصل ہو گیا۔ اس قانون پر آج تک عمل ہوتا چلا آتا ہے۔

انگلستان کے جانی دشمن لوی چہار دہم تاجدار فرانس نے اکھتر سال کی طویل فرمانروائی کے بعد سنہ ۱۷۱۵ء میں انتقال کیا اور اُس کے پروتے نے جو دس برس کا لڑکا تھا لوی پانزدہم کا لقب اختیار کر کے تخت فرانس پر جلوس کیا۔ اسطرح انگلستان نے

اتحاد ثلاثہ
سنہ ۱۷۱۷ء

فرانس کی دراندازیوں سے نجات پائی اور آئندہ بیس سال تک فرانسیسیوں نے انگلستان کے خلاف کوئی ریشہ دوانی نہ کی۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہوئی کہ امیر کبیر آرلینس نے جو فرانس کا نائب السلطنتہ تھا برطانیہ اور ہالینڈ کے ساتھ اتحاد قائم کر کے اس شرط پر خاندان ہینوور کی تائید و حمایت کی ہامی بھر لی کہ اگر لوی پانزدہم کے انتقال کر جانیکی حالت میں فلپ پنجم فرمانروائے ہسپانیہ نقض عہد کر کے ہسپانیہ و فرانس دونوں سلطنتوں کا دعویدار بن بیٹھے تو برطانیہ اور ہالینڈ آرلینس کے خاندان کو تاج فرانس دلوانے میں اُس کی امداد کریں۔ انگریزاں شرائط پر رضامند ہو گئے اور جب سنہ ۱۷۱۸ء

جنگ راس پسارو
سنہ ۱۷۱۸ء

میں فلپ نے صقلیہ پر چڑھائی کرنے کی دھمکی دی تو برطانیہ اور فرانس نے متفقہ طور پر ہسپانیہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ انگریزی امیر البحر سر جارج بنگ نے راس پسارو میں

ہسپانوی بیڑے کو شکست دی اور ہسپانیوں نے سنہ ۱۷۱۹ء میں اسکاٹلینڈ پر فوج کشی
کرنے کا قصد کیا لیکن اس کشمکش کا جلد ہی خاتمہ ہوگیا اور فلپ نے ہار مان لی ۔

اب چونکہ اندرونی اور بیرونی خرخشے مٹ چکے تھے اور ہر طرف امن وامان
قائم ہو گیا تھا اس لئے برطانوی قوم کو تجارت کی طرف توجہ کرنے کا خاطر خواہ
موقع ہاتھ آیا تجارت کی توسیع کا سلسلہ دوران جنگ میں بھی برابر قائم تھا اور برطانوی

برطانوی تجارت کی توسیع

سوداگروں کا کاروبار ٹرکی اطالیہ ہسپانیہ پرتگال
ہالینڈ جرمنی روس ناروے سوئیڈن امریکہ
افریقہ اور ہندوستان میں پھیلا ہوا تھا ۔ عہدنامہ یوٹریکٹ کے ہونے پر
بحری جنگ کے ختم ہو جانے سے خطرات کم ہو گئے اور جن لوگوں نے پرآشوب
ایام میں اپنا روپیہ دبا رکھا تھا اب اس فکر میں ہوئے کہ کسی طرح یہ سرمایہ تجارت
میں لگا دیا جائے ۔ چنانچہ بہت سی کمپنیاں کھولی گئیں جنھوں نے مصنوعات

شرکت بحر جنوبی سنہ ۱۷۱۱ء - ۱۷۲۱ء

معدنیات جہازرانی اور بیوپار میں معقول فائدہ حاصل کیا
ان میں سب سے زیادہ مقبول عام کمپنی شرکت بحر جنوبی تھی جو
سنہ ۱۷۱۱ء میں جنوبی امریکہ کے ساتھ تجارت کرنے کی غرض سے قائم کی گئی تھی
اور جسے اپنے مجوزہ کاروبار کے سودمند اور بامنفعت ہونے پر یہاں تک
بھروسا تھا کہ نظائے شرکت نے ان لوگوں کو جن کی رقوم حکومت کے ذمے تھیں
اپنا حصہ دار بنا لیا اور اس شرط پر قومی قرضہ کے بے باق کر دینے کا ذمہ اٹھایا
کہ اس کے معاوضے میں حکومت ان کے ساتھ خاص رعایتیں کرے اور انھیں
ایسے حقوق دئے جائیں جن میں کوئی دوسرا ان کا شریک نہ ہو ۔ لیکن بڑی خرابی
یہ ہوی کہ بینک انگلستان بھی قومی قرضہ ادا کر دینے پر آمادہ ہو گیا اور دونوں کمپنیوں
کی مسابقت سے بولی بڑھتی گئی تاآنکہ ماہ اپریل سنہ ۱۷۲۰ء میں ایک مسودۂ قانون
نافذ کیا گیا جس کی رو سے پچھتر لاکھ پاؤنڈ کی رقم شرکت بحر جنوبی سے لی جانی
منظور کر لی گئی ۔

کارروان اور معاملہ فہم اشخاص خوب جانتے تھے کہ اس کام میں ہرگز
اتنا نفع نہیں ہو سکتا جس سے کہ پون کروڑ پاؤنڈ کی بچت نکلنے کی کوئی صورت

ہو سکے۔ اسی خیال سے نارفاک کے ایک پختہ معزز رئیس رابرٹ والپول نے پارلیمنٹ میں مسودۂ مذکور کی بہت کچھ مخالفت بھی کی لیکن اسکی مخالفت پر کسی نے کان نہ دھرا۔ سارا انگلستان شرکت بحر جنوبی کے حصے خریدنے کے لئے دیوانہ ہو رہا تھا۔ دیہات کے

رابرٹ والپول کی مخالفت سنہ ۱۷۲۰ء

رؤسا نے اپنی زمینداریاں بیچ بیچ کر ساری جمع جتھا اس نئے بیوپار کے جوے میں لگا دی۔ پادری، بیوہ عورتیں، مہاجن، ڈاکٹر، وکیل ادنیٰ و اعلیٰ سب کے سب حصے خریدنے کے لئے پل پڑے یہاں تک کہ سو پاؤنڈ کا حصہ ہزار پاؤنڈ کو فروخت ہوا۔ لوگوں کا بیوپاری جوش خروش دیکھ کر دوسرے منصوبہ بازوں کو بھی اپنے جوے گرم کرنے کا خیال آیا اور دیکھتے دیکھتے بہت سی کمپنیاں قائم ہو گئیں۔ صرافہ میں دلالی کا بازار ایسا گرم تھا کہ اس پر کسی بہت بڑے قمار خانے کا گمان ہوتا تھا آخر نظام شرکت بحر جنوبی نے یہ دیکھ کر کہ یہ چھوٹی چھوٹی نو خاستہ شرکتیں اُن کا بنا بنایا کھیل بگاڑ رہی ہیں لوگوں کو متنبہ کر دیا کہ ان میں سے اکثر کمپنیاں شرکت بحر جنوبی کے ڈھول کا دھوکے کی ٹٹیاں ہیں۔ اس طور پر انھوں نے اگرچہ اپنے حریفوں کی چلتی گاڑی میں تو روڑا اٹکا دیا لیکن خود اپنے پاؤں میں بھی کلہاڑی مار لی۔ اس لئے کہ لوگوں کا اعتبار جب ایک دفعہ اٹھ گیا تو انھوں نے معاملہ کے تمام پہلوؤں پر نظر غائر ڈالنی شروع کی اور انھیں صاف نظر آنے لگا کہ جس بے حساب منافع کی اُمید دلائی گئی تھی وہ محض وہمی و خیالی تھا۔ غرض حصوں کی قیمت جلد جلد گھٹنے لگی۔ سو پاؤنڈ کا حصہ جو ہزار پاؤنڈ کو بکا تھا ایک ہی پتیس ہی کا رہ گیا اور اس کے بعد جو اس کا نرخ کم ہونا شروع ہوا تو یہ حالت ہو گئی کہ کوئی اسے ایک پائی کو بھی نہ پوچھتا تھا۔ آخر بحر جنوبی کا بلبلا پھٹ کر ہوا ہو گیا کمپنی نے دیوالہ نکال دیا اور صدہا لوگ تباہ و برباد ہو گئے۔ مجلس وزراء کے ایک رکن لارڈ اسٹینہوپ کی اس صدمے سے جان نکل گئی۔ ایک اور وزیر لارڈ سنڈرلینڈ نے استعفا داخل کر دیا اور قوم بآواز بلند متقاضی ہوئی کہ قلمدان وزارت والپول کے تفویض کیا جائے کہ ایک اُسی نے مسودے کی مخالفت کی تھی اور اب اُسی سے بگڑی کے بنانے کی توقع ہو سکتی تھی۔

بول سنہ ۱۷۲۰ء

بادشاہ نے ازراہ دانشمندی قوم کی خواہش پر عمل کیا ماہ مارچ ۱۷۲۱ء میں ایک نئی وزارت بصدارت والپول قائم کی گئی جس نے بینک انگلستان کی مدد سے اُس سراسیمگی کو جو ملک بھر میں پھیلی ہوئی تھی فرو کیا بلکہ کچھ رقم بھی ادا کر دی۔

والپول کی وزارت ۱۷۲۱ء لغایت ۱۷۴۲ء

آئندہ بیس سال تک والپول کو خوب عروج رہا اور انگلستان میں کسی دوسرے شخص کو اُس کے برابر اقتدار حاصل نہ ہوا۔ وہ پہلا انگریز پرائم منسٹر تھا جو "وزیر اعظم" کے لقب سے ملقب ہو کر مجلس کابینہ میں اُس منصب پر فائز ہوا جو پہلے بادشاہ کے لئے مخصوص تھا۔ والپول نے دیہات میں پرورش پائی تھی۔ وہ اکھڑ آدمی تھا۔ بہت کم تعلیم پائی تھی طبیعت میں بھی جدت نہ تھی اصلاحات بھی اُس نے کچھ ایسی نہیں کیں جو قابل ذکر ہوں بلکہ اُلٹا یہ الزام اُس پر عاید ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ کے اراکین کی مٹھی گرم کر کے اُن سے اپنی ہاں میں ہاں ملوا لیا کرتا تھا۔ لیکن اِس میں شک نہیں کہ اُس نے دماغ صحیح پایا تھا انتظام کی قوت بہت اچھی تھی اور بات کی تہ کو جلد پہنچ جاتا تھا وہ خوب جانتا تھا کہ ملک میں جو ناراضی پھیلی ہوئی ہے اس کا باعث یہ ہے کہ ایک تو کیتھولک اور اہل خلاف اُن قوانین سے ناراض ہیں جن کا نفاذ اُن کے خلاف ہوا ہے اور دوسرے ملک کے بہت سے ٹوری شرفا چاہتے ہیں کہ خاندان اسٹوارٹ پھر صاحب تاج و نگیں ہو جائے۔

چونکہ والپول خود شرفائے دیہات سے تھا اسلئے رسل کیونڈش اور اسی طرح کے دوسرے بڑے بڑے وھگ خاندانوں کو جو سلسلہ ہینوور کے طرفدار تھے اپنے ساتھ ملا لینا اُس کے لئے آسان تھا۔ پارلیمنٹ کے مبعوثین کی نامزدگی میں اُن خاندانوں کے رسوخ کو بہت کچھ دخل تھا۔ اسکے علاوہ بہت سے شہر (مثلاً اولڈ سیرم متصل سالسبری) جن میں اب انحطاط پیدا ہو گیا تھا برابر اپنے مبعوثین پارلیمنٹ میں بھیجتے چلے جاتے تھے حالانکہ رائے دینے کے قابل آبادی ان میں موجود نہ تھی اور جو اہل رائے تھے بھی وہ اپنا حق انتخاب اُس شخص کے ہاتھ بیچ ڈالتے تھے جو زیادہ سے زیادہ دام دے کر خرید سکے۔ اس طور پر پارلیمنٹ کے نصف سے زیادہ رکن حقیقی معنوں میں قوم کے منتخب شدہ مبعوثین نہیں بلکہ حکومت کے نامزد شدہ تابع ہوتے تھے اور ایسے دارالعوام سے والپول

جو بات چاہتا تھا منوا لیتا تھا۔

پہلا کام دار العوام کی اس فرمانبرداری سے والپول نے یہ لیا کہ ملک میں امن وسکون قایم کر دیا۔ یعنے فرانسیسیوں کے ساتھ دوستانہ مراسم قائم رکھ کر اُس نے مدعی کا فتنہ دبائے رکھا اور اُن قوانین کو جو اہل خلاف اور فرقہ کیتھولک کے خلاف نافذ کئے گئے تھے منسوخ کئے بغیر یہ انتظام کر دیا کہ ان قوانین پر عمل نہ ہونے پائے۔ البتہ ۱۷۲۲ء میں جیمزیوں نے ایک چھوٹی سی سازش ضرور کی چنانچہ ایٹر بری اسقف راچسٹر شریک سازشس ہونے کی علت میں جلا وطن کیا گیا۔ آیرلینڈ میں بھی شورش برپا ہوی جس کی وجہ یہ تھی کہ والپول نے ڈو نامی ایک انگریز کو جو آہنگری کے کارخانے کا مالک تھا ایک لاکھ آٹھ ہزار پاونڈ کی مالیت کے فارڈنگ اور نصف پنس مسکوک کرنے کی اجازت اس غرض سے دی تھی کہ یہ سکّے آیرلینڈ میں چلائے جائیں۔ آیرلینڈ کی پارلیمنٹ نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ ان سکّوں کے رواج سے اہل آیرلینڈ کو نقصان ہوگا سوئفٹ کی والپول سے ان بن تھی۔ اُس نے معترضین کی حمایت میں سات مکتوب جو مکتوبات ڈریپیر" کے نام سے موسوم ہیں شایع کر کے ملک بھر میں ایک آگ سی لگا دی والپول نے اب مصلحت اسی میں دیکھی کہ نیم پنس سکوں کا چلن موقوف کر دیا جس سے کوئی بُرا نتیجہ نہ پیدا ہونے پایا۔ اس طور پر اُس نے ملک میں امن وامان قائم رکھا اور لوگوں کو یہ نکتہ سمجھا دیا کہ ایک ایسی مستقل حکومت جس کے سائے میں رعایا سکون و خاموشی کے ساتھ ترقی کر سکے بہت قابل قدر نعمت ہے۔

دور امن وسکون

جارج اول گاڑی پر سوار آسنا برک کو جو ہینوور میں واقع ہے جا رہا تھا کہ اُسے مرگی کا دورہ اٹھا اور اسی حالت میں اُس نے ۱۰ جون ۱۷۲۷ء کو وفات پائی۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا کسی قسم کا فساد برپا ہوئے بغیر تخت نشین ہوا اور اگرچہ نیا بادشاہ والپول کو اچھی نظر سے نہ دیکھتا تھا پھر بھی اس خیال سے کہ والپول کی ذات حکومت کے لئے مفید ہے اس نے اسے بدستور وزیر اعظم رہنے دیا اور فرمانرواؤں کے تغیر سے برطانیہ کے نظام حکومت میں کوئی تبدیلی نہ ہوی۔

جارج اول کی وفات ۱۰ جون ۱۷۲۷ء

جارج ثانی

۱۷۲۷ء لغایت ۱۷۶۰ء

اپنے باپ کی طرح جارج ثانی سراپا جرمن تھا۔ دونوں میں اگر کچھ فرق تھا توصرف اتنا تھا کہ باپ کو انگریزی نہ آتی تھی اور بیٹا یہ زبان بول لیتا تھا۔ اسکی

جارج ثانی کی سیرت

طبیعت ضدی اور جوشیلی واقع ہوی تھی اور اگر کوئی روکنے والا نہ ہوتا تو برطانیہ کو اُس نے ہینوور پر ایک چھوڑ کئی بار قربان کر دیا ہوتا۔ لیکن خوبی تقدیر سے اُس کی ملکہ کیرولائین رئیسۂ انسپاک اُس کے مزاج میں بہت بڑا درخور رکھتی تھی۔ اس ہوشمند اور زمانہ شناس ملکہ کو والپول کی قدر و قیمت کا پورا پورا اندازہ تھا اور اسی لئے وہ ۱۷۳۷ء تک جو اس کا سال وفات ہے برابر والپول کی حمایت کرتی رہی۔ اس کے بعد جارج کے اواخر عہد میں حکومت کی عنان اقتدار مشہور و معروف مدبر پٹ کے ہاتھوں میں آئی جو آگے چل کر لارڈ چیتھم کے لقب سے ملقب ہوا۔ والپول اور پٹ دونوں سے جارج ثانی کی نہ بنتی تھی مگر پھر بھی واقعات کے ہاتھوں مجبور ہو کر اُسے یکے بعد دیگرے ان دونوں کی وزارت کا دست نگر ہونا پڑا اور اس لحاظ سے اُس کا زمانۂ فرمانروائی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔

جارج ثانی کی تخت نشینی کے بعد دس سال تک بہت کم ایسے واقعات پیش آئے جو خصوصیت سے قابل ذکر ہوں۔ والپول زیادہ تر خرچ کم کرنے اور قومی قرضے کا ایک حصہ ادا کرنے میں مشغول رہا اسی کے ساتھ اُس نے بہت سی اشیائے درآمد برآمد کا محصول معاف کر دیا سب سے اول اُسی کو

والپول کا مالی انتظام

اس اقتصادی اصول کا خیال ہوا کہ نوآبادیوں کو دوسرے ممالک کے ساتھ تجارت کرنے سے روکنا بہت بڑی نادانی ہے۔ چنانچہ اس نے جارجیا اور کیرولائنا کو یورپ کے مختلف حصوں میں چاول بھیجنے کی عام اجازت دے دی۔ اس ترکیب سے یورپ کی منڈیوں میں

اطالیہ اور مصر کے گھٹیا چانوں کی جگہ کیرولائنا کے بڑھیا مال نے لے لی اور تمام ملکوں کا فائدہ ہو گیا۔ والپول نے اس بات کی بھی کوشش کی تھی کہ انگریزی بندرگاہوں میں مال تجارت پر جو بحری محصول لیا جاتا تھا وہ تو ہلکا کر دیا جائے اور اندرون ملک میں بعض اشیا پر محصول چنگی لگا دیا جائے۔ اگر یہ تجویز چل جاتی تو گھاٹ والوں کی جو سمندر کے رستے چھپ چوری مال لاتے تھے اور سرکاری محصول مار لیتے تھے بہت کچھ روک تھام ہو جاتی۔ لندن ایک آزاد بندرگاہ بن جاتا اور برطانوی تجارت بھی دُگنی ہو گئی ہوتی۔ لیکن یہ باتیں لوگوں کی سمجھ سے باہر تھیں۔ وہ یہی خیال کرتے تھے کہ اگر چنگی کا قانون رایج ہو گیا تو چنگی کے عہدہ دار اُن کی دکانوں پر دھرنا دے کر اُن کی عافیت تنگ کیا کریں گے۔ غرض مجوزہ قانون کی مخالفت ایسی عام اور اسقدر سخت ہوئی کہ والپول نے اسے مسترد کر دیا۔ ابھی تک اس کے زیر دست اقتدار میں کسی قسم کی کمی نہ آنے پائی تھی۔ لیکن آخر اُس سے ایک ایسی غلطی سرزد ہوئی جو بسا اوقات ہر دلعزیز وزرائے سلطنت کے زوال کا پیش خیمہ بن جایا کرتی ہے۔ والپول چاہتا تھا کہ کوئی شخص اُس کے اقتدار میں دخیل نہ ہو سب اُس کا لوہا مانیں۔ اور چونکہ اپنے ہم چشموں کو وہ رشک کی نظروں سے دیکھتا تھا اس لئے کابینہ کے قابل ترین ارکان بتدریج اُس سے الگ ہوتے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو یگانے تھے وہ بیگانے بن گئے اور اُس کے خلاف طاقتور حریفوں کا ایک جتھا قایم ہو گیا جس میں پلٹنی جو آگے چلکر امیر باتھ کے لقب سے سرفراز ہوا اور کارٹریٹ اور چسٹر فیلڈ جیسے لوگ پیش پیش تھے۔ نوجوانوں میں مدراس کے ایک سابق گورنر کا پوتا ولیم پٹ جس کی پُرجوش فصاحت ضرب المثل تھی۔ والپول کا بہت بڑا مخالف تھا۔ اس جماعت نے "محبّان وطن" کا نام اختیار کر کے والپول کی مصالحانہ روش کی خرابیاں گنانی شروع کیں اور اس بات پر بڑا ہنگامہ کیا کہ والپول رشوت دیکر پارلیمنٹ کے اراکین کی رائے اپنے مفید مطلب حاصل کر لیتا ہے۔ والپول اس جماعت کی مخالفت کو

مسودہ قانون چنگی کا استرداد ۱۷۳۳ء

یگانوں کی بیگانگی۔

جماعت محبان وطن ۱۷۳۷ء

بچوں کا کھیل سمجھکر از راہ حقارت نظرانداز کرتا رہا اور اس بات کو بھی مطلق خاطر میں نہ لایا کہ فریڈرک شہزادہ ویلز جس کا اپنے والدین سے جھگڑا ہو گیا تھا ان لوگوں کا طرفدار ہے۔ جب یہ لوگ جذبۂ حب وطن اور صداقت کی بحث بیچ میں لاتے تو وہ یہہ کہہ کر اُن کی ہنسی اڑاتا تھا کہ "آپ لوگوں کا دماغ جب رفتہ رفتہ صحیح ہو جائیگا تو یہ سارے خیال دور ہو جائیں گے"۔ غرض والپول کا اقتدار بدستور برقرار رہا تا آنکہ ۱۷۳۹ء میں ہسپانیہ کے ساتھ انگلستان کے تعلقات کشیدہ ہو گئے اور اسیوقت سے والپول کا بھی زوال شروع ہو گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ برطانیہ اسوقت ایک پوشیدہ خطرہ کی زد میں آیا ہوا تھا۔ فرانس کی آنکھوں میں انگریزوں کی تجارتی ترقی اور برطانوی نوآبادیوں کی رونق کانٹا بن کر کھٹک رہی تھی۔ چنانچہ ۱۷۳۳ء میں لوی پانزدہم نے جو اب خود صاحب اولاد ہونے کے باعث اپنے چچا فلپ پنجم کی طرف سے کوئی اندیشہ دل میں نہ رکھتا تھا اُس کے ساتھ اس مطلب کا ایک خاندانی سمجھوتا کر لیا کہ جنوبی امریکہ کے ساتھ تجارت کرنے کا جو حق انگریزوں کو حاصل تھا وہ رفتہ رفتہ اُن سے لے کر فرانس کو دے دیا جائے اور اُس کے معاوضے میں فرانس ہسپانیہ کو جبرالٹر پر قبضہ کر لینے میں مدد دے۔ اس خفیہ قرارداد کا اُس وقت کسی کو علم نہ تھا لیکن دراصل یہی قرارداد اس طویل جد و جہد کی وجہ ہو گئی جو دنیا کی تجارت اور نوآبادیوں کے لئے برطانیہ عظمیٰ اور دولت فرانس کے درمیان چھڑی۔

خاندانی قرارداد ۱۷۳۳ء۔

ہسپانیہ کے لئے برطانیہ کے ساتھ دست و گریباں ہونے کا کوئی بہانہ تراش لینا کچھ مشکل نہ تھا۔ یاد ہو گا کہ عہد نامہ یوٹریکٹ (دیکھو صفحہ ۳۷۷) کی رو سے انگریز مجاز قرار دئے گئے تھے کہ چھ سوٹن وزن کا ایک تجارتی جہاز ہر سال بحر جنوبی میں بھیجا کریں۔ اس معاملے میں انگریزوں کی طرف سے عہد کی پوری پابندی نہ ہوئی تھی۔ مال تجارت سے لدے ہوئے چھوٹے چھوٹے جہاز چھ سوٹن والے جہاز کے گرد و پیش منڈلاتے رہتے تھے۔ اور رات کے وقت اپنا مال لاکر اسمیں بار کر دیتے تھے۔ اسطور پر جو مال ساحل پر اتارا جاتا تھا وہ مقدار مقررہ سے

بہت زیادہ ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ امریکہ کے ہسپانوی بندرگاہوں میں انگریز اپنے ملک کا مال چھپے چوری بھی اتار دیتے تھے اس خلاف ورزی قانون کے روکنے کے لئے ہسپانوی کھلے سمندر میں جہازوں کی تلاشی لیتے تھے۔ اس تلاشی کی وجہ سے بسا اوقات جانبین میں جھڑپ بھی ہو جاتی تھی ہسپانیہ و فرانس کے باہمی قرار داد کے بعد یہ چپقلشیں آئے دن ہونے لگیں اور انگریزوں کو سخت ناگوار گزرنے لگیں ۱۷۳۸ء

جنگ گوش بریدگی جنکنس ۱۷۳۹ء۔

میں ایک انگریزی جہاز کے کپتان جنکنس نامی نے پارلیمنٹ کے اجلاس میں آکر فریاد کی کہ ہسپانویوں نے میرے کان کاٹ کر مجھے بوچا کر دیا ہے اور نہ صرف برطانیہ کو برا بھلا کہا ہے بلکہ بادشاہ سلامت کو بھی گالیاں دی ہیں۔ اس بیان کی واقعیت بہت کچھ مشتبہ تھی اور والپول نے سبھی جتن کئے کہ کسی طرح امن قایم رہے لیکن محبان وطن جنکنس کی داستان کو لے اڑے اور ملک بھر میں ہسپانیہ کے خلاف اشتعال پیدا کر کے والپول کو با دل ناخواستہ اعلان جنگ پر مجبور کر دیا۔ لوگ خوش تھے کہ آخر برطانوی تلوار میان سے نکلی لیکن والپول کو جنگ کے مہیب نتایج صاف نظر آ رہے تھے۔ لوگوں کو شاداں و فرحاں دیکھ کر اس سے نہ رہا گیا اور وہ بے اختیار کہہ اٹھا کہ اب تو یہ مارے خوشی کے گھنٹیاں بجا رہے ہیں لیکن وہ وقت دور نہیں جب یہی لوگ ہاتھ ملتے نظر آئیں گے"!

اُس کا خیال بالکل درست تھا لیکن کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ خود مستعفی ہو جاتا اور ان لوگوں کو جنگ کا بیڑا اٹھا لینے دیتا جنھوں نے اس کی حمایت کی تھی۔ جنگ کا آغاز انگلستان کے لئے نامبارک ثابت ہوا اور لوگوں کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ اس ناکامی کی تہ میں والپول کی مخالفت کام کر رہی ہے اس کے علاوہ زیادہ زمانہ نہ گزرنے پایا تھا کہ یہ جنگ ایک اور بہت بڑی جنگ کا سبب ہو گئی جس نے ۱۷۴۰ء میں سارے یورپ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ایک اور آسمانی بلا یہ نازل ہوئی کہ اسی سال موسم سرما میں خونی برف کا ایک خوفناک طوفان آیا اور اس کے بعد ربیع کی فصل خراب ہوئی۔ ان دوگونہ حوادث سے انگلستان اور آئرلینڈ دونوں ملکوں کو سخت مصیبت کا

والپول کے اقتدار کا خاتمہ ۱۷۴۲ء۔

سامنا ہوا۔ اناج ایسا مہنگا ہوگیا کہ روٹی قحط کے داموں بکنے لگی اور رعایا نے جو ایسے موقع پر ہمیشہ حکومت کو الزام دینے پر آمادہ ہوجایا کرتی ہے والپول کو کوسنا شروع کیا۔ آخر ماہ جنوری ۱۷۴۲ء میں اُسے مجبوراً استعفا داخل کرنا پڑا۔ اُسکے دشمنوں نے حسب معمول اُس پر مقدمہ قایم کرنا چاہا لیکن ابھی تک اُس کا ساتھ دینے والے بہت تھے۔ بجائے اس کے کہ اُس پر مقدمہ چلایا جاتا اُسے امیر آرفرڈ کے لقب سے سرفراز کر کے درجۂ امارت عطا کیا گیا اور چار ہزار پاؤنڈ سالانہ کا وظیفۂ حسن خدمت دیا گیا۔ وہ انگلستان کا پہلا وزیر اعظم ہے جس نے اپنے عہدے سے سبکدوش ہونے پر مصیبت میں پڑنے کے عوض خطاب پایا۔ یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ حکومت کی باگ اب دارالعوام کے ہاتھ میں آگئی تھی۔ ایام سابق میں ایک غیر ہردلعزیز وزیر سے پیچھا چھڑانے کا بجز اس کے اور کوئی طریقہ نہ تھا کہ اُس پر پارلیمنٹ میں کوئی سنگین الزام قایم کیا جائے۔ لیکن اب چونکہ حقیقی قوت اراکین دارالعوام کے ہاتھ میں تھی اس لئے وہ جس وزیر کو چاہتے تھے الگ بھی کر سکتے تھے اور اسے دارالامراء کا رکن بنا کر اُس کی گزشتہ خدمات کے صلہ میں اُس کی عزت بھی بڑھا سکتے تھے۔

والپول کی وزارت کے خاتمہ کے ساتھ ہی فرانس کے ساتھ صلح کے تعلقات قایم رکھنے کی حکمت عملی کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ نئی وزارت جو اب مرتب ہوئی جارج ثانی کی اس دیرینہ خواہش کی تکمیل کے لئے بالکل آمادہ تھی کہ ہینوور کی حفاظت کے لئے یورپ کی جنگ میں شرکت کی جائے۔ اس جنگ کی ابتدا یوں ہوئی تھی کہ شہنشاہ چارلس ساوس نے جس کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی دول عظمیٰ سے ایک معاہدہ پر جو "اقرار نامۂ مداخلت" کے نام سے موسوم تھا یہ وعدہ لے کر دستخط کرالئے تھے کہ

جنگ جانشینی آسٹریا ۱۷۴۰ء لغایت ۱۷۴۸ء

اُس کے تمام مقبوضات کی وارث اُس کی بیٹی میریا تھریزا ہوگی لیکن جب شہنشاہ موصوف کا ۱۷۴۰ء میں انتقال ہوا تو معاہدہ نگاروں میں سے بجز برطانیہ اور ہالینڈ کے اور کوئی اپنے عہد پر قایم رہتا نظر نہ آیا۔ فریڈرک ثانی شاہ پرشیا نے سلیسیا ہتھیا لیا۔ فرماں فرمائے بویریا آسٹریا کا دعویدار ہوا اور فرانس و ہسپانیہ اس دعوے کو حق بجانب قرار دے کر اس کے طرفدار ہو گئے میریا تھریزا بیگم آسٹریا و ملکہ ہنگری

اپنے حقوق کے لئے تیغ بکف ہو کر مردانہ وار لڑتی رہی اور جنگ کا یہ سلسلہ قریب قریب نو سال کے جاری رہا۔ اگرچہ بادی النظر میں اس جنگ کا مقصد آسٹریا کی جانشینی کے مسئلے کا تصفیہ تھا لیکن اس کی حقیقی غایت یہ تھی کہ کسی طرح یورپ کی میزان طاقت کا اعتدال قایم رہے تاکہ کسی ایک سلطنت کی طرف اس میزان کا پلہ زیادہ نہ جھکنے پائے۔

برطانیہ کے پاس اس جنگ میں شریک ہونیکا یہ بہانہ موجود تھا کہ اس نے اقرارنامۂ مداخلت پر دستخط کئے تھے۔ چنانچہ جارج ثانی نے اب خود میدان جنگ کا عزم کیا اور ماہ جون ۱۷۴۳ء میں دریائے مین کے کنارے معرکہ ڈٹنجن میں فرانسیسیوں کو شکست دی۔ لیکن اس فتح کا خمیازہ برطانیہ کو اسی خرابی کی شکل میں کھینچنا پڑا جس سے بچنے کی والپول نے کوشش کی تھی۔ یعنی فرانس نے اگلے ہی سال مدعی کے بیٹے چارلس ایڈورڈ کی کمان میں پندرہ ہزار فوج دیکر انگلستان پر چڑھائی کر دی۔ یہ مہم تو کامیاب نہ ہو سکی اس لئے کہ فرانیسی بیڑا منزل مقصود تک پہنچنے سے پہلے ہی ایک طوفان میں آکر منتشر ہو گیا لیکن اس سے اگلے سال جب فرانس کے مشہور سپہ سالار مارشل سیکس نے انگریزی فوج کو فانٹینائے کے میدان میں مغلوب کیا تو شہزادۂ چارلس ایڈورڈ نے برطانیہ پر دوبارہ فوج کشی کی اور ماہ جولائی ۱۷۴۵ء میں کوہستان اسکاٹلینڈ کے ساحل پر لنگر انداز ہوا۔

جنگ ڈٹنجن ۱۷۴۳ء

جنگ فانٹینائے ۱۷۴۵ء

بظاہر اب ایسا معلوم ہوتا تھا کہ والپول کی ساری محنت اکارت جائیگی۔ چارلس ایڈورڈ ایک خوبصورت اور دلاور نوجوان تھا جس نے آتے ہی اسکاٹلینڈ والوں کے دل میں گھر کر لیا اور کوہستانی قبایل جوق جوق اس سے آملے۔ ماہ اگست کی انتیسویں تاریخ تک پندرہ سو جانباز اس کے لئے مرنے مارنے کو تیار ہو گئے اور دو ہفتہ بعد شہر ایڈنبرا میں داخل ہو کر اس نے اپنے باپ کی بادشاہی کا اعلان کر دیا۔ فتح و نصرت اب قدم قدم پر اس کی رکاب کو بوسہ دینے لگی اور ۲۱ ستمبر کو اس کی خونخوار کوہستانی فوج نے پرسٹن پنس کے میدان میں ایڈنبرا سے نو میل کے فاصلے پر

سجیلا شہزادہ چارلی ۱۷۴۵ء۔

انگریزی فوج کو جس کا سپہ سالار سر جان کوپ تھا مولی گاجر کی طرح کاٹ ڈالا۔ "بنچیلا شہزادہ چارلی" کہ اسکاٹلینڈ والے اسی پیار کے نام سے اُسے پکارتے تھے اب قریب قریب سارے اسکاٹلینڈ کا مالک ہو گیا اور چھ ہفتے بعد چھ ہزار جنگ آزما جوانوں کو لئے ہوئے قسمت آزمائی کے لئے عازم انگلستان ہوا۔

لیکن یہاں پہنچتے ہی اُس کی تمام اُمیدوں پر پانی پھر گیا جارج اول اور جارج ثانی کے عہد حکومت میں انگریزوں کو امن وامان کی نعمت میسر ہوئی تھی اور وہ نہ چاہتے تھے کہ خانہ جنگی کی کشمکش میں دوبارہ مبتلا ہوں۔ شہزادہ چارلس اپنی کوہستانی فوج کے ساتھ جب حدود انگلستان میں داخل ہوا تو گروہ در گروہ انگریز اُسے دیکھنے کے لئے چاروں طرف سے آ جمع ہوئے لیکن کسی نے اسکا ساتھ نہ دیا اور ڈاربی تک پہنچتے پہنچتے صورت حالات ایسی یاس انگیز ہوگئی کہ مزید پیش قدمی مخدوش نظر آنے لگی اور اُس کے صلاح کاروں نے انگریزی افواج کا پلہ بھاری دیکھ کر اُسے گلاسگو کی طرف پلٹ جانے پر مجبور کرلیا جنوری ۱۷۴۶ء میں فالکرک کے مقام پر ایک فتح اُسے ضرور حاصل ہوئی لیکن آگے چلکر اپریل کے مہینے میں کلوڈن کے میدان پر جو انورنس کا سرحدی علاقہ ہے امیر کبیر کمبرلینڈ کے ہاتھوں اُس کے کوہستانیوں نے شکست کھائی اس کے بعد پانچ مہینے تک شہزادہ چارلس کوہستان اسکاٹلینڈ میں بھٹکتا پھرا۔ اور اُس کے جاں نثار اُسے پناہ دیتے رہے اور خاندان اسٹوارٹ کے ان وفاداروں میں فلورا میکڈانلڈ نامی ایک خاتون کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ آخر ماہ ستمبر میں شہزادہ موصوف فرانس چلا گیا۔

جنگ فالکرک اور جنگ کلوڈن سنہ ۱۷۴۶ء

جیمزیوں کی یہ آخری بغاوت تھی اور اس کے بعد خاندان اسٹوارٹ نے اپنے کھوئے ہوئے تخت پر از سر نو قبضہ کرنے کے لئے پھر کبھی کوئی کوشش نہ کی۔ دیرینہ سال مدعی کا ۱۷۶۶ء میں انتقال ہو گیا اور ۱۷۸۸ء میں شہزادہ چارلس نے روما میں جہاں اوس کا ایک ہی بھائی کارڈنیل (کلیسائے رومن کیتھولک کا ایک رکن رکین) تھا وفات پائی۔ جنگ کلوڈن کے بعد امیر کمبرلینڈ نے کوہستانیوں کے ساتھ نہایت بیدردانہ سلوک کیا اور اسکاٹلینڈ کے تین امیروں کی گردن

ماری گئی۔ اس کے علاوہ کچھ جدید قوانین نافذ کئے گئے جن کی رو سے تمام وہ اختیارات سلب کر لئے گئے جو سرداروں کو اپنے قبیلوں پر حاصل تھے اور اس طور پر جاگیرداری کا قدیم طریقہ مٹا کے رعایا کیساتھ بادشاہ کا تعلق براہ راست قایم کر دیا گیا۔ کوہستانیوں کو ہتھیار رکھنے یا اپنی خاص وضع کا لباس پہننے کی ممانعت کر دیگئی جس سے اُن میں بڑی بد دلی اور ناراضی پھیلی رہی تا آنکہ بارہ سال بعد پٹ نے اسکاٹلینڈ کے ایک باشندے جان ڈنکن کی ایک معقول تجویز پر عمل کر کے جنگی خدمت انجام دینے کے لئے کوہستانیوں کی کئی فوجی پلٹنیں قایم کیں۔ اُسوقت سے لیکر آج کے دن تک اسکاٹلینڈ کے کوہستانیوں سے زیادہ بہادر اور وفادار رعایا کا اور کوئی طبقہ ثابت نہیں ہوا۔

کوہستانیوں سے ہتھیاروں کا چھین لیا جانا۔ ۱۷۴۶ء

ان تمام سنین کے دوران میں جبکہ ملک کو لڑائیوں اور بغاوتوں نے تہ و بالا کر رکھا تھا ہم کلیسا کی مستعدی یا پادریوں کی سرگرمی کا نشان مفقود پاتے ہیں۔ والپول کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ کسی طرح سوئے ہوے فتنے جاگنے نہ پائیں اور ملک میں امن قایم رہے۔ قوم کی اعلیٰ جماعتوں کا مذہب یا اخلاق سے بہت کم تعلق رہ گیا تھا اور دیہات کے پادری جن میں سے اکثر جیمز کے ہوا خواہ تھے لوگوں کو پند و تلقین کرنے کے بجائے سیاسیات میں زیادہ حصہ لینے لگے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ دیہات کی آبادی روز افزوں خبث و شرارت اور فسق و فجور میں مبتلا ہو گئی تھی۔ ملک کی اس افسوسناک اخلاقی حالت پر جارج وھٹفیلڈ اور جان ویسلی نامی دو نیک پادریوں کا دل بہت کڑھا اور انھوں نے نہ صرف گرجاؤں میں بلکہ عام مجمع میں وعظ و پند کا سلسلہ جاری کر دیا کہ جس کا جی چاہے آئے اور اُن کی تقریروں سے فایدہ اٹھائے۔ یہ مخلصانہ کوشش رایگاں نہ گئی۔ برسٹل کے اکھڑ اور کوئیلے والے، شہروں کے فلاکت زدہ غربا۔ دور دست دیہات کے گنوار سب جوق جوق آنے لگے اور کھیتوں اور کھلے میدانوں میں جمع ہو ہو کر ان مخلص و بے ریا واعظوں کی باتیں کان دھر کر سننے لگے جن کا مقصد اگر کوئی تھا تو یہ تھا کہ سامعین کی زندگی

وھٹفیلڈ اور ویسلی کی منادی ۱۷۳۹ء

بہتر اور پاکیزہ تر ہو جائے۔ ہنری ثالث کے عہد کے خانہ بدوش راہبوں اور ہنری ثامن کے زمانہ کے مصلحوں کی طرح وھٹفیلڈ اور ویسلی نے وہ فرض انجام دیا جسے کلیسا نے اپنی غفلت سے چھوڑ دیا تھا۔ انھیں دونوں منادی کرنیوالوں کے وعظ و نصیحت نے "میتھوڈسٹ" اور "ویسلیئن" نامی دو جماعتیں پیدا کردیں جس میں آج کے دن تک انگلستان اور نیز امریکہ کے بہت سے "اہل خلافت" فرقے کے پرجوش لوگ شامل ہیں۔ لیکن خود ان جماعتوں کے بانی کلیسائے انگلستان کے پیرو تھے اور ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ کلیسائے انگلستان میں انھوں نے بیداری کی روح پھونک دی اور اس کلیسا کے پادری نہ صرف خاموش و ورافتادہ زمینوں بلکہ آباد و پر رونق شہروں میں لوگوں کو اخلاق حسنہ کا سبق دینے لگے۔

آئندہ آٹھ سال تک سیاسیات کی ندی میں کوئی طغیانی نہ آئی اور یہ زمانہ سکون و خاموشی سے گزر گیا۔ وزارت عظمیٰ کے منصب پر ایک لائق شخص ہنری پلیم فایز تھا جس نے بڑے دبدبہ اور بڑی خوش اسلوبی سے سلطنت کا انتظام کیا۔

صلحنامہ ایکس لاشاپل ۱۷۴۸ء۔

۱۷۴۸ء میں جنگ یورپ کا خاتمہ صلح نامہ ایکس لاشاپل پر ہوا۔ برطانیہ پر اس جنگ نے اخراجات کا ایک بہت بڑا بوجھ ڈالا تھا اور معاوضہ میں بجز دس لاکھ ڈالر کے جو امیر البحر اینسن ساری دنیا کا چکر لگانے کے بعد ہسپانویوں پر چھاپہ مار کر لایا تھا اور کچھ وصول نہ ہوا تھا۔ البتہ اتنا فائدہ اس جنگ سے ضرور ہوا کہ خاندان اسٹوارٹ کی سازشوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا اور سمندروں میں برطانیہ کی طاقت بڑھ گئی۔

۱۷۵۱ء میں فریڈرک شہزادۂ ویلز نے وفات پائی اور اسکا کمسن بیٹا جارج وارث تخت و تاج ہوا۔ اسی سال قانون اصلاح تقویم جاری کیا گیا جسکی رو سے جدید طریقہ کے مطابق سال کی ایام شماری ہونے لگی۔ پاپائے گریگوری سیزدہم نے

اصلاح تقویم ۱۷۵۱ء

۱۵۸۲ء میں اس طریقہ کو رومن کیتھولک ممالک میں اپنے طریقہ کی اصلاح کے لئے رواج دیا تھا جس کی بموجب ہر چارسو سال کے خاتمہ پر سال شمسی بقدر تین دن کے

بڑھ جایا کرتا تھا۔ جدید طریقہ یہ ہے کہ چوتھی صدی کو چھوڑ کر باقی تینوں صدیوں کے خاتمہ پر ایک ایک دن گھٹا دیا جاتا ہے۔ برطانیہ نے ۱۷۵۲ء میں یہ طریقہ اختیار نہ کیا تھا اور اسی لئے اب اُس کی تقویم فرانس اور جرمنی کی تقویم سے گیارہ دن پیچھے تھی یعنی فرانس و جرمنی میں ستمبر کی تاریخ اگر ۱۴ تھی تو برطانیہ میں ۳ ہی تھی۔ قانون اصلاح تقویم کی رو سے قرار پایا کہ ۱۷۵۲ء میں یہ گیارہ دن خارج کر دیئے جائیں اور طریقہ جدید اختیار کر لیا جائے۔ لوگوں کی سمجھ میں یہ حساب نہ آتا تھا اور جب اُنھیں فہمایش کی گئی کہ ماہ ستمبر ۱۷۵۲ء کی تیسری تاریخ آئندہ سے ستمبر کی چودھویں کہلایا کریگی تو بعض مقامات میں بلوے ہو گئے اس لئے کہ عوام الناس کو یہ خیال ہوا کہ اُن کے گیارہ دن حقیقت میں گھٹائے جا رہے ہیں۔ اسی ۱۷۵۲ء میں ۲۵ مارچ کی بجائے جو اب تک یوم آغاز سال چلا آتا تھا جنوری کا پہلا دن سال کا روز اول مقرر ہوا۔ ۱۷۵۳ء اس لحاظ سے یاد رہنے کے قابل ہے کہ اسی سال لارڈ ہارڈوک کا مشہور قانون نکاح نافذ ہوا۔ ذلیل و فرومایہ پادریوں نے جو بعلت عدم ادائے قرض فلیٹ کے محبس میں قید ہوتے تھے یہ مشغلہ اختیار کر رکھا تھا کہ اگر کوئی مرد کسی

ہارڈوک کا قانون نکاح ۱۷۵۳ء۔

عورت کو ساتھ لیکر اُن کے پاس آتا اور ان کی مٹھی گرم کر دیتا تو وہ پوچھ گچھ کئے بغیر دونوں کا نکاح باندھ دیتے تھے۔ نئے قانون نے محبس کے نواح کی ان شرمناک نکاح خوانیوں کا قطعی طور پر سد باب کر دیا۔

لیکن اگرچہ ۱۷۴۸ء سے لے کر ۱۷۵۵ء تک برطانیہ کو اندرونی خرخشوں سے نجات رہی پھر بھی دنیا کے دو مختلف حصوں میں فرانس کے ساتھ کشمکش کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ یاد ہوگا کہ ملکۂ الزبتھ نے ۱۵۹۹ء میں انگریزی سوداگروں کی

انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی

ایک جماعت کو ممالک مشرقیہ میں ہندوستان کے ساتھ تجارت کرنے کے لئے ایک شاہی سند عطا کی تھی (دیکھو صفحہ ۲۴۵) اس جماعت کو جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے موسوم تھی ہندوستان کے ساتھ تجارت کرتے ہوئے اب ڈیڑھ سو سال ہو چکے تھے اور اس عرصہ میں اُس نے ہندوستان کے مختلف ساحلی مقامات پر کارخانے اور کوٹھیاں قایم کر لی تھیں

افغانستان
تبت
پنجاب
پشاور
اٹک
اودھ
دہلی
دکن
بمبئی
میسور
مدراس
ہندوستان
عہد حکومت کلایو
پیمانہ میل
۵۰
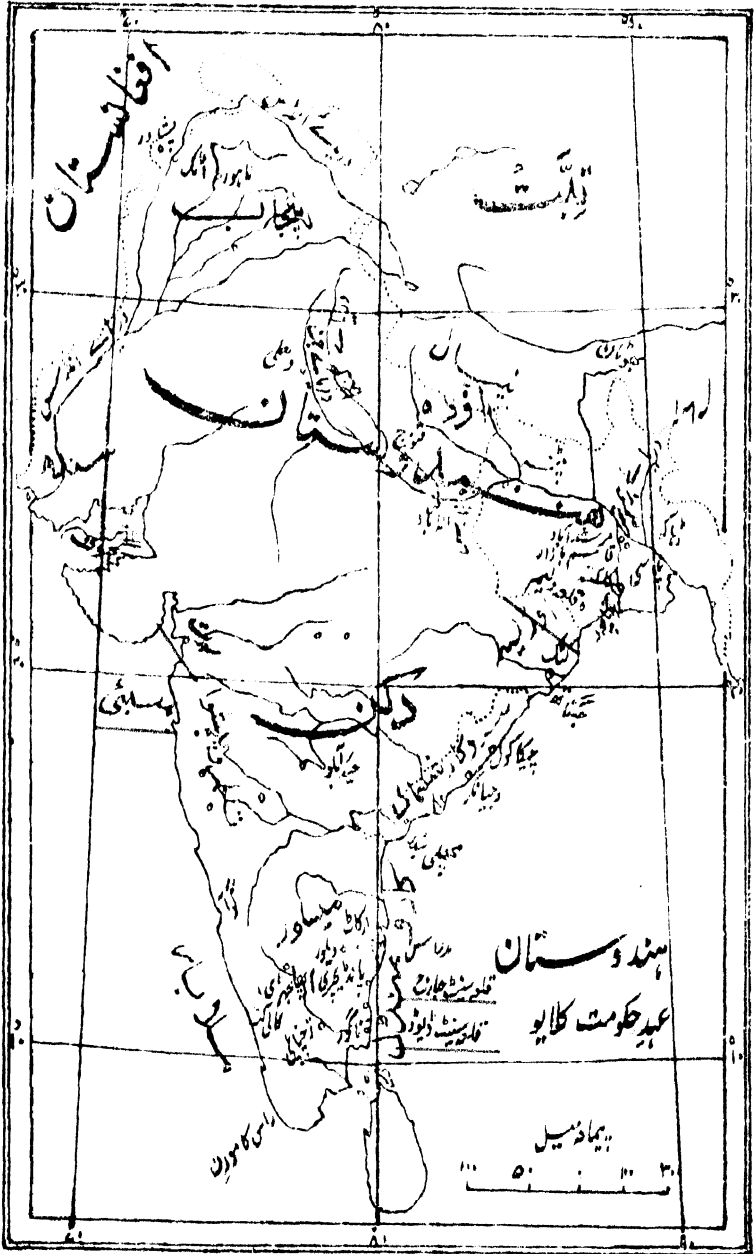
سنہ ۱۶۱۳ء میں اس نے مغربی ساحل پر ایک کارخانہ بمقام سورت تیار کیا اور سنہ ۱۶۴۰ء میں ایک اور کارخانہ کی بنا مشرقی ساحل پر قلعہ سینٹ جارج کے نام سے ڈالی جس کے نواح میں رفتہ رفتہ شہر مدراس آباد ہوتا گیا (دیکھو نقشہ نمبر ۶) سنہ ۱۶۶۲ء میں بمبئی جو سورت کے قریب واقع ہے انگلستان کو چارلس ثانی کی ملکہ کے جہیز میں ملا اور سنہ ۱۶۹۸ء میں ایک اور انگریز کمپنی نے دریائے ہگلی کے کنارہ فورٹ ولیم کی بنیادیں استوار کیں جس کے گرد شہر کلکتہ کی آبادی بسی۔ بالآخر سنہ ۱۷۰۲ء میں دونوں کمپنیاں مل کر ایک ہوگئیں۔ ان تینوں مرکزوں میں ایک ایک گورنر یعنی عامل مامور تھا اور کارخانوں کی حفاظت کے لئے ایک مختصر سی فوج ہوتی تھی جس میں بیشتر دیسی سپاہی ہوتے تھے۔ کمپنی اپنی اراضی کا سالانہ لگان اپنے علاقہ کے نواب یا مقامی فرمانروا کو ادا کرتی تھی۔ یہ نواب صوبہ داروں کے ماتحت ہوتے تھے اور ان سب کا سرتاج دولت مغلیہ ہندوستان کا شہنشاہ اعظم تھا۔

فرانسیسیوں کی بھی ایک ایسٹ انڈیا کمپنی تھی جس نے پانڈی چیری میں ایک قلعہ بنا رکھا تھا۔ یہ مقام مدراس سے کوئی ایک سو میل جانب جنوب واقع تھا اور اس کے جنوب میں انگریزوں کا ایک اور مرکز قلعہ سینٹ ڈیوڈ کے نام سے موجود تھا۔

فرانسیسی ایسٹ انڈیا کمپنی

انگریز اور فرانسیسی بستیوں والے ایک دوسرے کو سخت رشک وحسد کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ سنہ ۱۷۴۶ء اور سنہ ۱۷۴۸ء کے درمیان جب دونوں قومیں یورپ میں دست وگریباں ہو رہی تھیں تو یہاں بھی ان میں جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ چنانچہ فرانسیسیوں نے انگریزوں کو شکست دے کر مدراس پر قبضہ بھی کر لیا۔ لیکن جب ایکس لاشاپل کا صلح نامہ مرتب ہوا تو مدراس انگریزوں کو واپس مل گیا۔

سنہ ۱۷۴۸ء میں دولت مغلیہ ہندوستان کے تاجدار اور نواب نظام دکن دونوں نے وفات پائی۔ ان کی آنکھیں بند ہوتے ہی ملک میں ابتری ہوگئی اور مختلف علاقوں کے نواب آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے۔ پانڈی چیری کے گورنر ڈوپلے نے جو ایک بلند حوصلہ شخص تھا فتنہ وفساد کی اس آگ کو زیادہ بھڑکا کر جنوبی ہندوستان کو خود دبا بیٹھنے کے منصوبے

جنوبی ہندوستان میں ڈوپلے کا اقتدار سنہ ۱۷۴۹ء۔

گانٹھنے شروع کئے۔ چنانچہ نواب نظام دکن کا انتخاب اُسی کے جوڑ توڑ سے عمل میں آیا۔ علیٰ ہذا القیاس مسند ارکاٹ بھی ایک ایسے نواب کے حصہ میں آئی جو اُسی کا ساختہ پرداختہ تھا اور اس طور پر کچھ عرصہ کے لئے جنوبی ہندوستان حقیقت میں اُسیکا ہوگیا۔

بظاہر اب ایسا معلوم ہوتا تھا کہ برطانوی تاجر مدراس سے نکال دئے جائینگے اس لئے کہ اُن کا حلیف نواب محمد علی ترچناپلی میں قلعہ بند تھا اور فرانسیسیوں نے چاروں طرف سے اُسے گھیر رکھا تھا۔ اس خطرہ سے کمپنی کے ایک نوجوان کارندے رابرٹ کلایو نے انھیں نجات دی اور ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی بنیادیں اسی کی ہمت اور کوشش سے قایم ہوئیں۔

کلایو کی بروقت امداد ۱۷۵۱ء۔

کلایو ایک وحشی مزاج نوجوان تھا جس کی سرکشی سے تنگ آکر اس کے ماں باپ نے ۱۷۴۴ء میں اُسے ہندوستان بھیج دیا تھا۔ ۱۷۴۶ء میں کلایو کو پہلے بھی فرانسیسیوں کے ساتھ لڑائی کا اتفاق ہوچکا تھا۔ اب اُس نے محمد علی کو کمک پہنچانے کا ایک منصوبہ ذہن میں قایم کیا اور دوسو گوروں اور تین سو دیسی سپاہیوں کی ایک مختصر سی جمعیت کے ساتھ ماہ اگست ۱۷۵۱ء میں عازم ارکاٹ ہوا قلعہ ارکاٹ کی فوج کو اُس کے آنے کا سان دگمان بھی نہ تھا۔ کلایو نے اچانک اُسے جا لیا اور شہر پر قبضہ کر کے کامل ایک مہینہ بیس دن تک غنیم کی مدافعت کرتا رہا تاآنکہ مرہٹے جو محمد علی کے حلیف تھے آپہنچے اور انگریزوں کے ساتھ مل کر دشمن کو بھگا دیا۔ ترچناپلی کا محاصرہ اب اُٹھ گیا اور محمد علی نے فرانسیسی خطرے سے نجات پائی۔ اس کے کچھ ہی دن بعد کلایو کا بالا دست افسر میجر لارنس انگلستان سے واپس آگیا اور انگریزی فوج کے پے درپے فتوحات سے مجبور ہوکر فرانسیسیوں نے مزید جد وجہد چھوڑ دی۔ ڈوپلے نے سبھی جتن کئے کہ کسی طرح اُس کا کھویا ہوا اقتدار بحال ہوجائے لیکن اس کی تمام کوششیں رایگاں گئیں۔ حکومت فرانس نے اُسے ہندوستان سے واپس بلاکر ۱۷۵۴ء میں انگلستان کے ساتھ صلح کر لی اور کچھ عرصہ کے لئے امن وامان قایم ہوگیا۔

لیکن انگریزوں اور فرانسیسیوں کی عداوت کے حقیقی اسباب بدستور قایم تھے۔ اور یہ آگ اندر ہی اندر سلگ رہی تھی۔ دونوں قوموں نے ہندوستان

میں تو صلح کرلی لیکن ابھی صلحنامہ کی سیاہی اچھی طرح خشک بھی نہ ہونے پائی تھی کہ امریکہ میں ان کی لڑائی پھر شروع ہوگئی۔ انگریز اسوقت شمالی امریکہ میں تیرہ سرسبز وبارونق نوآبادیوں پر قابض تھے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے جداگانہ قوانین کی تابع اور اپنے جداگانہ صنعتی کارخانوں کی مالک تھی یہ تمام نوآبادیاں مشرقی ساحل پہ واقع تھیں۔ ان کے شمال کی طرف فرانسیسیوں کا علاقہ پھیلا ہوا تھا جنھوں نے جنوبی کناڈا آباد کیا تھا کہ اب اسے صوبہ کوئبک کہتے ہیں (دیکھو نقشہ نمبر ۲۵ صفحہ ۴۲۵) شمال ومغرب کی طرف شمالی امریکہ کے قدیم سرخ رنگ باشندے آباد تھے اور جنوب ومغرب لوسیانا کی فرانسیسی نوآبادی واقع تھی۔ سرخ رنگ وحشیوں کا ملک انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان ایک مدت سے مابہ النزاع چلا آتا تھا۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ فرانسیسی گورنروں نے دریاے الیگھینز کے مغرب کے سارے علاقہ پر فرانس کا حق ملکیت قایم کرکے تمام انگریز نوواردوں کو یہاں سے نکال دیا۔ اس کے جواب میں انگریزوں نے فرانسیسیوں کو نواسکوشیا سے نکال باہر کیا اور ۱۷۴۹ء میں ایک انگریزی نوآبادی کی بنا ڈالی جس کا نام لارڈ ہیلی فیکس کے نام پر رکھا گیا۔

فرانسیسی اور انگریز اور امریکہ ۱۷۵۴ء۔

اسی کے ساتھ انھوں نے دریاے اوہیو کی وادی میں پیش قدمی کرکے ایک مقام پہ جہاں دریا دو شاخوں میں منقسم ہو جاتا ہے ایک قلعہ بنانا شروع کر دیا۔ اس قلعہ کی تعمیر ہو ہی رہی تھی کہ کناڈا کے گورنر ڈوکوئین نے ۱۷۵۴ء میں ایک لشکر جرار روانہ کیا جس نے انگریزوں کو نکال کر وہاں خود ایک قلعہ بنا لیا جو قلعہ ڈوکوئین کے نام سے موسوم ہوا۔ جارج واشنگٹن جس کی عمر اس وقت بائیس سال تھی فرانسیسیوں سے یہ قلعہ چھین لینے کے لئے بھیجا گیا لیکن دشمن کے مقابلہ میں اُس کی جمعیت اسقدر کم تھی کہ ایک ابتدائی معرکہ میں کامیاب ہونے کے بعد اُسے مجبوراً پسپا ہونا پڑا۔

قلعہ ڈوکوئین ۱۷۵۴ء۔

اب امیر ہانٹکام نے جو ڈوکوئین کے بعد کناڈا کا گورنر مقرر ہوا تھا عزم بالجزم کرلیا کہ قلعہ ڈوکوئین قلعہ نائگرا اور قلعہ ٹکانڈروگا کو چھوٹے چھوٹے قلعوں کے ایک سلسلہ سے ملاکر مغربی علاقہ کے ساتھ انگریزوں کا تعلق بالکل منقطع کردے۔

گانٹھنے شروع کئے۔ چنانچہ نواب نظام دکن کا انتخاب اُسی کے جوڑ توڑ سے عمل میں آیا۔ علیٰ ہذا القیاس مسند ارکاٹ بھی ایک ایسے نواب کے حصہ میں آئی جو اُسی کا ساختہ پرداختہ تھا اور اس طور پر کچھ عرصہ کے لئے جنوبی ہندوستان حقیقت میں اُسی کا ہو گیا۔

بظاہر اب ایسا معلوم ہوتا تھا کہ برطانوی تاجر مدراس سے نکال دئے جائینگے اس لئے کہ اُن کا حلیف نواب محمد علی ترچناپلی میں قلعہ بند تھا اور فرانسیسیوں نے چاروں طرف سے اُسے گھیر رکھا تھا۔ اس خطرہ سے کمپنی کے ایک نوجوان کارندے

کلایو کی بروقت امداد ۱۷۵۱ء۔

رابرٹ کلایو نے انھیں نجات دی اور ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی بنیادیں اسی کی ہمت اور کوشش سے قایم ہوئیں۔

کلایو ایک وحشی مزاج نوجوان تھا جس کی سرکشی سے تنگ آکر اس کے ماں باپ نے ۱۷۴۴ء میں اُسے ہندوستان بھیج دیا تھا۔ ۱۷۴۶ء میں کلایو کو پہلے بھی فرانسیسیوں کے ساتھ لڑائی کا اتفاق ہو چکا تھا۔ اب اُس نے محمد علی کو کمک پہنچانے کا ایک منصوبہ ذہن میں قایم کیا اور دو سو گوروں اور تین سو دیسی سپاہیوں کی ایک مختصر سی جمعیت کے ساتھ ماہ اگست ۱۷۵۱ء میں عازم ارکاٹ ہوا قلعہ ارکاٹ کی فوج کو اُس کے آنے کا سان وگمان بھی نہ تھا۔ کلایو نے اچانک اُسے جا لیا اور شہر پر قبضہ کرکے کامل ایک مہینہ بیس دن تک غنیم کی مدافعت کرتا رہا تاآنکہ مرہٹے جو محمد علی کے حلیف تھے آپہنچے اور انگریزوں کے ساتھ مل کر دشمن کو بھگا دیا۔ ترچناپلی کا محاصرہ اب اُٹھ گیا اور محمد علی نے فرانسیسی خطرے سے نجات پائی۔ اس کے کچھ ہی دن بعد کلایو کا بالادست افسر میجر لارنس انگلستان سے واپس آگیا اور انگریزی فوج کے پے در پے فتوحات سے مجبور ہو کر فرانسیسیوں نے مزید جد وجہد چھوڑ دی۔ ڈوپلے نے سبھی جتن کئے کہ کسی طرح اُس کا کھویا ہوا اقتدار بحال ہو جائے لیکن اس کی تمام کوششیں رایگاں گئیں۔ حکومت فرانس نے اُسے ہندوستان سے واپس بلاکر ۱۷۵۴ء میں انگلستان کے ساتھ صلح کر لی اور کچھ عرصہ کے لئے امن وامان قایم ہو گیا۔

لیکن انگریزوں اور فرانسیسیوں کی عداوت کے حقیقی اسباب بدستور قایم تھے۔ اور یہ آگ اندر ہی اندر سلگ رہی تھی۔ دونوں قوموں نے ہندوستان

میں تو صلح کرلی لیکن ابھی صلحنامہ کی سیاہی اچھی طرح خشک بھی نہ ہونے پائی تھی کہ امریکہ میں ان کی لڑائی پھر شروع ہوگئی۔ انگریز اسوقت شمالی امریکہ میں تیرہ سرسبز و بارونق نوآبادیوں پر قابض تھے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے جداگانہ قوانین کی تابع اور اپنے جداگانہ صنعتی کارخانوں کی مالک تھی یہ تمام نوآبادیاں مشرقی ساحل پر واقع تھیں۔ ان کے شمال کی طرف فرانسیسیوں کا علاقہ پھیلا ہوا تھا جنھوں نے جنوبی کناڈا آباد کیا تھا کہ اب اسے صوبہ کوئبک کہتے ہیں (دیکھو نقشہ نمبر ۲ صفحہ ۴۲۵) شمال و مغرب کی طرف شمالی امریکہ کے قدیم سرخ رنگ باشندے آباد تھے اور جنوب و مغرب لوسیانا کی فرانسیسی نوآبادی واقع تھی۔ سرخ رنگ وحشیوں کا ملک انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان ایک مدت سے مابہ النزاع چلا آتا تھا۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی

فرانسیسی اور انگریز اور امریکہ
سنہ ۱۷۵۴ء۔

کہ فرانسیسی گورنروں نے دریائے الیگھینز کے مغرب کے سارے علاقہ پر فرانس کا حق ملکیت قایم کرکے تمام انگریز نو واردوں کو یہاں سے نکال دیا۔ اس کے جواب میں انگریزوں نے فرانسیسیوں کو نواسکوشیا سے نکال باہر کیا اور سنہ ۱۷۴۹ء میں ایک انگریزی نوآبادی کی بنا ڈالی جس کا نام لارڈ ہیلی فیکس کے نام پر رکھا گیا۔ اسی کے ساتھ انھوں نے دریائے اوہیو کی وادی میں پیش قدمی کرکے ایک مقام پر جہاں دریا دو شاخوں میں منقسم ہو جاتا ہے ایک قلعہ بنانا شروع کردیا۔ اس قلعہ کی تعمیر ہو ہی رہی تھی کہ کناڈا کے گورنر ڈوکوئین نے سنہ ۱۷۵۴ء میں ایک لشکر جرار روانہ کیا جس نے انگریزوں کو نکال کر وہاں خود ایک قلعہ بنالیا جو قلعہ ڈوکوئین کے نام سے موسوم ہوا۔ جارج واشنگٹن جس کی عمر اس وقت بائیس سال تھی فرانسیسیوں سے

قلعہ ڈوکوئین
سنہ ۱۷۵۴ء۔

یہ قلعہ چھین لینے کے لئے بھیجا گیا لیکن دشمن کے مقابلہ میں اُس کی جمعیت اسقدر کم تھی کہ ایک ابتدائی معرکہ میں کامیاب ہونے کے بعد اُسے مجبوراً پسپا ہونا پڑا۔ اب امیر مانٹکام نے جو ڈوکوئین کے بعد کناڈا کا گورنر مقرر ہوا تھا عزم بالجزم کرلیا کہ قلعہ ڈوکوئین قلعہ نائگرا اور قلعہ ٹکانڈروگا کو چھوٹے چھوٹے قلعوں کے ایک سلسلہ سے ملا کر مغربی علاقہ کے ساتھ انگریزوں کا تعلق بالکل منقطع کردے۔

فرانسیسیوں کا یہ منصوبہ حکومت انگلستان کی بے حد تشویش کا باعث ہوا اور اس کے

انگریزوں کو شکست سنہ ۱۷۵۵ء۔

توڑ کے لئے میجر جنرل بریڈک دو ہزار سپاہیوں کیساتھ انگلستان سے روانہ کیا گیا۔ بریڈک کی قسمت اچھی نہ تھی۔ وہ اپنی فوج کے ساتھ گھنے جنگلوں میں سے گزر رہا تھا کہ فرانسیسیوں اور سرخ رنگ وحشیوں نے کمین گاہ سے نکل کر اُس کے سات سو سپاہیوں کو تہ تیغ کر دیا اور وہ خود بھی مارا گیا۔ معاملہ اب بہت طول کھینچ گیا تھا اور برطانیہ و فرانس کے جھگڑے کا دو ٹوک فیصلہ تلوار ہی کر سکتی تھی۔ بجز اس کے اور کوئی چارہ کار باقی نہ تھا۔

اس کے علاوہ یورپ میں بھی ایک نئی جنگ کے سامان ہو رہے تھے۔ عہدنامہ ایکس لاشاپل کے سپرد قلم ہونے کے وقت سے ملکہ میریا تھریزا کی برابر یہی آرزو تھی کہ کسی طرح سلیسیا کا علاقہ اُسے واپس مل جائے اور فریڈرک ثانی

جنگ ہفت سالہ سنہ ۱۷۵۶ء۔

شاہ پروشیا کو حال ہی میں اس امر کا علم ہوا تھا کہ اُس کی روز افزوں طاقت کے کچلنے کی غرض سے فرانس سویڈن روس اور سیکسنی ملکہ موصوفہ کی امداد پر آمادہ ہیں۔ فریڈرک نے ازراہِ دور اندیشی سیکسنی کے خلاف اعلان جنگ اور برطانیہ کے ساتھ اتحاد قایم کر کے حملہ میں پہل خود کی۔ اب برطانیہ اور پروشیا نے ایک طرف اور فرانس روس آسٹریا اور سیکسنی نے دوسری طرف ہو کر وہ خوفناک لڑائی شروع کی جو "جنگ ہفت سالہ" کے نام سے مشہور ہے۔

انگلستان اس تصادم کیلئے بالکل تیار نہ تھا فوج کی حالت کیطرف حکومت نے ذرا توجہ

انگلستان پے در پے تباہیاں سنہ ۱۷۵۶ء۔

نہ کی تھی اور صرف تین پلٹنیں اس قابل تھیں کہ شریک جنگ ہو سکیں۔ قوم میں ایک کھلبلی سی پڑ گئی کہ مبادا فرانس یکایک انگلستان پر چڑھ دوڑے اور لینے کے دینے پڑ جائیں۔ امیر کبیر نیوکسل جو اپنے بھائی ہنری پلہم کی وفات پر وزیر اعظم مقرر ہوا تھا ایک بودا اور چلبلا شخص تھا جس میں مطلق یہ قابلیت موجود نہ تھی کہ ایسے بڑے خطرے کا مقابلہ کر سکے۔ ایک بہت بڑی زک ملک کو پہلے ہی مل چکی تھی جس کی کیفیت یہ ہے کہ فرانسیسیوں نے قبل از اعلان جنگ جزیرہ منارکا پر قبضہ

کرلیا تھا اور امیر البحر بنگ جس کے ماتحت میں دس ناقص جنگی جہاز مقابلہ کیلئے بھیجے گئے تھے دشمن کو زیادہ طاقتور پاکر ایک چھوٹی سی جھڑپ کے بعد پسپا ہوگیا تھا۔ اس شکست کا حال سن کر لوگوں کی برہمی کی کوئی انتہا نہ رہی اور نیوکیسل نے جو جمہور کے غصہ کی یہ حالت دیکھ کر سہم گیا تھا وعدہ کیا کہ جب بنگ انگلستان واپس آئیگا تو اُس پر جنگی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے گا۔ دوسرے سال جب کہ نیوکیسل عہدۂ وزارت سے سبکدوش ہوچکا تھا بنگ پر حقیقت میں مقدمہ قایم کیا گیا اور اگرچہ جنگی عدالت نے اُس کی جان بخشی کی بہت کچھ سفارش کی اور اپنے فیصلہ میں یہ رائے ظاہر کی کہ گو قانوناً وہ مجرم ہو لیکن اخلاقاً بیگناہ ہے پھر بھی یہ بہادر امیر البحر ۱۴ مارچ ۱۷۵۷ء کو گولی سے اڑا دیا گیا

منارکا پر فرانسیسیوں کا قبضہ ۱۷۵۶ء۔

امیر البحر بنگ کا قتل ۱۷۵۷ء۔

منارکا کے ہاتھ سے نکل جانے کا صدمہ ابھی قوم کے دل میں تازہ ہی تھا کہ ہندوستان سے ایک اور بھی زیادہ مہیب واقعہ کی اطلاع موصول ہوئی۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ہندوستان کے ایک مقامی رئیس نواب سراج الدولہ حاکم بنگالہ کی انگریزی سوداگروں سے تکرار ہوگئی سراج الدولہ نے آکر کلکتہ پر قبضہ کرلیا اور ایک سو چھیالیس برطانوی قیدیوں کو قلعہ کے ایک سنگین حجرے میں جو "بلیک ہول" (زندان سیاہ) کے نام سے موسوم تھا ماہ جون کی ایک گرم رات کے وقت بند کردیا یہ حجرہ پورا بیس فٹ مربع بھی نہ تھا اور اس میں ہوا کی آمد ورفت کے لئے صرف دو چھوٹی چھوٹی سلاخ دار کھڑکیاں لگی تھیں۔ بدنصیب قیدیوں کا گرمی کی شدت سے دم گھٹا جاتا تھا۔ وہ بہتیرا چیختے چلاتے رہے کہ ہمیں چھوڑ دیا جائے لیکن اُن کی نالہ وفریاد پر کسی نے کان نہ دھرا۔ صبح کو جب قید خانہ کا دروازہ کھولا گیا تو ایک سو چھیالیس میں سے صرف تیئیس زندہ نکلے[1] اس کے بعد سراج الدولہ نے

کال کوٹھری کا واقعہ کلکتہ میں جون ۱۷۵۶ء۔

[1] "زندان سیاہ" کی داستان کا شمار اُن روایات میں ہے جو ایک مورخ کے قلم کی بجائے ایک افسانہ نویس کے قلم کو زیادہ زیب دیتی ہیں۔ اور ہالول جو فسانۂ "زندان سیاہ" کا مصنف تھا بالکل ناقابل اعتماد تسلیم کیا گیا ہے کچھ عرصہ ہوا ایک انگریز نے اخبار "اسٹیٹسمین" کلکتہ میں ایک سلسلہ مضامین لکھ کر ثابت کیا تھا کہ "بلیک ہول" (کال کوٹھری) کا قصہ محض ایک دروغ بے فروغ ہے۔ بقیہ مضمون صفحہ آئندہ پر۔

فورٹ ولیم میں ہندوستانی فوج تعینات کر کے انگریزوں کو کلکتہ میں بود و باش رکھنے کی ممانعت کر دی اور کلکتہ کا نام علی نگر رکھا جس کے معنی خدا کی بندرگاہ کے ہیں ۲؎ برطانیہ کی حالت کبھی ایسی پست نہ ہوئی تھی جیسی ۱۷۵۶ء اور ۱۷۵۷ء کے درمیان ہو گئی۔ براعظم یورپ میں فریڈرک ثانی کو اپنی ہی حالت سنبھالنی مشکل ہو گئی تھی امیر کمبرلینڈ کو فرانسیسی فوج کے مقابلہ میں پسپا ہو کر کلاسٹر زیون میں اس شرط کو

انگریزوں کو یورپ میں شکست ۱۷۵۷ء

ماننے پر مجبور ہونا پڑا تھا کہ فرانسیسی ہینوور پر قبضہ کریں۔ کناڈا میں بھی ہر جگہ فرانسیسی ہی کامیاب ہو رہے تھے ہندوستان میں انگریزوں کی بیکسی کا یہ عالم تھا کہ اُن کے بھائی بند قتل کر ڈالے گئے اور وہ قاتلوں کا کچھ بگاڑ نہ سکے۔ انہیں واقعات سے متاثر ہو کر مشہور انگریزی مدبر چسٹر فیلڈ کو بحسرت کہنا پڑا کہ اب ہمارا شمار دنیا کی قوموں میں نہیں رہا۔

لیکن گردش کے یہ دن جلد ختم ہو گئے۔ انگلستان کی خوبی تقدیر سے عنان اقتدار اس وقت ولیم پٹ کے ہاتھوں میں آئی جو ایک زمانہ میں جماعت "محبان وطن" کا پیشوا تھا اور آگے چل کر لارڈ چیتھم کے لقب سے ملقب ہوا۔ پٹ کے دل میں

ولیم پٹ

اپنے وطن کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ وہ بڑا اصاف گو اور دھن کا پکا تھا۔ انصاف کی حمایت اور جبر و استبداد کی مخالفت میں اس کو کبھی لغزش نہ ہوتی تھی چنانچہ بنگ کی جان بچانے کے لئے اس نے اپنی قوت بیانیہ کا پورا جوش و خروش صرف کر دیا۔ انہیں اوصاف کی بدولت اُس نے سالہا سال سے اہل انگلستان کے دل میں گھر کر رکھا تھا لیکن جارج ثانی اُسے اچھا نہ سمجھتا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ اُس نے ہینوور کے خلاف کئی تقریریں کی تھیں۔ ۱۷۵۶ء میں اس وقت کے وزیر اعظم امیر کیبر ڈیون شایر نے

بقیہ مضمون صفحہ گزشتہ۔ اور دوسری دلیلوں کے علاوہ اگر اس روایت کو اوراق تاریخ میں جگہ دیتے وقت انگریز مورخوں نے صرف اتنی سی بات پر غور کر لیا ہوتا کہ آیا ایک ایسے حجرہ میں جسکا رقبہ بیس فٹ مربع بتلایا جاتا ہے ایک سو چھیالیس آدمی سما بھی سکتے ہیں یا نہیں تو بھی اس قصّے کا فرضی ہونا ثابت ہو جاتا۔ مترجم

۲؎ معلوم نہیں علی نگر کے یہ معنی بنگلے نے کس لغت سے لئے ہیں۔ مترجم

پٹ کو وزارت صیغۂ خارجہ کے لئے منتخب کیا۔ لیکن بادشاہ نے چند مہینے بعد اُسے برطرف کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شیرازۂ حکومت بکھر گیا اور امیر نیوکیسل نے جس کے سپرد نئے وزیروں کے انتخاب کی خدمت ہوئی تھی بادشاہ سے صاف کہہ دیا کہ میں پٹ کی مدد کے بغیر حکومت کی کل کسی طرح نہیں چلا سکتا۔ غرض جارج کو بادل ناخواستہ پٹ کے تقرر پر رضامند ہونا پڑا اور رئیس العوام (کہ لوگ پٹ کو اسی لقب سے یاد کرتے تھے) آیندہ چار سال تک منصب وزارت خارجہ پر مامور رہا۔ اس اثنا میں اگرچہ وزیر اعظم نیوکیسل ہی رہا اور اس عہد کے دستور کے مطابق ارکین دار العوام کو رشوت دے دلا کر حکومت کے ہم آہنگ بنانے کی خدمت انجام دیتا رہا۔

پٹ کا انتظام حکومت ۱۷۵۷ء لغایت ۱۷۶۱ء

لیکن حکومت کی باگ ور اصل پٹ کے ہاتھ میں تھی اور وہی تمام سیاہ و سفید کا مالک تھا چنانچہ ایک مرتبہ اس نے خود بڑے دعوے سے کہا کہ "میں ہی انگلستان کو تباہی سے بچا سکتا ہوں۔ یہ روگ بجز میرے اور کسی کے بس کا نہیں"۔ یہی بھروسا تھا جس کے بل پر اُس نے چار سال کے اندر اندر برطانیہ کو یاس و ناامیدی سے نکال کر قوت و اقبال کی بلندی تک پہنچا دیا۔ پٹ کی ذات میں بہت سے عیوب تھے۔ وہ غصیلا بھی تھا کینہ توز بھی تھا اور احسان فراموشی بھی اُس کی عادت میں داخل تھی۔ لیکن اسی کے ساتھ بے غرضی حب وطن اور ہمت وجراءت کے محاسن سے بھی اُس کی سیرت مزین تھی۔ دولت جمع کرنے کے مواقع اُسے کثرت سے حاصل تھے لیکن ان موقعوں سے اُس نے کبھی فائدہ نہ اُٹھایا اور اپنے ملک کی خدمت کا حق باحسن وجوہ ادا کیا۔

ماہ جون ۱۷۵۷ء میں حکومت کی عنان اقتدار پٹ کے ہاتھوں میں آئی اور چند ہی دنوں میں اُس کی انتظامی قابلیت سے ملک کی حالت کچھ سے کچھ ہوگئی انگلستان کے طول و عرض میں فوج ردیف کی جمعیتیں تیار کی گئیں۔ قوت بحری بڑھا دی گئی اور اسکاٹلینڈ کے کوہستانیوں کی پلٹنیں مرتب کی گئیں۔ پٹ نے کلاسٹر زیون کے قابل عار معاہدے کو تسلیم کرنے سے قطعاً انکار کر دیا اور امیر کمبرلینڈ کو واپس طلب کر کے فرڈیننڈ امیر برنسوک کو جو ایک قابل اور آزمودہ کار افسر تھا برطانوی اور ہینووری فوج کی

کمان پر مقرر کیا۔ شاہ فریڈرک کے لیے ساتھ لاکھ پاؤنڈ کے سالانہ وظیفے کی منظوری دی گئی اور اس نے اب برطانیہ کی امداد کی طرف سے مطمئن ہو کر نئی ہمت اور نئی جراءت کے ساتھ اپنے دشمنوں کا مقابلہ شروع کیا۔ چنانچہ ۵ر نومبر ۱۷۵۷ء کو اس نے سیکسنی میں بمقام راسباک فرانسیسیوں اور جرمنوں کی متحدہ افواج پر فتح پائی اور

راسباک و لیوتھن کی لڑائیاں ۱۷۵۷ء۔

ایک مہینے بعد لیوتھن کے میدان میں جو صوبہ سلیشیا میں واقع ہے ایک بہت بڑی آسٹروی فوج کو شکست دی۔ ان پے در پے فتوحات نے شاہ پروشیا کا نام دنیا میں روشن کر دیا اور تاریخ میں اگر وہ فریڈرک اعظم کے لقب سے مشہور ہے تو اس کا باعث وہ شجاعت ہے جس کے بل پر اتنے دشمنوں سے اس نے اپنے ملک کو ان دنوں میں تباہ و برباد ہونے سے بچا لیا جبکہ یورپ کی طاقتوں میں پروشیا کی کوئی ہستی نہ تھی۔

پٹ نے جنگ یورپ میں اگرچہ اپنی مساعی جمیلہ سے ایک نئی روح پھونک دی لیکن اس کی توجہ کا بڑا حصہ امریکہ پر مبذول رہا کیونکہ برطانیہ کا نفع و نقصان زیادہ تر اسی سرزمین کے ساتھ وابستہ تھا۔ اس نے برطانوی نوآبادیوں کے نام اس مضمون کا پیغام روانہ کیا کہ کوبک اور مانٹریل پر حملہ آور ہونے کے لئے فوجیں فراہم کریں

کناڈا میں جنگ ۱۷۵۸ء و ۱۷۶۰ء۔

اور تمام مغربی علاقے پر قابض ہو جائیں۔ ان افواج کے مقامی افسروں کو وہی عہدے اور درجے دئے گئے جو شاہی فوج کے افسروں کو حاصل تھے اور اس ترکیب سے پٹ نے ان کا دل مٹھی میں لے لیا برطانیہ سے وہ گولی بارود ہتھیار اور رسد کے ذخیرے برابر بھیجتا جاتا تھا اور کمک کے لئے نئی کوہستانی پلٹنیں بھی روانہ کرتا جاتا تھا۔ سپہ سالاری کے منصب پر جرنیل ابر کرامبی کا تقرر عمل میں آیا اور امہرسٹ ولف اور ہو جیسے نوجوان اور اسی کے ساتھ لائق افسر اس کی ماتحتی میں دئے گئے۔ ادھر پٹ نے امیر البحر بسکاون کو ایک جنگی بیڑا دے کر شمالی امریکہ کی طرف روانہ کیا کہ لوئی برگ پر حملہ کر کے کناڈا والوں کو سمندر کی طرف سے کسی قسم کی مدد نہ پہنچنے دے۔

اس کے بعد تین سال تک کناڈا میں بڑے بڑے اہم واقعات پیش آتے رہے۔ ۲۶ر جولائی ۱۷۵۸ء کو لوئی برگ اور راس برٹن کے سارے علاقے پر

انگریزوں کا قبضہ ہوگیا۔ ۲۵ نومبر کو جرنیل فارلس اور واشنگٹن کی سرگروگی میں

قلعہ ڈوکوئین کی تسخیر
۱۷۵۸ء

کوہستانیوں اور امریکنوں کی ایک متحدہ جمعیت نے قلعۂ ڈوکوئین کو از سر نو مسخر کرلیا اور انگلستان کے نامور وزیر کے نام پر اس کا نیا نام پٹسبرگ رکھا گیا (دیکھو نقشہ نمبر، صفحہ ۴۲۵)
انگریزوں کو ٹکانڈروگا کے میدان میں البتہ ہزیمت اٹھانی پڑی اور اس معرکہ میں لارڈ ہو تو کام آیا اور جرنیل ابرکرامبی نے شکست کھائی لیکن دوسرے ہی سال یعنی ۱۷۵۹ء میں ٹکانڈروگا کراون پائنٹ اور نائگرا سب انگریزوں کے ہاتھ آگئے۔

اس اثنا میں بہادر فرانسیسی سپہ سالار مانٹ کام جسے فرانس سے بہت ہی کم کمک پہنچی تھی ولف کے مقابلہ میں کناڈا کے سب سے بڑے شہر کوئبک کی حفاظت م دانہ وار کررہا تھا کوئبک کی دریائے سینٹ لارنس کے بائیں کنارے سر بفلک چٹانوں پر واقع ہے اور اسکے عقب میں ایک اور دریا سینٹ چارلس بہتا ہے شہر کے شمال کیطرف ایک سنگلاخ سطح مرتفع جو وادی ابراہیم کے نام سے موسوم ہے پھیلتی ہوئی چلی گئی ہے۔ جنوبی حصہ نشیب میں واقع ہے اور مانٹ کام نے اپنی فوج کی صف بندی کے لئے یہی مقام تجویز کیا تھا۔ ماہ جون ۱۷۵۹ء میں جہازوں کا ایک زبردست بیڑا جرنیل ولف کی فوج کو لئے ہوے دریاے سینٹ لارنس کے دہانے میں داخل ہوکر آگے بڑھا لیکن اگرچہ اس بیڑے نے شہر پر گولہ باری بھی کی اور فوج نے جہازوں سے اتر کر حملہ بھی کیا جس میں بہت سے سپاہی کھیت رہے پھر بھی ولف سے یہ مستحکم شہر سر نہ ہوسکا۔ اس ناکامی نے ولف کو دل شکستہ کردیا۔ اس کے علاوہ فوج میں بخار پھیل گیا اور بکثرت سپاہی ضائع ہو گئے۔ وہ خود بھی بیمار ہوگیا اور اسی خیال سے اُس نے مناسب سمجھا کہ سر دست حملہ ملتوی کر دیا جائے اور موسم سرما کے گزرنیکے بعد کوئی نئی تدبیر کیجائے۔ لیکن ایک دن جب وہ کوئبک کی شمالی جانب ساحل کے کنارے کنارے دیکھ بھال کررہا تھا اُس کی نظر اتفاقاً ایک تنگ پگڈنڈی پر پڑی

تسخیر کوئبک
ماہ ستمبر ۱۷۵۹ء

جو ڈھلوان چٹان کے پہلو پر پیچ و خم کھاتی ہوئی وادی ابراہیم کی طرف جاتی تھی۔ یہ دیکھتے ہی اُس نے قصد کرلیا کہ اس رستے سے شبخون مارے اور شہر پر اچانک جا پڑے۔

ستمبر کی بارھویں تاریخ کو آدھی رات کے وقت کیل کانٹے سے لیس ہوکر اُس نے کوچ کیا اور گھنٹہ بھر بعد اُس کے سپاہی دو دو کی قطار میں شانہ بشانہ پہاڑی پر چڑھنے لگے۔ سپاہی تو بڑھے چلے جاتے تھے اور ولف انگلستان کے مشہور شاعر گرے کا وہ پر درد مرثیہ زیر لب گنگناتا جاتا تھا جو چند ہی سال قبل سپرد قلم ہوا تھا۔ جب وہ اس مصرع پر پہنچا کہ ع رہرو جادۂ عظمت کی لحد منزل ہے۔
تو بے اختیار پکار اٹھا کہ "اس نظم کا مصنف ہونا کوبک کے فاتح ہونے سے بمراتب افضل ہے" پو پھٹے رہتی ہی کہ حملہ آوروں کی قلیل التعداد جمعیت وادی ابراہیم میں پہنچ گئی۔ مانٹ کام غنیم کی اس ناگہانی تاخت سے ہکا بکا رہ گیا۔ لیکن پھر بھی اُسکے اوسان خطا نہ ہوئے اور وہ بسرعت تمام اپنی فوجیں لیئے ہوئے مقابلے کو بڑھا۔ فرانسیسی سپاہی اپنے حریفوں پر بے تابانہ جھپٹے لیکن برطانوی بندوقچیوں نے ایک ایسی باڑھ ماری کہ اُن کی صفیں چھلنی ہوکر رہ گئیں۔ مانٹ کام نے اپنی فوج کو بہتیرا اُبھارا دیا۔ اُس کے سپاہیوں کی بہادری میں بھی کلام نہ تھا لیکن وہ قواعددان اور جنگ آزمودہ نہ تھے۔ گولیوں کا مینھ برسانے کے بعد انگریزوں نے اُنھیں سنگینوں کی نوک کے آگے رکھ لیا جس سے اُن کے قدم اکھڑ گئے ولف ایک کاری زخم کھاکر اپنے ایک افسر کے آغوش میں دم توڑ رہا تھا۔ فرانسیسیوں کو میدان جنگ سے منھ موڑتے دیکھکر یہ افسر چلایا کہ "وہ بھاگے وہ بھاگے" ولف نے جب پوچھا کہ "کون بھاگے" اور افسر نے حقیقت حال بیان کی تو ولف نے خدا کا شکر ادا کیا اور کہا کہ "اب میں نہایت خوشی سے جان دیتا ہوں" بہادر مانٹ کام بھی زخمی ہوکر میدان جنگ میں کام آیا۔ عالم نزع میں جب اُسے اپنی ناکامی اور غنیم کی کامیابی کی کیفیت معلوم ہوئی تو بحسرت کہنے لگا کہ "جو کچھ ہوا اچھا ہوا شکر ہے کہ میں جیتے جی تو کوبک کو غنیم کے حوالہ ہوتے نہ دیکھوں گا" یہ دونوں بہادر سپہ سالار جو اپنے اپنے فرائض منصبی کے بجا لانے میں کام آئے پہلو بہ پہلو دفن کیئے گئے وادی ابراہیم میں ایک منارہ ان کی یادگار میں کھڑا ہے جس پر دونوں کے نام کندہ ہیں۔ اگرچہ جنگ اُس کے بعد بھی اور ایک سال جاری رہی تا آنکہ ۸ ستمبر ۱۷۶۰ء کو مانٹریل پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا

ولف اور مانٹ کام کی موت۔

لیکن کناڈا کی اصلی فتح جس نے امریکہ میں فرانسیسیوں کی قوت کا خاتمہ کر دیا انگریزوں کو کوئبک ہی کے مسخر کرنے سے حاصل ہوئی۔

اس وقت پٹ کو اپنی ذات پر جسقدر بھی فخر ہوتا کم تھا اس لیئے کہ یہ ساری کامیابیاں اسی کی مدبرانہ سرگرمی اور امداد و اعانت کا ثمرہ تھیں۔ مثل مشہور ہے کہ خدا جب دیتا ہے تو چھپّر پھاڑ کر دیتا ہے۔ اسی سال یورپ میں بھی انگریزوں کو فتح پر فتح حاصل ہوئی۔ منڈن واقع صوبہ ویسٹ فیلیا میں برطانویوں اور ہینوویریوں کی متحدہ افواج نے امیر کبیر فرڈینڈ کے زیر کمان فرانسیسیوں کو ماہ اگست ۱۷۵۹ء میں شکست دی۔ اور اسی مہینے امیر البحر بوسکاون نے پانچ فرانسیسی جہاز پرتگال کے ساحل پر لیگاس کے قریب غرق کر دیئے۔ نومبر میں امیر البحر ہاک نے فرانسیسی بیڑے کے بچے کھچے جہازوں کو فرانس کے مغربی ساحل پر خلیج کوئبران میں چلتے جھکڑ کے اندر شکست دی۔ انگریزوں کے کان ان فتح و نصرت کی خبریں سننے کے ایسے عادی ہو گئے تھے کہ سابق وزیر اعظم کا بیٹا ہارس والپول ایک جگہ تحریر کرتا ہے کہ "آج کل تو ہمکو صبح اٹھ کر سب سے پہلے یہی سوال کرنا پڑتا ہے کہ آج کس فتح کی خبر آئی کیونکہ فکر رہتی ہے کہ کہیں کسی فتح سے ہم بے خبر نہ رہ جائیں"

یورپ میں برطانوی فتوحات ۱۷۵۹ء

امریکہ و یورپ کی فتوحات کیساتھ ساتھ دنیا کے ایک دوسرے حصے سے خبر آئی کہ برطانیہ کا اقبال ایک اور اقلیم کو مسخر کر رہا ہے۔ کلایو ۱۷۵۳ء میں بیمار ہو کر گھر آیا تھا اور قلعہ سینٹ ڈیوڈ کی گورنری پر مامور ہو کر مدراس واپس گیا ہی تھا کہ زندان سیاہ کے سانحہ جانکاہ کی خبر موصول ہوئی۔ یہ خبر سنتے ہی حکومت انگلستان نے فیصلہ کر لیا کہ امیر البحر واٹسن اور کلایو کو کلکتہ کے دوبارہ تسخیر کرنے پر مامور کیا جائے۔ چنانچہ چھ مہینے بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ برطانوی جھنڈا پھر فورٹ ولیم پر لہرانے لگا اور سراج الدولہ کو مجبوراً صلح کرنی پڑی لیکن سراج الدولہ نے عہد کی پابندی نہ کی اور جب کلایو کو معلوم ہوا کہ وہ فرانسیسیوں کیساتھ مل کر انگریزوں کو بنگال سے نکالنے کے منصوبے سوچ رہا ہے اور پلاسی میں ایک بہت بڑی فوج بھی جمع کر چکا ہے[۱] تو اس نے

تسخیر کلکتہ ۱۷۵۷ء

[۱] یہ اور ہندوستان کے متعلق جو واقعات اس تاریخ میں آگے لکھے ہیں وہ بہت بقیہ مضمون صفحہ آئندہ

مصمم ارادہ کر لیا کہ سراج الدولہ کو تخت سے اُتار کر اس کے ایک افسر میر جعفر کو مسند پر بٹھائے۔ نواب سراج الدولہ کے ساٹھ ہزار کے لشکر کے مقابلے میں اگرچہ کلایو کی فوج صرف تین ہزار تھی پھر بھی اُس نے تن بہ تقدیر طرح جنگ ڈال دی اور ۲۳ جون ۱۷۵۷ء کو پلاسی کے میدان میں دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔ یہ پہلا بڑا معرکہ تھا جو ہندوستان میں انگریزوں کو پیش آیا۔ ہندوستانی فوج برطانوی توپخانے کی تاب نہ لاکر بے ترتیبی کے ساتھ پسپا ہوئی۔ سراج الدولہ نے سراسیمہ ہو کر راہ فرار اختیار کی اور میر جعفر انگریزوں کی حمایت میں مسند پر بٹھایا گیا۔ اس جنگ نے ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ کر دیا اور اس ملک میں انگریزی سلطنت کی بنیاد قائم ہو گئی

جنگ پلاسی
۲۳ جون ۱۷۵۷ء

کلایو تین سال تک بحالی امن و امان و نظم و ترتیب کی غرض سے ہندوستان میں مقیم رہا۔ اس کے بعد اس نے انگلستان کو مراجعت کی اور لارڈ کلایو کے لقب سے ملقب ہو کر طبقۂ امرائے آئرلینڈ میں داخل ہوا۔ لیکن مدراس میں جنگ کا سلسلہ ابھی تک قایم تھا۔ کرنیل آئرکوٹ نے فرانسیسیوں کو ۱۷۶۰ء میں بمقام وندواش شکست دی اور ۱۷۶۱ء میں انگریز پانڈی چیری پر قابض ہو گئے اگرچہ آگے چل کر ۱۷۶۳ء میں فصیل تڑوا کے یہ مقام فرانسیسیوں کو پھر دے دیا گیا لیکن مقامی امیروں اور فرمانرواؤں کی نظریں اب انگریزوں ہی کی طرف اُٹھنے لگیں اور انگریزوں ہی کے ظل حمایت میں آنا سلامتی کا موجب سمجھا جانے لگا۔ جب لارڈ کلایو ۱۷۶۵ء میں ہندوستان واپس آیا تو فرمانروائے سلطنت مغلیہ نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو ڈھائی لاکھ پاؤنڈ سالانہ خراج کے معاوضے میں بنگال بہار اور اڑیسہ کی سند دیوانی عطا کی جس سے انگریزوں کا اقتدار بہت بڑھ گیا۔

ہندوستان میں برطانوی قوت کا غلبہ۔

ادھر یہ واقعات پیش آ رہے تھے اُدھر برطانیہ میں صورت حالات بدل رہی تھی۔ جارج ثانی نے ۲۶ اکتوبر ۱۷۶۰ء کو وفات پائی اور اس کا پوتا

بقیہ مضمون صفحہ گزشتہ۔ بے سر و پا اور بعض بالکل غلط ہیں۔ تاریخ ہند کے طالب علم بخوبی واقف ہیں کہ سراج الدولہ کے خلاف خود کلایو نے سازش کی تھی۔ مترجم۔

پٹ کی وزارت سے علیحدگی۔ سنہ ۱۷۶۱ء

جارج ثالث اُس کی جگہ تخت نشین ہوا۔ نیا بادشاہ صلح کا خواہشمند تھا بخلاف اس کے پٹ چاہتا تھا کہ جنگ جاری رہے بلکہ وہ ہسپانیہ کے خلاف بھی جس نے خفیہ طور پر فرانس کو مدد دینے کا وعدہ کیا تھا اعلان جنگ کرنا مناسب خیال کرتا تھا۔ لیکن پارلیمنٹ جنگ کے مصارف سے تنگ آگئی تھی اور چاہتی تھی کہ کسی طرح لڑائی بند ہو جائے۔ والپول کی طرح پٹ کچی گولیاں نہ کھیلا تھا۔ یہ دیکھکر کہ اُس کی کوئی نہیں سنتا وہ وزارت ہی سے مستعفی ہو گیا اور بادشاہ نے اُسکے بجائے ۵ اکتوبر سنہ ۱۷۶۱ء کو امیر بیوٹ کا تقرر کیا۔ پٹ کی رائے صحیح ثابت ہوئی اسلئے

ہسپانیہ کے ساتھ جنگ سنہ ۱۷۶۲ء۔

کہ تین ہی مہینے بعد جنوری سنہ ۱۷۶۲ء میں برطانیہ کو ہسپانیہ کے خلاف اعلان جنگ کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ لڑائی اور ایک سال تک ہوتی رہی اور انگریزی فوج اور بیڑے نے جس کی حالت پٹ کی انتظامی قابلیت نے بہت کچھ سدھار دی تھی فرانس اور ہسپانیہ کے مقابلے میں شاندار فتوحات حاصل کیں۔ لیکن بیوٹ نے اُس وظیفے کے جاری رکھنے سے انکار کر دیا جو فریڈرک اعظم کو

صلحنامہ ہیوبرٹسبرگ فروری سنہ ۱۷۶۲ء۔

برطانیہ کی طرف سے ملا کرتا تھا اور چونکہ فریڈرک کو اب روس کی تائید حاصل ہو گئی تھی اس لئے اُس نے میریا تھریزا کے ساتھ بمقام ہیوبرٹسبرگ جداگانہ صلح کرلی جس کی رو سے سیلیشیا کا صوبہ اُس کے ہاتھ آگیا بالآخر سنہ ۱۷۶۳ء میں برطانیہ فرانس ہسپانیہ اور پرتگال کے مابین بمقام پیرس ایک معاہدہ قلمبند ہوا جس کی رو سے "جنگ ہفت سالہ" موقوف ہو گئی۔ اس معاہدے کی بنا پر برطانیہ کو کناڈا فلاریڈا اور دریائے

عہدنامہ پیرس فروری سنہ ۱۷۶۳ء۔

مسیسپی کے مشرقی جانب نیو آرلینس کو چھوڑ کر باقی تمام فرانسیسی مقبوضات مل گئے اور ہندوستان میں اب اُس کی حیثیت فرمانروایانہ ہو گئی۔ فرانسیسیوں نے منارکا بھی برطانیہ کے حوالہ کر دیا لیکن چند ہی سال بعد یہ جزیرہ اور نیز فلاریڈا ہسپانیہ کے قبضے میں آگیا۔

تیئیسواں باب
نوآبادی ہائے امریکہ کی آزادی
جارج ثالث سنہ ۱۷۶۰ء لغایت سنہ ۱۸۲۰ء
دور اول سنہ ۱۷۶۰ء لغایت سنہ ۱۷۸۴ء

جب سنہ ۱۷۶۳ء میں عہدنامۂ پیرس سپرد قلم ہوا تو جارج ثالث کو تخت انگلستان پر بیٹھے ہوئے تین سال گزر چکے تھے۔ جس سلطنت میں اُس کے نام کا سکہ چلتا تھا وہ اب ایک بڑی طاقت کے درجے پر پہنچ گئی تھی۔ ہارس والپول

دولت برطانیہ کی عظمت

نے ایک مرتبہ اپنے ایک دوست کو ایک چٹھی لکھی تھی جس کے ایک فقرے سے اس طاقت کی عظمت و وسعت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ وہ فقرہ یہ ہے۔ "آج تم اپنے وطن کو اگر واپس آؤ تو اسے پہچان بھی نہ سکو۔ جب تم گئے تھے تو یہ ایک چھوٹا سا جزیرہ تھا جس کی گزران اپنی ہی پیداوار کے ذرائع پر ہوتی تھی۔ لیکن اس وقت یہی جزیرہ ہفت اقلیم کا دارالسلطنت بنا ہوا ہے"۔ اس زبردست اور عظیم الشان قلمرو کی حکومت جارج ثالث کے حصے میں ضرور آئی مگر اسی کے ساتھ وہ ایسے بادشاہوں کا جانشین ہوا جنھیں بہت کم اقتدار حاصل تھا۔ چنانچہ ایک موقع پر جارج ثانی کو کہنا پڑا کہ انگلستان کی بادشاہی تو اصل میں یہاں کے وزیر کرتے ہیں"۔ ان وزرا کا تعلق ملک کے اُن بڑے بڑے وھگ خاندانوں سے تھا جو پارلیمنٹ میں آدھے مبعوثین منتخب کرکے بھیجتے تھے اور جب کبھی انھیں کوئی قانون نافذ کرنا منظور ہوتا تھا تو باقی مبعوثین کی رائیں بھی روپیہ دے دلاکر خرید لیا کرتے تھے۔ اُن کے دربار شاہانہ کروفر کے ساتھ منعقد ہوتے تھے اور تمام وہ لوگ جنھیں کسی سرکاری عہدے کی تمنا یا حکومت کی کسی اور نوازش کی آرزو ہوتی تھی ان درباروں میں حاضر ہونا اپنا فرض سمجھتے تھے اس لئے کہ فرمانروایان وقت کو بدیسی ہونیکے باعث

زیادہ تر اپنے وزراہی کے صلاح و مشورہ پر کاربند ہونا پڑتا تھا۔ اس طور پر
رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ قوم کی طرف سے پارلیمنٹ کے آزادانہ
انتخاب کا دستور موقوف ہوگیا اور بادشاہ کو بھی پارلیمنٹ پر کچھ بہت زیادہ اختیار
باقی نہ رہا۔ غرض برطانیہ کے نظام حکومت میں اب وہی پرانی شان نظر آنے
لگی جو "جنگ گلاب" کے وقوع میں آنے سے پہلے تھی کہ حکومت کا کاروبار ملک
کے بڑے بڑے امرا چلاتے تھے۔ جارج ثالث کے عہد کے پہلے بیس سال کی
سیاسی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دور دو بڑی کشمکشوں میں صرف
ہوا۔ بادشاہ کی طرف سے تو یہ جد و جہد ہوتی رہی کہ کسی طرح وزرا کے مقابلے
میں اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کو ازسرِ نو حاصل کرے اور قوم کی جانب سے
نہ صرف برطانیہ بلکہ امریکہ میں ان حملوں کی مزاحمت ہوتی رہی جن سے اس
کی آزادی کے سلب ہو جانے کا اندیشہ تھا۔

اسی کے ساتھ خود قوم کی حالت میں ایک تغیر عظیم پیدا ہو رہا تھا۔
ایجادات و اکتشافات کے دور کی ابتدا ہونے لگی تھی۔ ہاتھ کی محنت کی جگہ
کلوں نے لے لی تھی۔ اور اسی کا نتیجہ تھا کہ صنعت و حرفت کے کارخانوں کی
روزافزوں ترقی کی بدولت آیندہ پچاس سال کی مدت کے اندر اندر ان مقامات
میں بڑے بڑے شہر آباد ہو گئے جہاں پہلے کوئی بستی موجود نہ تھی۔ ۱۷۶۱ء میں
ایک نئے نال کی ایجاد کے باعث جلاہے معمول سے دگنا کپڑا بننے کے قابل
ہو گئے۔ ۱۷۶۷ء میں ہارگریوز نے ایک نئی وضع کا چرخہ کلیں اور دخانی طاقت
اور آرکرائٹ نے کاتنے کی ایک اور کل ایجاد کی۔ اس کے چند ہی سال بعد
ڈاکٹر کارٹ رائٹ نے دخانی کارگاہ بنائی اور اب پارچہ بافی کا کام ہاتھ کی
بجائے کل سے لیا جانے لگا۔ جہلانے اول اول ان ایجادات کی سخت مخالفت
کی۔ کلوں کو توڑ پھوڑ ڈالا۔ تیلی گھروں کو آگ لگا دی اور نئے کارخانوں کی تباہی
میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ مخالفت کم ہوتی گئی اور چند ہی سال میں
سوت کاتنے اور کپڑا بننے کی صنعتیں بہت کچھ رونق پکڑ گئیں۔ اس کے بعد یہ راز
دریافت ہوا کہ معدنی کوئلے سے کچے لوہے کو صاف کرنے کا کام لیا جا سکتا ہے

اور ۱۷۶۹ء میں واٹ نے دخانی انجن ایجاد کیا۔ اس پر شمالی علاقے میں کوئلے کی
کانوں کے قرب وجوار میں لوہے کے بڑے بڑے کارخانے قائم ہو گئے۔ غرض
انگلستان کے باشندے اب اپنی پوری توجہ کارخانوں کے قیام اور مصنوعات پر

نہروں کا احداث ۱۷۶۱-۱۸۰۵ء

صرف کرنے لگے تھے۔ صرف ایک مشکل باقی رہ گئی تھی کہ مال
ایک مقام سے دوسرے مقام اور بندرگاہوں تک کس طرح
پہنچایا جائے۔ لیکن اس مشکل کو ایک بڑی حد تک امیر کبیر
برج واٹر کی مستعدی نے رفع کر دیا۔ ۱۷۵۹ء میں امیر موصوف نے پارلیمنٹ سے
منظوری حاصل کی کہ وارسلی سے جہاں اس کی کوئلے کی کانیں تھیں مانچسٹر تک ایک
چھ میل لمبی نہر تیار کرے۔ شروع شروع میں اس کی یہ تجویز شیخ چلی کا منصوبہ سمجھی گئی
اس لیئے کہ مجوزہ نہر صرف اروِل کی گھاٹیوں کو صرف اسی صورت میں عبور
کر سکتی تھی کہ دو سو گز لمبا پل نما راج بہا ان گھاٹیوں پر تعمیر کیا جائے لیکن جب
مشہور و معروف انجینیر برنڈلے کی ہنرمندی اس مشکل پر غالب آ گئی تو نہر مذکور
ایسی کامیاب ثابت ہوئی کہ اس کی دیکھا دیکھی دوسری نہریں بھی بہت جلد بنالی
گئیں اور طول و عرض انگلستان میں مال کا لانا لے جانا نہروں کے راستے
کشتیوں میں ہونے لگا۔

صنعت و حرفت کی اس ترقی کا نتیجہ یہ ہوا کہ آبادی بہت جلد بڑھ گئی
اور اشیائے خوردنی کا بھاؤ چڑھ گیا۔ آج کل کی طرح اس زمانے میں اناج اور
دوسرے سامان خوردونوش کے ذخیرے غیر ممالک سے نہیں آتے تھے اس لیئے
کہ ایسے مال درآمد پر حکومت بھاری محصول لگاتی تھی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ سنہ ۱۷۶۰ء
سے لے کر ۱۷۶۴ء تک جس اناج کی قیمت کا اوسط تیس شلنگ فی کوارٹر تھا
آیندہ پانچ سال میں ڈیوڑھے دام پاکر پینتالیس شلنگ فی کوارٹر کے حساب سے
فروخت ہوا اور اس نرخ میں بھی آیندہ پچاس سال تک برابر روز افزوں اضافہ
ہوتا رہا۔ جن کسانوں کو کاشتکاری کے بہترین طریقے یاد تھے انھوں نے اس
موقع سے خاطر خواہ فائدہ اٹھا کر ہاتھ رنگ لیئے۔ اناج۔ چارہ۔ شلغم۔ اور
دوسری جڑیلی ترکاریوں کے بونے کے لیئے ہر سال بنجر زمین کے بڑے بڑے

رقبے آباد کیئے جانے لگے سنہ ۱۷۶۰ء سے لے کر سنہ ۱۷۷۴ء تک چودہ سال کے عرصے میں سات سو سے کم قوانین حدبندی اراضی نہ جاری کئے گئے ہوں گے۔ ان قوانین

حدبندی اراضی افتادہ سنہ ۱۷۶۰ء لغایت سنہ ۱۷۷۴ء

کا اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ زمین کی کاشت بہتر طریقے پہ ہونے لگی اور صاف ستھری سڑکیں بھی بن گئیں جن کی وجہ سے ڈاکوؤں اور لٹیروں کے نشیمن اجڑ گئے۔ لیکن اس نفع کے مقابلے میں یہ ایک نقصان بھی ہوا کہ چراگاہوں کا رقبہ بہت گھٹ گیا۔ مزدوری پیشہ لوگ پہلے غیر آباد زمینوں میں اپنے گھوڑے اور گائیں چرنے کے لیئے چھوڑ دیا کرتے تھے۔ اب یہ زمینیں زیر کاشت آ گئیں۔ اور چونکہ خوراک اور لباس کی قیمت پہلے کی بہ نسبت بہت بڑھ گئی تھی اس لیئے اُن کی حالت ایسی اچھی نہ تھی جیسی سو سال پہلے تھی اب اس مشکل کا آغاز ہوا جس کی پیچیدگیاں آج کے دن تک بڑھتی رہی ہیں یعنی جو دولتمند تھے وہ زیادہ دولت مند ہوتے گئے اور جو مفلس تھے اُنکی قلاشی اور

افلاس اور قلاشی کا اضافہ

بھی بڑھتی گئی۔ قانون مساکین جو الزبتھ کے عہد میں مفید ثابت ہوا تھا (دیکھو صفحہ ۲۶۲) اب محنت کرنے والی آبادی کے حق میں اجیرن ہو گیا کیونکہ غربا و مساکین کی معاش کا بار انھیں پر پڑنے لگا تھا اب وہ وقت آن پہنچا کہ اہل انگلستان کی معاش کا انحصار کھیتی پر نہ رہا۔ کارخانہ دار لکان کن اور تجارت پیشہ جماعتیں بہت بڑھ گئیں۔ بحری چنگی غیر ممالک کے ساتھ تجارتی معاہدات اور مقامی محصولات ایسے مسائل تھے جو زراعت اور اس کے متعلقات سے زیادہ اہم سمجھے جانے لگے اور ان مسائل میں نہ صرف متمول کارخانہ دار تاجر اور زمیندار دلچسپی لینے لگے بلکہ اہل حرفہ اور کارخانوں کے دستکاروں کو بھی ان کے ساتھ شغف ہو گیا۔ ان تمام مسائل کا تصفیہ پارلیمنٹ

طبقۂ متوسط کی روز افزوں اہمیت

کرتی تھی اور پارلیمنٹ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں ان بڑے بڑے زمینداروں اور اُن کے طرفداروں سے مرکب تھی جن کا انتخاب قوم کی طرف سے نہ ہوتا تھا حالانکہ وہ قوم ہی کے مبعوث سمجھے جاتے تھے اور اسی حیثیت سے من مانے قوانین وضع کر لیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس عہد میں دارالعوام کی طرف سے جب کوئی قانون

نافذ ہوا تو جمہور کی جانب سے سخت ہنگامہ بلند ہوا اور ملک بھر میں ہنگامے اور فتنے بپا ہوگئے۔

لیکن اول اول سب سے بڑی کشمکش بادشاہ اور اُس کے وزرا کے درمیان ہوئی۔ جارج ثالث جی میں یہ ٹھان کر تخت پر بیٹھا تھا کہ اپنے آگے کسی کی چلنے نہ دے گا۔ اُس کے باپ فریڈرک شہزادۂ ویلز کا ۱۷۵۱ء میں انتقال ہوچکا تھا اور تخت سلطنت اُسے براہ راست اپنے دادا جارج ثانی سے ترکے میں پہنچا تھا۔ اُس کی ماں ایک بلند حوصلہ جرمن شہزادی تھی جس کی سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ اُس کا بیٹا حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر رعایا کے ساتھ پدرانہ شفقت کا برتاؤ کرے چنانچہ وہ ہمیشہ بیٹے کو یہی نصیحت کیا کرتی تھی کہ جارج یاد رکھ تو بادشاہ کا بیٹا ہے بادشاہ بن کر دکھا۔ اس نصیحت کا جارج کے دل پر خاص اثر ہوا اور اپنے طویل شصت سالہ عہد حکومت میں وہ برابر اس پر عمل کرتا رہا۔ وہ ایک سیدھا سادا نیک دل اور پابند مذہب شخص تھا جسے لگی لپٹی نہ آتی تھی۔ بی بی بچوں کے ساتھ وہ الفت اور شفقت سے پیش آتا تھا۔ ملکہ شارلوٹ کے بطن سے خدا نے اس کو پندرہ بچے دیئے تھے۔ اور اس کی خانگی زندگی ایسے امن وسکون کے ساتھ بسر ہوتی تھی کہ گھر میں کبھی کوئی فساد یا جھگڑا نہ ہونے پاتا تھا۔ جنون کے دورے اُسے بھی کبھی کبھی اُٹھا کرتے تھے۔ مگر وہ زبان پر حرف شکایت لائے بغیر اس مصیبت کو صبر وشکر کے ساتھ برداشت کرتا تھا۔ انھیں خصائل کی بدولت رعایا اُسے عزیز جانتی اور اس کا ادب کرتی تھی اور جب اُس کا نام زبان پر آتا تھا تو لوگ لبسا اوقات اُسے "ہمارا پیارا بادشاہ جارج" کہہ کر پکارتے تھے لیکن ان خوبیوں کے ساتھ وہ تنگ نظر کم فہم سخن پرور اور خود رائے بھی تھا۔ کبھی کسی کی رائے نہ مانتا بلکہ اپنی ہی مرضی پر چلتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اُس سے بڑی بڑی غلطیاں ہوجاتی تھیں۔ برطانیہ کو اس کی ذات سے یہ فائدہ ضرور پہنچا کہ اہل انگلستان کے اطوار بہتر ہوگئے مذہب کا پہلے کی بہ نسبت زیادہ ادب و احترام کیا جانے لگا اور رعایا مجموعی حیثیت سے زیادہ وفادار ہوگئی لیکن اس میں بھی

جارج ثالث کی سیرت

کلام نہیں کہ پارلیمنٹ پر غلبہ حاصل کرنے کے لیئے اُس نے بازار رشوت گرم کر دیا۔ آئرلینڈ کے حق میں عدل و انصاف کو بالائے طاق رکھ دیا بردہ فروشی کی تائید کی اور امریکن نوآبادیاں اُس کے عہد حکومت میں انگلستان کے ہاتھ سے نکل گئیں ؛

ہم دکھا چکے ہیں کہ تخت پر بیٹھتے ہی جارج ثالث نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ پٹ کو وزارت سے الگ کر کے خود اپنے اتالیق لارڈ بیوٹ کو وزیراعظم مقرر کیا تاکہ فرانس کے ساتھ صلح کی جا سکے یہ کارروائی اُس نے کچھ اس وجہ سے نہ کی تھی کہ اُسے جنگ ناپسند تھی بلکہ وہ فریق وہگ کا اقتدار سلب کرنے کے لیئے قوت پیدا کرنی چاہتا تھا۔ فریق ٹوری کو اب خاندان اسٹوارٹ کے برسرحکومت ہونے کی

بیوٹ کے عہد وزارت میں فریق ٹوری کا احیا۔

طرف سے قطعاً ناامیدی ہو چکی تھی اور یہ جماعت ایک ایسے بادشاہ کا ساتھ دینے کے لیئے آمادہ نظر آتی تھی جو خاک انگلستان سے پیدا ہوا تھا۔ غرض جارج ثالث نے شاہی اختیارات سے کام لے کر ایک جماعت ایسے اشخاص کی تیار کر لی جو بادشاہ کے ہواخواہ کہلاتے تھے۔ ہنری فاکس جو ایک زیرک وطباع لیکن بے اصول مدبر تھا بیوٹ کے ساتھ مل گیا اور اس کی طرف سے وعدہ ہوا کہ صلح کی تائید میں دارالعوام کے غلبۂ آرا کا انتظام کسی نہ کسی طرح کر لیا جائے گا۔ فاکس کی تدبیر کارگر ہوگئی۔ سنہ ۱۷۶۲ء میں صیغۂ اغراض خفیہ کے موازنہ میں سے پورے بیاسی ہزار پاؤنڈ کی رقم اراکین دارالعوام کی مٹھی گرم کرنے پر صرف کی گئی اور پٹ کی مخالفت کے باوجود بینسٹھ آرا کے مقابلہ میں تین سو انیس آرا کے غلبے سے فرانس کے ساتھ صلح کرنے کا فیصلہ ہوگیا ؛

لیکن لارڈ بیوٹ کی وزارت زیادہ دنوں قائم نہ رہنے پائی۔ وہ اسکاٹلینڈ کا متوطن تھا اور اسکاٹلینڈ والوں کو انگریز اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے اس لیئے کہ سنہ ۱۷۴۵ء کی بغاوت کے وقت سے انگلستان میں اسکاٹلینڈ کا ہر باشندہ جیمز کا طرفدار سمجھا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ بیوٹ پر بادشاہ کی ماں کی خاص نظر عنایت تھی اور اس بات کو لوگ اچھا نہ سمجھتے تھے اسکی بے عنوانیاں اس حد تک

لارڈ بیوٹ کا استعفا۔

بڑھ گئی تھیں کہ اُس نے تمام سرکاری ملازموں کو جو فریق وھگ سے مقرر کیئے ہوئے تھے یک قلم برطرف کر دیا یہاں تک کہ دفاتر کے چھوٹے چھوٹے اہلکاروں اور سررشتۂ آبکاری کے کارندوں کو بھی موقوف کر دیا اور سیب کی شراب پر ایک نیا محصول لگا دیا جس کی وجہ سے عوام میں بڑی ناراضی پھیل گئی۔ بیوٹ ایسا بدظن ہوگیا تھا کہ عرصۂ دراز تک گلی کوچوں میں سے گزرتے وقت پہلوانوں کی ایک جمعیت کو وہ حفاظت کے لیئے اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ آخر عوام میں اُس کی مخالفت یہاں تک بڑھ گئی کہ اُس نے گھبرا کر استعفا دیدیا۔

بیوٹ کے بعد جارج گرینول جو فریق وھگ سے تعلق رکھتا تھا وزیر اعظم مقرر ہوا لیکن اس کی وزارت بھی کچھ زیادہ کامیاب نہ ثابت ہوئی اور بادشاہ کو جلد معلوم ہو گیا کہ اس شخص پر قابو پانا آسان نہیں۔ گرینول کے بے لوث اور نیک نیت ہونے میں کلام نہیں لیکن اس کا طرز عمل انگلستان اور امریکہ دونوں ملکوں میں خرابیاں پیدا کیئے بغیر نہ رہا۔ پہلی مشکل جو اُسے پیش آئی اس میں چنداں اس کا قصور نہ تھا

گرینول کی وزارت ۱۷۶۳ء

بات صرف یہ تھی کہ اجلاس پارلیمنٹ کے التوا کے موقع پر بادشاہ نے جو تقریر کی تھی اس پر اخبار "نارتھ برٹن" کے پینتالیسویں نمبر میں بڑی سخت لے دے ہوئی۔ اس اخبار کا مدیر ایک ناکارہ مگر ہر دلعزیز شخص ولکس نامی تھا جو پارلیمنٹ میں حلقۂ ایلسبری کا مبعوث تھا گرینول نے ایک عام حکمنامہ اس مضمون کا جاری کیا کہ اخبار مذکور کے مضمون نگاروں چھاپنے والوں اور اشاعت کرنے والوں کو گرفتار کر لیا جائے چنانچہ ولکس اور اڑتالیس دوسرے اشخاص پکڑ کر حوالات میں بند کر دیئے گئے لیکن قانون تحفظ ذاتی کے تحت میں ولکس نے جلد ہی آزادی حاصل کر لی اور آزاد ہوتے ہی سرکار پر مقدمہ دائر کر دیا کہ کیوں اُس نے پارلیمنٹ کے ایک رکن کو گرفتار کیا اور ایک ایسا عام حکمنامہ جاری کر دیا جس میں گرفتار ہونے والے اشخاص کے نام بصراحت درج نہ تھے یہ مقدمہ تو اس نے جیت لیا لیکن پارلیمنٹ نے ازالۂ حیثیت عرفی کی علت میں نئے سرے سے اس کا چالان کیا۔ اُس پر ملک میں بڑی خطرناک

ولکس کی گرفتاری عام حکمنامجات گرفتاری ہوئی

شورشیں برپا ہوگئیں۔ عوام الناس نے "ولکس کی جے" اور "آزادی کی فتح" کے نعرے بلند کیے شروع کیئے اور بادشاہ اور اُس کی ماں کے خلاف اس کثرت سے تہتک آمیز مضامین شائع ہوئے کہ دو سو اہل مطابع سپرد فوجداری کیئے گئے ولکس ایک دست بدست مقابلے میں زخمی ہوا اور چونکہ پارلیمنٹ نے اُسے دائرۂ قانون سے خارج کر دیا تھا اس لیئے وہ فرار ہو کر فرانس چلا گیا۔

یہ ہنگامہ فرو ہوا ہی تھا کہ گرینول سے ایک اور غلطی سرزد ہوئی جس نے امریکہ کی نو آبادیوں کے ساتھ جھگڑے کی بنیاد قائم کر دی۔ امریکہ میں بسنے والے برطانوی ایک مدت دراز سے اپنے ملک کا انتظام دراصل خود کرتے چلے آتے

نو آبادیہائے امریکہ کے ساتھ جھگڑے کی ابتدا۔

تھے اور برطانوی وزرا اُن کے معاملات میں بہت کم دخل دیتے تھے لیکن گرینول نے یہ روش بدل کر اپنا سکہ اُن پر بٹھانا چاہا اور نتیجہ یہ ہوا کہ امریکہ ہی انگریزوں کے قبضے سے نکل گیا۔ نو آبادیوں کے لیئے انگلستان کی پارلیمنٹ نے یہ قانون وضع کر رکھا تھا کہ بجز برطانیہ کے وہ اور کسی ملک کے ساتھ تجارت نہ کرنے پائیں۔ اس احمقانہ قانون کی پابندی سے یہ لوگ ایک عرصے تک پہلو تہی کرتے رہے اور ہسپانوی امریکہ کے ساتھ تجارت کر کے بہت منافع اٹھاتے رہے گرینول نے قانون کی اس خلاف ورزی کو روکنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اور چونکہ گزشتہ جنگ امریکہ کے مصارف کی وجہ سے انگلستان بہت کچھ زیر بار ہو گیا تھا اس لیئے ساتھ ہی ساتھ

قانون کاغذ ممہور ۱۷۶۵ء

توفیر مداخل شاہی کیلیئے اُس نے قانون کاغذ ممہور کے نام سے ایک نیا قانون جاری کرنا چاہا جس کی رو سے یہ بات لازمی قرار پا گئی کہ امریکہ میں تمام قانونی دستاویزات پر ایسے اسٹامپ چسپاں ہوا کریں جس طرح انگلستان میں عملدرآمد تھا۔ اس پر یہ لوگ بہت بگڑے۔ یہ بات تو سراسر قرین انصاف تھی کہ اہل امریکہ ایک ایسے جھگڑے کے اخراجات میں انگلستان کے ساتھ اپنے حصے کے موافق شریک ہوں۔ جو انھیں کے فائدہ کے لیئے مول لیا گیا تھا لیکن یہ امر بھی نظر انداز ہونے کے قابل نہیں کہ وہ اپنے محصول آپ ہی تجویز کرنے کے عادی تھے اور اگر یہ محصول

انھیں خود ہی وصول کر لینے دیئے جاتے تو وہ رقم مطلوبہ بطیب خاطر انگلستان کو دیدیتے غرض انھوں نے قانون مذکورہ کے نفاذ کے خلاف ایک محضر پیش کیا لیکن حکومت برطانیہ نے اس پر مطلق توجہ نہ کی اور قانون کاغذ مہور ۱۷۶۵ء میں نافذ ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ریاست ورجینیا کی دیکھا دیکھی امریکہ کے تمام باشندوں نے ہر قسم کے برطانوی مال کی خریداری ترک کرنے کا آپس میں عہد کر لیا اور انگلستان کے بہت سے کارخانے تباہ ہو گئے ٭

انھیں ایام میں بادشاہ کو پہلی مرتبہ جنون کا دورہ اٹھا۔ جب چند دن کے بعد اس کا مزاج درست ہوا تو اس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ایک قانون نیابت نافذ کیا جائے تاکہ اگر اسے پھر مرض لاحق ہو تو نائب السلطنت ہونے کی حیثیت سے اس کی علالت کے دوران میں کوئی شخص حکمرانی کے فرائض انجام دے سکے۔ مسودہ قانون مجوزہ میں بادشاہ کی ماں کا نام درج نہ ہونے پایا۔ اس پر بادشاہ اس قدر برہم ہوا کہ گرینول کو مجبوراً مستعفی ہونا پڑا ٭

مسودۂ قانون نیابت ۱۷۶۵ء

قلمدان وزارت اب لارڈ راکنگھم کو ملا اور اس نے قانون کاغذ مہور کو جس نے نو آبادیوں میں ایسی سخت بد دلی پھیلا رکھی تھی منسوخ کرنے کا قصد کر لیا پٹ ان دنوں بیمار تھا لیکن علالت کے باوجود اس نے پارلیمنٹ میں آکر ایک پرجوش تقریر کی اور کہا کہ نو آبادیہائے امریکہ کا کوئی نائب پارلیمنٹ میں موجود نہیں جو اس بات کی نگرانی کر سکے کہ وہاں جو محصول لگائے جاتے ہیں وہ واجبی ہیں یا غیر واجبی۔ ایسی حالت میں برطانیہ کو امریکہ والوں پر محصول لگانے کا کوئی حق نہیں۔ پس قانون کاغذ مہور قطعاً اور فوراً منسوخ ہو جانا چاہیئے۔ غرض قانون منسوخ ہو گیا۔ لارڈ گریفٹن وزیر اعظم مقرر ہوا اور بادشاہ کی استدعا پر پٹ مجلس وزرا میں شریک ہو گیا ٭

تنسیخ قانون کاغذ مہور ۱۷۶۶ء

لیکن پٹ کا قدیم رسوخ اب باقی نہ رہا تھا۔ امارت کا درجہ قبول کرنے اور دارالامرا میں امیر چیتھم کی حیثیت سے شریک ہونے کے باعث وہ اس پر اپنے اثر کو

کھو بیٹھا تھا جو اُسے کبھی عوام کے "وکیل اعظم" ہونے کی بدولت حاصل تھا اُس کے علاوہ اس کی صحت ایسی خراب تھی کہ اپنی خدمات کی انجام دہی اس کے لیئے دو بھر تھی۔ اُس کی غیبت میں وزیر خزانہ ٹون شینڈ نے اس خیال سے کہ پارلیمنٹ نے قانون کا غذ مہور کو منسوخ کر کے اپنی کمزوری کا ثبوت دیا ہے ایک نیا قانون مالگزاری جاری کر دیا جسکی رو سے چاء شیشہ سرخ اور سفید سیسے نقاشی کے رنگ اور کاغذ جس کی درآمد امریکہ میں ہوتی تھی محصولات عائد کر دیئے گئے۔ اور اس طور پر وہاں کے لوگوں میں پھر ناراضی پیدا ہو گئی ٭

ٹون شینڈ کا قانون مالگذاری ۱۷۶۷ء

پھر بھی امریکہ میں بسنے والوں کے دل سے اپنے پرانے وطن کی یاد محو نہ ہوئی تھی اور یہی وجہ تھی کہ اس وقت تک وہاں کوئی ہنگامہ برپا نہ ہوئے پایا فساد اگر ہوا تو خود انگلستان میں ہوا جہاں پارلیمنٹ اور قوم کے باہمی تعلقات بہت ہی کشیدہ ہو گئے ۱۷۶۹ء میں ولکس انگلستان واپس آیا اور حلقہ مڈل سیکس کی طرف سے جہاں کے انتخاب کنندہ نسبتہً زیادہ آزاد واقع ہوئے تھے منتخب ہوا۔ بادشاہ اس پر ایسا برافروختہ ہوا کہ حکومت نے اس کے اصرار سے مداخلت کی اور ولکس ازالہ حیثیت عرفی کی اُسی پرانی علت میں جس نے اُسے چند سال قبل فرانس میں پناہ لینے پر مجبور کیا تھا قید کر دیا گیا۔ لندن میں اب سخت بلوہ ہو گیا اور ایک بلوائیوں کی دھمکیوں سے مجبور ہو کر ہر شخص کو ولکس کے انتخاب کی تقریب پر اپنے گھر میں چراغاں کرنا پڑا۔ سفیر آسٹریا گاڑی سے کھینچ کر نیچے اتار لیا گیا اور اس کے جوتے کے تلوں پر کھریا مٹی سے "نمبرہ ۴۵" کا نشان بنا دیا گیا۔ شاہی عدالت کی حوالات پر جس میں ولکس قید تھا عوام الناس کے ہجوم نے اس تندہی سے حملہ کیا کہ سرکاری حکام کو باضابطہ طور پر قانون مفسدہ سنانا پڑا اور اس کے بعد متعدد اشخاص گولی کا نشانہ بنائے گئے۔ ان تمام واقعات کے پیش آنے پر بھی دارالعوام کو برابر اسی بات پر اصرار رہا کہ ولکس اجلاس پارلیمنٹ میں شریک ہونے کا ہرگز اہل نہیں چنانچہ باقاعدہ طور پر اس فیصلہ کا اعلان بھی کر دیا گیا۔ اور جب باوجود اس انتباہ کے ولکس کا انتخاب ایک نہ دو بلکہ چار مرتبہ پے در پے

ولکس کا انتخاب حلقہ مڈل سیکس کی طرف سے ۱۷۶۹ء

انتخاب کنندوں کے حقوق میں پارلیمنٹ کی دست اندازی

عمل میں آیا تو پارلیمنٹ نے ایک ایسا طرزِ عمل اختیار کیا جس کا اسے کوئی حق نہ تھا یعنی ولکس کے مدمقابل کرنیل لٹرل کے باضابطہ طور پر منتخب ہوجانے کا اعلان کردیا حالانکہ ۱۱۴۳ آرا کے مقابلے میں اُس نے صرف ۲۹۶ رائیں حاصل کی تھیں۔ انتخاب کنندوں کے حقوق میں اس سے بڑھ کر مداخلت ہونی ممکن نہ تھی۔ پارلیمنٹ اگر اپنے ارکین کو خود ہی نامزد کرلیا کرے تو قوم کو اپنے قوانین کے وضع کرنے میں کیا اختیار باقی رہ جاتا ہے۔ غرض ساری قوم کو اس واقعے پر ایسا اشتعال ہوا کہ جب بادشاہ پارلیمنٹ کا اجلاس برخاست کرنے کے لیئے ایوان پارلیمنٹ میں داخل ہوا تو اس کی علانیہ توہین کی گئی اور اس پر سوقیانہ آوازے کسے گئے۔ اور جب ماہ اپریل ۱۷۷۰ء میں ولکس قید سے رہا ہوا تو "مینشن ہاؤس" (بیت الجمہور) کے سامنے کی دیوار پر لفظ "آزادی" تین فٹ روشن موٹے حرفوں میں جھلکتا ہوا نظر آیا اور ولکس کو شہر لندن کا "پنچ" (الڈرمین) منتخب کرلیا گیا۔

دوسرے سال ماہ فروری ۱۷۷۱ء میں پارلیمنٹ کا قوم کے ساتھ ایک اور جھگڑا ہوا اور اس نزاع میں بھی پالا ولکس اور عوام الناس ہی کے ہاتھ رہا۔ ۱۶۹۵ء سے جو اخبارات کی آزادی کا سال ہے آزاد اخبارات کی تعداد میں برابر اضافہ ہوتا چلا آیا تھا۔ ایک فقط لندن ہی میں سترہ اخبار شائع ہوتے تھے۔ اور اگرچہ یہ بات دارالعوام کی ایک مستقل ہدایت کے خلاف تھی کہ اس کے کسی

پارلیمنٹ کی روئداد کی اشاعت ۱۷۷۱ء

اجلاس کی کارروائی کسی اخبار میں چھپے پھر بھی اراکین دارالعوام کی اکثر اہم تقریریں بہت سے اخبارات میں برابر شائع ہوتی رہتی تھیں۔ چونکہ کسی اخبار کے آدمی کو پارلیمنٹ میں آکر اس کی روئداد قلمبند کرنے کی اجازت نہ تھی اس لیئے اخباروں کے بیانات غلط اور ایک طرفہ ہونے کے علاوہ اراکین دارالعوام کی اہانت کا پہلو لیئے ہوئے ہوتے تھے۔ غرض پارلیمنٹ نے اس خرابی کو دور کرنا چاہا اور "اسپیکر" (صاحب النطق) کے حکم سے آٹھ اخبار والے ایسے غلط بیان چھاپنے کے جرم میں گرفتار کرلیئے گئے ان میں سے دو نے عدالت میں مرافع دائر کیا اور ولکس اور ایک اور ناظم عدالت

آلیور نے ان کے عذرات سن کر دونوں کو اس بنا پر بری کر دیا کہ قانوناً ان پر کوئی جرم ثابت نہ تھا۔ ایک اور ناظم عدالت مارٹن نے جسے شہر کی عصابرداری کا منصب حاصل تھا خود صدر بیت العوام کے اردلی ہی کو اس الزام میں حوالات میں بھیج دیا کہ اخبار والوں کی گرفتاری کے حکمنامہ پر شہر کے کسی ناظم فوجداری کے دستخط ثبت نہ تھے۔

اس پر اہل لندن اور پارلیمنٹ میں شدید نزاع پیدا ہو گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رئیس بلدیہ اور آلیور قلعے میں قید کر دیئے گئے۔ ان کی گرفتاری سے شہر والوں میں بڑا جوش پھیل گیا۔ رستے میں دونوں طرف عوام الناس کا ایک جم غفیر تحسین و آفرین

اہل شہر اور پارلیمنٹ میں جھڑپ

کے نعروں سے ان کی مشایعت کے لیئے موجود تھا اور جب چھ ہفتے کے بعد یہ قید سے چھوٹے تو سارے لندن میں اس تقریب پر چراغاں کیا گیا۔ اس اثنا میں اخبار والے برابر آزاد رہے اور اس جنگ میں میدان آخر انھیں کے ہاتھ رہا اس لیئے کہ اس دن سے لے کر آج کے دن تک پارلیمنٹ کی کارروائی اخبارات میں برابر شائع ہو رہی ہے اور کسی کی طرف سے اس میں دست اندازی نہیں ہونے پائی۔ اس کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں اچھے اچھے اخبار نکلنے شروع ہو گئے۔ اخبار "مارننگ کرانیکل"

صحافت دور جدید

اول اول ۱۷۶۹ء میں شائع ہوا۔ "مارننگ پوسٹ" ۱۷۷۲ء میں نکلا۔ اور "ٹائمز" ابتداءً ایک چھوٹی سی مربع تقطیع پر ۱۷۸۵ء میں جاری ہوا۔ ۱۷۷۴ء میں حلقۂ مڈل سیکس کی طرف سے ولکس کا انتخاب مکرر عمل میں آیا اور اس مرتبہ اُسے پارلیمنٹ میں آنے کی اجازت مل گئی۔ ۱۷۸۲ء میں پارلیمنٹ نے علانیہ اعتراف کر لیا کہ کرنیل لٹرل کے انتخاب کے مسئلے میں مداخلت کا جو طریقہ اس نے اختیار کیا وہ غلط اور ناروا تھا اور اس غلطی کی تلافی اس طرح کی کہ اپنے روزنامچے سے اس واقعے کی ساری روئداد خارج کر دی۔

اس تمام اثنا میں اہل امریکہ کی بے چینی برابر بڑھ رہی تھی۔ ۱۷۷۰ء میں لارڈ نارتھ وزیر اعظم مقرر ہوا اور بادشاہ کے اشارے پر چلنے لگا امیدواران لطف و کرم اب دیوان وزارت کے بجائے ایوان شاہی کا طواف کرنے لگے اور جارج کو اتنی مدت کے بعد یہ اطمینان

نوآبادیہائے امریکہ میں بے چینی۔ ۱۷۷۰ء

نصیب ہوا کہ اب "میں حقیقی معنوں میں بادشاہ ہوں"۔ غرض اس نے اپنے جی میں ٹھان لی کہ جو ہو سو ہو امریکہ کے بسنے والوں پر اپنی بادشاہی کا حق منوا کر چھوڑے گا اس رائے میں پارلیمنٹ اور ساری قوم کو بھی اس سے اتفاق تھا۔ انگریزوں نے اصل میں نو آبادیوں کو اپنی ذاتی جائداد سمجھ رکھا تھا اور اس بات کو بالکل بھلا دیا تھا کہ جن لوگوں نے کڑیاں جھیل کر اور مشقتیں اٹھا کر کالے کوسوں دور نئے گھر جا بسائے ہیں انھیں اپنی محنت کا ثمرہ سب سے اول ملنا چاہیے۔ امریکہ کچھ بچہ نہ تھا کہ ماں باپ ذرا ذرا سی بات پر گھرک دیں اور اُسے چون و چرا کیے بغیر ان کی ہر بات ماننی پڑے۔ وہ اب جوان ہو گیا تھا اور ظاہر ہے کہ جوان اولاد کو اپنے گھر کا انتظام خود کرنے کا پورا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن اس نکتے کو کچھ لارڈ چیتھم اور آئرلینڈ کا مشہور مقرر برک جیسے بڑے آدمی ہی سمجھ سکتے تھے۔ سطحی نظر رکھنے والے انگریزوں میں یہ دور اندیشی کہاں تھی۔ سنہ ۱۷۷۰ء میں لارڈ نارتھ نے بجز اس محصول کے جو چاء پر لیا جاتا تھا امریکہ والوں کے باقی تمام شاہی محصول معاف کر دیئے۔ چاء کے محصول کو برقرار رکھنے کا بادشاہ نے قطعی فیصلہ کر لیا۔ حالانکہ خزانۂ عامرہ میں اس محصول سے سال میں تین سو پاؤنڈ سے کچھ ہی اوپر رقم داخل ہوتی تھی۔ لندن میں جس دن یہ فیصلہ ہوا اسی دن بوسٹن میں اہل شہر اور فوج کے سپاہیوں کے درمیان فساد ہو گیا اور چند آدمی اس ہنگامے میں مارے گئے۔ مدبرین انگلستان میں اگر عقل ہوتی تو اس واقعے کی اطلاع ہونے پر وہ سمجھ جاتے کہ امریکہ والوں کو بلا وجہ دق کرنے اور بیٹھے بٹھائے ایک مفت کا جھگڑا مول لینے کے لیے یہ وقت ہرگز موزوں نہ تھا۔

اس پر بھی تین سال کی مدت گزر گئی اور کوئی فساد نہ ہوا۔ اہل امریکہ چاء کی خریداری سے قطعاً انکار کرتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کو نقصان ہوا اس پر لارڈ نارتھ نے امریکہ جانے والی چاء کا وہ محصول تو معاف کر دیا جو انگریزوں کو دینا پڑتا تھا مگر امریکہ والوں کا محصول بدستور برقرار رکھا۔ اب ایسٹ انڈیا کمپنی نے امریکہ کی منڈیوں کو اپنی چاء سے جبراً بھرنا چاہا اور ۱۶ر دسمبر ۱۷۷۳ء کو چاء سے لدے ہوئے کئی جہاز بندرگاہ بوسٹن میں داخل ہوئے۔ یہاں بھی

نوآبادیہاے
امریکہ شمالی
بزمانہ
اعلان آزادی
پیمانہ میل

بحر اطلانٹک
نوا اسکوشیا
کیوبک
بوسٹن
نیو یارک
پنسلوینیا
فلاڈلفیا
ورجینیا
شمالی کیرولینا
جنوبی کیرولینا
جارجیا
خلیج میکسیکو

چاء کا بوسٹن کی بندرگاہ میں پھینک دیا جانا ۱۷۷۳ء
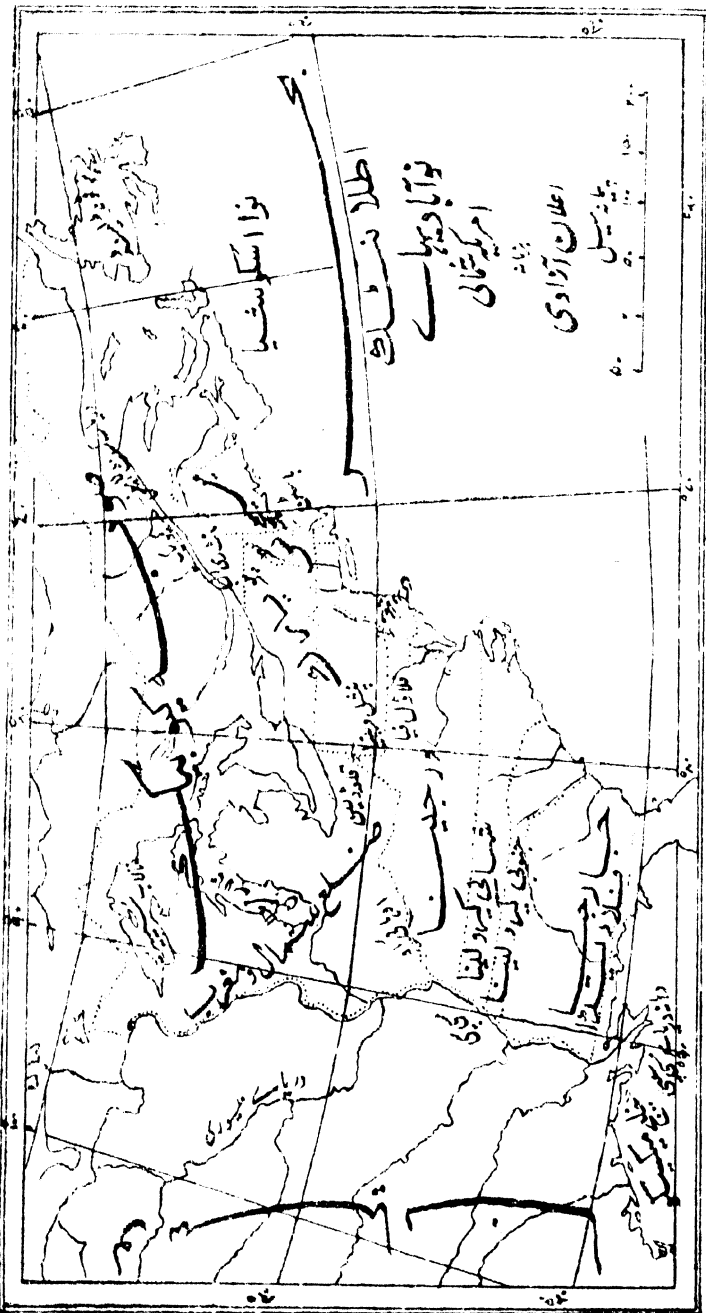
لوگ تلے بیٹھے تھے کہ ہرگز یہ مال اپنے ملک میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ جہاز بندرگاہ میں آئے ہی تھے کہ کچھ آدمی جو امریکہ کے قدیم وحشیوں کا بھیس بدلے ہوئے تھے بچالاکی تمام اُن پر چڑھ گئے اور چاء کے صندوقوں کو اپنے کلھاڑوں سے کھول کر ساری چاء سمندر میں پھینک دی۔ اس جرم کی پاداش میں لارڈ نارتھ نے ۱۷۷۴ء میں ایک مسودۂ قانون نافذ کیا جس کی رو سے قرار پایا کہ بندرگاہ بوسٹن بند کردی جائے تاکہ اس شہر کے ساتھ بیرونی دنیا کی کسی قسم کی تجارت نہ ہونے پائے ایک اور قانون کے ذریعے ایک پوری ریاست میسیچوسٹس کی سند آزادی چھین لی گئی۔ اور اس علاقے کے انتظام کے لیئے ایک مجلس مقرر کی گئی جس کے اراکین بادشاہ کی طرف سے نامزد کیئے گئے ؛

امریکہ میں پہلا جمہوری جلسہ۔ ۱۷۷۴ء

اگرچہ امریکہ اور انگلستان کے درمیان اور ایک سال کوئی مڈبھیڑ نہ ہوئی لیکن موجودہ واقعات نے اس بات کو یقین کے درجے تک پہنچا دیا تھا کہ جنگ چھڑے بغیر نہ رہے گی۔ امریکہ کا مشہور فلسفی اور اہل الرائے فرینکلن بھی جو اس غرض سے انگلستان آیا تھا کہ دونوں ملکوں کی کشیدگی کو کسی طرح رفع کردے اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا اور دل شکستہ ہو کر واپس چلا گیا۔ ۱۷۷۴ء کے ماہ ستمبر میں بچپن اشخاص کی ایک مجلس نے جس کا انتخاب جارجیا کو چھوڑ کر باقی تیرہ کی تیرہ نوآبادیوں کی طرف سے عمل میں آیا تھا فلاڈلفیا میں جلسہ کرکے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ جب تک میسیچوسٹس کے حقوق بحال نہ ہوں برطانیہ کے ساتھ تجارت نہ کیجائے اسی کے ساتھ اس مجلس نے ایک فوجی جمعیت بھی تیار کرلی کہ اگر جنگ کرنی پڑے تو یہ فوج کام آئے۔ لیکن بادشاہ نے اس پر بھی نہ مانا۔ ۱۷۷۵ء میں پارلیمنٹ نے میسیچوسٹس والوں کے باغی ہونے کا اعلان کردیا اور ۱۹ اپریل کو جب میسیچوسٹس کے حاکم اعلیٰ جرنیل گیج نے سپاہیوں کا ایک دستہ اس غرض سے

آغاز جنگ ۱۹ اپریل ۱۷۷۵ء

روانہ کیا کہ بوسٹن کے قریب کنکارڈ کے مقام میں (دیکھو نقشہ نمبر) ایک ذخیرۂ اسلحہ کو تلف کردے تو وہیں پہلا معرکہ

ہوا۔ کسانوں اور دستکاروں کی ایک جماعت نے پہلے تو لیکسنگٹن میں اور اسی دن کچھ دیر بعد دریائے کنکارڈ کے کنارے سپاہیوں کا مقابلہ کیا اور سپاہیوں کو زک اُٹھانی پڑی۔ اس معرکے کے مقام وقوع پر ۱۸۳۶ء میں ایک مینار نصب کیا گیا جس پر ایمرسن کی یادگار نظم "سرود کنکارڈ" کے حسب ذیل افتتاحی اشعار کندہ ہیں:۔

چڑھی ندی کی موجیں پیچ و خم کھاتی ہوئی نکلیں	اک ان گھڑپل کی محرابوں سے لہراتی ہوئی نکلیں
اسی پل پر علم کھینچ من چلے تیغ آزماؤں کا	کھلونا بن گیا اپریل کی سرکش ہواؤں کا
یہ وہ تیغ آزما ہیں شغل جن کا قلبہ رانی تھا	زمیں کو جوتنا جن کا مدار زندگانی تھا
اب انکے ہاتھ میں ہل کی جگہ بندوق آئی ہے	گرج جس کی خدائی بھر کے کانوں میں سمائی ہے

آیندہ آٹھ سال تک امریکہ والوں سے انگریزی فوج کی برابر جنگ ہوتی رہی۔ معرکۂ کنکارڈ کے مہینہ بھر بعد "کانگرس" (مجلس جمہوری) نے ورجینیا کے باشندے جارج واشنگٹن کو سپہ سالار مقرر کیا۔ یہ جارج واشنگٹن وہی جوانمرد تھا

جارج واشنگٹن جس نے ۱۷۵۴ء میں پٹسبرگ پر قبضہ کر لیا تھا (دیکھو صفحہ ...) اب اس نے اپنے آپ کو اپنی فوج اور اپنے ملک کے لیئے وقف کر دیا۔ جو زبردست جد و جہد اسے درپیش تھی اُس میں طرح طرح کی مصیبتیں سہہ کر بھی اُس نے کبھی ہمت نہ ہاری اور شکست و فتح میں کبھی استقلال اور جمعیت خاطر کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ جنگ و صلح میں اُس کا قدم ہمیشہ سب سے آگے پڑتا تھا۔ اور اُس کے ہم وطن اُسے خاص قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آخر وقت تک وہ اس خیال کا مؤید رہا کہ امریکہ اور برطانیہ کا اتحاد برقرار رہنا چاہیئے لیکن جب یہ امید کسی طرح پوری ہوتی نظر نہ آئی تو آخر ۱۷۸۹ء میں وہ آزاد و خود مختار ریاستہائے متحدہ کا پہلا جمہوری رئیس (پریذیڈنٹ) مقرر ہوا۔

لیکن اگرچہ جنگ چھڑ چکی تھی پھر بھی امریکہ کی خود مختاری کا یہ زمانہ ابھی بہت دور تھا۔ واشنگٹن کے منصب سپہ سالاری پر مامور ہونے سے پہلے بوسٹن کے قریب جنگ بنکرہل وقوع میں آئی تھی اور اگرچہ اس جنگ میں

جنگ بنکرہل
مئی ۱۷۷۵ء

فتح انگریزوں کو حاصل ہوئی لیکن امریکہ والوں نے مقابلے میں داد شجاعت و مردانگی دے کر کامیابی کے ساتھ اس بات کو ثابت کر دیا کہ وہ لڑنے میں بودے نہیں ہیں ۱۷۷۵ء میں امریکہ والوں نے کناڈا پر فوج کشی کی اور انگریزوں نے اُنہیں شکست دی لیکن اس کے جواب میں اگلے سال واشنگٹن نے لارڈ ہو کو بوسٹن کی ناکہ بندی سے دست بردار ہونے پر مجبور کیا۔ اور دونوں حریف برابر ہو گئے رفتہ رفتہ امریکہ والوں نے مادر وطن (برطانیہ) سے قطع تعلق کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور جب انھیں معلوم ہوا کہ برطانیہ نے جنگ جاری رکھنے کے لیئے جرمن افواج سے مدد لی ہے تو اُن کا ارادہ اور بھی راسخ ہو گیا۔

۲ر جولائی ۱۷۷۶ء کو امریکہ کی مجلس جمہوری نے جان آدمس فرینکلن اور شرمن کے سے بات کے پورے اور دھن کے پکے رہ نمایان قوم کے مشورے سے بالاتفاق یہ فیصلہ کیا کہ نو آبادی ہائے متحدہ آزاد و خود مختار ریاستیں قرار دی جائیں

اعلان آزادی
۴ر جولائی ۱۷۷۶ء

چنانچہ ٹامس جفرسن ساکن ورجینیا نے اعلان آزادی کا ایک مسودہ مرتب کیا جس کا آخری فقرہ حسب ذیل پرشوکت الفاظ پر ختم ہوتا تھا:۔ "ہم نمایندگان ریاست ہائے متحدۂ امریکہ جو اس مجلس عمومی میں جمع ہیں خداوند عالم کو اپنی نیتوں کے خلوص کا واسطہ دے کر صدق دل کے ساتھ علی رؤس الاشہاد اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ یہ نو آبادیہائے متحدہ عرفاً اور استحقاقاً ریاستہائے آزاد و خود مختار ہیں"۔ اس اعلان کو ساری قوم نے منظور کر لیا اور بتاریخ ۴ر جولائی باضابطہ طور پر اس پر عمل شروع ہو گیا سال آیندہ بتاریخ ۱۷ر اکتوبر ۱۷۷۷ء انگریزی فوج جس کا قائد جنرل برگائین تھا سارا ٹوگا میں گھیر لی گئی اور اسے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہونا پڑا۔ فرانس نے جو

برگائین کی فوج سارا ٹوگا میں ہتھیار ڈالدیتی ہے
۱۷ر اکتوبر ۱۷۷۷ء۔

جنگ ہفت سالہ کی رسوائی کا انتقام لینے پر تلا بیٹھا تھا اس موقع کو غنیمت جانا اور اہل امریکہ کا حلیف بن گیا۔

یہ تمام واقعات ایک مدت سے لارڈ چیتھم کی دوربین آنکھ کے سامنے تھے۔ بڑھاپے اور بیماری کی ناتوانی نے اگرچہ

اُسے نکما کر رکھا تھا پھر بھی وہ جوں توں کرکے ۷ فروری ۱۷۷۸ء کو پارلیمنٹ میں آیا کہ اہل امریکہ کی کماحقہ دادرسی کیجائے۔ لیکن اس کی تقریر رائگاں گئی اُس کے بعد

چیتھم کی وفات ۱۷۷۸ء

۷ اپریل کو وہ واقعہ پیش آیا جو پارلیمنٹ کے وقائع نگار کو کبھی نہ بھولے گا۔ یعنی اپنی ساری قوتیں سمیٹ کر یہ کہن سال مدبر آخری مرتبہ تقریر کرنے کے لیئے اٹھا کہ امریکہ کے ساتھ مصالحت کے برتاؤ کی سفارش کرے اور اپنے پرانے دشمن فرانس کو جنگ کے لیئے للکارے امیر رچمنڈ نے اس کے جواب میں ایک کمزور سی تقریر کی چیتھم پھر کچھ بولنے کے لیئے اٹھا لیکن قوت گویائی جواب دے گئی اور وہ غش کھا کر گر پڑا۔ اس کے ایک مہینہ بعد ۱۱ مئی ۱۷۷۸ء کو اُس نے وفات پائی اور اس کی آنکھ بند ہوتے ہی صلح کی تمام امیدوں کا خاتمہ ہوگیا۔

آیندہ چار سال کا زمانہ برطانیہ کے لیئے بڑی مصیبت اور پریشانی کا زمانہ تھا۔ ۱۷۷۹ء میں ہسپانیہ نے فرانس کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور جبرالٹر کا محاصرہ کر لیا۔ جرنل ایلیٹ نے تین سال تک اس قلعے کی غنیم کے

محاصرہ جبرالٹر ۱۷۷۹ء لغایت ۱۷۸۲ء

مقابلے میں کامیابی کے ساتھ حفاظت کی یہاں تک کہ ۱۳ ستمبر ۱۷۸۲ء کو سرخ دہکتے ہوئے گولوں سے اُس نے دشمن کے بیڑے کو تباہ کر دیا اور اس کے بعد اُسے لارڈ ہو کی کمک پہنچ گئی۔ ۱۷۸۰ء میں روس سویڈن اور ڈنمارک نے ایکا کرکے برطانیہ کے مقابلے میں جارحانہ غیر جانبداری کی روش اختیار کی جس کا مقصد یہ تھا کہ ان میں سے کسی کے جہاز میں اگر کوئی ایسا مال بھرا ہوا ہو جس کا لانا لے جانا ممنوع ہو تو برطانیہ کو ایسے جہاز کی تلاشی لینے سے روکا جائے اس ایکے میں کچھ ہی دن بعد پروشیا اور ہالینڈ بھی شریک ہوگئے۔

اس خطرے کی زد میں برطانیہ ممالک غیر کی جانب ہی سے نہ تھا بلکہ اندرونی مشکلات بھی پیدا ہوگئی تھیں۔ آئرلینڈ کی فوجیں امریکہ بھیج دی گئی تھیں اور چونکہ فرانس فوج کشی کی دھمکی دے رہا تھا اس لیئے آئرلینڈ والوں کو اپنی حفاظت کیلئے رضاکاروں کی ایک فوجی جمعیت تیار کرنی پڑی۔ یہ جمعیت جس کا بیشتر حصہ پراٹسٹنٹوں

سے مرکب تھا بہت جلد بڑھ کر ایک لاکھ کی تعداد تک پہنچ گئی اور ڈر تھا کہ مبادا ایسی بڑی زبردست فوج کے بل پر اہل آئرلینڈ جو عرصہ دراز سے تجارتی قیود کی سختیاں سہتے چلے آتے تھے کہیں امریکہ کی پیروی نہ کر بیٹھیں یہ خوف بلاوجہ نہ تھا۔ ہنری گرٹین نے جو ایک عالی مرتبہ اور فصیح مقرر تھا آئرلینڈ کی پارلیمنٹ میں یہ تحریک پیش کی کہ باشندگان آئرلینڈ کو اپنا مال تجارت غیر ممالک میں بھیجنے کا آزادانہ حق حاصل ہونا چاہیئے۔ لارڈ نارتھ کو جس کا قافیہ ہر طرف سے تنگ ہو رہا تھا آئرلینڈ والوں کا یہ مطالبہ تسلیم کرتے ہی بنی۔ چنانچہ ۱۷۸۰ء میں اُس نے ایک قانون منظور کرکے اُون اور شیشے کی برآمد کا حق اُنھیں دے دیا۔

آئرلینڈ کو مال تجارت کی آزادانہ برآمد کا حق۔ ۱۷۸۰ء

انگلستان میں بھی بے چینی کے آثار پیدا ہو رہے تھے جو ایک دوسری شکل میں نمودار ہوئے۔ کیتھولک جماعت کے خلاف جو قوانین ملک میں رائج تھے ان میں سے بعض سخت قوانین کو پارلیمنٹ نے ۱۷۷۸ء میں منسوخ کر دیا تھا اس پر پراٹسٹنٹوں کا انتہا پسند طبقہ بگڑ بیٹھا۔ اور لارڈ جارج گارڈن ایک احمق مذہبی دیوانہ ساٹھ ہزار آدمیوں کے ہجوم غفیر کیساتھ قانون زیر بحث کے خلاف محضر پیش کرنے کے لئے پارلیمنٹ کے دروازے پر آپہنچا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ عامۂ خلائق کی طرف سے اتنا بڑا محضر پارلیمنٹ کے اجلاس میں پیش کیا گیا۔ لیکن محضر گزار اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے۔ حامیوں کے اس انبوہ نے قابو سے باہر ہو کر پہلے تو دارالامرا کے اراکین کی بے عزتی کی پھر دارالعوام کے پیش دالان میں گھس گئے جہاں سے انھیں دھکے دے کر باہر نکالا گیا۔ واپسی پر انھوں نے بلوہ کر دیا اور لندن میں چار دن تک بازاریوں کی حکومت رہی۔ کیتھولک گرجاؤں میں آگ لگا دی گئی اور ہوبرن میں سخت بدعنوانیاں ہوئیں جہاں شراب کی ایک بھٹی کو توڑ کر آگ لگا دی گئی۔ اور بہت سے بلوائی شراب کے نشے میں بدمست آگ میں جا گرے۔ آخر بڑی مشکلوں میں دس ہزار سپاہیوں کی مدد سے امن و امان قائم ہوا۔

ہنگامۂ گارڈن ۱۷۸۰ء

لارڈ نارتھ کی وزارت بہت ہی ناپسندیدہ ہوتی جاتی تھی۔ اس لیئے

کہ جنگ کے اخراجات بہت تھے ادھر تجارت رک گئی تھی اور برک پارلیمنٹ میں علانیہ اعتراض کر رہا تھا کہ حکومت ملک کا روپیہ وظیفوں اور رشوتوں میں لٹا رہی ہے۔ اس کے بعد ۱۷۸۱ء میں برطانوی فوج پر امریکہ میں ایک اور خوفناک بلا کے نازل ہونے کی خبر آئی

یارک ٹاؤن میں انگریزی فوج کی سپر اندازی۔ ۱۸ اکتوبر ۱۷۸۱ء۔

لارڈ کارنوالس چار ہزار فوج کی کمان کر رہا تھا کہ واشنگٹن نے اُس کا سلسلۂ رسد رسانی خشکی کی طرف سے منقطع کر دیا اور فرانسیسی بیڑے نے سمندر کی طرف سے اُس کا محاصرہ کر لیا۔ اس پر فاقوں سے مجبور ہو کر اُس نے ۱۸ اکتوبر ۱۷۸۱ء کو یارک ٹاؤن میں ہتھیار ڈال دیئے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دشمن اب اس کو نیست و نابود کر دیں گے لارڈ نارتھ پر ان واقعات سے یاس کی حالت طاری ہوگئی اور وہ تلخی کے لہجے میں پکار اٹھا کہ "بس اب ہمارا خاتمہ ہے"۔ چنانچہ ماہ مارچ ۱۷۸۲ء میں وہ وزارت سے مستعفی ہوگیا۔ نئے وزرا نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ قانون پائننگ (دیکھو صفحہ ۱۹۳) کو جس کی رو سے

تنسیخ قانون پائننگ ۱۷۸۲ء

برطانوی پارلیمنٹ آئرلینڈ کے منظور کیئے ہوئے تمام قوانین میں رد و بدل کرنے کی مجاز تھی منسوخ کر کے اہل آئرلینڈ کی بے چینی رفع کی۔ اسی کے ساتھ ساتھ اُنہوں نے فوراً امریکہ فرانس اور ہسپانیہ کے ساتھ صلح کی سلسلہ جنبانی شروع کر دی لیکن صلح ہونی کچھ آسان نہ تھی اس لیئے کہ ہسپانیہ جبرالٹر مانگتا تھا اور فرانس بنگال طلب کرتا تھا اور یہ دونوں علاقے برطانیہ کے نزدیک بہت بڑی قدر و قیمت رکھتے تھے۔ ابھی صلح کی کوئی شرط طے ہونے نہ پائی تھی کہ قسمت نے یاوری کی اور چشم زدن میں واقعات کا نقشہ بدل گیا کاؤنٹ لاگراس فرانسیسی بیڑا لیئے جمیکا پر قبضہ کرنے کی غرض سے جا رہا تھا کہ رستے میں انگلستان کے ایک نامی ناخدا امیر البحر راڈنی سے اُس کی مڈبھیڑ ہوگئی۔ اور فرانسیسیوں نے شکست فاحش کھائی۔ یہ واقعہ ۱۲ اپریل ۱۷۸۲ء کو پیش آیا اور اس کے چند ہی مہینے بعد جبرالٹر کا محاصرہ بھی اٹھ گیا۔ ان فتوحات کی بدولت برطانیہ کو عزت و آبرو کے ساتھ صلح کر لینے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ

راڈنی کی بحری فتح۔ ۱۷۸۲ء

عہدنامۂ وارسیل کی رو سے جو ماہ جنوری ۱۷۸۳ء میں سپرد قلم ہوا فرانس کو تو کچھ بھی

عہدنامۂ وارسیل
جنوری ۱۷۸۳ء

حاصل نہ ہوا اور ہسپانیہ کو صرف منارکا اور فلاریڈا ہاتھ آئے۔ جبرالٹر کا مستحکم قلعہ جو بحر روم کی کنجی ہے بدستور انگریزوں کے قبضے میں رہا۔ برطانیہ اور ریاستہائے متحدۂ امریکہ کے درمیان بھی ماہ نومبر ۱۷۸۲ء میں صلح کے شرائط طے ہوچکے تھے جن کی رو سے برطانیہ نے اپنے پاس صرف کناڈا نووا اسکوشیا اور نیوفاونڈلینڈ کے علاقے رکھے اور ریاستہائے متحدہ کی آزادی وخودمختاری کو تسلیم کرلیا۔ اس معاہدے کی توثیق ۳۔ ستمبر ۱۷۸۳ء کو فرانس کے ساتھ صلح ہوجانے کے بعد عمل میں آئی ؛

غرض جارج ثالث اور اس کے وزیر کی یہ کوشش کہ ایک زبردست نوآبادی پر جبراً محصول لگایا جائے رائگاں گئی اور اتنا بڑا ملک مفت میں ہاتھ سے نکل گیا۔ اگر بادشاہ و وزیر عقلمند ہوتے اور اہل نوآبادی کو آزادی کے واجبی حقوق انھوں نے دیدیئے ہوتے تو عجب نہ تھا کہ امریکہ ابھی تک سلطنت برطانیہ کا

برطانیہ کی طرف سے امریکہ
کی خودمختاری کا اعتراف
۱۷۸۳ء

ایک حصہ ہوتا۔ اب دونوں ملکوں کا پیوند ایک دوسرے سے الگ ہوگیا۔ پھر بھی اپنے قدیم وطن کی محبت امریکہ والوں کے دلوں میں بدستور موجود ہے اور خود برطانیہ کو بھی اُس طاقتور قوم پر ناز ہے جو اسی کی خاک سے پیدا ہوئی تھی ؛

انگلستان کی تاریخ کا یہ ایک عجیب واقعہ ہے کہ عین اسی زمانے میں جبکہ امریکہ کے تعلقات برطانیہ سے قطع ہو رہے تھے انگریز دنیا کے دوسرے کنارے جدید نوآبادیوں کا ڈھنگ ڈالنے میں مصروف تھے۔ ۱۷۶۸ء میں ٹون شینڈ کے

کک کے بحری سفر
۱۷۶۸ء لغایت ۱۷۷۹ء

منحوس قانون مالگزاری کے نفاذ کے کچھ ہی دن بعد "رائل سوسائٹی" (شاہی مجلس علمیہ) نے یارک شائر کے ایک باشندے کپتان کک کو آفتاب کے سامنے سے زہرہ کے گزرنے کا مشاہدہ کرنے کے لیئے بحرالکاہل کے ایک جزیرہ ٹاہیٹی میں بھیجا۔ اس علمی مہم سے واپس ہوتے ہوئے کک نے نیوزیلینڈ میں لنگر ڈالا جسے تسمان نے ۱۶۴۲ء میں دریافت کرکے اپنے نام سے موسوم کیا تھا۔ اس جزیرے میں کچھ بیج بو کر اور کچھ سور افزائش

نسل کے لیئے کھلے چھوڑ کر کُک آسٹریلیا گیا جو اُن دنوں نیو ہالینڈ (ہالینڈ جدید)
کہلاتا تھا اور اس کے جنوبی و مشرقی حصے کی دیکھ بھال کر کے یہاں برطانوی جھنڈا
نصب کر دیا اور اس ملک کا نام نیو ساؤتھ ویلز (نیا جنوبی ویلز) رکھا۔ ۱۷۷۰ء میں

آسٹریلیا میں کالا پانی ۱۷۸۸ء

جبکہ کُک کو بمقام ہوائی قتل ہوئے آٹھ سال کا زمانہ گزر چکا تھا حکومت انگریزی نے فیصلہ کیا کہ نیو ساؤتھ ویلز میں قیدی لیجا کر بسائے جائیں۔ چنانچہ ۱۷۸۸ء میں پٹ نے آٹھ سو کے پاس
سزا یافتہ مردوں اور عورتوں کو کپتان آرتھر فلپ کی نگرانی میں وہاں بھیج دیا کپتان فلپ
پہلے خلیج باٹنی میں پہنچا اور وہاں سے روانہ ہو کر پورٹ جیکسن میں لنگر انداز ہوا جہاں
اس نے قیدیوں کی بستی بسائی اور اس کا نام ایبر سڈنی کے نام پر سڈنی رکھا قیدیوں
کو اول اول سخت مصیبتیں اٹھانی پڑیں۔ بسا اوقات انھیں فاقے پر فاقے گزر جاتے
تھے لیکن رفتہ رفتہ وہ نئے حالات کے خوگر ہوتے گئے اور اس نئی سرزمین میں
امن و آسائش سے رہنے لگے۔ وہ مجرم ضرور تھے لیکن یہ بات نظر انداز نہیں کیجا سکتی
کہ یہ ملک جو اب برطانیہ کی ایک نہایت ہی سرسبز و ترقی یافتہ نوآبادی بن گیا ہے
انھیں مجرموں کی محنت کا ثمرہ ہے۔

اس اثنا میں ہندوستان کے حالات جلد جلد بدل رہے تھے اور ان تغیرات
کی بدولت وہ تمام تجارتی مرکز جو انگریزوں نے اس ملک میں قائم کر رکھے تھے
انگریزی حکومت کی ماتحتی میں آگئے تھے۔ ۱۷۶۷ء میں لارڈ کلایو کے انگلستان چلے

وارن ہیسٹنگز کا تقرر ہندوستان کے گورنر جنرل کی حیثیت سے ۱۷۷۳ء

آنے کے بعد انگریزی سوداگروں نے باشندگان ہند پر ظلم کرنا اور ان سے جبراً روپیہ وصول کرنا شروع کیا۔ ان کی بیداد و جفا کی شکایتیں ایسی عام ہوئیں کہ ۱۷۷۳ء میں وزرائے انگلستان کو معاملات ہند میں دست اندازی کی ضرورت محسوس ہوئی
چنانچہ اُنھوں نے وارن ہیسٹنگز کو جو بنگال کا گورنر تھا بنگال بمبئی اور مدراس کے
تینوں احاطوں کا گورنر جنرل مقرر کیا۔ جو کام ہیسٹنگز کے سپرد کیا گیا وہ بڑا مشکل
تھا۔ وزارت برطانیہ نے اُس کے اختیارات صاف طور پر مقرر نہیں کیئے تھے
اور یہی وجہ تھی کہ ہندوستان کی انگریزی کونسل کا ایک رکن سر فلپ فرانسس جو

مرہٹوں کی پہلی لڑائی ۱۷۷۹ء لغایت ۱۷۸۲ء

حکومت میں اس کا شریک بنا کر بھیجا گیا تھا بات بات پر اُسے ٹوکتا اور اُسکے طرز عمل پر نکتہ چینی کرتا رہتا تھا۔ لیکن مجموعی حیثیت سے اُس کی حکومت کی روش عمدہ اور منصفانہ تھی۔ اُس نے ہندوستانی زمینداروں کے بجائے جو مالگزاری کی تحصیل میں رعایا پر طرح طرح کی سختیاں کرتے تھے انگریزی کلکٹر مقرر کرکے ہندوستانی کاشتکاروں کو ظلم سے بچایا اور عدالتوں میں رشوت ستانی کی بہت کچھ روک تھام کی مرہٹوں کے مقابلے میں جو دکن کی زبردست ہندو سلطنت کے مالک تھے اُسے ایک کٹھن جنگ کا سلسلہ جاری رکھنا پڑا اور آخر ۱۷۸۲ء میں اُس نے اُن سے صلح کرلی۔

تحفظ مدراس ۱۷۸۳ء

اسی سال اُس نے ہندوستانی سپاہ کے ایک دستے کو خشکی کی راہ سے اور سر آیر کوٹ کو سمندر کی طرف سے مدراس کی حفاظت کے لیئے روانہ کیا جو ایک من چلے فوجی سردار حیدر علی اور اُس کے حلیف فرانسیسیوں کے نرغے میں آگیا تھا۔ اگرچہ غنیم کی تعداد بہت زیادہ تھی پھر بھی کوٹ نے برابر مدراس کو بچائے رکھا تا آنکہ ۱۷۸۲ء کے آخر میں حیدر علی کا انتقال ہوگیا اور ۱۷۸۳ء میں عہد نامہ وارسیل کے قلمبند ہونے پر فرانس اور برطانیہ میں صلح ہوگئی؛

غرض ۱۷۸۵ء میں جب وارن ہسٹنگز نے انگلستان کو مراجعت کی تو ہندوستان کے برطانوی مقبوضات میں ہر طرف امن وامان قائم تھا اور انگریزی حکومت کا سکہ لوگوں کے دلوں پر اچھی طرح بیٹھ چکا تھا۔ اہل بنگال اُسے ادب واحترام کی نظر سے دیکھتے تھے اس لیئے کہ اپنے فاتحانہ کارناموں کے علاوہ وہ اُن کے حقوق کا محافظ اور اُنکا بہی خواہ ثابت ہوا تھا۔ لیکن اس میں بھی کلام نہیں کہ اپنی مطلب براری کے لیئے وہ جو ذرائع اختیار کرتا تھا وہ انصاف وراستی پر مبنی نہ ہوتے تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی اُس سے ہر وقت روپیہ طلب کرتی رہتی تھی۔ ایک موقع پر اس مطالبے کو پورا کرنے کے لیئے اُس نے وزیر الہ آباد[1] سے چار لاکھ پاؤنڈ کی رقم لے کر انگریزی فوج رہیلکھنڈ کے آزاد علاقے

[1] یعنی والی اودھ۔ مترجم

کی تسخیر کے لیئے دے دی۔ چنانچہ روہیلے پٹھانوں کا یہ ملک برباد کر دیا گیا اور وہ لونڈی غلام بنا لیئے گئے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ بڑی بڑی رقموں کی خاطر وارن ہسٹنگز ہندوستان کے مقامی رئیسوں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ روا رکھتا تھا۔ ان بے عنوانیوں اور دوسری قابل گرفت کارروائیوں کے لحاظ سے اُس پر ۱۷۸۶ء میں دارالامرا کی عدالت میں الزام قائم کیا گیا۔ الزام لگانے والوں میں برک بھی خصوصیت سے شامل تھا جسے اس بات کا بڑا خیال تھا کہ ہندوستان میں انگریزوں کو انصاف اور رحم کے ساتھ حکومت کرنی چاہیئے۔ مقدمہ کی سماعت ماہ فروری ۱۷۸۸ء میں شروع ہوئی اور سات سال سے بھی زیادہ عرصے تک جاری رہی۔ آخر ماہ اپریل ۱۷۹۵ء میں ہسٹنگز بری ہو گیا۔ جو لوگ اسے قابل الزام سمجھتے تھے اُنھیں غالباً اُن مشکلات کا علم نہ تھا جو اُسے درپیش تھیں۔ سو بات کی ایک بات یہ ہے کہ کلایو کے بعد ہسٹنگز ہی وہ سب سے بڑا انگریز ہے جس نے ہندوستان میں انگریزی حکومت کی بنیادیں مضبوط کیں۔

وارن ہسٹنگز پر مقدمہ ۱۷۸۶ء لغایت ۱۷۹۵ء

بہرحال اس تحقیقات سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ ہندوستان میں انگریزی حکومت کی بدعنوانیوں کا حال کھلنے کے بعد حکومت ہند کی اصلاح کے سامان پیدا ہو گئے۔ اس وقت دارالعوام کی جماعتوں میں دو بلند پایہ مدبر شریک تھے ایک امیر چیتھم کا بیٹا نوجوان پٹ تھا اور ۱۷۸۳ء میں وزیر اعظم مقرر ہوا۔ دوسرا چارلس جیمز فاکس تھا۔ یہ فاکس اُس ہنری فاکس کا بیٹا تھا جس نے بیوٹ کا ساتھ دیا تھا اور آگے چل کر لارڈ ہالینڈ کے لقب سے ملقب ہوا تھا فاکس کا چال چلن اگرچہ اچھا نہ تھا۔ جُوا کھیلا کرتا تھا اور فسق و فجور میں مبتلا رہتا تھا۔ لیکن دماغ مبدا فیاض سے اچھا لے کر آیا تھا۔ وہ ایک ذہین اور فصیح البیان اہل الرائے تھا جس کے دل میں اپنے ابنائے جنس کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور ظالموں اور جفاکاروں سے اُسے قلبی نفرت تھی۔ ۱۷۸۳ء میں اُس نے ایک مسودۂ قانون ہند مرتب کر کے پارلیمنٹ میں پیش کیا لیکن دارالامرا نے اُسے نامنظور کیا۔ پٹ نے اب ایک نیا

پٹ اور فاکس

مسودۂ قانون ہند کا نفاذ۔ سنہ ۱۷۸۴ء

مسودۂ قانون ہند پیش کیا جس کا منشا یہ تھا کہ وزرائے سلطنت کی ایک مجلس مقرر کی جائے جو سیاسی امور میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے فیصلوں کو منسوخ اور باشندگان ہند کے حقوق کی نگہداشت کرنے کی مجاز ہو۔ یہ مسودۂ قانون منظور ہو گیا اور اس کے نفاذ کے بعد سے ہندوستان پر زیادہ انصاف سے حکومت ہونے لگی اور یہ ملک حقیقی معنوں میں سلطنت برطانیہ کا ایک جزو بن گیا؛

چوبیسواں باب

انقلابِ فرانس

نپولین اور برطانیۂ عظمی

جارج ثالث۔ دورِ ثانی ۔ ۱۷۸۴ء لغایت ۱۸۲۰ء

۱۷۸۴ء جس میں قانون ہند جاری ہوا برطانیہ کے لیئے ایک نہایت اہم سال تھا اس لیئے کہ اسی سال کے ماہ مارچ میں ایک زبردست وزارت قائم ہوئی اور اس وزارت کا قلمدان انگلستان کے ایک بہت ہی بڑے مدبّر کو تفویض ہوا۔ جب جواں سال

چھوٹے پٹ کی وزارت ۱۷۸۳ء لغایت ۱۸۰۱ء

ولیم پٹ ماہ دسمبر ۱۷۸۳ء میں جب کہ اس کی عمر صرف چوبیس سال تھی وزیر ہوا تو فریق وھگ جس کا پیشوا فاکس تھا اس کی ہنسی اڑاتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ کل کا چھوکرا کیا خاک وزارت کرے گا لیکن ان لوگوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہی "کل کا چھوکرا" کامل سترہ سال تک انگلستان کا وزیر اعظم رہے گا پارلیمنٹ میں پٹ کے طرفداروں کی کثرت بھی نہ تھی چنانچہ پانچ مرتبہ غلبۂ آرا اُس کے خلاف رہا۔ پھر بھی اُس نے اپنی جد وجہد برابر جاری رکھی کیونکہ وہ خوب جانتا تھا کہ اہل ملک عام طور پر اس کے طرفدار ہیں اور اگر اس نے ثابت کر دیا کہ وہ مفاسد کی اصلاح اور حکومت کے بگڑے ہوئے کل پرزوں کی درستی کا آرزومند ہے تو بڑے بڑے وھگ سرداروں کی رشوت ستانی کا سدباب ہو جائیگا اور اُسے کامیابی حاصل ہو جائے گی۔ اس کا یہ خیال صحیح نکلا اس لیئے کہ جب ماہ مارچ ۱۷۸۴ء میں پارلیمنٹ اپنی میعاد مقررہ پر موقوف ہوئی تو نئے انتخابات میں اکثریت کا پلہ اُس کی طرف بہت جھک گیا اور آیندہ آٹھ سال کے اندر جبکہ برطانیہ کسی ملک سے برسرِ جنگ نہ تھا اُس نے فلاح قوم کے لیئے بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دئے۔

آدم اسمتھ نے ۱۷۷۶ء میں "دولت اقوام" کے نام سے ایک بہت کارآمد

کتاب شائع کی تھی جس میں سب سے پہلی مرتبہ یہ اصول سکھایا گیا تھا[1] کہ ہر شخص کو یہ حق حاصل ہونا چاہیئے کہ اپنی محنت سے جس قدر دولت چاہے کمائے اور ایسے قوانین جو دو ملکوں کی باہمی تجارت میں رکاوٹ ڈالیں موجب نقصان ہیں۔ پٹ نے یہ کتاب پڑھی تھی اور اس کی تعلیم کا اُس پر خاص اثر ہوا تھا۔ چنانچہ عنان اقتدار ہاتھ میں لیتے ہی اُس نے سب سے پہلے ایک کام یہ کیا کہ چاء اور شراب کے محصول میں تخفیف کردی اور تمام محصولات کی تحصیل کا طریقہ والپول کی تجویز کے مطابق بہت سادا اور آسان کردیا۔ اس سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مال تجارت چھپے چوری لانے کی ترغیب کم ہوگئی۔ سوداگر اپنا مال علی الاعلان کھلا چنگی خانہ میں لاکر مقررہ رسوم ادا کرنے لگے۔ اور مالگزاری اس طریقے سے اتنی بڑھ گئی کہ پٹ نے بہت سے محصولات جو رعایا کے حق میں سختی کا موجب تھے معاف کردیئے۔ وہ تو اس بات پر بھی آمادہ ہوگیا تھا کہ برطانیہ اور آئرلینڈ کی باہمی تجارت کو آزاد قرار دے کر محصول سے بالکل مستثنیٰ کردے لیکن آئرلینڈ کی پارلیمنٹ اب اپنے قوانین خود جاری کرنے لگی تھی اور اس میں انگلستان کی مداخلت روا نہ رکھتی تھی۔ ادھر برطانوی سوداگر آئرلینڈ والوں کو رشک وحسد کی نظر سے دیکھتے تھے اُدھر اہل آئرلینڈ اپنی مرضی کے خلاف کوئی بات ماننے کے لیئے آمادہ نہ تھے۔ غرض آئرلینڈ کے محبان وطن گریٹن فلڈ اور کرّن نے مسودۂ قانون آزادی تجارت کو جو انگلستان میں منظور ہوا تھا تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور ساری چھوڑ آدھی سے بھی گئے۔

> پٹ کا مالی انتظام۔

فرانس کے ساتھ جداگانہ تجارتی معاہدہ کرنے میں پٹ کو زیادہ کامیابی ہوئی۔ اس معاہدہ کی رو سے اُن اشیا پر سے جن کی تجارت دونوں ممالک کے درمیان ہوتی تھی اکثر محصول اٹھ گئے۔

پٹ کی وزارت کے اس ابتدائی عہد میں برطانیہ کو جو ثروت اور خوش حالی نصیب ہوئی ایک عرصۂ دراز سے میسر نہ ہوئی تھی۔ جنگ امریکہ ختم ہوچکی تھی بازار تجارت گرم تھا۔ برطانوی مال کی کھپت کے لیئے ہندوستان میں ایک نئی منڈی کھل گئی تھی۔ کلوں کے رواج کی بدولت کارخانہ دار مصنوعات کو زیادہ سرعت کے ساتھ تیار کرنیکے

---

[1] اہل انگلستان کو۔ مترجم

داخل ہو گئے تھے اور کارخانوں میں کام کرنے والوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی۔ اس کے

قومی قرضے کی تخفیف

علاوہ پٹ نے کفایت شعاری و دیانت داری سے کام لے کر قومی قرضے کو بھی گھٹانا شروع کر دیا۔ تمام رقوم جو خزانۂ عامرہ میں داخل ہوتی تھیں یا منجانب سرکار ادا کی جاتی تھیں ان کا وہ باقاعدہ حساب شائع کرتا تھا اور جب روپیہ قرض لیتا تھا تو علی الاعلان تعہد کے طریقے پر لیتا تھا۔ اس طور پر اُسے سب سے کم سود پر رقم مل جاتی تھی اور دلالی کا وہ روپیہ جو پہلے اس لین دین میں سرکاری عہدہ دار کھا جاتے تھے بچ رہتا تھا۔ پٹ نے دارالعوام تک کی اصلاح کی کوشش کی تھی اور اس غرض سے ایک مسودۂ قانون بدیں مضمون پیش کیا تھا کہ جن حلقوں میں انتخاب کنندوں کا عدم وجود برابر ہے ان سے یہ حق لے کر سب سے بڑے اضلاع اور لندن و ویسٹ منسٹر کے شہروں کو دے دیا جائے۔ لیکن یہ مسودہ منظور نہ ہونے پایا اس لیئے کہ جن لوگوں کی مٹھی ان حلقوں کی بدولت گرم ہوتی تھی وہ پٹ کی تجویز کے

پٹ کی مسودۂ قانون اصلاح انتخاب کی نامنظوری ۱۷۸۵ء

سراسر مخالف تھے اور قوم نشۂ تمول میں ایسی سرشار تھی کہ اُسے انتخاب کے مسئلے میں بہت کم دلچسپی باقی رہ گئی تھی۔ غرض بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ امن و سلامتی اور فراخی و فرخی کا جو دور شروع ہوا ہے وہ ایک مدت مدید تک قائم رہے گا۔ ۱۷۸۸ء کے آخر میں بادشاہ کو جنون کا دورہ

دوسرا مسودۂ قانون نیابت سلطنت ۱۷۸۸ء

دوسری مرتبہ اٹھا اور یہ سوال درپیش ہوا کہ شہزادہ ویلز کو بادشاہ کے دوران علالت میں نائب السلطنۃ مقرر کیا جائے۔ شہزادہ ویلز کا چال چلن نہایت خراب تھا۔ پٹ اور فاکس میں یہ بحث چھڑ گئی کہ نائب السلطنۃ ہونے کی حیثیت سے شہزادے کو کس قدر اختیارات ملنے چاہیئں اور آیا پارلیمنٹ کو اُس کی نگرانی کا حق بھی حاصل ہو گا یا نہیں۔ یہ بحث ابھی بیچ ہی میں تھی کہ بادشاہ کو صحت ہو گئی۔ اس بحث کے دوران میں آئرلینڈ کی پارلیمنٹ کا جداگانہ وجود پھر چلتی گاڑی میں روڑا اٹکانے والا ثابت ہوا۔ ادھر تو برطانوی پارلیمنٹ نائب السلطنۃ کے اختیارات کو محدود کرنے کی فکر میں تھی اور اُدھر اہل آئرلینڈ نے اپنی پارلیمنٹ میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ شہزادہ ویلز کو پورے شاہی اختیارات حاصل ہونے چاہیئں۔ حسن اتفاق سے بادشاہ نے صحت پائی اور یہ گتھی آپ سے آپ سلجھ گئی۔ عامۂ خلائق کو اس واقعے سے جو خوشی ہوئی

اُس کا اندازہ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ جب بادشاہ شکرانۂ صحت ادا کرنے کلیسائے سینٹ پال میں گیا تو شہر میں گھر گھر خوشیاں منائی گئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پٹ کی وزارت کو لوگ اپنے لیے امن و سلامتی کا موجب جانتے تھے اور نہ چاہتے تھے کہ نظام حکومت میں کوئی تبدیلی ہو۔ لیکن انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ ایک بلائے مہیب ایک اور گوشے سے عنقریب نازل ہونے والی ہے ۱۷۸۹ء میں یہ بلا بشکل انقلاب فرانس نمودار ہوئی۔ سارے یورپ کو اُس نے تہ و بالا کر دیا اور آیندہ پچیس سال تک ہنگامۂ جنگ و فساد گرم رہا۔

یورپ کی تمام قوموں میں مدت سے یہ خیال پھیلا ہوا تھا کہ حکومت بادشاہوں اور امیروں ہی کے فائدہ کے لیے نہیں ہونی چاہیے بلکہ متوسط اور مزدوری پیشہ جماعتوں کا بھی اس میں برابر کا حق ہے۔ برطانیۂ عظمیٰ میں تو وقتاً فوقتاً اس قسم کی اصلاحیں ہوتی رہیں کہ وہاں جمہوریت کا یہ جذبہ بھڑکنے نہ پایا لیکن فرانس میں گذشتہ ڈیڑھ سو سال کے اندر کسی قسم کی اصلاح نہ ہوئی تھی اور مظلوم و ستم رسیدہ عوام کی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی جاتی تھی فرانسیسی قوانین ایسے ظالمانہ تھے کہ دہقان اور مزدور تو طرح طرح کے محصولوں کے بوجھ سے دبے جاتے تھے اور امرا کو کسی قسم کا محصول ادا نہ کرنا پڑتا تھا بلکہ وہ شاہی دربار میں عیش و عشرت سے زندگی بسر کرتے تھے اور اپنی جاگیروں سے اُن کا اگر کوئی تعلق تھا تو فقط اس قدر تھا کہ رعایا کی کھال کھینچیں اور جو کچھ بن پڑے اُن سے ہتھیا لیں۔ اسامیوں کو سال میں کئی دن مالکان اراضی کے کھیتوں اور سڑکوں کا کام بیگاریوں کی طرح بلا معاوضہ انجام دینا پڑتا تھا۔ کسانوں کے جھونپڑے اور کھیت اجڑتے جاتے تھے اور آئے دن کے قحط نے ان مصیبتوں کو اور بڑھا رکھا تھا۔ شہروں میں امرا کے فسق و فجور اور اسراف و تبذیر کے ساتھ ساتھ غربا کے نہایت ہی دردناک افلاس کا بھیانک منظر دکھائی دیتا تھا اور فرانس کی عسرت و ناداری روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔

انقلاب فرانس ۱۷۸۹ء

فرانس میں ادانی وناانصافی پر ظلم

آخر لوئی شانزدہم نے جو اپنے دو سابق پیشرووں کی بہ نسبت زیادہ نیک ضمیر واقع ہوا تھا فرانس کی مجلس عالیہ کو عمدہ قوانین بنانے کے واسطے جمع کیا لیکن اس جلسے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کی بے چینی اور بڑھ گئی عوام کے نائبین نے جو

انعقاد مجلس عالیہ ۱۷۸۹ء

حکومت سویس'' کے عرف سے مشہور تھے مباحثہ میں غالب آگر مجلس عالیہ کی نوعیت ہی بدل دی اور اُسے ''مجلس قومی'' بنا دیا۔ اس مجلس کی کارروائیوں نے ایک نئی شکل اختیار کی اور تمام قاعدہ اور قانون بالائے طاق رکھ دیا گیا۔ ۱۴۔ جولائی ۱۷۸۹ء کو پیرس میں بغاوت برپا ہوگئی۔ پائے تخت فرانس کے مشہور ''مسدد محبس'' ''بیسٹیل'' کو بلوائیوں نے ہلہ کر کے سر کرلیا۔ اور ایک انقلابی جماعت پیرس پر حکومت کرنے کے لیئے مقرر کی گئی۔ چند ماہ کے بعد عوام الناس نے شاہ لوئی

لوئی شانزدہم کی اسیری اور موت ۱۷۸۹ء تا ۱۷۹۳ء

کو واسیلز میں گرفتار کرلیا اور وہ تین سال تک پیرس میں گویا قیدی کی حیثیت سے رہا۔ آخر ۱۷۹۲ء میں آسٹریا اور پروشیا نے مل کر اس غرض سے فرانس پر حملہ کر دیا کہ لوئی کو پھر تخت سلطنت پر بٹھا دیا جائے۔ لیکن فرانسیسی نوج اُن دونوں حریفوں سے زیادہ طاقتور ثابت ہوئی اور پیرس کی آبادی نے غیظ و غضب میں آکر بتاریخ ۱۲۔ ستمبر ۱۷۹۲ء بادشاہ کے تمام طرفداروں کا قتل عام کردیا اور ۲۱۔ جنوری ۱۷۹۳ء کو خود اپنے بادشاہ کی گردن جلاد کے حوالہ کردی۔ لوئی شانزدہم کے اس عبرت انگیز انجام کے بعد وہ دور شروع ہوا جو ''عہد ہیبت'' کہلاتا ہے۔ اس ہیبت زمانہ میں یکے بعد دیگرے ایک فریق اپنے فریق مخالف کے تمام افراد کو تلوار کے گھاٹ اتار تا رہا اور بیچاری ملکہ میری انٹائنٹ بھی اسی طرح کام آئی۔

برطانیہ سب کچھ دیکھ رہا تھا لیکن ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا تھا۔ بہت سے انگریز اوّل اوّل خوش تھے کہ اچھا ہوا جو فرانسیسیوں نے اپنے ملک کے خود غرض امیروں کے خلاف یوں سر اٹھایا۔ فاکس اس انقلاب کو انسانی آزادی کا ایک زبردست نشان

برک کا اثر۔

سمجھ کر جامے میں پھولا نہ سماتا تھا اور خود پٹ کو بھی ابتدا میں خیال تھا کہ یہ طوفان خود بخود فرو ہو جائے گا انگلستان کی طرف سے فرانس کے معاملات میں مداخلت ہونی ٹھیک نہیں لیکن برک کی دقیقہ سنج نگاہ سے یہ حقیقت مخفی نہ تھی کہ لوگ اگر یوں بے سرے ہوگئے اور انھیں آئین کا ادب اور قانون کا پاس نہ رہا تو اس کے بڑے بڑے نتائج پیدا ہوں گے اور یہ اسی کی تحریروں اور تقریروں کا اثر تھا کہ آخر برطانیہ فرانسیسی خطرے کی نوعیت سے آگاہ ہوگیا۔ انقلاب پسندوں کے حوصلے روز بروز بڑھتے چلے۔ اُنھوں نے ندرلینڈ میں آسٹروی نوج کو شکست دے کر

سیوائے اور نائس پر قبضہ کرلیا اور اس کے بعد ہالینڈ پر جو برطانیہ کا حلیف تھا حملہ آور ہونے کی دھمکی دی۔ اب پٹ کو مخالفت پر مجبور ہونا پڑا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوئی شانز دہم کی وفات کے ایک مہینے کے اندر اندر یکم فروری ۱۷۹۳ء کو فرانس نے برطانیہ ہالینڈ اور ہسپانیہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔

آیندہ نو سال تک برطانیہ جمہوریہ فرانس سے برسر جنگ رہا۔ اور دوسری قومیں پہلے ایک فریق اور پھر دوسرے فریق کی طرفدار ہو کر ایک عجیب ناگوار تلون کا ثبوت دیتی رہیں ابتداءً برطانیہ ہسپانیہ ہالینڈ آسٹریا اور پروشیا کے مابین ایک اتحاد پنجگانہ قائم ہوا اور برطانیہ کو اپنے حلیفوں کے لیے مصارف جنگ کا بڑا حصہ ادا کرنا پڑا مگر یہ ایکا نہایت ناکامیاب ثابت ہوا۔ لارڈ ہو کو بریسٹ کے نواح میں بتاریخ یکم جون ۱۷۹۴ء فرانسیسی بیڑے کے مقابلے میں ایک فتح عظیم ضرور حاصل ہوئی۔ لیکن خشکی پر فرانسیسی ہر جگہ غالب رہے ۱۷۹۵ء میں انھوں نے ایمسٹرڈم پر اپنا جھنڈا جا گاڑا اور ہالینڈ کے بیڑے کو گرفتار کرلیا۔ تاجدار ہالینڈ فرار ہو گیا اور ہالینڈ کے جمہوریت پسند طبقے نے فرانسیسیوں کے ساتھ شامل ہو کر اپنے ملک میں حکومت جمہوری کے قیام کا اعلان کر دیا۔ شاہ پروشیا بھی جو جنگ میں اس وجہ سے شامل رہ سکا تھا کہ برطانیہ نے اپنے خزانے کا منہ اس کے لیے کھول رکھا تھا اس کشمکش سے الگ ہو گیا اور ہسپانیہ جو انگریزوں کی بحری قوت کو حسد کی نگاہ سے دیکھتا تھا فرانسیسیوں سے جا ملا۔ انگریزوں نے انھیں ایام میں ہالینڈ کی نوآبادی واقع راس امید اور سیلون اور ملاکا پر قبضہ کرلیا۔ ولندیزی بستی والوں نے انگریزی قبضے کو غنیمت جانا کہ اس حیلے سے فرانسیسیوں کی محکومی سے تو بچے رہیں گے۔

فرانسیسی بیڑے کو لارڈ ہو کے ہاتھوں شکست یکم جون ۱۷۹۴ء

ایمسٹرڈم اور ولندیزی بیڑے پر فرانسیسیوں کا قبضہ ۱۷۹۵ء

راس امید ملاکا اور سیلون پر انگریزوں کا قبضہ ۱۷۹۵ء

برطانیہ کے حلیفوں میں اب صرف ایک آسٹریا ہی باقی رہ گیا جو مصارف جنگ کے لیے سینتالیس لاکھ پاونڈ کا متقاضی تھا۔ اگر پٹ کے امکان میں ہوتا تو وہ اس وقت جھٹ صلح کرلیتا اس لیے کہ جنگ کے اخراجات اور نقصانات کی وجہ سے بڑی مصیبت میں مبتلا ہو رہا تھا۔ تین سال سے بھی کم مدت میں ان گرانبار مصارف کے باعث

جو ملک کو برداشت کرنے پڑے قومی دولت بہت ہی گھٹ گئی تھی اور اگر پٹ نے ۱۷۹۷ء میں اس مضمون کا ایک قانون جاری نہ کر دیا ہوتا کہ بیس شلنگ سے زائد ہر رقم طلائی سکہ کے بجائے کاغذ (نوٹ) کی شکل میں ادا کی جائے تو انگلستان کے بہت سے بینک دیوالہ نکالنے پر مجبور ہو گئے ہوتے یہ قانون بائیس سال تک رہا۔ رعایا بھاری بھاری محصولوں کے بوجھ میں دبی جاتی تھی تجارت کا کاروبار قریباً بند تھا۔ اور دو سال تک پیہم فصل نہ ہونے سے سخت قحط پڑ گیا تھا۔ لندن کے عوام الناس کا ہجوم بادشاہ کی سواری کے پیچھے پیچھے "روٹی روٹی" کہتا ہوا دوڑتا تھا۔ جا بجا فساد برپا ہوتے تھے جلسوں میں طیش آلود تقریریں کی جاتی تھیں۔ اور بغاوت انگیز مضامین کی اشاعت روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ برمنگھم میں ڈاکٹر پریسٹلی نے فرانسیسیوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا تھا۔ انبوہ عوام نے ۱۷۹۱ء میں اس کے مکان کو آگ لگا کر راکھ کا ڈھیر کر دیا۔

برطانیہ پر جنگ کا اثر

لیکن فرانس کے جمہوریت پرستوں کے ساتھ بعض انجمنوں کی ہمدردی پٹ سے نہ دیکھی گئی اور اس کا طرز حکومت جابرانہ ہو گیا۔ قانون شہادت ذاتی بالائے طاق رکھ دیا گیا اور افراد رعایا عدالت میں پیش ہوئے بغیر قید ہونے لگے۔ ٹام پین نے "حقوق انسان" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی تھی جس میں بادشاہ کی ذات پر حملہ تھا۔ اس کتاب کی اشاعت کی پاداش میں ایک کتب فروش سزایاب ہوا۔ ایک اور تاجر کتب سیاسی اصلاح کے موضوع پر ایک رسالہ فروخت کرنے کی علت میں قید کر دیا گیا۔ اور تین سر برآوردہ انگریز ہارن ٹک ہارڈی اور تھلوال نامی چند دیگر اشخاص کے ساتھ پارلیمنٹ کے خلاف عوام الناس کے جذبات کو بھڑکانے کے الزام میں ماخوذ ہوئے۔ ان پر بغاوت کا مقدمہ قائم کیا گیا لیکن عدالت نے انھیں بری کر دیا۔

پٹ کی مطلق العنانی

ان ناگوار واقعات کے سلسلے کو فرانسیسیوں کے حملۂ آئرلینڈ نے اور زیادہ بڑھا دیا ۱۷۸۲ء میں گریٹن نے وزارت انگلستان کو ان قوانین کی تنسیخ پر مجبور کر دیا تھا جن کی رو سے برطانوی پارلیمنٹ کو آئرلینڈ کی پارلیمنٹ کے فیصلوں میں مداخلت کرنے کا اختیار حاصل تھا (دیکھو صفحہ ۳۴۴) اور اب اہل آئرلینڈ کو حکومت خود اختیاری حاصل تھی کہ اپنے ملک کے لیے

جس قسم کے قوانین چاہیں جاری کریں۔ آئرلینڈ کی اس پارلیمنٹ کا دروازہ کیتھولک لوگوں کے لیے بند تھا اور قریب قریب تمام ارکین پراٹسٹنٹ امرا کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ گریٹن کی طرح بہت کم محبان وطن ایسے تھے جو کیتھولک جماعت یا آئرلینڈ کی زراعت پیشہ آبادی کے ساتھ مساوات اور انصاف کا سلوک روا رکھتے ہوں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کیتھولک مذہب کے شرفا اور ان کسانوں نے جن پر مالکان اراضی کے گماشتے انواع و اقسام کی سختیاں کرتے تھے ایکا کر کے آتش فتنہ و فساد مشتعل کر دی اور ملک میں ایک طرح کی خانہ جنگی بپا ہو گئی۔ اس کشمکش میں ایک فریق تو اُن وفاداران حکومت یعنی پراٹسٹنٹوں یا "آرنجیوں" کا تھا جنھوں نے ۱۷۹۰ء میں شمالی آئرلینڈ میں اپنی بستیاں الگ جا بسائیں۔ دوسرے فریق میں آئرلینڈ کی "متحدہ آبادی" شریک تھی یعنی وہ کیتھولک اور جمہوریت پسند پراٹسٹنٹ جنھوں نے ۱۷۹۱ء میں برطانیہ کے تسلط کا جوا اپنے کندھے سے اتار پھینکنے کے لیے ایکا کیا تھا۔ متحدہ اہل آئرلینڈ کے سربرآوردہ اکابر ہیملٹن روون ولف ٹون اور لارڈ ایڈورڈ فز جیرلڈ نے فرانسیسیوں سے امداد مانگی جو اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ جرنیل ہوش کی سرداری میں ایک فرانسیسی لشکر آئرلینڈ پر حملہ آور ہو۔ ۱۶۔ دسمبر ۱۷۹۶ء کو رات کے وقت ۴۳ جہازوں کا ایک بیڑا جس میں پندرہ ہزار فوج سوار تھی اس قصد سے روانہ ہوا کہ آئرلینڈ میں دریائے شین کے دہانے اور انگلستان میں بندرگاہ برسٹل کے اندر داخل ہو جائے۔

آئرلینڈ پر فرانس کی فوج کشی ۱۷۹۶ء

اگر فرانسیسی سپاہ سالار منزل مقصود پر پہنچ جاتا تو صورت حالات نہایت اندیشہ ناک ہو جاتی لیکن رات اندھیری تھی اور سمندر میں طوفان چل رہا تھا۔ ایک بڑا جہاز تو اس طوفان میں غرق ہو گیا اور باقی جہازوں کے ایک حصے کو جھکڑ کے تند جھونکے دھکیل کر خلیج بنٹری کی طرف لے گئے جہاں کہرے نے مطلع کو چار دن تک ایسا مکدر رکھا کہ جرنیل ہوش کے انتظار میں وہ نقل و حرکت کے قابل ہی نہ رہے۔ لیکن جرنیل ہوش کو طوفان کے تھپیڑوں نے لاروشل کی بندرگاہ میں پہنچا دیا تھا۔ اس لئے اسکے منتشر شدہ ساتھیوں کا انتظار رائگاں گیا اور فرانسیسی بیڑا آئرلینڈ پر حملہ کیے بغیر بے نیل مرام واپس چلا گیا۔

ان تمام مشکلات کی وجہ سے پٹ چاہتا تھا کہ کسیطرح جلد صلح ہو جائے چنانچہ

حکومت فرانس کے ساتھ جواب "ڈائرکٹری" (نظامت) کہلاتی تھی شرائط صلح کے بارہ میں اس کا نامہ و پیام بھی ہوا۔ لیکن پیرس میں تازہ تر سیاسی انقلاب رونما ہو رہے تھے اور پے در پے فتوحات سے فرانسیسیوں کے حوصلے بہت ہی بڑھ گئے تھے۔ بلجیم اور ہالینڈ کے علاوہ اُن کے جواں سال کاریگر سپہ سالار نپولین بوناپارٹ نے

صلح کے لیئے پٹ کی بے سود کوشش ۱۷۹۶ء

اٹلی کا کچھ علاقہ آسٹریا سے چھین لیا تھا۔ پٹ نے جب صلح کی تحریک کی تو اُنھوں نے ان ممالک کی واپسی سے صاف انکار کر دیا۔ اسی کے ساتھ وہ ہالینڈ فرانس اور ہسپانیہ کے متفقہ بیڑوں سے آیئرلینڈ انگلستان میں انگریزی بیڑے پر حملہ کرکے اُسے نیست و نابود کر دینے کی تیاریوں میں مصروف تھے تاکہ انگلستان کے پاس حفاظت کے لیئے کوئی جہاز باقی نہ رہے۔ ایسی حالت میں برطانیہ کے لیئے بجز اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ یا تو جنگ کا سلسلہ برابر جاری رکھے یا اپنی تجارت اور طاقت کو بالکل ہی کھو بیٹھے۔ غرض پٹ نے دشمن کو شکست دینے کا تہیہ کرلیا اور مصارف جنگ کے لیے مدد مانگی جو تاجروں اور سرمایہ داروں نے بڑی خوشی سے دی۔

اب وہ وقت آگیا کہ برطانیہ کا جنگی بیڑا جس کی عظمت و شوکت الزبتھ کے عہد سے قائم چلی آتی تھی برطانیہ کو خطرے سے بچالے اور ثابت کردے کہ انگریزی جہازرانوں میں اب بھی وہی دلیری موجود ہے جو ان کے آبا و اجداد یعنی اینگلیا کے بحری قزاقوں اور ناروے اور ڈنمارک کے ملاحوں کا خاصہ تھی ولندیزی بیڑا ابھی لنگر اٹھانے بھی نہ پایا تھا کہ امیرالبحر سرجان جروس نے جس کا مددگار

جنگ سینٹ ونسنٹ ۱۴۔ فروری ۱۷۹۷ء

نلسن تھا ہسپانوی بیڑے کو راس سینٹ ونسنٹ کے قریب جا لیا اور شکست دے کر کیڈز کی جانب پسپا ہونے پر مجبور کیا۔ پھر بھی فرانسیسی اور ولندیزی بیڑوں کی طاقت بدستور قائم تھی اور انھیں کسی قسم کا ضعف نہ پہنچا تھا اگر ان دونوں کا میل ہو جاتا تو انگریزی بیڑے کو بڑی مشکل کا سامنا ہوتا اس لیے کہ عین اسیوقت اسپٹ ہیڈ اور نور میں برطانوی ملاحوں نے غدر کر دیا لیکن خوبی تقدیر سے موسم کی خرابی نے ولندیزوں کو فرانسیسیوں سے ملنے نہ دیا۔ غدر کے اسباب یہ تھے کہ ملاحوں کو خوراک بُری دی جاتی تھی معاوضہ بہت کم ملتا تھا اور اُن کے ساتھ سخت برتاؤ

مفسدہ نور مئی ۱۷۹۷ء

کیا جاتا تھا۔ ایسی حالت میں اُن کی شکایات واجبی تھیں۔ ایارت بحری نے بڑی عقلمندی کی کہ مفسدہ کے استیصال میں تو سخت گیری سے کام لیا لیکن ساتھ ہی ان شکایتوں کو بھی رفع کر دیا مفسدے کے سب سے زیادہ سرکش سرغنوں کو جب سزا مل چکی تو وہ اپنی خدمت پر حاضر ہو گئے اور چند ماہ بعد امیر البحر ڈنکن کی سرداری میں ایک خونریز بحری جنگ میں ولندیزی بیڑے کو کیمپر ڈون کے قریب جو ہالینڈ میں واقع ہے شکست فاش دی۔

جنگ کیمپر ڈون ۱۱۔ اکتوبر ۱۷۹۷ء

ان بحری فتوحات نے برطانوی بیڑے کی تباہی کے منصوبوں کا خاتمہ کر دیا لیکن فرانسیسی جنھوں نے حال ہی میں آسٹریا کے ساتھ بمقام کیمپو فارمیو صلح کر لی تھی ابھی تک اس بات پر تلے ہوئے تھے کہ جس طرح بن پڑے اپنے رہے سہے رقیب انگلستان کو کچل کر رکھ دیں۔ نپولین بوناپارٹ جو اسوقت فرانسیسی فوج کے بہت بڑے حصے کا سپہ سالار تھا اگرچہ بظاہر تو یہی کہتا تھا کہ میں ساحل انگلستان پر حملہ آور ہونے کی تیاریوں میں مصروف ہوں لیکن در پردہ نظامت فرانس کو یہ ترغیب دے رہا تھا کہ اسے فوج دیکر مصر بھیجا جائے تاکہ وہاں سے وہ ہندوستان پہنچ کر انگریزوں کی خبر لے۔ دراصل نپولین نے فرانس میں بادشاہ بن جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ لیکن چونکہ اس منصب کو فوراً حاصل کر لینا ناممکن تھا اس لیے وہ چاہتا تھا کہ ملک غیر میں نمایاں فتوحات حاصل کرے اور ایک عظیم الشان تاج بنکر اپنے وطن میں واپس آئے۔

نپولین کے منصوبے۔

جس شخص نے نپولین کی اس آرزو کا خون کر دیا وہ انگلستان کا سب سے بڑا امیر البحر ہوریشیو نلسن تھا۔ لڑکپن ہی سے نلسن کو جہازرانی کے ساتھ ایک خاص لگاؤ تھا۔ اور جب تیرہ سال کی عمر میں وہ اپنے باپ سے جو نارفاک کا پادری تھا رخصت ہو کر صیغۂ بحری میں ملازم ہوا تو سب کچھ چھوڑ کر اسی کا ہو رہا۔ اس وقت جب وہ برطانیہ کے سب سے زیادہ زبردست اور خطرناک دشمن کے تعاقب و سرکوبی کی خدمت پر مامور کیا گیا تو اس کی عمر چالیس سال تھی۔ اور تجربہ بھی اسی نسبت سے تھا۔ دو مہینے سے زیادہ عرصے تک وہ اس بیڑے کو ڈھونڈتا پھرا جس میں نپولین کا لشکر سوار ہو کر گیا تھا۔ لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔ آخر یکم اگست ۱۷۹۸ء کو اس کی اپنے حریف سے

جنگ نیل یکم اگست ۱۷۹۸ء

دریائے نیل کے دہانے کے اندر خلیج ابوکر میں مٹ بھیڑ ہوگئی۔ فرانسیسی بیڑا لنگر ڈالے پڑا تھا۔ اور اپنے موقع کو محفوظ سمجھ رہا تھا۔ لیکن نلسن نے اپنے کچھ جہاز فرانسیسی بیڑے اور ساحل کے بیچوں بیچ کر دشمن کو دونوں طرف سے توپوں کی باڑ کے آگے رکھ لیا اور اس ترکیب سے اُس مشہور و معروف بحری معرکہ میں فتحیاب ہوگیا جو "جنگ نیل" کہلاتا ہے۔ بیڑے کی تباہی کے بعد فرانسیسی فوج کو براہ تری مصر سے نکلنے کی کوئی سبیل باقی نہ رہی اور نپولین نے شام کو فتح کرنے کا قصد کرلیا۔ ریگستان سے گزر کر اُس نے پہلے تویافہ کو سر کیا۔ پھر آگے بڑھ کر عکہ کا جا محاصرہ کیا لیکن یہاں ترکوں نے بڑے سخت مقابلے کے بعد سر سڈنی اسمتھ کی مدد سے اُسے شکست دی۔ اور اُسے مصر کی طرف پسپا ہونا پڑا۔ اسکندریہ کے قریب ابوکر کے میدان میں ترکوں کی اُس سے پھر جنگ ہوئی جس میں نپولین کامیاب رہا۔ اب یہ خبر آئی کہ یورپ میں فرانسیسیوں کو شکستیں مل رہی ہیں یہ اطلاع پاتے ہی فوج کی کمان اپنے جرنیلوں کے سپرد کرکے نپولین فرانس چلا گیا جہاں ۱۱۔ نومبر ۱۷۹۹ء کو وہ صدر قونصل مقرر کیا گیا۔ چند مہینے بعد اُس نے اٹلی میں آسٹریوں کا مقابلہ کرنے کے لیئے پھر میدان جنگ کی راہ لی اور ماہ جون ۱۸۰۰ء میں انھیں مارنگو کے مقام پر شکست دے کر بتاریخ یکم فروری ۱۸۰۱ء لونے ول میں صلح پر مجبور کر دیا۔

برطانیہ اب بے یار و مددگار بھر یکہ و تنہا رہ گیا۔ روس جس نے کچھ مدت تک اس کا ساتھ دیا تھا جہازوں کی تلاشی لیے جانے کے معاملے میں بگڑ بیٹھا اور پھر بالٹک میں جنگ شروع ہوگئی۔ پٹ بھی وزارت سے الگ ہو چکا تھا اور اس کی علیحدگی کی وجہ ہم اب بیان کرتے ہیں۔

۱۷۹۶ء سے جب کہ فرانسیسیوں کی فوجی مہم آئرلینڈ سے ناکام پلٹی وہاں کے لوگوں میں بے چینی پھیلی ہوئی تھی برطانیہ کے ساتھ ان کی یہ مخالفت برابر بڑھتی گئی یہانتک کہ ۱۷۹۸ء میں ایک بغاوت پھوٹ پڑی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باغیوں نے شکست کھائی اور ان کی چھاؤنی پر جو ضلع وکسفرڈ میں وینیگر ہل پر تھی انگریزوں نے قبضہ کرلیا باوجودیکہ یہ واقعہ پیش آچکا تھا پھر بھی فرانسیسیوں نے کچھ فوج سیو کی بندرگاہ میں لا اتاری جسے آئرلینڈ کے حاکم لارڈ کارنوالس کے مقابلے میں شکست ہوئی فٹز جیرلڈ تو مارا گیا اور ولف ٹون پھانسی پر لٹکا دیا گیا لیکن یہ بات

بغاوت آئرلینڈ ۱۷۹۸ء

ظاہر ہوگئی کہ جب تک آئرلینڈ کی خود اپنی پارلیمنٹ موجود رہے گی آئرلینڈ والے کبھی چین
سے نہ بیٹھیں گے۔ غرض پٹ نے مصمم ارادہ کرلیا کہ آئرلینڈ کی پارلیمنٹ بالکل ہی توڑ دی جائے
اور قانون اتحاد انگلستان و آئرلینڈ کے نام سے ایک قانون نافذ کیا جائے جس کی رو سے

اتحاد آئرلینڈ و انگلستان

آئرلینڈ والوں کو انگریزی پارلیمنٹ میں شریک ہونے کا حق اسی طرح
حاصل ہو جائے جس طرح اسکاٹلینڈ کے لوگوں کو ملکہ این کے عہد
میں حاصل ہوا تھا (دیکھو صفحہ ۴۰۳) آئرلینڈ کے مبعوثین کو رشوتیں دے کر اور خطابات
و اعزازات سے پرچا کر پٹ نے یہ تجویز آئرلینڈ کی پارلیمنٹ سے منظور کرالی اور
رومن کیتھولک فریق کو اس وعدے سے راضی کرلیا کہ تمھیں بھی پراٹسٹنٹ جماعت کے
ساتھ مساوی حقوق ملیں گے۔ ۲۔ اگست ۱۸۰۰ء کو قانون اتحاد نے شاہی منظوری
حاصل کرلی اور اٹھارویں صدی کے آخری دن یعنی ۳۱۔ دسمبر ۱۸۰۰ء کو بادشاہ نے
برطانوی پارلیمنٹ بند کردی اور ماہ جنوری ۱۸۰۱ء میں "شہنشاہی پارلیمنٹ" کی حیثیت

یونین جیک۔

سے اس کا افتتاح کیا۔ اس حیثیت سے آئرلینڈ کے ایک سو
مبعوث دارالعوام میں شریک ہونے اور چار اسقف اور چوبیس امرا
کو دارالامرا میں جگہ ملی یونین جیک (علم اتحاد) پر سینٹ جارج اور سینٹ اینڈرو کی صلیبوں
کے علاوہ سینٹ پیٹرک کی صلیب کا نشان بھی بنا دیا گیا۔ اور اسوقت سے لے کر
آج کے دن تک انگلستان اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ کے قوانین شہنشاہی پارلیمنٹ ہی میں
وضع ہوتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ جارج سوم نے پٹ کو اس بات کی اجازت نہ دی کہ
رومن کیتھولک لوگوں کو پراٹسٹنٹوں کے برابر حقوق دینے کی تجویز پیش کرے جس کا اس نے
عہد کیا تھا اور بادشاہ کے ایسا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں نے اسے یہ سمجھا دیا کہ کیتھولک فرقے
کو برابری کا حق دلوانا اس حلف کے خلاف ہوگا جو آپ نے (یعنی بادشاہ نے) اپنی تاج پوشی
کے وقت اٹھایا تھا۔ ادھر پٹ کی آبرو پر اس عہد کے پورا نہ کرنے سے جو اس نے
رومن کیتھولک فریق سے کیا تھا حرف آتا تھا۔ ایسی حالت میں اس کے لیے بجز اسکے
چارہ نہ رہا کہ وزارت سے مستعفی ہو جائے۔

بادشاہ کو پٹ کے مستعفی ہونے کا ایسا سخت صدمہ ہوا کہ خلل دماغ کا عارضہ
پھر کچھ عرصے کے لیئے اسے لاحق ہوگیا۔ پٹ اس واقعے سے بیحد مغموم ہوا اور فوراً نئے

وزیر اعظم مسٹر اڈنگٹن کو کام میں مدد دینے پر آمادہ ہوگیا۔ یہ وزیر جو آگے چل کر لارڈ سڈمتھ کے لقب سے ملقب ہوا دار العوام کا رئیس النطق رہ چکا تھا۔

برطانیہ کا ابھی تک دشمنوں کے ایک ہجوم سے مقابلہ تھا لیکن جلد ہی تھوڑے دن کے واسطے صلح ہوگئی۔ یعنی جب سر رالف ایبر کرامبی نے فرانسیسیوں کو اسکندریہ کی جنگ میں بتاریخ ۲۱۔ مارچ ۱۸۰۱ء شکست دی اور انگریزوں کی کمک کے لیے ہندوستان سے تازہ فوج آگئی اس لیے ۲۷۔ اگست کو تمام فرانسیسی فوج ہتھیار ڈال دینے پر مجبور ہوگئی۔ ادھر نلسن نے ۲۔ اپریل کو ڈنمارک کے بیڑے پر بمقام کوپن ہیگن غلبہ حاصل کیا یہ جنگ ایسی سخت تھی کہ لڑائی کا نقشہ بگڑا ہوا دیکھ کر انگریزی سردار سر ہائڈ پارکر نے اپنے جہاز پر سے پسپائی کے حکم کی جھنڈی دکھادی۔ نلسن اس اشارے سے خوب واقف تھا۔ لیکن دوربین اٹھا کر اور اپنی بے نور آنکھ میں لگا کر اس نے اپنے جہاز والوں سے کہہ دیا کہ مجھے تو کوئی علامت نظر نہیں آئی۔ یہ کہہ کر وہ دشمن پر ٹوٹ پڑا اور بالآخر فتحیاب ہوا

جنگ اسکندریہ و جنگ کوپن ہیگن ۱۸۰۱ء۔

اس وقت نپولین انگلستان پر چڑھائی کی تیاریوں میں مصروف تھا اور اس مقصد کے لیے بولون میں جہاز فراہم کر رہا تھا لیکن مصر میں جو شکستیں فرانسیسیوں کو ملی تھیں انھوں نے اسے ایک عارضی صلح پر آمادہ کر دیا۔ غرض ماہ مارچ ۱۸۰۲ء میں انگلستان اور فرانس کے درمیان بمقام امیان ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے فرانس کو اطالیہ کا جنوبی علاقہ خالی کرنا پڑا اور برطانیہ سیلون اور ٹرنیڈاڈ کے علاوہ اپنی تمام فتوحات سے دست بردار ہوگیا۔ اسی کے ساتھ شاہان انگلستان نے شاہ فرانس کا لقب جو انھوں نے ایڈورڈ سوم کے وقت سے اختیار کر رکھا تھا ترک کر دیا۔

عہد نامہ امیان مارچ ۱۸۰۲ء۔

لیکن کوئی عہد نامہ نپولین کی امنگ کو نہ روک سکتا تھا۔ امیان کے معاہدے کو سر قلم ہوئے چند مہینے بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ اس نے پیڈمانٹ اور پارما کا فرانس کے ساتھ الحاق کر لیا اور ایک لشکر جرار سے سوئٹزرلینڈ پر دھاوا کر دیا۔ دولت برطانیہ کی طرف سے جب اعتراض ہوا تو اس نے اور الٹا یہ مطالبہ کیا کہ تمام وہ فرانسیسی مفرورین

جو انگلستان میں جا بسے ہیں ملک بدر کر دیے جائیں اور مالٹا فرانس کو دے دیا جائے ان باتوں سے

برطانیہ کے ساتھ شہنشاہ کی حیثیت سے نپولین کی جنگ ۱۸۰۳ء لغایت ۱۸۱۵ء۔

صاف ظاہر تھا کہ نپولین آمادۂ فساد ہے۔ وزارت انگلستان کو اب ناچار اعلان جنگ کرنا پڑا اور اس وقت سے لیکر ۱۸۱۵ء تک نپولین کے ساتھ برطانیہ کی جد و جہد کا سلسلہ برابر قایم رہا۔ قونصل بننے کے وقت سے نپولین نے فرانس میں عمدہ اور مفید قوانین جاری کیے تھے اور بے انتظامی اور فساد کو دور کرنے سے فرانس کو پھر ایک بڑی سلطنت کے درجے پر پہنچا دیا تھا۔ ۱۸۰۴ء میں وہ فرانس کا شہنشاہ ہو گیا۔ لیکن اس کی اولوالعزمی کسی اس سے بھی اونچے مرتبہ کی خواہشمند تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ تمام یورپ کو اپنا مطیع بنا لے اور چونکہ برطانیہ ہی ایک ایسا آزاد ملک باقی رہ گیا تھا جو اُس کی تمناؤں کا سنگ راہ تھا اسلیے اُس کی سب سے بڑی خواہش یہی تھی کہ جس طرح بن پڑے اس ملک کو خاک میں ملا دے چنانچہ ایک مرتبہ اُس نے علانیہ یہ خیال ظاہر بھی کر دیا کہ اگر ہم چھ گھنٹے کے لیے آبنائے انگلستان پر مسلط ہو جائیں تو ساری دنیا ہمارے قبضے میں آ جائے۔

برطانیہ کی مشکلات جیسی جیسی بڑھتی گئیں اس کی بہادری اور شجاعت کے جوہر کھلتے گئے۔ ۱۸۰۴ء میں پٹ دوبارہ وزیراعظم مقرر ہوا۔ تین لاکھ سے بھی اوپر رضاکاروں کی جماعت اپنے ملک کی حفاظت کے لیے کمربستہ ہو گئی اور نلسن فرانسیسی اور ہسپانوی بیڑوں

انگلستان پر نپولین کے حملہ آور ہونے کی طیاریاں ۱۸۰۴ء

کے تعاقب میں جزایر غرب الہند کی طرف روانہ ہو گیا۔ نپولین کے حکم سے یہ بیڑے انگلستان پر حملہ آور ہونے اور آن چوڑے پیندے والی کشتیوں کی محافظت کرنے کے لیے پلٹ آئے تھے جن میں وہ ایک لاکھ فوج سوار کر کے ساحل انگلستان پر اتارنا چاہتا تھا لیکن رستے میں راس فنسٹر کے نزدیک ہسپانوی بیڑے کا مقابلہ سر رابرٹ کالڈر سے ہو گیا جس نے غنیم کو کیڈز کے طرف بھگا دیا۔ اُدھر نلسن نے جو حریف کی خبر پاکر الٹے پاؤں ہوا سے باتیں کرتا ہوا پلٹا تھا فرانسیسی بیڑے کو بتاریخ

جنگ ٹریفالگر اکتوبر ۱۸۰۵ء

۲۱- اکتوبر ۱۸۰۵ء راس ٹریفالگر کے نواح میں جا لیا۔ اب وہ یادگار زمانہ معرکہ وقوع میں آیا جس میں اس نامور امیر البحر نے اپنی جان اپنے ملک پر نثار کر دی۔ جنگ کے شروع ہونے سے پہلے نلسن نے اپنی بحری جمعیت کو اس شہرۂ آفاق پیغام سے مخاطب کیا کہ "آج کے دن انگلستان اپنے ہر ایک فرزند سے

فرض کی بجا آوری کی امید رکھتا ہے۔" یہ ولولہ انگیز لفظ رہتی دنیا تک انگریزوں کے کان میں گونجا کریں گے۔ بہادر امیرالبحر اپنے جہاز "وکٹری" (فتح) کے عرشہ پر کھڑا ہوا کمان کر رہا تھا کہ اُسے ایک بندوق کی گولی آ لگی۔ زخم کاری تھا اور جان لبوں پر آ چکی تھی۔ لیکن دم توڑتے توڑتے اس نے فرانسیسیوں کی شکست کا مژدہ اپنے کانوں سن لیا۔ جو کام اُس کے سپرد کیا گیا تھا۔ اُس سے عہدہ برآمد ہونے میں ہمت مردانہ کا کوئی دقیقہ نہ تھا جو اس جواں مرد نے اٹھا رکھا ہو۔ اُس کی ساری عمر خود احکام کی اطاعت میں صرف ہوئی تھی اور وہ سادہ الفاظ جو اس کی زبان سے آخری وقت میں نکلے بہترین ترکہ تھے جو وہ اپنے ملک کے لیے چھوڑ سکتا تھا۔

برطانیہ کا سب سے بڑا امیرالبحر کام آ چکا تھا اور وقت قریب تھا کہ اُس کے سب سے بڑے مدبر کی حیات مستعار بھی پوری ہو جائے۔ پٹ کی عمر نے اتنی وفا تو کی کہ اُس نے فتح ٹریفالگر کی خوش خبری سن لی لیکن زیادہ دن نہ گزرنے پائے تھے کہ نپولین کے مظفر و منصور ہونے کی

جنگ اسٹرلٹز اور پٹ کی وفات

وحشتناک خبر بجلی بن کر اُس پر آ گری۔ آسٹرلٹز کے میدان میں جو وائنا کے قریب واقع ہے نپولین نے آسٹریا اور روس دونوں کی فوجوں کو بتاریخ ۲۔ دسمبر ۱۸۰۵ء شکست فاش دیکر ان دونوں طاقتوں کا خاتمہ کر دیا ولبرفورس لکھتا ہے کہ واقعہ اسٹرلٹز پٹ کی جان لیکر رہا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس حادثے کے بعد اُس نے سر نہ اٹھایا ۲۳۔ جنوری ۱۸۰۶ء کو جب ملک کے اس جاں نثار خادم نے وفات پائی تو اس کی صرف سینتالیس سال کی تھی۔

پٹ کی وفات پر فاکس نے لارڈ گرنیول کے ساتھ مل کر ایک نئی وزارت بنائی جو "وزارت جامع کمالات" کے نام سے مشہور ہے۔ اس وزارت کا یہ احسان تاریخ کو کبھی فراموش نہ ہوگا کہ رسم بردہ فروشی کی موقوفی جس کے لیے پٹ اور اُس کے احباب مدت سے

وزارت جامع کمالات ۱۸۰۶ء۔

جدوجہد کر رہے تھے اس کی کوششوں سے عمل میں آئی۔ وعایت فیلڈ اور ویسلی کی پند و تلقین نے جب سے ایک جماعت کثیر میں مذہبی بیداری کی روح پھونکی تھی ہمدردی بنی نوع کے جذبات میں ایک عام ہیجان پیدا ہو گیا تھا اور لوگ اپنے ابنائے جنس کی مصیبتوں اور تکلیفوں سے متاثر ہونے لگے تھے ۱۷۷۳ء میں خلق اللہ کے ایک خیرخواہ جان ہاورڈ نے جو

اصلاح محابس۔

پہلو میں دردمند دل رکھتا تھا اپنی زندگی انگلستان کے تکلیف وہ

اور عفونت انگیز قید خانوں کی حالت کی اصلاح کے لیے وقف کر دی۔ وہ ان ناپاک
زندانوں میں خود پیادہ پا جاتا تھا اور ہر وقت اسی کوشش میں لگا رہتا تھا کہ کسی طرح مصیبت زدہ
قیدیوں کی مصیبت رفع ہو جائے۔ چالیس سال بعد ایک نیک نہاد بی بی مسز فرائی نے بھی
اسی نیک کام کا بیڑا اٹھایا اور جان ہاورڈ کی طرح اپنی زندگی محابس انگلستان کی اصلاح کی کوشش
میں گزار دی۔ ۱۷۸۷ء میں ولبر فورس ٹامس کلارکسن اور زکاری مکالے نامی تین شخصوں نے

بردہ فروشی کی موقوفی ۱۸۰۷-۱۷۸۷ء۔

ملکر ایک انجمن اس غرض سے قائم کی کہ افریقہ سے جو حبشی غلام جنوبی امریکہ
میں لے جا کر بیچے جاتے ہیں ان کی تجارت قطعاً روک دی جائے
اس تجارت کا بڑا حصہ انگریزوں کے ہاتھ آگیا تھا اور لونڈی غلاموں کی
خرید و فروخت سے زیادہ تر انگلستان ہی کے بردہ فروش ہاتھ رنگتے تھے۔ غلاموں پر
جو خوفناک ظلم ہوتے تھے ان کی تفصیل سے قلم لرزتا ہے۔ غریب حبشیوں کو بردہ فروش
ان کے جھونپڑوں سے جبراً پکڑ لاتے تھے اور جہاز کی تختہ بند منزلوں کے درمیان
تنگ چوبی خانوں میں بھیڑ بکری کی طرح بند کر دیتے تھے جہاں بھوک پیاس کی آئے دن کی مصیبت
اور دم گھٹنے کے عذاب کے علاوہ ان بدبختوں کو اور بھی انواع و اقسام کی عقوبتیں
سہنی پڑتی تھیں۔ عرشہ پر انھیں کبھی کبھی لا کر تازہ ہوا ضرور کھلائی جاتی تھی اور چابک مار مار
کر انھیں اچھلنے کودنے پر بھی مجبور کیا جاتا تھا تاکہ ان کے ہاتھ پاؤں کھل جائیں۔ لیکن یہ صرف
انھیں زندہ رکھنے کی ترکیبیں تھیں تاکہ وہ کسی طرح نخاس تک پہنچ کر ٹھکانے لگ جائیں۔ جو
غلام بیمار پڑتے تھے انھیں ان کے بیدرد سوداگر یا تو قتل کر ڈالتے تھے یا اٹھا کر سمندر
میں پھینک دیتے تھے۔ ان ہیبت ناک مظالم کا اکابر انگلستان کو بھی اچھی طرح علم
تھا۔ لیکن غلاموں کی خرید و فروخت یا منفعت اس درجہ تھی کہ ان لوگوں نے جو
اس تجارت سے مالا مال ہو گئے تھے ایک مدت تک بردہ فروشی کے مخالفوں
کی ایک پیش نہ جانے دی اور کہیں بیس سال کی لگاتار کوشش کے بعد آخر ۱۸۰۷ء
میں پارلیمنٹ اس مضمون کا قانون نافذ کر سکی کہ جو شخص کسی برطانوی جہاز میں غلاموں کو

فاکس کا انتقال ۱۸۰۶ء۔

بغرض فروخت لیجائے گا وہ مجرم قرار پائے گا۔ فاکس جس نے
اپنی ساری عمر اس کوشش میں گزار دی تھی کہ بردہ فروشی موقوف ہو جائے
اس قانون کا نفاذ جیتے جی نہ دیکھنے پایا اور ۱۳ ستمبر ۱۸۰۶ء کو مرگیا۔ اگرچہ اس قانون سے

بردہ فروشی ترک کی گئی لیکن برطانوی نوآبادیوں میں اُس کی وجہ سے غلامی موقوف نہ ہوئی بلکہ اور اٹھائیس سال یعنے ۱۸۳۴ء تک بدستور قایم رہی۔

ادھر تو برطانیہ اپنے نظام حکومت کی اصلاح میں مصروف تھا اُدھر نپولین اُسکی تجارت کی بربادی کے منصوبے باندھ رہا تھا۔ ۱۸۰۶ء میں روس اور پروشیا پر ایک اور فتح پاکر اور جینا کی مشہور جنگ جیت کر وہ قریب قریب سارے یورپ کا مالک ہوگیا اب اُس نے ۲۱ نومبر ۱۸۰۶ء کو برلن سے ایک فرمان جاری کرکے تمام برطانوی بندرگاہوں کی ناکہ بندی کا اعلان کردیا اور برّاعظم یورپ کی اقوام کو فہمایش کردی کہ برطانیہ کے

فرمان برلن ۲۱۔ نومبر ۱۸۰۶ء

ساتھ تجارت نہ کریں۔ انگلستان کے سوداگروں کو اس سے سخت نقصان پہنچا اور وزرائے سلطنت نے نپولین کے فیصلے کے جواب میں فرانس اور اس کے حلیفوں کی تمام بندرگاہوں کی ناکہ بندی کا اعلان کردیا۔ اسی کے ساتھ اُنھوں نے ماہ ستمبر ۱۸۰۷ء میں ڈنمارک کے جنگی بیڑے کو بھی گرفتار کرلیا اس لیے کہ یہ خبر گرم تھی کہ نپولین یہ بیڑا لے کر انگلستان پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ یورپ کے بندرگاہوں کی اس ناکہ بندی سے انگلستان اور امریکہ کے تعلقات میں کشیدگی پیدا کردی جس کی وجہ یہ تھی کہ امریکہ کے جو جہاز فرانس کے ساتھ تجارت کرتے تھے اب انگریزوں کی گرفتاری کی زد میں آگئے۔ کچھ تو اس مزاحمت سے اور کچھ اس واقعہ سے برہم ہوکر کہ امریکہ کے جہازوں کی تلاشی برطانیہ کے بھاگے ہوؤں کو پناہ دینے کے شبہ میں لی گئی تھی امریکہ کی کانگرس نے ۱۸۱۲ء میں برطانیہ کے خلاف اعلان جنگ کردیا اور اس جنگ کا سلسلہ ۱۸۱۵ء تک قایم رہا۔

خشکی پر نپولین کی فوجیں ہر جگہ کامیاب ہورہی تھیں اور وہ یورپ کے ملک اپنے بھائی بندوں میں بانٹ رہا تھا لیکن اس ملک گیری کے رکنے کا زمانہ قریب آچلا تھا۔ ماہ مئی ۱۸۰۸ء میں ہسپانیہ کے شاہی خاندان کا آپس میں تنازع ہوگیا جس سے نپولین کو یہ موقع مل گیا کہ تاج ہسپانیہ

ہسپانیہ کے تاج و تخت پر نپولین کا قبضہ اور پرتگال پر چڑھائی ۱۸۰۸ء۔

اپنے بھائی جوزف بوناپارٹ کے سر پر رکھ دے۔ ساتھ ہی اُس نے پرتگال پر حملہ کردیا اور اس ملک کے نایب السلطنت نے بھاگ کر برازیل میں پناہ لی۔ نپولین نے ہسپانیہ کے تخت پر اپنے بھائی کو بٹھا تو دیا لیکن ساری عمر میں اس نے ایک ہی غلطی ایسی کی جس کی

تلافی اس کے امکان سے خارج تھی۔ ہسپانیہ کے خود دار باشندوں نے جب دیکھا کہ ایک ایسا شخص اُن کی مرضی کے خلاف اُن کا بادشاہ بنا دیا گیا ہے جسے کل تک کوئی پوچھتا بھی نہ تھا تو اُن کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی ہر جگہ بغاوتیں برپا ہوگئیں اور ہسپانویوں نے برطانیہ سے مدد مانگ بھیجی۔

اس واقعہ کے ظہور سے کچھ ہی دن پہلے سر آرتھر ولزلی (جو بعد میں امیر ولنگٹن کے لقب سے ملقب ہوا) ہندوستان میں ۱۸۰۳ء سے لیکر ۱۸۰۵ء تک مرہٹوں کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرنے کے بعد انگلستان واپس آیا تھا اور وزیر آیرلینڈ مقرر ہوا تھا۔ جارج کیننگ وزیر خارجہ نے جو ایک نوخیز اور ہونہار مدبر تھا، ہسپانیہ کی فریاد پر کان دھرنے اور جزیرہ نمائے ہسپانیہ میں نپولین سے لڑنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ چنانچہ دو مختصر سی فوجیں ولزلی اور جرنیل سر جان مور کے ماتحت فوراً پرتگال روانہ کردی گئیں اور وہ لڑائی جو "جزیرہ نما کی جنگ" کے نام سے مشہور ہے شروع ہوگئی۔ بڑی خرابی یہ ہوئی کہ اس مہم پر جو

آغاز جنگ جزیرہ نما ۱۸۰۸ء

فوجیں بھیجی گئیں اُن کی تعداد بہت ہی قلیل تھی اور ولزلی اور مور جبرالٹر کے گورنر اور ایک اور افسر اعلیٰ کے ماتحت کردیے گئے۔ پس اگرچہ ولزلی نے فرانسیسی جرنیل جونو پر میرد کے میدان میں ۲۱ اگست ۱۸۰۸ء کو فتح تو پائی لیکن وہ اس فتح سے پورا فائدہ نہ اٹھا سکا بلکہ اس کے افسر نے سنٹرا کے مقام پر فرانسیسیوں کے ساتھ ۳۰ اگست کو صلح کرلی اور ولزلی انگلستان واپس بلا لیا گیا۔

اب سر جان مور کو حکم ملا کہ ہسپانیہ کی طرف پیش قدمی کرکے ہسپانوی فوج کے ساتھ جا ملے۔ لیکن رستے میں اُسے معلوم ہوا کہ نپولین میدان جنگ میں خود آپہنچا ہے اور ہسپانوی لشکر کا کام تمام کرکے میڈرڈ کی جانب بڑھ رہا ہے۔ نپولین کے پاس ستر ہزار فوج تھی۔ اس کے مقابلے میں انگریز صرف پچیس ہزار تھے۔ یہ دیکھ کر مور نے جو ایک بہادر اور آزمودہ کار افسر تھا ساحل کی طرف پلٹ جانے اور اپنی فوج کو جہازوں پر سوار کرکے رخصت ہوجانے کا فیصلہ کرلیا۔ جس صفائی سے وہ پسپا ہوا اور اپنے لشکر کو خطرے سے نکال لے گیا وہ اس کی سپہسالاری کا کمال ظاہر کرتا ہے پہلے اُس نے سیدھا ویگو کا رخ کیا۔ اور نپولین کو جو تعاقب میں تھا اپنی گرد تک نہ پہنچنے دیا۔ مگر رستے میں خبر ملی کہ اس بندرگاہ سے فوجیں جہاز پر سوار نہ ہوسکیں گی۔ یہ سن کر اُس نے کارنا کی راہ لی جو علاقہ گلیشیا کی ایک بندرگاہ ہے۔ ۱۰۔ جنوری کو جب وہ یہاں پہنچا

انگریزی فوج کی پسپائی اور جنگ کارنا ۱۸۰۹ء۔

تو معلوم ہوا کہ انگریزی بیڑے کو مخالف ہواؤں نے سمندر میں روک رکھا ہے۔ بیڑے کو آتے آتے چار دن لگ گئے۔ اتنے میں فرانسیسی فوج بھی مارشل سولٹ کی قیادت میں آپہنچی اور حملہ کے لئے صف بستہ ہوگئی۔ ۱۶۔جنوری کو دوپہر ڈھلے فرانسیسیوں نے حملہ شروع کر دیا۔ انگریزوں نے برابر کا جواب دیا اور مقابلہ میں پامردی اور ثابت قدمی دکھائی۔ فرانسیسیوں نے ہر طرف زک اٹھائی اور انگریزی فوج تین ہزار فرانسیسی لاشیں میدان میں چھوڑ کر آدھی رات ہوتے ہوتے جہازوں پر سوار ہوگئی۔ لیکن اسکاٹلینڈ کا وہ بہادر فرزند جس نے اپنی فوج کو بچا لیا تھا خود مارا گیا اور اس کے رفیق اسے میدان جنگ ہی میں دفن کر کے چپ چاپ غم کی تصویر بنے ہوئے رخصت ہو گئے۔ انگلستان کے شاعر ولف نے "جنازہ سرجان مور" کے عنوان سے ایک نظم لکھی ہے جس میں اس واقعہ کی تصویر اس طرح کھینچی ہے:۔

کہیں بلند کوئی ماتمی نوا نہ ہوئی۔	جب اسکی لاش کو لشکر چلا اٹھائے ہوئے
کوئی تفنگ سلامی کے واسطے نہ چلی۔	کہ تھا سکوت صف تعزیت بچھائے ہوئے
بنے ہوئے تھے سپاہی غم والم کی شبیہ	تمام فوج کے افسر تھے سر جھکائے ہوئے
جب اسکو خاک کے اندر لٹا دیا ہم نے	وہ اپنے خون میں تھا آپ ہی نہائے ہوئے
نہ کوئی مرثیہ ہے نقش سنگ تربت پر	نہ قبر پر کوئی گنبد ہے سر اٹھائے ہوئے
وہاں وہ آپ ہے یا اسکی شان عظمت ہے	جہاں زمانہ ہوا گم اسے بنائے ہوئے

ہسپانوی فوج کی تباہی اور مور کی پسپائی کی خبر جب انگلستان پہنچی تو انگریزوں کے حوصلے پست ہو گئے لیکن کیننگ نے ایک بہت بڑی فوج فراہم کر کے ولزلی کو اس کی سرداری دی اور اسے فوراً پرتگال بھیج دیا۔ ولزلی برابر چار سال تک فرانسیسیوں سے لڑتا رہا اور اس عرصے میں نپولین کے قابل ترین جرنیلوں کو شکستیں دے دے کر اس نے سرزمین ہسپانیہ سے باہر نکال دیا۔ ابھی تک اسے وہ شہرت حاصل نہ تھی جو نپولین کے حصے میں آچکی تھی دوران جنگ میں فوجی کمک اور رسد اسے کبھی کافی مقدار میں دستیاب نہ ہوئی۔ اس کا مقصد بھی بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ اپنا فرض منصبی بجا لاتا رہے اور اپنے کام سے کام رکھے۔ لیکن اس بات کا اسے پختہ یقین تھا کہ حق وراستی کا پلہ اسی کی طرف جھکا ہوا ہے اور انجام کار وہ اس ظالم پر ضرور غالب آئے گا جو تمام یورپ کو پامال کر رہا ہے۔ وہ اپنے سپاہیوں کی جان کو بہت قیمتی

ولنگٹن اور نپولین۔

سمجھتا تھا اور انھیں کبھی غیر ضروری خطرے میں نہ ڈالتا تھا بخلاف اس کے نپولین اپنی فوجوں کو بے دریغ کٹوا دیتا تھا۔ ولزلی کو اس بات کا بھی بڑا خیال رہتا تھا کہ اس کے لشکری رعایا کو لوٹنے نہ پائیں۔ وہ جو چیز لیتا تھا اُس کے دام اُسی وقت چکا دیتا تھا۔ غرض پورے استقلال اور ثابت قدمی سے کام لیکر اُس نے بتدریج ثابت کر دیا کہ فرانسیسی افواج پر فتح حاصل کی جا سکتی ہے اور اس طور پر اُس نے وہ طلسم توڑ دیا جس کے زور سے نپولین نے تمام یورپ پر اپنی سطوت کا سکہ جما رکھا تھا۔

ولزلی نے مارشل سولٹ کو بتاریخ ۱۲ مئی اپورٹو کے میدان میں شکست دی اور ۲۸ جولائی سنہ ۱۸۰۹ء کو مارشل وکٹر پر بمقام تلاویرا فتح پائی۔ اس فتحیابی کے صلہ میں حکومت انگلستان نے اُسے امیر ولنگٹن کے لقب سے سرفراز کیا۔ جنگ تلاویرا کے بعد وہ پیچھے ہٹتا ہوا پرتگال چلا آیا جہاں موسم سرما میں اُس نے قلعوں کے تین مستحکم سلسلے تعمیر کیے جو ٹارس ویڈراس کے مورچوں کے نام سے مشہور ہیں۔ چنانچہ جب سنہ ۱۸۱۰ء میں مارشل میسنا اس خدمت پر مامور ہوا کہ انگریزی فوج کو جا کر سمندر میں دھکیل دے تو پہلے تو اُسے بتاریخ ۲۹ ستمبر سنہ ۱۸۱۰ء بوساکو کے معرکے میں زک ہوئی اور اُس کے بعد اُسے پہلے خط دفاع پر پہنچ کر رکنا پڑا۔ مورچہ بند انگریزی فوج پر حملہ کرنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ حملہ آوروں کے پاس رسد بھی نہ تھی۔ اس لیے کہ ولنگٹن نے تمام فصلیں تباہ کر دی تھیں اور آس پاس کے علاقے میں کوئی مواشی نہ رہنے دیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میسنا کی پینتالیس ہزار فوج کچھ تو چھوٹی چھوٹی مٹ بھیڑوں میں کچھ بیماری سے اور کچھ بھوک کے عذاب سے تباہ ہو گئی اور اسے مجبوراً ہسپانیہ کی طرف پسپا ہونا پڑا۔

ہسپانیہ میں ولنگٹن کی فتوحات سنہ ۱۸۱۰ء لغایت سنہ ۱۸۱۳ء۔

یہاں ہسپانویوں نے مسلح دستے کوہ و دشت میں پھیلا رکھے تھے جو اپنی کمیں گاہوں سے نکل نکلکر فرانسیسی فوج کا قافیہ تنگ کرنے لگے پیچھے پیچھے ولنگٹن کی فوج تھی جس نے آگے بڑھ کر فرانسیسیوں پر پے در پے حملے کیے اور متعدد معرکوں میں فتوحات حاصل کیں۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور پانچ معرکے ہیں۔ سیوڈاڈ راڈریگو اور باوجوز کے قلعے سنہ ۱۸۱۲ء کی دو لڑائیوں میں مسخر ہوئے۔ جنگ سلامنکا سنہ ۱۸۱۲ء اور جنگ وٹوریا سنہ ۱۸۱۳ء میں واقع ہوئی اور سینٹ سباسٹین کا طویل محاصرہ سنہ ۱۸۱۳ء کے موسم سرما میں ہوا جس کے ساتھ ہی ہسپانیہ میں فرانسیسی قوت کا خاتمہ ہو گیا۔

ولنگٹن کی فتوحات نے ہسپانیہ کو آزاد کرنے کے ساتھ اقوام یورپ کے بھی حوصلے بڑھا دیئے اور اُن کو اس قابل کر دیا کہ اپنے مشترک دشمن کے خلاف مردانہ وار اُٹھ کھڑے ہوں۔ نپولین نے جس کے سر میں ابھی تک ملک گیری کا سودا سمایا ہوا تھا ۱۸۱۲ء میں روس پر چڑھائی کی اور ایک خونریز جنگ کے بعد ۷ ستمبر ۱۸۱۲ء کو بورو ڈینو کے میدان میں ہوئی یلغار کرتا ہوا ماسکو جا پہنچا لیکن روسیوں نے جنھیں ولنگٹن کا دیا ہوا سبق از بر تھا شہر کو آگ لگا دی۔ اب نہ کھانے کو روٹی رہی نہ سر چھپانے کو کہیں کوئی مکان رہا۔ اور نپولین کے سپاہی واپسی پر مجبور ہو گئے۔

ماسکو کی آتشزدگی اور فرانسیسیوں کی پسپائی ۱۸۱۲ء

جاڑے کا موسم تھا۔ ہوا برف میں ڈوبی ہوئی تھی سرد میدانوں کی منزلیں سامنے تھیں ہزاروں سپاہیوں کا کام آئے دن رستے ہی میں تمام ہونے لگا۔ چار لاکھ جانبازوں میں سے صرف بیس ہزار جان سلامت لیکر واپس آئے۔ اودھر تو فرانسیسی فوج یوں تباہ ہو رہی تھی۔ اُدھر روس تعاقب کرتا چلا آتا تھا۔ اور آسٹریا اور پروشیا پہلو پر حملے کر رہے تھے۔ فرانس پہنچ کر نپولین نے ایک نئی فوج آراستہ کی اور دشمنوں کے مقابلے کے لیے پھر پلٹا۔

نپولین کی تخت سے علیحدگی

یہ یورش اس بلا کی تھی کہ لٹزن باٹزن اور ڈریسڈن کے تین معرکوں میں اُسے فتح پر فتح حاصل ہوتی گئی۔ لیکن اب وہ چاروں طرف سے دشمنوں کے ہجوم میں گھر چلا تھا۔ چنانچہ لائپزگ کے میدان میں ۱۹۔ اکتوبر ۱۸۱۳ء کو تین دن کی مسلسل جنگ کے بعد اُس نے شکست فاش کھائی اب وہ دریائے رائن کے کنارے کی جانب ہٹ آنے پر مجبور ہو گیا اور سال ۱۸۱۴ء کے اوائل میں اپنے دشمنوں کے ٹڈی دل کا مقابلہ بڑی پامردی سے کرتا رہا۔ لیکن بالآخر جب ۳۱ مارچ کو اُس کے حریف فاتحانہ حیثیت سے پیرس میں آ داخل ہوئے تو وہ تخت سے دست بردار ہو گیا۔ اور بتاریخ ۲۰۔ اپریل ۱۸۱۴ء جزیرہ البا میں بھیج دیا گیا۔

نوجوان ولیعہد فرانس جس کا انقلاب فرانس کے دوران میں انتقال ہو چکا تھا لوئی ہفدہم کہلاتا تھا اس لیئے اب لوئی یازدہم کا بھائی تخت پر بٹھایا گیا اور لوئی ہشتدہم کے لقب سے ملقب ہوا۔ لیکن ابھی تک کچھ چنگاریاں دبی ہوئی تھیں جو بھڑک کر لپکتے شعلے کی صورت اختیار کرنے والی تھیں۔ صلح کو پورے گیارہ مہینے بھی نہ ہوئے تھے کہ یورپ بھر میں اس خبر نے تھلکہ ڈال دیا کہ نپولین

نپولین کی واپسی۔ مارچ ۱۸۱۵ء

جزیرۂ البا سے فرار ہوگیا ہے اور کینے کی بندرگاہ میں لنگر انداز
ہو کر اپنے دیرینہ رفیقوں اور ہواخواہوں کے ایک
بہت بڑے جتھے کے ساتھ پیرس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ نپولین کی اس پیش قدمی
کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ اس کی سرعت کا یہ عالم تھا کہ تین ہفتے کے اندر اندر
تخت شہنشاہی نے پھر اس کے قدم چوم لیے اور شاہ فرانس کو راہ گریز اختیار
کرنی پڑی۔ ادھر اتحادی ریاستیں بھی مقابلے کے لیے بے درنگ اٹھ کھڑی ہوئیں۔
ولنگٹن جو وائنا گیا ہوا تھا ماہ اپریل ہی میں برسلز پہنچ گیا اور برطانوی پروشیائی آسٹروی
اور روسی فوجیں حملہ آوری کے لیے جمع ہونے لگیں۔ اس وقت صرف برطانیہ اور
پروشیا کی فوجیں کیل کانٹے سے لیس تھیں۔ نپولین اس فکر میں تھا کہ انھیں آپس میں
ملنے نہ دے اور پہلے ہی الگ الگ دونوں سے سمجھ لے۔ چنانچہ بتاریخ ۱۶۔ جون اس نے
پروشیائیوں کو لگنی کے میدان میں شکست بھی دی لیکن ولنگٹن نے اسی دن کواٹر برا کے
مقام پر فرانسیسی جرنیل مارشل نے کو زک دے کر واٹرلو کے گاؤں کے قریب جو برسلز سے
نو میل کے فاصلے پر واقع ہے سینٹ جین کی پہاڑیوں پر مضبوطی سے اپنے مورچے جما لیے۔

۱۸۔ جون کو نپولین اور ولنگٹن کا پہلی مرتبہ دو بدو مقابلہ ہوا۔ جو فوج ولنگٹن کی ماتحتی
میں دی گئی تھی اس کو لڑانا بڑا ہی دقت طلب کام تھا اس کے قریب قریب تمام
کار آزمودہ سپاہی امریکہ کے میدان جنگ میں بھیج دیے گئے تھے۔ اس کی انگریزی فوج
کے سپاہی نوعمر اور ناتجربہ کار تھے۔ اور اس کی آدھی سے زیادہ جمعیت ندرلینڈ
ہینوور نساؤ اور برنزوک والوں کی تھی۔ پروشیا والے جو اس کے حلیف تھے
ابھی تک اس سے بہت دور تھے۔ البتہ پروشیائی سپہ سالار بلوشر کا قاصد سترویں تاریخ کو یہ
پیغام لایا تھا کہ اس کی فوج کل تک سہ پہر سے پہلے ہی یلغار کرتی ہوئی ولنگٹن کی فوج کے

جنگ واٹرلو ۱۸۔ جون ۱۸۱۵ء

ساتھ آملے گی۔ اٹھارھویں جون والے دن دوپہر کے وقت
نپولین نے آگے بڑھ کر حملہ کر دیا۔ اس وقت ولنگٹن زیادہ سے زیادہ
صرف اتنا کر سکتا تھا کہ کمک پہنچنے تک اپنی جگہ پر جما رہے فرانسیسی رسالے برطانوی پیدل
فوج کی صفوں پر جو بشکل مربع پرا جمائے آہنی دیواروں کی طرح اپنی جگہ قائم تھیں۔ کبھی ایک
سمت سے کبھی دوسری سمت سے رہ رہ کر حملے کرتا تھا اور ہر دفعہ اُن کی

توپ وتفنگ کی برستی آگ سے بے بھسم ہو کر رہ جاتا تھا۔ اسی حالت میں دوپہر ڈھل گئی اور چار بجے بج گئے۔ دن بھر کی تھکی ماندی انگریزی فوج اپنے حلیفوں کے انتظار میں چشم براہ تھی۔ لیکن ان کا کہیں پتہ نہ تھا۔ آخر پانچ بجے کے قریب معلوم ہوا کہ فرانسیسی فوج کا پروشیائی فوج کے ساتھ نظروں سے اوجھل کسی مقام پر مقابلہ ہو رہا ہے۔ پروشیائی فوج غنیم کی صفوں کو چیرتی ہوئی برابر بڑھتی چلی آئی۔ سات بجے تھے کہ فرانسیسیوں نے جان توڑ کر برطانوی جمعیت پر ایک آخری حملہ کیا اور اس میں بھی منہ کی کھائی اور میدان سے فرار ہو گئے۔ حق یہ ہے کہ اگر پروشیائی فوج عین وقت پر نہ پہنچ جاتی تو یہ عظیم الشان فتح کبھی حاصل نہ ہوتی۔ پچیس ہزار سے اوپر فرانسیسی کھیت رہے اور برطانوی فوج کے بھی تیرہ ہزار سپاہی کام آئے۔ اتنا بڑا نقصان جان تو ہوا لیکن آخر جنگ ختم ہو گئی۔ نپولین بھاگ کر پیرس چلا گیا۔ اور اپنے بیٹے کو تخت دے کر خود دست بردار ہو گیا۔

نپولین کی وفات ۱۸۲۱ء

اب اس نے چاہا کہ فرانس چھوڑ کر کسی دوسرے ملک کو چلا جائے لیکن یہ دیکھ کر کہ تمام بندرگاہوں پر پہرے بیٹھے ہوئے ہیں اور بھاگ نکلنے کے تمام راستے بند ہیں اس نے اپنے آپ کو برطانوی جہاز بلرفان کے ناخدا کپتان میٹ لینڈ کے حوالے کر دیا۔ انگریز اسے جزیرہ سینٹ ہلینا میں لے گئے جہاں اس کی نظربندی احتیاط کے ساتھ ہوئی اور وہیں ۵۔ مئی ۱۸۲۱ء کو اس نے انتقال کیا۔ لوئی ہژدہم اب پیرس واپس آ گیا اور تین سال تک اتحادی فرانس پر قابض رہا تا آنکہ انقلاب حکومت کے تمام خدشے مٹ گئے۔ اس دن سے لیکر آج کے دن تک اگرچہ فرانسیسی اور انگریز شیر وشکر تو نہیں ہوئے لیکن اس کوشش میں لگے رہے ہیں کہ دونوں قوموں کے درمیان مصالحت کی راہ نکل آئے اور جب کبھی میدان میں اترے ہیں تو بھی حلیف بن کر لڑے ہیں حریف ہو کر مقابلہ پر نہیں آئے۔

جب صلح کا اعلان ہوا تو انگریزوں کی حالت مارے خوشی کے دیوانوں کی سی ہو گئی۔ حصول آزادی کی خاطر ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگاتے لگاتے انھیں پورے

ملفنا مپر پرس ۱۸۱۵ء

بارہ سال ہو گئے تھے اور گزشتہ تین سال کا زمانہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ساتھ جنگ کرنے میں بسر ہوا تھا جس میں کناڈا کے ہاتھ سے نکل جانے کا کھٹکا لگا ہوا تھا اور ابھی پچھلے ہی دنوں ۱۸۱۵ء

کے اوائل میں امریکہ کے ساتھ صلح ہوئی تھی اگرچہ اس عرصہ میں تجارت کو ایک حد تک فروغ ضرور ہوا اس لئے کہ صرف برطانیہ ہی ایک ایسا ملک تھا جہاں جنگ کے شرارے اڑ کر نہ پہنچنے پائے تھے اور اس کے علاوہ مال تجارت کا جہازوں میں لادا جانا زیادہ تر انگریزوں ہی کے ہاتھ میں تھا۔ لیکن پھر بھی محصولات کی بڑھی ہوئی شرح اناج کے چڑھے ہوئے بھاؤ اور جنگ نے ہر شخص کے چھکے چھڑا رکھے تھے۔ سنہ ۱۸۱۱ء میں بادشاہ جو ایک عرصۂ دراز سے عارضۂ خلل دماغ میں مبتلا تھا۔ بالکل ہی مسلوب الحواس اور فاتر العقل ہو گیا۔ اور شہزادۂ ویلز نائب السلطنت قرار پایا۔ پارلیمنٹ جنگ کے معاملات

شہزادہ ویلز بحیثیت نائب السلطنت ۱۸۱۱ء تا ۱۸۲۰ء

میں اتنی مصروف تھی کہ وزرائے اعظم امیرکوبیر پورٹلینڈ (۱۸۰۷ء تا ۱۸۰۹ء) مسٹر پرسیول (۱۸۰۹ء تا ۱۸۱۲ء) اور لارڈ لیورپول (۱۸۱۲ء تا ۱۸۲۷ء) کو نئی اصلاحات کرنے کا کوئی موقعہ ہی نہ ملا۔ اسی کے ساتھ اس بے چینی اور انتشار نے جو واقعہ انقلاب فرانس کا پیدا کیا ہوا تھا قوم کی تمام جماعتوں کو ایک دوسری کی طرف سے بدظن کر رکھا تھا صلح کے بعد جب پہلا جوش فرو ہوا تو قوم کو اس طویل و مدید جنگ کے گوناگوں اثرات محسوس ہونا شروع ہوئے۔

قومی قرضہ کی مقدار بڑھ کر چوراسی کروڑ پاونڈ ہو گئی تھی اور سارا ملک اس قرض کے بوجھ تلے دب چلا تھا۔ اگرچہ ۱۸۱۹ء میں ایک قانون عمل میں آ چکا تھا جس کی رو سے بینک انگلستان طلائی سکہ میں رقوم ادا کرنے لگا تھا لیکن پھر بھی کاغذی زر کی ایک مقدار کثیر ملک میں موجود تھی۔ فوج اور بیڑے کے برطرف شدہ سپاہیوں اور ملاحوں نے میدان جنگ سے واپس آ کر بے کاروں کی تعداد اور بڑھا دی کارخانہ داروں کے پاس جنھوں نے دوران جنگ میں سامان حرب بہم پہنچایا تھا مزدوروں کے لئے کوئی کام نہ رہا۔ اور اہل حرفہ کی حالت بھی پتلی ہو گئی غیر ممالک سے اجناس کے بکثرت

قانون غلہ کی سختیاں ۱۸۱۵ء

درآمد ہونے کے باعث غلے کا بھاؤ گر گیا کاشتکاروں اور زمینداروں نے جن کے لئے یہ ارزانی موجب نقصان تھی پارلیمنٹ سے کہہ سن کر غلے کا ایک قانون ۱۸۱۵ء میں نافذ کرا لیا جس کے بموجب ۸۰ شلنگ فی کوارٹر (کوارٹر = ۸ من) سے کم نرخ پر اناج کی درآمد ممنوع قرار پائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب ۱۸۱۶ء میں

فصل اچھی نہ ہوئی تو تمام ملک میں قحط پڑ گیا۔ اب ہر طرف بلوے ہونے لگے۔ ضلع کینٹ کی زراعت پیشہ آبادی میں الگ شورش برپا ہوگئی۔ انگلستان کے اضلاع متوسط و مغربیہ کے کان کن اور زغال بردار الگ فساد پر اتر آئے۔ ادھر ناٹنگھم میں ایک جماعت جو کلوں کی مخالفت کے باعث "آلہ شکن" کے نام سے موسوم تھی پہلے سے بھی زیادہ جوش و خروش کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی اور کارخانوں میں جا جا کر کلوں کو توڑنے پھوڑنے لگ گئی چار سال تک، حکومت کو طرح طرح کی اندرونی مشکلات کا سامنا رہا۔ "ویکلی پولیٹیکل رجسٹر" (ہفتہ نامہ سیاست) کے نام سے ولیم کابٹ نے ایک اخبار نکالا جس میں مزدوری پیشہ جماعت کو یہ تعلیم دی جاتی تھی۔ کہ پارلیمنٹ کی اصلاح سے اُن کی تمام مشکلات و مصائب

مانچسٹر کا قتل عام اگست ۱۸۱۹ء

کا خاتمہ ہو جائے گا سیاسی جلسے اس کثرت سے منعقد ہونے لگے اور ان جلسوں کا رویہ ایسا اندیشہ ناک ہو گیا کہ حکومت کو قانون شہادت ذاتی پھر معطل کرنا پڑا۔ اور چونکہ مانچسٹر میں ایک ہنگامہ ہو گیا تھا جس میں فوجی سواروں کے ہاتھوں پچاس سے اوپر آدمی سخت مجروح ہوئے تھے اس لیے پارلیمنٹ نے رعایا کی آزادی کم کرنے کے لیے چھ تعزیری قوانین جاری کیے جو "قوانین ششگانہ" کے نام سے موسوم ہوئے۔

نائب السلطنت سے بھی نہایت ہی لوگ بیزار تھے ۱۷۸۵ء میں اس نے ایک حسین و جمیل بیوہ مسز فٹز ہربرٹ سے عقد کیا تھا لیکن چونکہ وہ مذہباً رومن کیتھولک تھی اور اس کے علاوہ "قانون مناکحت خاندان شاہی" مصدرہ ۱۷۷۲ء کی رو سے شاہی خاندان کے کسی رکن کو بادشاہ کی اجازت کے بغیر ۲۵ سال سے کم عمر میں عقد کرنے کا اختیار نہ تھا اس لیے یہ شادی قانوناً ناجائز تھی۔ غرض ۱۷۹۵ء میں ولیعہد نے مسز فٹز ہربرٹ سے کنارہ کش ہو کر ایک پھوہڑ اور بدسلیقہ عورت شہزادی کیرولائن رئیسہ برنزوک سے نکاح

شہزادی شارلوٹ کی وفات ۱۸۱۷ء

کر لیا۔ مگر میاں بی بی میں بہت جلد ان بن ہو گئی۔ اس شہزادی کے بطن سے ایک ہی لڑکی شہزادی شارلوٹ جسے رعایا دل و جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھی پیدا ہوئی۔ اس کا عقد سیکس کوبرگ کے امیر شہزادہ لیوپولڈ سے ہوا۔ لیکن عمر نے وفا نہ کی۔ ۶۔ نومبر ۱۸۱۷ء کو عین عالم شباب میں اسکا انتقال ہو گیا۔ اور اس کا اکلوتا بچہ بھی اسی کے ساتھ چل بسا۔ اب ولیعہد کا

کوئی صلبی وارث باقی نہ رہا۔ بادشاہ کے تین بیٹوں میں سے جن کی شادیاں ۱۸۱۸ء میں ہوئیں صرف امیر کیبر کینٹ ہی مقبول خاص و عام تھا۔ اس نے شہزادہ لیوپولڈ کی بہن سے عقد کیا۔ اور ہماری ملکہ الگزنڈرینا وکٹوریا آنجہانی جو ۲۴۔ مئی ۱۸۱۹ء کو پیدا ہوئی اسی کی بیٹی تھی۔ مگر اس کا سن ابھی آٹھ ہی مہینے کا تھا کہ باپ کا سایہ ہمیشہ کے لیے اس کے سر سے اٹھ گیا۔

شاہی خاندان کی عروسیاں

جارج ثالث کی عمر کا رشتۂ دراز اب قطع ہونے کے قریب تھا۔ اگرچہ بینائی جاتی رہی تھی حواس مختل ہو چکے تھے اور غلطیاں بھی اس سے روز بروز کہ بہت سی سرزد ہوتی تھیں لیکن پھر بھی اس دیرینہ سال بادشاہ کے ساتھ رعایا کو بڑی محبت تھی چنانچہ جب بیاسی سال کی عمر پا کر فرمانروائی کے ساٹھویں سال میں ۲۹۔ جنوری ۱۸۲۰ء کو اس کی آنکھ بند ہو گئی تو ساری قوم رنج و غم میں ڈوبی ہوئی تھی تخت نشینی کے وقت سے جبکہ وہ نوجوانی کے جوشیلے ارادے کے ساتھ تخت پر بیٹھا تھا۔ کہ میں رعایا کو دکھا دوں گا کہ بادشاہوں کی شان کیسی ہوا کرتی ہے، اس وقت تک بڑے بڑے عظیم الشان واقعات ظہور میں آ چکے تھے۔ امریکہ ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ ہندوستان پر انگریزی حکومت تسلط بٹھا چکی تھی۔ پٹ خرابیوں کی اصلاح کر کے ملک کو عروج پر لا چکا تھا۔ انگلستان کی تباہی میں نپولین ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا چکا تھا۔ اور نلسن اور ولنگٹن اس کی ڈوبتی ناؤ کو بھنور سے نکال کر ساحل نجات پر لا چکے تھے۔ آئرلینڈ اپنا نام برطانیہ کو دے چکا تھا۔ اور ہمیں امید رکھنی چاہیئے کہ اس ظاہری یکجہتی کے ساتھ یہ دونوں ملک ایک دن دل سے بھی ایک ہو جائیں گے۔ برطانیہ اس ناپاک دھبے کو جو حبشی غلاموں کی خرید و فروخت نے اس کے دامن پر لگا رکھا تھا دھو چکا تھا اور ۱۸۱۶ء میں برطانوی اور ولندیز بیڑے الجیریا پر گولہ باری کر کے وہاں کے مقامی فرمانروا کو ان تمام مسیحیوں کی رہائی پر مجبور کر چکے تھے جنھیں فرمانروائے مذکور نے بدامنی کے پر آشوب ایام میں گرفتار کر کے لونڈی غلام بنا لیا تھا۔

جارج ثالث کی وفات ۱۸۲۰ء

ان سیاسی واقعات کے پہلو بہ پہلو علمی ایجادات و اکتشافات کی ترقی بھی جاری تھی۔ ۱۸۰۷ء میں امریکہ کے دو موجد فلٹن اور لونگ سٹن نامی ایک دخانی انجن کی مدد سے ایک جہاز کو دریائے ہڈسن کے دھارے دھارے

اکتشافات و ایجادات

نیویارک سے البنی تک لے گئے۔ اور ۱۸۱۲ء میں ایک دخانی جہاز دو کشتیاں نہر کلائڈ کے اندر کھینچ کر لے گئی۔ دخانی گاڑیوں کی ایجاد کا بھی کئی صناعوں کو خیال آیا لیکن اُن کی کوشش کامیاب نہ ہوسکی۔ نئی نئی کلوں کی ایجاد اور برطانیہ کی بحری قوت کی بدولت تجارت وصنعت وحرفت میں بہت بڑی ترقی ہوگئی ادھر انھیں لڑائیوں کے دوران میں فرانس میں لیمارک کیوویر اور لیوازیر اور انگلستان میں ہرشل ڈیوی اور پریسٹلی جیسے مشاہیر اپنے شاندار اکتشافات سے معلومات انسانی میں اضافہ کرتے چلے جاتے تھے۔

ادبیات میں الزبتھ کے عہد کے بعد یہ سب سے زیادہ قابل ذکر دور تھا۔ آدم اسمتھ کی کتاب "ویلتھ آف نیشنس" (دولت اقوام) ۱۷۷۶ء میں شایع ہوئی رابرٹسن کی تصانیف "تاریخ اسکاٹلینڈ" "وقایع شہنشاہ چارلس پنجم اور تاریخ امریکہ ۱۷۵۹ء اور ۱۷۷۷ء کے یا" درمیانی زمانے میں سپرد قلم ہوئیں۔ اور گبن کی مشہور تصنیف "ڈیکلائن اینڈ فال اف دی رومن ایمپائر" ۱۷۷۶ء اور ۱۷۸۸ء کے درمیان لکھی گئی۔ انگلستان کا مشہور ادیب سیموئل جانسن (۱۷۰۹ء لغایت ۱۷۸۴ء) جو درشت کلامی کے باوجود نیکدلی کے جوہر سے آراستہ تھا اپنی یادگار زمانہ "ڈکشنری" (فرہنگ) جارج ثانی کے عہد میں شایع کر چکا تھا لیکن وہ بھی گولڈاسمتھ کے نوحہ خوان معاصرین میں ہے جس نے ۱۷۲۸ء سے لیکر ۱۷۷۴ء کا زمانہ پایا ہے اور جس کی کتاب "وکار آف ویکفیلڈ" (ویکفیلڈ کا پادری) اور "ڈزرٹڈ ولیج" (اجڑی بستی) اور نیز دوسری تصانیف سب کی سب جارج ثالث ہی کے زمانے میں شایع ہوئیں۔ ناٹک کے فن میں گولڈاسمتھ کی کتاب "شی اسٹوپس ٹو کانکر" یا شیریڈن کی تصانیف "رالوس" اور "اسکول فار اسکنڈلس" سے زیادہ دلفریب کتابیں ہماری نظر سے کم گزرینگی۔ ان ناٹکوں کے تماشے کے لیے ایکٹروں کی بھی کمی نہ تھی اس لیے کہ گیرک فوٹ کمبل اور مسز سڈنس کا تعلق اسی زمانے سے ہے یہ دور شعرا کی کثرت کے لحاظ سے بھی ایک خاص امتیاز رکھتا ہے۔ کوپر برنس شیلی کیٹس اور بائرن اسی عہد کی یادگار ہیں۔ اور جارج ثالث کی وفات سے مدتوں پہلے کیمبل کا مرج ورڈس ورتھ سودی والٹر اسکاٹ اور ٹامس مور کی شاعری کا سکہ دلوں پر بیٹھ چکا تھا۔ ۱۷۵۳ء میں سرہنس اسلون کچھ بیش قیمت کتابیں چھوڑ مرا تھا۔ اور اس نادر علمی مجموعے سے عجائب خانہ برطانیہ کی بنیاد پڑی آگے چل کر جارج ثانی

اور جارج ثالث کے شاہی کتب خانوں کا ذخیرہ اس میں شامل ہوگیا اور اب اس عجائب خانے نے ایک بہت بڑے قومی کتب خانے کی صورت اختیار کرلی تھی۔ ۱۸۱۶ء میں وہ مشہور و معروف سنگ مرمر کی سلیں جو ایلجن کے آثار قدیمہ سے تعلق رکھتی ہیں قومی سرمایے سے خریدی اور عجائب خانے میں لاکر رکھی گئیں۔ اس طور پر عہد قدیم کی صنعت کے نمونے سب سے پہلی مرتبہ انگریزوں کے دیکھنے میں آئے۔ نقاشی کے فن میں جارج ثالث کا عہد سر جوشوا رینالڈس اور گینس برو جیسے بلند پایہ استادوں کے نام پیش کرسکتا ہے۔ سنگ تراشی میں چنٹری اور فلیکس مین کو درجۂ امتیاز حاصل ہے اور کوزہ گری میں جوسایا ویجوڈ کا نام مشہور ہے اس کے بنائے ہوئے برتن اس کے نام کی مناسبت سے ظروف ویجوڈ کہلاتے ہیں۔ ان ظروف کا نقشہ فلیکس مین تیار کردیا کرتا تھا غرض جب جارج ثالث کا انتقال ہوا تو برطانیہ کے تمدنی اور دماغی ارتقا کا مستقبل ہر اعتبار سے حوصلہ افزا تھا۔ کمی اگر تھی تو صرف دو باتوں کی ایک یہ کہ پارلیمنٹ کی اندرونی حالت درست کی جائے دوسرے یہ کہ قوانین تجارت کی اصلاح ہوجائے۔

فنون لطیفہ۔

پچیسواں باب
زمانۂ حال کی تاریخ
جارج رابع سنہ ۱۸۲۰ء لغایت سنہ ۱۸۳۰ء
ولیم رابع سنہ ۱۸۳۰ء لغایت سنہ ۱۸۳۷ء

جارج رابع جو اب مسند حکومت پر بیٹھا اتنی مدت تک نائب سلطنت رہ چکا تھا کہ اُس کی تخت نشینی نظام حکومت میں کسی خاص تغیر کا باعث نہ ہونے پائی۔ جب پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد ہوا تو سب سے پہلے اُس کی ملکہ کیرولائن کی طلاق کے مسئلے پر بحث ہوئی۔ بدنصیب کیرولائن جس کے تعلقات خاوند سے بگڑے ہوئے تھے گزشتہ چھ سال سے پردیس میں زندگی کے دن کاٹ رہی تھی اُس کے ہواخواہوں نے اُسے بہتیرا سمجھایا لیکن اُس نے ایک نہ مانی اور بادشاہ بیگم ہونے کی حیثیت سے اپنے حقوق تسلیم کرانے کے لیے انگلستان چلی آئی۔

ملکہ کیرولائن کا مقدمہ سنہ ۱۸۲۰ء۔

وزرائے سلطنت کا بادشاہ سے وعدہ تھا کہ کیرولائن اگر آئے گی تو پارلیمنٹ میں طلاق کا مسودۂ قانون پیش کر دیا جائے گا اس وعدے کا ایفا اب عمل میں آیا اور ملکہ پر مقدمہ قائم کیا گیا۔ ملکہ کی طرف سے مشہور و معروف مقنن بروہم پیروکار تھا۔ مقدمہ عرصے تک چلتا رہا اور بالآخر مسودۂ قانون مسترد ہو گیا۔ لیکن بادشاہ برابر اپنی ضد پر اڑا رہا۔ اول تو اس نے ممانعت کر دی کہ کلیسا کے خطبے میں ملکہ کیرولائن کا نام شامل نہ کیا جائے۔ اور جب رسم تاجپوشی کے موقع پر وہ خانقاہ ویسٹ منسٹر میں داخل ہونے لگی تو کھڑے کھڑے نکلوا دی گئی۔ اس واقعہ کے چند دن بعد اس بیچاری کا انتقال ہو گیا اور اہل انگلستان جو اس کے ساتھ ہمدردی رکھتے تھے۔ شاہ جارج رابع کو پہلے سے بھی زیادہ برا سمجھنے لگے۔ لیکن جارج رابع اور اُس کے بھائی ولیم رابع کو جو اُس کے بعد تخت پر بیٹھا رعایا کی بددلی

کی مطلق پروا نہ تھی اس لیے کہ دونوں بھائی سلطنت کے نظم و نسق میں کچھ زیادہ دخل نہ دیتے تھے۔ جنگ واٹرلو کے بعد بجز ایک بحری لڑائی کے جو

امن وسکون کا زمانہ

۱۸۲۷ء میں بمقام نیویرنیو یونانیوں کی حمایت میں ٹرکی اور مصر کے خلاف ہوئی یا چند مقامی مہمات کے جو ہندوستان اور افریقہ میں پیش آئیں برطانیہ کو تقریباً چالیس سال تک امن و امان کا زمانہ نصیب ہوا۔ اس دور کی ابتدائی سات منزلوں میں بہت سی پریشانیاں اور بدگمانیاں راعی اور رعایا کے لئے قدم قدم پر سنگ راہ بنتی رہیں۔ واقعۂ انقلاب فرانس نے تاجداران یورپ کو اپنی اپنی رعایا کی طرف سے بہت کچھ خائف و ہراساں کر دیا تھا۔ اور انھیں ہر وقت یہی کھٹکا لگا رہتا تھا کہ مبادا اُن کی رعایا آزادانہ طرز حکومت کے قیام پر انھیں مجبور کر دے اور اُن کی خود مختاری کا خاتمہ ہو جائے۔

اتحاد مقدس ۱۸۱۵ء۔

انھیں خطرات کو پیش نظر رکھ کر شہنشاہان روس و آسٹریا اور شاہان پروشیا فرانس و ہسپانیہ نے ۱۸۱۵ء میں باہمی طور پر ایک معاہدہ کیا جو "اتحاد مقدس" کے نام سے موسوم ہے۔ اس عہدنامہ کا مقصد یہ تھا کہ اگر کسی فرمانروا کی مملکت میں رعایا علم بغاوت بلند کرے تو اُس کے دوسرے حلیف باغیوں کی سرکوبی میں اُس کے ممد و معاون ہوں۔ چنانچہ جب اہل ہسپانیہ نے حکومت سے سرتابی کی تو ایک فرانسیسی فوج نے آکر اُس مفسدے کو فرو کیا۔ علیٰ ہذالقیاس اطالویوں کی ایک جمہوری شورش کو آسٹریا کی فوجی قوت نے باہر سے آکر دبایا۔ برطانیہ اگرچہ اس اتحاد مقدس میں شریک نہ تھا لیکن سب جانتے تھے کہ وزیر خارجہ لارڈ کیسل ری اس "مقدس" معاہدے میں شریک ہونے کا دل سے آرزومند ہے۔ اس کے علاوہ "قوانین

سازش کو چہ کیٹو ۲۳ فروری ۱۸۲۰ء

تشنگانہ" نے جو ۱۸۱۹ء میں جاری کیے گئے لوگوں کے دلوں میں یہ خدشہ پیدا کر دیا کہ انگریزی حکومت بھی جبر و استبداد کا شیوہ اختیار کرلے گی۔ جارج رابع کو تخت پر بیٹھے ایک مہینہ گزرا تھا کہ ایک شخص تھسلوڈ نامی کی سرکردگی میں پچیس آدمیوں نے مل کر ایک ضیافت کے جلسے کی تقریب پر جو لارڈ ہیرو بی کے مکان میں ہونیوالا تھا۔

تمام وزرائے سلطنت کو قتل کر ڈالنے کا منصوبہ باندھا۔ مگر کسی نہ کسی طرح اس سازش کا بھانڈا پھوٹ گیا اور سازشی ایک اصطبل میں گرفتار کر لئے گئے ان میں سے چار کو سزائے موت دی گئی۔ پانچ عمر بھر کے لئے جلاوطن کئے گئے اور اس طور پر یہ معاملہ دب دبا گیا۔ لیکن اُس سے اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ قوم میں بے چینی پھیلی ہوئی ہے اور اس ہمہ گیر خلفشار کا اندازہ اس واقعے سے ہو سکتا ہے کہ جب ۱۸۲۲ء میں لارڈ کیسل ری کو عارضۂ جنون لاحق ہو گیا اور وائنا کی ایک بین الاقوامی مجلس میں شرکت کی غرض سے گھر سے قدم باہر رکھتے ہی اس نے خودکشی کر لی تو عوام الناس اُس کی ناگہانی موت پر خوش ہوئے لوگوں کی رائے اس بارے میں کچھ بہت زیادہ غلط نہ تھی۔ کیسل ری کی راست بازی اور نیک نیتی میں کلام نہیں لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ جو ارکان سلطنت رعایا کو دبائے رکھنا چاہتے تھے وہ ان سب میں پیش پیش تھا۔ اور لوگوں کی بددلی کے اسباب دریافت کرنے کی تکلیف گوارا نہ کرتا تھا۔ اُس کے انتقال کے ساتھ ہی ایک جدید حکمت عملی کا دور شروع ہوا جو برطانیہ کے لئے خوش حالی کا باعث ہوئی

کیسل ری کی خودکشی ۱۲ اگست ۱۸۲۲ء

لارڈ لورپول ۱۸۱۲ء سے وزارت عظمیٰ کے منصب پر مامور تھا۔ لیکن مجلس وزارت میں متعدد تبدیلیاں ہو چکی تھیں۔ اب ۱۸۲۲ء میں رابرٹ پیل جو ایک پنبہ باف کا بیٹا تھا ناظر داخلہ مقرر ہوا کیننگ نے جس کی حکمت عملی ہسپانیہ میں نپولین کی ہزیمت کا باعث ہوئی تھی نظارت خارجہ کا جائزہ لیا اور اگلے برس ولیم ہسکسن جسے پہلے بھی سلطنت کی چھوٹی چھوٹی خدمتیں تفویض ہو چکی تھیں مجلس تجارت کا صدرنشین مقرر کیا گیا۔ یہ تینوں شخص جاگیردار نہ تھے بلکہ انگلستان کے زبردست طبقہ متوسط سے تعلق رکھتے تھے۔ اور اسی لئے اُن کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ملک کو کن کن اصلاحات کی ضرورت ہے۔

کیننگ پیل اور ہسکسن

کیننگ پٹ کا شاگرد تھا۔ اس کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ برطانیہ کے تعلقات دوسرے ممالک کے ساتھ صلح و آشتی پر مبنی ہوں اور

کیننگ کی خارجہ حکمت عملی

ہر قوم آزاد ہو کہ اپنے ملک کے لئے جو طریق حکومت چاہے مقرر کرے۔ چنانچہ اتحاد مقدس میں حصہ لینے سے اُس نے صاف انکار کر دیا۔ اور اگرچہ اُسے یونانیوں کے ساتھ جو ترکی سیادت کا جوا اپنے کندھے سے اتار پھینکنے کے لیئے ہاتھ پیر مار رہے تھے دلی ہمدردی تھی۔ اور جنوبی امریکہ کی نوآبادیہائے میکسیکو۔ پیرو۔ وچلی کی اُس جد وجہد کو بھی جو یہ ملک ہسپانیہ کے مقابلے میں حصول آزادی کے لئے عمل میں لا رہے تھے وہ ہمدردانہ نظروں سے دیکھتا تھا تاہم کسی ملک کی حکومت اور اُس کی رعایا کے باہمی جھگڑوں میں پڑنا اُس کے اصول کے خلاف تھا۔ البتہ جب جنوبی امریکہ والے اپنی کوششوں سے آزاد ہو گئے تو اُس نے اُن کی آزادی تسلیم کر لی۔ اور ان ملکوں میں برطانوی قونصل بھیجکر اس بات کا اعلان کر دیا کہ انگلستان اس بات کا روادار نہ ہوگا کہ کوئی غیر قوم ہسپانیہ کو ان ملکوں کے دوبارہ فتح کر لینے میں مدد دے۔ چند سال بعد ۱۸۲۶ء میں جب ایک فرانسیسی فوج نے ہسپانیہ کے ساتھ مل کر پرتگال پر چڑھ دوڑنے کی دھمکی دی اور پرتگیزوں نے کینگ سے مدد کی التجا کی تو اس نے فوراً انگریزی فوجیں روانہ کر دیں جسکا اثر یہ ہوا کہ جنگ ہوتے ہوتے رک گئی۔ عدل وانصاف کے اسی جذبے نے جو اُسے ممالک غیر میں کمزور قوموں کی حمایت پر برانگیختہ کرتا تھا اس کوشش پر بھی اُسے آمادہ کیا کہ انگلستان کی رومن کیتھولک آبادی کو اُس کے حقوق عطا کئے جائیں اور امریکہ میں غلاموں کی مصیبت پر توجہ کی جائے۔ یہ کوشش اگرچہ ناکام ثابت ہوئی لیکن کینگ کی نیک نیتی میں کلام نہیں۔

ضابطۂ فوجداری کی اصلاح ۱۸۰۰ء تا ۱۸۲۴ء

ادھر پیل نے ناظر داخلہ ہونے کی حیثیت سے برطانیہ کے قانون فوجداری کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ یہ قانون نہایت ہی سخت تھا۔ اس کی سختی کا اندازہ اس واقعے سے کیا جاسکتا ہے کہ دوسو مختلف جرائم کے لیئے جن میں سے اکثر بہت ہی خفیف تھے سزائے موت مقرر تھی جعل یا قتل عمد کا مجرم تو خیر قابل دار تھا ہی لیکن کسی بزاز کی دوکان سے کپڑے کا ایک ٹکڑا چرانے یا کسی کے تالاب سے ایک آدھ مچھلی

پکڑ لینے کی علت میں بھی ہر عورت یا مرد سولی پر لٹکایا جا سکتا تھا۔ غرض موت کا بازار ہر وقت گرم رہتا تھا۔ جلاد کو دم لینے کی فرصت نہ تھی بیس بیس پچیس پچیس آدمی ایک ساتھ ایک قطار میں پھانسی پر چڑھتے ہوئے نظر آتے تھے۔ اسی کیساتھ اکثر ملزم سزا پائے بغیر ہی چھوٹ جاتے تھے۔ اس لئے کہ اہل جوری یعنے عدالتی پنچایتوں کے ارکان اس خیال سے کہ ایک خفیف سے جرم کی پاداش میں ملزم کو سزائے موت بھگتنی پڑیگی اکثر صورتوں میں اُسے مجرم ہی نہ قرار دیتے تھے۔ اول اول سر سیموئیل رامی کو ۱۸۰۸ء میں ان ظالمانہ قوانین کی ترمیم کا خیال پیدا ہوا چنانچہ جیب کترنے کی علت میں سزائے موت کا دیا جانا اس کی توجہ سے موقوف ہوگیا۔ اس کے انتقال کے بعد یہ کام سر جیمس میکنٹاش نے اپنے ہاتھ میں لیا۔ آخر ۱۸۲۳ء میں پیل نے ایک سو سے زائد خفیف جرائم کو ان جرائم کی فہرست سے خارج کر دیا جن کے لئے موت کی انتہائی سزا مقرر تھی اور رفتہ رفتہ قانون زیادہ نرم ہوتا گیا۔

لیکن اہل انگلستان کے حق میں شاید سب سے زیادہ مفید اصلاح جو ہسکسن کی کوششوں سے عمل میں آئی ان قوانین کی ترمیم تھی جن کی وجہ سے ملکی تجارت کو بہت کچھ نقصان پہنچ رہا تھا۔ کرامول کے قانون جہازرانی (دیکھو صفحہ ۲۹۶) کی رو سے جو ابھی تک جاری تھا مال تجارت کو لانے لے جانیکے جملہ حقوق انگریزی جہازوں کو حاصل تھے اور جو مال ممالک غیر کے جہازوں میں لدکر آتا تھا اس پر بڑا بھاری محصول وصول کیا جاتا تھا یہ ترکیب کچھ دن تو خوب چلی لیکن آخر دوسرے ملکوں نے بھی بدلہ لیا یعنی تمام اُس مال تجارت پر جو انگریزی جہازوں میں بار ہوکر وہاں پہنچا، بھاری محصول لگادیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگلستان کی تجارتی ترقی ایک بڑی حد تک رک گئی ۱۸۲۳ء میں ہسکسن نے ایک نیا قانون جاری کیا جس کی رو سے قرار پایا کہ غیر قوموں کے جو جہاز انگریزی بندرگاہوں میں داخل ہوں ان کو وہی حقوق دیئے جائیں جو انگریزی جہازوں کو حاصل ہیں بشرطیکہ غیر ممالک کی بندرگاہوں میں انگریزی جہازوں

قانون محصول بحری علی سبیل معاوضہ ۱۸۲۳ء۔

کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک ہو۔ ریشم اور اون کے محصول میں بھی اُس نے تخفیف کردی تاکہ اس پیداوار کے فراہم کرنیوالوں اور کارخانہ داروں کو یکساں آسانیاں حاصل ہوں۔ اس کے علاوہ اُس نے وہ قوانین بھی منسوخ کرا دیئے جنکی رو سے میجسٹریٹوں کو مزدوروں کی شرح اجرت کے مقرر کرنے کا اختیار حاصل تھا اور مزدوروں کو یہ حق حاصل نہ تھا کہ محنت مزدوری کے لیئے ملک کے مختلف حصوں میں سفر کرسکیں ہسکسن کو ان تدابیر کے اختیار کرنیمیں بڑی بڑی دقتیں پیش آئیں اس لیئے کہ تاجر کارخانہ دار اون بیچنے والے اور مزدور سب کے سب اس بات کے شاکی تھے کہ فائدہ دوسروں کو ہوا اور گھاٹے میں ہم رہے۔

اصلاح قوانین تجارت ۱۸۲۴ء۔

لیکن بالآخر یہ شکایتیں خود بخود جاتی رہیں۔ تاجروں کو پہلے کی بہ نسبت دوگنا فائدہ ہونے لگا۔ مزدوروں کی شرح اجرت بمقابلہ سابق بڑھ گئی اور عوام کو مال واجبی قیمت پر ملنے لگا۔

جنگ کے بعد جب دنیا میں امن قائم ہوا تو انگلستان کی تجارت تمام ممالک خصوصاً جنوبی امریکہ کی نو آزاد شدہ آبادیوں سے برازیل ومیکسیکو کے ساتھ دفعتہً روبہ ترقی ہوگئی اور جو مفید نتائج ہسکسن کی اصلاحات سے مترتب ہوئے تھے اس فوری بیشی سے نقصان اٹھائے بغیر نہ رہے۔ حسب معمول ہر شخص اس زریں موقعہ سے فائدہ اٹھانے کے لیئے اٹھ کھڑا ہوا مشترکہ سرمائے کی

تجارتی منصوبہ بازیاں ۱۸۲۴ء۔

کمپنیاں جابجا قائم ہوگئیں اور طرح طرح کی سادہ لوحانہ تجاویز پر روپیہ پانی کی طرح بہا دیا گیا۔ مثلاً ایک کمپنی گوالنوں کی اس غرض سے بنائی گئی کہ بیوناس ایریس کے جنگلی گھوڑوں کا دودھ دُہ کر مکھن بنایا جائے۔ یہ مکھن جب تیار ہوکر بازار میں آیا تو کسی نے بھی نہ خریدا۔ قصہ مختصر یہ کہ جو جنون بحر جنوبی والی کمپنی کے قیام کے وقت لوگوں کے سر پر سوار تھا اسی کا پھر دورہ پڑا ایک سال تک اس کا عمل رہا۔ پھر ردّ عمل شروع ہوا۔ ساٹھ ستر بینک چھ ہفتے کے اندر اندر دیوالہ نکال گئے۔ لوگوں میں ایک کھلبلی سی پڑگئی۔ اور یہ طوفان کہیں اسوقت جاکر فرو ہوا۔ جب حکومت نے دارالضرب میں نئے طلائی ساورن ڈیڑھ لاکھ یومیہ کے حساب سے مسکوک

کرا کر بینک انگلستان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ تاجروں کو اُن کے مال کی کفالت پر روپیہ قرض دے دیا جائے۔ انگلستان کے متوسطین اور ادنیٰ درجے والے اس گڑبڑ سے بہت پریشان حال ہوئے۔ غربا کی نوبت پھر فاقہ کشی تک پہنچ گئی۔ جا بجا بلوے ہونے لگے۔ بلوائیوں نے کارخانوں کی کلیں توڑ پھوڑ ڈالیں اور روٹی کا مطالبہ اس بلند آہنگی سے کیا کہ آخر حکومت کو بدرجۂ مجبوری قانون کی مقررہ شرح سے کم نرخ پر غیر ملکی اناج منگانا پڑا۔ اناج کے جو ذخیرے گودیوں میں اس طور پر آکر جمع ہوئے ان کی مقدار اگرچہ کافی نہ تھی پھر بھی اس کی وجہ سے جو تھوڑا بہت افاقہ ہوا اس نے لوگوں کو بتا دیا کہ غیر ملکی اناج کی بندش محض اس غرض سے کہ کاشتکاروں اور زمینداروں کو فائدہ ہو عام لوگوں کے حق میں بڑے ظلم کی بات ہے۔ غرض ۱۸۲۸ء میں جب ہسکسن نوآبادیوں کا وزیر تھا ایک نیا قانون جاری کیا گیا۔ جس کی رو سے قرار پایا کہ جب غلے کا بھاؤ چڑھ جائے تو محصول گھٹ جائے اور جب بھاؤ اتر جائے تو محصول بڑھ جائے۔ تاکہ خریداروں کو تکلیف نہ ہو۔ محصول کی یہ گھٹتی بڑھتی شرح "اتار چڑھاؤ" کے اصطلاحی نام سے موسوم ہوئی جس نے آزادی تجارت غلہ کی بنا ڈالی جو کہیں اسی سال کے بعد انگلستان کو پوری طرح سے حاصل ہونے والی تھی۔

خوراک کی قلت ۱۸۲۵ء تا ۱۸۲۶ء

محصول غلہ کا اُتار چڑھاؤ ۱۸۲۸ء

جو سختیاں اہل انگلستان کو اس زمانے میں برداشت کرنی پڑیں اُن سے ایک اور نہایت اہم نتیجہ نکلا۔ یعنی مزدوری کی کمیابی اور خوراک کی قلت نے حکومت کو خیال دلایا کہ لوگ نوآبادیوں میں بسائے جائیں۔ انیسویں صدی کے شروع ہی سے مفلس و نادار لوگوں کو وقتاً فوقتاً روپیہ دیا جاتا رہا تھا کہ نقل وطن کرکے کناڈا میں جا آباد ہوں اور ۱۸۱۴ء میں پانچ ہزار زن و مرد کیپ کالونی میں بھیجے گئے تھے۔ اب چونکہ انگلستان کی حالت یہ ہو رہی تھی کہ مزدوری پیشہ لوگ چاہتے تھے کہ انھیں کام ملے مگر نہ ملتا تھا اس لیے نوآبادیوں کی وزارت نے مسئلۂ نقل وطن پر توجہ صرف کرنی شروع کی اور ایک خاص سررشتہ
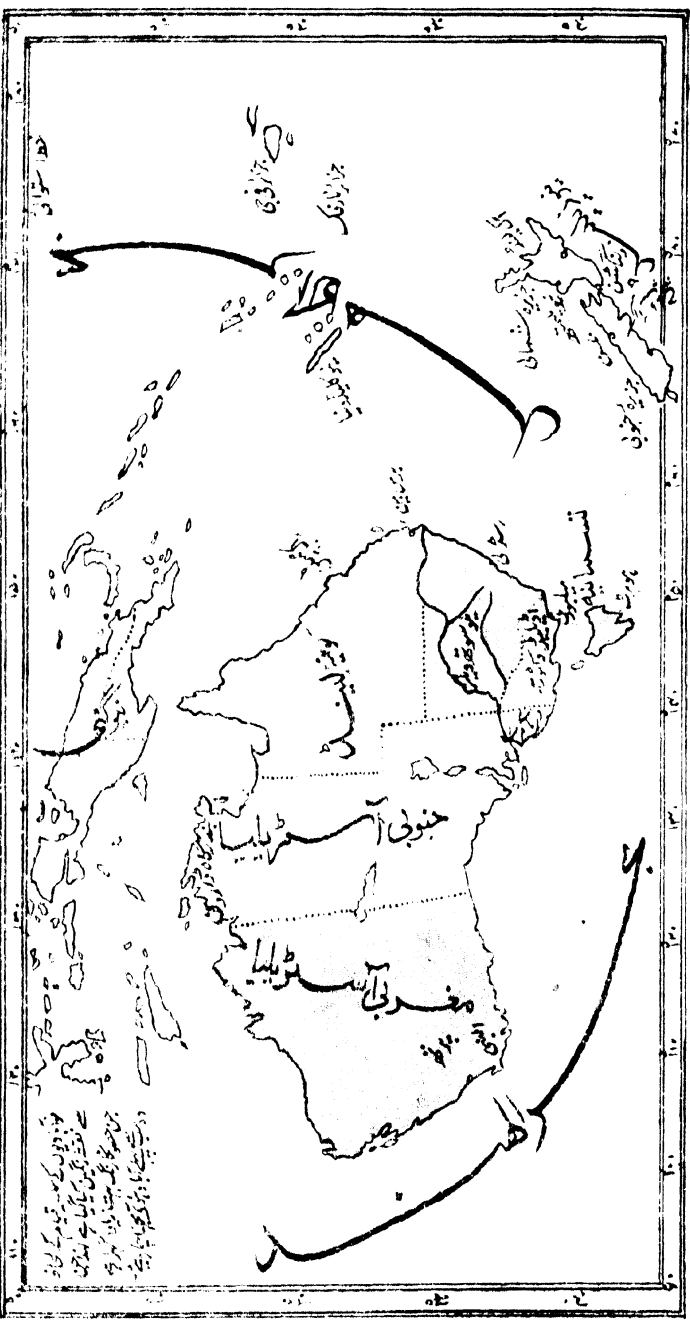
نقل وطن ۱۸۲۶ء

نقشہ نمبر

آسٹریلیشیا

محاذی صفحہ

اسی غرض سے قائم کیا گیا۔ اول اول اس صیغے میں بہت کم کام ہوا۔ مگر جب ایک مجلس تحقیقات کے لیئے مقرر ہوئی اور اس نے پارلیمنٹ میں اپنی رپورٹ پیش کی تو بہت سے لوگ اپنے خرچ پر نوآبادیوں میں جا بسنے کے لیئے آمادہ ہوگئے ۱۸۲۶ء میں تیرہ ہزار اشخاص گھربار چھوڑکر کناڈا کیپ کالونی اور آسٹریلیا میں آباد ہوگئے۔ اور اس کے بعد حالت یہ ہوئی کہ جس سال وطن میں تنگی معاش کے آثار ظاہر ہوئے اسی سال نقل وطن کرنے والوں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ اس طور پر سمندر پار ایک ایسا برطانیہ آباد ہونے لگا جس کی عظمت برطانیۂ عظمیٰ پر بھی فوق لے گئی۔

آسٹریلیا میں نیو ساؤتھ ویلز کی نوآبادی ابھی سے بڑی بارونق ہو چکی تھی۔ اس نوآبادی کے قیام کے واقعات یہ ہیں کہ ۱۸۰۳ء میں لفٹنٹ مکارتھر نے مرینو نسل کی کچھ بھیڑیں کیپ کالونی میں خرید کر نیو ساؤتھ ویلز کے وسیع وکشادہ قطعات میں جا ڈیرا جایا۔ ۱۸۱۰ء میں کرنیل مکویری قیدیوں کی بستی کا گورنر

نوآبادیہائے آسٹریلیا کا قیام ۱۸۰۳ء لغایت ۱۸۳۶ء

بنا کر بھیجا گیا۔ اُس نے سوچا کہ اس علاقے میں حکومت کرنیکا اس سے بہتر طریقہ اور کوئی نہیں ہوسکتا کہ جن قیدیوں کا چال چلن اچھا ثابت ہو انھیں آزاد کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسے قیدیوں کو اُس نے مضافات شہر سڈنی میں سڑکیں بنانے اور قرب وجوار کے علاقے کی آبادی کے کام پر لگا دیا۔ ۱۸۲۲ء میں جب وہ انگلستان واپس گیا اور اُس کی جگہ سر ٹامس برسبین مقرر ہوا تو بہت سے آزاد تارکان وطن اُس نوآبادی کو اپنا گھر بنا چکے تھے اس کے بعد ۱۸۲۶ء کا بُرا وقت آیا اور ہزار ہا اشخاص وطن چھوڑ کر یہاں چلے آئے۔ نیو ساؤتھ ویلز کے شمال کی جانب جو شاداب مرغزار پھیلے ہوئے ہیں ان میں برسبین کے قیدیوں کی بستی کے گرداگرد اول اول اسی سال نئی آبادیاں قائم کی گئیں اور اس طور پر وہ نوآبادی وجود میں آئی جو ۱۸۵۹ء میں نیو ساؤتھ ویلز سے جدا ہو کر کوئنس لینڈ کہلائی۔ کچھ مدت کے بعد مشرقی آسٹریلیا ایسا خوش حال ہوگیا کہ لوگوں نے صاف کہدیا کہ آیندہ یہاں قیدی نہ لائے جائیں چنانچہ اب وہ مشرقی آسٹریلیا کے بجائے مغربی آسٹریلیا

میں بھیجے جانے لگے جو ۱۸۲۹ء میں آباد کیا گیا تھا۔ مگر بدانتظامی کی وجہ سے رونق پذیر نہ ہوا تھا جارج رابع کے عہد میں یہی آسٹریلیائی نوآبادیاں قایم ہوئیں۔ البتہ آزاد آبادکار جزیرۂ وان ڈیمنس لینڈ میں جہاں قیدی لاکر رکھے جاتے تھے آآکر آباد ہونے لگے۔ یہ جزیرہ اب تسمانیا کہلاتا ہے۔ آگے چلکر ولیم رابع کے عہد کے خاتمہ کے قریب ایک نئی آبادی جنوبی آسٹریلیا کے نام سے قائم ہونی شروع ہوئی اور اُس کا پایۂ تخت ولیم رابع کی ملکہ کے نام پر ایڈیلیڈ رکھا گیا۔ اس کے بعد ۱۸۳۵ء میں کچھ لوگ پورٹ فلپ کے ساحل پر آباد ہو گئے اور انھوں نے اپنے پہلے شہر کا نام اس زمانے کے وزیراعظم کے نام کی مناسبت سے ملبورن تجویز کیا ۱۸۵۱ء میں یہ نوآبادی نیوساؤتھ ویلز سے جدا ہوکر ملکۂ معظمہ کے نام پر وکٹوریا کہلائی۔ ۱۸۲۶ء کے پرآشوب سال میں آسٹریلیا کی ان نوآبادیوں کا جو سب سے اول قائم ہوئیں ابھی ابتدائی دور تھا لیکن اس سال کی اقتصادی سختیوں نے بہت سے لوگوں کو قسمت آزمانے کے لیئے نئی سرزمینوں میں بھیج دیا جہاں محنت کا بہتر معاوضہ ملتا تھا۔

۱۸۲۷ء میں لارڈ لورپول جو پندرہ سال سے وزارت عظمیٰ کے منصب پر مامور چلا آتا تھا رعشے میں مبتلا ہوکر مستعفی ہوگیا وہ کوئی غیرمعمولی دل و دماغ

کیننگ کی وفات ۱۸۲۷ء۔

رکھنے والا مدبر نہ تھا لیکن قابل اور دوراندیش ضرور تھا۔ اس کے جانشین کیننگ کی ذات سے لوگوں کو بڑی بڑی اُمیدیں تھیں لیکن وہ بھی بیمار ہوکر ۸ ؍ اگست ۱۸۲۷ء کو انتقال کرگیا۔ اور لارڈ گاڈرچ کی وزارت کے بعد جو بیچ میں تھوڑے دن رہی، قلمدان وزارت امیرکبیر ولنگٹن کے قبضے میں آیا۔ اگر یہ انتظام چند سال قبل ہوا ہوتا تو ملک کے لیئے بہت بڑی خرابی کا باعث تھا اس لیئے کہ ولنگٹن سپاہیانہ

ولنگٹن کی وزارت ۱۸۲۷ء لغایت ۱۸۳۰ء

قابلیت رکھتا تھا مگر مدبر نہ تھا۔ اس کے بس کی بات ہوتی تو وہ پارلیمنٹ پر بھی فوج کی طرح حکومت کرتا لیکن کیننگ اگرچہ گزرچکا تھا پھر بھی آزادی اور انصاف کی وہ روح جو کسی کے دبائے نہ دبتی تھی اُس کی یادگار باقی تھی۔ چنانچہ ولنگٹن کے عہد وزارت

میں دو اہم تجاویز خود ولنگٹن کی مرضی کے خلاف منظور ہوگئیں۔ اول تو ۱۸۲۸ء میں سرجان رسل کی تحریک پر ۱۶۶۱ء اور ۱۶۷۳ء کے وہ سخت قوانین منسوخ کر دیئے گئے جن کے بموجب کلیسائے انگلستان کے عقائد سے اختلاف رکھنے والوں کو ہر سال خاص قانونی منظوری حاصل کیے بغیر کسی سرکاری خدمت پر مامور ہونے کا حق حاصل نہ تھا۔ دوسرا بڑا مرحلہ "قانون آزادی جماعت کیتھولک" کا نفاذ تھا۔ ۱۸۱۷ء سے فرقہ کیتھولک کے پیرووں کو فوجی اور بحری محکموں میں داخل ہونیکی اجازت ملنے لگی تھی۔ ہر شخص اچھی طرح جانتا تھا کہ اس جماعت کو پارلیمنٹ میں داخل ہونے سے زیادہ دنوں روکنا خارج از امکان ہے۔ دارالعوام میں دو قانون منظور ہو بھی گئے۔ کہ کیتھولکوں کو پارلیمنٹ کی رکنیت کا حق حاصل ہوگا۔ لیکن جب یہ مسودے دارالامرا میں پیش ہوئے تو مسترد کر دیئے گئے۔ کیتھولک فرقہ کی ایک تعداد کثیر آئرش نسل سے تھی۔ اور ان لوگوں نے اپنے حقوق کے تحفظ کے لیئے ۱۸۲۳ء میں انجمن فرقہ کیتھولک کے نام سے ایک انجمن بھی آئرلینڈ میں قائم کر لی تھی۔ ڈینیل اوکانل جو ایک ذہین اور فصیح و بلیغ بیرسٹر تھا اس انجمن کا صدر تھا۔ لیکن انجمن اور آرنجی فرقے کے درمیان ایسا سخت جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا۔ کہ ۱۸۲۵ء میں انجمن تین سال کے لیئے حکماً بند کر دیگئی اور اگرچہ سر فرانسس برڈٹ نے ایک اور مسودۂ قانون کیتھولک فرقے کی تکالیف کے دور کرنے کی غرض سے دارالعوام میں پیش کر کے منظور کرا لیا لیکن دارالامرا نے حسب معمول اُسے پھر خارج کر دیا اور کوئی بات بننے نہ پائی۔ آخر جب ۱۸۲۷ء میں کیننگ کا انتقال ہوا تو اہل آئرلینڈ جنھیں معلوم تھا کہ ولنگٹن اور پیل دونوں کے دونوں کیتھولک فرقے کی آزادی کے مخالف ہیں، بہت گھبرائے ماہ جون ۱۸۲۸ء میں بہت سے لوگوں کی کثرت رائے سے **اوکانل** حلقۂ کلیر کا مبعوث منتخب ہوا کیتھولک ہونے کی وجہ سے پارلیمنٹ کے اجلاس میں اُس کی شرکت اگرچہ ممنوع تھی لیکن حکومت انگلستان اس بات کو بخوبی جانتی تھی کہ اوکانل اسیطرح بار بار منتخب ہو سکیگا اور اس کے علاوہ وہ اپنے ہموطنوں کو آمادہ کر دیگا کہ آئرلینڈ

انجمن فرقہ کیتھولک
۱۸۲۳ء

اوکانل کا انتخاب
۱۸۲۸ء

کے دوسرے حصوں میں بھی انھی کا انتخاب کریں جو مذہباً کیتھولک ہوں۔

اب اس مسئلہ کا زیادہ دنوں کھٹائی میں پڑا رہنا مشکل تھا۔ پارلیمنٹ میں کئی مہینے اُس پر بحث ہوتی رہی۔ اور آخر جب ۵ مارچ ۱۸۲۹ء کو دارالعوام میں مسودہ قانون آزادی فرقۂ کیتھولک پھر منظور ہوا تو دارالامرا نے بھی مخالفت چھوڑ دی۔ اس قانون کے اجرا سے وہ سختیاں اُٹھ گئیں جو فرقۂ کیتھولک مدت دراز سے سہتا چلا آتا تھا۔ اور اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان سختیوں کی بڑی وجہ جیمز ثانی کی یہ کوشش تھی کہ انگلستان کو جبراً رومن کیتھولک بنا دیا جائے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رومن کیتھولک عقیدہ کے لوگوں کو انگریزوں کی قوم عداوت کی نظر سے دیکھنے لگی۔

قانون آزادی فرقۂ کیتھولک ۱۸۲۹ء۔

چند سال بعد ۱۸۳۳ء میں ایک اور قانون کا نفاذ عمل میں آیا جس کی رو سے فرقۂ کویکر اور دوسری جماعتیں جن کے نزدیک حلف اُٹھانا معیوب تھا اس قابل ہوگئیں کہ صرف اقرار پر اکتفا کریں لیکن پوری اصلاح کہیں ۱۸۵۸ء میں جاکر ہوئی یعنی حلف میں اس حد تک ترمیم کردی گئی کہ یہودی بھی پارلیمنٹ کی رکنیت کے قابل ہوگئے۔

قانون آزادی فرقۂ کیتھولک کے نافذ ہوتے ہی اوکانل حلقۂ کلیر کیطرف سے منتخب ہوکر پارلیمنٹ کے اجلاس میں شریک ہوا لیکن اپنی قوم کی آزادی کے بارے میں اُس کا منتہائے نظر زیادہ وسیع تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ برطانیہ اور آئرلینڈ کا سیاسی اتحاد بھی قانوناً منسوخ کرایا جاسکتا ہے چنانچہ اسی غرض سے اُس نے ایک بے سود جدوجہد شروع کی جس سے اُس کی زندگی کے آخری دن تلخ کردیئے۔ ۱۵ مئی ۱۸۴۷ء کو اُس نے وفات پائی۔ مگر اس کی شہرت باقی ہے وہ اپنے متبعین کو ہمیشہ اسی اصول کی تلقین کرتا رہا کہ قانون کی ترمیم کی کوشش کرنے میں بھی انسان پر لازم ہے کہ قانون کی پابندی کرتا رہے۔

ولیم چہارم

سنہ ۱۸۳۰ء سے سنہ ۱۸۳۷ء تک

اگرچہ جارج چہارم کی موت سنہ ۱۸۳۰ء کے جون میں واقع ہوئی لیکن اُسکے سبب سے اُمور سلطنت میں زیادہ تغیر نہیں ہوا بجز اس کے کہ اُس کا بھائی ولیم چہارم اُس کی جگہ نظر آنے لگا" جس کے مزاج میں سادگی اور ظرافت تھی اور فن ملاحی کا دلدادہ تھا، لندن کے گلی کوچوں میں بغل میں چھتری دبائے پھرا کرتا اور جب قدیم آشناؤں سے آنکھیں چار ہوتیں تو نہایت تپاک سے مصافحہ کرتا تھا انھی اوصاف کے سبب سے اُس نے قوم کے دل میں جگہ پیدا کر لی تھی۔ ملک کی خوش قسمتی تھی کہ ایسے نازک وقت میں ایسا ہر دلعزیز بادشاہ ہوا کیونکہ اُن دنوں فرانس میں وہاں کے بادشاہ چارلس دہم کے خلاف ایک جدید انقلاب شروع ہو گیا تھا۔ اور فرانسیسی اس بادشاہ کی خودمختاری مٹانی چاہتے تھے بالآخر چارلس سلطنت سے دستبردار ہو کر انگلستان میں پناہ گزین ہوا۔ اور ولیم نے اُس کو قصر ہولی روڈ میں ٹھیراکر اپنی ہمدردی و مہمان نوازی کا ثبوت دیا۔ اہل فرانس نے چارلس کے بعد اُس کے چچا کے فرزند لوئی فلپ کو جو اورلینس کا ڈیوک تھا اپنا سپہ سالار مقرر کیا پھر شاہی بھی اُسی کو دی۔ اسی اثنا میں بلجیم اور ہالینڈ میں لڑائی چھڑ گئی جسکی وجہ سے اس واقعہ کے دو سال بعد بلجیم والوں نے سیکس کوبرگ کے شہزادہ لیوپولڈ کو جو شہزادی شارلیٹ کا شوہر تھا بادشاہ کیلئے منتخب کر لیا

ولیم چہارم کے خصائل

فرانس کا دوسرا انقلاب سنہ ۱۸۳۰ء۔

دوسری قوموں کی ہل چل کا آخر کار برطانیہ پر اثر پڑا۔ یہاں پارلیمنٹ کی اصلاح کے متعلق پھر چیخ پکار شروع ہو گئی۔ اس میں شک نہیں کہ اہل برطانیہ کی [illegible] [illegible] قابل لحاظ تھیں برمنگھم مینچسٹر اور لیڈز جیسے بڑے شہروں کی پارلیمنٹ میں [illegible] نیابت نہیں ہوتی تھی اگرچہ ان شہروں کی آبادی میں روز افزوں ترقی ہو رہی تھی لیکن پارلیمنٹ میں ان کی طرف سے نہ تو کوئی گفتگو کرنے والا تھا اور نہ ایسا شخص تھا جو اس کو توجہ دلاتا کہ وہاں کے باشندوں کو کن قوانین

کی ضرورت ہے۔ اس کے برعکس سبزہ زاروں اور جنگلوں کے مالکوں کو جن کے علاوہ نیں معدودے چند گاؤں کہیں کہیں واقع ہوئے تھے نووس چھوٹے چھوٹے شہروں پر اختیار حاصل ہو گیا تھا۔ یہ لوگ ان دیہات کی طرف سے جس شخص کو چاہتے نائب مقرر کر کے پارلیمنٹ میں روانہ کر سکتے تھے ان خرابیوں کے باوجود ویلنگٹن اپنے خیال پر اڑا ہوا تھا۔ اصلاح کی ضرورت پر اُسے کوئی قائل نہیں کر سکتا تھا۔ اب بھی وہ مسودۂ اصلاح کے خلاف ہی ہیں تقریر کرتا تھا اس لئے قوم اُس سے بے انتہا بدظن ہو گئی اور تنفر

ولنگٹن کا مستعفی ہونا۔ ۱۶۔ نومبر ۱۸۳۰ء۔

کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک مرتبہ بادشاہ لندن آیا اور ویلنگٹن کو ساتھ رکھنا چاہتا تھا لیکن راستے میں کسی زبردست بدرقہ کے بغیر ڈیوک کی حفاظت جان نہیں ہو سکتی تھی اس لیئے بادشاہ کو اپنا سفر ملتوی کرنا پڑا۔ لیکن جب بادشاہوں کے بدلنے پر انتخاب عمل میں آکر جدید پارلیمنٹ کا انعقاد ہوا تو ملک نے کثرت سے اُس میں حامیان اصلاح کو روانہ کیا اور چونکہ خود ولیم چہارم ان مصلحین کا علانیہ طرفدار ہو گیا تھا اس لیئے ولنگٹن کو مستعفی ہونا پڑا۔ اُس کا حکومت سے دست بردار ہونا تھا کہ قوم پھر اُس کی قدر دان بن گئی وہ اپنے "اولوالعزم ڈیوک" کی یادگار زمانہ فتوحات کو کبھی بھلا نہیں سکتی تھی اور اگرچہ انگریزوں کے دلوں پر ویلنگٹن کی جرات و پامردی کا سکہ بیٹھا ہوا تھا لیکن اُس کے اُصول سیاست سے انھیں اختلاف تھا۔ اس کے بعد بھی وہ اور بائیس سال یعنے ۱۸۵۲ء تک زندہ رہا اور اُس کی ہر دلعزیزی کی یہ کیفیت تھی کہ اکثر لوگ جنھوں نے اسے واٹرلو کی مہم سر کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا اب اُس کے خمیدہ ڈھانچے کو جب وہ باغ (ہائیڈ پارک) میں گھوڑے پر ہوا خوری کی غرض سے نکلتا ٹکٹکی باندھکر دیکھتے تھے اور بہت سے اسکو اسی ہیئت سے پہچانتے تھے اُسکی وفات پر کل قوم نے اُس کا ماتم کیا اور جو اعزاز و احترام اُس کے جنازے کا کیا گیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مادر برطانیہ اپنے سپوت بچوں کی کسقدر قدردان ہے۔

۱۸۳۰ء میں جدید حکومت قائم کرنے کی نسبت بادشاہ کا فرمان لارڈ گرے کو پہنچا یہ وہی شخص ہے جو گذشتہ چالیس سال سے پارلیمنٹ کی اصلاح کی ضرورت قوم کے ذہن نشین کر رہا تھا۔

لارڈ گرے کی وزارت ۱۸۳۰ء سے ۱۸۳۴ء تک۔

موقع پاتے ہی اُس نے اپنے ہم خیال شرکار انتخاب کیے چونکہ یہ لوگ اصلاح کے سچے حامی تھے اور اس کے لیے انھوں نے بیحد جاں فشانیاں کی ہیں اسلیئے ابھی تک ہمارے کان ان بہی خواہان قوم کے ناموں سے آشنا ہیں۔ کون ہے جو لارڈ بروہام، لارڈ میل بورن، لارڈ پالمرسٹن، لارڈ جان رسل، آنریبل مسٹر اسٹنلی جو من بعد لارڈ ڈاربی ہوا اور لارڈ لینسڈون کے اسمائے گرامی سے واقف نہیں۔ ان قومی سپاہوں کو گذرے ہوئے زیادہ زمانہ نہیں گزرا۔ اسطرح کی وزارت مرتب ہونے پر بھی حکومت مذکور کو کامل ایک سال تک مخالفین اصلاح کا سخت مقابلہ کرنا پڑا چنانچہ لارڈ جان رسل نے پہلا مسودۂ اصلاح یکم مارچ ۱۸۳۱ء کو پیش کیا تھا لیکن اُس کی مخالفت پر اسقدر زور دیا گیا کہ مسودۂ مذکور صرف ایک رائے کی کثرت (یعنے ۳۰۲ بمقابلہ ۳۰۱) سے منظور رہوا۔ اور جب وہی مسودہ بعد ازیں کمیٹی (جہاں مسودے کے ہر جزو اور فقرے اور لفظ لفظ پر بحث ہوتی ہے) کے سپرد کیا گیا تو شکست نصیب ہوئی اس لیئے وزارت مذکور نے بادشاہ کو پارلیمنٹ کے برخاست کر دینے کا مشورہ دیا تاکہ انتخاب جدید کے ذریعے سے ملک کو اپنی خواہش ظاہر کرنے کا موقع مل سکے۔

قوم کا مقصود تو آشکارا ہی تھا یعنے پارلیمنٹ کی اصلاح امرا پادری اور افواج بری و بحری اُس کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے لیکن کاریگر، مزدور پیشہ لوگ، اہل صنعت و حرفت، متوسطین کا تعلیم یافتہ طبقہ اور اُن شہروں کے باشندے جنکو اپنے نائب پارلیمنٹ میں روانہ کرنے کی شدید ضرورت تھی اصلاح کے مؤید تھے اُن کے اضطراب و جوش کی حد نہ تھی، انتخاب کے زمانے میں ہر ایک سمت سے یہی آوازیں سنائی دیتی تھیں "مسودہ پورا منظور ہو۔ بجز اُس کے ہم مانیں گے نہیں" اس انتخاب میں اس کثرت سے مصلحین منتخب کیئے گئے کہ جب ۲ ستمبر ۱۸۳۱ء کو بیت العوام میں دوسرا مسودۂ اصلاح پیش ہوا ہے تو ۱۰۹ (۳۴۵ بمقابلہ ۲۳۶) آرا کے غلبے سے منظور رہوگیا۔ لیکن جب لارڈ گرے نے اُسی مسودہ کو دارالامرا میں پیش کیا تو وہ نامنظور رہوا۔

دارالامرا کی اس حرکت سے تمام قوم برہم ہوگئی، ملک کے ہر حصے میں

حکومت کی تائید میں جلسے منعقد ہونے لگے اور لوگوں نے ناراضی ونفرت کا اظہار شروع کردیا چنانچہ برمنگھم کے ایک بہت بڑے جلسے میں مقررین نے علی الاعلان کہدیا کہ جب تک امرا ابھی مخالفت سے باز نہ آئیں ہم محصول نہیں ادا کرینگے یہی نہیں بلکہ ڈاربی، ناٹنگھم اور برسٹل میں سخت شورش و فساد برپا ہوا۔ لوگ خائف تھے کہ کہیں کوئی خوفناک انقلاب نہ ہوجائے۔ جب دسمبر میں پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا تو اُس کے ارکان کے چہرے اُداس نظر آرہے تھے اور تھوڑی سی ترمیم کے بعد جب ۱۸۔ دسمبر کو تیسرے مسودے کے پیش ہونے کی نوبت آئی تو وہ ۱۶۲ آرا کے غلبے سے منظور ہوگیا لیکن اسپر بھی جب دارالامرا میں مسودۂ مذکور کو کمیٹی میں ۳۵ آرا کی مخالفت سے شکست ہوئی تو لارڈ گرے نے بادشاہ سے درخواست کی کہ وہ امرا کو دھمکی دے کہ اگر مسودۂ اصلاح منظور نہ ہوگا تو میں جدید امرا بنا کر مجلس مذکور میں داخل کرونگا جس کے سبب سے تمہاری مخالفت کچھ نہ چلیگی اگرچہ بادشاہ نے یہ مشورہ قبول کرنے سے شروع میں انکار کردیا تھا لیکن چونکہ ولنگٹن سے وزارت کی ترتیب نہوسکی اسلیے لارڈ گرے کے ہی ہاتھ میدان رہا۔ جب امرا کو معلوم ہوگیا کہ بادشاہ لارڈ گرے کے مشورے پر عمل کریگا تو انمیں کے ایسے چند ارکان جو اصلاح کی حمایت کو جرم خیال کرتے تھے مسودے کے دوبارہ پیش ہونے کے موقع پر دارالامرا سے غائب ہوگئے اسطرح دارالامرا میں بھی بالآخر مسودۂ مذکور ۸۴ آرا (۱۰۶ کے مقابلے میں ۲۲) کے غلبے سے منظور ہوگیا۔

اس مسودے کی روسے اٹھاون چھوٹے شہروں کا حق نیابت جہاں سے مشترکاً ۱۱۲ مبعوث روانہ ہوتے تھے یک لخت سلب ہوگیا اور اس قسم کے دوسرے تیس (۳۰) شہروں کے لیے بجائے ۲ کے فی شہر ایک مبعوث مقرر رہوا۔

اثرات مسودۂ اصلاح۔ اسطرح جو ۱۴۳ اجائدادیں خالی ہوئیں انمیں سے اکثر انگلستان کے اضلاع اور بڑے شہروں کو مل گئیں اور باقی جائدادوں کے ملک اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ بن گئے۔ چونکہ قانون مذکور کی بدولت قوم کا کثیر حصہ جو سابق میں محروم تھا اب رائے زنی کے حق سے مستفید ہوا اس لیے طبقۂ متوسطین کو وضع قوانین پر پہلے سے زیادہ اختیار حاصل ہوا،

اور ۱۸۳۲ء کی جدید پارلیمنٹ میں سابق سے زیادہ انصاف کے ساتھ قوم کی نیابت ہوئی لیکن افسوس ہے کہ اصلاح کی ضرورت کو تسلیم کرنے کے بعد بھی مدتوں اُس کی منظوری دینے میں حکومت تساہل کرتی رہی اور بے ضرورت اُس معاملے کو طول دیا گیا اس طرح لیت ولعل کرنیکا نتیجہ یہ ہوا کہ قوم نے اپنی خواہشوں کے منوانے کے لیے غوغا اور شورش سے کام نکالنا سیکھ لیا اور اُس وقت کے دنگہ وفساد کے بُرے اثرات ابھی تک باقی ہیں۔ اسی اصلاح کی کشمکش کے زمانہ میں کنزرویٹو (قدامت پسند) اور لبرل (حریت پسند) ناموں کا وجود ہوا۔ جو لوگ قدیم روایات وخیالات کی

کنزرویٹو، لبرل اور ریڈیکل اصطلاحات کا مفہوم۔

پابندی کرنا چاہتے تھے وہ پہلے نام سے ملقب اور جن لوگوں کو قوم کی خواہشوں کی تکمیل منظور تھی وہ دوسرے نام سے مخاطب ہوگئے۔ بہرحال قدیم ٹوری اور وھگ نام بدل کر سیاسی دو بڑے فرقوں کے اس جنگ کے زمانے سے کنزرویٹو اور لبرل نام قرار پاگئے لیکن لفظ ریڈیکل (Radical) (یعنے انتہائی) کا اطلاق اس کے بہت پہلے ۱۸۱۹ء سے جبکہ ملک میں جنگ نپولین کے بعد گرانی وغیرہ کے سبب سے ہنگامے ہورہے تھے اور آفت برپا تھی اُن ارکان پارلیمنٹ پر ہورہا تھا جو ہر ایک بات کی تہہ کو پہنچ کر اُس میں کامل یعنی انتہا درجہ کی اصلاح کرنا چاہتے تھے۔ اس کے بعد پانچ سال تک باستثنا پانچ مہینوں کے از نومبر ۱۸۳۴ء تا اپریل ۱۸۳۵ء جبکہ سر رابرٹ پیل کی ماتحتی میں کنزرویٹو حکومت کا دور رہا پارلیمنٹ میں لبرل فرقے کو کامل اقتدار حاصل رہا اس مدت پنجسالہ میں اکثر مفید اصلاحات کی جو اس کے قبل پارلیمنٹ میں پیش ہوچکے تھے تکمیل ہوئی جس مہم کے سر کرنے میں ولبرفورس (Wilberforce) ایک مدت سے مصروف تھا وہ بالآخر ۲۰۔ اگست ۱۸۳۳ء کو انجام کو پہنچی اُس دن ایسا قانون منظور ہوا جس کے سبب سے کل برطانوی ممالک سے غلامی منسوخ ہوئی اور اُس کے ایک سال بعد یعنی ۱۔ اگست ۱۸۳۴ء کو دنیا کے جس جس حصے میں برطانوی رعایا مقیم تھی وہاں وہاں اُس کے کنیز وغلام آزاد ہوگئے اس پر بھی بعض غلاموں کا اُن کے مالکوں کے ساتھ ۱۸۳۹ء تک اُستاد وشاگرد کا تعلق رہا ہے۔ اگرچہ ولبرفورس چوہتر سال کا ہوچکا تھا لیکن قسمت نے یاوری کی

کہ قانون تنسیخ غلامی کی دوسری پیشی کی منظوری کی خبر وہ سن سکا اور اپنی کوشش کے بارآور ہونے کے سبب سے وہ شکر گزار دنیا سے اٹھا۔ اس قانون کے سبب سے غلاموں کے جن مالکوں کو نقصان پہنچا تھا برطانوی قوم نے اُن کو اُسکا بیس ملین پونڈ معاوضہ ادا کیا۔ اگرچہ قوم کو خسارہ اٹھانا پڑا لیکن یہ رقم کار خیر میں صرف ہوئی۔

اُسی سال، ۱۸۳۳ء میں لارڈ ایشلے جس کو بعد ازاں لارڈ شیافٹس بری کا خطاب ملا بعض قوانین کے منظور کرانے میں کامیاب ہوا۔ ان قوانین کی رو سے اُن بچوں کی حفاظت ہوئی جو کارخانوں میں تمام تمام دن مزدوری پر کام کرتے تھے اور محنت شاقہ اور مالکوں کی بدسلوکی کے سبب سے جن کی صحت اور نشو و نما میں خرابی ہوتی تھی اسی سال سب سے پہلے سرکار سے اُن مدرسوں کو رقمی امداد دی گئی جو غربا کے بچوں کی تعلیم کے لیئے جاری ہوئے تھے۔ اسی طرح آئرلینڈ کے تعلیمی کاموں کے لیئے ۱۸۳۱ء میں تیس ہزار پونڈ کی منظوری دی گئی۔ اسی سال مشرقی ہند سے تجارت کرنیکی دنیا کے کل تجار کو اجازت ہوئی۔ ۱۸۳۴ء میں سابق کے قانون مفلسین میں تبدیل کی گئی لیکن یہ ترمیم بھی ضرورت سے پہلے عمل میں نہیں آئی۔ قدیم قانون مفلسین، قوم کی زیرباری کا سبب بنگیا تھا جو لوگ عمداً کام کرنا نہیں چاہتے تھے وہ اس قانون سے فائدہ اٹھاتے تھے اور قانون اُن کی مدد کرتا تھا۔ جو مزدور اور کاریگر وغیرہ کفایت شعار اور محنتی تھے اور اپنے زور بازو سے اپنا پیٹ پالتے تھے اُن کی آمدنی سے دوسرے کاہل سست اور بے حمیت لوگ پرورش پاتے تھے جدید قانون مفلسین کی رو سے انگلستان کے ہر حصے میں محتاج خانوں کا قائم کرنا قرار پایا اور جو لوگ کہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی پرورش نہیں کر سکتے تھے اُن کو ان محتاج خانوں میں رہنا لازم ہوا بجز کسی خاص معقول وجہ کے جس صورت میں ایسے مفلس آدمیوں کو اپنے گھروں میں رہکر امداد پانے کی اجازت ملی تھی۔ اس تبدیل کی بدولت محصول مفلسین کی شرح بھی کم ہوئی، شرح اجرت میں اضافہ ہوا اور مزدور پیشہ لوگوں کی حالت درست ہوگئی اُس زمانے سے محتاجوں کی تعداد میں بتدریج کمی واقع ہو رہی ہے جس کا نتیجہ

قوانین کارخانجات
و تعلیم۔

جدید قانون مفلسین
۱۸۳۴ء۔

یہ ہے کہ پچاس برس قبل جو نسبت محتاجوں کی آبادی ملک سے تھی اب اُس کی نصف بھی نہیں رہی - لارڈ میل بورن کے عہد وزارت ۱۸۳۵ء میں حکومت بلاد کی اصلاح ہوئی جس کے سبب سے محصول ادا کرنے والوں کو اختیار ملا کہ آئندہ سے مے یر (میر بلد) اور آلڈر مین (شرکار میر بلد) کو وہ انتخاب کریں اور قومی روپیہ کے

اصلاح بلدی ۱۸۳۵ء۔

مصارف کے حسابات کی اشاعت مجالس بلدی پر لازم قرار دی گئی - ۱۸۳۶ء میں اس امر کی نسبت قانون بنا کہ ملک میں جو ولادتیں، اموات اور شادیاں واقع ہوں اُن کا اندراج ناظم اندراجات کے دفتر میں ہونا چاہیئے اس کے ساتھ ہی ڈسنٹر لوگوں کو یعنی جن کو مذہب پروٹسٹنٹ سے انحراف ہوا اپنے گرجاؤں میں یا اپنے ضلع کے ناظم اندراجات کے روبرو رسم نکاح ادا کرنے کی اجازت مل گئی - جبکہ پارلیمنٹ میں ان کل اصلاحات کی تقدیم اور تکمیل ہو رہی تھی وضع قوانین کے دائرہ کے باہر بھی دوسرے امور و ادارات میں قوم کی ترقی جاری رہی - ۱۸۱۶ء میں یعنی جنگ واٹرلو کے ایک ہی سال کے بعد لندن میں پہلی مرتبہ گیس کی روشنی ہوئی - اُس کے سبب سے

گیس کی روشنی اور کوتوالی

وہاں کے راستوں میں جو لوٹ مار ہوتی تھی وہ موقوف ہوئی سولی پر چڑھانے کی سخت سزا سے ان جرائم کا اسقدر انسداد نہیں ہوا تھا جسقدر اس روشنی کے طریقے سے ان کا سدباب کر دیا اور جب سر رابرٹ پیل نے ۱۸۲۹ء میں قدیم نگہبانوں کو برطرف کرکے جوانان کو توالی کو مقرر کیا (جو اُس کے نام کی مناسبت سے پیلرز اور بابیز (Peelors and Bobies) کہلاتے ہیں شہروں کی سڑکیں خواہ روز ہو کہ شب پہلے سے زیادہ مامون و محفوظ ہو گئیں - اسطرح اسکاٹ لینڈ کے ایک اندھے آدمی کے مشورے کی بدولت جس کا نام میک ایڈم (Mac Adam) تھا ممالک انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کی کل شاہ راہوں اور بڑی سڑکوں کو بتدریج ترقی دی گئی - اس جدید طریقے کی سڑکوں پر زمین کھود کر پتھر کے ٹکڑے بچھائے جاتے ہیں جسکے

میکاڈمائزڈ سڑکیں

سبب سے ایسے میکاڈمائزڈ (Macadamized) راستوں پر ڈاک اور مسافر گاڑیاں (Coaches)

ہو اس کے قبل مثل چھکڑوں کے لڑکھڑاتی ہوئی نہایت سست چلتی تھیں گھنٹے میں دس بارہ میل کی مسافت طے کرنے لگیں علاوہ بریں مال گاڑیوں کے پائے بھی کیچڑ اور دلدل میں اترنے اور پھنس جانے سے محفوظ ہو گئے۔ انگلستان کی بڑی ریلوں میں سب سے پہلے لیورپول اور مینچسٹر کے درمیان ریل بنائی گئی۔

لیورپول اور مینچسٹر ریلوے کا افتتاح

اس کی کامیابی کا سہرہ جارج اسٹیفن سن کے سر ہے جو ایک مفلس کان کھودنیوالے کا فرزند تھا۔ کمال نے اس کو ایک نامی انجنیر بنا دیا اور اس میدان میں یہی سب پر بازی لیگیا اس نے ایک چلنے والا انجن بنایا جو ریل گاڑی کو ۳۵ میل فی ساعت کے حساب سے کھینچ لیجاتا تھا یہی نہیں بلکہ وہ ایک مشہور دلدل چیٹ ماس پر ریل کی پٹریاں بچھانے اور عبور کرنے میں کامیاب ہوا لیکن جس روز کہ اس ریل کا افتتاح ہوا اسکی خوشی و عظمت ایک اندوہ ناک حادثے کے سبب سے مبدل بہ رنج والم ہو گئی ہسکی سن جسکی کوشش سے انگریزی تجارت کو فروغ حاصل ہوا ڈیوک آف ولنگٹن سے ایک مدت بعد ملنے کے لیئے اپنے سیلون سے اترا اور جب وہ ڈیوک کی گاڑی کے دروازے کے پاس کھڑا ہوا اُس سے باتیں کر رہا تھا، ایک دوسری ریل گاڑی دفعۃً چلی آئی اور یہ اس میں کچل گیا اور بھینٹ چڑھ گیا۔ اگرچہ اس ناگہانی موت نے قوم کی خوشی کو کم کر دیا لیکن جو فائدۂ عظیم اس ریل کی بدولت اُس روز ملک کو پہنچا اُس کے مقابلے میں اگر خود ہسکی سن سے دریافت کیا جاتا تو اپنی جان عزیز نہ کرتا۔ ریل کے انجن کی ایجاد کے پہلے سے انسان کلوں اور بھاپ سے اپنے ملازموں کے مانند لوہارخانوں معدنوں اور کارخانوں میں کام لے رہا تھا لیکن ریل کا سلسلہ پڑنا تھا کہ ان دو خادموں کے ذریعے سے اُس نے اپنا مال و اسباب ازراہ تری و خشکی نہایت دور دراز مقامات کو بھیجنا شروع کر دیا۔

ان ترقیوں کے سبب سے قوم کے اعلیٰ و متوسط طبقوں کے تموّل میں بھی اضافہ شروع ہو گیا اور جیسا جیسا ان لوگوں کے تموّل میں اضافہ ہوتا گیا ویسی ویسی بڑے شہروں کی عمارتوں، سڑکوں اور دوسرے انتظامات میں بھی ترقی ہوتی گئی۔ لندن کے بازار دوبارہ بنے۔ وہاں کے راستوں اور سڑکوں

کی فرش بندی اور صفائی بہتر ہوگئی۔ ریجنٹ پارک تیار ہوگیا۔ ہائیڈ پارک اور سینٹ جیمیس پارک میں جدید طریقے پر درخت نصب کیے گئے اور نئی گلکاری ہوئی اور یہ دونوں مقام گنجان مکانوں میں رہنے والوں اور ان شاہ راہوں سے گذرنیوالوں کے لیئے جہاں انسانوں اور گاڑیوں وغیرہ کے ٹھٹ کے ٹھٹ نظر آتے ہوں تفریح کے لیئے نعمت غیر مترقبہ خیال کیئے جاتے ہیں۔ باغ حیوانات کا افتتاح ۱۸۲۸ء میں ہوا۔ یونیورسٹی کالج اور کنگس کالج کی بنا پڑی۔ اگرچہ بے مقدور اور بے وسیلہ لوگوں کی دستگیری کیجانب قوم کو ان سب امور کے بعد توجہ ہوئی لیکن یہ کام اسقدر مستحسن و مفید تھا کہ اُس کو دوسری اصلاحات سے افضل و انسب سمجھنا چاہیئے

دار المجانین

اس بنا پر لندن کے مضافات میں بمقام ہین ول ایک دار المجانین کا قیام ہوا جہاں بیچارے دیوانے لوگ رکھے جاتے ہیں اُن کے آرام و آسائش کا بخوبی انتظام ہے اور اُن کے ساتھ بہت اچھا سلوک ہوتا ہے۔ اس کے پہلے دیوانے زنجیروں میں رکھے جاتے تھے اور اُن کی راحت و آسودگی کا کسی کو خیال نہ تھا۔

اُسی زمانے میں اہل ثروت کو بھی خیال پیدا ہوا کہ ہم خود تعلیم پائیں اور دوسروں کو تعلیم دلوائیں چنانچہ اس شوق کا ثبوت اسطرح دیا گیا کہ ۱۸۲۳ء میں دولتمندوں کی ایک جماعت نے جس کا صدر ڈاکٹر برک بیک تھا "انجمن تعلیم کاریگراں"

پہلی انجمن تعلیم کاریگراں۔

قائم کی۔ دوسرے شہروں نے بھی اس معاملے میں لندن کی تقلید کی۔ چونکہ حکومت کی جانب سے کاریگروں اور مزدوروں کے بچوں کی تعلیم کے لیئے امداد ملتی تھی اس لیئے ان انجمنوں نے مزدور لوگوں کو شام کے وقت تعلیم دینی شروع کی۔ تعلیم کی اشاعت ہوئی تھی کہ پڑھنے کے لیئے کتابوں کی ضرورت محسوس ہونے لگی اس بنا پر ۱۸۲۵ء میں لارڈ بروہام اور دوسروں نے ملکر "انجمن اشاعت علوم و فنون مفیدہ" قائم کی

ادب مفیدہ

جس نے تاریخ، سائینس اور دوسرے مضامین پر سلسلہ وار ارزاں کتابیں شائع کرنی شروع کردیں۔ ۱۸۳۶ء میں اخبارات کے ٹکٹ کی شرح میں کمی ہوکر ایک پینی کا ٹکٹ قائم ہوا جس کی وجہ سے لوگوں میں

اخبار بینی کا مذاق بڑھ گیا۔

اگرچہ کاریگروں اور مزدور پیشہ لوگوں کے طبقہ اعلیٰ کو یہ سب فوائد نصیب تھے لیکن ادنیٰ اور مفلس لوگوں کی خواہ شہری ہوں یا دیہاتی بیماری و نکبت، جہالت و مصیبت میں بسر ہوتی تھی اور ۱۸۳۷ء میں جبکہ ولیم چہارم کی وفات ہوئی تو اہل برطانیہ نہایت پریشان حال و درماندہ تھے۔ سچ بات یہ ہے کہ جب بڑے تغیرات کسی ملک میں ہوتے ہیں تو کچھ عرصے کے لیئے وہاں پریشانی اور مصیبت بڑھ جاتی ہے اور اُس کا خسارہ سب سے زیادہ مفلسوں پر پڑتا ہے کیونکہ ایسے لوگوں میں نئے حالات کا مقابلہ کرنے کی بہت ہی کم قابلیت ہوتی ہے۔ جنگ کے بعد جو بیس سال امن و عافیت میں بسر ہوئے تو ہر ایک شے نے نہایت سرعت سے ترقی کی۔ قوم کو دفعۃً تجارت کا ہوکا ہو گیا۔ کلوں کی ایجاد اور اُن کا کثرت سے استعمال ہونا، ریلوں کی ایجاد و کثرت وغیرہ نے دفعۃً حالات کو بدل دیا۔ بالآخر یہی چیزیں اسقدر مفید ثابت ہوئیں اور مخلوق کے روزگار کا ذریعہ بن گئیں کہ اب مفلس سے مفلس آدمی بھی اُن کو خدا کی نعمتیں خیال کرتا ہے۔ لیکن اُن دنوں کچھ مدت کے واسطے بہت سے لوگ بیکار ہو گئے تھے اس کا سبب یہ تھا کہ نئی ایجادوں نے ان مقامات کو جہاں محنت (مزدوروں) کی مانگ تھی اسی کے ساتھ محنت کی صورت کو بدل دیا تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اجرت کی شرح بالکل گھٹ گئی اور بہ نسبت پہلے کے مزدوری مشکل سے ملنے لگی۔ غذا (اشیاء خورونوش) اُسی طرح اب بھی بہت گراں تھیں اور مختلف محصولوں کی شرح بہت بڑھی ہوئی تھی، اگرچہ قانون مفلسین بدل گیا تھا لیکن اسکے سبب سے ہنرمند اور مستعد کاریگروں کی محصول کی زیرباری میں کمی نہیں ہوئی تھی ان کے علاوہ اُن غریب آدمیوں کی جو محتاج خانوں میں نہیں رہتے بلکہ قدیم قانون مفلسین کی رو سے اپنے گھروں پر امداد پاتے تھے افلاس سے ناگفتہ بہ حالت تھی جن مزدوروں کی کھیتی باڑی میں بسر ہوتی تھی ان کی حالت اسقدر سقیم تھی کہ مشکل سے انھیں جو یا نہایت ادنیٰ قسم کے گیہوں کی روٹی میسر آتی تھی، بکری کا گوشت تو اُن لوگوں کے لیئے عنقا تھا شاید ہی کوئی خوش قسمت ایسا ہوگا جسے خنزیر کا نمکین گوشت ملتا ہو۔ اکثر اضلاع میں عوام اور ان کے اہل و عیال بھوکوں مر رہے تھے۔

چھبیسواں باب

(❀)

برطانیۂ عظمیٰ اور برطانوی نوآبادیاں

(❀)

وکٹوریہ از ۱۸۳۷ء تا ۱۹۰۱ء

۲۰ جون ۱۸۳۷ء کی صبح کے ساڑھے پانچ بجے ہی تھے کہ لارڈ چمبرلین اور کنٹربری کے صدر اسقف نے آکر شہزادی وکٹوریہ کو خواب شیریں سے بیدار کیا اور ملکۂ انگلستان بننے کا مژدہ سُنایا اگرچہ ملکہ کو اپنی عمر کے انیسویں زینے پر قدم رکھے ہوئے صرف ایک ہی مہینہ گزرا تھا لیکن اُس کی تربیت اعلیٰ درجے کی ہوئی تھی اس لیئے اُس کے مزاج میں سن رسیدہ لوگوں کی سی خودداری اور شعور تھا اور وہ دوسروں کی تکلیف اور ضرورتوں کا لحاظ کرتی تھی اور فرائض کی ادائی میں نہایت مستعد و جفاکش تھی چونکہ ڈیوک آف کینٹ کی اولاد میں جو جارج سوم کا چوتھا فرزند تھا یہی ایک باقی رہ گئی تھی اور ملکہ کے دوسرے بڑے بھائیوں نے کوئی وارث چھوڑے بغیر وفات پائی تھی اس لئے ولیم چہارم کی وفات سے بہت پیشتر لوگوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ آئندہ یہی حکومت کی وارث قرار پائے گی برطانیہ پر ڈیوک مذکور کی بیوہ ڈچیز آف کینٹ کا بے انتہا احسان ہے کہ اُس نے شوہر کی ابدی مفارقت اور تنہائی کے زمانے میں اپنا دل اپنی اس سب سے چھوٹی لڑکی کی تربیت میں بہلایا اور یہ اُس کی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ ایسا خدا ترس نیک سلطانہ بنی نوع انسان کی ہمدرد ملکہ اور شوہر سے الفت رکھنے والی زوجہ جو عورتوں کے لیئے ایک نہایت عمدہ مثال ہو سکتی ہے اور ایک ایسی فرماں رو ابرطانیہ کو نصیب ہوئی

ملکہ وکٹوریہ

جس کا ظل عاطفت چونسٹھ سال انگریزی سلطنت پر رہا اور رعایا اسکو اس قدر عزیز رکھتی تھی کہ اس دور میں وہ کبھی اپنی ملک سے بدظن نہیں ہوئی "

چونکہ ملک ہانوور کے قانون کے لحاظ سے ذکور کو وراثت تخت و تاج پہنچتی ہے اس لئے ولیم چہارم کی وفات کے بعد ملک مذکور کا تعلق تاج برطانیہ سے منقطع ہوگیا اور ڈیوک آف کمبرلینڈ جو ملکہ کا چچا ہوتا تھا وہاں کا بادشاہ بنا ۔ برطانیہ کی خوش قسمتی تھی کہ یورپ میں اس کے مقبوضات میں سے کوئی حصہ باقی نہیں

برطانیہ سے ملک ہانوور کے تعلقات کا منقطع ہونا ۔

رہا ورنہ یورپی مقبوضات کے سبب سے انگلستان بیرونی جھگڑوں میں الجھ جاتا "
اس پر بھی آئندہ پچاس سال تک انگریزوں کو باہر کی لڑائیوں میں شریک ہونا پڑا لیکن ان کا سبب خواہ وہ بلاواسطہ ہو یا بالواسطہ انگریزی مقبوضات ہند و افریقہ ہیں ۔ اس لئے ان پچاس سال انگریزی تاریخ کا تعلق ان قوانین کے بنانے سے ہے جن کے ذریعہ سے قوم چاہتی تھی کہ ملک میں انصاف و عقل کی روح پھونکی جائے اور نوآبادیوں میں اچھی حکومت ہو ۔

سب سے پہلے کنیڈا کے مسئلے پر غور کیا گیا پٹ نے ۱۷۹۱ء میں اس ملک کی شمالی اور جنوبی دو حصوں میں تقسیم کی تھی ۔ ہر ایک حصۂ ملک کے انتظام کے لئے ایک گورنر اور اس کی کونسل مقرر تھی ۔ گورنر کا انتخاب شاہ برطانیہ کی جانب سے ہوتا تھا ۔ اور مجلس کو وہاں کی رعایا منتخب کرتی تھی ۔ کنیڈا اے شمالی میں یہ تو یہ انتظام نہایت کامیاب ثابت ہوا لیکن جنوبی کنیڈا میں جہاں کی رعایا کا زیادہ تر حصہ ابھی تک فرانسیسیوں پر مشتمل تھا اس انتظام کے سبب سے سخت دشواریاں پیدا ہوگئیں اور ان کا نتیجہ فساد و شورش اور یہ پھیلتے پھیلتے ۱۸۳۷ء میں شمالی کنیڈا میں بھی بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی یہ وہی زمانہ تھا کہ ملکہ کی تخت نشینی ہوئی تھی ۔ فتنے کے فرو کرنے کی غرض سے کنیڈا میں جنگی قانون نافذ کیا گیا اور ارل آف ڈرہم جو نہایت قابل اور دیانتدار

کنیڈا میں فسادات ۱۸۳۷ء

آدمی تھا وہاں کا گورنر جنرل مقرر کرکے روانہ کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ وہ ایک جدید حکومت وہاں قائم کرنے کے متعلق سب سے اچھا طریقہ بتلائے لیکن بدقسمتی

سے اُس نے رپورٹ کے ذریعے سے مشورہ دینے کے علاوہ ان نوآبادیوں کے باشندوں کو قوانین وضع کرنے میں اپنی امداد کے لئے خود ہی طلب کیا۔ اگر اس معاملے کو یوں ہی چھوڑ دیا جاتا تو لارڈ ڈرہم کی خود مختاری کے سبب سے کل کینیڈا خود مختار ہو جاتا۔

لارڈ ڈرہم گورنر جنرل مقرر ہوا۔ ۱۸۳۸ء

اس پر حکومت مرکزی نے شدید اعتراض کیا اور جب یہ اعتراض ڈرہم تک پہنچا تو اسے اس قدر رنج ہوا کہ فوراً مستعفی ہو کر انگلستان واپس چلا آیا، منظوری تک کا انتظار نہیں کیا۔ ۱۸۴۰ء میں اسکی وفات ہوئی اور وہ دنیا سے ناکام و دل شکستہ ہی گیا۔

اس پر بھی ڈرہم کی اسکیم اختیار کی گئی اور اس تجویز کے سبب سے اُن سب آزاد اور خود مختار دستوری حکومتوں کی بنیاد پڑی جو برطانیہ نے اپنی نوآبادیوں کو عطا کی ہیں۔

دستور کینیڈا۔

۱۸۴۰ء میں کینیڈا کے دونوں حصوں کو ملا کر ایک ملک کینیڈا قرار دیا گیا اور ان کو اپنے پر آپ حکومت کرنے کی اجازت مل گئی لیکن ان ملکوں کے سب عہدہ دار اپنے فرائض کی انجام دہی کے متعلق وہاں کی مجلس اعلیٰ و ادنیٰ کے سامنے ذمہ دار ہیں اور یہ دونوں مجلسیں انگلستان کے دارالامرا اور دارالعوام کی تقلید میں قائم ہوئی ہیں۔ مگر صرف ایک شکل سے برطانیہ کی صدارت قائم رکھی گئی تھی اور وہ یہ کہ گورنر جنرل کا تقرر بحیثیت نائب ملکہ حکومت برطانیہ کی جانب سے ہوتا تھا۔ اس کے ستائیس برس کے بعد ۱۸۶۷ء میں لارڈ ڈرہم کے سب سے آخری مشورے پر عمل ہوا اور شمالی امریکہ کے کل برطانوی مقبوضات کو کینیڈا میں شامل ہونیکی اجازت مل گئی۔ اس بنا پر نوواسکوشیا۔ نیو برنزک۔ اور خلیج ہڈسن کے ممالک قلمروے کینیڈا

قلمروے کینیڈا ۱۸۶۷ء

میں ۱۸۶۷ء میں ہی شریک ہوئے مینی ٹوبا کی ریاست ۱۸۷۰ء میں قائم ہوئی وینکوار اور اڈورڈ آئیلز نے ۱۸۷۳ء میں شرکت کی تھی جس کے سبب سے اس ایک وسیع قلمرو کا رقبہ ۳۵۰۰۰۰۰ مربع میل ہو گیا ہے جو تاج برطانیہ کے زیر نگیں ہے۔ اسی وسیع مملکت میں ایک بہت بڑی ریل بنائی گئی ہے جس کا نام کینیڈین پیسیفک ریلوے ہے اور جسکا افتتاح ۱۸۸۶ء میں ہوا اگر کوئی شخص اس ریلوے سفر کرے تو اس کو ریل کے ایک سرے پر ساحل اوقیانوس سے دوسرے سرے نوواسکوشیا تک مسلسل سفر کرنے کا موقع ملتا ہے اور لطف یہ کہ اسقدر طولانی

مسافت طے کرنے کے بعد بھی وہ برطانوی علاقے سے باہر نہیں نکل سکتا۔ شمالی امریکہ میں صرف
نیو فونڈلینڈ ایک ایسی برطانوی نوآبادی ہے جو قلمرو مذکور میں ابھی تک شریک نہیں ہوئی
ہے۔ اس ریل کی تعمیر میں وکٹوریہ کے عہد حکومت کا بہت سا زمانہ گزر گیا ہے اسلیئے کہ یہ کام
سنہ ۱۸۸۵ء میں ختم ہوا۔ خیر اب ہم کینیڈا کے حالات کو اس مقام پر چھوڑ کر ملکہ کے عہد کی ابتدائی
ترقیوں پر جو ملک قدیم میں ظہور پذیر ہوئیں سرسری سے ایک مورخانہ نظر ڈالتے ہیں سنہ ۱۸۳۷ء
میں وہیٹ اسٹون اور کک نے سب سے پہلے تاربرقی کی نسبت حق ایجاد حاصل کیا اور سب سے

تاربرقی کی ایجاد ۱۸۳۷ء

پہلے اس کا استعمال بلیک وال کی ریل پر ہوا سنہ ۱۸۳۸ء میں دخانی جہازوں نے
جن میں سوائے بھاپ کے کسی دوسری قوت سے کام نہیں لیا گیا
تھا انگلستان سے نیویارک تک سمندر کو عبور کیا اور وہ اس قابل
بنائے گئے تھے کہ اس طولانی دریائی سفر کے لیئے کافی مقدار میں معدنی کوئلہ ان میں لیجا سکے
اور سنہ ۱۸۳۹ء میں ہل نے جو بعد میں سر رولینڈ ہل کے خطاب سے ممتاز ہوا مشورہ دیا کہ
تمام ملک متحدہ میں خط کا محصول ایک پینی قرار دیا جائے جو منظور ہو گیا۔ یہ کوئی معمولی کام

محصول خط کا ایک پینی مقرر ہونا۔

نہ تھا بلکہ ترقیات کے سلسلے میں اس امر کی سب سے زیادہ قدر
ہونی چاہیئے اس لیئے کہ برطانیہ میں محصول خط کے بار سے صرف
دولتمند لوگ معاف تھے یعنی ارکان پارلیمنٹ۔ یہ لوگ اپنے
اور اپنے دوستوں کے خطوط کو محصول ڈاک سے مستثنیٰ کر سکتے تھے اور ان کا یہ اختیار
فرینکنگ (حق آزاد کردن) (Franking) کہلاتا تھا یعنی اگر کوئی رکن پارلیمنٹ اپنا
نام اپنے یا اپنے دوست کے خط پر لکھ دیتا تو وہ محصول سے معاف سمجھا جاتا تھا۔
اس کے برعکس غریب رعایا کو ڈاک سے خط بھیجنے کے لیئے بلحاظ مسافت چھ پنس
سے ایک شلنگ چار پنس تک محصول ڈاک ادا کرنا پڑتا تھا سنہ ۱۸۳۹ء میں ہر لفافہ
کے لیئے جس کا وزن نصف اونس سے زیادہ نہو چار پنس محصول قرار پایا لیکن اسکے بعد
دہم جنوری سنہ ۱۸۴۰ء سے انگلستان، اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ میں خط کا محصول ایک
پینی مقرر کر دیا گیا۔

ان خوبیوں کے باوجود ملکہ کی سلطنت کا ابتدائی زمانہ آلام و مصائب
سے خالی نہ رہ سکا۔ مفلسوں کی بُرے حالوں بسر ہوتی تھی اسی سبب سے اصلاحات

کی شدید ضرورت تھی۔ لیکن اس جدید پارلیمنٹ میں جس کا انتخاب ملکہ کے جلوس کے وقت ہوا تھا وزرا کی حمایت کرنے والے بہت ہی قلیل تھے اس لیئے وہ لوگ جدید اور مفید قوانین وضع نہ کر سکتے تھے اور چونکہ لارڈ میل بورن قدامت پسند آدمی تھا اور اسکی ہمیشہ یہی خواہش رہی کہ "زمانے کو اپنی رفتار پر چلنے دو" اس لیئے رعایا کو گمان تھا کہ وہ نوجوان ملکہ کو ان کی پریشان حالی اور تکلیف سے بے پروا بنا رہا ہے۔ اس کے سوائے مزدور پیشہ لوگ بھی حکومت وقت سے سخت ناراض تھے اس لیئے کہ دوکانداروں کو تو ارکان پارلیمنٹ کے انتخاب کرنے کا حق عطا کیا گیا تھا لیکن وہ اس حق سے محروم رکھے گیئے تھے۔ اسی بنا پر ملکہ کی رسم تاج پوشی کے چند ہی ہفتوں کے بعد جو ۲۸ جون ۱۸۳۸ء کو ادا ہوئی تھی عوام کے ایک مجمع کثیر نے ایک عظیم الشان جلسہ بمقام برمنگھم منعقد کیا جس میں ایک اعلان مرتب ہوا جس کا نام اوکانل نے جو اس گروہ کا سرغنہ تھا پیپلس چارٹر سند رعایا (People's charter) رکھا تھا۔ اس میں حسب ذیل امور کا مطالبہ کیا گیا تھا:۔

چارٹسٹ لوگوں کی شورش ۱۸۳۸ء

(۱) برطانیہ کی کل عورتوں کو حق رائے کا دیا جانا۔

(۲) ہر سال جدید پارلیمنٹ کا انتخاب کیا جانا۔

(۳) بیلٹ (قرعہ اندازی) کے ذریعے سے رائے کا دینا۔

(۴) جائداد غیر منقولہ نہ رکھنے والے اشخاص کا رکنیت پارلیمنٹ کے لیئے اہل سمجھا جانا۔

(۵) ارکان پارلیمنٹ کے لیے تنخواہ کا مقرر ہونا۔

(۶) ملک کے رقبے اور آبادی کے لحاظ سے انتخاب کے مساوی حلقے بنائے جانا۔

ان میں سے پہلا، تیسرا اور چوتھا مطالبہ اب قانون بن گئے ہیں لیکن اس زمانے میں مصلحت وقت اس کے خلاف تھی اس لیئے مطالبات مذکورہ کی منظوری سے انکار کیا گیا اور اگر حکومت ان کو غلطی سے مان لیتی تو اس کی کمزوری سمجھی جاتی۔ جن لوگوں نے سند پر دستخط کیے تھے وہ چارٹسٹ (طالبان سند) کہلاتے تھے۔ بہر حال یہ چارٹسٹ نہایت مفسد و شریر تھے برمنگھم، شفیلڈ، نیو پورٹ اور اکثر مقامات پر

اُن کی وجہ سے فتنہ وفساد برپا ہوا تھا
مگر اسی اثنا میں چند باخبر اور خیر اندیش ان خرابیوں کو دفع کرنے کی تدبیر
پر جن کے سبب سے ایک ظلم و سختی ہو رہی تھی غور کر رہے تھے اسی سلسلے میں بتاریخ
۱۸ ستمبر ۱۸۳۸ء بمقام مینچسٹر ایک جلسہ منعقد کر کے ایک انجمن اس غرض سے قائم کی گئی
کہ حکومت کو درآمد غلہ کا محصول اٹھا دینے کے لئے مجبور کرے۔ اسطرح انجمن مخالف
قانون غلہ کی ابتدا ہوئی جس کے مشہور سرگروہ رچرڈ کابڈن اور جان برائیٹ تھے
پہلا شخص صلاحیت پسند اور راست باز تھا اور مینچسٹر میں چھاپے کے سوتی پارچے کا کام کرتا تھا
اور دوسرا راش ڈیل میں قالین بناتا تھا۔ قوانین غلہ کے سبب سے جو ناانصافی غربا کے حق
میں ہو رہی تھی اس سے یہ دونوں آدمی اور انکے شرکا عوام کو رسالوں لکچروں اور تقریروں
کے ذریعے سے برابر پانچ سال تک آگاہ کرتے رہے۔ ان کی انجمن اس امر کو قوم کے ذہن نشین
کرنا چاہتی تھی کہ اگر ممالک غیر کے لئے برطانوی بندرگاہیں مسدود نہ ہوں تو غریب آدمی کو روٹی
موجودہ نرخ سے نصف قیمت پر میسر آسکتی ہے چونکہ باہر کا اناج روک دیا گیا ہے اسلئے
اسی روٹی کی دوہری قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور جو نصف قیمت کہ زیادہ لیجاتی
ہے درحقیقت غریب آدمی سے محصول لیا جاتا ہے جس سے برطانوی کسانوں کو نفع
پہنچتا ہے لہذا جو لوگ فاقہ کشی کے سبب سے ادھ موے ہو رہے ہیں ان سے الٹا
محصول لیکر ملک کے خوش حال لوگوں کو پہنچایا جاتا ہے۔ مگر ان قوی دلائل کے
باوصف مخالفین قانون غلہ کو قوم کے قائل کرنے میں ابتداءً بہت دقتیں اٹھانی پڑیں زمیندار
اور کسانوں کا خیال تھا کہ اگر مخالفین قانون غلہ کی بات منظور ہو جائے تو زراعت پیشہ
لوگ اناج کی زراعت ترک کر دینگے اور اراضی کی قدر نہ رہیگی جس سے ملک تباہ ہو جائے گا
مزدور پیشہ لوگوں کو بھی تنسیخ قانون غلہ سے چنداں اتفاق نہ تھا وہ صرف اپنی شرح اجرت بڑھانا
چاہتے تھے اس لئے انھیں سند (چارٹر) کی منظوری کی پڑی تھی لیکن انجمن مخالفین کیجانب سے
اصل واقعات اس صفائی اور صراحت سے پیش کئے جاتے تھے اور تنسیخ قانون غلہ کے
متعلق اُن کی دلائل اس قدر صحیح اور معقول تھیں کہ بالآخر قوم کے دلوں پر انکا اثر ہو گیا
اور ملک نے قانون مذکور کو قابل تنسیخ مان لیا۔ اس نوبت کو پہنچنے کے پہلے ہی
لارڈ میل بورن نے محصول غلہ کی شرح میں تخفیف کرنے کے متعلق تحریک کی تھی

لیکن جب دارالعوام میں اسکو اس تحریک نسبت کثرت آرا حاصل ہوئی تو وہ ۱۸۴۱ء میں مستعفی ہوگیا۔ جب سر رابرٹ پیل قدامت پسند وزارت کے صدر کی حیثیت سے اس کا جانشین بنا تو اس کو خیال ہوا کہ اس معاملے میں کچھ کرنا چاہیئے ⁂

لارڈ میل بورن کی مفارقت کا نوجوان ملکہ کو بھی صدمہ ہوا اس لیئے کہ وہ نہایت باوفا اور سچا مشیر تھا لیکن ملکہ کو خوش قسمتی سے لارڈ میل بورن کا بہت جلد نعم البدل گیا۔ البرٹ سے جو سیکس کو برگ کا شہزادہ اور ملکہ کا ابن عم تھا ۱۸۴۰ء کے ماہ فروری میں ملکہ کی شادی ہوئی۔ شاہزادہ البرٹ ملکہ کے لیئے نہ صرف نیک شوہر ثابت ہوا بلکہ اس کا سب سے بہتر رفیق و مشیر بھی۔ یہ شادی برطانیہ کے لیئے نہایت مسرت خیز ثابت ہوئی شہزادے کو بھی ملکہ کے مثل راست گفتاری و راست بازی کی تعلیم دی گئی تھی۔ وہ اپنی زوجہ اور زوجہ کی رعایا کا دل سے بہی خواہ تھا اسکی محبت اور امداد سے ملکہ کی زندگی پرلطف ہوگئی یہی نہیں ملکہ علم و ہنر کی سرپرستی اور صاحبان کمال کی قدر افزائی سے اس نے برطانیہ کی خوش حالی میں اضافہ کیا اس کے سوائے وہ بہت محتاط تھا۔ اس نے ملکہ اور اس کی رعایا کے معاملات میں کبھی دست اندازی نہیں کی اور اپنی نیک کرداری کے لیئے لوگوں سے نہ تعریف چاہی اور نہ صلہ کا خواہاں رہا ⁂

ملکہ کی شادی
۱۰ فروری ۱۸۴۰ء

اندنوں وزارت جدید کو سخت دشواریوں کا سامنا تھا۔ اوکانل ڈبلین کا لارڈ میئر ہوگیا تھا اس خدمت پر پہنچتے ہی اس نے اتحاد (انگلستان یا آئرلینڈ) کو منسوخ کرانے کے لیئے لوگوں کو آمادہ کرنا شروع کر دیا لیکن اس بیچینی اور جوش کا خاتمہ اس وقت ہوا جبکہ اس کی گرفتاری عمل میں آئی اور ۱۸۴۳ء اور ۱۸۴۴ء کے درمیان اس پر مقدمہ قائم ہوا۔ اسکاٹ لینڈ بھی ان اثرات سے محفوظ رہ سکا پریسبیٹرین مذہب کے لوگوں میں سخت نزاع برپا ہوئی اور ۱۸۴۳ء میں وہاں فری کرک (Freakirk) مقرر ہوگیا یعنی اسکاٹ لینڈ کے مذہب سے علیحدہ ہو کر بعض لوگوں نے ایک ایسا کلیسا (مذہب) قائم کیا جس کے امور پر حکومت ملک کی نگرانی نہ ہوتی ہو۔ ملک کے ہر مقام میں چارٹسٹ لوگ جلسے کرتے تھے

افیون کے متعلق چین سے جنگ ۱۸۳۹-۱۸۴۲ء

اور ۱۸۳۹ء سے انگریزوں اور چینیوں میں افیون کی بابت جنگ ہو رہی تھی حکومت چین کے خلاف مرضی برطانوی سوداگر اہل چین کے ہاتھوں افیون بیچتے تھے یہی سبب اس لڑائی کا تھا جو بالآخر ۱۸۴۲ء میں ختم ہوئی لیکن یہ لڑائی ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ ہندوستان سے خبر آئی کہ انگریزوں کی ایک فوج کا جو افغانستان کی مہم پر روانہ کی گئی تھی قتل عام کر دیا گیا۔

اس واقعے کے بہت برسوں پہلے سے ہندوستان کے مختلف حصوں کا وہاں کی انگریزی حکومت بتدریج الحاق کر رہی تھی اور نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ انگریزی سرحد اور ایشیا کے اُن حصوں کے درمیان جہاں روسیوں کا بہت اثر تھا صرف پنجاب اور افغانستان (دیکھو نقشہ نمبر ۱۴) حائل رہ گئے تھے۔ چونکہ حکومت برطانیہ کو اس امر کا ہمیشہ خوف لگا رہتا تھا کہ روسی لوگ افغانستان سے اتحاد پیدا کر کے ہندوستان پر حملہ نہ کر دیں۔ لہذا اُس کو روکنے کی غرض سے سر الگزانڈر افغانیوں سے ایک تجارتی صلح کرنے کے لیے ۱۸۳۷ء میں کابل روانہ کیا گیا تھا جس زمانے میں کہ یہ افغانستان میں تھا انگریزی حکومت ہند کو افغانوں کے سردار دوست محمد خاں کی نسبت روسیوں سے سازش کرنے کا شبہ ہوا اس بنا پر ہند کے گورنر جنرل لارڈ آکلینڈ نے نہایت نادانی سے دوست محمد خاں کو معزول کر کے اُس کی جگہ کسی دوسرے سردار کو مقرر کرنے کے لیے ایک لشکر روانہ کر دیا۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ افغانیوں نے

افغانستان میں انگریزی فوج کی تباہی ۱۸۴۱ء

جو خونریزی، جنگ جوئی اور بے وفائی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے سر الگزانڈر برنس کو بتاریخ ۲ نومبر ۱۸۴۱ء قتل کیا اور اُس کے چھ مہینے بعد اُنھوں نے سر ڈبلیو میکناٹن کا بھی جو اُن سے شرائط صلح طے کر رہا تھا یہی حال کیا۔ اسکے بعد تو جنرل الفنسٹن کو کابل میں قدم جمانا مشکل ہو گیا لہذا اُس نے واپسی کا ارادہ کر کے افغانیوں کے سردار اکبر خاں سے وعدہ لیا کہ وہ انگریزی فوج کو صحیح سالم مراجعت کرنے دے گا۔ اس اقرار کے باوجود افغانی درۂ خرد کابل کے دونوں جانب پہاڑیوں میں چھپ رہے اور جو انگریزی سپاہ درے میں سے گزر رہی تھی ویسے اسکو

اپنی گولیوں کا نشانہ بنا لیا بہرحال یہ ایک اندوہناک قصہ ہے۔ سارا انگریزی لشکر اس طرح ہلاک ہوا اور بجز ڈاکٹر برائیڈن کے جو اس حادثے کے بیان کرنے کے لیئے بچ گیا تھا درے کے اس طرف اُس فوج کا ایک آدمی بھی زندہ نہ آسکا۔ ڈاکٹر مذکور جب قلعہ جلال آباد پہنچا ہے تو ادھ موا تھا۔ اس قلعے کو سر رابرٹ سیل نے افغانیوں کی دست برد سے بچا رکھا تھا اور یہ درۂ خیبر کابل اور درۂ خیبر کے درمیان واقع ہے برطانیہ نے بھی اس ہتک کا جواب دیا سر آرسیل اور جنرل پالک کی سرکردگی میں ایک دوسری فوج بغرض انتقام روانہ کی گئی جس نے ان عورتوں اور بچوں کو جو سابق کے لشکر سے بچ کر افغانستان میں مقید ہو گئے تھے رہا کیا لیکن باقی ماندہ فوج کے ۴۵۰۰ سپاہی اور فوجی کیمپ میں کام کرنے والے ۱۲۰۰۰ نفر اس خوفناک درے میں مقتول پڑے رہے اور مشرق میں برطانوی اقتدار کو سخت صدمہ پہنچا۔

بیرونِ ملک تو برطانیہ کو یہ نقصانات پہنچ رہے تھے لیکن اندرونِ ملک حکومت کو مالی مشکلات کا مقابلہ تھا۔ لارڈ میل بورن کی وزارت کے اخیر پر

اجرائے محصول آمدنی ۱۸۴۲ء

خزانہ ڈھائی لاکھ پونڈ کا مقروض تھا جس کی ادائی ضروری تھی اس بنا پر پیل نے ایک محصول آمد کے اجرا کی ٹھان لی تھی۔ اس محصول کے بموجب جس شخص کی سالانہ آمدنی ۱۵۰ پونڈ سے زیادہ ہو اُس کو فی پونڈ ایک مقررہ محصول ادا کرنا ہوتا تھا۔ اگرچہ ابتدا اُس محصول کی مدت صرف تین سال اور آمدنی کے ہر ایک پونڈ پر ۷ پنس وصول کیا جانا طے پایا تھا لیکن ۱۸۴۵ء میں مزید تین سال کے لیئے یہ محصول دوبارہ جاری ہوا اور اس کے بعد پھر کبھی منسوخ نہیں ہوا۔ اس کی سب سے زیادہ شرح ایک شلنگ ۴ پنس ۱۸۵۵ء اور ۱۸۵۷ء کے درمیان وصول کی گئی اور سب سے کم شرح ۲ پنس فی پونڈ ۱۸۷۴ء اور ۱۸۷۶ء کے درمیان لیا گیا۔

اگرچہ پیل نے مصلحت وقت کے لحاظ سے محصول آمدنی تو مقرر کر دیا لیکن رعایا کی زیر باری کم کرنے کی غرض سے اس نے ممالک غیر کے درآمد مال کے محصول

غلہ اور آلو کی فصل کا تلف ہونا ۱۸۴۵ء

کی شرح گھٹا دی خصوصاً پردیسی غلے کا محصول تو برائے نام رہ گیا اس پر بھی افلاس میں کمی نہ ہوئی بلکہ اُس کے بعد تو اور بھی بدتر زمانہ

آیا چنانچہ ۱۸۴۵ء میں انگریزی غلے کی فصل تلف ہوگئی آئرلینڈ میں جہاں کے باشندوں کی بڑی غذا آلو ہے ایک مرض کے پیدا ہونے سے آلو کی فصل بگڑ گئی۔ بلائے قحط کے نازل ہونے میں اب کیا باقی رہا تھا۔ قوم نے بندرگاہوں کے کھول دیئے جانے اور غیر ملکوں کے اناج کے آنے کے متعلق بل چل مچا دی۔ چونکہ پیل کے دل پر کابڈن کے دلائل کا بتدریج اثر ہو رہا تھا اس لیئے اب اُس کو کابڈن کے سچے ہونے کا یقین آگیا اور اُس نے محصول غلہ کی تنسیخ کی نسبت ایک مسودۂ قانون پیش کر دیا لیکن جب وہ دوسرے وزرا کو اپنا ہمخیال نہ بنا سکا تو وزارت سے مستعفی ہوگیا اور ملکہ کو مشورہ دیا کہ لارڈ جان رسل اس خدمت پر مقرر کیا جائے اس لیئے کہ اُس نے قوانین غلہ کے خلاف نہایت شد و مد سے ایک مضمون شائع کیا تھا اس کے بعد جو واقعات پیش آئے اُن سے اس امر کا پتا چلتا ہے کہ وزیر اعظم کو کن کن دشواریوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ لارڈ جان رسل اس خدمت سے ممتاز تو ہوا لیکن اس کے ساتھی لارڈ گرے اور لارڈ پالمرسٹن جو دل سے آزادی تجارت کے حامی تھے امور خارجہ میں اُس سے متفق نہ ہو سکے اس لیئے وہ وزارت قائم نہ رکھ سکا۔ اس بناء پر ملکہ نے دوبارہ بمجبوری پیل کو ہی وزیر اعظم بنایا اور یہی سبب ہے کہ ایک کنزرویٹو (قدامت پسند) وزارت ہی کے عہد حکومت میں قوانین غلہ کی منسوخی ہوئی۔

پیل کا آزادیِ تجارت کی حمایت کرنا ۱۸۴۵ء

پیل کا وزارت پر واپس ہونا تھا کہ ملک میں خبر مشہور ہوگئی کہ وہ اپنے مسودے کو پھر پیش کرے گا جس کے سبب سے کُل قوم میں جوش و خروش پیدا ہوگیا بالآخر کابڈن کو اپنی محنت کو بار آور ہوتے ہوئے دیکھنے کا موقع ملا لوگوں نے ایک جلسہ منچسٹر میں منعقد کر کے اس میں ساٹھ لاکھ پونڈ سے زیادہ اس تحریک کی تائید میں جمع کیا پیل نے بتاریخ ۲۲ جنوری ۱۸۴۶ء ایک فصیح و بلیغ تقریر کے ذریعے سے "اپنی حمایت" ترک کرنے کے اسباب و علل پارلیمنٹ میں بیان کر کے "آزادی تجارت" کی تحریک پیش کر دی جس کا مسودہ (قانون) ۲۵ جون کو

تنسیخ قوانین غلہ۔ ۲۶ جنوری ۱۸۴۶ء

دارالامرا میں بھی منظور ہو کر قوانین غلہ منسوخ ہو گئے ۱۸۴۹ء کے فروری کے مہینے تک اناج کے محصول میں بتدریج کمی ہوتی گئی یہاں تک کہ ایک کوارٹر (۸ آثار) اناج پر ایک شلنگ محصول باقی رہا اور یہ آخری شلنگ والا محصول بھی ۱۸۶۹ء میں اُٹھا دیا گیا جن اصلاحات کو پیل نے انجام دیا ہے اُن میں سب سے آخری اور عظیم الشان یہی اصلاح تھی چونکہ اسکے سبب سے اُس کے قدیم ساتھی بھی اُس سے برہم ہو گئے تھے اور خصوصاً ڈزریلی جس کو بعد میں لارڈ بیکنز فیلڈ خطاب ملا اُس پر سخت لعن طعن کرنے لگا اس لیے اُسکو مزید اصلاحات کا موقع نہیں ملا۔ اس کے علاوہ خود پارلیمنٹ میں ایک فرقہ "حمایت" بن گیا اور آئرلینڈ کے جرائم کے انسداد کی غرض سے جب پیل نے مسودۂ "قانون جبریہ" کی تحریک کرنا چاہی تو لبرل فرقہ اُس کا ساتھ چھوڑ کر اس نئے فرقہ سے جا ملا جس روز امرا نے تنسیخ قوانین غلہ کی منظوری دی ہے اُسی شب پیل کو مجبوری مستعفی ہونا پڑا اور اُس کی جگہ لارڈ جان رسل وزیر اعظم بنا×

اس کے بعد ۱۸۴۶ء سے ۱۸۵۴ء تک جو آٹھ سال کی مدت گزری ہے وہ چار باتوں کیلئے مشہور ہے۔ چارٹسٹ لوگوں کا زوال، الحاق پنجاب، برطانوی نوآبادیوں میں سونے کی کانوں کا دریافت ہونا اور ۱۸۵۱ء کی عظیم الشان بین الاقوامی نمائش ۱۸۴۸ء میں ایک دوسرا انقلاب سلطنت پیرس میں شروع ہونے سے بادشاہ لوئی فلپ نے انگلستان کی طرف فرار کیا اور فرانس میں جمہوری حکومت قائم ہو گئی اس کے سبب سے کل یورپ متزلزل

یورپ کا متزلزل ہونا ۱۸۴۸ء

ہوا۔ چنانچہ ایطالیہ، آسٹریا اور پروشیا میں ہنگامے برپا ہوئے اور وہاں کے سلاطین کو مجبور کر کے اُن ملکوں کی رعایا نے پارلیمنٹیں حاصل کیں ۱۸۴۷ء کے قحط کے زمانے میں ایک انتہا پسند فرقہ آئرلینڈ میں بن گیا تھا اور اپنا نام "نوجوانان آئرستان" رکھا تھا اس ہلچل سے اس فرقے نے بھی فائدہ اٹھانا چاہا اور فوراً اسمتھ اوبرائن کی سرکردگی میں علم بغاوت بلند کر دیا لیکن حکومت کی جانب سے یہ شورش بہت جلد فرو کر دی گئی۔ انگلستان میں بھی چارٹسٹ لوگوں کو امید بندھی کہ وہ اپنے چارٹر کی نسبت بے چینی پیدا کرنے میں کامیاب ہوں گے اس بنا پر فرقۂ مذکور نے

عرضی تیار کی اور مشہور کیا کہ اس پر پچاس لاکھ سے زیادہ آدمیوں نے دستخط کئے ہیں [illegible] ۱۰ اپریل سنہ ۱۸۴۸ء کو کیننگٹن کے میدان میں فیرگس اوکانر نے جو [illegible] سے پارلیمنٹ کا رکن تھا ایک بہت بڑا جلسہ منعقد کیا اور تحریک کی کہ کل حاضرین کا انبوہِ کثیر چل کر خود اس عرضی کو دارالعوام میں پیش کرے۔ اس سے تمام لندن والوں پر خوف طاری ہوا اور حکومت نے چارٹسٹ لوگوں کے جلوس نکلنے کی ممانعت کردی۔ ڈیوک آف ولنگٹن نے لندن کے چپے چپے پر سپاہیوں کو تیار رکھا تھا اور مختلف ویسٹری ہالوں میں دو لاکھ شریف آدمیوں سے حلف لیا گیا تھا کہ شورش کے فرو کرنے میں

فرقہ چارٹسٹ کا زوال

وہ جوانان کوتوالی کے فرائض انجام دیں گے۔ لیکن اس ہنگامے کا جو اس قدر جوش سے شروع ہوا تھا کچھ بھی نتیجہ نہ نکلا۔ عرضی پیش کرنے کے لئے صرف پچیس ہزار آدمی جمع ہوئے اور جلوس تک نہ نکال سکے۔ آخرکار یہ عرضی ایک کیب (ایک گھوڑے کی گاڑی) میں ویسٹ منسٹر (مکان پارلیمنٹ) کو پہنچائی گئی اور جب دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اس پر بیس لاکھ سے بھی کم اشخاص نے دستخط کئے ہیں اور ان میں سے اکثر دستخط فرضی ہیں حقیقت یہ ہے کہ سنہ ۱۸۴۲ء سے ملک کی خوشحالی بتدریج بڑھ رہی تھی چونکہ اس زمانے سے اشیائے خورد و نوش کی گرانی رفع ہوگئی تھی اس لئے عوام کو چارٹر کی پروا نہیں رہی تھی اسکے بعد چارٹسٹ فرقے کے متعلق پھر کچھ سننے میں نہیں آیا۔

اس کے دوسرے سال سنہ ۱۸۴۹ء میں قوانین ملاحی کی تنسیخ ہوئی اور سنہ ۱۸۵۰ء میں برطانوی مدبرین میں سب سے بہتر اور عقلمند شخص کے اٹھ جانے سے ملک کا سخت نقصان ہوا یعنی گھوڑے پر سے گر کر

سر رابرٹ پیل کی وفات سنہ ۱۸۵۰ء

سر رابرٹ پیل نے وفات پائی جس کے سبب سے قوم سخت رنج والم میں مبتلا ہوئی۔

اسی اثناء میں دنیا کے دوسری جانب برطانوی علاقوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔ سنہ ۱۸۴۳ء میں سر چارلس نیپیئر نے سندھ کے دیسی رئوسا پر فتح پا کر یہ صوبہ

انگریزی علاقہ میں لحق کرلیا۔ ۱۸۴۵ء اور ۱۸۴۹ء کے درمیان قوم سکھ آپس میں جنگ کرتی رہی یہ ایک جنگجو قوم ہے جس کا وطن پنجاب ہے۔ یہ کوئی چھوٹا ملک نہیں ہے بلکہ رقبے میں انگلستان کے برابر ہے اور ہندوستان کے شمال ومغرب میں واقع ہے سکھوں نے آپس میں لڑتے لڑتے برطانوی سرحد پر بھی جنگ شروع کردی اس سبب سے انگریزی حکومت کو سخت دشواریوں کا سامنا ہوا۔ آخر کار گجرات کی لڑائی میں جب لارڈ گاف ۲۱ فروری ۱۸۴۹ء کو فتحیاب ہوا تو لارڈ ڈلہوزی نے جو ہند کا گورنر جنرل تھا کل صوبۂ پنجاب کا الحاق کر کے اُس کی حکومت ایک بورڈ (مجلس) کے تفویض کی جس کے ارکان کرنل ہنری لارینس اُسکا بھائی جان لارینس اور چارلس گرین ول مینسل تھے۔ ان دونوں بھائیوں نے خوب عزم واستقلال اور انصاف سے حکومت کی جس کے سبب سے بہادر سکھوں کے دلوں پر اُن کی عزت وحرمت کا سکہ بیٹھ گیا۔ اس کے آٹھ سال بعد جب ہندوستان کے دہشتناک غدر کے سبب سے برطانیوں پر بُرا وقت آپڑا تو سکھوں کی قوم نے حق رفاقت ادا کیا۔ کیلیفورنیا پر ریاستہائے متحدۂ امریکہ

الحاق پنجاب ۱۸۴۹ء

کا قبضہ ہوکر زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ۱۸۴۹ء میں وہاں سونے کی کان برآمد ہوئی اور ۱۸۵۱ء میں وکٹوریہ اور آسٹریلیا میں بھی طلا کا موجود ہونا ثابت ہوا۔ ان مقامات میں سونے کے برآمد ہونے کو ایک دوسری قسم کی ترقی سمجھنی چاہیئے۔ سونے کی قیمت کے اتار چڑھاو کا مسئلہ نہایت دشوار اور حل طلب ہے جو لوگ اس کے اہر ہیں اُن کی آرا اور قیاسات میں بھی اتفاق نہیں ہوتا لیکن ان معادن طلا نے دو حقیقی نتیجے پیدا کیئے۔ برطانوی نوآبادیوں میں ۱۸۵۱ء میں سونے کی کان دریافت ہونے سے برطانیہ میں اجناس کی قیمت ارزاں ہوگئی اور ابنائے وطن میں حصول معاش کا ذوق وجوش بڑھ گیا جسکے سبب سے اکثر اہل برطانیہ نے ہجرت کر کے نہ صرف معادن طلا کے مقامات بلکہ دوسری نوآبادیوں کو جا بسایا۔ اسی زمانے سے نوآبادیوں کی تاریخ کی بھی اہمیت شروع ہوتی ہے۔ اگرچہ راس امید کی نوآبادی ہند کی راہ میں واقع ہوئی تھی

معادن طلا کا دریافت ہونا

لیکن اس میں ڈچ بوئر لوگوں کی کثرت ہونے سے جو وہاں برطانیوں سے پہلے آباد ہو گئے تھے
بہت ہی کم ترقی ہوئی تھی بوئر لوگ ہمیشہ اس ملک کے دیسیوں سے لڑتے رہتے اور برطانوی حکومت
کو بھی ان چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں بے سبب اُلجھا دیتے تھے۔ اور کافر اور زولو قوموں کے ساتھ

کیپ نو آبادی کا دستور سنہ ۱۸۵۰ء

معمولی لڑائی ہوتے رہنے کے باوجود اس ملک میں انگریزی علاقہ
کی ترقی ہو رہی تھی سنہ ۱۸۴۳ء میں نیٹال برطانوی نو آبادی قرار
پا گیا اور اگرچہ سنہ ۱۸۵۰ء میں راس کی نو آبادی کو دستوری حکومت عطا ہوئی
لیکن سنہ ۱۸۷۲ء سے پہلے ملک اپنی حکومت آپ چلانے کے قابل نہیں ہوا۔

لیکن آسٹریلیشیا میں سرعت سے ترقی ہوئی۔ آسٹریلیا کے دیسی
باشندے اس قدر پست ہمت، عاجز اور حقیر تھے کہ چند ہی روز میں
گورے رنگ والوں کی تاب مقاومت نہ لا سکے نیوزی لینڈ کے قدیم
باشندے میوری جو صاحب فہم و فراست تھے انگریزی حکومت کے اثر سے
بہت جلد نیک اندیش اور امن پسند رعیت بن گئے سنہ ۱۸۳۷ء میں نیوزی لینڈ
کو آباد کرنے کے لیئے ایڈورڈ گبن ویکفیلڈ نے جو بعد ازاں کینیڈا میں

نیوزی لینڈ کا آباد ہونا سنہ ۱۸۳۹-۱۸۵۰ء

لارڈ ڈرہم کا معتمد بنایا گیا تھا لندن میں ایک کمپنی قائم کی
اور اُس کے بھائی کرنل ویکفیلڈ نے نیوزی لینڈ کے
شمالی جزیرہ میں بندرگاہ نکل سن کے قریب جو کک کے
آبنائے پر واقع ہے انگریزوں کو آباد کیا اور اُن مقامات کے اطراف میں
بتدریج صوبۂ ولنگٹن آباد ہوا۔ سنہ ۱۸۳۹ء میں برطانوی حکومت نے نیوزیلینڈ
کو بذریعۂ اعلان شہنشاہی نو آبادی قرار دیا۔ اور سنہ ۱۸۴۰ء میں میوری قوم
کے سرداروں نے بمقام ویٹنگی انگریزوں سے صلح کر کے اُن جزائر کی
فرماں روائی برطانیۂ عظمیٰ کے حوالے کی لیکن جہاں جہاں اُن کی اراضی
اور جنگلات واقع تھے اُن پر اپنا قبضہ رکھا اور جن زمینوں اور صحراؤں کی

صلح ویٹنگی سنہ ۱۸۴۰ء

قیمت انگریزی حکومت نے دی اُن سے بھی دستبردار
ہو گئے۔ اس کے بعد میوریوں کے ملک سے متصل
جزیرہ کے شمال میں آکلینڈ کی نو آبادی قائم کی گئی پھر تو جزیرے کے

جنوبی حصوں کی آبادی کا سلسلہ پڑ گیا چنانچہ سنہ ۱۸۴۱ء میں نلسن سنہ ۱۸۴۸ء میں اٹاگو اور سنہ ۱۸۵۰ء میں کنٹربری مع اُس کے پایۂ تخت کرائسٹ چرچ کے آباد ہوئے۔ چونکہ ویکفیلڈ کے طریقے کے بموجب مہاجرین کو زمین دی نہیں جاتی بلکہ اُن کے ہاتھ فروخت ہوتی تھی اور بیع اراضی سے جو روپیہ ملتا وہ سڑکوں اور ریلوں کی تعمیر میں صرف ہوتا تھا اس لیئے جو لوگ نیوزیلینڈ میں ابتداءً آباد ہوئے وہ ایسے اشخاص تھے جنھوں نے اپنی آمدنی سے تھوڑا سا روپیہ بچا کر حصول معاش کی فکر کی تھی۔

ماؤریوں سے جنگ سنہ ۱۸۶۱ء سے سنہ ۱۸۶۸ء

جبتک ماؤری لوگوں میں جنگ ہوتی رہی یعنی سنہ ۱۸۶۱ء سے سنہ ۱۸۶۸ء تک ملک کی مرفہ الحالی رکی رہی اس کے بعد سے وہاں کے دیسی باشندوں اور برطانوی نوآبادوں میں گہرے دوستانہ تعلقات پیدا ہو گئے چنانچہ نیوزیلینڈ کی پارلیمنٹ میں قوم میوری کے نائب لیئے گئے ہیں۔

اس طرح اب آسٹریلیشیا میں سات برطانوی نوآبادیاں بن گئی تھیں۔

آسٹریلیا کی نوآبادیوں کا مسودۂ قانون سنہ ۱۸۵۰ء

نیوزیلینڈ، تسمانیا اور پانچ آسٹریلیا کی نوآبادیاں سنہ ۱۸۵۰ء میں لارڈ جان رسل نے ایک مسودۂ قانون منظور کر کے اجازت دی کہ نیو سوتھ ویلز (ویلز جنوبی جدید)، وکٹوریہ جنوبی آسٹریلیا اور تسمانیا اپنے لیئے ایک برطانوی گورنر کے ماتحت دستوری حکومت قائم کریں۔ ان کو دستور ملنا ہی تھا کہ دوسری نوآبادیوں نے بھی اُن کی تقلید میں دستور طلب کرنا شروع کر دیا چنانچہ نیوزیلینڈ نے سنہ ۱۸۵۰ء میں دستور حاصل کیا۔ اس اثنا یعنے سنہ ۱۸۵۱ء میں سونا حاصل کرنے کا جو مرض اہل برطانیہ میں پیدا ہوا تو اُن انگریزی مہاجرین کا ان نوآبادیوں میں تانتا بندھ گیا اور پھر تو وطن قدیم اور ان ممالک میں ان نوآبادوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی اور چونکہ اُن کو آزاد حکومت ملی ہے تو وہ دل سے برطانیۂ عظمی کے خیر طلب اور بہی خواہ ہو گئے ہیں۔

عظیم الشان نمائش سنہ ۱۸۵۱ء

اسی سال یعنے سنہ ۱۸۵۱ء میں صنائع بین الاقوامی کی عظیم الشان نمائش لندن میں ہوئی۔ اس کا اصلی بانی شہزادہ البرٹ ہے جو اس زمانے میں پرنس کانسرٹ کے خطاب سے

ملقب ہو گیا تھا۔ اُس کو خیال ہوا کہ مختلف ممالک کے صنائع اور ایجادوں کی ترقی کا اندازہ کرنا چاہیئے کیونکہ اُن کے اصلی نمونے برطانوی کاریگروں اور صناعوں کے سامنے پیش کرنے سے برطانوی صنعتوں کو تقویت ہو گی اور ابنائے ملک کو صنعت و حرفت کا پہلے سے زیادہ شوق ہو گا اور برطانوی کاریگر اور مزدور اس امر سے واقف ہوں گے کہ دنیا کے دوسرے حصوں میں کیا کیا چیزیں کس کس طرح بنتی ہیں اس بنا پر شہزادۂ مذکور نے اس نمائش کی نسبت غور و فکر کر کے اس کو عملی جامہ پہنایا۔ قصر بلور جو سڈنہم کے مضافات میں واقع ہے سر جوزف پیکسٹن کی نگرانی میں مصنوعات کے رکھنے کیلئے تعمیر ہوا جس کی چمک دمک دیکھنے کے لائق تھی۔ بہرحال یہ نمائش نہایت کامیاب رہی اور چونکہ یہ دوسری نمائشوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی اسلیئے یہ اسوقت اور اُس کے بعد قوم کے حق میں بہت مفید پائی گئی۔ اس کے سبب سے اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ ایک دورِ جدید شروع ہو گا جس میں دنیا کی قومیں اصلی جنگ و جدل ترک کر کے امن پسند ہو جائیں گی اور جو کچھ نزاعات ہوں گے وہ تجارت، صنعت و حرفت کی مسابقت کے لیئے ہوں گے۔ لیکن افسوس ہے کہ اُن توقعات کی سراب سے زیادہ ہستی نہ تھی اور پینتیس[۳۵] برس کا دورِ امن اُس کے ساتھ ختم ہو کر دنیا میں پھر مصائب و آلام کا سلسلہ قائم ہو گیا۔

نمائش مذکور کو ختم ہوئے مشکل سے کچھ دن گزرے ہوں گے کہ ایک بے چین کرنے والی خبر سے سارا انگلستان چونک پڑا۔ شہزادۂ لوئی نیپولین نے جو اُس کے تین سال پہلے سے فرانس میں حکومت جمہوری کا میر مجلس رہ چکا تھا پیرس کی سڑکوں کو فوج سے بھر دیا اور جن لوگوں نے اُس کا مقابلہ کیا اُن پر بندوقوں سے آگ برسائی گئی اور جو شہزادے کے سیاسی دشمن تھے وہ قید کر لیئے گئے اُس کے بعد اُس نے رعایا کو ترغیب دی کہ اس کو بطور شہزادہ دس سال کے واسطے میر مجلس بنایا جائے اور اُس کے ایک سال بعد وہ

پیرس کا ہنگامہ
۲ دسمبر ۱۸۵۱ء

شہنشاہ نیپولین موسوم ہوگیا۔ جن لوگوں کو نیپولین اول کے زمانے کی آفات و تکالیف یاد تھیں وہ ہراساں ہوئے کہ اُن ہی مصائب کا پھر سامنا ہوگا اور نوجوان انگریزوں نے اپنے ملک کو فرانسیسی حملوں سے بچانے کے لیے رضاکاروں کی فوجیں بنانا شروع کردیں لیکن لارڈ پامرسٹن جو انگلستان کا وزیر خارجہ اور لوئی نیپولین سے بخوبی واقف تھا بالکل مطمئن تھا اور وہ جانتا تھا کہ لوئی مدتوں انگلستان میں رہا ہے اور انگریزوں سے اُس کو الفت ہے وہ کبھی برطانیہ پر حملہ نہیں کریگا۔ بہرحال پامرسٹن کا خیال صحیح نکلا نیپولین سوم نے زندگی بھر برطانیہ کے ساتھ دوستی نباہ دی لیکن پامرسٹن نے ہنگامۂ پیرس کی حمایت کرنے میں غلطی کی جس کے سبب سے ملکہ بھی اُس سے سخت ناراض ہوگئی۔

پہلے پہل انگریزوں کا رضاکار بننا۔ ۱۸۵۲ء

اگرچہ برطانیہ کو فرانس سے جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں ہوئی لیکن فرانس اور یورپ کے دوسرے ملکوں میں لڑائی چھڑ جانے کے آثار پائے جاتے تھے دریائے ڈینیوب کے بعض علاقے ترکی حکومت میں شامل تھے ان علاقوں کے عیسائی باشندوں کی حفاظت اور یوراشلم کے متبرک مقامات کی بابت ۱۸۵۲ء میں روس اور ترکی کے درمیان جنگ شروع ہوگئی۔ نکولس شہنشاہ روس کا خیال تھا کہ اگر برطانیہ ترکی کے ان علاقوں پر روس کے قابض ہونے میں ساتھ دے تو روس اُس کے بدلے میں مصر اور کینڈیا کے انتظام میں برطانیہ کی مدد کرے گا۔ بہرحال برطانیہ نے اپنے ہمسایہ ممالک کے چھیننے سے انکار کردیا اور دول یورپ نے شہنشاہ روس کو بہت کچھ سمجھایا کہ امن قائم رہے لیکن نکولس ایک ہی تند مزاج اور خودسر تھا اُس نے کسی کی نہ سنی بلکہ سمجھا کہ انگلستان لڑائی سے جی چراتا ہے۔ اس لیے جب ترکوں نے اپنے علاقے کی عیسائی رعایا کو روس کی حمایت میں دینے سے انکار کیا تو اُس نے ڈینیوب ندی کے علاقوں میں روسی افواج

مسئلۂ مشرقی ۱۸۵۳ء

روانہ کیں۔ اس بنا پر ترکوں نے دریائے ڈینوب کو عبور کر کے روسیوں کو خشکی پر شکست دی اور روسیوں نے بھی ترکی جہازوں کے بیڑے کو تاریخ ۳۰ نومبر ۱۸۵۳ء بمقام اسنوف جلا کر انتقام لیا۔ اگرچہ اس زمانے میں اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ اگر برطانیہ اس جنگ میں شریک نہ ہوتا تو مناسب تھا لیکن اُن دنوں بعض وجوہ کی بنا پر اس کو روسیوں کے خلاف لڑنا ہی پڑا۔ لارڈ ابرڈین نے جو وزیر اعظم تھا امن و صلح کے برقرار رکھنے کی بے انتہا کوشش کی لیکن وہ دوسرے وزراء کی آرا سے مغلوب ہو گیا اگرچہ لارڈ پامرسٹن اس جنگ کے زمانے میں وزیر خارجہ نہیں بلکہ وزیر داخلہ تھا لیکن اس کے اثر میں دوسرے وزرا تھے اور وہ دل سے چاہتا تھا کہ روسی قوت بحر اسود پر نہ رہنے پائے اسکے سوائے افغانستان میں روسی سازش کے سبب سے جو تباہی انگریزی فوج پر پڑی تھی اس سے خود انگریزوں کی قوم روسیوں سے ناراض تھی اس بنا پر برطانیہ بھی ترکی کی امداد پر آمادہ ہو گیا۔ برطانوی اور فرانسیسی جہازوں کے بیڑے جو ۱۴ اکتوبر ۱۸۵۳ء کو درۂ دانیال سے گزرے تھے اب بحر اسود میں داخل ہو گئے اور ۲۸ مارچ ۱۸۵۴ء کو برطانیہ اور فرانس نے روس کے خلاف جنگ کا اعلان دے دیا۔

اگرچہ یہ جنگ خطا پر مبنی نہ تھی پھر بھی جس طریقے سے اُس کی تکمیل ہوئی وہ ضرور غلط تھا۔ پہلی غلطی یہ ہوئی کہ اصل میدان کارزار کریمیا قرار دیا گیا جو روس کے جنوب میں ایک چھوٹا سا جزیرہ نما ہے یعنے ملک کا کچھ حصہ بڑھ کر بحرِ اسود میں آگے نکل آیا ہے اور چونکہ اکثر لڑائیاں کریمیا میں واقع ہوئیں اس لیئے دوسرے مقامات پر جو محاربات ہوئے ان سے حسب دلخواہ نتیجہ برآمد نہ ہو سکا۔ بحر ابیض میں بھی خفیف معرکے ہوے اور

جنگ کریمیا ۱۸۵۴ء ۱۸۵۶ء

یہاں آرچینگل کا محاصرہ کیا گیا بحر بالٹک میں بھی نوک جھوک ہی رہی آرمینیا میں بھی جہاں ترکوں نے قارس کو جنرل ولیمز کی ماتحتی میں نہایت پامردی سے روسی حملے پسپا کر کے بچایا اور جنگ کے ختم ہونے کے چند ہی روز پہلے

بمجبوری اُس کو روسیوں کے حوالہ کیا۔ ۱۴ ستمبر ۱۸۵۴ء کو اتحادی کریمیا پہنچے اور ۲۰ ستمبر کو دریائے آلما پر اُنھیں پہلی فتح نصیب ہوئی اگر یہ لوگ اُسی روز اور آگے بڑھتے تو سیباسٹوپل میں جو کریمیا کا بڑا اور مضبوط قلعہ تھا داخل ہو جاتے لیکن فرانسیسیوں کے جنرل سین آرناڈ نے فتح کے سلسلے میں آگے یورش کرنے سے انکار کر دیا اور اُس کو برطانوی جنرل لارڈ ریگلین نے بھی مان لیا۔ اس طرح موقع ملتے ہی روسی انجینیر ٹاڈل بین نے قلعۂ مذکور کو اور بھی مستحکم کر دیا جس کے سبب سے جنگ نے اور ایک سال طول کھینچا۔ اس جنگ میں برطانوی اور فرانسیسی سپاہیوں کا رویہ قابل تعریف رہا اسی مقام پر بلیک لاوا کی جنگ میں ۲۵ اکتوبر ۱۸۵۴ء کو لائٹ برگیڈ نے حملہ کیا تھا۔ یہ چھ سو انگریزی سپاہیوں کا ایک دستہ تھا جس کے افسر نے اشارے کے سمجھنے میں غلطی کی اور سمجھا کہ جرنیل نے حملے کا حکم دیا ہے اس کے غلط حکم کی بنا پر اس مختصر دستے نے پورے روسی لشکر پر دھاوا کر دیا اگرچہ سپاہی بخوبی جانتے تھے کہ اُن میں سے ایک بھی نہیں بچے گا لیکن جرأت کے جوش اور تعمیل حکم کے خیال نے اُن کے بڑھے ہوئے قدم کو رُکنے نہیں دیا۔

لائیٹ بریگیڈ کا حملہ ۲۵ اکتوبر ۱۸۵۴ء

اس کے سوائے انکرمان کی لڑائی میں بھی جو ۵ نومبر کو واقع ہوئی برطانیہ نے ہمت و حوصلہ سے کام لیا۔ گارڈ یعنے نگہبان سپاہیوں کا ایک دستہ اور چند برطانوی رجمنٹوں نے مل کر روسیوں کے پورے لشکر کا جب تک کہ فرانسیسی فوج اُن کی امداد کے لئے پہنچے اور دشمن کو ہزیمت ہو مقابلہ کر کے اُس کو روک رکھا۔ لیکن اُن کی سرکردگی صحیح اصول پر نہ ہونے سے کثرت سے جانوں کا نقصان ہوا۔ اس کے بعد سیباسٹوپل کا وہ طول وطویل محاصرہ شروع ہوا جس سے محاصرین اور محصورین دونوں اکتا گئے۔ مبارزین کو نہایت شدید موسم سرما میدان میں بسر کرنا پڑا۔ انگریزی سپاہ کا لباس بھی درست اور موسم کے موزوں نہ تھا اور اُن کی دوسری ضروریات کی فراہمی کی بھی نہایت بُری حالت تھی یہ سب خرابیاں انگریزی مرکزی حکومت کے

گڑبڑ اور سوءِ انتظام

سوءِ انتظام کے سبب سے پیدا ہوئی تھیں غذا کے ذخائر ایسے مقامات کو روانہ
کیئے جاتے تھے جہاں اُن کا اُتارنا ممکن نہ تھا ایک سامان کا جہاز صرف جوتوں
سے لدا ہوا پہنچا اور لطف یہ کہ اس میں صرف بائیں پاؤں کے جوتے تھے۔
سپاہی بیمار ہو گئے اور سردی سے محفوظ رہنے کے لیئے اُن کے پاس لحاف تک
نہ تھے، جن ٹھیکہ داروں کے ذمہ گھوڑوں کا چارہ تھا وہ گھانس کے پولوں
میں مٹی اور لید بھر کر روانہ کرتے تھے لیکن ان سب خرابیوں اور بدنظمی کے باوجود
اس جنگ میں ایک ایسا نیک کام ہوا ہے کہ اُس کے محرک و مجوز کا نام کبھی

فلارنیس نائٹ اینگل صاحبہ

لوگوں کے دماغوں سے محو نہ ہو گا۔ سڈنی ہربرٹ وزیر جنگ
کی خواہش پر فلارنیس نائٹ اینگل جس نے دایہ گری کی
تعلیم پائی تھی برطانیہ کی شریف عورتوں کی ایک جماعت کو اپنے ہمراہ لے کر
میدان جنگ کے زخمی اور بیمار سپاہیوں کی تیمارداری کے لیئے روانہ ہوئی۔ اُن کا
بیماروں کے ہسپتال (خستہ خانہ) واقع اسکوٹاری میں پہنچنا تھا کہ سب امور
درست ہو گئے۔ زخموں کی مرہم پٹی اصول سے ہونے لگی، مریضوں کی تیمارداری
اور مرنے والوں کے آرام و تسلی کا انتظام ہو گیا۔ رحم دل اور شایستہ شریف
مستورات نے نائٹ اینگل کو اپنے لیئے نمونہ قرار دے کر اس زمانے سے
یورپ کی کل رزمگاہوں میں اپنی ذات سے زخمی اور علیل سپاہیوں کی امداد
کی ہے۔

بیرون ملک انگریزی سپاہ پر جو آفتیں ٹوٹ پڑی تھیں اور مرکزی حکومت
کی بے اعتنائی کے حالات سُن سُن کر آخر کار قوم میں صبر کا یارا نہ رہا اور
اُس نے چیخ پکار شروع کر دی کہ لارڈ پامرسٹن کو حکومت کا سرگروہ بنایا جائے
پارلیمنٹ کا اجلاس شروع ہوتے ہی لارڈ ابرڈین نے استعفا پیش کیا
اور لارڈ پامرسٹن اُس کے بجائے جنوری ۱۸۵۵ء میں وزیر اعظم مقرر ہوا۔
اس کے پہلے ہی سے افسران فوج اور حکام متعلقہ جنگ کے تجربے میں
اضافہ ہونے سے حالات جنگ میں بھی بہتری شروع ہو گئی تھی۔ جاڑوں کے بعد
جب گرمی کا موسم آیا تو اتحادی فوجوں نے نہایت کامیابی کے ساتھ

محاصرے کو قائم رکھا یہاں تک کہ ۸ ستمبر ۱۸۵۵ء کو روسیوں نے قلعوں کو توڑ کر شہر خالی کر دیا اور سیباسٹوپل متحدین کو مل گیا اُس کے بعد کے موسم بہار

صلح پیرس۔ ۳۰ مارچ ۱۸۵۶ء

میں امن قائم ہو کر ایک عہد نامۂ صلح بمقام پیرس مرتب ہوا۔ ۳۰ مارچ ۱۸۵۶ء کو اس پر فریقین کے دستخط ہوئے اور اُس کی رو سے روس کو اقرار کرنا پڑا کہ بحرِ اسود میں اس کے جنگی جہازوں کا بیڑا نہیں رہے گا۔

اس کے بعد سوائے ایک چھوٹی سی جنگ کے جو چین سے کرنی پڑی برطانیہ کی چند مہینوں کے لیئے امن و عافیت میں بسر ہوئی مگر اسکے اختتام پر ایک خوفناک صدمے نے ملک کو ہلا دیا۔ ایک عرصے سے ہندی دیسی باشندوں کے قلب و جگر میں انگریزوں کی جانب سے آگ لگی ہوئی تھی لیکن وہ اندر ہی اندر اپنا کام کر رہی تھی اُس کے چند وجوہ

ہندی سپاہیوں کی شکایات

تھے انگریزوں نے ہند کی اکثر ریاستوں کا اپنی حکومت میں الحاق کر لیا تھا خصوصاً ۱۸۵۶ء میں ملک اودھ کے الحاق نے تو تقریباً کل ہند کو اُن سے برانگیختہ کر دیا

اس کے علاوہ ایک عجیب و غریب سانحے کے پیش آنے سے دیسیوں کی نفرت کی آگ ۱۸۵۷ء میں مشتعل ہو گئی وہ یہ کہ کچھ دنوں پہلے ایک جدید بندوق ایجاد ہوئی تھی جس میں چربی لگے ہوئے کارتوس استعمال ہوتے تھے۔ ہندی سپاہیوں کو خیال ہوا کہ گائے یا سور کی چربی کارتوسوں کو لگائی جاتی ہے۔ ہندوؤں کے عقیدے میں گائے کی چربی کے استعمال سے انکے مذہب کی بے حرمتی تھی اور اہل اسلام کے ہاں سور کی چربی نجس ہے جب انگریزی حکومت ہند کو ان اعتراضات کا علم ہوا تو چربی کے عوض نرم کاغذ کارتوسوں میں لگایا گیا اور فوجی افسروں نے اپنے اپنے علاقے کے دیسی سپاہیوں سے اُس کی بخوبی صراحت کر دی لیکن حکومت اور عہدہ داران فوج کے سمجھانے کا کچھ اثر نہ ہوا۔ سپاہی اپنے خیال پر اڑے رہے کہ انگریز اُن کو لامذہب کرنا چاہتے ہیں فروری و مارچ ۱۸۵۷ء میں

دو خفیف شورشیں بارک پور میں ہوئیں۔ اس کے بعد چند روز بظاہر کل ملک میں سکون رہا لیکن مقامی حکام کو علم ہو گیا تھا کہ ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کو چپاتیاں مخفی بھیجی جاتی تھیں۔ آخر کار یہ راز ۳ مئی ۱۸۵۷ء کو فاش ہوا جبکہ چند سپاہیوں نے غدر کیا اور جس کی سزا میں سر ہنری لارنس نے انھیں قید کیا۔ ۱۰ مئی کو میرٹھ میں جو دہلی سے قریب ہے تین رجمنٹوں نے بغاوت کر کے اپنے افسروں پر گولیاں چلائیں اور اس کے بعد ریپ ریپ کرتے ہوئے دہلی روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر ملک کے بوڑھے بادشاہ کو جو قدیم سلاطین مغلیہ کی یادگار تھا (اور جسے انگریزی حکومت سے وظیفہ ملتا تھا) اُس کے محل سے باہر لائے اور اُس کی شہنشاہی کا اعلان کر دیا۔ اُس کے بعد ان سپاہیوں نے دوسری دیسی رجمنٹوں کو ترغیب دی کہ وہ بھی اپنے افسروں کو قتل کر کے بغاوت میں اُن کا ساتھ دیں۔

اس واقعے کو زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ تمام شمالی ہند میں فساد کے شعلے بھڑک اُٹھے اور چند ہزار گوروں کو لاکھوں آشفتہ سر ہندیوں سے مقابلہ کرنا پڑا انگریزوں کی خوش قسمتی تھی کہ اُس زمانے میں ہند کا گورنر جنرل لارڈ کیننگ تھا جو مثل اپنے باپ کے نہ صرف اعلیٰ درجے کا مدبّر سلطنت تھا بلکہ اُس کی جرأت، ہمت، استقلال اور قابلیت بھی کمال درجے کی تھی جن لوگوں کو ابھی تک وہ مہیب زمانہ یاد ہوگا اُن کی آنکھوں کے سامنے ہر وقت دو تصویریں پھرتی ہوں گی ایک تو برطانوی رعایا کا جسمیں عورتیں اور بچے شریک تھے ظلم و جور سے قتل ہونا اور دوسرے انگریزی اعلیٰ و ادنیٰ حکام کا شریفانہ اور حوصلہ افزا سلوک جن کو اس شورش کے فرو کرنے سے تعلق تھا۔ اس خبر کے پاتے ہی سر جان لارنس نے جو پنجاب کا گورنر تھا فوراً اپنے سپاہیوں سے اُن کے ہتھیار رکھوا لیئے اور اپنی جان کی پروا نہ کر کے اپنے علاقے کے انگریزی سپاہیوں کو دہلی کے محاصرے کے واسطے روانہ کر دیا اور اُن کی مدد کو اُن کے ساتھ

ہندوستان کا غدر ۱۸۵۷ء

یا دغا سکھوں کی پلٹن بھیجی۔ لیکن اودھ میں جہاں کا گورنر سر ہنری لارنیس تھا یہ دریافت کرکے کہ باغیوں کی تعداد کثیر ہے لکھنؤ میں گورنر کی کوٹھی کو اُس نے زیادہ مستحکم و محفوظ کر دیا اور اس علاقے میں جہاں جہاں انگریز تھے اُن سب کو اُس میں لے آیا تاکہ بصورت محاصرہ اچھی طرح سے مقابلہ ہو سکے۔ محاصرہ کے ایک مہینے کے بعد ایک توپ کے گولے سے وہ ہلاک ہوا اور مرتے وقت اپنے ساتھیوں کو نصیحت کی کہ "ہرگز خود کو حوالے نہ کرنا"

کانپور میں فوج کا افسر اعلیٰ جری اور بوڑھا سر ہیو ویلر تھا اُس کو ایک دیسی شہزادے نانا صاحب نے سخت فریب دیا۔ جب فوج نے بغاوت کی تو ویلر نے نانا صاحب پر بھروسا کرکے اُس سے مدد مانگی لیکن اُس نے کانپور پہنچ کر امداد کرنے کے بجائے باغیوں کا سردار بن کر الٹا ویلر پر حملہ کر دیا جو ۵۰۰ انگریزوں اور ۵۰۰ انگریزنوں اور بچوں کو لے کر چند پرانی بارکوں میں جا چھپا۔ سپاہیوں نے ان بارکوں کو محصور کرکے ان لوگوں پر آب و دانہ بند کر دیا حتےٰ کہ کنوئیں سے پانی لانے کے لئے اُن میں سے کوئی باہر نکلتا تو محاصرین کی بندوقوں کا نشانہ بنتا تھا۔ نانا صاحب کے اصرار اور وعدے پر کہ اگر ویلر اور اُس کے ساتھی کشتیوں میں سوار ہو کر گنگا ندی کے راستے سے نکل جائیں تو انھیں امان ملے گی۔ آخر کار ویلر نے بمجبوری اس بات کو قبول کیا اور یہ لوگ کشتیوں میں سوار ہو کر ندی پر کچھ آگے بڑھے تھے کہ سپاہیوں نے اُن پر بندوقوں کی آتشباری شروع کر دی۔ مشکل سے ۲۵۰ عورتیں اور بچے جاں بر ہوئے اور انھیں پھر کانپور میں پکڑ لائے جہاں یہ لوگ مرض اور خوف کی حالت میں اٹھارہ روز زندہ رہے اور ۱۵ جولائی کو جب اُن کی رہائی کے لئے جرنیل ہیولاک کانپور کے قریب پہنچا تو نانا صاحب نے اس اندیشہ سے کہ مبادا یہ چھڑا لئے جائیں آدمیوں کو بھجوا کر ان سب کے ٹکڑے کروا دیئے اور

کان پور کا قتل عام
۱۵ جولائی ۱۸۵۷ء

لاشوں کو کانپور کے مشہور کنوئیں میں پھنکوا دیا۔

جب یہ خبر انگریزوں کو پہنچی تو وہ غم و غصہ کے مارے قریب تھا کہ دیوانے ہو جاتے انگریز بھی اس حرکت ناشایستہ کا اسی طرح جاہلانہ انتقام سے جواب دینے والے تھے لیکن کیننگ نے بہت مشکل سے انھیں سمجھا کر اُس سے باز رکھا۔ مگر وہ اپنے ارادے کا پکا تھا اس لیئے جو لوگ مجرم ثابت ہوئے صرف اُن ہی کو سخت سزائیں دلوائیں اور انگریزوں کی آبرو پر بیگناہوں کے خون کا دھبا نہ آنے دیا۔ علاوہ بریں اس امر کا بھی ہمیں اعتراف کرنا چاہیئے کہ غدر کے زمانے میں اکثر ہندیوں نے انگریزی حکومت سے وفا کی اپنے وعدوں میں سچے ثابت ہوئے اور اپنی جان پر کھیل کر انگریزی عورتوں اور بچوں کی جانیں بچائیں۔ کانپور کے واقعے کے بعد ہی جنگ کا مدوجزر بدل گیا۔ ولایت سے ابھی تازہ فوجیں بھی نہ آئی تھیں کہ ستمبر میں دہلی فتح کر لی گئی اور لڑائی کا رخ بدل جانے سے جنگ کا مرکز لکھنؤ بن گیا۔ جس کا محاصرہ چار مہینے تک نہایت زور سے کیا گیا۔ جو لوگ محصور تھے وہ فاقوں مر رہے تھے اور اُنھیں ہر وقت قتل ہونیکا خوف لگا ہوا تھا اور جو فوجی امداد اُن کی رہائی کے لیئے روانہ کی گئی تھی وہ ابھی راستے میں تھی۔ بہرحال سر جیمز اوٹ رم نے جس کے ہمراہ ہیولاک بھی تھا اور جس کو فتح پر فتح نصیب ہو رہی تھی اپنی ہائیلینڈ کی پلٹنوں کی مدد سے ۲۳ ستمبر ۱۸۵۷ء کی تاریخ لکھنؤ کی رزیڈنسی سے دشمنوں کا محاصرہ اٹھایا بوڑھے انگریزی سپاہیوں نے جان بچنے کے بعد جب اپنے بچوں کو چھاتی سے لگایا ہے تو خوشی کے مارے بچوں کی طرح رو دیئے اور خدا کا شکر کیا کہ کانپور کی سی بلا ان پر نازل نہیں ہوئی۔ اس کے چند روز بعد سر ہنری ہیولاک کا انتقال ہو گیا اور اوٹ رم رزیڈنسی کو دشمنوں سے بچاتا رہا یہاں تک کہ نومبر میں سر کالن کیمبل ایک بڑے لشکر کے ساتھ پہنچا وہ قلعے کی

کیننگ کا انصاف سے پیش آنا

محصورین لکھنؤ کی رہائی ۲۳ ستمبر ۱۸۵۷ء

انگریزی فوج کو رزیڈنسی سے نکال کر ایک دوسرے بہتر اور محفوظ مقام پر لے گیا بالآخر لکھنؤ ۱۸ ماہ اپریل ۱۸۵۸ء میں فتح کر لیا گیا۔

۱۸۵۸ء کے موسم گرما میں سر ہیوروز کا وسطی ہند کی لڑائیوں میں کامیاب ہونا تھا کہ تدریج حکومت نے دوسرے مقامات میں بھی باغیوں کو کچل ڈالا اور اس طرح بہت جلد شورش فرو کر دی گئی لیکن اس

ایسٹ انڈیا کمپنی کا خاتمہ ۱۸۵۸ء

غدر سے ایک فائدہ ہوا ایک عرصے سے انگریز طرزِ حکومت ہند کو بدلنا چاہتے تھے لیکن غدر کے سبب سے جلد اس ارادے کو عملی جامہ پہنایا گیا ۲ ماہ جون ۱۸۵۸ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی (جماعت تجار ہند مشرقی) کی موقوفی ہو کر ہندوستان کے کل انگریزی علاقے تاج برطانیہ کے تحت میں منتقل ہوئے اور پہلی نومبر ۱۸۵۸ء کو ملکۂ معظمہ کے فرماں روائے ہند ہونے کا اعلان کیا گیا۔ کمپنی کی جس قدر فوج تھی وہ ملکہ کی افواج میں شامل کر لی گئی اور لارڈ کیننگ جو گورنر جنرل تھا پہلا "وائسرائے" یعنے ملکہ کا قائم مقام قرار پایا۔ اس کے بعد کیننگ کے عہد حکومت میں ملک نے خوب ترقی کی۔ ایک دوسرے وائسرائے سر جان کی عملداری میں بھی جس کو بعد میں لارڈ لارینس کا خطاب ملا ہند کی خوش حالی وغیرہ میں اضافہ ہوا۔ نئی نئی نہروں کے سلسلے قائم کیے گئے اور ہند کی چپہ چپہ زمین

ہند زیر تخت تاج برطانیہ

پر تار برقی نظر آنے لگی ۱۸۶۲ء میں تقریباً ۱۳۶۰ میل تک ریل کی سڑک پڑ گئی تھی۔ حکومت نے روئی کی کاشت کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی اور جب اس کی سرپرستی ہوئی تو بڑی بڑی مقدار میں روئی مینچسٹر کے کارخانوں کے لیئے ہند سے برآمد ہونے لگی۔ ۱۸۶۶ء و ۱۸۷۳ء اور ۱۸۷۷ء میں نہایت شدید قحط سالی ہونے کے باوجود حکومت کی جانب سے مفلس دیسیوں کی پریشانی و تباہی رفع کرنے کے لیئے بہت کچھ امداد دی گئی۔ اس کے علاوہ ہر ایک صوبے میں مدرسے اور دارالعلوم رعایا کی تعلیم کے لیئے قائم کیئے گئے۔ رفتہ رفتہ

سرکاری ملازمت میں بھی دیسی لیئے جانے لگے اور لارڈ نارتھ بروک اور لارڈ مے یو کے عہد میں زیادہ منصفانہ قوانین وضع ہوئے اور سنگین محصولوں میں تخفیف ہوئی۔

وکٹوریہ قیصرۂ ہند

۱۸۷۵ء میں ولی عہد برطانیہ (پرنس آف ویلز) نے کل ملک میں شاہانہ جلوس کے ساتھ دورہ کیا اور ۱۸۷۷ء میں ملکۂ معظمہ نے "قیصرۂ ہند" کا خطاب اختیار فرمایا۔ ۱۸۷۸ء میں جبکہ روس سے یورپ میں لڑائی ہونے کا اندیشہ کیا جارہا تھا انگریزی عہد میں پہلے پہل ہندی فوجوں کو سمندر پار مالٹا روانہ کیا گیا اور ۱۸۸۲ء میں تو فی الواقع اُن کو برطانوی سپاہ کے پہلو بہ پہلو مصر میں لڑنا پڑا اور اُس کے بعد جب لندن میں فتح کا جلوس نکالا گیا تو ان کو بھی شریک کیا گیا اس طرح مشرق کے ایک بڑے ملک اور مغرب کے ایک چھوٹے جزیرے میں جو سلطنت برطانیہ کا مرکز ہے بتدریج اتحاد پیدا ہورہا ہے۔ ہند وہی ملک ہے جس میں قدیم علم و ہنر کے چشمے اُس وقت جاری تھے جبکہ برطانیہ وحشی قوموں سے بھرا پڑا تھا اور اس پر جہالت و افلاس کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اس وقت اس بات کی پیشین گوئی کرنا دشوار ہے کہ آگے چل کر ہند میں انگریزی حکومت قائم رہ سکے گی کہ نہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ برطانوی مدبران سلطنت اور برطانوی سلاطین نے ہند کی حکومت کو پُرامن اور رعایا کو خوشحال بنانے کے لیئے ہر ممکن تدبیر سے کام لیا ہے۔

افغانستان اور افریقہ میں برطانوی محاربات ۱۸۶۷ء - ۱۸۸۲ء

ہندوستان کے غدر کے بعد جن محاربات میں برطانیہ مصروف رہا ہے وہ حسب ذیل ہیں:۔

اول تو چین سے ۱۸۵۵ء میں لڑنا پڑا پھر اسی ملک سے ۱۸۶۰ء میں جبکہ برطانوی اور فرانسیسی افواج پیکن میں داخل ہوئی ہیں لڑائی ہوئی۔ دوسرے ۱۸۶۷ء میں چند انگریزوں کی رہائی کے لیئے جن کو تھیوڈر بادشاہ نے قید کرلیا تھا سر رابرٹ نیپیر کی سرکردگی میں کچھ سپاہ حبش کو روانہ کی گئی اور شاہ مذکور لڑتا ہوا اپنے قلعے میں مارا گیا تیسرے ۱۸۷۳ء میں سر گارنیٹ وُلزلی کے ماتحت اشانٹی قبائل کی

سرکوبی کے لیئے جو انگریزوں کے زیر حمایت قبیلوں سے لڑ رہے تھے ایک دستۂ فوج گولڈ کوسٹ (ساحل طلا) پر بھیجا گیا۔ چوتھے افغانستان میں برطانوی سفیر سر لوئی کیونیگس نری کے قتل سے پھر انگریزوں کے خلاف فساد برپا ہونے پر سر فریڈرک رابرٹس کے ماتحت فوج روانہ کی گئی جو نہایت کامیابی اور شان سے ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک ۱۸۷۹ء سے ۱۸۸۰ء تک کشت و خون کرتی ہوئی گزر گئی اور اس طرح سفیر کے خون کا انتقام لیا گیا۔ اس دوسرے سفیر کا قتل بھی اسی طرح واقع ہوا جس طرح سینتیس سال پیشتر سر الکزانڈر برنس ہلاک کیا گیا تھا۔ پانچویں دونا کام لڑائیاں زولو اور بوئیر قوموں سے ۱۸۷۹ء اور ۱۸۸۱ء میں ہوئیں۔ چھٹے خدیو مصر کی مدد کے لیئے برطانیہ کو سودانی عربوں سے ۱۸۸۴ء سے ۱۸۸۵ء تک جنگ کرنی پڑی۔ تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ یورپ کی فوجوں نے کشتیوں کے ذریعے سے رودنیل پر اس کے دہانے کی طرف چڑھائی کی۔ اسی جنگ میں اُس کا مشہور ماچارلس جارج گارڈن خرطوم میں کام آیا۔ بہرحال اس باغی خلیفہ کا سودان پر ۲ ستمبر ۱۸۹۸ء تک قبضہ رہا۔ جبکہ سر ہربرٹ کچنر نے اس کو شکست فاحش دی اور ام درمان اور خرطوم پر قبضہ کر لیا۔ ۵ نومبر ۱۸۹۸ء میں خلیفہ کو کرنل سر ایف ونگیٹ کے مقابلے میں بمقام ام ڈیبریگیٹ بار ثانی ہزیمت اٹھانی پڑی اور وہ اپنے سرداران وفادار کے ساتھ دشمنوں سے لڑتا ہوا مارا گیا۔

لارڈ پامرسٹن کے انتقال کے بعد سے جو ۱۸۶۵ء میں واقع ہوا برطانیہ کے دو مشہور سیاسی فرقوں کنزرویٹو (قدامت پسند) اور لبرل (حریت و جدت پسند) کے ہاتھ میں باری باری سے زمام حکومت آئی ہے مختلف لوگ اپنے اپنے وقت میں ان فرقوں کے سرگروہ بنے ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلا لارڈ جان رسل ہوا ہے۔ اُس کے بعد ڈزریلی (جو ۱۸۷۶ء میں لارڈ بیکنس فیلڈ بنا) بعد ازاں گلیڈاسٹن لارڈ روزبری اور لارڈ سالسبری نے اس فرقے کی سرداری کی ہے۔ اگرچہ ان دونوں فرقوں کے اصول میں بہت کچھ اختلاف

رہا ہے لیکن دونوں نے کاریگر اور مزدور پیشہ لوگوں کی حالت درست کرنے
میں اور کل برطانوی قوم کو حکومت میں شریک کرنے کے لیئے سعی بلیغ اور

قوانین اصلاح از ۱۸۳۲ء تا ۱۸۸۵ء

ایثار کیا ہے ۱۸۵۸ء میں قدامت پسندوں نے لارڈ ڈربی
کی ماتحتی میں یہودیوں کو پارلیمنٹ کے ارکان بنانے
کی نسبت ایک مسودۂ قانون منظور کرایا پھر ۱۸۶۷ء
میں ایک مسودۂ اصلاح کے منظور ہو جانے سے ہر ایک شہر میں ہر مالک مکان
کو جو اپنے مکان کا ۴ پونڈ سالانہ کرایہ ادا کرتا ہو اور ہر کرایہ دار کو جو اُس کا
۱۰ پونڈ سالانہ کرایہ دیتا تھا حق رائے مل گیا۔ لیکن اضلاع و دیہات میں
رہنے والوں کے ساتھ کچھ رعایت نہیں کی گئی صرف اسی شخص کو حق رائے
حاصل رہا جو ۱۲ پونڈ سالانہ کرائیہ مکان دیتا تھا۔ سنہ ۱۸۷۲ء میں گلیڈ اسٹون کی
حکومت میں فرقۂ جدت پسند نے قانون بیلٹ (قرعہ اندازی) جاری کیا
تاکہ ایک شخص کے ارادے سے کہ وہ کس کے واسطے رائے دینا چاہتا ہے
دوسرا واقف نہ ہو سکے ۱۸۸۵ء میں گلیڈ اسٹن نے "نیابت قوم" کے
مسودۂ قانون کو منظور کیا جس کے سبب سے اب سکونت شہر اور دیہات
کا امتیاز باقی نہیں رہا۔ ہر مالک مکان یا کرایہ دار کو خواہ وہ شہر میں رہتا ہو
کہ گاؤں میں اُس کو رائے دینے کا حق حاصل ہے۔ اس طرح ملک کے
کل مزدوروں اور کاریگروں کو حکومت میں دخل دینے کا اختیار ہے
اور اس قانون کے اجرا سے رجسٹر انتخاب کنندگاں میں پچیس لاکھ رائے
دینے والوں کا اضافہ ہوا ہے۔

اس اثنا میں ممالک غیر کے جھگڑوں کا اثر برطانیہ عظمیٰ پر پڑا ۱۸۵۸ء
میں آرسنی نام کے ایک ایطالوی نے فرانسیسی شہنشاہ کی گاڑی پر بم
کے گولے پھینک کر اُس کو قتل کرنے کا اقدام کیا۔ چونکہ اس سازش

آرسینی کا بم کے گولے پھینکنا ۱۸۵۸ء

کے چند شرکا نے انگلستان میں پناہ لی تھی اسلیئے فرانسیسی
اس قدر انگریزوں سے برہم ہو گئے کہ لوگوں کو فرانس اور
انگلستان کے آپس میں لڑ مرنے کا اندیشہ ہو رہا تھا۔ اس بنا پر لارڈ پامرسٹن نے

رضاکاران رفل کی سرپرستی کرکے ان کے شوق کو بڑھایا اور جب لوگ
اس جماعت میں کثرت سے شریک ہونے لگے تو اس کی صدارت و نگرانی حکام ضلع

تنظیم رضاکاران سنہ ۱۸۵۹ء

کے تفویض کی گئی جس کے سبب سے یہ رضاکار بھی
برطانوی فوج کا ایک حصہ سمجھے جانے لگے۔ اگرچہ یہ
سب اہتمام ہوا لیکن لڑائی کی نوبت نہیں آئی بلکہ سنہ ۱۸۶۰ء
میں کابڈن نے برطانیہ اور فرانس کے درمیان ایک مفید تجارتی صلح
کرادی جس کے سبب سے دونوں ملکوں میں ایسا قوی اتحاد پیدا ہوگیا کہ

فرانس اور پروشیا کی جنگ سنہ ۱۸۷۰ء

سنہ ۱۸۷۰ء کی فرانس اور پروشیا کی خوفناک جنگ سے بھی
اس میں کسی قسم کا تزلزل نہ آسکا اور اس کے برعکس محاصرۂ پیرس
اور شورش کمیون (فرانسیسی دیہات) کے زمانہ میں نپولین سوم نے
انگلستان میں پناہ لی جہاں ماہ جنوری سنہ ۱۸۷۳ء میں اس کا انتقال ہوا۔ سنہ ۱۸۶۱ء
میں ایک دوسرا جھگڑا پیش آیا۔ بحر اوقیانوس میں تار برقی کے قائم ہونے اور
سنہ ۱۸۵۸ء میں ملکہ معظمہ کا ریاست ہائے متحدہ کے میر مجلس کو ایک بحری تار برقی
کا پیام ارسال کرنے کے سبب سے لوگوں کو امید بندھی کہ ان دونوں ملکوں
میں اتحاد کی بنیاد زیادہ مستحکم ہوگئی لیکن افسوس ہے کہ اس توقع کے ساتھ ہی

ریاست ہائے متحدہ کی جنگ از سنہ ۱۸۶۱ء تا سنہ ۱۸۶۵ء

ان ریاستوں میں خانہ جنگی کے آثار پیدا ہوگئے۔
ریاست ہائے شمالی میں انسان کا غلام بنانا ناجائز قرار
دیا گیا تھا اور غلاموں کی خرید و فروخت ممنوع کردی گئی تھی
لیکن امریکہ کی جنوبی ریاستوں میں ابھی تک کنیز و غلام باقی
تھے اور جب سنہ ۱۸۵۰ء میں کیلیفورنیا کی جدید ریاست نے قانون بناکر غلامی
کو ناجائز قرار دیا تو ان دوسری ریاستوں کی آتش غضب مشتعل ہوگئی۔ سنہ ۱۸۶۰ء
تک ریاست ہائے متحدہ کے جس قدر میر مجلس گزرے ہیں وہ سب جنوبی ریاستو
کے ہم خیال رہے لیکن اسی سال غلامی کے منسوخ کرنے والوں کو ابراہیم لنکن
کے انتخاب کرنے میں کامیابی ہوئی۔ لنکن منصف مزاج اور اعتدال پسند
تھا اگرچہ غلاموں کے مالکوں سے اسے ہمدردی نہ تھی لیکن اس کو انکے قوانین کا

پاس تھا۔ اس بنا پر جنوبی ریاستوں نے شمالی ریاستوں سے قطع تعلق کر کے اپنے لیئے ایک دوسری اجتماعی حکومت بنانی چاہی جس کی وجہ سے ریاستوں کے ان دونوں مجموعوں میں جنگ شروع ہو کر چار سال تک جاری رہی۔ چونکہ جنوبی ریاستوں سے کپڑا بننے کے لیئے روئی انگلستان روانہ ہوتی تھی اور مخاصمت کی وجہ سے شمالی ریاستوں نے جنوبی ریاستوں کی بندرگاہوں کا محاصرہ کر لیا تھا اس لیئے ہزارہا کاریگر اور مزدور پیشہ عورتوں اور بچوں کا جو لنکا شائر کے کپڑے کے کارخانوں میں کام کرتے تھے کپاس کی درآمد موقوف ہونے سے روزگار بند ہو گیا اور قبل اس کے کہ مصر اور ہند سے خام روئی بہم پہنچائی جائے ان غریبوں کی فاقے میں بسر ہونے لگی۔ اگرچہ ان کی امداد پر کثیر رقمیں جمع اور صرف کی گئیں تاہم اُن کی تکلیف و عسرت ناقابل برداشت تھی۔ اُس پر بھی ان لوگوں نے صبر و تحمل سے کام لیا اور چونکہ خود اُن کے عقیدے میں کسی انسان کا لونڈی غلام بنایا جانا ناجائز تھا اس لیئے ان لوگوں نے جنگ کی طرفداری کی مگر انگلستان کے متمول باشندے اس قدر باشعور نہ تھے جس کے سبب سے وہ لوگ جنوبی ریاستوں کے طرفدار بن گئے اور بہت سے جنگی جہاز برطانوی گودیوں میں اُن کے لیئے تیار کرا کے اُن کے ہاں پہنچائے چنانچہ اُن میں کا ایک مشہور جہاز الاباما تھا۔ بالآخر ۱۸۶۵ء میں شمال نے فتح پائی اور غلامی منسوخ ہوئی لیکن ابراہم لنکن نہ بچ سکا کسی نے دغا سے اُس کو ہلاک کر دیا۔ فرصت پاتے ہی اہل امریکہ نے برطانوی حکومت سے شکایت کی کہ اُس نے باغیوں کے جنگی جہازوں کو اپنے علاقوں میں کیوں بننے دیا۔ الاباما کے سبب سے جو نقصان شمالی حکومتوں کو پہنچا تھا اس کے متعلق برطانیہ اور امریکہ میں گفت و شنید ہوئی اور برطانیہ نے امریکہ کو تین ملین پونڈ تاوان میں ادا کیئے۔

لنکا شائر میں روئی کا قحط ۱۸۶۱ء

الاباما کے مقابل امریکہ کا دعوے

جبکہ مندرجۂ صدر واقعات ممالک غیر میں پیش آ رہے تھے انگلستان میں

دو بڑے واقعوں کا ظہور ہوا یعنی بتاریخ ۱۴ دسمبر ۱۸۶۱ء آتش محرقہ سے ملکہ کے شوہر البرٹ نیک دل نے رحلت کی سچ ہے کہ نیک آدمی کی قدر اُس کے جانے کے بعد ہوتی ہے۔ جو محبت والفت اُس کو انگریزوں سے تھی اور جو محنت و جاں فشانی اُسنے

وفات عقد التاج ۱۸۶۱ء

اُن کی ترقی اور خوشحالی کے متعلق کی جو نیک و مفید مشورے اُس نے ملکہ کو دیئے اور جو تقویت کہ اُس کی ذات سے علم و ہنر کو پہنچی اور زندگی کے اعلیٰ فرائض کی بجاآوری کے قابل بنانے کے لیے جس طرح اُس نے اپنی اولاد کو تعلیم دی اُن سب اوصاف حمیدہ اور کارگزاریوں کی قدر انگریزوں کو اُس وقت ہوئی جب وہ اُن میں سے اُٹھ گیا۔ دوسرا واقعہ پرنس آف ویلز کی شادی تھی جو ۱۰ مارچ ۱۸۶۳ء کو الکزنڈرا دختر شاہ ڈنمارک کے ساتھ ہوئی قوم کے دل میں ولی عہد اور ولی عہد بیگم کی جانب سے بھی بے انتہا محبت تھی اور اُس کا ثبوت

ولی عہد کی شادی اور علالت

اس واقعے کے آٹھ سال بعد ملا جبکہ ۱۸۷۱ء میں ولی عہد بھی اسی مرض میں مبتلا ہوکر جس سے اُس کے باپ کی وفات ہوئی تھی لب گور پہنچ گیا۔ جب شہزادے کی حالت اس قدر خطرناک ہوئی تو شہزادی بحالت اضطراب شوہر کے پہلو سے اُٹھی اور قریۂ سینڈرنگم کے گرجا میں جاکر اُس کی صحت کے لیئے دعا مانگنے لگی۔ لہٰذا شہزادی گرجا کو تنہا روانہ ہوئی تھی لیکن انگلستان کے مردوزن کے قلوب اس کے ہمراہ تھے اور اجابت دعا کے لیئے آمین کہہ رہے تھے جس کسی نے شہزادی کی مضطربانہ حالت دیکھی وہ افسردہ خاطر ہوا اور شہزادے کے دفع مرض کے لیئے اُس کے دل سے دعا نکلی صحت یابی کے بعد جب ملکۂ معظمہ مع ولی عہد اور ولی عہد بیگم جلوس شاہی کے ساتھ شکر الٰہی بجالانے کے لیئے سینٹ پال کے گرجا کو تشریف لے گئیں تو تماشائیوں میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جس نے نعرۂ مسرت نہ بلند کیا ہو۔

اسی عرصے میں جلد جلد ایک کے بعد دوسرا واقعہ پیش آتا گیا عوام نے ۱۸۶۶ء میں اصلاح حکومت کے متعلق غوغا مچا کر ہائیڈ پارک میں بلوہ شروع

کردیا جس کے سبب سے لارڈ ڈربی نے ۱۸۶۷ء میں اصلاح مذکور منظور کی (دیکھو صفحہ ۵۱۲) آئرلینڈ میں بھی ہلچل مچ گئی فنی ین لوگوں نے شورش کی اور انگلستان میں قلعہ چیسٹر پر قبضہ کرنا چاہا لیکن جب حکومت سے مقابلہ ہونے کے بعد

انگلستان اور آئرلینڈ میں فتنہ و فساد

اکثر باغی گرفتار ہوئے اور کلرکینیل کے محبس میں ان کو قید کیا گیا تو قید خانے کو اڑا دینے کے لیئے باقی باغیوں نے سازش کی اور اگرچہ شہر کے اس حصہ میں جہاں مفلس آدمیوں کی گنجان آبادی تھی دھماکہ ہو کر غریبوں کے مکان منہدم ہو گئے لیکن قیدی اپنے کو رہا نہ کرا سکے۔ شفیلڈ میں بھی اسی طرح کے بڑے ہنگامے ہوئے لیکن اُن کے بانی انگریزی مزدور اور کارخانوں میں کام کرنے والے لوگ تھے۔ ان لوگوں نے آپس میں اتفاق کیا تھا کہ کارخانوں کے مالکوں کو مجبور کر کے شرح اجرت کے اضافے کے متعلق شرطیں کریں گے۔ جس کی تکمیل کے لیئے "تجارتی اتحادات" قائم کیئے گئے تھے۔ جن مزدوروں اور کاریگروں نے تجارتی انجمنوں کی ہدایت و مشورہ کو نہ مانا اُن کی متحدین نے بُری گت بنائی اور زد و کوب کے سبب سے اکثر ہلاک بھی ہوئے بالآخر حکومت نے ان فسادات کو فرو کر کے دانشمندانہ قوانین بنائے کہ بہتر سے بہتر اور قوی سے قوی تجارتی اتحاد کے قائم کرنے کی قانوناً اجازت مل گئی اور مخفی سازشوں کا سدباب ہوا۔

اس کے بعد چند سال میں پارلیمنٹ نے قوم کے فائدے کے لیئے اکثر قوانین جاری کیئے ہیں۔ جب سے کہ ۱۸۳۲ء ۱۸۴۸ء اور ۱۸۵۳ء میں انگلستان میں ایشیائی ہیضے کی کثرت سے وارداتیں ہوئی تھیں مفلس لوگوں کے مکانوں اور اُن کے محلوں کی سڑکوں اور راستوں کی صفائی کے متعلق سخت کوششیں ہو رہی تھیں۔ اور ملک کے مختلف طبقات آبادی کو قوانین صحت کا لحاظ ہو گیا تھا۔ ۱۸۶۶ء میں قانون حفظ صحت یا صحت عامہ کے اجراسے عہدہ داران صفائی ہر ایک مالک مکان کو اُس کے مکان کی صفائی اور موریوں کے انتظام کے متعلق

قانون صحت عامہ ۱۸۶۶ء

مجبور کرنے کے مجاز ہوتے ہیں۔ ان حکام کو اختیار ہے کہ مکانوں میں کوڑا کرکٹ اور غلاظت نہ جمع رہنے کے لیئے اُن کے مالکوں اور کرایہ داروں کو توجہ دلائیں اور ہر ایک مکان اور حجرے میں ایک خاص تعداد سے زیادہ آدمیوں کو نہ رہنے دیں۔ غالباً ان اصلاحات کی وجہ سے تیس[۳۰] سال ہوئے کہ انگلستان ہیضۂ ایشیائی کی وبا سے بالکل محفوظ ہے۔ لیکن اُس کے برعکس یورپ کے دوسرے ملکوں میں سنہ ۱۸۸۴ء، سنہ ۱۸۸۵ء اور سنہ ۱۸۸۶ء میں لکھوکھا آدمی وبائے مذکور کا شکار بنے۔ قانون صحتِ عامہ کا اجرا انگلستان کے حق میں بہت مفید ثابت ہوا چنانچہ سنہ ۱۸۸۰ء سے اموات کی تعداد میں سالانہ ۱۴۰۰۰ کی کمی ہو رہی ہے۔

آئرلینڈ کے سرکاری مذہب اور اُس کے اخراجات کی موقوفی ۱۸۶۹ء قانون اراضی ۱۸۷۰ء

سنہ ۱۸۶۹ء اور سنہ ۱۸۷۰ء کے درمیان آئرلینڈ کے فائدے کی بہت سی باتیں عمل میں آئیں۔ حکومت کے معین کردہ مذہب اور اُس کے اخراجات کی موقوفی ہوئی۔ کیتھولک کو پروٹسٹنٹ کے ساتھ مساوات دی گئی۔ سنہ ۱۸۷۰ء میں گلیڈاسٹن نے آئرلینڈ کے لیئے ایک قانون اراضی جاری کر کے وہاں کے مزارعین کو فائدہ پہنچایا۔ اراضی کے قبضہ و اقتدار کے متعلق اُن کی حالت پہلے سے بہت بہتر ہو گئی۔ سنہ ۱۸۷۰ء میں انگلستان کے متعلق فورسٹر نے ایک قانون تعلیم جاری کرایا جس کے ذریعے سے طے پایا ہے کہ اگر ملک کے کسی حصے میں تعلیم اطفال کے لیئے سرکاری مدرسہ موجود نہ ہو تو وہاں کے باشندے قیامِ مدرسہ کے لیئے اپنی ایک

قانون تعلیم سنہ ۱۸۷۰ء

کمیٹی قائم کر کے آبادی کے کل اطفال کی تعلیم کے لیئے مدرسہ جاری کریں۔ مدرسے کی تعمیر اور اُس کے اخراجات کیلیئے آبادی متعلقہ سے محصول لیا جائے اور مدرسے کی نگرانی اور انتظام وغیرہ کمیٹی کے تفویض رہے۔ اس کے چند سال بعد ایک اور قانون کے نفاذ سے تعلیم جبری کر دی گئی، ماں باپ پر لازم ہے کہ اپنے بچوں کو تعلیم دلائیں ایسا قانون جبری کے سبب سے انگلستان، اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کے

ابتدائی مدارس میں طلبہ کی تعداد بہ نسبت ۱۸۷۵ء کے اب دو چند ہوگئی ہے۔ اس سے قوم کی جہالت اور بدکاری میں کمی ہو رہی ہے اور کسی لڑکے کے لیے جو صحیح و توانا ہو لکھنے پڑھنے اور فرماں بردار بننے کے بغیر شباب کو پہنچنا ممکن نہیں۔ اس کے سوا سرکار حکومت نے ملک کے ہر ہر گوشے میں علوم و فنون کے مدارس قائم کیے ہیں جہاں کم صرف میں اعلیٰ درجے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ قوم کے متمول جماعتوں نے فرقۂ اناث کو تعلیم کی طرف خاص توجہ ہوئی ہے۔ آج کل کے مدارس میں لڑکیوں کو امور خانہ داری سیکھنے اور بکوان کی بہ نسبت زیادہ تر تاریخ علم و ہنر اور دوسرے مضامین پڑھائے جاتے ہیں تاکہ اس قسم کی تعلیم سے اُن کے خیالات کی اصلاح ہو اور وہ زندگی کے نشیب و فراز سے واقف ہو کر اپنے فرائض کی انجام دہی کے قابل ہو سکیں۔ آکسفرڈ اور کیمبرج میں مستورات کے لئے مخصوص دار العلوم جاری ہوئے ہیں۔ اب کتخدا عورتیں اور مائیں ان مضامین سے جنکی تحصیل اُن کے شوہر اور فرزند کریں ناواقف رہنا پسند نہیں کرتی ہیں۔ ۱۸۷۱ء میں آکسفرڈ، کیمبرج اور ڈبلین کی یونیورسٹیوں نے مذہبی سوالات کرنے کا طریقہ چھوڑ دیا جس کی وجہ سے ان یونیورسٹیوں میں دوسرے مذہب والوں کے لیئے اب کوئی قید نہیں رہی اور "چرچ مین" (مذہب انگلستان کا پیرو) "دسنٹر" (اہل خلاف) کیتھولک ہنود اور مسلمان جس کا جی چاہے ان میں شریک ہو کر تعلیم پا سکتا ہے۔ اس سال ملکۂ معظمہ نے فوج میں "طریق خریداری" کو موقوف کر دیا جس کے سبب سے کوئی فوجی ملازم اپنی ترقی کو اب خرید نہیں سکتا بلکہ اس کے لیئے حسن خدمت اور مدت ملازمت معیار قرار پائے ہیں۔

۱۸۷۴ء میں ڈزرلی جو ۱۸۷۶ء میں لارڈ بیکنز فیلڈ کے خطاب سے سرفراز ہوا، دوبارہ وزیر اعظم بنا اور اس کے عہد حکومت میں ایک قانون مجریہ ۱۸۷۷ء کے ذریعے سے نیٹال، راس امید، خود مختار جمہوریت آرینج اور ٹرانسوال کی نو آبادیوں کو حکومت متفقہ قائم کرنے کی اجازت عطا ہوئی۔ اگرچہ اس قانون کے اجرا سے زیادہ اہم نتائج بر آمد نہیں ہوئے لیکن اسکی یاد واقعۂ ذیل کے سبب سے لوگوں کے دل پر مدتوں نقش رہے گی جس زمانے میں کہ

قانون مذکور کی بابتہ دپارلیمنٹ) میں بحث ہو رہی تھی آئرستانی ارکان نے "رکاوٹ" کے ذریعے سے وضع قوانین میں رکاوٹ پیدا کردی جس کے سبب سے اکثر مفید وبکار آمد قوانین کا بننا دونوں فریق (قدامت پسند وجدت پسند) کے زمانے میں موقوف رہا۔ آئرلینڈ کے مبعوثوں نے حکومت کو دق کرنے کی ایک چال اختیار کی تھی۔ جو مسودۂ قانون پارلیمنٹ میں پیش ہوتا تھا خواہ اس سے انھیں تعلق ہو کہ نہ ہو وہ غیر متعلق اور لایعنی بحث اُس پر شروع کردیتے تھے جس کے سبب سے معمولی معمولی مدارج طے کرنے میں پارلیمنٹ کا سارا وقت صرف ہو جاتا تھا۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ اس طرح دق کرنے سے انگریز انھیں آئرلینڈ کی حکومت واپس دے دیں گے اور ہم برطانیہ کو مجبور کرکے اپنی پارلیمنٹ دوبارہ حاصل کرلیں گے لیکن انگریزی حکومت نے ایک تدبیر سے ان ارکان کو ہموار کرلیا۔ یعنی آئرلینڈ کے ان سب نقصانات کی جو اُس کو اُس کی پارلیمنٹ کے لیئے جانے سے پہنچے تھے تلافی کردی۔

آئرستانی رکاوٹ از ۱۸۷۷ء تا ۱۸۸۶ء

۱۸۸۰ء میں مسٹر گلیڈاسٹن نے دوبارہ وزارت پر آتے ہی ایک دوسرا قانون اراضی برائے آئرستان ۱۸۸۱ء میں جاری کیا لیکن پارنل نے جیسا کہ اس کے پہلے اوکانل کرتا تھا مخالفت کو جاری رکھا۔ آئرلینڈ میں عدم حکومت کی سی حالت ہوگئی تھی۔ قتل اور فتنہ وفساد کا بازار گرم تھا۔ ۶ مئی ۱۸۸۲ء کو ڈبلین کے فی نکس پارک میں لارڈ فریڈرک کیونڈش جو دل سے آئرستانیوں کا خیرخواہ اور جھگڑے کو مٹانے کی غرض سے آئرستان گیا ہوا تھا مسٹر برک کے ساتھ قتل کردیا گیا آخرکار

کیونڈش اور برک کا قتل ۱۸۸۲ء

۱۸۸۶ء میں مسٹر گلیڈاسٹن نے "ہوم رول" (Homerule) یعنی "حکومت خود اختیاری" کی ایک تجویز مرتب کی کہ آئرلینڈ والوں کا مطالبہ پورا کیا جاسکے۔ مگر اس کے سبب سے فرقہ لبرل میں پھوٹ پڑ گئی۔ گوشین، چیمبرلین، برائٹ اور ہارٹنگٹن دوسرے سربرآوردہ ارکان نے گلیڈاسٹن کا ساتھ چھوڑ کر ایک علٰحدہ گروہ بنایا جسے "یونینسٹ" (یعنی جمعیت پسند) کہتے ہیں کیونکہ

وہ آئرلینڈ کی علیحدگی کے مخالف تھے اُنھوں نے آپس میں عہد کیا کہ سلطنت کی جمیعت برقرار رکھیں گے۔ اس بنا پر ہوم رول کا مسودہ نامنظور اور پارلیمنٹ برخاست ہوئی۔ انتخاب جدید کے سلسلے میں قدامت پسندوں کے ہاتھ زمام حکومت آئی

ہوم رول کی نامنظوری ۱۸۸۶ء

لارڈ سالسبری وزیر اعظم بنا اور اُس کا بھتیجا مسٹر آرتھر بالفر آئرلینڈ کا سکرٹری مقرر ہوا ۱۸۸۷ء میں سنگین سزاؤں کا ایک مجموعۂ تعزیرات جاری ہوا اور مزارعین کے نفع کے لیئے ایک دوسرا قانون اراضی نافذ ہوا۔ آئرلینڈ پر کچھ عرصے تک سختی سے حکومت کی گئی جس کے سبب سے وہاں امن قائم رہا۔

ملکہ وکٹوریہ کو تخت حکومت پر آئے ہوئے پچاس سال گزر گئے اور اس عرصۂ دراز میں نہایت اہم تغیرات ظہور پذیر ہوئے ہیں لیکن جب تک اُن پر گہری تاریخی نظر نہ ڈالی جائے صحیح حالات کا اندازہ کرنا دشوار ہے عہد مذکور کا ابتدائی حصہ ملک کے لیئے ادبار و افلاس کا زمانہ تھا مزدوری کی شرح کم اور اشیائے خورد و نوش میں گرانی تھی۔ عام لوگ جاہل اور پریشاں حال تھے ابنائے ملک کی ثروت اور قوت کا دار مدار زراعت پر تھا سَو میں سے اسّی آدمی اراضی سے پیٹ پالتے تھے۔ اکثر شہروں کی جو اب بہت بڑے معلوم ہوتے ہیں اُس زمانے میں کچھ بھی وقعت نہ تھی۔ ملک کی معدنی دولت کا بہت بڑا حصہ زمین میں مخفی تھا اور باربرداری کے مصارف زیادہ ہونے سے کان کنی کی طرف کم توجہ تھی۔ اگرچہ کلوں کے نکل آنے سے برطانوی مصنوعات میں اُن کا استعمال شروع ہوگیا تھا لیکن ترقی کی ابتدائی حالت تھی اس لیئے کلوں سے جس قدر فائدہ چاہیئے نہیں ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ گو ممالک غیر میں برطانوی تجارت کی تدریج ترقی ہورہی تھی لیکن چونکہ بادبانی جہازوں سے مال تجارت کے پہنچانے میں تاخیر ہوتی تھی اس لیئے دور کے ملکوں کو سامان روانہ کرنا دشوار تھا اور تجارت کا دائرہ محدود ہوگیا تھا۔

لیکن اس پچاس سال کی مدت میں علم و حکمت کو ترقی ہونے سے نئی نئی

گزشتہ پچاس سال کی ترقیاں۔

باتیں معلوم ہوئیں اور اہل علم نے مفید اور ضروری چیزیں اختراع کیں۔ ان میں ملک کو سب سے زیادہ کلوں، ریلوں، دخانی جہازوں اور تاربرقی سے فائدہ پہنچا۔ چونکہ بھاپ کی قوت سے یہ سب چیزیں چلتی ہیں اس لئے بھاپ کے ذریعہ سے مال وانسان کے حمل ونقل میں آسانی ہوئی۔ پہلی قسم کی ایجاد کے سبب سے مصنوعات پہلے کی بہ نسبت سو حصے زیادہ اور آناً فاناً میں بنتی ہیں اور جہاں پہلے ایک مزدور رکھا جاتا تھا اب وہاں پچاس مزدور مقرر ہوتے ہیں۔ دوسری قسم کے

رسل ورسائل کے جلد اور تیز ذرائع

اختراعات نے برطانیہ کو دور دور کے ملکوں سے قریب کر دیا۔ ملک مذکور اور امریکہ کے درمیان بحر اوقیانوس کے عبور کرنے میں مال اور مسافروں کے لیئے پہلے چھ ہفتے درکار تھے اب آٹھ روز میں یہی فاصلہ طے ہوتا ہے ایسا ہی برطانوی ساحل سے روانہ ہونے کے بعد ہند اور آسٹریلیا پہنچتے پہنچتے چھ مہینے گزر جاتے تھے لیکن اب اس سفر بحری کے لیئے تین ہفتے اور کچھ دنوں کی مدت کافی ہے۔ ان میں کی تیسری اور آخری ایجاد تاربرقی تمام اختراعات سے زیادہ حیرت انگیز ہے۔ اگلے زمانے میں ہند یا آسٹریلیا کو مال روانہ کرنے کے بعد نو نو مہینے انگلستان میں اس کے مالک تاجر کو مال کے بکنے اور قیمت وغیرہ کے متعلق اطلاع کے لیئے انتظار کرنا پڑتا تھا۔ اسی طرح برطانوی وزیر بھی جس کے ذمے ممالک بعیدہ کی حکومت

تاربرقی

ہوتی تھی اُن کے حالات سے ناواقف رہتا تھا لیکن اب بہت جلد بلکہ گھنٹوں میں نیویارک، میلبورن اور کلکتہ کے حالات کی اطلاع انگلستان پہنچتی ہے اور تاجر و مدبر سلطنت کو امور متعلقہ کی روزانہ خبریں وصول ہوتی رہتی ہیں۔ ان اطلاعوں کے وصول ہونے میں اتنی بھی دیر نہیں ہوتی جتنی کہ تاخیر ملکہ الزبیتھ کے زمانے میں ڈبلین اور اڈین برگ سے خبر کے آنے میں ہوتی تھی اگرچہ ان مجبوریوں سے کسی زمانے میں برطانیہ کی حکومت ایک چھوٹے جزیرے میں محدود سمجھی جاتی تھی لیکن اب ان تیز رفتار وسائل آمد ورفت اور ذرائع خبر رسانی کی وجہ سے وہ تقریباً کل دنیا پر چھا گئی ہے۔

جس طرح زندگی کی معمولی باتوں میں انگریزوں نے ان پچاس برس میں ترقی کی اسیطرح اس عرصے میں ان لوگوں نے علم اور خیالات کی دنیا میں بھی قدم آگے بڑھایا۔ عکسی تصاویر کا فن، برقی روشنی، رصدگاہیں (آفتاب اور دوسرے ستاروں اور مختلف قسم کی روشنی دیکھنے کے آلات) جن کے ذریعے ہماری دنیا میں رہنے والوں کو کروڑوں میل دور کے ستاروں کی حالت و ماہیت معلوم ہوتی ہے ٹیلیفون جس کے سبب سے ایک شخص دوسرے سے سینکڑوں میل کے فاصلے پر بات کرسکتا ہے اور ان دونوں کو باوجود بعد کے ایک دوسرے کا لب ولہجہ تک بخوبی سنائی دیتا ہے اور اسی قسم کی بیسیوں دوسری چیزیں حال ہی میں ایجاد ہوئی ہیں۔ قدیم تاریخی قوموں کے خیالات کی تحقیق کرکے ان کے متعلق معلومات کا ذخیرہ بہم پہنچایا ہے اور مصری اور سریانی کتبوں کے پڑھنے اور حل کرنے کا طریقہ نکل آنے سے امور ماضیہ کا انکشاف ہوا۔ اس کے ساتھ ہی علم الارض اور علم الحیات میں بہت سی نئی نئی باتیں دریافت ہوئیں۔ اس تحقیق میں لیال ڈارون اور ہربرٹ اسپنسر نے دنیا کے دوسرے محققوں پر سبقت کی اور آنے والی نسلوں پر نئی معلومات کا راستہ کھول دیا۔ کتابوں کی کثرت اور ارزانی ہوئی پہلے پہل ۱۸۵۰ء میں ایسے کتب خانوں کی بنیاد پڑی جن میں شہر کے جو باشندے چاہیں روپیہ صرف کرنے کے بغیر لکھنا پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنی معلومات وسیع کرنا چاہیں اور جن کو علم کے ذریعے سے حصول معاش منظور ہو وہ اس ذریعے سے اپنے کو بخوبی لائق و فاضل بنا سکتے ہیں اور کثرت سے مفید اور ضروری علوم کا ذخیرہ بغیر کسی صرف کے دستیاب ہوسکتا ہے۔ اگر آسمان تاریخ کے گروٹ اور لارڈ میکالے آفتاب ہیں تو گرین، فریمن، گارڈنر اور لے کی کو ماہتاب سمجھنا چاہیے۔ اقتصادیات میں جان اسٹورٹ مل اور فاسیٹ نے صحیح اصول قائم کرکے لوگوں کو اس مضمون پر غور کرنے اور نتائج اخذ کرنے کا طریقہ تبلایا۔ عالم فلسفہ میں کارل آئیل کی تلقین ہے کہ جھوٹ سے نفرت کرو اور رسکن فنون لطیفہ کے حسن و خوبی کی قدر کرنی سکھلاتا ہے تھیکرے، ڈکنز، شارلٹ برانٹے اور جارج الیٹ نے افسانہ گوئی میں

کمال کر دکھایا وہ جب چاہیں ہم کو ہنسائیں اور جس وقت چاہیں رُلا سکتے ہیں۔ ٹینی سن اور براؤننگ نے شاعرانہ جذبات و تخیلات کی اصلی تصویریں کھینچ کر انگریزی زبان کو مالا مال کر دیا۔ سیر و سیاحت کی کتابیں بلکہ روزانہ اخبار تک اس طرز سے لکھے جاتے ہیں کہ اُن کے مطالعے سے موجودہ نسلوں میں جرأت شوق سیاحت اور ایثار کا مادّہ پیدا ہوا اور ان اوصاف میں اُنکے بزرگوں نے جو کارنامے چھوڑے ہیں اُن کی یاد اُن کے دلوں میں تازہ ہے۔ خوشی کا مقام ہے کہ حقیقت میں ہمارے زمانے کے انگریزوں میں اپنے بزرگوں کی خوبیاں موجود ہیں۔ ٹیوٹانی قوم کا شوق سیاحت ابھی تک برطانوی محققین اور سیاحین کو قطب شمالی اور افریقہ کے ملک متوسط کی سیاحت و دریافت پر آمادہ کرتا رہتا ہے اور جو تکالیف و خطرات پیش آتے ہیں جان پر کھیل کر یہ اُن کا مقابلہ کرتے ہیں۔ سر جان فرانک لن اور لوانگ اسٹن نے ان ہی کوششوں میں جان گنوائی اور چارلس جارج گارڈن اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ان لوگوں کو ہلاکت سے بچانے کے لیئے جن کے ساتھ اُس کو محبت نہیں بلکہ عشق تھا خرطوم کی مہم پر روانہ ہوا لیکن افسوس ہے کہ نہ محصورین کی جان بچا سکا اور نہ خود جاں بر ہوا۔

جشن جوبلی ۱۸۸۷ء

۱۸۸۷ء میں ملکہ وکٹوریہ کی تخت نشینی کی پچاسویں سالگرہ ہوئی۔ اس واقعے کی بڑی خوشیاں منائی گئیں یورپ اور ایشیا کے اکثر سلاطین، شہزادے اور مشاہیر اُس خوشی میں ملکہ کے شریک اور لندن میں مہمان آئے تھے ان شاہی مہمانوں کی ہمراہی میں ملکہ معظمہ کا جلوس خانقاہ ویسٹ منسٹر کو روانہ ہوا اور بری و بحری افواج کے نہایت شاندار و پر لطف قواعد کے تماشے دکھلائے گئے۔ مگر اُسی سال آئرلینڈ کے ایک شہر مائیکل اسٹن میں مفسدوں نے بلوا کیا اور ٹرافل گر اسکوائر (ٹرافل گر کی فتح کی یادگار میں لندن کا ایک چوک اس نام سے منسوب کیا گیا ہے) میں سیاسی شورش کرنے والوں نے جلسے کئے۔

۱۸۸۸ء میں ایک قانون کے ذریعے سے انگلستان اور ویلز میں مجالس اضلاع

مجالس اضلاع

(کونٹی کونسلوں) کا طریقہ رائج ہوا اور اُس کے بعد کچھ مدت میں حلقہ اور پیرش کی مجلسوں کا اجرا ہوا جس کے سبب سے اب ملک کا ہر ایک حصہ اپنا انتظام آپ کرتا ہے اور اس طرح ملک کے ذیلی اور تفصیلی انتظامات پارلیمنٹ سے لے کر اُس کا ہاتھ بٹاتا ہے۔

۱۸۸۰ء میں پارلیمنٹ کے آئرستانی فرقے میں سخت پھوٹ واقع ہوئی مسٹر پارنل اور اُس کے ساتھیوں پر اخبار ٹائمز نے سخت الزامات لگائے تھے اس کی تحقیقات کے لئے ۱۸۸۸ء میں ایک کمیشن جاری ہوا اور اُس کا ایک

پارنل کی ناکامی

سال تک اجلاس ہوتا رہا بعض الزامات صحیح اور بعض غلط ثابت ہوئے۔ لیکن ۱۸۹۰ء کے اختتام پر مسٹر پارنل طلاق کے ایک مقدمے میں پھنس گئے جس کے سبب سے مسٹر گلیڈ اسٹن اور نان کن فرسٹ فرقے نے جو اُن کے حامی تھے ساتھ چھوڑ دیا بلکہ خود اُس کے پیروؤں میں اختلاف ہوجانے سے دو جداگانہ فرقے بن گئے ایک معتقدین پارنل اور دوسرا منحرفین پارنل کے لقب سے موسوم ہوا اور اُس کے چند روز بعد دارالعوام کی کمیٹی کے کمرہ نشان (۱۵) میں اس دوسرے فرقے کے ارکان نے سخت بحث و مباحثہ کرکے اپنی صدارت کے لئے مسٹر جسٹن میک کارتھے کا انتخاب کیا۔ مسٹر پارنل کا انتقال ۱۸۹۱ء میں ہوا اُس کا مرنا تھا کہ آئرستانی فرقے کا زور ٹوٹ گیا۔

مسٹر گلیڈ اسٹن کا ماہ اگست ۱۸۹۲ء میں حکومت پر آنا تھا کہ مسئلہ ہوم رول چھڑ گیا اور اس مرتبہ گلیڈ اسٹن نے چالاکی یہ کی کہ مسودۂ ہوم رول کو چند اجزا میں پیش کیا اور ان پر جلد بحث کو منقطع کرنے والے قاعدے کے ذریعے

گلیڈ اسٹن کی آخری وزارت از ۱۸۹۲ء تا ۱۸۹۴ء

دارالعوام سے بجبر کل مسودہ منظور کرالیا لیکن جب یہ دارالامرا کے سامنے آیا تو اُس کو ایک رائے کے مقابلے میں دس رایوں سے شکست ہوئی۔ اس بنا پر پارلیمنٹ برخاست ہوئی اور فرقۂ جدت پسند نے ملک کو بہت کچھ دارالامرا کے خلاف اکسایا اور سیاسی بے چینی پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن نتیجہ اس کے برعکس نکلا

اور قوم کا بڑا حصہ اسی بات سے خوش ہوا کہ ہوم رول کی نسبت ملک میں کسی قسم کی سرگرمی اور جوش نہ پیدا ہو سکا۔ بہر حال مسٹر گلیڈاسٹن نے اس مضمون پر سب سے آخری دفعہ یکم مارچ ۱۸۹۴ء کو تقریر کی اور ۱۹ مئی ۱۸۹۸ء کو سفر آخرت اختیار کیا۔

اس کے بعد کچھ اوپر ایک سال لارڈ روزبری کے ہاتھ میں زمام حکومت رہی اور سر ولیم ہارکورٹ نے زیادہ سنگین رسوم فوتی کے قانون کو ۱۸۹۴ء میں جاری کرایا۔

۱۸۹۵ء میں پارلیمنٹ کا عام انتخاب ہونے سے لارڈ سالسبری حکومت پر واپس ہوا اور مسٹر آرتھر بلیفر دار العوام کا صدر بنا۔ یہ وزارت ملکہ کی بادشاہی کے اختتام تک باقی رہی کیونکہ ۱۹۰۰ء کے انتخاب میں بھی فرقۂ قدامت پسند کو غلبہ رہا۔ اسی حکومت کے عہد میں ۱۸۹۸ء میں آئرلینڈ کے لیئے قانون حکومت مقامی نافذ ہوا۔

لارڈ سالسبری ۱۸۹۵ء

اس اثنا میں انگلستان میں معدنی کوئلہ گیاس اور انجنیرنگ کی تجارتوں میں کئی بار بڑی ہڑتال ہوئی اور وراثت تخت و تاج میں کچھ ترمیمات ۱۸۹۲ء میں انفلوئنزا کی وبا انگلستان میں پھیلی ہوئی تھی اسی سال ولی عہد کے بڑے بیٹے ڈیوک آف کلیرنس کا اسی مرض سے انتقال ہوا۔ چونکہ ڈیوک موصوف ناکتخدا و لاولد دنیا سے گیا اس لیئے اس کا بھائی ڈیوک آف یارک جو ولی عہد کا دوسرا فرزند تھا باپ کے بعد وارث حکومت قرار پایا اور اسکی ماہ جولائی ۱۸۹۳ء میں شہزادی میری سے جو ڈچیز آف ٹیک کی دختر تھی شادی ہوئی۔ ان شاہی دولہا و دلہن کے مشکوئے معلی میں بتاریخ ۲۳ جون ۱۸۹۴ء شہزادہ ایڈورڈ تولد ہوا۔

ڈیوک آف یارک کی شادی ۱۸۹۳ء

متوسط طبقے کے اکثر لوگوں نے بامید نفع و واپسی رقم اپنا اندوختہ روپیہ لیبریٹر کمپنی میں لگایا تھا اور جب ۱۸۹۲ء میں اس راز کا انکشاف ہوا کہ کمپنی مذکور کی ہستی سراب سے زیادہ نہیں اور اس کے کاروبار پر زوال آگیا ہے تو انگلستان میں

لیبرٹی کمپنی کی دغابازی

اسس خبر کو سن کر خاندان کے خاندان تباہ ہو گئے۔ کمپنی کا ڈائرکٹر (صدر منتظم) مسٹر جیمز بلیفر جنوبی امریکہ فرار ہو گیا اور بالآخر اُس کو گرفتار کر کے لائے اور قید با مشقت کی سزا دی۔

اُنیسویں صدی کے آخری دور میں جو مفید قوانین بنے ہیں اُنمیں کا سب سے زیادہ فائدہ رساں قانون وہ ہے جس کے نفاذ پانے سے تمام سلطنت میں خط کا محصول ایک پنی قرار پایا۔ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ سر رولینڈ ہل نے اس مبارک کام کی ابتدا کی اور صرف ریاستہائے متحدہ میں خط کا محصول

برطانوی سلطنت میں خط کا محصول ایک پنی مقرر ہونا

ایک پنی مقرر ہوا تھا لیکن مسٹر ہینی کر ہیٹن کی ان تھک کوششوں نے اس نعمت سے دوسرے برطانوی مقبوضات اور مملکت ہند کو بھی بتاریخ ۲۵ - دسمبر ۱۸۹۸ء ایک قانون نافذ کر کے مستفید کیا۔

بہر حال اُنیسویں صدی کی تقدیر میں صلح و امن کے ساتھ ختم ہونا نہیں لکھا تھا۔ ملکہ کی بادشاہی کے ساٹھ سال گزرنے پر ۲۲ - جولائی ۱۸۹۷ء کو دوسرا جشن جوبلی

دوسرا جشن جوبلی ۱۸۹۷ء

منایا گیا اس مرتبہ بھی ملکہ کی سواری کا لندن میں شاہانہ جلوس نکلا اور قبل اُس کے کہ قصر بکنگھم سے جلوس روانہ ہو ملکۂ ممدوحہ نے اپنی وسیع سلطنت کے ہر ہر حصے کو جہاں جہاں سے مبارکباد کے تار آئے تھے اپنا تشکر و امتنان ذیل کے الفاظ میں روانہ فرمایا "میں اپنی کل رعایا کا دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں، ان سب پر خدا اپنی خیر و برکت نازل فرمائے"۔

چونکہ اس مرتبہ سلاطین و رؤسا نہیں مدعو کئے گئے تھے بلکہ برطانوی سلطنت کے مختلف حصوں سے وہاں کے قائم مقام طلب ہوئے تھے نو آبادیوں کے وزرا کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزیلینڈ، تسمانیا اور علاقہ راس امید کے فوجی رضاکار، ہند و افریقہ کی دیسی پلٹنیں اور نیوزی لینڈ کے میوری لوگ ملکۂ موصوفہ کی رکاب میں بوقت جلوس موجود تھے اور جب جلوس سینٹ پال کے گرجا کو پہنچا تو کیپٹن ملکہ نے توقف کیا اور گرجا کے زینوں پر ٹی ڈی ام (یعنی ترانۂ حمد) کی

نغمہ سرائی ہوئی بعد ازاں قومی راگ گایا گیا اور پھر مجمع منتشر ہو گیا۔

اس جشن کے چند سال بعد جب برطانیہ عظمیٰ اور اس کی ملکہ کی ایک واقعہ کے سبب سے ہتک حرمت ہوئی تو لوگوں کو جشن جوبلی پر غور کرنے کا موقع ملا اور وہ فطرۃً اس نتیجے پر پہنچے کہ جوبلی کے موقع پر سلطنت کے مختلف حصص کے قائم مقاموں کا ایک جگہ جمع ہونا گویا اس اتحاد و رفاقت کا پیش خیمہ تھا جس کی ضرورت پیش آنے والی تھی۔ ۱۸۹۶ء میں مسٹر آرتھر بلفر نے بمقام گلیس گو تقریر کرتے ہوئے ان الفاظ میں پیشین گوئی کی تھی "جب کبھی انگلستان کی جان کے لالے پڑ جائیں اور وہ دشمنوں کے مقابلے کے لیئے تلوار اُٹھائے تو میں اس امر کی پیشین گوئی کرنے پر آمادہ ہوں کہ اہل اسکاٹلینڈ، انگلستان اور آئرلینڈ اپنی علیحدہ قومیت کو بھول جائیں گے اور خواہ وہ اُس جزیرے میں رہتے ہوں یا برطانوی نوآبادیوں میں جو ہمارا مائیہ ناز و افتخار ہیں بغیر کسی فرق و امتیاز کے آپس میں شیر و شکر ہوں گے اور سلطنت کے ہر ایک حصے سے خطرے کا سدباب کریں گے۔ ان تینوں قوموں کا ایک متنفس بھی ایسا نہ ہوگا جس کو اس اتحاد و یکجہتی سے الفت نہ ہو اور جب وقت پڑے تو ہم سب ایک ہو کر دشمن کو دفع کریں گے۔"

یہ تقریر اُس موقع پر کی گئی تھی جب اہل برطانیہ پر جنوبی افریقہ میں مصائب کا آسمان ٹوٹ پڑا تھا۔ اس جھگڑے کے سمجھانے کے لیئے ہم کو ۱۸۷۷ء اور اُس کے بعد کے چند واقعات بیان کرنے ہوں گے۔ اُس سال ڈچ بوئروں نے جو دریائے وال کے شمالی ملک میں آباد تھے اور جسکے سبب سے خطۂ مذکور ٹرانسوال کہلاتا ہے زولو قوم کی یورشوں سے محفوظ رہنے کے لیئے اپنے کو برطانیہ کی حمایت میں دے دیا اسلیئے ٹرانسوال بھی سلطنت برطانیہ کا ایک جزو بن گیا۔ لیکن ۱۸۸۰ء میں جب انگریزوں نے زولو قوم پر فتح پائی اور بوئروں کو اُن کا خوف جاتا رہا تو اُن لوگوں نے پھر اپنے کو خود مختار بنانا چاہا اور اس نیت سے انگریزوں کی جو قلیل فوجیں قلعوں میں تھیں اُن کو محصور کر لیا۔ اس خبر کے پاتے ہی سر پومرائے کالی اپنے

ملک ٹرانسوال

لشکر کے ساتھ نٹیال سے محصورین کو رہا کرنے کے واسطے ٹرانسوال پہنچا لیکن اُسکے پاس اس قدر فوج نہیں تھی کہ وہ بوئروں کا قلع قمع کرسکتا بلکہ اسے ۲۷ فروری ۱۸۸۱ء کو بمقام کوہ میجوبا ہزیمت اٹھانی پڑی۔

مسٹر گلیڈاسٹن کو حکومت پر واپس ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ یہ واقعہ پیش آیا اور اس شکست کے چند ہفتوں کے بعد یعنی مارچ کے مہینے میں انھوں نے ٹرانسوال بوئروں کو واپس تو دے دیا لیکن ملک کی صدارت کو ملکہ کے ہاتھ میں رکھا اور شرط کی کہ کل گورے باشندوں کے مساوی حقوق ہوں گے ایک گوری قوم کو دوسری گوری قوم پر بلحاظ حقوق فضیلت نہ ہوگی۔ وزیراعظم کی اس نرم پالیسی کو تندخو اور مکار بوئروں نے انگریزوں کی کمزوری پر محمول کیا اور اس وقت سے انگریزوں کو بوئر ذلت کی نظر سے دیکھنے لگے۔

اس کے بعد جو چند سال گزرے اُن میں دو بڑی کمپنیوں نے افریقہ میں تجارت کرنے کے لئے سند حاصل کی سیسل روڈز کی صدارت میں دی برٹش ساؤتھ افریکن کمپنی جماعت تجار افریقہ جنوبی) نے ۱۸۸۹ء میں دو مقام میٹابلے (Matabele)اور میشونالینڈ (Mashonaland) فتح کئے۔ دی سنٹرل ساؤتھ افریکن کمپنی (جماعت تجار افریقۂ متوسط وجنوبی) نے زیمبیسی کے پار اور جھیل نیاسا کے مغرب میں جو زمین ہے اُس پر قبضہ کرلیا۔ سنہ ۱۸۹۱ء میں حکومت برطانیہ نے ان نوآبادیوں کو اپنی حمایت و حفاظت میں لیا۔ اس کے بعد کچھ مدت امن وچین میں بسر ہوئی لیکن سونے کی کانیں جو ۱۸۸۶ء میں پریٹوریا کے قریب برآمد ہوی تھیں اُن کے سبب سے جوہانسبرگ کے نام سے اُس مقام پر ایک بڑا شہر آباد ہوگیا اور یہ برطانوی اور دوسری قوموں کی معدنی کمپنیوں کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ یورپ خصوصاً برطانیہ سے جو لوگ آکر یہاں آباد ہوئے تھے اُن کو بوئر شبہہ کی نظر سے دیکھتے تھے اور اُن کا نام اوٹ لینڈرس یا آیٹ لینڈرز (Out landers or uit landers) بیرونجات کے رہنے والے) یعنی پردیسی رکھا تھا۔ بوئروں کی حکومت نے اُن پردیسیوں کو اپنے ہاں کے شہریوں کے مساوی حقوق دینے سے انکار کیا اور اُن پر

افریقہ کی سند یافتہ کمپنیاں

بہت سنگین محصول لگا دیئے ؛

اس بنا پر ۱۸۹۵ء میں "پردیسیوں" نے ایک جماعت اصلاح قائم کی اور

جمیسن کی چڑھائی ۱۸۹۵ء

ڈاکٹر جیمسن سے جو برٹش سوتھ افریکن کمپنی کا ایک معزز افسر تھا امداد طلب کی جیمسن اپنے ہمراہ ۵۰۰ سواران کو توالی کی جمعیت لے کر طالبان امداد کے حقوق کی حفاظت کرنے کے لیئے ٹرانسوال میں داخل ہوا جیمسن کو بمقام کروگرز ڈراپ شکست کھانی پڑی اور مسٹر کروگر نے جو ٹرانسوال کا میر مجلس تھا جماعت اصلاح کے سربرآوردہ لوگوں کی باضابطہ تحقیقات کر کے اُن کے لیئے سزائے موت تجویز کی اور بعد ازاں بغرض تحقیقات و سزادہی برطانوی حکومت کے حوالہ کر دیا۔

پردیسیوں کی اس سخت نادانی و لغزش کے سبب سے وزیر نو آبادیات، مسٹر چمبرلین کو سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا اور فرقۂ انتہا پسند کے عناد سے وزیر موصوف کی مشکلیں اور بھی بڑھ گئیں اس تلخ کامی کا سبب یہ تھا کہ ۱۸۸۶ء میں چمبرلین نے فرقۂ مذکور سے اپنے کو علیحدہ کر لیا تھا۔ بہرحال جیمسن اور اُس کے ساتھیوں کو تحقیقات ہونے کے بعد سزائے قید بھگتنی پڑی اور اُس کے بعد کروگر پردیسیوں پر چار سال تک سنگین محصول عائد کرتا اور مظالم ڈھاتا رہا۔ ان لوگوں نے دق ہو کر مارچ ۱۸۹۹ء میں ملکہ کی حضور میں عرضی دی کہ ملکۂ موصوفہ ٹرانسوال کی صدر ہونے کی حیثیت سے اپنے اختیارات پر عمل کر کے اُن کی مدد فرمائیں۔

سر الفرڈ ملنر کی جانب سے جو راس امید کے علاقے کا ہائی کمشنر (صوبہ دار) تھا امن برقرار رکھنے کے لیئے ہر ایک قسم کی کوشش عمل میں لائی گئی لیکن کروگر اور خود مختار ریاست آرینج کے میر مجلس اسٹن نے جو چند سال پہلے سے جنگ کی تیاریاں کر رہے تھے اور جن کو امید تھی کہ برطانیوں کو جنوبی افریقہ سے نکالنے میں کامیابی ہوگی ہرگز نہ مانا۔ اس پر بھی بتاریخ ۵ جون ۱۸۹۹ء معاملات کو سلجھانے کے لیئے فریقین کے درمیان بمقام بلوم فانٹین ایک کانفرنس ہوئی جس کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ حکومت برطانیہ اور ٹرانسوال کے درمیان ابھی مراسلت جاری تھی اور

ہندوستان سے فوجیں نیٹال کی حفاظت کے لیئے روانہ ہو رہی تھیں کہ ۹۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو دونوں میر مجلسوں نے ملکہ کے نام ایک تہتک آمیز آخری پیام (الٹی میٹم) روانہ کیا کہ انگریزی فوجیں ہٹالیجائیں اور اُس کے ساتھ ہی نیٹال پر حملہ کردیا۔ سب سے پہلی لڑائی بمقام گلینکو ۲۰۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو ہوئی بعدازاں ایلینڈز لاگٹے اور نکل سن نک ۲۰۔ اور ۳۰۔ اکتوبر کو معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ سر جارج وائٹ تو اپنی فوج کے ساتھ پسپا ہوکر لیڈی اسمتھ میں محصور ہوا مگر کرنل بیڈن پاول کو میفکنگ میں اور کرنل کیک وچ کو مع مسٹر سیسل روڈز کمبرلی میں بوئروں نے بند کردیا۔

بوئروں کا الٹی میٹم بھیجنا

اگرچہ لارڈ میتھیون نے ان آخری دو مقاموں تک اپنے کو پہنچانے کی بہت کوشش کی اور حصول مدعا کے لیئے ۲۳۔ نومبر کو بیل منٹ ۲۴ کو گراسپن اور ۲۸۔ کو دریائے ماڈر پر لڑائی لڑے لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ جرنل گیاٹےکر نے ۲۹۔ ڈسمبر کو بمقام اسٹارم برگ اور ۱۱۔ ڈسمبر کو میتھیون نے بمقام میگرز فانٹین ہزیمت اٹھائی۔ نیٹال کے علاقے میں انگریزوں کی کثیر التعداد فوج تھی اور اُس کا سپہ سالار اعظم جرنل ریڈورس بُلر تھا جس کو تاریخ ۱۵۔ ڈسمبر بمقام کالینزو اپنے مرکز سے ہٹنا پڑا اور اس معرکے میں لارڈ رابرٹس کا اکلوتا فرزند کام آیا۔

بہرحال ایسے وقت میں جبکہ اہل برطانیہ نتائج جنگ سے مایوس ہوگئے تھے اور عنان استقلال ابھی اُن کے ہاتھ سے نکلی نہ تھی کہ مسٹر بلیفر کی ۱۸۹۶ء کی پیشین گوئی بالآخر ظاہر ہوگئی۔ نہ صرف ایسے انگریز، اہل اسکاٹ لینڈ اور وہ آئرلینڈ کے لوگ جو ریاست ہائے متحدہ میں رہتے تھے خطۂ کارزار پر پہنچنے اور برطانیہ کی شان قائم رکھنے کے لیئے اُٹھ کھڑے ہوے بلکہ کنیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، تسمانیا اور ہندمیں جس قدر گورے لوگ آباد تھے اُن سب نے برطانیہ کی مدد کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ انگریزی جھنڈے کے نیچے جمع ہونے اور جنوبی افریقہ کی مہم میں شریک ہونے کے لیئے کہرام مچادیا۔ برطانوی رعایا کی یکدلی اور وفاداری کے متلاطم سمندر نے ہند کے دیسی باشندوں میں بھی جوش پیدا کردیا،

روانگی افریقہ اور شرکت جنگ کی ان لوگوں نے بھی درخواست کرنی شروع کردی
لیکن انگریزی حکومت نے ہندیوں کو اس لیئے لڑائی پر روانہ کرنا مناسب نہ جانا
کہ مبادا بوئروں کی جانب سے افریقہ کے دیسی باشندے انگریزوں کے مقابلے
پر ہتھیار اُٹھائیں۔ اس بنا پر ہندوستانی رؤسا کو صرف گھوڑوں اور ذخائر جنگ
سے مدد کرنے کی اجازت دی گئی اور اس طرح ہندیوں کو اپنے جوش عقیدت
و وفاداری کے اظہار کا موقع ملا۔

اس میں شک نہیں کہ جب ضعیف ملکہ کو اپنی رعایا کی وفاداری اور حب وطن
کے جوش کی اطلاع ملی ہوگی تو وہ وقت اُس کے واسطے نہایت فخر و مباہات کا
ہوگا لیکن وہ اپنی سپاہ کی ہلاکت پر خون کے آنسو بہاتی تھی بہر حال ملکۂ ممدوحہ نے
لارڈ رابرٹس کو طلب فرمایا اور بحیثیت سردار اسٹاف لارڈ کچنر کو اُن کے ہمراہ
کیا۔ ان میں سے پہلا تو انگلستان سے اور دوسرا سوڈان سے جہاں اُس کو
فتح پر فتح حاصل ہو رہی تھی فوراً جنوبی افریقہ روانہ ہوا اور لارڈ رابرٹس نے
راس امید کی سرزمین پر پہنچتے ہی ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۰۰ء کو فوج کی کمان لی۔

اگرچہ بوئر لوگ ملک کی حالت سے بخوبی واقف اور انگریز ناواقف تھے
پھر انگریزوں کو رسد کے پہنچانے اور آلات حرب و ذخائر سامان کے حمل و نقل میں ریتے
اور ٹیلوں کے سبب سے بہت دشواری تھی لیکن لارڈ رابرٹس کو میدان کارزار
پہنچے چھ ہفتے بھی نہیں ہوئے تھے کہ لڑائی کا رُخ بدل گیا۔ اُس کے ساتھ ہی ہمکو
اس امر کا بھی اعتراف کرنا چاہیئے کہ ۲۳ جنوری سنہ ۱۹۰۰ء کو بمقام اسپئین کاپ
انگریزوں کا ایک بہت بڑا لشکر ضائع ہوا مگر اس نقصان سے بعد میں بہت فائدہ
ہوا چنانچہ ۱۵ فروری کو کمبرلی کا محاصرہ اُٹھ گیا اور ۲۷ فروری کو بوئروں کے
جنرل کرانجی نے اپنے کو مع فوج بمقام پارڈی برگ لارڈ رابرٹس کے حوالے کردیا
۲۸ فروری کو انگریزی فوج نے لیڈی اسمتھ کے محاصرے کو اُٹھایا بلوم فانٹین
پر ۱۳۔ مارچ کو قبضہ ہوا اور میفکنگ سے ۱۷۔ مارچ کو محاصرہ اُٹھا جب برطانوی
لوگوں کو جو زمانہ محاصرہ کے آلام و مصائب میں صبر و تحمل سے کام لے رہے تھے
دشمنوں کے ہاتھ سے رہائی پانے کی اطلاع ملی تو مارے خوشی کے دیوانے ہو گئے

۷ امئی کو خود مختار ریاست آرینج کا سلطنت برطانیہ میں الحاق ہوا اور اُس کا نام نو آبادی دریائے آرینج قرار پایا۔ اُس کے بعد انگریزی فوج اندرون ملک بڑھی اور ۳۰ مئی کو اُس نے جوہانس برگ اور ۵ جون کو پریٹوریا پر قبضہ کیا میجلس کروگر پایۂ تخت سے فرار ہوکر کوماٹی پورٹ کی ایک ریل گاڑی میں کچھ دنوں چھپا رہا اور وہاں سے خلیج ڈیلاگوا روانہ ہوکر اکتوبر کے مہینے میں یورپ جانے کے لیئے جہاز پر سوار ہوگیا پہلی ستمبر سنہ ۱۹۰۰ء کو ٹرانسوال کا الحاق ہوا لارڈ رابرٹس جنوری سنہ ۱۹۰۱ء میں لارڈ ولزلی کی جگہ سپہ سالار اعظم بننے کے لیئے انگلستان روانہ ہوا اور لارڈ کچنر کو بوئروں کے ساتھ تکلیف دہ خفیف لڑائیاں سر کرنے کے لیئے ٹرانسوال میں چھوڑا اور ان حیران کرنے والی چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کا سلسلہ دوسرے سال کے موسم بہار تک جاری رہا، آخر کار جب بوئروں کو معلوم ہوگیا کہ مزاحمت اور مقابلہ بے سود ہے تو اُن لوگوں نے اطاعت قبول کرلی اور بتاریخ ۳۱ مئی سنہ ۱۹۰۲ء بمقام پریٹوریا صلح نامے پر دستخط کردیئے۔

ابھی افریقہ میں حالات کی پوری طرح اصلاح نہیں ہوئی تھی کہ چین میں جھگڑا شروع ہوگیا ایک عرصے سے اُس ملک کی حالت ناقابل اطمینان تھی چونکہ یورپ کے دول عظمیٰ کو چین میں اپنے سیاسی اثرات اور تجارت کے زائل ہوجانے کا اندیشہ تھا اس لیئے روس، جرمنی، فرانس، برطانیہ اور ایطالیہ نے چین کی

چین میں خوں ریزیاں سنہ ۱۹۰۰ء

قیصرہ پر جو اپنے صغیر فرزند کے نائب کی حیثیت سے حکمراں تھی اپنے دعووں کا دباؤ ڈالا۔ ملکہ عیار اور پرفن عورت تھی اور یورپین لوگوں کو ملک سے خارج کرنا چاہتی تھی۔ اُس نے باغیوں کی ایک بڑی جماعت تیار کی جو باکسر کہلاتے تھے دریردہ مدد کرنی شروع کردی اور یہ باکسر اس قدر جری و غدار ہوگئے کہ یورپین خصوصاً مشن کے پادریوں کا جون سنہ ۱۹۰۰ء میں قتل عام کردیا۔

امیر البحر سیمور نے پیکن پہنچنے کی کوشش تو کی لیکن باکسروں کے زبردست انبوہ کے سامنے اُس کے لشکر کے قدم اٹھ گئے اور وہ مجبوراً پیچھے ہٹ آیا جرمن سفیر یامن سے واپس ہورہا تھا کہ راستے میں قتل کردیا گیا اور خبر مشتہر ہوی کہ کل یورپین

سفارت خانے برباد کر دیئے گئے۔ یورپ کی ان پانچوں سلطنتوں نے اپنی اپنی
فوجیں سفارت خانوں کی حفاظت کے لئے روانہ کیں اور اُس حملے میں
۱۵۔ اگست سنہ ۱۹۰۰ء کو افواج متحدہ نے پیکن کو فتح کرلیا اور معلوم ہوا کہ سفارتخانے
صحیح وسالم ہیں اور وہ اپنے آپ کو بچا سکتے تھے۔ اگرچہ چینی حکومت نے
باغیوں کے سرغنوں کی سزا دہی اور نقصانات کی تلافی کے بہت کچھ وعدے کئے
لیکن اُن کا ایفا نہایت بے دلی اور تساہل سے کیا گیا اور والڈرسی کے کاؤنٹ
کو جو تمام افواج کا سپہ سالار تھا شرائط کی تعمیل کرانے میں بڑی بڑی زحمتیں
اٹھانی پڑیں۔

جنگ اشانٹی سنہ ۱۹۰۰ء

اسی سال اشانٹی میں ایک دوسری جنگ چار مہینے تک ہوتی رہی
اس لڑائی کا سبب یہ ہوا کہ انگریزی حکومت نے "زرّیں چوکی" کا جو وہاں
کی دیسی حکومت کی علامت تھی سراغ لگانا چاہا جس کے سبب سے دیسی رعایا
نے برہم ہو کر حکومت کے خلاف بغاوت کی۔ باغیوں نے
سر فریڈرک اور لیڈی ہاج سن کو بمقام کماسی محصور کیا اور اُن کے ساتھ جو
۶۰۰ دیسی سپاہ کا دستہ تھا اُن میں سے اکثر کو ورغلا کر اپنی طرف کر لیا جس کے
سبب سے صرف ۱۰۰ دیسی سپاہی اور کپتان بشپ اُن کے مقابلے کے لئے
باقی رہ گئے۔ غرض اس جنگ کو کامیابی سے ختم کرنے میں چار مہینے صرف ہوئے

آسٹریلیا کی جمہوری حکومت

اب ہم رزم سے بزم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور چند ایسی باتیں سناتے ہیں
جن سے طبیعت شگفتہ ہو۔ سب سے پہلے آسٹریلیا کی
حکومت جمہوری (کامن ویلتھ) کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ملکہ کا
اعلان اُس کے متعلق ۱۸۔ ستمبر سنہ ۱۹۰۰ء کو شائع ہوا لیکن اُس پر عمل یکم جنوری سنہ ۱۹۰۱ء
سے شروع ہوا۔ تم جانتے ہو کہ آسٹریلیا میں سات نوآبادیاں تھیں (دیکھو
صفحہ ۴۶۹) تسمانیا، نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا کی پانچ ریاستیں۔ لیکن جب
دوسری قوموں کا بحر الکاہل میں بتدریج تسلط ہوتا گیا تو آسٹریلیا کی پانچوں
ریاستوں کو بھی آپس میں اتفاق بڑھانے اور سیاسی معاملات کو مل کر انجام دینے
کی رفتہ رفتہ ضرورت پیدا ہوتی گئی۔ اس بنا پر ۱۸۸۳ء میں ایک مجلس متفقہ کا

وجود ہوا لیکن اختیارات نہ ہونے کے سبب سے اُسے اُن ریاستوں کو متفق کرنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ بعد ازاں ۱۸۹۰ء میں اس بات کی تحریک ہوئی کہ ایک مرکزی پارلیمنٹ کے قیام کے متعلق ایک مسودۂ قانون مرتب ہونا چاہیئے اور آسٹریلیا کی کل ریاستوں نے رفتہ رفتہ اس ضرورت کو تسلیم کرکے مسودۂ مذکور پر رائے زنی کی جس کی تائید میں اسی ہزار آرا کا غلبہ رہا۔ آسٹریلیا کی کل ریاستوں کے معاملات ڈاک، تار برقی، ریلوے اور بیرونی حملوں سے تحفظ ملک کا انتظام اس پارلیمنٹ کے سپرد ہے۔ ابتدا میں طے پایا تھا کہ تمام امور قانونی کا آخری تصفیہ جن کو قانون بین الاقوامی سے تعلق نہ ہو آسٹریلیا میں ہی ہونا چاہیئے لیکن اس میں خرابی یہ تھی کہ انگلستان کی عدالت العالیہ اور اُس کے بادشاہ کے حضور میں آسٹریلیا کے قانونی معاملات کا مرافعہ نہیں ہو سکتا تھا اس لیئے مسودے میں ترمیم ہو کر قرار پایا کہ آسٹریلیا کے جس کسی باشندے کو وہاں کی آخری عدالت کے فیصلے سے ناراضی ہو وہ شہنشاہی عدالت میں مرافعہ کر سکتا ہے لیکن اغراض مملکت کے لیئے آسٹریلیا کی پارلیمنٹ آخری عدالت مرافعہ متصور ہوگی۔ پارلیمنٹ مذکور دو حصوں پر مشتمل ہے، مجلس ادنیٰ (لوور ہوس) اور مجلس اعلیٰ (سینٹ) پہلی مجلس کے ارکان کا مختلف حلقوں کے رائے دینے والے انتخاب کرتے ہیں اور اُس کے اجلاس کی مدت تین سال ہے۔ دوسری مجلس ہر ایک ریاست کے چھ نمایندوں پر مبنی ہوتی اور چھ سال اجلاس کرتی ہے۔ ایک گورنر کے ذریعے سے تاج برطانیہ کی نیابت ہوتی ہے لارڈ ہوپ ٹن پہلا شخص تھا جو آسٹریلیا کا گورنر مقرر ہوا۔ یکم جنوری سنہ ۱۹۰۱ء سے کامن ویلتھ کا نفاذ ہوا۔ یہ اپنی طرز کی پہلی حکومت ہے جو ایک پوری اقلیم کے لیئے قائم ہوئی ہے۔

اب وقت آ گیا تھا کہ انگریزوں کی ہر دل عزیز ملکہ ہمیشہ کے واسطے اُن سے مفارقت کر جائے باوصف کبرسن اور ضعف کے جنگ کے زمانے میں ملکہ اپنے فرائض منصبی کو نہایت جرأت وہمت سے انجام دیتی رہی اور اپریل سنہ ۱۹۰۰ء میں آئرلینڈ بھی ہو آئی جہاں لوگوں نے نہایت سرگرمی اور اشتیاق سے اُس کا استقبال کیا لیکن سال نو کے آغاز کے ساتھ ملکہ کی نقاہت بڑھنے لگی چنانچہ

ملکہ وکٹوریہ کی وفات
۲۲ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء

۱۸ جنوری کو ملکہ کے فریش ہونے کی سرکاری اطلاع شائع ہوئی اس خبر کا سننا تھا کہ جرمنی کا شہنشاہ اپنی تاج پوشی کے جلسوں اور جشنوں کو موقوف کر کے سراسیمہ لندن میں اپنی نانی کے بستر بیماری کے سرہانے جا پہنچا۔ ۲۲ جنوری کی شام میں برطانیہ کی ملکۂ عظمےٰ نے جسکا بستر مرگ اولاد اور اولاد کی اولاد سے گھرا ہوا تھا اقلیم آخرت کی طرف کوچ کیا، ولی عہد کا لقب ایڈورڈ ہفتم قرار پایا اور ۲۴ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء کو اُس کی شاہی کا لندن میں جلوس نکالا گیا۔ غریب سے غریب آدمی نے بھی ملکہ کے سوگ میں ماتمی لباس پہنا اور لوگ سوتھ ہمپٹن سے لندن تک راستے کے دو رویہ جنازے کی ریل گاڑی کے دیکھنے کے لیئے کھڑے ہوئے تھے۔ ڈبلن کی گلیوں میں ایک دل پر اثر کرنے والا واقعہ پیش آیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملکہ سے اُسکی رعایا کو کس قدر محبت تھی سڑک کے پیدل چلنے والوں کے راستے پر ایک بڑا اشتہار پڑا ہوا تھا جس پر بخط جلی "وفات ملکہ وکٹوریہ" لکھا تھا۔ ایک کمسن بازاری اور چیتھڑے لگائے ہوئے لڑکے کی نظر یکایک اس اشتہار پر جا پڑی وہ فوراً ٹھہر گیا اور اشتہار کو بغور پڑھا اسکے بعد چپ چاپ ایک گلفروش لڑکی تک پہنچکر اسے ایک پینی دی اور بنفشہ کا ایک چھوٹا گلدستہ خریدا اور اُس کو آہستہ سے لاکر اور راہ رووں کی نظر بچا کر اشتہار کے لفظ وکٹوریہ پر رکھ دیا اور خود سرک گیا گویا کہ اُس نے اپنے ذہن میں ملکہ کی قبر پر پھول چڑھائے۔ ایک ناسمجھ اور کمسن لڑکے کے جوش عقیدت سے اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ کل قوم کو ملکۂ آنجہانی سے کس قدر عقیدت و الفت تھی

باب بست و ہفتم

جمہوریت کی ترقی

ایڈورڈ ہفتم از سنہ ۱۹۰۱ء تا سنہ ۱۹۱۰ء

جارج پنجم از سنہ ۱۹۱۰ء

بتاریخ ۱۴۔ فروری سنہ ۱۹۰۱ء شاہ ایڈورڈ ہفتم نے بمعیت ملکہ الکزانڈرا اپنی سب سے پہلی پارلیمنٹ کا افتتاح کیا اس وقت بھی لارڈ سالسبری وزیر اعظم تھا اور دارالعوام کی صدارت مسٹر سیلفر کے ہاتھ میں تھی۔ اسی سال مارچ میں ڈیوک اور ڈچیز آف یارک نے اپنا مشہور اور طویل بحری سفر برطانوی مقبوضات ماوراء البحر " میں شروع کیا، اور جولائی میں اس لقب کا بادشاہ کے خطابات میں اضافہ کیا گیا جس کے بعد ذیل کے الفاظ میں بادشاہ کے خطابات لکھے جانے لگے۔ " ایڈورڈ ہفتم بادشاہ حکومت خداداد ممالک متحدہ برطانیۂ عظمیٰ و آئرستان و برطانوی مقبوضات ماوراء البحر، محافظ دین (پروٹیسٹنٹ) قیصر ہند " ۹۔ نومبر سنہ ۱۹۰۱ء کو بادشاہ نے ڈیوک آف یارک کو خطاب ولی عہد برطانیہ سے سرفراز کیا ہو

تخت نشینی کا خطاب

۲۶۔ جون سنہ ۱۹۰۲ء تاج پوشی کے لیئے مقرر ہوئی تھی اور اس کی رسم اور جشنہائے متعلقہ بڑے تزک و احتشام سے ادا ہونے والے تھے کہ بادشاہ دفعتہً بیمار ہوا اور اس پر ایک خطرناک آپریشن (عمل بالید) کرنا پڑا جس کے سبب سے تاج پوشی ملتوی کر دی گئی بہر حال بادشاہ کو جلد صحت ہوئی اور تاج پوشی کی رسم مکمل طور پر ۹۔ اگست کو عمل میں آئی اس موقع پر دو مزید خطابوں کا اضافہ ہوا آرڈر آف میرٹ (اظہار قابلیت کا خطاب اور امپیریل سروس آرڈر (شہنشاہ کی خدمت کے بجا لانے کا خطاب) پہلے خطاب سے اب تک متعدد انگریز جن سے کارہائے نمایاں سرزد ہوئے سرفراز ہوئے ہیں اور دوسرے

تاج پوشی
۹۔ اگست سنہ ۱۹۰۲ء

خطاب کی بھی قوم کے دل میں بڑی قدر ہے۔

خوشی کا مقام ہے کہ سنہ ۱۹۰۱ء کو شروع ہو کر زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ جنگ بوئر کا خاتمہ ہوگیا اور ۳۱۔ مئی سنہ ۱۹۰۲ء کو بوئروں کے کل سربرآوردہ اشخاص اور لارڈ ملز اور لارڈ کچنر نے بمقام پریٹوریا عہد نامۂ صلح وی ریننگ پر دستخط کر دیئے۔

ایک دوسرا اہم معاہدہ برطانیہ عظمیٰ اور جاپان کے درمیان ۳۰ جون سنہ ۱۹۰۲ء کو طے پایا اور اسکے بعد

معاہدہ جاپان ۳۰۔ جون سنہ ۱۹۰۲ء

اس کی تجدید بھی ہوئی ہے۔ معاہدہ مذکور کے حسب ذیل شرائط ہیں اگر معاہدہ کے ایک فریق کی کسی دوسری قوم سے لڑائی ہو تو دوسرے فریق کو غیر جانبدار رہنا ہوگا لیکن اگر ایک فریق پر دوسری دو قومیں مشترکہ حملہ کریں تو فریق ثانی کا فرض ہوگا کہ اپنے دوست کی زبانی نہیں بلکہ عملی اور موثر امداد کرے۔

تاج پوشی کے دوسرے سال سے شاہ ایڈورڈ نے ممالک غیر میں سیر و سیاحت کرنے اور اجانب سے ربط بڑھانے اور دوسرے سلاطین و اہل حکومت

ایڈورڈ صلح جو

کو اپنے ہاں مدعو کرنے کا خوشگوار سلسلہ قائم کر دیا جس کے باعث اُس کی یاد برسوں لوگوں کے قلوب میں باقی رہے گی

جب شاہ مذکور نے اورنگ حکومت پر قدم رکھا تو یورپ کی اکثر سربرآوردہ اقوام کی آپس میں رقابت تھی، برطانیہ کی بھی کسی سے موافقت نہ تھی جنگ کریمیا سے برطانیہ اور روس میں کشیدگی ہوگئی تھی جس کے چند وجوہ تھے روس کی ترکی سے بنتی نہ تھی اور وہ اپنا اثر افغانستان اور ایران پر ڈالنا چاہتا تھا اس کے سوا سے وہ اپنے کو ہند کے قریب پہنچانے کی دھن میں لگا تھا۔ چونکہ مصر پر برطانیہ نے ایک عرصے سے قبضہ کر لیا تھا اور اُس کے اٹھنے کے کچھ آثار نہیں پائے جاتے تھے اس لیئے فرانس کے تعلقات بھی برطانیہ سے بگڑ گئے تھے چنانچہ سنہ ۱۸۹۸ء میں کپتان مارشان نے نیل شمالی کی جانب فوج کشی کی لیکن جنرل کچنر کی مزاحمت سے اُس کو بمقام فشودا رکنا پڑا اور دونوں ملکوں کے تعلقات اس قدر کشیدہ

حادثۂ فشودا سنہ ۱۸۹۸ء

ہو گئے کہ جنگ کے چھڑنے میں کچھ باقی نہ تھا اسی طرح بوئروں کی جنگ میں جرمنی کی روش برطانیہ کے ساتھ منافقانہ رہی

اور اس وجہ سے اہل برطانیہ جرمنوں سے کبیدہ خاطر ہو گئے تھے ؛

شاہ ایڈورڈ پر دستور کی پابندی لازم تھی اور اسی لیئے گو اُس نے برطانیہ اور دول غیر کے تعلقات میں دست اندازی کی مگر اُس کو ظاہر نہیں ہونے دیا، اس طرح شاہ موصوف نے بہت جلد دوسرے ممالک اور اپنے ملک کے درمیان دوستانہ تعلقات پیدا کر دیئے۔ اپنے مختصر زمانۂ حکومت میں اُس نے تقریباً یورپ کے ہر ایک ملک کا سفر کیا اور والیانِ ممالک سے ملاقات کی۔ اکثر سلاطین اور میر مجلسوں کو اپنے یہاں لندن اور ونزر میں مدعو کیا ؛

سنہ ۱۹۰۳ء میں بادشاہ سلامت ایطالیہ سے واپس ہوتے ہوئے پیرس پہنچے جہاں کے لوگوں سے اُنھیں پہلے ہی روابط تھے اس موقع پر فرانسیسیوں اور اُن کے میر مجلس ایم۔ لوبے نے نہایت خلوص و محبت سے بادشاہ کے استقبال اور مہمانی کا حق ادا کیا۔ خود میر مجلس بازدید کی غرض سے جولائی میں انگلستان آیا اس کے چند ہفتوں کے بعد فرانسیسی پارلیمنٹ کے ارکان اعیان و عوام (سنیٹرز اور ڈپیوٹیز) لندن وارد ہوئے اور مسٹر بیلفر نے دارالعوام کے صدر کی حیثیت سے اپنی تقریر میں ظاہر کیا کہ برطانیۂ عظمیٰ اور فرانس کے نہایت مخلصانہ و محبانہ تعلقات ہیں۔ بہر حال برطانیہ اور فرانس کے درمیان سنہ ۱۹۰۳ء اور سنہ ۱۹۰۴ء میں دو علحدہ علحدہ معاہدات صلح ہوئے ہیں اور یہ اتحاد قلبی (انتانت کار دیال) دونوں ملکوں کے حق میں بہت مفید و موثر ثابت ہوا ہے ؛

اتحاد قلبی

زار روس سے بھی بادشاہ کو خاص محبت تھی اور سال بسال زار سے ملاقات کرتا تھا۔ جب روس، فرانس اور برطانیہ نے آپس میں اتحاد ثلاثہ کی بنا قائم کی تو جرمنی کو رشک ہوا لیکن اس موقع پر بھی شاہ ایڈورڈ کی صلح جو طبیعت اور اعلیٰ تدبیر نے جرمنی کے عناد کو بڑھنے نہیں دیا۔ اس کے سوائے شاہ موصوف نے قیصر کو کئی مرتبہ انگلستان مدعو کیا اور خود پے در پے اس سے مختلف مقامات پر ملتا رہا چنانچہ سنہ ۱۹۰۱ء میں بمقام کیل سنہ ۱۹۰۶ء اور سنہ ۱۹۰۸ء میں بمقام کرانبرگ ملاقات کی اور پھر سنہ ۱۹۰۷ء میں ولہلم شوبی (Wilhelm shobe)

اتحاد ثلاثہ

کے مقام پر اس سے ملا اور جب جرمن قوم کے دلوں پر ان دونوں بادشاہوں کی دوستی کا سکہ بیٹھا تو اسوقت شاہ ایڈورڈ ملکہ الگزنڈرا کے ہمراہ سنہ ۱۹۰۹ء میں برلن میں قیصر کا مہمان ہوا۔ جرمن لوگوں نے

سفر برلن سنہ ۱۹۰۹ء

شاہی مہمانوں کا بڑی سرگرمی سے استقبال کیا اور نہ صرف دربار کی جانب سے اُن کی ضیافت ہوئی بلکہ شہروں کی مقامی مجلسوں نے بھی باری باری سے اُنہیں دعوت دی۔ بادشاہ کی اس ملاقات نے دونوں قوموں کے خیالات فاسدہ کے جوش کو کم کیا اور جانبین کی بدگمانی بہت کچھ رفع ہوئی اور تمام یورپ میں بادشاہ کا لقب ایڈورڈ "دوصلح جو" ہو گیا تھا۔

سنہ ۱۹۰۲ء برطانیہ اور نوآبادیوں کے لیئے بہت مصروفیت کا سال تھا اور اُس میں اکثر مفید و ضروری امور طے پائے۔ اُس سال مسٹر چیمبرلین نے بحیثیت

نوآبادیوں کا اتفاق از سنہ ۱۹۰۲ء تا سنہ ۱۹۰۷ء

وزیر نوآبادیہا لندن میں ایک کانفرنس منعقد کر کے نوآبادیوں کے وزراء کو طلب کیا اور اُن سے امورِ سلطنت کے متعلق مشورہ کیا۔ اس زمانے سے قاعدہ ہوگیا ہے کہ ہر چوتھے سال وزراء مذکور کی کانفرنس لندن میں ہوتی ہے اور اس ذریعے سے ملک آبائی اور نوآبادیوں کے درمیان اتحاد قایم رہتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ اہم ذیل کے دو واقعات ہیں۔ سنہ ۱۹۰۳ء میں نوآبادیوں کے وضع قوانین کے متعلق ایک بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد ہوا اور ایک دوسری شہنشاہی کانفرنس نے قابل ترجیح محصول مال (Preferential Tarfis) کے مسئلے پر غور کیا جس کی کارروائی یکم مئی سنہ ۱۹۰۷ء سے شروع ہوئی۔ اِس کے پہلے نوآبادیوں کی نازپروردہ اطفال کی طرح برطانیہ کے زیر عاطفت بسر ہوتی تھی لیکن اس زمانے سے وہ خود مختار ریاستیں اور حکومت برطانیہ کی یاران وفادار ہوگئی ہیں۔ آسٹریلیا کی جمہوری حکومت (کامن ویلتھ) پانچ اندرونی اور ایک بیرونی ریاستوں سے ملکر بنی ہے کوئینزلینڈ، وکٹوریا، نیو سوتھ ویلز ویسٹرن آسٹریلیا اور سوتھ آسٹریلیا میں تو پہلے سے اتحاد تھا لیکن بمقام سڈنی سنہ ۱۹۰۱ء میں تسمانیا کی ریاست بھی شامل ہوگئی (دیکھو صفحہ ۵۲۳) لیکن نیوزیلینڈ اس

قلمروئے نیوزیلینڈ کا قیام غرۂ مئی سنہ ۱۹۰۲ء

اتحاد میں شریک نہیں تھا، حکومت برطانیہ نے مناسب سمجھا کہ مُلکِ مذکور کو ایک جداگانہ مملکت قرار دیکر کینیڈا کے

مانند اُس کی شان و عظمت بڑھائی جائے اس بنا پر یکم مئی ۱۹۰۷ء کو قلمرو نیوزیلینڈ کا قیام ہوا۔ ۱۱۔ جولائی ۱۹۰۲ء کو لارڈ سالسبری نے حفظ صحت کے خیال سے استعفا پیش کیا اور ۲۲۔ اگست ۱۹۰۳ء کو وفات پائی چونکہ لارڈ موصوف کے بھانجے مسٹر بیلفر کا صدر دار العوام کی حیثیت سے ایک عرصے سے قوم پر اثر تھا، اسلئے اپنے ماموں کے مستعفی ہونے پر وہی وزیر اعظم مقرر ہوا۔ اُسی سال نومبر میں وزیر نوآبادی چیمبرلین نے جنوبی افریقہ کا دورہ کیا اور وہاں کے حالات دریافت ہونے سے اُنھیں اس امر کا یقین ہو گیا کہ نوآبادیوں کی تجارت کو ترجیح دینا مُلکِ آبائی کا فرض ہے اور جس مال کی ممالک غیر سے برطانیہ میں درآمد ہوتی ہے اُس پر نوآبادیوں کے مال کی حمایت کے لئے محصول کا عاید ہونا لازم ہے۔

بیلفر کا وزیر اعظم مقرر ہونا ۱۹۰۲ء

جب کابڈن اور برائٹ کی کوششوں نے ۱۸۴۶ء میں قوانین غلہ کو منسوخ کرایا تو انگریزوں کو امید تھی کہ برطانیہ کی تقلید میں دوسرے ممالک اپنے یہاں بھی "آزاد تجارت" قائم کرینگے اور مال تجارت سے جو کچھ محصول لیا جائیگا اُس کی غرض صرف مالیہ ملک ہوگی۔ لیکن توقع مذکور کے برعکس دولِ غیر نے "طریقہ حمایت" کو اختیار کیا حتی کہ برطانوی نوآبادیوں نے بھی اپنے یہاں "حمایت" پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ دنیا کے اکثر ملکوں میں صرف برطانیہ ایسا ملک ہے جہاں مالِ غیر کی درآمد پر محصول نہیں لگایا جاتا اور ممالک غیر برطانوی اشیائے تجارت پر جو اُن ملکوں کو روانہ ہوتی ہیں محصول عائد کرتے ہیں۔ چیمبرلین نے ۵ مئی ۱۹۰۳ء کو بمقام برمنگھم اپنی تقریر میں بیان کیا کہ اگر برطانیہ اپنی نوآبادیوں کے مال درآمد پر بہ نسبت مال غیر کی درآمد کے کم محصول لگائے تو ریاست ہائے متحدہ میں نوآبادیوں کی تجارت کو ترجیح ہوگی نیز اس ذریعے سے سلطنت برطانیہ کا شیرازہ زیادہ مستحکم رہیگا اور جو محصول کہ غیر ملکوں میں برطانوی مال پر عائد ہوتا ہے اِس کی تلافی ہو جائیگی اس اصلاح کی خوبیاں لوگوں کو سمجھانے اور ملک میں دورہ کرنے کی غرض سے اس نے ۱۰۔ ستمبر ۱۹۰۳ء کو وزارت کی خدمت سے استعفا دے دیا کیونکہ وزیر رہ کر رائج الوقت قوانین کے خلاف ایسی

مسئلۂ اصلاح محصولات

کوشش کرنا حکومت کی پریشانی کا باعث ہوتا تو

بیلفر کو خیال ہوا کہ چونکہ ملک ایک اچانک تغیر کی تائید کرنے پر آمادہ نہیں ہے اس لیئے زیادہ آزادی و تفصیل سے بحث کرکے آزاد تجارت کی موقوفی پر اس کو آمادہ کرنا چاہیئے۔ اس بنا پر انھوں نے ۱۰ستمبر کو "جزیرہ کی آزاد تجارت"

جزیرہ کی آزاد تجارت" ۱۹۰۳ء

کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا اور اس میں دلائل و براہین سے اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ جن ممالک غیر نے برطانوی مال پر محصول لگاکر برطانوی تجارت کو اپنے یہاں آنے سے روکا ہے اس کا استیصال ضروری ہے۔ نیز اس امر پر بھی زور دیا کہ جن ملکوں میں مصنوعات کی حمایت و سرپرستی ہوتی ہے اگر خود وہاں مال کی کسادبازاری ہو تو وہاں کے آجر و اجیر (مزدور) ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے نہیں رہتے اور نہ اُن کا مالی نقصان ہوتا ہے اس لیئے کہ اُن کے مال یا مصنوعات میں جو زیادتی ہوتی ہے اُس کو وہ نہایت آسانی سے آزاد تجارت والے ملک میں ہر وقت فروخت کرسکتے ہیں لیکن موخر الذکر ملک کے صناعوں اور کاریگروں کو اپنی مصنوعات دوسرے ملکوں میں روانہ کرنے کا اس طرح موقع نہیں ملتا کیونکہ وہاں تجارت کی آزادی نہیں ہے صاحب موصوف کی تیسری بحث یہ تھی کہ ایک ملک جو مال درآمد پر محصول نہیں لگاتا دوسرے ملک سے جس کے پاس مال مذکور پر محصول عائد ہوتا ہو آزادانہ تجارت نہیں کرسکتا۔ صرف ایک شکل سے تجارت آزاد رہ سکتی ہے وہ یہ کہ جس طرح دوسری قومیں انگریزی مال پر محصول لگاتی ہیں اسی طرح انگریز بھی پردیسی مال پر محصول لگاکے اسپنے تجار اور صنعت گروں کا بدلہ لیں۔ جب تک اہل برطانیہ اس مشورے پر عمل نہیں کرینگے ممالک غیر میں برطانوی مال پر محصول لگانے میں کمی نہ ہوگی تو

یہ مسئلہ نہایت پیچیدہ ہے۔ اکثر سربرآوردہ ماہران مالیات نے

اتحاد پسند فرقہ میں پھوٹ ۱۹۰۳ء

چیمبرلین اور بیلفر کی رائے سے اختلاف کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جمعیت پسندوں کے لشکر میں پھوٹ پڑگئی اور کیبنٹ ٹوٹ گئی مجلس مذکور کا ممبر مجلس ڈیوک آف ڈیون شائر،

لارڈ جارج ہیملٹن وزیر ہند، مسٹر رِشی وزیر مالیات اور اکثر نے استعفا دیدیا اور بعضوں نے جن میں مسٹر ونسٹن چرچل بھی شریک تھے فریق مقابل کا ساتھ دیا۔ ۱۹۰۳ء کے اختتام پر لارڈ کرزن نے جو اُن دنوں ہند کا وائسرائے تھا ایک بہت ہی ضروری سیاسی وفد ملک تبت کو روانہ کیا وجہ یہ تھی کہ اُس وقت

تبت کی مہم ۱۹۰۴-۱۹۰۳ء

تبت میں چینیوں کا اثر بڑھ رہا تھا اور دلائی لامہ اسکو روس کی مدد و حمایت سے زائل کرنا چاہتا تھا اور جو کچھ حمایت کہ اسکو روس کی حکومت سے ملی تھی اُس کے زعم میں اُس نے ایک تجارتی معاہدے کی تعمیل کرنے سے جو ۱۸۹۰ء میں ہند اور تبت کے درمیان قرار پایا تھا انکار کر دیا۔ اور جب اُس کے متعلق وائسرائے کے مراسلات اُس کو پہنچے تو اُس نے ان کے پڑھنے تک کی تکلیف گوارا نہیں کی بلکہ چاک کرنیکے بغیر انکو واپس کر دیا۔ برطانیہ کی سطوت و شان کی بقا کی غرض سے لارڈ کرزن نے حکومت مرکزی سے اجازت لیکر کرنل ینگ ہسبنڈ کی سرکردگی میں ایک فوجی مہم تبت کو روانہ کی کہ وہ حکومت مذکور کو عذر خواہی پر مجبور کر سکے۔ دس مہینے تک اس طرح لشکر کشی ہوتی رہی اور انگریزی فوجوں کا لاما کے لوگوں نے خوب مقابلہ کیا لیکن جب تدبیر سے حملہ کیا گیا اور گھمسان کی لڑائی ہوی تو ایک انگریزی لشکر کو پائے تخت لاسا کے اندر داخل ہونے میں کامیابی ہوی۔ تاریخ میں یہ پہلی مثال ہے کہ کوئی غیر قوم اور غیر مذہب والے لوگ شہر مذکور میں داخل ہوئے ہوں۔ دلائی لاما تو منگولیا کی طرف فرار ہو گیا لیکن حکومت ہند کے ساتھ ٹیشو لاما سے جو گورنر تھا جس کو فوجی عہدے سے کچھ تعلق نہ تھا، ستمبر ۱۹۰۴ء کو صلح کی اور پھر چین کی صدارت تبت میں قائم ہو گئی۔

۱۹۰۲ء اور ۱۹۰۴ء میں دو قابل قدر مسودات قانون کی منظوری صادر ہوئی۔ ان میں سے پہلے مسودے کے بانی بیلفر صاحب ہیں دوسرے مذہبی فرقوں

قانون تعلیم ۱۹۰۲ء

کے ابتدائی مدارس میں جو اس قسم کی اچھی اور بکارآمد تعلیم جیسی کہ مجلس مدارس کے ماتحت مدرسوں میں ہوتی تھی نہیں دیجاتی تھی اور اُن کو ان کے حصے کے موافق سرکاری

امداد بھی نہیں پہنچتی تھی اس لیئے اِن مدرسوں کو امداد پہنچانے کی غرض سے صاحب موصوف نے مسودۂ مذکور کو پیش کیا اور وہ بعد منظوری "قانون تعلیم بابت ۱۹۰۲ء" کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس قانون کے زیر اثر مدارس متذکرہ سرکاری امداد پانے کے مجاز ہوئے اور ابتدائی تعلیم کا انتظام مجلس مدارس سے منتقل ہو کر مجلس تعلیمات کے سپرد ہوا اور اُس کی میر مجلسی پر ایک وزیر کا تقرر ہوتا ہے۔

اس قانون سے بھی زیادہ اہم ایک دوسرا مسودہ جس کو ونڈھم صاحب نے پیش کیا تھا آیرلینڈ کے کسانوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے ۱۹۰۴ء میں منظور ہوا

قانون اراضی آئرستان ۱۹۰۴ء

اور اس کا "قانون اراضی آئرستان بابتہ ۱۹۰۴ء" کے نام سے اجرا ہوا۔ اُس کی رو سے اگر کسان کو اپنی مقبوضہ زمین خریدنی منظور ہو تو اُسے سرکار سے امداد لیکر مالک اراضی کو سالانہ کچھ رقم ادا کرنی پڑتی ہے اور یہ روپیہ اُس زرمالگزاری کے برابر ہوتا ہے جس کو وہ سابق میں سال بسال ادا کرتا تھا اس طرح ۶۸½ سال میں زمین کسان کی مِلک ہو جاتی ہے کسانوں کے حق میں قانون مذکور سے بہت مفید نتائج برآمد ہوئے اور اب آیرلینڈ کے چھوٹے چھوٹے زمینداروں (فری ہولڈرز) کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس قانون کے اجرا کے ایک سال پہلے اور اِس کے نفاذ کے ایک سال بعد بادشاہ اور ملکہ نے آئرلینڈ کا سفر کیا۔

جولائی ۱۹۰۴ء میں آرنلڈ فارسٹر صاحب نے اصلاح فوج کی تحریک پیش

اصلاحات افواج بری و بحری ۱۹۰۴ء

کی بوئروں کی جنگ نے قوم کی آنکھوں پر سے جو غفلت کا پردہ اٹھا دیا تھا اس لیئے فوج میں تنظیم جدید کی سخت ضرورت تھی۔ اس نئی تجویز کی رو سے عارضی و غیر سرکاری سپاہی کی تنخواہ میں اضافہ ہوا سپہ سالار اعظم کا عہدہ منسوخ ہو کر اس کی جگہ ایک مجلس فوجی کا قیام ہوا جس کا میر مجلس وزیر جنگ ہوتا ہے۔ فوجی رضاکاروں کے بجائے مقامی مستقل سپاہ رکھنے کا مشورہ دیا گیا تھا لیکن منظور نہیں ہوا۔ بحریہ میں بھی سر جان فشر کے ذریعے سے بہت بڑی تبدیلیاں عمل میں آئیں۔ اکثر کہنہ جہاز تلف کر دیئے گئے اور ہر سال چار جدید "ڈریڈ ناٹ" کی طرز کے جنگی جہاز تعمیر

کرنے کی منظوری دیگئی۔ اور مائن کے متعلق نقشہ و موازنہ پیش کرنے کا حکم صادر ہوا۔
صلحنامہ انگلستان و جاپان کو ملے پاکر دو سال گزرے تھے کہ ۸۔ فروری ۱۹۰۴ء

جنگ روس و جاپان ۱۹۰۴ء

کو یورپ کے امن میں روس و جاپان کی لڑائی کے سبب سے پھر خلل واقع ہوا۔ اس جنگ نے ڈھائی سال طول کھینچا اور لاکھوں جانوں کا اتلاف ہوا۔ خیر گزری کہ جنگ مذکور کے پہلے ہی جاپان اور برطانیہ میں عہدنامہ صلح طے پا چکا تھا۔ (دیکھو صفحہ ۵۳۷) اور اسیطرح کا دوسرا عہدنامہ روس و فرانس نے آپس میں کیا تھا ورنہ ان دونوں حکومتوں کو بھی لڑائی میں شریک ہونا پڑتا۔ یورپ کی لڑائیوں میں یہ پہلا موقع تھا کہ جنگ انہی دو طاقتوں میں محدود رہی کسی تیسری قوم کے شریک ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ دوران جنگ میں بعض ایسے اسباب بھی ہوئے جس کے سبب سے یورپ کی کوئی دوسری قوم جبراً کسی ایک فریق کا ساتھ دیتی۔ اس پر بھی اس جنگ میں اقوام یورپ نے غیر جانب داری کی خوب پابندی کی چنانچہ بحر شمالی میں روسی جہازوں کے بیڑے نے انگریز ماہی گیروں کی کشتیوں پر جاپان کی تارپیڈو کشتیاں خیال کرکے گولے چلائے اور غرق کردیا۔ اگرچہ ابتدا میں روسیوں کی اس حرکت سے انگریز سخت برہم ہوئے لیکن چند روز میں ملال رفع ہوگیا اور حادثۂ مذکور کا کوئی بُرا نتیجہ نہیں ہونے پایا۔ ہیگ کی مجلس ثالثی میں معاملہ رجوع کیا گیا اور مجلس مذکور کے تصفیہ کے مطابق روس نے برطانیہ کو ۶۵۰۰۰ پونڈ تاوان ادا کیا۔ روس کے حق میں اس جنگ کا نتیجہ نہایت بُرا ثابت ہوا اور جاپان کی فتح عظیم نے کل دنیا کو حیرت میں ڈالدیا۔ ۱۹۰۶ء میں جبکہ امیرالبحر روژ ونسکی کی ماتحتی میں روسی جنگی جہازوں کے بیڑے کو جاپانی بیڑے نے جس کا امیرالبحر ٹوگو تھا تباہ و غارت کردیا تو جنگ کا خاتمہ ہوا۔ ماہ ستمبر میں بمقام امریکہ فریقین میں عہدنامہ صلح مرتب ہوا۔

لارڈ کرزن نے جو نہایت مستعدی اور اعلیٰ درجے کی مدبری سے ۱۸۹۹ء سے ہند کی گورنر جنرلی انجام دے رہا تھا ۱۹۰۴ء میں انتظام ملک میں ایک اہم تغیر کیا

تقسیم بنگالہ ۱۹۰۴ء

جس کے سبب سے ہند میں سخت بےچینی پھیل گئی۔ اس میں شک نہیں کہ صوبۂ بنگالہ تو کثرت آبادی اور وسعت رقبہ

کے باعث دو حصوں میں تقسیم کرنے کی سخت ضرورت تھی اور جب تک ایسا نہ کیا جاتا انتظام میں سہولت پیدا نہ ہوتی، اس بنا پر لارڈ کرزن نے مشرقی بنگالہ کو صوبۂ آسام میں شامل کر دیا۔ مگر اس تجویز سے ہندووں کے دل کو سخت صدمہ پہنچا۔ لارڈ کرزن کے بعد جب لارڈ منٹو کے ہاتھ میں زمام حکومت آئی تو اس کو اپنے عہد کے پانچ سال میں بڑی بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اُس زمانے میں ہندوستان میں باغیانہ جلسوں کی کثرت تھی، اکثر یورپین لوگوں کا خون بہایا گیا لیکن ۱۹۰۹ء میں جب لارڈ مارلے وزارت ہند سے سرفراز ہوا تو اُس نے وزیر ہند کی کونسل میں دو ہندی دیسی رُکن اور وائسرائے کی کونسل میں ایک ہندی ممبر کے شریک ہونے کو لازم کر دیا اس عمل سے ہندیوں کی آتشِ منافرت بہت کچھ دھیمی پڑ گئی ؂

چونکہ ۱۹۰۵ء کے موسم خزاں میں مسئلہ محصولات پر فرقۂ جمعیت پسند کے دو حصے ہوجانے سے وہ کمزور ہوگیا تھا اس لیے بیلفر صاحب نومبر ۱۹۰۵ء میں

کیمبل بیزمین صاحب — دسمبر ۱۹۰۵ء

وزیر اعظم کی خدمت سے مستعفی ہوگئے، اُن کی جگہ سرہنری کیمبل بیزمین کے وزیر اعظم ہوجانے پر ایک جدید کیبنٹ ترتیب دی گئی اور مسٹر ایسکوئیتھ وزیر مال کی حیثیت سے اُس کے رُکن مقرر ہوئے

۸۔ جنوری کو بادشاہ کے یہاں سے پارلیمنٹ برخاست کیے جانے کا حکم پہنچا اور ۱۱ جنوری ۱۹۰۶ء کو نئے انتخابات شروع ہوئے ؂

اس انتخاب عام کے پہلے، ملک کا خیال تھا کہ اگرچہ جدت پسندوں

انتخاب عام — جنوری ۱۹۰۶ء

کی کثرت ہوگی لیکن جمعیت پسندوں کو نہ کامل شکست ہوگی اور نہ اُن کا فرقہ بالکل ٹوٹ جائیگا۔ مگر انتخاب مذکورہ کے خلاف توقع نتائج نے لوگوں کو سراسیمہ کر دیا۔ گو چیمبرلین صاحب کی نیابت برمنگھم باقی رہی لیکن بیلفر صاحب نے اپنی مانچسٹر کی نیابت کھو دی صرف ۱۵۸، جمعیت پسند نائبین کا بہ مقابلہ ۳۸۷ جدت پسند، ۸۴ قوم پرست اور ۵۱ مزدوروں کے نائبوں کا انتخاب ہوا اس طرح ان تین فرقوں کے نائبین کو ملا کر دارالعوام میں ان فرقوں کے ارکان کی جمعیت پسندوں کے ارکان پر ۳۵۴ اشخاص

کی بیشی ہوئی۔ انتخاب مذکور میں ایک نئی بات یہ بھی پیدا ہوئی کہ پہلے پہل ایک اچھی تعداد میں مزدوروں کے نائب مجلس مذکور میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد سے جب نیا انتخاب ہوتا ہے اُس میں مزدوروں کے نائبوں کی تعداد بتدریج بڑھتی جاتی ہے۔ اُن لوگوں نے اپنے کو پارلیمنٹ میں نہایت مفید اور پابند قانون ثابت کیا ہے۔ اُن کے سوائے دارالعوام میں ایک دوسری قسم کے مزدوران کے نائب بھی داخل ہوتے ہیں جو اشتراکی ہیں اور اپنا لقب "فرقۂ مزدوروں آزاد" رکھا ہے اس میں کلام نہیں کہ اس دوسرے فرقے نے بعض بعض وقت مجلس مذکور کو بہت تنگ کیا اور تکلیف پہنچائی ہے ؀

مختلف اسباب کی بنا پر سابقہ حکومت یک لخت بدل دیگئی۔ شمالی انگلستان کے رائے دینے والوں کو حمایت تجارت کی تدبیروں کے خلاف خوف دلایا گیا

اتحاد پسندوں کی شکست کے اسباب۔ سنہ ۱۹۰۶ء

تھا اور ان لوگوں کا خائف ہونا بیجا نہ تھا۔ مزدور پیشہ لوگوں کو شرح اُجرت بڑھانے اور اپنی حالت کے درست کرنے کی دُھن بھی اِس کے سوائے ان لوگوں نے دیکھ لیا تھا کہ بے روزگار مزدوروں اور کاریگروں کے جلسوں کا پہلی حکومت میں کوئی مفید مطلب نتیجہ نہ نکلا۔ بوئروں کی جنگ کے سبب سے بھی لوگ حکومت سابقہ سے بدظن ہو گئے تھے۔ افریقہ کی کانوں میں چینی مزدوروں سے کام لیا جاتا تھا اور اُن سے کم اُجرت دینے کا معاہدہ کرکے کام لینے والے اُنکو مدت معینہ کے لیئے افریقہ لیجاتے تھے۔ انگریزی اور دوسرے یورپین مزدوروں کو جو زیادہ اُجرت مانگتے تھے افریقہ میں کام نہیں ملتا تھا؛ غرض اِن چینی مزدوروں کی وجہ سے بھی برطانیہ کے لوگ جمعیت پسندوں کی حکومت سے ناراض تھے۔ جدت پسند اور مزدوروں کے فرقے کے ارکان سالہا سال سے کوشش کر رہے تھے کہ پارلیمنٹ میں اُن کے فرقوں کے ارکان کی کثرت ہو اس لیئے ان لوگوں نے "چینی غلاموں" کے مسئلے کو خوب رنگ دیکر مختلف حلقہ جات انتخاب میں بیان اور رائے دینے والوں کو اپنا ہمدرد بنا لیا۔ اُن کے سوائے خود قوم پرستوں کا فرقہ اس امید سے کہ اگر جدت پسند ارکان برسر حکومت ہوں تو آئرلینڈ کو ہوم رول ملجائیگا جدت پسندوں کی کثرت کے لیئے انگلستان اور آئرلینڈ کے حلقوں

میں اپنا پورا زور لگا رہا تھا۔

جب بادشاہ نے ۱۹؍فروری کو جدید پارلیمنٹ کا افتتاح کیا تو لوگوں نے سر ہنری کیمبل بینرمین اور ایسکویتھ صاحب کو بدستور وزیراعظم اور وزیر مال کے عہدوں پر پایا لیکن بیلفر صاحب کی جگہ خالی نظر آئی۔ اس وقت ایک شخص مسٹر آبن گینز صاحب موصوف کو پارلیمنٹ میں جگہ دینے کے لیئے خود مستعفی ہوا۔ تب لندن کے رائے دینے والوں نے کثرت آرا کے ساتھ صاحب موصوف کا لندن کی نیابت کے لیئے ۲۴۔فروری کو انتخاب کیا اور ۱۲۔مارچ کو مسٹر بیلفر نے فرقۂ مقابل کے صدر کی حیثیت سے دارالعوام میں اپنی نشست پر اجلاس کیا۔

افتتاح پارلیمنٹ
۱۹؍فروری سنہ ۱۹۰۶ء

سنہ ۱۹۰۶ء کا زیادہ تر زمانہ وطن اور افریقہ کے امور کی اصلاح کرنے میں بسر ہوا۔ سب سے پہلا کام حکومت جدید کا جنوبی افریقہ کے ہائی کمشنر لارڈ سیل بورن کے نام مراسلہ جاری کرنا تھا کہ ٹرانسوال میں چینی مزدوروں کی آمد روکی جائے۔ اس مراسلے کی تعمیل میں تو تاخیر نہیں ہوئی لیکن جو چینی لوگ وہاں پہلے سے موجود تھے ان کو بتدریج واپس کیا گیا۔ اس کے بعد حکومت نے ایک اور جرأت کا کام کیا، ماہ نومبر میں ٹرانسوال اور نوآبادی دریائے آرینج کو خود اختیاری حکومت دے دی اور اس کا نتیجہ بہت ہی اچھا ثابت ہوا۔ جرنیل بوتھا نے افریقہ کے انتظام میں اعلیٰ درجہ کی کامیابی حاصل کی اور اپنے کو برطانیہ کا حقیقی خیرخواہ و دوست باوفا ثابت کر دکھایا۔ اس کے بعد تین سال تک راس امید اور نٹیال کی نوآبادیوں کو بتدریج خود اختیاری حکومت کی جانب توجہ دلائی اور آمادہ کرنا پڑا بالآخر یہ دونوں ملک بھی پہلے دو ملکوں کے اتحاد میں شریک ہونے پر راضی ہو گئے اور ۳۱۔مئی سنہ ۱۹۱۰ء کو حکومت متحدۂ افریقہ جنوبی کا مرکزی حکومت کی جانب سے اعلان ہوا اور بوتھا وہاں کا پہلا وزیراعظم مقرر ہوا۔ اسی سال ۱۱۔اکتوبر کو افریقہ کے سفر کے لیئے ڈیوک اور ڈچز آف کناٹ روانہ ہوئے اور ڈیوک نے اتحاد مذکور کی پہلی پارلیمنٹ کی رسم افتتاح ۴۔نومبر سنہ ۱۹۱۰ء کو ادا کی۔

جنوبی افریقہ کا اتحاد از سنہ ۱۹۰۶ء تا سنہ ۱۹۱۰ء

جدید شہنشاہی پارلیمنٹ سے متعدد مفید قوانین کا تھوڑی مدت میں یکے بعد دیگرے

اجرائی قوانین سنہ ۱۹۰۶ء

اجرا ہوا۔ منجملہ اُن کے قوانین ذیل سے واقف ہونا ضرور ہے :-
"قانون اجانب" اُس کے ذریعے سے ایسے غیر ملکیوں کا آنا جن کا ملک میں رہنا نامناسب معلوم ہو روک دیا جا سکتا ہے "قانونِ مرافعۂ مقدمات فوجداری" اگر کسی ملزم کو عدالت ماتحت کے فیصلے سے ناراضی ہو تو وہ اس قانون کی رو سے عدالت بالا میں مرافعہ کر سکتا ہے "قانون امین سرکاری" اس کے زیر اثر ہر ایک شخص بذریعۂ وصیت "سرکاری امین" کو اپنے مرنے کے بعد اپنی جائداد کا مہتمم بنا سکتا ہے۔ "قانون اراضی وقطعات برائے انگلستان" اس قانون سے کسانوں کے لیئے اپنی اپنی مقبوضہ اراضی کے مالک ہو جانے میں بہت آسانیاں پیدا کر دیں۔ "توسیع قانون مزدوران بابت سنہ ۱۹۰۶ء" نے پہلی مرتبہ خانگی ملازم کو حادثہ کی بنا پر اپنے آقا سے تاوان پانے کا مجاز کیا ہے۔ ان کُل قوانین کا اجرا ایک ہی سال یعنے سنہ ۱۹۰۶ء میں ہوا لیکن افسوس ہے کہ اکثی کے سبب سے آخری قانون کا خلاف توقع برا نتیجہ نکلا اکثر ملازمین کی بے ایمانی کے سبب سے غلط دعوے پیش ہوتے ہیں جس کی وجہ سے عدالتوں کا کام بڑھ گیا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ "قانونِ نزاعات کاریگراں" کے وضع کرنے میں جس کا اجرا دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء میں ہوا انصاف سے کام نہیں لیا گیا اس لیئے کہ اس قانون نے انجمنہائے کاریگراں کو ملک کے عام قانون کے توڑنے کی اجازت دی ہے اور اس طرح ایک طبقۂ آبادی کو مواخذۂ قانونی سے بری کیا ہے۔ سب سے زیادہ حیرت اس بات سے ہوتی ہے کہ جن افعال کو عدالتوں نے ٹیف ویل (Taff vale) کے مقدمے میں خلاف قانون قرار دیا تھا اُن کو اس قانون نے جائز ٹھیرایا ہے اس قانون کا لُبِّ لُباب یہ ہے کہ عام باشندوں کے جو افعال وحرکات عدالتوں کے نزدیک ناجائز ثابت ہوں اگر کوئی انجمن کاریگران انکا ارتکاب کرے تو اُس کے خلاف کسی قسم کی بازپرس نہیں ہو سکتی ہو۔

مسودۂ قانون تعلیم کا ملتوی ہونا سنہ ۱۹۰۶ء

لیکن ایک دوسرا مسودہ جس کی مخالفت پر تمام ملک اُٹھ کھڑا ہوا وہ نیا مسودۂ قانون تعلیم تھا، اس کا مقصد دوسرے مذہبوں کے مدرسوں کیلیئے سرکاری امداد کا بند کرنا تھا۔ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ

اگر یہ مسودۂ قانون بنجاتا تو نہ صرف رومن کیتھولک بلکہ مذہب معینہ کے مدرسوں کے حق میں بھی ناانصافی ہوتی۔ تمام ملک میں اس مسودے کی تائید اور نیز مخالفت میں بڑے بڑے جلسے ہوئے۔ رومن کیتھولک اور چرچ والوں کے سرگروہوں نے اپنے اپنے جرگے کو تلقین کی کہ تعلیم دین کے معاملے میں آزادی حاصل کرنی چاہیئے ادھر لنکاشائر کے مزدوروں کا ایک جم غفیر انگلستان کے شمال سے البرٹ ہال میں آزادی تعلیم مذہبی کے متعلق جلسہ منعقد کرنے کے لیئے روانہ ہوا۔ اس پر بھی مسودہ مذکور دارالعوام میں منظور ہوگیا لیکن جب دارالامرا کی منظوری کے لیئے بھیجا گیا تو اس مجلس کے ارکان نے اس کثرت سے اُس میں ترمیمات کی ضرورت بتلائی کہ دارالعوام کے حریت پسند ممبروں نے جو اس کے بانی تھے امرا کے اس مشورے کو قبول کرنے سے انکار کردیا اس وجہ سے یہ مسودہ ہی ملتوی ہوگیا۔

لنڈن کونٹی کونسل (ضلع لنڈن کی مجلس انتظامی) کے انتخابات میں ۱۹۰۷ء

مصلحین بلدیہ کا عروج ۱۹۰۷ء

فرقۂ ترقی پسند کو جس کے اکثر ارکان اشتراکیوں کے سے خیالات رکھتے تھے بمقابلہ فرقۂ اعتدال پسند شکست ہوی۔ فرقۂ ثانی کا دوسرا نام مصلحین بلدیہ بھی تھا۔ ان لوگوں نے آپس میں وعدہ بھی کیا تھا کہ بلدیہ کی حکومت ملنے کے بعد انتظام شہر پر نہایت کفایت شعاری سے روپیہ صرف کرینگے بہر حال فرقۂ مذکور کو غلبہ حاصل رہا اور اس وقت سے اسی فرقے کے ہاتھ میں بلدیہ کی حکومت ہے۔

۱۹۰۷ء میں برطانیہ کی افواج بری میں نئی نئی تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ اکثر باقاعدہ فوجیں تخفیف کردی گئیں اور مسٹر ہالڈین نے جو اب لارڈ ہالڈین ہوگیا ہے فوج کے متعلق ایک

مقامی فوجیں ۱۹۰۷ء

مسودۂ قانون پیش کیا جو بعد منظوری قانون فوج کے نام سے جاری ہوا۔ یہ کوئی نیا مسودہ نہیں تھا بلکہ مسٹر آرنلڈ فاسٹر نے ۱۹۰۴ء میں یہ مسودۂ قانون کم وبیشی کے ساتھ دوبارہ پیش ہوا۔ اس کے ذریعے سے افواج ردیف ورضاکاراں کی موقوفی ہوکر مقامی فوجوں (Territorial Forces) کا قیام ہوا، ایک مستحفظ فوج بنائی گئی اور افسروں کی تعلیم کے لئے ایک رسالہ قائم ہوا۔ اس جدید انتظام کی کامیابی وناکامی کے متعلق ابھی رائے قائم کرنا ممکن نہیں لیکن

لارڈ رابرٹس کی رائے ہے کہ برطانیہ کی باقاعدہ اور مستحفظ فوجیں نہایت کمزور و بیکار ہیں اس بنا پر قوم کے سربرآوردہ لوگ حکومت کو اُس کی غلطی سے آگاہ کر رہے ہیں اور افواج مذکورہ کو مستعد و بکار آمد بنانے کی فکر میں ہیں۔ چونکہ اس زمانے کی لڑائیوں میں ایروپلین اور ہوائی جہاز کام میں لائے جارہے ہیں اور ان کا استعمال روز بروز سرعت سے بڑھ رہا ہے اس لئے ایک حکم کے زیر اثر ۲۸۔ فروری ۱۹۱۱ء کو ایک ہوائی پلٹن کا تقرر ہو کر بمقام فارن برو کارخانہ و مدرسہ طیارہ کی رسم افتتاح عمل میں آئی۔ ہوائی پلٹن کے افسروں نے فضا میں ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اور ہر ایک سمت ہوائی جہازوں اور ایروپلینوں کے ذریعے سے نہایت قابل ستائش پرواز کی ہو

فوجی ہوائی جہازات

دسمبر ۱۹۱۳ء

خوشی کا مقام ہے کہ برطانوی نوآبادیوں کو بھی تحفظ سلطنت کی فکر ہے اور آلات حفاظت کے مہیا کرنے میں وہ نہایت فراخدلی سے روپیہ صرف کرنا چاہتی ہیں۔ اس کے متعلق جولائی ۱۹۰۹ء میں لندن میں ایک کانفرنس منعقد ہو کر یہ امر طے پایا کہ سلطنت برطانیہ کے کل ملکوں کی افواج برّی کی مستعدی و قوت ایک ہی معیار کی ہونی چاہیئے تاکہ بوقت ضرورت مختلف مقامات کی برّی فوجوں کے ملانے سے فوراً ایک شہنشاہی فوج بن سکے دشمنوں کے بحری حملوں سے اپنے کو محفوظ رکھنے کے لیے آسٹریلیا نے اپنے لیئے ایک خاص جنگی جہازوں کا بیڑہ بنانے کا ارادہ کرلیا ہے۔ نیوزیلینڈ کا منشا ہے کہ جب ضرورت ہو اس وقت جنگی جہازوں کی ساخت کے لیئے رقم علحدہ کرنی اور صرف کرنی چاہیئے۔ کینیڈا نے اس کے متعلق ابھی کچھ طے نہیں کیا، معلوم نہیں کہ کیا تدبیر اختیار کی جائیگی ہو

نوآبادیوں کی افواج ۱۹۰۹ء

۵۔ اپریل ۱۹۰۸ء کو سر ہنری کیمبل بنرمن وزارت عظمی سے مستعفی ہوا اور ۲۲۔ اپریل کو اُس کا انتقال ہوگیا اور جو کیبنٹ کہ اس کے بعد مرتب ہوئی اسمیں مسٹر اسکویتھ وزیر اعظم اور مسٹر لائڈ جارج وزیر مال کی حیثیت سے شریک ہوئے مسٹر اسکویتھ نے پہلے ہی سے مصارف مملکت کا سالانہ موازنہ تیار کرلیا تھا جس میں انھوں نے وظائف پیرانہ سالی کی اسکیم بھی

اسکویتھ کا وزیر اعظم مقرر ہونا۔ ۱۹۰۸ء

شامل کردی۔ اگرچہ اس نئی تجویز کے متعلق بحثیں ہوئیں لیکن عوام اور اُمرا کی دونوں مجلسوں نے بہت جلد اس کو منظور کر لیا۔ اس قانون کے زیر اثر برطانیہ میں ہر ایک شخص مرد ہو کہ عورت جس کی عمر ستر سال سے متجاوز ہوا ور جس کی سالانہ آمدنی ۱۰ شلنگ ۳۱ پونڈ سے زیادہ نہ ہو سرکار سے فی ہفتہ (آمدنی ہفتہ وار کی کم و بیشی کے لحاظ سے) ایک سے پانچ شلنگ تک وظیفہ پانے کا مستحق قرار پایا ہے۔

وظائف پیرانہ سالی سنہ ۱۹۰۸ء

سنہ ۱۹۰۸ء کے خاتمے پر قانون "حمایت اطفال" اور کان کنی کے لئے آٹھ گھنٹے والے قانون کا اجرا ہوا لیکن اس دوسرے قانون سے کان کھودنے والوں کی بی بیوں کیلئے تکلیف خانہ داری کسی قدر بڑھ گئی ہے کان کنی تو چوبیس گھنٹے ہوتی رہتی ہے، قانون بننے کے پہلے دن کے دو حصوں میں تقسیم ہو کر مزدوروں کو بارہ بارہ گھنٹے کام کرنا پڑتا تھا لیکن قانون متذکرہ کے بعد سے رات دن کے چوبیس گھنٹوں کی تین حصوں میں تقسیم ہوئی ہے اور ہر ایک مزدور کو آٹھ ساعت کام کرنا پڑتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر کوئی باپ اور اس کے چند لڑکے ایک ہی کان میں مزدوری کرتے ہوں تو ان کو کھانے کے لئے اپنے گھر بادقات مختلف جانا ہوتا ہے جس کے سبب سے اس مزدور کی زوجہ کو کھانے پکانے میں محنت زیادہ کرنی پڑتی ہے۔

کان کنی کے لئے آٹھ گھنٹے والا قانون جنوری سنہ ۱۹۰۹ء

اسی سال ایک جدید قسم کے رضا کاروں کے متعلق تحریک ہوئی جو قوم کے بچوں اور نوجوانوں کی فوجی تربیت میں نہایت مفید و قابل قدر ثابت ہو رہی ہے۔ میفکنگ کے محاصرے کے زمانے میں جرنیل بیڈن پاول نے بائے اسکوٹس (اطفال رضا کار جن کو فنون جنگ کی سرسری مشق کرائی جاتی ہے) کی ایک فوج تیار کی تھی زمانہ جنگ میں ان لڑکوں سے محصورین کو بہت مدد ملی اور یہ طریقہ نہایت کارآمد ثابت ہوا۔ جب جرنیل مذکور سنہ ۱۹۰۸ء میں انگلستان واپس ہوا تو اس نے برطانوی لڑکوں کو بھی بائے اسکوٹس بننے کی ترغیب دی تاکہ انگریزوں کے لڑکے اپنے ملک کے حق میں مفید ثابت ہوں اور بوقت ضرورت کام آئیں۔ اگرچہ برطانیہ میں سنہ ۱۸۸۳ء سے مختلف مذہبی فرقوں کے پاس لڑکوں کی فوجیں (Lad's Brigade) جو تھیں اور ان کا کام بھی اچھا تھا لیکن ان کی جملہ

بائے اسکوٹس سنہ ۱۹۰۸ء

کارگزاری مذہب کی حد تک تھی اس لئے اس دوسری تجویز کی ضرورت پیدا ہوئی اور اس کا تعلق دنیوی امور سے ہے۔ جرنیل بیڈن پاول نے نوجوان انگریزوں کو سمجھایا کہ ایک نوجوان چند لڑکوں کو جمع کرکے اُن کا ایک حلقہ ڈٹیم ابنائے اس حلقے کے لڑکے وقتاً فوقتاً کھیل کے طور پر فوجی قواعد اور ورزش کی مشق اس طرح کرتے رہیں کہ اس ذریعے سے انھیں فوجی تربیت مل جائے اور وہ فرمانبرداری کرنا اور واقعات کا صحیح مشاہدہ کرنا سیکھ جائیں۔ حادثے کے موقع پر یہ اپنی اور غیروں کی سب سے پہلے آپ مدد کریں اور اس طرح قوم کی بھلائی کے لیئے اُس کے سے بیسوں کام مفت کرنے کے عادی ہوں۔ جرنیل موصوف نے ان لڑکوں کی تعلیم کے لئے چند مفید قواعد بنائے ہیں۔ بائے اسکوٹ کا بدن صاف وستھرا اور صحت اچھی رہنی چاہیئے احکام کی بجا آوری، راست گوئی اور اخلاقِ حسنہ کا انھیں خوگر ہونا لازم ہے۔ اپنے کو جری اور مستقل مزاج بنانا چاہیئے۔ تمباکو کشی اور میخواری سے بچنا اُن کا فرض ہے صبح سویرے اٹھنا اور تعیش سے گریز کرنا چاہیئے۔ خدا پر توکل اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی عادت کرنا اور کم سے کم دن میں ایک بار کسی کے ساتھ نیکی سے پیش آنا لازم ہے۔ ہر ایک ضلع میں ایک صدر معلم (اسکوٹ ماسٹر) اور اُس کے ماتحت چند اساتذہ ہوتے ہیں اور ہر استاد کے حوالے رضا کار لڑکوں کی ایک جماعت کی جاتی ہے جو اُن کے حرکات وسکنات پر نگرانی رکھتا اور صدر معلم ضلع لڑکوں کے چال وچلن کا ذمہ دار ہے اس طرح ایک پورے ضلع کے رضا کار لڑکوں کی فوجی تربیت اور نیک کرداری کا صدر معلم نگراں ہوتا ہے۔ بائے اسکوٹ کا طریقہ اس قدر مفید ومقبول ثابت ہوا کہ پانچ سال کی قلیل مدت میں (۱۹۱۳ء تک) ریاست ہائے متحدہ کے بائے اسکوٹوں کی تعداد ایک لاکھ پانچ ہزار تک پہنچ گئی ہے اور سلطنت کے دوسرے حصوں میں ایک لاکھ پچاس ہزار سے کم بائے اسکوٹ نہوں گے۔ برطانیہ کی تقلید میں اکثر غیر ملکوں نے بھی اپنے ہاں بائے اسکوٹ کے طریقے کو جاری کیا ہے ؂

مزدوروں کی بے چینی

جن اہل برطانیہ کی معاش کا ذریعہ اُجرت ہے اُن کے لڑکوں کی تعلیم وتربیت کا مسئلہ نہایت اہم ہوگیا ہے اس لئے کہ انہی نونہالوں پر انگریزی قوم کے مستقبل کا مدار کار ہے۔ جمہوریت کی ترقی، مزدوروں اور

ادنیٰ درجے کے لوگوں کو رائے کا حق ملنا، انجمنہائے وفاق کاریگراں کے ذریعے سے اُن لوگوں کا آپس میں متفق ہونا اور ہڑتالوں کی کثرت نے مزدور پیشہ لوگوں کے ہاتھ میں سیاسی اقتدار دیدیا ہے۔ ہم نے صفحہ (۵۲۵) پر بیان کیا ہے کہ سنہ ۱۸۹۲ء سے سنہ ۱۸۹۵ء تک برطانیہ کے معدنی کوئلہ، کپڑے اور انجنیئرنگ کی تجارتوں میں مزدوروں نے نہایت اندیشناک ہڑتالیں کی ہیں۔ ان ہڑتالوں کو صنعت و حرفت کی اس جنگ کا آغاز سمجھنا چاہئے جو ابھی تک جاری ہے۔ سنہ ۱۹۰۲ء میں سب سے پہلے فرانس کے مزدور پیشہ لوگوں نے اپنے ہاں سنڈی کیلزم (Syndicalism) یعنے ہمدردانہ ہڑتالوں کی بنا ڈالی جو بتدریج انگریزوں کے ملک میں بھی رائج ہوگئی۔ اس کے زیر اثر مزدوروں اور کاریگروں کی کل انجمنیں آپس میں متفق ہوگئی ہیں اور ایک انجمن دوسرے کی مدد کرتی ہے۔ جب کسی ایک انجمن کے مزدور کسی مخصوص تجارت میں ہڑتال کرتے ہیں تو اُن کی ہمدردی میں دوسری انجمنیں بھی یکے بعد دیگرے ہڑتال کردیتی ہیں۔ اور اس طرح سارے ملک میں ہڑتال ہو جاتی ہے۔ مزدوروں کے طبقے میں نوجوان اور کم عمر لوگ جو قدرۃً معمر آدمیوں سے تعداد میں زیادہ ہوا کرتے ہیں مزدوروں کے تصفیۂ نزاعات کے واسطے اسی طریقے کو زیادہ پسند کرتے ہیں ؛

مزدور پیشوں کے تین خاص مطالبے ہیں ؛

مطالبات مزدوراں
(۱) شرح اجرت میں اضافہ۔
(۲) کام کے گھنٹوں میں کمی۔
(۳) اپنی اتحادی انجمنوں کی ہستی کو حکومت وقت سے تسلیم کرانا۔ اگرچہ ابتدا میں ان تین خواہشوں میں سے ایک کے بھی منظور نہ ہونے پر ہڑتال ہوجاتی تھی لیکن جب سے برطانیہ میں ہڑتال کی وبا پھیلی ہے اُس زمانے سے کسی نہ کسی سبب سے مزدور کام بند کردیتے ہیں سنہ ۱۹۰۸ء اور سنہ ۱۹۰۹ء میں تجارت کی حالت جو خراب تھی اس لئے بہ نسبت پچھلے سالوں کے ہڑتالیں کم ہوئیں لیکن سنہ ۱۹۱۰ء سے موجودہ زمانہ (سنہ ۱۹۱۳ء) تک جبکہ ملک کی تجارت بہت اچھی حالت میں تھی مشکل سے کوئی ایسی تجارت ہوگی جس میں مزدوروں نے ہڑتال نہ کی ہو۔ اگر تم صرف سنہ ۱۹۱۱ء کا حساب لگاؤ تو معلوم ہوگا کہ اسی ایک سال میں بڑے اور چھوٹے ملاکر مزدوروں کے چار سو جھگڑے پیش آئے اور گذشتہ چار سال

سے برابر دیکھا جارہا ہے کہ ایک نہ ایک پیشے والے دریا کا سا تلاطم پیدا کردیتے ہیں۔

روئی کی کلوں کو چلانے والوں کی ہڑتال ۱۹۰۰ء

سنہ ۱۹۰۰ء کی ہڑتالوں میں سب سے زیادہ سنگین ہڑتال روئی کی کلوں کی تھی اور اُس کا سبب اُن کی انجمن کی بہترین تنظیم ہے، اس کے بعد تھوڑے تھوڑے وقفے سے کتنی ہی ہڑتالیں اور لاک آوٹ (Lock out) یعنے کارخانے کے مالک کا مزدوروں کو کام نہ دینے کی نوبت آئی اور سرکاری مجلس تجارت کے بیچ بچاؤ کرنے پر ۱۰۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء کا سب سے آخری لاک آوٹ ختم ہوا۔ اُس کے بعد بھی مزدوروں کی بے چینی رفع نہیں ہوئی اور اُن لوگوں نے ایک عام ہڑتال کرنے کی دھمکی دی۔ سنہ ۱۹۱۱ء میں جہاز کے

جہاز کے حمالوں کی ہڑتال سنہ ۱۹۱۱ء

کارخانوں میں کام کرنے والوں اور سامان و مال جہاز کے حمالوں نے لندن مینچسٹر، سیالفرڈ اور لورپول میں ہڑتالیں کردیں جس کے سبب سے سب سے آخری مقام یعنی شہر کے بدمعاشوں نے فساد کئے اور دوسروں پر مصیبت و تباہی لائے۔ مفسدوں نے ریل کے ڈبے جس میں دودھ آتا تھا توڑ ڈالے جس کی وجہ سے دودھ کا آنا شہر میں موقوف ہوگیا اور شیر خوار بچوں کی دودھ میسر نہ آنے سے جان پر بن گئی۔ اسی طرح اشیائے خورد و نوش کا آنا بھی رکا رہا اور جو اناج وغیرہ کہ شہر میں تھا وہ بہت ہی کم رہ گیا۔ اِس کے بعد اگست کے مہینے میں انگلستان کی کل ریلوے کے

ملازمین ریل کی ہڑتال سنہ ۱۹۱۱ء

مزدوروں نے بجز لندن کی مقامی ریلوں اور سوتھ ویسٹرن ریلوے پر کام کرنے والوں کے ہڑتال کردی۔ مزدوروں کی انجمنوں سے اِن آخری ریلوں کے اہلکار تعلق نہ رکھتے تھے اس لیئے اُن کے اثر میں نہ آسکے جب ہڑتال کی اس قدر شدت ہوئی ہوتو حکومت نے بھی متاثرہ رقبوں میں فوجیں پھیلا دیں اور بعض مقامات پر فوج نے مثلاً لین لی میں جو ملک ویلز میں واقع ہے چند ہڑتالیوں کو ہلاک کیا۔ اگرچہ حقیقی ہڑتال تو ایک ہفتے سے زیادہ نہیں رہی لیکن اتنی ہی مدت میں مخلوق کا عام کاروبار بند ہونے اور ضروریات زندگی کے میسر نہ آنے سے حکومت اور قوم عام ہڑتال کے اثرات و نقصانات سے بخوبی واقف ہوگئی ہے ؟

سنہ ۱۹۱۲ء میں تقریباً ہر ایک قسم کی تجارت سے تعلق رکھنے والے مزدوروں نے اپنے مالکوں (اجرت دینے والوں) سے نزاع کی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آجر و اجیر کے تعلقات میں اصلاح کی ضرورت ہے چنانچہ ۱۲۔ دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء کو مزدوران معاون نے ایک عام ہڑتال کرلنے کے متعلق قرعے کے ذریعے سے رائے دی اور ۱۸۔ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء کو کام بند کرنے کی تحریک کو اُن میں سے تین چوتھائی نے منظور کرلیا۔ یہ ہڑتال تین مہینے جاری رہی اور کثرت سے مزدور مصیبت میں مبتلا ہوئے مختلف مصنوعات

معاونِ زغال کے مزدوروں کی ہڑتال سنہ ۱۹۱۲ء

کے کارخانے کوئلے کا ذخیرہ ختم ہوتے ہی بند ہو گئے اس سے اکثر ان مزدوروں کے روزگار پر بھی جن کو ہڑتال سے کچھ تعلق نہ تھا آفت آئی۔ یہ پہلا وقت تھا کہ رائے عام کے اصرار پر حکومت نے تعین اُجرت کی نسبت دست اندازی کی اور اس کے متعلق فوراً ایک مسودۂ قانون پیش ہوا اور دار العوام نے تین سال کے واسطے اُس کو منظور کرلیا۔ اس قانون کی رو سے ایک اقل قلیل اجرت قرار پائی ہے جس کو ایک غیر جانب دار میر مجلس کی ماتحتی میں حلقوں کی مجالس مشترکہ معیّن کرتی ہیں۔ انجمن وفاق مزدورانِ معدن نے مرد کے لیئے پانچ شلنگ اور بچے کے واسطے دو شلنگ فی یوم اقل قلیل اُجرت قرار دینا چاہا تھا لیکن اسکویتھ صاحب نے اس تجویز سے اتفاق نہیں کیا اور انھوں نے ہر ایک حلقے کو اپنی صواب دید پر اُجرت اقل قلیل کے تعین کا مجاز کیا ہے۔ جب مسودۂ مذکور دار الامرا سے بھی منظور ہوا تو "قانون اُجرت اقل قلیل معادن زغال" کے نام سے جاری ہوا اور مزدور ۶۔ اپریل سنہ ۱۹۱۲ء کو کام پر واپس آگئے مزدوروں کی نزاعات کو رفع کرنے کے لیئے سنہ ۱۹۱۱ء میں سر جارج اسکویتھ

قانون معادن زغال سنہ ۱۹۱۲ء

کا صدر ناظم صنعت وحرفت کی خدمت پر تقرر ہوا اور صاحب موصوف نے بڑی کوشش سے اجیر و آجر کے تعلقات کو ایک حد تک خوشگوار بنا دیا ہے۔ اس پر بھی مزدوروں کی بے چینی روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور خرابی یہ ہے کہ مزدوروں نے اپنے رہنماؤں کے فیصلوں اور مشوروں کی خلاف ورزی شروع کردی ہے لیکن ہمکو امید ہے کہ جب آجر و اجیر اُن قوانین کے فوائد سے واقف ہونگے جو ملک کی

صنعت وحرفت کی ترقی کے واسطے وضع ہوئے ہیں اور جب اُنھیں اِن امور میں تجربہ ہوگا تو وہ اپنی لاینحل دشواریوں کو باحسن وجوہ آپ سلجھا لینگے۔

ابتک توہم مردوں کی بے چینی کو بیان کرتے رہے لیکن اب ہم اناث انگلستان کے حالات پر نظر ڈالتے ہیں۔ گزشتہ پچاس سال سے برطانیہ میں عورتیں کوشش کررہی ہیں کہ اُنھیں بھی مردوں کے مثل ارکان پارلیمنٹ کو انتخاب کرنے کا حق رائے دیا جائے اور اُس کے متعلق ایک عرصے سے وہ ملک میں بے چینی پھیلا رہی ہیں۔ ابتدا میں اعلیٰ طبقے کی عورتوں کو یہ بات سوجھی تھی لیکن اس تحریک میں اب کارخانوں وغیرہ میں کام کرنے والی اور مزدوروں کی عورتیں تک شریک ہوگئی ہیں۔ عورتوں کا عذر ہے کہ مردوں کو اپنی شکایات وتکالیف بیان کرنے اور اُن کے رفع کرانے کا موقع دیا گیا ہے لیکن عورتیں اِس نعمت سے محروم کی گئی ہیں۔ حُریّت پسند حکومت کے زمانے میں تحریک مذکور نے عملی جامہ پہنا اور ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۶ء کو کیر ہارڈی صاحب نے در حق رائے اناث کی نسبت دار العوام میں ایک تحریک پیش کی اور جب مجلسِ مذکور میں اُس پہ بحث ہونے لگی تو نشست گاہ اناث میں عورتوں نے جو بحث سننے کے لیئے جمع ہوئی تھیں عجیب ہل چل مچادی۔ اس مسودے کے بعد متعدد مسودات پیش ہوئے ہیں لیکن اُن کی دو دفعہ سے زیادہ پڑھنے کی نوبت نہیں آئی کہ دار العوام ہی میں نامنظور ہوجاتے ہیں۔ ہرچند اس تحریک میں کامیاب ہونے کی غرض سے عورتوں نے طرح طرح کے جلوس لندن اور دوسرے شہروں میں نکالے اور کثرت سے جلسے منعقد کیئے اور اگرچہ بعض معزز ومحترم خواتین اور اکثر تعلیم یافتہ وعہدہ دار مستورات نے بھی جلوس نکالے اور بڑے پیمانے پر جلسے منعقد کیئے لیکن تحریکِ مذکور آج تک (یعنی سنہ ۱۹۱۳ء تک) ناکام ہی رہی اس ناکامی کا زیادہ تر باعث یہ بھی ہوا کہ بعض ناعاقبت اندیش اور کم فہم عورتوں نے اپنے کو پابندیٔ دستور نسواں سے علٰحدہ کرکے اپنا ایک جداگانہ فرقہ بنایا اور ملک میں فساد کرنا شروع کردیا۔ اُن کا خیال تھا کہ لوٹ مار سے اس تحریک کو کامیابی ہوگی۔ اُن کے نقصان کی یہاں تک حالت پہنچی تھی کہ نہ صرف وزیر اعظم کے مکان کی کھڑکیوں کے

مسودۂ قانون رائے دہی اناث سنہ ۱۹۰۶ء

جنگجو طالبان حق رائے سنہ ۱۹۰۸ء

پر کالے توڑے گئے بلکہ امن پسند دوکانداروں کی دوکانوں کے بلوری دروازے اور کھڑکیاں زیادہ سرگرم وشوریدہ سر عورتوں کے ہاتھوں سے چکنا چور ہوئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مفسدہ پرداز عورتوں کو قید بھگتنی پڑی اور قیدیوں نے آپ کو بھوک سے ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ ان سرکش عورتوں نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ انھوں نے خوشحال لوگوں کے مکانات جو شہروں کے مضافات میں واقع ہوتے ہیں جلاڈالے تار برقی کاٹ ڈالے اکثر بیقصور لوگوں کے مال وجائداد کو نقصان پہنچایا۔ عورتوں کے ان ناشائستہ اور ظالمانہ حرکات کے سبب انگلستان کے مرد جو عموماً منصف مزاج ہوتے ہیں اُن سے منحرف ہوگئے اور جس طرح اکثر اچھے کام فتنہ وفساد اور ناجایز افعال کی وجہ سے سرسبز نہیں ہوتے اسی طرح یہ مفید ونیک تحریک بھی ناکام رہی اور ان عورتوں کی جو دستوری طریقے سے حصول مدعا چاہتی تھیں حق تلفی ہوگئی ہو

لیکن ایک دوسری قسم کے بڑے بڑے جلسوں کے انعقاد سے اس جنگ کا کامیابی کے ساتھ خاتمہ ہوا۔ انیسویں صدی کے آخری اور بیسویں صدی کے ابتدائی حصے میں اجیر پیشہ والوں کو جو بڑے شہروں میں رہتے تھے کام ملنے کی شدید ضرورت

صرافہ جات محنت سنہ ۱۹۰۹ء

پڑی اس وجہ سے ان بے روزگاروں نے سڑکوں پر جلوس نکالا شہروں میں گشت کرنا شروع کر دیا اور ان کے ایک جم غفیر نے دارالعوام میں بجبر گھسنے کی کوشش کی۔ مئی سنہ ۱۹۰۹ء میں ونسٹن چرچل صاحب کو پارلیمنٹ سے ایک مسودہ قانون کو منظور کرانے میں کامیابی ہوئی۔ قانون مذکور کے زیر اثر کام چاہنے والوں کی آسانی کی غرض سے ملک کے مختلف حصوں میں "صرافہ ہائے محنت" کا قیام ہوا ہے، جن کا انتظام مقامی کمیٹیاں کرتی ہیں اور ہر ایک کمیٹی آجر واجیر کی مساوی تعداد سے بنتی ہے اور ایک غیر جانبدار شخص اُس کا میر مجلس بنایا جاتا ہے۔ ان صرافہ جات کا یکم فروری سنہ ۱۹۱۰ء سے نفاذ وجود ہوا۔ جس کسی کو اُجرت پر کام پانے کی ضرورت ہو تو اُس کو چاہئے کہ وہ اپنے قریب کے صرافہ محنت سے دریافت کرے کہ اُس کے ہنر کی ملک کے کس حصے میں مانگ ہے اور کہاں اُس کو سب سے زیادہ اُجرت مل سکتی ہے۔ ان ادارات کے وجود سے ایک اور فائدہ ہے کہ خود اُجرت دینے والوں کو طرح طرح کے ہنرمند مزدوروں کی اطلاع ہوتی

تی ہے۔ اگر عسرت کے سبب سے مزدور اور کاریگر مقام روزگار تک نہ پہنچ سکتے ہوں تو ان کو اور ان کے اہل و عیال کو صرافہ سے زادِ راہ ملتا ہے ؁

اب ہم تھوڑی دیر کے لئے زمانۂ زیر تحریر کے پچھلے چند مہینوں پر نظر ڈالتے ہیں اور ایک اہم دستوری جنگ کا جو دار الامرا اور دار العوام کے مابین واقع ہوئی تھی حال بیان کرتے ہیں۔ دار العوام کے فرقہ حریت پسند کو ایک عرصے سے اس امر کی شکایت تھی کہ قدامت پسند حکومت کے زمانے میں جو جو مسودات قانونی حکومت کیجانب سے پیش ہوئے دار الامرا نے بکمالِ رغبت و خوشی ان کو منظور کیا لیکن حکومت حریت پسند کے مسودات قانون کی منظوری دینے میں اُسے اکثر اوقات انکار رہا ہے سرہنری کیمبل بنرمین نے اپنے عہد وزارت عظمیٰ میں دار الامرا کے اقتدار کو محدود کرنے کے ارادہ کا علی الاعلان اظہار کر دیا تھا اور جب ان کی جگہ پر ایسکوئیتھ صاحب آئے تو اُنھوں نے اپنے پیش رو کے عزم کو عملی جامہ پہنایا ؁

امرا اور عوام کے درمیان نزاع ۱۹۰۸ء-۱۹۱۱ء

فروری ۱۹۰۸ء میں وزارت نے ایک سخت قانون "اجازت نامہ" کو منظور کیا تھا لیکن دار الامرا نے اس کو نامنظور کر دیا لیکن مسٹر لائڈ جارج نے موازنۂ ملک کے مسودے میں اس قانون کے کل مطالب و مواد کو داخل کر دیا اور ماہ اپریل ۱۹۰۹ء میں اپنا مرتبہ موازنہ پیش کیا جو دار العوام میں منظور ہو گیا اگرچہ صاحب موصوف نے اس میں بڑی آمدنیوں پر محصول بالائی لگائے جانے اور وظائف پیرانہ سالی کی ادائی کیلئے رسوم فوتی اور رسوم اسٹامپ کی شرح میں اضافہ کرنے کی رائے دی تھی لیکن اُس کے ساتھ ہی (تجارتی) اجازت ناموں اور روح شراب پر بھی محصول لگا کر ثابت کیا تھا کہ اُس ذریعے سے ۰۰۰۰۰ ۳۴ پونڈ اور تمباکو کے محصول سے ۰۰۰۰۰ ۱۹ پونڈ سالانہ کا محاصل ملک میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اُنھوں نے ایک جدید محصول اراضی پر عاید کیا تھا جس کی وجہ سے باشندگان ملک کی غیر منقولہ جائدادوں کا از سر نو اندازہ کر کے نئی قیمتیں لگانی پڑتیں ؁

نامنظوری مسودۂ اجازت نامہ ۱۹۰۸ء

جب منظوری کی غرض سے موازنہ مجلس اعلیٰ میں آیا تو لارڈ لینسڈون نے

امرا اور موازنہ ملک
نومبر ۱۹۰۹ء

تحریک کی کہ ابنائے ملک کی مرضی دریافت کرنے کے بعد دار العوام کو مسودہ موازنہ منظور نہ کرنا چاہئے تھا۔ ایسکوتیھ صاحب نے کہا کہ دار الامرا کی اس حرکت سے قانون دستور کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور اس لئے اُنھوں نے تاج برطانیہ کو پارلیمنٹ کے برخاست کر دینے کا مشورہ دیا۔

پارلیمنٹ کے برخاست ہونے سے جدید انتخابات جب عمل میں آئے تو

انتخاب عام
جنوری ۱۹۱۰ء

اُنکا نتیجہ یہ ہوا کہ حریت پسندوں کے صرف ۲۷۵ کل (بلا شمول ارکان آیرلینڈ و مزدور پیشہ) اور جمعیت پسندوں کے ۲۷۳ اشخاص منتخب ہوئے اس لئے حکومت نے اپنی کثرت کے واسطے مزدوروں کے نمائندوں کی چالیس آرا اور آیرلینڈ کے قوم پسند نائبوں کی بیاسی آرا پر انحصار کیا۔ اور اس میں خرابی یہ تھی کہ مزدوروں کے ارکان جو ابن الوقت ہیں جس سیاسی فرقے سے اُنھیں کام لینا منظور ہو اُس کے طرفدار ہو جاتے ہیں اور قوم پسند جس سیاسی فرقے کو اپنے مطلب کا سمجھتے ہیں اُس کے ساتھ ہو کر اُس کا پلہ بھاری کر دیتے ہیں۔ جس بات کا گلیڈاسٹن کو خوف تھا آخر اس کا ظہور ہوا، ان کو منظور نہ تھا کہ انگلستان کے کسی سیاسی فرقے کو آیرلینڈ کے مبوثین کی تائید کی احتیاج ہو اسلئے کہ فرقہ محتاج پھر آزادی سے حکومت نہیں کر سکتا۔ ان اندیشوں کے باوجود فرقۂ حریت پسند کو دونوں مذکورہ فرقوں کے اشخاص کو اپنے میں شامل کرنا پڑا اور اس طرح جدید انتخاب میں کثرت مشترکہ پیدا کر کے ایسکوتیھ صاحب نے ملک سے جس حکم کے لینے کی ضرورت تھی اُس کو حاصل کیا اور جب پارلیمنٹ کا دوبارہ اجلاس ہوا اور سابق کے برسر حکومت فرقے کی اب بھی دار العوام میں کثرت ہوئی تو دار الامرا نے موازنۂ مذکور کی منظوری دیدی۔

تحریکات اختیار نامنظوری
۲۸ فروری ۱۹۱۰ء

اُس کے بعد ایسکوتیھ صاحب نے دار الامرا کی قوت محدود کرنے کی غرض سے اُس کے اختیار نامنظوری (ویٹو) کے خلاف تین تحریکیں پیش کیں۔ اُن میں سے پہلی تحریک کا مقصود یہ تھا کہ مجلس امرا کا مالی مسودات کو نامنظور کر دینے کا اختیار منسوخ کر دیا جائے اور

دوسری تحریک کے ذریعے سے مجلس مذکور کا دوسری قسم کے مسودات قانونی کو نامنظور کرنے کا اختیار بھی محدود کیا جائے جس کا مطلب یہ تھا کہ سوائے مالی مسودوں کے اگر کوئی دوسرا مسودۂ قانون دارالعوام کے تین متواتر اجلاسوں میں کسی ترمیم کے بغیر تین مرتبہ پے درپے پیش ہوکر منظور ہو جائے لیکن دارالاُمرا اُس کے منظور کرنے میں انکار کرے تو مجلس امرا کی نامنظوری پر بھی وہ قانون متصور ہوکر نافذ ہو جائے گا۔ تیسری تحریک کا منشا پارلیمنٹ کی سابقہ ہفت سالہ مدت کو گھٹا کر پنجسالہ کرنا مقصود تھا ہر چند فریق مخالف کے لوگ مخالفت کرتے رہے لیکن یہ تینوں تحریکیں فوراً مجلسِ عوام میں منظور ہوگئیں اب ایسکوئیتھ صاحب نے اپنا مشہور "مسودہ پارلیمنٹ" یہ کہکر پیش کیا کہ اگر دارالامرا اس کو نامنظور کرے تو وزارت وقت تاج کو ایسی تدابیر اختیار کرنے کا مشورہ دے گی جن سے یہ قانون نافذ ہو سکے ؛

جب لڑائی اس نوبت کو پہنچی تو اُمرا کو عوام کی ضرورتوں اور خواہشوں کے مطابق اپنی مجلس کو دوبارہ تنظیم کرنے کی فکر ہوئی۔ مجلس مذکور کے بعض ارکان نے

کوشش اُمرا برائے اصلاح

تنظیم ثانی کے متعلق مختلف مشورے دئے اور اُن پر چند مہینوں تک اُس مجلس نے غور کیا لیکن کوئی مشورہ پسند نہیں آیا۔ اگرچہ ایسکوئیتھ صاحب نے اپنے مسودے کے ابتدائی حصے میں اس امر کا وعدہ کیا تھا کہ عنقریب ایک اصلاح شدہ مجلسِ ثانیہ کی ترکیب عمل میں آئیگی لیکن سردست اُن کا منشا دارالاُمرا کی اصلاح نہیں بلکہ اُس کے اختیارات کو محدود کرنا تھا تاکہ حُریّت پسند حکومت کے مجوزہ مسودات قانونی بآسانی منظور ہو جائیں ؛

جبکہ اصلاح دارالاُمرا کی نسبت پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں میں نہایت جوش

ایڈورڈ ہفتم کی وفات ۶ مئی سنہ ۱۹۱۰ء

وولولے سے بحثیں ہو رہی تھیں بادشاہ ایڈورڈ ہفتم جو بیارٹز کے سفر سے واپس ہوا تھا دفعتہً سخت علیل ہوگیا ایک عرصے سے اُس کی صحت خراب تھی اور موجودہ نزاع پارلیمنٹ کا بھی اُس کے قلب پر صدمہ تھا۔ تاسّف کا مقام تو یہ ہے کہ ایڈورڈ صلح جو بھی جس نے اپنے ملک اور دنیا کی تقریباً کل قوموں میں ارتباط پیدا کر دیا اپنی قوم کے دو مخالف فرقوں میں مصالحت کرانے سے عاجز رہا۔ شاہ موصوف کا ۶ مئی سنہ ۱۹۱۰ء کو قصر بکنگھم میں

انتقال ہوا اور ولی عہد جارج پنجم کے لقب سے تخت کا وارث قرار پایا ؂
بادشاہ نو کے جلوس سلطنت کے سبب سے جنگ دستوری میں وقفہ ہوا
دونوں فرقوں کے سربرآوردہ اشخاص نے تجویز کی کہ ایک کانفرنس کے ذریعے سے

کانفرنس جون ۱۹۱۰ء

نزاعات باہمی کا تصفیہ ہونا چاہیئے۔ فریقین نے اس رائے کو منظور کیا اور ۱۷۔ جون ۱۹۱۰ء سے کانفرنس کا آغاز ہوا۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے کئی مہینوں تک اُس کے جلسے ہوتے رہے
یہاں تک کہ اجلاس کا پورا زمانہ زیادہ تر اسی ایک کام میں صرف ہوگیا اس پر بھی اُس مدت میں ایک اہم و مفید قانونی ترمیم ہوئی ہے۔ یعنی حلف تخت نشینی کے قانون سے وہ جزو جو رومن کیتھلک کی دل شکنی کا باعث تھا حذف کر دیا گیا ؂
اگرچہ ۱۵۔ نومبر ۱۹۱۰ء کو پارلیمینٹ کا دوسرا اجلاس شروع ہوا لیکن اُسکے

انتخاب عام دسمبر ۱۹۱۰ء

پہلے سے لوگ کانفرنس صلح کی ناکامی سے واقف ہوگئے تھے اس لیئے مسودۂ قانون پارلیمینٹ کو پیش کرنے کے بجائے ایسکویتھ صاحب نے اپنے ارادے کا اظہار کر دیا کہ قوم کی رضامندی دریافت کرنے کی غرض سے میں بادشاہ کو پارلیمینٹ کے برخاست کر دینے کا مشورہ دونگا۔ بہر حال اس تجویز کے مطابق پارلیمنٹ کی موقوفی ہو کر ۱۹۱۰ء کے دسمبر کی ابتدا میں انتخابات شروع ہوئے جن کا نتیجہ فرقۂ حُریت پسند کے حق میں مفید ثابت ہوا اور اس مرتبہ بھی فرقۂ مذکور کے ارکان کی پارلیمنٹ میں کثرت رہی۔ ۲۰۔ فروری ۱۹۱۱ء کو ایسکویتھ صاحب نے دوبارہ اپنے مسودۂ قانون کو جس میں دارالامرا کے اختیار نامنظوری کی سبت تین تحریکات بھی شامل تھیں پیش کیا۔ اس کے تین مہینے کے بعد مسودۂ مذکور کی تیسری قرأت ۱۵۔ مئی ۱۹۱۱ء کو ختم ہو کر دارالعوام میں یہ مسودہ منظور ہوا اور بعد میں دارالامرا کو روانہ کیا گیا لیکن جارج پنجم اور ملکہ میری کی تاج پوشی کی وجہ سے جس کی رسم ۲۲۔ جون ۱۹۱۱ء کو منائی گئی چند مہینے فریقین میں سکوت رہا ؂
لیکن جب مسودۂ مذکور ۲۰۔ جولائی کو دارالامرا سے واپس آیا تو معلوم ہوا کہ اُس کی اکثر اہم باتوں میں مجلس مذکور نے ترمیم کی ہے اس پر فرقۂ برسر حکومت نے نہایت شور مچا کر اُسکے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور وہی مسودہ مجلس اعلیٰ کو واپس کیا دوسری

مرتبہ بھی یہ مجلس مسودے میں ترمیم کئے بغیر منظوری دینا نہیں چاہتی تھی لیکن لارڈ مارلے نے
اس بات کا اظہار کردیا کہ اگر مسودہ منظور نہ ہوگا تو میں بادشاہ کو زیادہ امرا بنانے کا
مشورہ دونگا جس سے مخالفینِ مسودہ کو ناکامی ہوگی۔ لارڈ ہیلس بری اور بہت سے
دوسرے اُمرا اپنی بات پر اڑے رہے اور اپنی مجلس کو سمجھایا کہ اگر اس وقت دب گئے

اُمرا کا قانون پارلیمنٹ کو منظور کرنا۔ اگست ۱۹۱۱ء

تو تم سیاسی خودکشی کے مرتکب ہو گے لیکن لارڈ لینسڈون اور
کنٹربری کے اسقف اعظم نے مقابلہ کرنے کو بے سود ثابت کیا
اس بنا پر مسودہ منظور ہوگیا اور اس پر بادشاہ کی منظوری ۱۸۔ اگست
۱۹۱۱ء کو صادر ہوئی۔ اس میں شک نہیں کہ ایسکویتھ صاحب
نے اس قانون پارلیمنٹ کو جاری کرا کے اسکے ذریعے سے اپنے پیش کردہ مسودات قانونی
کو منظور کرانے کی آزادی حاصل کر لی لیکن وہ اس طرح صرف ایک پارلیمنٹ
کے دوران میں بشرطیکہ آیرلینڈ کے قوم پرست ارکان پر اُن کا اعتماد ہو آزاد رہ سکتے ہیں۔

مشاہرہ ارکان پارلیمنٹ ۱۹۱۱ء

اسی زمانے میں ارکان پارلیمنٹ کے لئے پہلے پہل فی کس ۴۰۰ پونڈ مشاہرہ
مقرر ہوا لائیڈ جارج صاحب نے اپنے موازنے میں مشاہرے کی تحریک
کی تھی جس کو حریت پسند ارکان نے غلبۂ آرا سے منظور کیا۔ یکم
ستمبر ۱۹۱۱ء سے تنخواہ کا اجرا ہوا۔

صدارت بونرلا نومبر ۱۹۱۱ء

اس کے چند ہفتے بعد بیلفر صاحب نے فرقہ اتحاد پسند کی سرداری سے استعفا
پیش کردیا لیکن اُن کی جگہ پر والٹر لانگ صاحب یا آسٹن چیمبرلین صاحب کے
عوض جو اس جگہ کے زیادہ مستحق تھے ایک تیسرا شخص مسٹر بونرلا منتخب ہوا اُس کے
مقابلے میں ان دونوں دعویداروں نے سکوت اختیار کیا
اس لئے کہ اُن کی پارٹی کے ہر ایک ذیلی فرقے میں بھی وہ ہر دلعزیز
تھا۔ اُس کا مولد کنیڈا ہے اور سابق میں وہ گلاسکو میں لوہے
کی تجارت کرتا تھا۔

قومی بیمہ کا قانون ۱۶۔ دسمبر ۱۹۱۱ء

جس قومی بیمے کے مسودۂ قانون کی لائیڈ جارج صاحب نے ایک سال قبل
تحریک کی تھی وہ اب منظور ہوا۔ شروع میں تو مسودہ بہت
مقبول ہوا۔ اُس کے پیش ہونے پر کل دار العوام میں خوشی کے

نعرے بلند ہوئے تھے ترکمیٹی کے زمانے میں فرقۂ مقابل نے اس میں بہت کچھ ترمیم کرنی چاہی لیکن اہل کمیٹی نے اُس کا کم لحاظ کیا اور جب بلا ترمیم مسودہ کی تیسری قرأت ختم ہوی تو فرقۂ مقابل کے ارکان اٹھکر دارالعوام سے چلے گئے اور مسودۂ مذکور کے متعلق کسی قسم کی رائے نہیں دی۔ اس کے بعد جب مسودہ بغرض منظوری مجلس اعلیٰ کو بھیجا گیا تو لارڈ لینسڈاون نے نقائص کے باوجود اُس کو منظور کرنا ہی مناسب سمجھا ورنہ دوسری صورت میں دونوں مجلسوں کے درمیان ایک بیکار و عبث بحث چھڑ جاتی۔ اُس مسودے پر ۱۶۔ دسمبر ۱۹۱۱ء کو شاہی منظوری صادر ہوئی۔

صحت کا بیمہ

اِس قانون کے پہلے نصف حصے کا تعلق صحت کے بیمہ سے ہے۔ ہر ایک مزدور پر صحت کا بیمہ کرانا لازم ہے بشرطیکہ اُس کو مستقل اُجرت ملتی ہو اور اُس کی سالانہ آمدنی ۱۶۰ پونڈ سے زیادہ نہو۔ بیمہ کے واسطے فی مرد ۴ پنس اور فی عورت ۳ پنس ہر ہفتہ خود مزدور کو ادا کرنے پڑتے ہیں اور آقا (آجر) اپنے ہر ایک اجیر کے واسطے ۳ پنس اور حکومت ہر ایک مزدور کیلئے ۲ پنس فی ہفتہ بیمہ فنڈ میں علٰحدہ جمع کرتی ہے۔ اس رقم کے معاوضے میں مزدوروں کا علاج مفت ہوتا ہے اور حالتِ مرض میں مزدور کو اگر مرد ہو تو ۱۰ شلنگ اور عورت ہو تو ۷ شلنگ ۶ پنس فی ہفتہ امداد ملتی ہے۔ اس اسکیم کو امدادی انجمنیں چلاتی ہیں اور اُس کا عمل ۱۵۔ جولائی ۱۹۱۲ء سے شروع ہوا ہے۔ اس قانون کے زیر اثر کام کرنے کے متعلق ڈاکٹروں کے رضامند کرنے میں حکومت کو بڑی بڑی دشواریاں اٹھانی پڑیں۔ اس قانون میں غالباً مزید تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔ عجب نہیں کہ عنقریب اس میں کچھ ترمیم کرنی پڑیگی۔ حال میں اِس کے متعلق ایک مسودۂ قانون جو چند ترمیمات پر شامل ہے منظور ہو چکا ہے۔

بیمہ بے روزگاری

قانون کا دوسرا نصف حصہ ان بے روزگار مزدوروں کے متعلق ہے جو کام کرنا چاہتے ہیں لیکن کام نہیں ملتا۔ سر دست بعض ایسی صنعتوں میں جن کا تعلق معماری، جہاز سازی اور کچے لوہے کو خالص بنانے سے ہے اِس قانون پر عمل ہو رہا ہے اس لئے کہ ان حرفتوں میں مسلسل کام نہیں ہوتا کبھی کبھی مزدوروں کی دوسری انجمنوں کو بھی جن کو اس قسم کی صنعتوں

سے تعلق ہو اس قانون کے زیر اثر امداد و یجاتی ہے۔ بے روزگاری کے بیمے میں مزدور اور اُس کا آقا (اجیر) ڈھائی ڈھائی پنس اور حکومت پونے دو پنس فی ہفتہ ادا کرتی ہے بے کاری کے زمانے میں ہر ایک مزدور کا فرض ہے کہ وہ اپنے سب سے قریب کے دفتر سرمایۂ بے روزگاری پر پہنچکر اپنی کتاب بے روزگاری دکھلائے اور کسی موزوں کام کے پانے کی استدعا کرے۔ اگر معائنۂ کتاب کے بعد دفتر مذکور مزدور کیلئے کام مہیا نکر سکے تو وہاں سے اُس کو ۷ شلنگ فی ہفتہ ملتے ہیں لیکن مزدور کو چاہئے کہ روزانہ وہ دفتر سرمایۂ بے روزگاری پر جایا کرے اور اگر فاصلہ زیادہ ہو تو اُس کو ہفتے میں دو تین روز دفتر کو جاکر کام کے متعلق دریافت کرنا لازم ہے۔

دہلی کا پایہ تخت ہند قرار پانا۔ ۱۹۱۱ء

دربار تاجپوشی ہند میں شریک ہونے کی غرض سے جارج پنجم اور ملکہ میری نومبر ۱۹۱۱ء میں انگلستان سے روانہ ہوئے۔ اسی دربار کے موقع پر بادشاہ نے بحیثیت قیصر ہند کلکتہ سے دہلی کو جو ہند کا قدیم پائے تخت ہے دارالحکومت کی منتقلی اور بنگالہ کی پریزیڈنسی پر ایک علیحدہ گورنر کے تقرر کی نسبت اعلان کیا۔

قانون ہوم رول ۱۹۱۲ء

دربار ہند کے بعد انگلستان کی تاریخ میں اُن پریشانیوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جن کے متعلق ہم اپنے خیالات کا اظہار کرنا مناسب نہیں سمجھتے ۱۹۱۲ء میں مسٹر اسکوتھ صاحب نے مسودۂ قانون موقوفی مذہب معینۂ ویلز اور اسکوئیتھ صاحب نے مسودۂ قانون حکومت خود اختیاری برائے آئرستان جس کا ایک عرصے سے انتظار تھا پیش کیا۔ ان میں سے دوسرے مسودے کو دارالعوام نے پہلی دفعہ ۱۹۱۲ء کے موسم خزاں کے اجلاس میں اور دوسری دفعہ ۱۹۱۳ء کے اجلاس میں منظور کیا اور دونوں مرتبہ بعد منظوری وہ دارالامرا کو روانہ کیا گیا لیکن اُمرا نے ہر مرتبہ اس جواب کے ساتھ کہ "جب تک مسودے کے متعلق ملک کی مرضی نہ دریافت کیجائے ہم کچھ رائے نہیں دے سکتے" اُس کو واپس کر دیا۔ اس کے بعد بھی دارالعوام نے بلا ترمیم تیسری دفعہ اُس کو منظور کر لیا اور اس طرح قانون پارلیمنٹ کی تکمیل کر دی۔ پھر دیر کیا تھی ۱۸۔ ستمبر ۱۹۱۴ء کو دارالامرا کی نامنظوری و مخالفت کے باوجود مسودے کی نسبت شاہی منظوری صادر ہو گئی۔

اسی اثنا میں صوبۂ آلسٹر کے باشندوں نے جو ڈبلن کی پارلیمنٹ کے زیر حکومت نہیں رہنا چاہتے تھے ۲۸۔ ستمبر ۱۹۱۲ء کو بمقام بیلفاسٹ آپس میں ایک حلفیہ عہد نامہ

عہدنامۂ السٹر ۲۸ ستمبر ۱۹۱۲ء

مرتب کرکے اپنے عزم بالجزم کا اظہار کر دیا کہ "ہم ہوم رول والی پارلیمنٹ کو کبھی تسلیم نہیں کرینگے"۔

قانون ہوم رول بننے کے چند ہی روز بعد اس سے ایک بہت زیادہ اہم معاملہ

۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم

کی جانب قوم کی توجہ منہمک ہو گئی دفعتہً جنگ کے بادلوں نے یورپ کے مطلع کو دھندلا دیا جس کا سبب ظاہری شہر سراجیوو واقع باسینا میں آسٹریا کے ولی عہد (آرچ ڈیوک) اور اس کی زوجہ کا قتل ہے۔ لیکن اس کی علت غائی جرمنوں کی ہوس ملک گیری کو سمجھنا چاہیئے۔ گذشتہ چالیس سال سے پروشیا کا فوجی فرقہ جنگ کی تیاری میں مصروف تھا موقع ملتے ہی اہل جرمنی آسٹریا کے ساتھ ہو گئے اور نزاعات کا سلسلہ قائم کر دیا جس کے سبب سے کل یورپ لڑائی پر ٹوٹ پڑا ایک طرف آسٹریا اور جرمنی اور دوسری طرف روس و فرانس میں سپاہ کی فراہمی شروع ہوئی اور جب جرمنی نے بیلجیم کی غیر جانب داری توڑ دی جس کے بچانے کے لیئے وہ اور برطانیہ از روئے معاہدہ پابند تھے تو برطانیہ نے بھی جرمنی کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ برطانیہ کی جانب سے فوجی امداد پہنچنے کے پہلے ہی جرمن فوجیں بیلجیم میں در آئیں ملک کو نہایت بُری طرح غارت کرکے اور اہل ملک پر مظالم ڈھاتے ہوئے فرانس کا رخ کیا اور اگرچہ برطانوی لشکر ۱۶ اگست کو فرانس کے ساحل پر اتر چکا تھا لیکن فرانس اور برطانیہ جنگ کیلیئے کافی طور پر تیار نہ تھے اس سبب سے جرمن فوجوں کو بیلجیم سے ہوتے ہوئے آگے بڑھ آنے سے نہ روک سکے لیکن اسکے بعد ہی جاپان نے متحدین سے شرکت کرکے جرمنی سے جنگ شروع کر دی اور سنگ ٹاؤ (Tsing Tau) کی بندرگاہ چھین لی اس کے علاوہ جرمنوں کے ہاتھ سے افریقہ میں اُن کے اکثر علاقے نکل گئے ہیں ؎

لڑائی کے شروع میں برطانیہ کو بہت ہی قلیل فوج مل سکی تھی چنانچہ فرانس کی مہم پر صرف ۱۶۰۰۰۰ سپاہیوں کا لشکر روانہ کیا گیا اس پر لارڈ کچنر نے قوم سے درخواست کی اور دو دن میں ۰۰۰۰۰ ا نو آموز سپاہی جمع ہو گئے پھر تو اس تعداد میں اضافہ ہونے لگا اس کے ساتھ ہی حُبِّ وطن کا طوفان اٹھا اور سلطنت کے ہر ہر گوشے سے صدائے لبیک

بلند ہوئی، کنیڈا، آسٹریلیا، نیوزیلینڈ، ہند اور افریقہ سے فوج پر فوج آنے لگی اور برطانوی افواج کی تعداد چار ملین ہوگئی ؎

فوجی ملازمت

مگر جب لڑائی کا دائرہ وسیع ہوا اور جنگ مشرقی یورپ سے پھیلتی ہوئی ایشیا میں پہنچی اور مختلف برطانوی لشکر فرانس، گیلی پولی، مصر، شام عراق عرب، بلغاریہ اور سرویا میں مصروف کارزار تھے تو اُن ابنائے ملک کی نسبت جو کاہل و آرام طلب تھے جبر سے کام لینے کی ضرورت پیدا ہوئی۔ اس طرح پر اُن لوگوں کو جو لڑائی کے قابل ہیں اور جو ملک کی مختلف خدمات مثلاً گولی بارود، جنگی جہازوں، ایروپلینوں کے کارخانوں میں کام اور ساحل کی حفاظت کر سکتے ہیں جمع کیا ہے عورتوں نے بھی جرأت دکھلائی اور ملک کی مدد پر آمادہ ہوئی ہیں چنانچہ مردوں کے لڑائی پر جانے سے جو عہدے اور خدمتیں خالی ہوئی ہیں ان پر بعض عورتیں مامور ہوکر محرروں، ریلوے کے ملازموں، آہنی بس کے چلانے والوں، گولے بارود کا کام کرنے والوں اور کسانوں کا کام انجام دیرہی ہیں اور بعض عورتیں اپنے ملک اور مقامات کارزار میں بلا معاوضہ زخمیوں کی تیمارداری کر رہی ہیں اور بہت سی برطانوی عورتیں فرانس میں بیماروں اور زخمیوں کی گاڑی ہانکتی ہیں۔ اسطرح رفاہ عام کی غرض سے کل برطانوی قوم ایک ہوگئی اس پر بھی قوم کے بعض افراد ایسے ہیں جو ذاتی عیش و آرام کو حُبِّ وطن پر ترجیح دیتے ہیں لیکن الحمد اللہ ایسے نفوس معدودے چند ہیں۔ مادر برطانیہ کو اپنے سپوت بچوں پر ناز کرنا چاہیئے اور وہ جس قدر فخر کرے بجا ہے اُس کی اولاد نے اُس دستِ ستم کو قطع کرنے کے لیئے اپنی جان و مال سے ایثار کیا ہے جو روئے زمین پر چھا جانے والا تھا۔ سب کے آخر میں اپریل ۱۹۱۷ء میں ریاستہائے متحدۂ امریکہ بھی لڑائی میں شریک ہوئیں اور اب وہ ہزاروں امریکنوں کی فوجیں متحدین افواج کے پہلو بہ پہلو دشمن سے لڑنے کے واسطے فرانس میں اتار رہی ہیں ؎

اِس جنگ میں تقریباً ہر ایک ملک شریک ہوگیا ہے اور لڑائیوں کی کثرت اس قدر ہوئی ہے کہ ضروری اور اہم واقعات کو بھی معرضِ تحریر میں لانا دشوار ہے ناروے، سویڈن، ڈنمارک اور ہالینڈ صرف ایسے ملک ہیں جو ابھی تک غیر جانب دار ہیں بیلجیم، روس، فرانس، برطانیہ اور اُس کی نوآبادیاں، جنوبی افریقہ، جاپان، سرویا،

ایطالیہ، یونان، رومانیا، پرتگال، ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور جنوبی امریکہ کی مخصوص قومیں حتیٰ کہ ملکِ چین آپس میں متحد ہو کر جرمنی، آسٹریا، ترکی اور بلغاریہ کی شقاوت و قساوت اور ظلم و جور کا مقابلہ کر رہی ہیں۔

ابتدا میں چند اہم لڑائیاں مغربی خطۂ کارزار پر واقع ہوئیں بیلجیم کے شہروں اور آبادی کا قلع و قمع کر کے جرمنی نے اُس ملک میں سے فرانس پہنچنے کے لیئے اپنا راستہ نکال لیا اور حصولِ مقصد کے واسطے جرمنوں نے لوویان کی یونیورسٹی جلادی اور دردناک مظالم ڈھاتے ہوئے فرانس کی طرف بڑھ رہے تھے بمقام مانس انھیں برطانیوں سے اور شارلی روا پر فرانسیسیوں سے مقابلہ کرنا پڑا (۲۳۔ اگست ۱۹۱۴ء)۔ چونکہ جرمنوں کا لشکر تعداد اور قوت میں برطانوی اور فرانسیسی افواج سے بہت زیادہ تھا اس لیئے پہلے لشکر نے دوسرے دو لشکروں کو پیچھے ہٹا کر فرانس کی طرف بڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ ۵ ستمبر کو اس کے اور پیرس کے درمیان چند میل کا فاصلہ باقی رہ گیا۔

شکست مانس ۱۹۱۴ء

اِس کے بعد ہی لڑائی نے پلٹا کھایا اور متحدین نے جارحانہ کارروائی شروع کر دی۔ مارن اور این کی لڑائیوں میں جرمن پسپا ہو کر اپنی خندقوں میں مراجعت کر گئے جس کے سبب سے تین سال تک مسلسل خندقوں کی جنگ جاری رہی اِیپرِز (Ypres) کی پہلی اور دوسری لڑائیوں (۱۹۱۴-۱۹۱۵ء) میں یہ قدیم و خوبصورت شہر مٹی کا تودہ بن گیا۔ اُس کی دوسری لڑائی میں جرمنوں نے پہلے پہل کثرت سے دم گھوٹنے والے گیس کے گولے متحدین کی سپاہ پر پھینک کر خصوصاً کینیڈا کی فوج کو شدید نقصان پہنچایا۔

مارن اور این کی لڑائیاں ۱۹۱۴ء

جنگ سوم میں جو جولائی سے شروع ہو کر دسمبر ۱۹۱۶ء میں ختم ہوئی برطانیوں نے پہلی دفعہ اپنے مشہور و "ٹینکس" (Tanks) کا استعمال کر کے جرمنوں کے تار کے استحکامات اور بھاری بھاری توپوں کو چڑھانے کے زمیں دوز پشتے مسمار اور کلدار توپوں سے اُن کے مورچے برباد کر دیئے اس جنگی لڑائی میں متحدین کی کامل قوت اور جنگ کو فتح کرنے کی قدرت کا پہلی مرتبہ اظہار ہوا۔ اسی اثنا میں فرانسیسیوں نے کمال شجاعت و دانائی سے وردن کو

درے سوم پر ٹینکس کا اہم کیا جانا ۱۹۱۶ء

سنہ۱۹۱۶ء میں دشمنوں سے اس طرح بچایا کہ وہ اُسی مقام پر پھنسے رہے اور پیرس کیلئے راستہ نہ نکال سکے ؛

ان لڑائیوں کا دائرہ صرف زمین اور سمندر کی سطح تک محدود نہیں رہا بلکہ ہوا میں اور سطح آب کے نیچے بھی گھمسان کی لڑائیاں ہوئی ہیں۔ جب جرمن بحریہ کو سمندر میں چند مقامات پر خصوصاً جزائر فاک لینڈ کے قریب سنہ۱۹۱۴ء میں اور بمقام جٹ لینڈ سنہ۱۹۱۶ء میں برطانیوں کے ہاتھ سے شکست فاحش ہوئی اور برطانیہ کے جنگی جہازوں کا کھلی لڑائی میں خاتمہ کرنا دشوار ہوا تو اُس نے تحت البحر کشتیوں کا ایک کثیر بیڑا تیار کیا۔ فروری سنہ۱۹۱۵ء میں جرمنوں نے جزائر برطانیہ کے اطراف ایک ”حلقۂ خطرہ“ قرار دیدیا اور اس کے جواب میں ۱۵۔ مارچ سنہ مذکور کو حکومت برطانیہ نے کل جرمن بحری تجارت کے محاصرہ کا اعلان کر دیا۔ لیکن جرمنوں نے حرب و ضرب کے حدود سے نکل کر جہالت اختیار کی اور غیر جانب دار قوموں کے مال تجارت اور مسافروں کے جہازوں کو تارپیڈو سے اڑانا شروع کر دیا حتیٰ کہ مجروحین کے جہازوں تک کو وہ غرق آب کر رہے ہیں خصوصاً لوسی ٹانیا کے ۷۔ مئی سنہ۱۹۱۵ء کے غرق آب ہونے سے تو دنیا کی قوموں میں سنسنی پیدا ہو گئی اور جرمنوں کی وحشیانہ حرکات نے اُن کی رگوں میں انسانی ہمدردی کے خون کو دوڑا دیا۔ اس پر بھی اُس تاریخ سے اب تک غیر مبارز اقوام کے جہازوں کو بھی جرمن برابر غرق کر رہے ہیں ؛

بحری اور ہوائی لڑائیاں

ہوا میں تو اس جنگ نے اور بھی مُہلک صورت اختیار کی ہے اور ہوائی میدان کارزار کے آلات حرب میں سب سے زیادہ کامیابی ایروپلین نے حاصل کی ہے ہوائی کرہ میں بھی جرمنوں نے غیر مبارز لوگوں پر حملے کیے ہیں اور وہ انگریز جو اپنے وطن میں رہے اور جرمنوں کے مقابلے کو ملک کے باہر نہیں گئے زپلینوں اور ایروپلینوں کی گولہ باری سے جان و مال کا سخت نقصان اٹھا رہے ہیں خصوصاً لندن پر ان آلات حرب نے سخت آفت برپا کر دی تھی جس کی وجہ سے برطانوی حکومت کو بمقتضائے فنون جنگ جہاں جہاں ضرورت ہوئی جرمن شہروں پر بمب کے گولے برسا کر انتقام لینا پڑا ؛

یورپ کے سوائے دوسرے ملکوں میں انگریزوں کو سخت معرکے کرنے پڑے اس جنگ سے جرمنی کا اصلی مقصد مشرق اور ہند کی تجارت پر اثر ڈالنا تھا اس بنا پر اُس نے

محاربات مشرقی

ترکوں کو ۱۹۱۴ء میں، اور بلغاریوں کو ۱۹۱۵ء میں، برطانیہ کے خلاف مشتعل کر کے اپنی طرفداری میں جنگ پر آمادہ کر لیا۔ اُس زمانے سے مصر، صحرائے عرب، شام (جس کا ایک بہت بڑا حصہ فتح ہو گیا ہے) اور عراق عرب میں برطانوی فوجیں ترکوں سے آمادۂ جنگ ہیں اور سب سے آخری صوبے میں بغداد کے فتح ہونے سے جرمنوں کا مشہور بغداد ریلوے کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنا رک گیا ہے ۱۹۱۵ء میں برطانیہ نے ایک کثیر لشکر اور جنگی جہازات ترکوں سے لڑکر ڈرڈانیال میں بجبر داخل ہونے اور قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کی غرض سے روانہ کیے لیکن اس مُہم کو ناکامی ہوئی اور برطانوی فوجیں (ستمبر ۱۹۱۵ء میں) سالونیکا چلی آئیں اور یہاں فرانسیسیوں کے ساتھ آگے بڑھنے سے بلغاریوں کو روکتی رہیں اور بدقسمت اہل سرویا کی مدد کرنے ہیں جن کو ترک مستاصل کر رہے ہیں کوشش کی جو ناکام رہی ؂

ایک دوسری اور بالکل جداگانہ جنگ جنوبی افریقہ میں ہو رہی ہے انگریز اور بوئروں نے ملکر جرمنوں کو اُن کے کل مقبوضات سے خارج کیا اور اُن کی ایسی گت بنائی ہے کہ ان مقامات کو جرمنوں کا دوبارہ فتح کرنا ممکن نہیں ؂

ہر چند انگریزوں کو روس کی امداد و شرکت سے بڑی بڑی امیدیں تھیں اور اگرچہ

روس اور اٹالیہ

روسی افواج کو ابتداءً بڑی بڑی فتوحات نصیب ہوئیں لیکن ۱۹۱۷ء میں انھیں جرمن سپاہ نے بری طرح پسپا کیا اور اس کے ساتھ ہی پیٹرو غراد میں انقلاب حکومت شروع ہو گیا، زار نے سلطنت سے کنارہ کشی اختیار کی اور حکومت انتہا درجہ کے اشتراکیوں کے ہاتھوں میں چلی گئی۔ حکومت کا بدلنا تھا کہ اشتراکیوں نے جرمنی سے صلح کر لی اور اب وہ بالکل اُس کے اختیار میں آگئے ہیں لیکن اس پر بھی پہلے کی سی حکومت قائم ہونے کے آثار پائے جاتے ہیں اٹالیہ نے ۱۹۱۵ء میں متحدین سے شرکت کی اور اب تک لڑائی میں کامیاب رہا ہے لیکن جرمن فوجیں جو روسی انقلاب کے سبب سے روسی خطِ کارزار سے فارغ ہوئیں اب آسٹریا والوں کی مدد کر رہی ہیں جس کی بدولت آسٹروی سپاہ اطالوی خطِ مدافعت کو توڑ کر دے نس

سے چند میل کے فاصلے پر پہنچ گئی ہے اور جرمنوں کے سیلاب فوج کو روکنے کے لئے متحدین اپنے لشکروں کو اٹالیہ روانہ کر رہے ہیں جن کی امداد سے اُسے ۱۹۱۸ء میں آسٹریا پر ایک شاندار فتح حاصل ہوئی ہے اور امید قوی ہے کہ اٹالیہ آسٹروی حملہ کو ضرور پسپا کرے گا۔

جنگ شروع ہو کر یہ چوتھا سال ہے مگر خوشی کا مقام ہے کہ برطانوی سپاہ پست ہمت نہیں ہے وہی پہلی امنگ ہے اور اس کے قلوب فتح کی امید سے لبریز ہیں۔ ان دنوں جبکہ ہم اس جنگ عظیم کے مختصر واقعات حوالۂ قلم کر رہے ہیں جرمن فوجیں برطانوی اور فرانسیسی لشکروں کی سد کو توڑ کر پیرس پر دھاوا کرنے کی کوشش کر رہی ہیں اور چاہتی

مغرب میں جرمنوں کی جارحانہ کارروائی ۱۹۱۸ء

ہیں کہ برطانوی سپاہ اور فرانسیسیوں کے درمیان خود حائل ہو جائیں لیکن کچھ دنوں قبل (جولائی ۱۹۱۸ء میں) فرانسیسی اور امریکن افواج نے سورسن کے جنوب میں انھیں شکست دیکر بھگا دیا اور شمالی خطۂ کارزار پر برطانیہ اور بیلجیم کی فوجیں نہایت جرأت و ہمت اور استقلال و جوش سے قدم جمائے ہوئے ہیں۔

کیا اُن انگریزوں سے جو میدان جنگ میں نہیں بلکہ اپنے وطن میں ہیں حکومت کی مدد نہیں ہو سکتی؟ ہمارا جواب ہے کہ بے شک وہ گھر بیٹھے قوم کی ایسے نازک وقت میں امداد کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اپنی خوشی سے کسی قدر ایثار سے کام لیں۔ اگر وہ جان و مال سے اس مہلک جنگ میں حکومت کی کمک نہیں کر سکتے ہیں تو اُن کا فرض ہے کہ کم سے کم ضروریات زندگی میں وہ کفایت شعار بن جائیں، غذا اور تاپنے کی آگ کا بے موقع صرف نہ ہونے دیں اور بہت احتیاط سے ان چیزوں کا استعمال کریں اسلئے کہ ان چیزوں کی برطانوی سپاہیوں اور ملاحوں کو مقامات حرب میں بڑی ضرورت ہے اگر برطانیہ میں ضروریات زندگی کا صرف زیادہ ہوا تو حکومت میدان کارزار کے فدائیان قوم کو یہ اشیا کس طرح پہنچا سکتی ہے خصوصاً ایسے نازک وقت میں جبکہ مال تجارت کے جہاز اگرچہ وہ غیر مبارز اقوام کے ہی کیوں نہ ہوں شدت سے تحت البحر کشتیوں کے طفیل سمندر کی نذر ہو رہے ہیں۔ یہ ہماری استدعا قوم کے خوشحال افراد سے تھی لیکن ہم اب برطانیہ کے مزدور پیشہ لوگوں سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کے دلوں میں

حُبّ وطن کا دریا کیوں موج زن نہیں ہوتا۔ افسوس ہے کہ وہ ایسے بیم ورجا کے زمانے میں اپنی اُجرت کے بڑھانیکی دھن میں لگے ہیں اُنکی ہر ایک ہڑتال سے جنگ کو طول اور برطانوی سپاہی وملاحوں کے بیم جان میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اس پر بھی ہم اس امر کا اظہار کیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اہل برطانیہ دوسروں سے ایثار کا سبق لے رہے ہیں روزانہ بیسیوں ثبوت اس بات کے مل رہے ہیں کہ برطانوی قوم کو جنگ کے فتح کرنے کی بیحد فکر ہے اور وہ اسطرح حرب کرنا چاہتی ہے کہ صفحۂ ہستی پر اُس کا نام رہ جائے اور قوم کے بچے اور اُن کی آیندہ نسلیں موجودہ اہل برطانیہ سے بہتر حالت میں اور زیادہ امن کے ساتھ زندگی بسر کریں ؎

تمّت

اسمائے اشخاص و مقامات وغیرہ

متذکرۂ تاریخ انگلستان مؤلفہ بکلے جنکا تلفظ اُردو میں دکھلانا مناسب معلوم ہوا

بلحاظ حروف تہجی انگریزی

تلفظ بخط اُردو	رسم الخط انگریزی
(انگریزی) اجن کورٹ (فرانسیسی) آژن کور ۔	Agincourt
اَلفیج ۔	Alphege
(انگریزی) ایمی آنز (فرانسیسی) آمیان ۔	Amiens
این شہزادی کلیوز ۔	Anne of Cleves
اِک وِی ٹین ۔	Aquitaine
اسکوِتھ ۔	Asquith
ایسر	Asser (R)
آگسٹائن ۔	Augustine
باداہوتھ ۔	Badaios
بیلفر (بالفور) ۔	Balpour
بیسٹ وک ۔	Bastwick
بایو ۔	Bayeux
بیڈفرڈ ۔	Bedford
بیل سم ۔	Belsome
برک شر ۔	Berkshire
بلوا ۔	Blois
بارا ڈینو ۔	Borodino
برو ۔	Borough
بلون ۔	Boulogne
بریٹ والڈا ۔	Bretwalda
برج واٹر ۔	Bridgewater
برس ٹل ۔	Bristol

برتھ ناتھ (نوتھ) ۔	Brithnoth
برے ٹانی ۔	Brittany
برنزوک ۔	Brunswick
برس ایلز ۔	Brussels
بیوکین ۔	Buchan
بوئنے نوس آئی ریس	Buenos Aires
برک ۔	Burke
برٹن ۔	Burton
بنگ ۔	Byng
کیڈمن ۔	Caedmon
کینٹ وارا برگ ۔	Cant-wara-byrig or
کینٹ مینس برو ۔	Kentmensborough
کیرک ٹیکس ۔	Caractacus
کارڈی گن ۔	Cardigon
کیرک ۔	Carrick
سیلٹ ۔	Celt
چینٹری ۔	Chantery
چیپ اسٹو ۔	Chepstow
چچسٹر ۔	Chichester
چرچل ۔	Churchill
سسنن سیشٹر ۔	Cissancaster
نوٹ ۔	Cnut
کیڈوالن ۔	Cadwallen
کان ناٹ ۔	Connaught
کان رڈ ۔	Conrad
کان اسٹنس ۔	Constance
کارونا ۔	Corunna
کاؤٹن مور ۔	Cowton Moor
کرام لیک ۔	Cromlech
ڈین گیلڈ ۔	Danegeld
ڈارن لی ۔	Darnley
ڈے وڈ لیزلی ۔	David Leslie
ڈیرا ۔	Deira
ڈے ون ۔	Devon
ڈگز ۔	Digges
ڈب لن ۔	Dublin
ارل تھرکل	Earl Thurkill
ایج ہل ۔	Edgehill
ایڈون ۔	Edwin
اگ برٹ ۔	Egbert
ایلب ۔	Elbe (R.)
ایلی نار ۔	Eleanor
ایل فرتھ ۔	Elfrith
ایل گن ۔	Elgin
ای لی ۔	Ely
ایتھل فلیڈ ۔	Ethelfled
ایتھل ولف ۔	Ethelwulf
اک سے ٹر ۔	Exeter
فلینڈرز	Flanders
فرایرٹک ۔	Friar Tuck

گیسکنی	Gascony
جفری ۔	Geoffrey
گینٹ (فرانسیسی) گان ۔	Ghent
گلاسٹر ۔	Gloucester
گاڈولفن ۔	Godolphin
گاڈون ۔	Godwin
گی آنا ۔	Guiana
گن ہلڈ ۔	Gunhild
آرفلوآر ۔	Harfleur
ہیرلڈ ۔	Harold
ہارتا کنوٹ ۔	Hartha Canut
ہیسل رگ ۔	Haselrig
ہیسٹنگز ۔	Hastings
ہنری فٹز آل وِن	Henry Fitz Alwyn
ہولز ۔	Holles
ہیو میکے ۔	Hugh Mackay
آئی ڈا ۔	Ida
اڈوال ۔	Idwal
ان ورنیس ۔	Inverness
جیمز فان آرٹے ویلڈ ۔	James Van Artevelde
جیرو ۔	Jarrow
شان ڈی آرک ۔	Jeanne Darc
جے زوایٹ ۔	Jesuit
جان فیلٹن ۔	John Felton
جان پم ۔	John Pym
جوسیا ویج وڈ	Josiah wedge wood
جوٹ (قوم جوٹ) ۔	Jutes
کے نتھ ۔	Kenneth
لاراشل	La Rochelle
لین فرانک	Lanfranc
لین اِسٹر ۔	Leinster
لی آف ۔	Leof
لیزلی ایلس ۔	Leslie, Alice
لمرک ۔	Limerick
لی موژ ۔	Limoges
لن کن ۔	Lincoln
لورپول ۔	Liverpool
لانگ شیمپ (درازپا) ۔	Longchamp
لوتھی اَن ۔	Lothian
میڈرڈ ۔	Madrid
مال ڈن ۔	Maldon
مینچسٹر ۔	Manchester
میٹلڈا ۔	Matilda
میولان ۔	Moulan
ملٹن ۔	Milton
مانٹیگو ۔	Montague
نیویل کراس ۔	Neville Cross
نیوآرک ۔	Newark

نارفک -	Norfolk
نارویچ -	Norwich
اوڈو -	Odo
آری نوکو -	Orinoco
آورلی اینز -	Orleans
آسنابرک -	Osnabruck
اوز -	Ouse (R.)
پلاٹائن -	Palatine
پالی نس -	Paulinus
پیم بروک -	Pembroke
پینڈا -	Penda
پنسل وے نیا -	Pennsylvania
پیپ اس پیپیس -	Pepys
پرکن واربیک -	Perkin Warbeck
پی آرس گاویسٹن -	Piers Gaveston
پٹ -	Pitt
پوآٹو -	Poitow
پاوک برج -	Powick Bridge
پریسٹ لی -	Priestly
پرن -	Prynne
کوئے کر -	Quaker
رالی (رالے)	Raleigh(Ralegh)
ریلف فلیمبرڈ -	Ralph Flambard
رین الڈز (رینالڈز)	Reynolds
رھائن	Rhine (R.)

رڈالفی -	Ridolfi
رابن ہڈ -	Robin Hood
رالف -	Rolf
رُوان -	Roven
سلامنجکا -	Salamanjca
سالسبری -	Salisbury
سینڈوچ -	Sandwich
سین -	Seine (R.)
شروزبری -	Shrewsbury
سر کرسٹوفر رین	Sir Christopher Wren
سر ہنری وین -	Sir Henry Vane
سمرسیٹ -	Somerset
سئودی (سدی) -	Southey
سویجن -	Swegen
سوین -	Sweyn
خانقاہ سوائنزہیڈ	Swineshead Abbey
ٹین متھ -	Teignmouth
تھیٹ فرڈ -	Thetford
ٹاس ٹگ -	Tostig
ٹاور ہل -	Tower Hill
ٹرکانل -	Tyrconnel
یوٹریکٹ -	Utrecht
لارڈ ویرولم -	Verulum, Lord
وال تھیاف -	Waltheof
واروک -	Warwick

واٹ ٹائی لر۔	Wat Tyler
ویڈمور۔	Wedmore
ویلزلی۔	Wellesly
ویلز۔	Wells
وینٹ ورتھ۔	Wentworth
وسے زر	Weser (R.)
وگ مور۔	Wigmore
ولٹ شئر۔	Wiltshire
ون چیسٹر۔	Winchester
وُلف۔	Wolfe
وُلزی۔	Wolsey
وُوسٹرشئر۔	Worcestershire
وُڈاسٹاک۔	Woodstock
وَرڈز ورتھ۔	Wordsworth

تمّت

فہرست اصطلاحات
تاریخ انگلستان برائے میٹریکولیشن

English	اردو
Abbot	رئیس رہبان
Absolute	مطلق العنان
Act of Security	قانون طمانیت
Active conformity	مطابقت عملی
Administrative County	حکومتی ضلع
Administration	نظم ونسق
Administration of Justice	دادرسی عدل گستری
Affirmation	اقرار (صالح)
Alderman	شریک میر بلد
Aldermen	شرکاء میر بلد
Aliens Act	قانون اجانب
Allegiance	وفاشعاری
Altar	قربان گاہ
Anglican Church	مقررہ مذہب انگلستان
Anglo-Saxon	سیکسن انگریز
Appropriation of supplies	تخصیص رقوم
Arbitration	ثالثی
Anarchy	عدم حکومت (تاراج)
Archbishop	صدر اسقف
Archdeacon	صدر شماس
Army air ships	فوجی ہوائی جہاز
Army and discipline Act	قانون تربیت وضابطۂ فوج
Assault and battery	حملہ اور زدوکوب
Assize	فرمان قانون نظام تحقیقات جوری
Assize of Arms	قانون اسلحہ
Act (or Bill) of attainder	مخصوص قانون تعزیری
Attorney General.	صدر وکیل سرکار
Ballot	قرعہ اندازی مخفی طریقے کا ووٹ
Ballot Act	قانون قرعہ اندازی
Bankrupt	دیوالیہ
Law of Bankruptcy	قانون دیوالہ
Barony by tenure	بیرنی از روئے عطیۂ اراضی

English	اردو
Barony by writ	بیرنی از رُوئے شقۂ طلبنامہ
Benefit societies	انجمنہائے امداد
Benefit of Clergy	مراعات کنیسہ
Benevolence	قرضۂ جبریہ۔ نذر
Bill	مسودۂ قانون
Bishop	اسقف
Board	مجلس محکمہ
Board of Exchequer	مجلس مالیہ
Board of Works	محکمۂ تعمیرات
Book land	اراضی شخصی۔ زمین سندی
Borough	شہر
Bye-laws.	قانون مقامی (موضع)
Bretwalda	حاکم برطانیہ
Burial	تدفین
Cabal	جماعت سازشی
Cabinet-closet	خلوت چھوٹا کمرہ
Cabinet System	نظام کیبنٹ یا کابینہ
Cablegram	بحری تار برقی
Cannons	عملہ اسقف
Cannon law	قانون کلیسائی۔ قانون مذہبی
Canvassing	جستجوئے رائے استمداد
Cause of action	بنائے دعویٰ
Carrier of goods	برندۂ مال
Cathedral	کنیسہ اسقف
Calibacy	تجرد
Censorship of the press	نظارت مطابع
Central Government	حکومت مرکزی صدر حکومت
Chamberlain	تشریفاتی بارسالار منتظم بارگاہ
Character	عادات واطوار
Charter	سند شاہی
Chartered town	شہر سند یافتہ
Civil Officers	افسران قانونی
Civil registration	اندراج قانونی
Coal Mines Act	قانون معادن غال
Confederacy	حکومت اجتماعی
Conservative	قدامت پسند
Conservator of peace	محافظ امن
Constable	سرخیل قصر شاہی قلعہ دار
Constituency	حلقۂ انتخاب
Constitution	دستور
Constitutional	دستوری
Conventicle	مجمع مصلیاں
Convocation	صدر مجلس انتظامی اہل کنیسہ
Copy hold	نقل داری
Copyholder	نقل دار
Coroner	مفتش اسباب ہلاکت
Corporate body	جماعت سند یافتہ۔ شخصیہ والی جماعت

English	اردو
Corporation	شخصیہ
Corporate town	شخصیہ والا شہر
Council of state	مجلس حل و عقد تحلیس نظمیہ
County	ضلع
County Palatine	ضلع خود مختار
Court of Assize	عدالت اسائز
Criminal Appeal Act	قانون مرافعہ مقدمات فوجداری
Cross Classification	تقسیم متداخل
Court of Exchequer	عدالت مال
Court of the Common Pleas	عدالت دیوانی
Curia Regis	عدالت شاہی
Chartism	خیالات فرقۂ چارٹسٹ
Chartists	فرقۂ چارٹسٹ طالبان (سند منشور
Chivalry	فتوت و مروت (فروسیت)
Church	کلیسا - مذہب
Church service	صلوٰۃ نصاریٰ
Churchrate	محصول کلیسائی
Church Wardens	ناظران کلیسا
Civil Government	حکومت منتظم
Civil List	جیب خرچ شاہی - فہرست عہدہ داران علاقہ دیوانی
Clergyman	پادری
Coalition Ministry	وزارت متفقہ
Customary law	قانون رسمی
Code of laws.	مجموعۂ قوانین منضبطہ
Colonial office	محکمۂ نوآبادیات
Commendation	رسم جوار
Commission	اختیار حکم - پروانہ تقرر - نیابت مجلس
Commissioner	نائب قائم مقام
Composite constitution	دستور مرکب
Common land	اراضی شاملاتی
Common Law	قانون غیر موضوعہ
Common Pleas	مقدمات یا نالشات دیوانی
Common prayer book	عام کتاب صلوٰۃ
Commons.	چراگاہ عام - چراگاہ شاملاتی
Commons (The)	ارکین عوام (پارلیمنٹ انگلستان
Common Wealth	(رفاہ عام
Common Wealth	حکومت جمہوری)
Communion	عشائے ربانی
Compurgation	تائید حلف
Compurgators	موئدین حلف
Complex	مخلوط
Confederation	اجتماع
Congregation	کلیسا مجمع مصلیاں - فرقۂ مذہبی

Consecration	تقدیس تکریس
County	ضلع
County Council	مجلس ضلع
Coupd'e tat	واقعۂ فاجعہ
Death Duties	رسوم فوتی
Deacon	شماس
Dead letter	قانون منسوخ العمل
Declaration of Indulgence	استقرار مراعات
Declaration of Rights	استقرار حقوق
Deliberations	مباحث مشاورات
Demesne Land	زمین سیر
Demesne Lands of the Crown	علاقۂ صرف خاص شاہی سیر
Democracy	حکومت جمہوری
Democrat	حامی حکومت جمہوری
Democratic	جمہوری
Degree (of a University)	سند (جامعہ)
Despatch	مراسلت سرکاری یا نامہ و پیام
Diocese	ضلع استقف یا صدر استقف
Dictum	آئین
Direct taxation	محصول بلا واسطہ
Disendowment	ازالۂ وقف
Disestablishment	موقوفی
Dispensing Power	اختیار استثناء
Dissolution	برخاست (پارلیمنٹ)
Distraint of Knighthood	فوجی زمینداری کی قرقی
Distribution of seats	تقسیم نائبین
Districts	اضلاع
Divine Right	نیابت الٰہی
Division List	فہرست موافقین و مخالفین تحریک
Doctrine of tenure	مسئلہ (حقیت) و عطائے اراضی
Doctrine of Transubstantiation	مسئلہ استحالہ
Domesday Book.	کتاب بندوبست
Ecclesiastical order	آئین مذہبی
Ealdorman	نائب شاہ صوبہ دار گورنر
Elastic	ممکن التاویل
Elective right or title	حق انتخاب
Elective Franchise-Franchise	حق رائے نسبت انتخاب
Elector	انتخاب کنندہ منتخب
Electorate	حلقہ انتخاب کنندگان
Elementary education	تعلیم ابتدائی
Entail	عطیۂ مشروط عطیہ منقطع

English	اردو
Entente Cordiale	اتحاد قلبی
Episcopal Government	حکومت اسقفی
Escheat	استرداد۔ بازگشت وحق بازگشت حق استرداد
Estate for life	حق یا جائداد حین حیات
Exclusive laws	قوانین محرومیت۔ قوانین اخراج وحرمان
Excommunication	اخراج مذہبی
Executive Government	حکومت عاملانہ
Ex-officio Oath	حلف منصب
Extreme republican	انتہائی جمہوریت پسند
Extortion.	حصول بالجبر
Fee=Court fee	رسوم عدالت
Fair criticism	اعتراض جائز
Fanaticism	تعصب شدید
Fanaticism (religious)	جنون مذہبی
Father-land	وطن آبائی
Fealty	اطاعت
Fee	جاگیر زمینداری زمین معافی
Fee Simple	ملک یا عطائے مطلق
Fee tail	ملک یا عطائے مشروط ومنقطع
Fellow of a college	طالب علم وظیفہ یاب امتیازی
Federation	اتفاق متفقیت
Federal State	دولت متفقہ
Fellowship	وظیفۂ امتیازی
Feudal dependant	جاگیردار تحت
Feudal incidents	رسوم جاگیری
Feudalism	خیالات نظام جاگیری
Feudal lord	رئیس جاگیردار
Feudal Revenue	محاصل جاگیری
Feudal System	نظام جاگیری
Fine	جرمانہ
First Lord of the Admiralty	وزیر بحریہ
First Lord of the Treasury	وزیر خزانہ
Flexible	ترمیم پذیر
Folkland	زمین جمہوری
Foreign Despatches	مراسلات خارجہ
Finance	مالیہ
Foreign office	محکمہ خارجہ
Forfeiture	ضبطی
Franchise	حق رائے دہی۔ رائے (ووٹ) دینے کا حق

English	اردو
Registrar-General of Birth Marriages and deaths	صدر ناظم محکمہ ولادت وازدواج و ممات
Relief	پیشکش نذرانہ
Rental of the land	آمدنی مالگزاری
Reporter	خبرنویس
Representation	نیابت نمائندگی
Representative	نائب نمائندہ
Representative Government	حکومت نیابیہ
Republican	جمہوریت پسند
Restoration (The)	عود شاہی
Revenue	محاصل
Retainer	وابستۂ دولت
Revenue Stamp	ٹکٹ محاصلی
Rigid	غیر ترمیم پذیر
Right to reputation	حق نیکنامی
Royal administration	نظم ونسق دیا انتظام شاہی
Royal closet	خلوت شاہی
Royalist	طرفدار شاہی
Rotten borough	شہر ویران وخراب ۔ شہر غیر آباد
Round Heads	سرتراشیدہ ۔ سرمنڈے ۔ طرفداران کرامویل و جمہوریت
Rump (The)	تلچھٹ ۔ فضلہ ۔ نام اراکین بقیہ شارٹ پارلیمنٹ
Sacramental Test	آزمائش عشائے ربانی
Sanitary authorities	حکام صفائی یا حفظان صحت
Sanitation	حفظان صحت
Schism Act (The)	قانون افتراق مذہبی
Secondary Education	تعلیم ثانوی
See	علاقۂ ماتحت اسقف یا صدر اسقف
Secretary of State	وزیر سلطنت
Secretary of State for Colonies	وزیر نوآبادیات
Secretary of State for India	وزیر ہند
Secretary of State for War.	وزیر جنگ
Self Government	حکومت خود اختیاری
Septinial Act (The)	قانون ہفت سالہ

English	Urdu
Indirect taxation	محصول بالواسطہ
Informal	بےضابطہ۔ غیر رسمی۔ سادہ
Innate rights	حقوق فطرتی
Inquest	تفتیش
International Exhibition	نمائش بین الاقوامی
Ireland	آئرستان
Irish	آئرستانی
Institutions	ادارات۔ قوانین۔ آئین
Instrument of Government	دستاویز حکومت۔ آلۂ حکمرانی
Interdict	حکم امتناعی پوپ
Interest	حق نسبت جائداد غیر منقولہ
Investiture	رسم تشریف تقرر اسقف منجانب پوپ
Jacobites (L. Jaoobus and Fr. James)	طرفداران جیمس دوم
Jesuits	فرقۂ یعقوبی
Judge	قاضی
Jurisdiction	اختیارات عدالت۔ سماعت مقدمات۔ حدود ارضی عدالت
Justice of the Peace	اعزازی ناظم فوجداری
Justiciar	صدر اعظم
King in Council	بادشاہ با اجلاس کونسل
King in Parliament	بادشاہ با اجلاس پارلیمنٹ
Knight	مبارز
Knight-errant	مبارز دوّار
Knighthood	طبقہ مبارز۔ فوجی زمینداری
Knight's fee	جاگیر مبارز
Knight Service=Tenure by Knight Service= Military tenure.	فوجی عطیہ ارضی
Knight tenure	فوجی زمینداری
Labour Exchanges	صرافہ جات محنت
Land Lord	زمیندار۔ مالک زمین۔ مالک خانہ مستاجر
Land tax	محصول زمینی
Land System	نظام زمینداری
Land tenure	عطایائے ارضی
Law of patent	قانون اختراعات و صنائع
Law of Bankruptcy	قانون دیوالہ
Lay man	دنیوی آدمی
Lease	پٹہ
Leasehold	پٹہ۔ پٹہ داری
Lease holder.	پٹہ دار
Legal Provisions.	شرائط قانونی

English	اردو	English	اردو
Lords ordainers	امرائے مقنن	Legate	سفیر پوپ
Lodger's franchise	حق رائے منزل گزین	Legislative innovations	تغیرات قانونی
Lord Chamberlain	میر تشریفاتی	Libel	ازالۂ حیثیت عرفی ـ توہین تحریری
Lord Chancellor	ناظم عدالت ایکویٹی (نصفت)	Liberal Education	تعلیم درسی و اخلاقی
Lord High Admiral	صدر امیر البحر	Liberal party	فرقۂ حامی آزادی فرقۂ جدت پسند
Lord High Chancellor	میر مجلس عدالت العالیہ قاضی القضاۃ	Liberty of the Press	آزادی مطابع
Lord Lieutenant	نائب السلطنت		
Lord President of the Privy Council	میر مستشار	Liege lord	رئیس یا میر واجب الاطاعت
Lord Protector	حامی سلطنت	Licensing Act (The)	قانون اجازت نامہ
Lord's anointed	برگزیدۂ الٰہ	Life interest	حق یا جائداد حین حیات
Lords Spiritual	امرائے دینی	Light house	منارۂ بحریہ
Lords Temporal	امرائے دنیوی	Liturgy	طریقۂ عبادت قومی ادائے رسم عشائے ربانی
Lunatic Asylum	دار المجانین		
Magna Charta	سند اعظم	Local administration	حکومت مقامی
Manor	پرگنہ ـ جاگیر		
Maritime adventures	وقائع سیاحت بحری	Local authority	حاکم مقامی
		Local Community	جماعت مقامی
Marriage	رسم تزویج عقد نکاح	Local Government	حکومت مقامی
Marriage Act	قانون ازدواج		
Marriage by civil registration	تزویج بذریعہ اندراج قانونی	Local institutions	ادارات مقامی

English	اردو
Marshall	سپہ سالار
Martial law	قانون حربی
Matriculation	شرکت جامعہ
Mayor	میر بلد
Mechanics Institute	انجمن تعلیم کاریگراں
Merchant shippings	جہازات تجاریہ / تجارتی جہاز
Middle Ages.	قرون وسطیٰ / ازمنۂ وسطیٰ
Military tenure	عطیۂ خدمت فوجی
Militia = National Army.	فوج ردیف - فوج قومی
Miner's Federation	انجمن وفاق مزدوران معدن
Modern England	انگلستان حالیہ
Monarchy	حکومت شخصی
Money bill	مسودۂ قانون مالیہ (مسودۂ معاملات مالیہ)
Money market	صرافہ یا بازار زر
Mortmain	بدست مردہ
Mote	مجلس
Mouthpiece = spokesman	وکیل / نمائندہ
Municipal borough	بلدیہ والا شہر
Municipal Corporations	شخصیات بلدی / بلدیات سند یافتہ
Municipal reform	اصلاح بلدیہ
Mutiny Act	قانون غدر
National assembly	مجلس قومی - مجلس ملیہ
National administration	حکومت قومی
National Covenant (The)	عہد نامہ قومی
National purse	مداخل ملکی محاصل قومی
Natural rights	حقوق فطرتی
Navigations laws	قانون ملاحی
Navy	بحریہ محکمۂ بحری
Neolithic age	زمانہ حجریہ جدید
Nuisances	امور باعث تکلیف
Occasional confirmity	مطابقت اتفاقیہ
Occupier	قابض
Officers of the Royal household	افسران بیوتات شاہی
Opening of Parliament	افتتاح پارلیمنٹ
Opposition	ارکان مقابلہ فریق مقابل
Ordeal	آزمائش غیبی
Ordinance	فرمان
Overrule	بطلان یا رد فیصلہ

English	Urdu
Overseers of the Poor	ناظران مفلسین
Palæolithic age	زمانہ حجریہ قدیم
Parish Council	مجلس پیرش
Parish rural	دیہاتی پیرش
Parish Urban	شہری پیرش
Parson	پادری متولی
Party Chief	سردار فرقہ
Party in a Minority	فرقۂ قلیل
Party System	نظام فرقہ بندی
Party in a Majority	فرقۂ کثیر
Party Government	فرقہ بندی کی حکومت
Party having Majority in the House of Commons	بیت العوام کا برسر حکومت فرقہ یا فرقۂ کثیر
Passive obedience.	اطاعت غیر مخالفانہ۔ اطاعت تامہ
Patent	سند ایجاد۔ سند حق اختراع
Law of Patents	قانون اختراعات وصنائع
Peerage Bill	مسودہ قانون امارت
Penal Statute	قانون تعزیری
Pensioner	وظیفہ یاب
Peter's Pence	خراج پطرس
Petition of Rights	قانون حقوق
Palace men	ملازمان شاہی۔ صاحبان مناصب
Pleas of the Crown	مقدمات فوجداری
Pocket borough	جیبی پرگن شہر
Political institutions	ادارات سیاسی
Poor Law	قانون مفلسین
Poor Relief	امداد مفلسین
Popular assembly	مجلس ملیہ۔ مجلس قومی
Popular Court	عدالت قومی
Preferment	معاش مذہبی منصب و عہدہ کلیسائی
Prelate	رئیس کنیسہ
Preliminaries	مقدمات صلح
Prerogative of Mercy of Pardon	شاہی اختیار معافی و ترحم
President	میر مجلس
President of the Board of Trade	میر مجلس تجارت
President of the Board of Education	میر مجلس تعلیمات

President of the Local Government Board	میر مجلس حکومت مقامی
Prince Consort	عقد التاج
Prince of Wales	ولیعہد برطانیہ
Private business	کار شخصی - نجی کے کام
Privileged Communications	بیانات استحقاقی
Privy Council	مستشار شاہی
Privy Councillor	رکن مستشار شاہی
Progressive party	فرقۂ ترقی پسند
Presentment	چالان
Property qualifications	شرائط ملکی
Prorogation	التوا بحکم شاہی
Protection of Children Act	قانون حمایت اطفال
Protector (Lord)	نائب السلطنت ، حامی سلطنت
Protectorate	حکومت زیر حمایت
Provisions of Oxford	دستور (معاہدہ) جو بمقام اکسفرڈ مرتب ہوا
Proxy	نائب - قائم مقام
Public affairs	امور ملکی مہام سلطنت
Public credit	اعتبار قومی - سرکاری اعتبار
Public Expenditure	مصارف ملکی
Public Health Act	قانون صحت عامہ
Public Interest	رفاہ عام
Public officers	عہدہ داران سرکاری
Public opinion	رائے عامہ
Public Purse	محاصل ملکی
Public Spirit	رفاہ قومی
Public Trustee	امین سرکاری
Qualifications for the franchise	شرائط اہلیت رائے زنی
Question of fact	امر واقعاتی
Question of Law	امر قانونی
Quinquennial Act (The)	قانون پنج سالہ
Ratification.	توثیق منظوری
Rector	متولی کلیسا
Redistribution of Seats Act	قانون تقسیم مکرر نائبین
Reform Act (The)	قانون اصلاح
Reformation (The)	اصلاح (مذہب)

English	اردو
Registrar-General of Birth Marriages and deaths	صدر ناظم محکمہ ولادت وازدواج و ممات
Relief	پیشکش نذرانہ
Rental of the land	آمدنی مالگزاری
Reporter	خبرنویس
Representation	نیابت نمائندگی
Representative	نائب نمائندہ
Representative Government	حکومت نیابیہ
Republican	جمہوریت پسند
Restoration (The)	عود شاہی
Revenue	محاصل
Ratainer	وابستۂ دولت
Revenue Stamp	ٹکٹ محاصلی
Rigid	غیر ترمیم پذیر
Right to reputation	حق نیکنامی
Royal administration	نظم ونسق یا انتظام شاہی
Royal closet	خلوت شاہی
Royalist	طرفدار شاہی
Rotten borough	شہر ویران وخراب ۔ شہر غیر آباد
Round Heads	سرتراشیدہ ۔ سرمنڈے ۔ طرفداران کراموِل و جمہوریت
Rump (The)	تلچھٹ ۔ فضلہ ۔ نام اراکین بقیہ شارٹ پارلیمنٹ
Sacramental Test	آزمائش عشائے ربانی
Sanitary authorities	حکام صفائی یا حفظان صحت
Sanitation	حفظان صحت
Schism Act (The)	قانون افتراق مذہبی
Secondary Education	تعلیم ثانوی
See	علاقۂ ماتحت اسقف یا صدر اسقف
Secretary of State	وزیر سلطنت
Secretary of State for Colonies	وزیر نوآبادیات
Secretary of State for India	وزیر ہند
Secretary of State for War.	وزیر جنگ
Self Government	حکومت خود اختیاری
Septinial Act (The)	قانون ہفت سالہ

English	اردو
Serf	غلام زرعی۔ غیر آزاد کسان
Set Speeches	پر تکلف اور مصنوعی تقریریں
Settlement Act (The)	قانون تخت و تاج
Shire	ضلع
Shipmoney	محصول بحریہ۔ زر جہاز
Shorthand	اختصار نویسی
Shorthand writer	اختصار نویس
Sicily	صقلیہ
Simple esquires	ادنیٰ درجہ کے معززین
Sinecurist	مفت باش
Simple	بسیط
Small Holdings & allotments Act	قانون اراضی و قطعات
Socialist	اشتراکی
Speakers	مقررین
Socage tenure	عطیہ زرعی
Solemn affirmation	اقرار صالح
Statistical Survey	بندوبست۔ پیمائش عددی
Statistics	اعداد
Statute Book	کتاب قوانین موضوعہ
Statute of Premunire	قانون انتباہ
Subscription	دستخط۔ دستخطی تحریر
Subsidy	مخصوص اشیائے تجارتی کا محصول کروڑگیری
Super tax	محصول بالائی
Supreme Court of Justice	عدالت العالیہ
Supreme Government	صدر حکومت
Supreme Power	حکومت اعلیٰ
Suspending power	قانون کو معطل کرنے کا اختیار۔ التوا
Taxation	اجرائے محصولات
Technical Education	تعلیم صنعت و حرفت
Tenant-Farmer	کاشتکار یا اسامی قابض۔ رعیت
Tenant-framing	رعیت واری
Tenant-in-Chief.	اعلیٰ معطی لہٗ جاگیردار
Tenure	عطیہ ارضی
Test Act (The)	قانون آزمائش
Thanes = Thegns	ندیمان نبرد آزما۔ مصاحبان جنگی
Territorial Forces	افواج مقامی
Title-deed	دستاویز حقیت
Toleration Act (The)	قانون رواداری مذاہب
Tory	فرقۂ قدامت پسند

English	اردو
Tory Government	حکومت فرقۂ قدامت پسند
Township	موضع قصبہ
Trades disputes Act	قانون نزاعات کاریگران
Trades Unions	اتحادات تجارتی
Traffic	مال تجارت۔ حمل و نقل انسان و مال
Trial by battle	تحقیقات بذریعہ جنگ وجدل
Trial by Ordeal	تحقیقات بذریعۂ امتحان (آب آتش)
Trinnial Act (The)	قانون سہ سالہ
Triple Entente	اتحاد ثلاثہ
Turning point	نقطۂ انقلابی
Under-Kings	سلاطین کم مرتبہ
Unemployment Insurance	بیمہ بیروزگاری
Uniformity (Act ol)	قانون یکرنگی
Uaionist party	فرقۂ اتفاق پسند
Unit of Administration	حکومت کا پہلا زینہ۔ سب سے چھوٹا رقبۂ حکومت
Unitary Constitution	دستور انفرادی
Upstart	نو دولت

English	اردو
Vassal	وابستہ
Venue	مقام واردات
Vestry	مجلس انتظامی کلیسا
Veto	اختیار نا منظوری
Vicar	ناظر نگہبان کلیسا
Vice-President	نائب میر مجلس
Villain	غلام زرعی غلام زراعتی کسان غیر آزاد
Volunteer	رضاکار
Vote	رائے۔ رائے زنی
VoteSupply (to)	مصارف ملکی کو منظور کرنا
War Office	محکمۂ جنگ
Westminster Abbey	خانقاہ ویسٹ منسٹر
Witana	ارکان مجلس عقلا
Witenagemot	مجلس عقلا
Woman's Suffrage Bill	مسودۂ قانون رائے دہی اناث
Working Majority	کثرت موثرہ۔ کثرت عاملانہ۔ فرقۂ کثیر
Workmen's Compensation Act	قانون تاوان ملازم و مزدور
Yeoman	زمیندار کسان سپاہی تحفظ
Yeomanry	فرقۂ زمینداران احرار فوج تحفظ
Zoological garden	برکتہ الحیوانات

صحت نامۂ تاریخ انگلستان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۴	۲۰	با "سک"	"باسک"
۱۴	۲	آبادو اجداد	آباو اجداد
۱۵	۱۲	سلیسوک	شلیسوگ
۱۷	۴	الیکس	ایبکس
۲۰	۱۳	مسحی	مسیحی
۲۱	۴	تحجل	تحمل
۲۴	۹	الیکس	ایبکس
۲۵	۴	ولیکس الیکس	ویبکس ایبکس
۲۷	۱۳ حاشیہ	ولیکس	ویبکس
۲۷	۲۱ حاشیہ	اتیھلبرڈ	اتیھلرڈ
۲۷	۲۲ حاشیہ	ولیکس	ویبکس
۲۷	۲۵	اتیھلبرڈ	اتیھلرڈ
۲۸	۴	"	"
۳۰	۲۵	ازسرے نو	ازسر نو
۴۵	۱۵	ولیکس	ویبکس
۵۲	۸	ولیم ثانی ولادت سنہ ۱۹۶۰ء	ولیم ثانی ولادت سنہ ۱۰۶۰ء
۷۲	۴ حاشیہ	اسقف راجہ	اسقف راجر
۷۲	۶	راجہ	راجر
۷۲	۲۱ حاشیہ	شہرد دیہ	شہرودیہ
۷۲	۶	راجہ	راجر
۷۲	۲۱ حاشیہ	شہر دو یہ	شہر و دیہہ
۸۳	۱۲	گاکمنی	گیسکنی
۸۸	۲ حاشیہ	سنہ ۱۱۷ء	سنہ ۱۱۷۱ء
۸۸	۱۲	فراس ہنری	فرانس حی ہنری
۸۸	۲۳	ہنسگڈن	ہنٹنگڈن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۱۲۳	۱۳	ڈپتا نا	ڈپٹا نا	۲۴۱	۱۱	قسبیس	تسبیس
۱۲۶	۱۳	تیئیس	تیس	۲۵۴	۶	سنہ ۱۶۱۱ء	سنہ ۱۶۱۱ء میں
۱۲۸	۶	ہوئے	ہوی	۲۵۵	۲	ہمپین	ہیمپٹن
"	۱۴	مربعے	مربع	۲۷۲	۲۴ حاشیہ	لارڈو	لارڈ
۱۳۰	۸	اگر	آگر	۲۷۳	۲۵ "	لارڈو	لارڈ
۱۳۶	۴	تنگ سے	تنگ سی	۲۷۴	۵	"	"
۱۵۲	۱۳	شاہ جان کی	شاہ جان کے	۲۷۵	۲۵	"	"
۱۵۳	۱	کرنے لی	کرنے کی	۲۷۶	۱۲	"	"
۱۷۱	۱۵	ششم اور شاہ	ششم شاہ	۲۷۶	۱۵ حاشیہ	"	"
۱۷۳	۲۰	مہام سلطنت	مہام سلطنت	۲۷۷	۷	"	"
۱۷۴	۱۱	دودہ	دورہ	۲۷۷	۱۲	"	"
۱۸۵	۱۶	امیری	اسیری	۲۷۸	۱۰	"	"
۱۹۲	۱۳	بوذٹ	بوفرٹ	۲۸۰	۲۵	ہوابنوہ	ہوا انبوہ
۲۰۱	۱	شر	شہر	۲۸۱	۹	لارڈو	لارڈ
۲۰۲	۷	سنہ ۱۹۲۹ء	سنہ ۱۵۲۹ء	۲۸۱	۱۴	دیوانی	دیوان
۲۰۳	۷	امیراگان	ایراگان	۲۸۲	۱۳	قائم لی	قائم کی
۲۰۳	۹	کیتھران	کینتھراین	۲۹۷	۱۰	ٹراپ	ٹرامپ
۲۰۴	۲۰	او نکھنے	او نگھنے	۲۹۷	۲۴	مقاصد	مفاسد
۲۱۷	۱۴	شناشی	شناسی	۳۰۱	۱	انگلساں	انگلستان
۲۲۹	۲۵	شہر شتہ	سر رشتہ	۳۰۴	۲۳	قانقاہ	خانقاہ
۲۳۵	۲	تسلیس حلقے	قسبیس حلقہ	۳۱۲	۱۹	ہزار	دو ہزار

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۳۳۷	۲۴	کی نہ تھی	کی تھی	۴۵۶	۱۷	سنہ ۱۸۱۱ء	سنہ ۱۸۱۴ء
۳۴۹	۲۴	کے	نے	۴۸۷	۲۴	ریلوے	ریلوے پر
۳۵۵	۹	ہردلعزیزانہ	ہردلعزیزنہ	۴۹۸	۴	لڑایانی	لڑائی
۳۶۰	۳	ترتیب	ترکیب	۵۰۳	۳	بیباسٹوپل	سیباسٹوپل
۳۶۳	۸	میں ہیں شہزادے	میں تین شہزادے	۵۰۷	۱۳	مادر	اور
۳۸۰	۱۰	مثال بے	مثال ہے	۵۱۶	۷	دھماکہ	دھماکا
۳۸۵	۱۴	سنہ ۱۱۷۱ء	سنہ ۱۷۱۱ء	۵۱۸	۵	کے	کی
۳۹۰	۱۳	السی	ایسی	۵۳۶	۱۷	کر	کو
۴۰۶	۱	ساتھ	سات	۵۴۶	۲۳	بیان	بیان کیا
۴۴۷	۱۰	سنہ ۱۰۰۰ء	سنہ ۸۰۰ء	۵۵۰	۱	لارڈ ربرٹس	لارڈ رابرٹس
۴۴۹	۲۱	بیڑے	بیڑے کو	۵۵۱	۱۸	مبذل	بیڈن
۴۵۰	۵	برآمد	برآ	۵۵۱	۲۵	جود	موجود
۴۵۱	۳	فرانی	فرائی	۵۵۴	۲۰	ہوئی ہو تو	ہوئی تو

تمت